

اسم تاریخی

أَشْرَفُ التَّفَاسِيرِ

تَفْسِيرِ نَعیمی

(پارہ دوم)

مُصَنَّف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی مدظلہ

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

۳۰ اردو بازار \* لاہور

ہم کتاب	_____	تفسیر نعیمی (پارہ دوم)
مصنف	_____	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد صفحات	_____	۵۲۸
کیوزنگ	_____	لیزر کیوزنگ ان 'شار سائنس مارکیٹ'
		مکیہ المی والا 'آبکاری روڈ' نواتار کلی 'لاہور
پرنٹر	_____	پیر بھائی پرنٹرز
ناشر	_____	مکتبہ اسلامیہ '40 اردو بازار' لاہور۔
قیمت	_____	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام

سورة الفاتحة

بسم الله الرحمن الرحيم

ترجمہ: الحمد لله رب العالمین

# فہرست تفسیر نعیمی پارہ سیکڑ جلد دوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
48	وَبَقِيَ وَجْهَهُ مَدَّ مَوْتِيهَا	13	سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ
50	قبلہ لانکہو قبلہ واروں اور عاکیہ	15	تبدیلی قبلہ کا واقعہ اور اس کی حکمتیں
51	حضور کا قبلہ رب اور رب کا قبلہ حضور ہیں	17	کعبہ معظمہ کی خصوصیات
52	وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ	18	تبدیلی قبلہ کتنی دفعہ اور کب ہوگی
	انہما کی خطائے رب رخصی ہے اس پر عطا فرمائیے	19	وَلَا ذَرْوًا جَعَلْتُكَ أَقَّةً وَاسْطًا
54	بلکہ ان سے جو خطا سوار ہو اس کو قانون مقرر ہے	22	مسلمانوں کی گروہی دنیا اور آخرت میں
55	وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ		قیامت میں ہمارے گواہیں ہوں گی مسلمانوں
61	كُنَّا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا	22	کی خصوصیات
62	خلق اور ارسال اور مبعوث میں فرق	23	علم غیب کا حاضر تا غائب کیا ہو اس کا ثبوت
	حضور رب کا علیہ ہیں بقی نصرتیں حضور کا علیہ حضور	24	اسلام کے لوازمات اور دوسری امتوں کے لوازمات میں فرق
67	لے چار باتوں کے ذریعہ ہم کو ہر طرح پاک کیا	25	وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي
67	فَاذْكُرْ ذِكْرِي أَذْكُرْكُمْ	30	قَدْ تَرَى نُفُوسًا وَجْهًا
69	ذکر مقبول و محبوبہ مودود کا فرق	33	تبدیلی قبلہ کی تاریخ خود ان وقت و طریقہ
70	ذکر شکر	36	وسیلہ کا عقلی ثبوت
71	ذکر کی قسمیں	37	فضائل نبی علیہ السلام
71	ذکر بلبر اور الفضل ذکر کیا ہے	37	حضور کعبہ و ایمان ہیں
74	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالنَّجْوَى	38	وَلَيْتُمْ أَتَيْتُمُ الَّذِينَ
77	صبر صلوٰۃ صبر کے فوائد	40	کفار کا آپس کا اختلاف سخت ہے
77	صبر شکر سے الفضل ہے نماز کے برکت	42	الَّذِينَ آمَنُوا بِكُمْ يَغْفِرُ لَهُمْ
78	نماز کے برکت نماز کے احکام و اقسام	43	اپنے جیسے اور آپ اور اپنی ذات کی پہچان میں
80	وَلَا تَقْرَأُوا الْبَيْنَ يُمْسِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	47	تیس فرق
			حضور ہر طرح حق ہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
120	شکر کی چل سے زیادہ عجیب انسان کا چہرہ ہے		شدائد اور کی تعداد اور نام
120	ہو کے لئے ضرورت	80	شہید اور اس کی زندگی اور وہ جسے شہادت کو نبوت
123	وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ	84	روح کی قسمیں اور نیکو موت میں فرق
	الاسواء غیر۔ دون میں فرق اور محبت جہنمی	85	غلاب کی حقیقت نبی و شہید کی برائی زندگی میں فرق
124	روحانی ایمانی مطلقانی میں فرق	86	حیات الہی کی قسم بحث
129	وَأَشَدُّ لَدُنَّ النَّاسِ عِلْمًا	86	سید الشہداء کون ہے
133	يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِن ثَمَرِ هَذِهِ	89	وَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ
134	کھانا بھی فرض ہے۔ کبھی سنت۔ کبھی مکروہ حرام	93	صرف وہ جذبہ میں فرق
135	طال و طیب ہیں اور سوہ اور فحش میں فرق	93	إِنَّا لِلَّهِ پڑھنے کی عین
136	شیطان کے چہ فریب ہیں	96	إِنَّ الصَّفَا وَالنِّزْوَةَ
137	کب کے فائدے اور کس نبی نے کیا پیش کیا		تہمہ رولیاہ اللہ شاعر اللہ ہیں برائی مل جلے سے
139	وَأَذِيقُوا لَهْمًا شَيْعًا	97	نیک نہ چھوڑو
144	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا		کفار کی ہر مشامت حرام نہیں اور اشتراک مشامت
145	کھانا کب فرض ہے اور کب حرام	99	میں فرق
145	رزق کے معانی اور اقسام	102	إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا
146	چند جگہ پر تکلف کھانے کا سبب نہیں	105	توبہ کی شرطیں۔ حکم لعنت۔ تہیہ کی بحث
	افضل پیشہ کون سا ہے اور تعلیم و لاس کی اجرت	106	نبوت علو۔ نبوت اور اعلان نبوت کے زمانے
147	جائز ہے	106	وَعَلَىٰ تَعْوِذٍ بِاجْت
148	إِنَّمَا حَرَّمَ ذَمًّا أَوْ هَلًّا بِهِ يَغْوِي اللَّهُ	107	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَانُوا
149	بشر کے عجیب معنی۔ حرام کے معنی	109	یزید ابو طالب کا ایمان۔ ان پر لعنت جاہل ہے
150	اہل کے معنی مذہبی ہیں	110	حضور کے والدین مومن اور صحابی ہیں
	حرام و طال جانوروں کی پھان اور جانور کے کتے عضو	112	وَاللَّهُمَّ إِنَّكَ وَاجِدٌ
152	حرام ہیں	114	إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
155	إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا		کشتی کے سجدہ لوح علیہ السلام ہیں اور کل مسند
156	شرعی احکام چھپانے کی چند صورتیں	116	اور ان کی سہولت جو ذاتی علاقے
158	کون سے احکام چھپانے کے لائق ہیں کون سے نہیں	118	ہو ان کی قسمیں۔ تاروں کے رنگ آسمان کی تعداد
		119	آسمان کی رفتار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
194	کس نماز پر کتنے روزے فرض تھے	158	رشوت سہید سزا دینا وغیرہ میں فرق
195	اسلام میں روزے کی تبدیلی کا حکم اور روزہ	158	گنہگاروں میں اور کافر کے مذہب میں فرق
195	کب فرض ہوا	160	اَلَّذِيْنَ اَشْرَكَ وَاَصْحَابُ
195	روزے کے عید و قربان سرآمد تھا کہ	160	لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوْتُوْا اَوْ جَوَعْتُمْ فَبِمَا
198	اِيْنَامَا تَعْبُدُوْنَ اَنْفُسَكُمْ	163	اَلْبَشَرِ
	پہلے گاڑی کے دار اندر مسافر نہیں	165	ایمان کے معنی اس میں ایمان میں ایمان میں ہے
	سڑکی حد اور اس کے احکام	167	میں اور لوگوں کی خدمت کو تھی ہے
201	روزے صرف ایک سال کے کیوں ہوئے	168	کیا حضرت عثمان کو اہل کی ضرورت نہ تھی
203	شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ	170	وَاَقَامَ الْعَزْوَاقُ وَالْكُرُوفَاتُ
205	پہلی آیت کس سال کس نام میں آئی	173	حق اللہ اور حق العباد کی پہچان
205	کون سی کتاب کس سال میں آئی اور رمضان کے معنی	174	كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِيَاصُ
208	رمضان کے عید تھا کہ اور اس کے نام	176	کس قتل میں قصاص نہیں
209	جہتہ الدول میں روزے کا حکم	179	سزائے قتل سے بچنے کی کوشش منہ ہے
209	خوشی میں نعمتیں اور غم و مات کا ثبوت	179	سزائے زینت سے بچنے کی کوشش جائز
	جب قرآن کی وجہ سے رمضان باطل ہے تو حضور	181	وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حِكْمَةٌ
210	بھی ہے مثل ہیں	181	قصاص کے فوائد اور اس آیت کی فصاحت
210	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	184	كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ
211	قِرَاءَةُ سَائِكَ جِبَادُ عِيَالٍ	185	وَمِيتِ مِرَاثِ كِي تَلَحُّ
213	پکار چار قسم کی ہے ان قسموں میں فرق	186	مل حرام میں نہ وصیت ہونہ میراث
214	دعا کے فوائد اور اس کا طریقہ	186	غیر کے مل کی نہ وصیت ہونہ میراث
	قبول دعا کے لوازمات و مصلحت اور کس کی دعا زیادہ	187	نبی کی مصلحت ہی مصلحت ہے
214	قبول ہے	189	مَنْ يَّذْكُرْ لَهُ بَعْدَ مَا سَبَحَهُ
	شرائط دعا حضور رب کا بلکہ سارے عالم غیب	191	حضور کے وصیت مل نہ کرنے پر نجات قوی دلیل
215	کاپت ہیں	192	كَانَ فَعْنَهُ كَقَرِّ لَهْمَا
217	دعا قبول نہ ہونے کا سبب	192	چند جگہ جھوٹ جائز ہے
219	اَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةٌ اَلْغِيَا اِلَ الرَّفْعِ	193	كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِيَاصُ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
258	وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبَدِّلْ قَدِيمًا بَدِيلًا ۚ	220	لباس کے معافی اور نہ میں لباس کیوں ہیں
261	ہلاکت میں ڈالنے کی صورتیں		صحابہ کرام علول ہیں ان کی خطا گہری ٹیکوں سے
262	وَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّهُ كَفَّارٌ بِلَاغٍ ۚ	223	افضل
265	حج کے مسائل و فضائل	224	توبہ اور معافی میں فرق
266	حج کس میں فرض ہو اور حج اسفرو اکبر	225	وَكُلُوا وَاشْرَبُوا ۚ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۚ
	حج کے فرائض و وجہات۔ عورتوں کا کل کڑا	226	کھا پینا کب فرض ہے کب مستحرم
266	حرام ہے		احکام کے فضائل و مسائل اور احکام کو روزہ
267	انگریزی ہاؤس کا حکم	228	سے کیا ثابت ہے؟
268	فَاذْكُوا وَاشْرَبُوا ۚ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۚ	230	جملہ کئی دنوں اور ہر روزے نماز کا حکم
271	حج کی قسمیں اور قرآن و فتح کا کلمہ	231	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
272	زیچہ کے اقسام و احکام		حلال و حرام کی پہچان۔ کون آمدنی حلال ہے کون حرام
	بیوی اہل بیت حقیقی ہے اور بیوی اہل بیت مجازی	233	شہر و قلعہ کا کھانا حرام نہیں
272	اس کی نہایت قوی دلیل	235	فانی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرتا
273	حضرت عمرؓ نے کون سے تمنع سے منع کیا	236	يَسْتَلُوا نَدَاءَ عَيْنِ الْأَرْحَلِ ۚ
274	أَلْحَقِ أَشْهُرَ مَعْدُومَاتِ	237	ہال۔ قبرس میں فرق
275	کس نبی کے زمانہ میں حج میں کیا اختلاف ہوا	239	حضور سے کل 14 سوال استنباط کئے
	استقرار حمل شرط ہے اور جب میں ہو اور اس سال	239	قریٰ میں کی انصافیت
276	ذی الحجہ بنایا گیا تھا	242	وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْتَارُونَ
278	وہی مناظرے معرین عبادت ہیں	246	جلو کے فضائل اور حکمتیں
279	لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا	247	سہرہ حرام و سری سہروں سے کیوں افضل ہے
283	یوم الترویہ یوم العرفہ کی وجہ تسمیہ	249	وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ۚ
283	عرفہ و عرفات کے یوم اور وجہ تسمیہ	251	کئے حصوں کا قتل جائز ہے
283	حضرت خواں سہیلؒ و اطلس کمالیؒ کے	252	عرب میں دو دین نہیں روکتے اس کی حکمتیں
284	عرفہ کے کل اسی نام ہیں	252	اسلامی جلو اور موجودہ جنگوں میں فرق
	یوم النہد مزدلفہ کی وجہ تسمیہ اور عرفات کے فضائل	253	الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِرِيَابِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ۚ
	جس اونٹ پر سوار تھے چکر لئے جاویں وہ اونٹ جنتی ہے	256	فریست جلو کی ترتیب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
336	أَوْ حَسِبْتُمْ أَنَّ مَتَدُخُلُوا الْجَنَّةَ	284	تجارت اعلیٰ پیش ہے
340	يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ	286	يَا أَزْوَاجُ مَاذَا يَنْفِقُونَ
341	بل خیرات کون سائل ہے جیم کون ہے؟	289	حج کا طریقہ و ماضی و مستقبل
342	سب خیرات کر کے خود فقیر نہ ہو	292	وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ
344	کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ	293	جہاد سب اپنے کے موافق
345	جنگ کی ہار تمہیں اور ان کے احکام	295	و ملک کے قلوب
346	جہاد کے عقلی فوائد	297	وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ
349	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفُسِ الَّتِي أُهْلِيَتْ	299	مذبح پاک کی ماضی و مستقبل
350	محرم مینے چاہیں	301	وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْجُزُ عَن قَوْلِهِ
353	رب تعالیٰ حضرات صحابہ کی عقلی بیان فرماتا ہے	305	عزت اور وہ فاقہ فریق اور عزت کے اقسام
353	اللہ تعالیٰ دشمنان صحابہ کے عیب کھول دیتا ہے	308	وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْرِي بِنَفْسِهِ
353	بلہ حرام میں قتل جائز ہے حرمت منسوخ ہے	311	غیر عقلی۔ عقلی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا
354	خطا امتدادی پر بھی ثواب ہے	311	ان کی خطا ہماری عبادت سے افضل
354	صحابہ کرام عقل ہیں محسوس نہیں	312	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا
354	کام کا نیکو ہو جاؤ رہے کام دلے کا نیکو ہو جاؤ	317	ہمارا اسلام میں آنا اور اسلام کا ہم میں آنا
355	وَمَن يَرْتَدَّ دِينَهُ فَمِنْهُمْ أُنُفٍ	318	هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ
357	مرتد بعد ایمان حج و ہاد کرے نماز لوٹے میں	322	سَلَامٌ مِّنَ اللَّهِ عَلَيْهِ
357	تکفیل ہے	322	نبی اسرائیل اور سید نصاریٰ میں فرق
357	رد اخراج و غیرہ مرتد کیوں ہیں وہ تو اسلام میں آئے	323	صفت انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے
357	عی نہیں	324	زَيْنَ الْبَنَاتِ قَتَرُوا الْحَبِيبَةَ الدِّيَا
358	لعل قبلہ کون اور کلہ والے کو کافر نہ کہنے کے معنی	325	دنیا میں زندگی دنیا کی زندگی اور دنیاوی زندگی کا فرق
358	قتل مرتد کی وجہ اور لا اکواء و	329	كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً
358	اللعن کے معنی	330	انسان کب تک سب مومن رہے
359	حجالت ایمان کی دعا	332	قرآن کی مدت اور توہم و فروع علیہما السلام میں دس
360	إِنَّ الْبَنَاتِ آمَنُوا وَالْبَنَاتِ هَاجَرُوا	333	قرن کا سلسلہ ہے
364	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ	333	مسلمان حق پر کیوں ہیں
		333	گداز شد کب کیوں بدل گئیں قرآن کیوں نہ بدلا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
383	نہیں اور قوی میں فرق حبش کے متنی	365	صحابہ کرام نے حضور سے کل تیرہ سوال کئے جو قرآن میں مذکور ہیں
384	حبش میں محبت کرنے کے قصائد	367	شراب حرام ہونے کا واقعہ
386	حبش و غسان و استھانہ کے فرق اور احکام	368	انگوری و غیر انگوری شراب بھگت مٹھون پر جس
386	عورت کے ساتھ پیدا ہوا اس کا حکم	369	حق تبارک کے لغوی احکام
387	ہنسنا کہ کلمہ حقوت نہ کہو	371	دینتہ نکتہ ماذا یفقیون
388	حش و ذریعہ میں فرق و یوں کو کھیت کیوں کیا	371	انسان جانور رسول میں جیم کون ہے حرامی پر جیم نہیں ہو تا بھائی کتنی قسم کے ہیں
390	درمیں حمل حرام ہونے کے حکم اور شراب پر بسم اللہ پڑھنا مکلف ہے	373	کون سا خمر حرام ہے کون حلال کون سوا واجب
391	زبان عربی کی تفسیر ہندی کی بد تہذیبی اور ستیارتھ پر کالی کی گندی عبارت کا جوت	375	بیت کے حرم و کمال سے قاصد و غیر اخراج کرنا
392	کسی امام نے غلطی حد کی اجازت نہ دی من پرستان پابند حاکم	375	حرام ہے جب اس بل میں تیسوں کا حق بھی ہو
393	وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ عُرْضَةً لِأَسْأَلِكُمْ	377	سبحان اللہ والحمد للہ کہنے کے فضائل اور پہلے کس نے پڑھی اور حضرت صدیق پر معرفت عمر شریف
394	بر اور تقویٰ میں چند طرح فرق ہے	377	حکمن پر طریقت علی مرتضیٰ پر حقیقت غالب تھی۔
395	زیادہ قسم سے رزق گنت ہے۔ جسک دور صبح ہے	378	وَلَا تَتَّبِعُوا النَّسِیْکَیْہِ حَقَّ یَوْمِئِذٍ
396	ہماری اور رب کی قسموں میں فرق	378	نکاح یعنی عقد یعنی حمل ہونے کے قول اور نئی لاشکر شرک ہے
396	لَا یُؤْخِذُکُمْ اللّٰهُ بِالْفِغْرِ	379	اہل کتب عورت سے نکاح کی تین شرطیں ہیں مگر ہر ایک بھی نہیں اس لئے حضور نے اور غلام نے اہل کتب عورتوں سے نکاح نہ کئے
398	نذر اور قسم میں فرق اور ان کے اقسام	380	کفار سے نکاح کیوں حرام ہے
399	بہ اور لوی قسم پر کفار واجب ہے	380	موجودہ عام انگریز بیسائی نہیں عام معمول سے نکاح خطرناک ہے
400	لِذَیْنِ یُؤْمِنُوْنَ مِنْ نِّسَاءِہِمْ	382	حضرت عمر نے بیسائی عورت کو طلاق و ولولوی
402	چار بار میں ایک بار بوی سے حضور حمل کرے		شرک و اہل کتب میں فرق کی وجہ
405	اسلام نے لودھی غلام قسم کیوں نہ کئے		وَيَتَمَلَّکُمْ مِّنْ عِتَابِہِمْ
406	وَالسُّلَّاتُ یَسْتَرْقِیْنَ		
407	نوع طرح نکاح قسم ہوتا ہے ان کی تفصیل		
407	وہ صورتیں جن میں مرد پر ہر قسم ہے		
409	شوہر بوی کے حقوق اور ان کی تفصیل و احکام		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
438	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	410	میں ایک بار بابت ضروری ہے چاہے میں
440	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	410	ایک بار پھر
442	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	411	موت کی تعلیمات اور تعلیمات کی وہ جس میں کہہ کل
444	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	411	کہہ بت مطلق جس سے ہے نہ کہ طہر سے
446	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	412	کس عورت کی کیا حدت ہے طلاق والہ کی
448	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	412	حدت نہ
449	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	414	أَطْلَاقًا مَرَّةً شَيْنًا مَسَالَةً يَسْمَعُونَ
452	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	418	ایک دم تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں نہ کہ ایک چھ
454	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	418	چیزیں یہ کہ وہی بن جائز کہہ جاتی ہیں
457	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	419	نکاح طلاق میں فرق اور طلاق طلاق ہے
459	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	419	نکاح طلاق طلاق میں فرق نہ کہ وہی طلاق طلاق
461	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	419	میں فرق اور ان کے احکام
463	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	420	اس کا کیا مطلب کہ حضور کے فرائض میں تین طلاقیں
466	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	420	ایک طلاق تھی
466	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	421	عورت کے ملوکہ مل کئی قسم کے ہیں ان کے احکام
466	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	422	فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ
466	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	423	نکاح معنی عقد کب ہو تا ہے اور معنی محبت کب
467	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	426	حلالہ اور حد میں فرق
469	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	426	حد نکاح ہی نہیں زنا ہے طہریت میں اصل معاف
470	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	426	نہیں
472	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	427	وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَافْضِلُوا لَهُنَّ
473	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	431	طلاق میں ملوکہ مستقل ہے طلاق میں ملوکہ کا
474	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	433	حق ہے
477	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	436	وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ
480	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	436	بالہ عورت کو اپنے نکاح کا قیام ہے
481	وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ	436	کس صورت میں وہی کو نکاح سے روکنے کا حق ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
505	وَقَالَ اللَّهُ نَبِيُّكُمْ إِنَّ ابْنَهُ مَبِيتُهُ	482	حضرت حزقیل علیہ السلام کو اللہ
508	تاہوت سیکڑے کا جیسو اللہ	484	اللہ اپنے محبوبین کی خواہش پوری فرماتا ہے
509	تحرکات کی بے حتمی طریقہء فکر ہے	486	وَمَا تَسْأَلُوهُ فَاَنْزِلْ مِنْ سَمَاءٍ
511	فَسَمَاءٌ مَقْصُودٌ عَالَمُ مَوْتِ	488	قرض خوردین میں فرق
513	اطاعت انبیاء میں راستہ ہے	490	قرض حسد کی شرائط
514	مَلَكًا مَجَادًّا	493	اللَّهُ تَوَّابٌ إِلَى السَّلَامِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
516	مخلصین و سابرین کی تھوڑی جماعت فرماتی ہے	495	حضرت شونئیل علیہ السلام کو اللہ
518	وَلَسْنَا بِرَدِّ الْإِبْتِغَاءِ	496	جہاد کے لئے امام سلطان شرط ہے
521	قل جہاد	497	خلفائے راشدین برحق ظیفہ ہیں
522	نیک کام پر مخلص قبول کرے بھی جائز ہے	499	وَقَالَ اللَّهُ نَبِيُّكُمْ إِنَّ ابْنَهُ
524	وَتَوَلَّاهُ اللَّهُ الْإِبْتِغَاءَ		حکومت کرنے کے لئے علم ضروری ہے نہ کہ مال
525	اسلامی جہاد فساد نہیں بلکہ دفع فساد ہے	501	وَنَسَبُ
	حکومت و سلطنت نعمت ہے اس کے بغیر امن قائم	502	طاہریت کے پادشاہ ہونے کو اللہ
525	نہیں ہو سکتا	503	حضرت امیر مملوکیہ سلطان برحق تھے
528	امت مصلحتی میں لونیا کی قدرو	504	نسب بھی باعث عزت ہے

انگلیاں میری ہیں او ان میں قلم ہے تیرا  
ہاتھ میرا ہے مگر اس پر کرم ہے تیرا

حیم الامت

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا

اعتزب کہیں گے یہ قوت و گوں میں سے کس نے پیر دیا ان کو قبلہ سے ان کے وہ جوتے اوپر  
اب کہیں گے یہ قوت و گوں میں سے کس نے پیر دیا مسلمانوں کو ان کو اس قبلہ سے جس پر سے

عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

اس کے فرما دو اللہ کے واسطے ہے بعد اب اور پچھم ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے طرف

م فرما دو کہ بلورب اور پچھم سب اللہ ہی کا ہے جسے چاہے

مُسْتَقِيمٌ

راستہ سیدھے کے

سیدھی راہ چلاتا ہے

تعلق : اس آیت کا تعلق آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیتوں میں سورہ کے ان اعتراضوں کا ذکر تھا جو  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تھے اب ان کے اس اعتراض کا ذکر ہے جو انہوں نے اسلام پر کیا اس کے نہایت  
نہیں جو بات دیئے جا رہے ہیں۔ دوسرا تعلق اب تک دستور یہ تھا کہ کفار نے اعتراض کیا اور قرآن کریم نے جواب دیا۔  
اب ان کے اعتراض سے پہلے ہی مسلمانوں کو جواب کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ کفار یہ اعتراض کریں گے اور تم ان کے یہ  
جوابات دے دو۔ تیسرا تعلق اس سے پہلے اہل کتاب کی چند بے وقوفیوں کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے بزرگوں کی نیکیوں پر محمود  
کرتے ہیں۔ اب ان کی ایک بڑی بے وقوفی کا ذکر ہے کہ وہ اس تبدیلی قبلہ پر اعتراض کرتے ہیں جو اسلام کی حقانیت پر کھلی  
ہوئی دلیل ہے۔

شان نزول : تفسیر خازن عرفان میں ہے کہ یہ آیت یہود و مشرکین کے یا منافقین یا ان سب کے جواب میں نازل ہوئی جن  
کو تبدیلی قبلہ پر اعتراض تھا اور جنہیں یہ تبدیلی ناگوار تھی۔

تفسیر : معلوم بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت تبدیلی قبلہ کے بعد اتری اور لہذا وہی تعلق نزول میں اس سے پہلے ہے اور  
ترتیب میں اس کے بعد یعنی اے نبی علیہ السلام ہم نے قبلہ کو تبدیل کر دیا مگر اب غریب جانفین یہ اعتراض کریں گے اور بعض  
نے فرمایا کہ اس کا نزول تبدیلی قبلہ سے پہلے ہی ہم آپ کی مرضی کے موافق قبلہ تبدیل تو کر دیں گے لیکن یہ بھی خیال  
رہے کہ کفار اس پر یہ اعتراض کریں گے اور آپ اس کا جواب دیں اور اس سے متصور یہ ہے کہ مسلمانوں پر کفار کا یہ اعتراض  
کر رہے نہ پڑے۔ تفسیر کبیر نے یہ بھی کہا کہ اعتراض کفار کے بعد یہ آیت اتری اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسا یہود  
اعتراض کر بھی چکے اور آئندہ بھی کریں گے مگر سزا تو ملے گی اور اس میں ایک لمحہ بھی خیر ہے۔ خیال رہے کہ ہماری اردو سیر  
انجیلی بات کو فریادری بات کو یگانا جازبات کو کٹا کٹا ہوا ہے۔ مگر عربی میں ہدایت کے لئے قول استعمال ہوتا ہے۔ اب اس کے معنی

فائل اور اس کی کنگھ کے لحاظ سے ہوتے ہیں اگر وہ بے تعلانی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قبل منسوب ہو تو اسی کے معنی ہوں گے۔ فرمایا اگر کفار یا شیاطین کا قول ہو تو معنی ہوں گے کہ اس کی یا کریں گے۔ یہاں دو سرے معنی ہیں۔ غیل ہے کہ زبان ریڑھ کی پٹلی ہے اور دل اس کی سوئی جس سے دل کا تعلق ہو گا۔ اسی کی ہی بات زبان سے نکلے گی۔ السلواء جمع خیس کی ہے جو سفر سے بنا جس کے معنی ہیں محل کا لگا ہوا جاسی لئے تاکہ بچوں اور بچوں کو سید کہا جاتا ہے ولا تودوا السلواء امواکم۔ یہاں یا تو مسالطین مراد ہیں کہ قرآن کریم نے حق کے بارے میں فرمایا ہے الا اہم ہم السلواء۔ یا یہود مشرکین کیونکہ یہ دین اور اہلی سے دور ہیں اور جو اس سے دور ہے وہ بد ہے۔ توف ہے الا من سلفہ ظلم۔ یعنی سارے کفار یہ اعتراض نہ کریں گے کہ جب ظالم اہل کتب جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان کی پہچان خود سے میں یہ یوں کی تھی کہ وہ صاحب جنتین ہیں معترض وہی ہے محل ہوں گے جو صرف ظاہری صورت میں من الناس۔ انسانوں میں سے ہیں وہ نہ ہے محل اور ہے واقعی میں جانوروں سے بدتر کیونکہ جانور بھی اپنے برے بھلے کی تیز رکھتا ہے۔ من میں یہ بھی نہیں ما ولہم یا استقام انکاری ہے یا تو حیرت سے یا دل لگی کرتے ہوئے تبدیلی قبلہ پر اعتراض کر رہے ہیں ولی تولی سے بنا جس کے معنی ہیں دور ہو گیا پھر جگہ اسی لئے منہ موزنے اور پیٹہ پھرنے کو تولی کہتے ہیں۔ یعنی من مسلمانوں کو کس چیز نے بھڑکایا عن البشعہ من کے اس قبلہ سے جس پر لب تک تھے قبلہ ہونان خدا سامنے کی چیز یا سامنے کی حالت کو کہتے ہیں جو کسی کے سامنے ہونے سے پیدا ہو۔ اسی لئے پیشوا کی کرنے کو استقبال اور دشمن کے سامنے آنے کو مقابلہ کہتے ہیں۔ قبلہ کو قبلہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ تعز کی کے سامنے ہوتا ہے (تفسیر کبیرہ ص ۱۵۱) غیر صحیح قبلہ کی اختلاف مسلمانوں کی طرف اسی لئے ہے کہ وہ تقریباً سترہ ملک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اور یہاں قبلہ سے مرویت المقدس ہی ہے۔ اسی لئے فرمایا یا ایہا النبی کا موا علیہا وہ جس پر لب تک تھے یعنی یہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف کیوں پھر گئے۔ یہاں تک کہ ان کے حوالہ کو ذکر تھا لب اس کے نعلت عیس جو لب بنائے جا رہے ہیں کہ قل یا تو یہ حضور علیہ السلام سے خطاب ہے یا ہر قرآن پڑھنے والے اس کے معنی یہ نہیں کہ کہہ دے کہ ابھی یہ اعتراض ہو اسی نہیں بلکہ یہ کہ نبی علیہ السلام یا اے قرآن کے پڑھنے والے جب بھی یہ اعتراض کیا جائے تو کہہ دے کہ ہم نصب بعد اری یا حجت پر حق کی وجہ سے نہیں پھرے بلکہ صرف اس لئے کہ للہ المشرق والمغرب اہل مہلت لہی کے لئے ہے اور مشرق و مغرب یعنی سارا جہاں اسی لہے ہم سے بدتر ہے اپنے لئے اور ہی بجا کر اے اور جس جگہ کو چاہے اہل قبلہ بنائے اور جس قبلہ کو چاہے موقوف کر دے۔ اس کی وجہ ہم سے پہچانے ہو تو حق ہے۔ نظام سے نہ پوچھو کہ تو پہلے یہ کیوں کر انتخاب کیوں نہیں کرتے تو اپنے سولی کا تعلق ہے۔ وہ بدتر ہے کہ چاہے لے غز نہیں یہ بھی اختیار نہیں کہ رہے پوچھو کہ لا یصل صا یصل اس طور مطلق کے اطلاق کو کن جرح کہے اس کی شان تو یہ ہے کہ یصل ما یشاء و یحکم ما یرید جو چاہے کہ نہ اور اپنے طور پر فیصلہ کرتا ہے تو تھا اصل جواب لب اگر حکمت پر چھاپا ہے ہو تو سمجھ لو کہ قبلہ اصل مہلت نہیں بلکہ رول مہلت ہے اور رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلق رہیں دکھائیں کسی کو کسی رول سے اور کسی کو کسی طور (تفسیر عزہی) اور یشاء من یشاء الی صراط مستقیم جس رولہ کو چاہتا ہے دور کے نیز سے راستوں سے اپنی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رول و دست قرعی رول کی بدانتہا ہے۔ چنانچہ مہلت کے لئے مشرق یا مغرب کی سمت مقرر کرنا اور کھڑا ہے اور کبھی بیت المقدس کی طرف نہ کرا

یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کئی سے ضروری باتیں جیسا کہ ہم آج

ہیں کریں گے۔ لہذا لہذا اور جن وہ اس سب کی عبادتوں کے لئے مکشیں مقرر ہیں جسے ان کا قبلہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عاتقین و عرش کا قبلہ عرش اعظم اور ملائکہ برہہ کا قبلہ کرمی اور ملائکہ سفروہ غیرہ کا قبلہ بیت المعمور ہے (کیسے ضرورت تھی کہ فرشتوں کا بھی کوئی قبلہ ہو۔ ان کے لئے از اوام ناموسی علیہم السلام کہتے تھے قبلہ رہا۔ جس کی حکمت ہم آئندہ بیان کریں گے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے جیسی نایہ اسلام تک بیت المقدس قبلہ بنا۔ مگر یہودیوں نے اس کا فنی حصہ اور یہودیوں نے شرقی حصہ اختیار کیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج اور موجودہ نماز کی فریضت سے پہلے بھی یہاں کے عابد و ساجد تھے۔ مگر آپ کی وہ عبادت موجودہ نماز سے مختلف تھی بلکہ حق یہ ہے کہ بچپن ہی سے یہاں کی عبادت کا ذوق شوق تھا مگر یہ کہ آپ کسی وقت بھی کسی دیگر عبادت کے امتی نہ ہوئے۔ اس لئے آپ کی عبادت کسی دین کی ابتداء میں نہ تھی بلکہ اپنے کشف سے اور یہ کشف قدرتی طور پر شریعت ابراہیمی کے مطابق تھا۔ چنانچہ نبوت سے چھ ماہ پہلے جو عبادت حرامیں عبادت فرمائی وہ بھی اپنے کشف کے مطابق تھی (شاہی شروع کتاب السلطۃ) عطاء نبوت کے بعد اور معراج سے پہلے جو عبادت کے اور جو عبادت کے وہ بیت اللہ ہی کی طرف شب معراج میں جب بیت المقدس میں تمام انبیاء کی لائمت فرمائی تو یہ نماز بیت المقدس کی طرف ہوئی۔ یہاں حضرت جبریل علیہ السلام نے توازن ہو نکمیر کی (در مختار باب الاذان) کہ جب جبریل توازن اور نماز کیسی تھی کہ یہ فریضت نماز سے پہلے کا تھا ہے۔ جب معراج میں نماز فرض ہوئی تو بیت المقدس ہی قبلہ مقرر ہوا کیونکہ یہاں سے ہی آسمانی سفر شروع ہوا تھا اور وہاں ہی انبیاء کرام کا اجتماع اور وہاں ہی حضور علیہ السلام کی سلطنت کا تصور گویا یہ ان واقعات کی یادگار تھی۔ معراج کے بعد جب تک کہ مکہ مکرمہ میں قیام رہا بیت المقدس ہی کی طرف نماز ہوتی رہی مگر کعبہ معظمہ کو سامنے لے کر یعنی بیت المقدس کی طرف اس طرح نہ کرتے کہ کعبہ معظمہ بھی سامنے آجائے (عزیز و تفسیر احمدی) مگر یہ منورہ پہنچ کر اس طرح دو قبلوں کا اجتماع ناممکن تھا لہذا بیت المقدس کی طرف نماز ہوتی رہی مگر حضور کو شوق یہی تھا کہ کعبہ ہمارا قبلہ ہو چنانچہ ہجرت سے ایک سال ساٹھ چالیس مہینہ کے بعد پندرہ محرم ۱۱ جب ہر کون مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نماز ظہر و عشاء ہے تھے دو رکعتیں بیت المقدس کی جانب ہو چکی تھیں کہ عین نماز کی حالت میں جبریل علیہ السلام یہ آیت لائے قل فیری نطلب و اھھک فی السماء الخ۔ فوراً آپ مع صحابہ کرام جانب کعبہ پھر گئے یہ نماز نماز قبلتین ہوئی اور مسجد جامع قبلتین (تفسیر احمدی و عزیزی) یہ مسجد اب تک موجود ہے اور اس کلیہ ہی نام ہے۔ اس میں جنوباً شمالاً دو عمارتیں بھی ہیں جس نے اس کی زیارت کی۔ مسلم کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی قبلہ کی آیت عصر عصر کے درمیان آئی مگر ہو سکتا ہے کہ یہ وقت ظہر عصر کے عین ہو اور اسی وقت نماز ہو رہی ہو اور نہ پھر مسجد قبلتین کے کیا سنی قبائیں رہنے والے صحابہ کرام کا بھی ایسا واقعہ ہوا کہ انہیں تبدیلی قبلہ کی خبر نہ تھی درمیان نماز میں کسی نے خبر دی اور اسی وقت کعبہ کی طرف پھر گئے۔ مگر قبلاہ سری طرف واقع ہے۔ واللہ اعلم۔ اس پر شریکین منافقین اہل کتاب نے مست شور مچایا جس کی خبر معجول اب اس آیت میں پہلے ہی دی جا چکی تھی۔

## قبلہ اور تبدیلی قبلہ کی مکشیں

اب ہم تفسیر کبیرہ عزیزی و غیرہ سے قبلہ مقرر کرنے اور تبدیلی کرنے کی مکشیں بیان کرتے ہیں نماز کے لئے قبلہ مقرر

کرنے میں ہیں۔ پہلی حکمت یہ کہ انسان میں قوت متبہ بھی ہے اور قوت خلیہ بھی اور یہ دونوں قوتیں ایک دوسری کی  
ساتھی ہیں۔ اسی لئے کوئی حکمت سمجھانے وقت کوئی ذیلی صورت سامنے نہ رکھ لی جاتی ہے کہ اس کی جگہ کھس آجائیں۔  
اقلہ میں جہاں شلٹ مربع کے اقلہ کو سمجھ کر خلیہ کو رد کر دیا گیا ہے۔ اقلہ کے سامنے رکھ کر اس کی اقلہ  
مصلحت اور مصلحت طبعیہ کو سمجھاتے ہیں۔ درحالیہ شلٹ کے سامنے کڑے ہو کر اس سے عرض صوفی کی کہی ہے کہ ذیلی  
نہ بڑے بہت کم کے بعد اس کی مبادت کریں تو جو کچھ سامنے ہوئے اور وہاں نظر آئے سے پاک ہے تو چاہئے کہ ذیلی  
محلے کے لئے کسی طرف نہ کر لیا جائے اسی سے کام لیا ہے کہ ساری حکمت۔ لہذا اس کی مصلحتی ضروری ہے اور یہ  
سکون سے حاصل ہو گی اور سکون بھی ہو گا کہ کسی طرف مایل نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی طرف سے نہ ہو۔  
اسی طرف کام لیا ہے۔ تیسری حکمت۔ مسلمانوں میں اختلاف بہت کم ہے مگر یہ شخص طبعیہ سے نہ لیا  
جائے تو اختلاف کا یہ ہو گا۔ ضروری تھا کہ ایک لفظ کے بعد سے لیا گیا۔ اسی کی ایک ہی طرف لیا جائے جس سے ظاہری اختلاف  
سے عمل اور مصلحتی اختلاف بھی پیدا ہو۔ چوتھی حکمت۔ بعض ایک بعض سے افضل ہے۔ جس سے لوگ فیصلہ کرتے ہیں۔ لہذا اس  
کے بعد سے مصلحت سے جو بہت کم ہے اس کی خاص جگہ ہے اسی طرف لیا جائے جس سے اس کا حاصل ہو سکے۔

تبدیلی قبلہ کی حکمتیں : قبلہ پر لئے میں صراحتاً کہتے ہیں جن میں سے ہندوؤں کی جاتی ہیں۔ پہلی حکمت۔ کھلی کہیں  
میں ضرور طبعیہ اسلام کا لقب ہی آتی ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وہ طبعیہ سے بھی فیوضی بھی کہی آتی ہیں۔  
پھر میں اور نام آتی ہیں جس کے معنی میں ایک حرم یعنی یکے میں تیرے اس کی اور وہ سب سے جو طبعیہ میں داخل  
وقت اور اس کی چیز ایک قبلہ یعنی بیت المقدس ہے جو کہ اولیٰ الشہادہ سے قبل ہی آتی ہے۔ یہ تبدیلی قبلہ کے ہی اور وہاں  
ہونے کی علامت ہے۔ ساری حکمت۔ بعض دیکھتے ہیں کہ بیت المقدس کی طرف لیا جائے مگر یہ بعض نے قبلہ کی طرف ضرور  
طبعیہ اسلام ہی سے لیا ہے اور کام کے کثرت ہے۔ لہذا یہ دیکھنا کہ پہلے ذیل طرف لیا جائے جس سے ساری حکمت۔ لہذا  
ضرور طبعیہ اسلام کی حکمت نہیں بلکہ ضرور طبعیہ اسلام سے قبلہ کی عزت ہے مرضی میں آتی ہے کہ وہاں قبلہ کو حضور کے  
جہوں سے عزت ملتی ہے۔ اسی لئے ضرور طبعیہ اسلام کو کہہ میں بھی لایا گیا اور عزت ملے کہ وہاں طبعیہ میں بھی۔  
چوتھی حکمت۔ یہ وہ اور جو مصلحتی طریقہ ہے۔ لہذا اس تبدیلی سے یہ ظاہر مسلمان کسی سمت کے جاتی نہیں بلکہ وہ  
کے ساتھ ہیں کہ اس کے حکم کے ساتھ ہیں۔ پہلی حکمت۔ تبدیلی قبلہ سے عزت مصلحتی مصلحتی طبعیہ اسلام کا علم ہے کہ  
اسی کی طرف سے کہہ 'قبلہ' جیسا کہ اگلی حکمت میں معلوم ہو گا۔ لہذا یہ تبدیلی بھی مصلحت کے ظاہر ہو لی اب  
معلوم ہو گا کہ وہاں مصلحتی مصلحتی طبعیہ اسلام کے کام لایا گیا۔

کعبہ معظمہ کی خصوصیات : کعبہ شریف چند وجوہ سے بیت المقدس سے افضل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ  
غیر مذکور اہل ہاں بھی اور بیت المقدس جنت کی غیر اس کی زیادہ حقیقت ان اول صحت کی غیر میں آتی ہے کہ  
کعبہ بیت اللہ ہے مسلمان ہوا لہذا مبادت لہذا لہذا کے غیر حسیہ۔ لہذا اور ان کا حق کام لہذا لہذا وہاں کعبہ لہذا کے بعد  
رسول اللہ کے فرمان سے لہذا کی مبادت میں کام لہذا چاہیں تو بیت اللہ کو رد کر دیں اگر وہی نہیں ہے تو بیت اللہ کی

طرف رہے۔ تیسرے یہ کہ مشرق مطلع نور ہے کہ نور سے سورج ۵۵ ہے اور کہ معظمہ مطلع مید لا نور یعنی جائے ولادت  
نور صلی اللہ علیہ وسلم چاہئے کہ بجائے مشرق کے ملازمین اور مرید کیا جائے۔ چوتھے یہ کہ کعبہ معظمہ وسط زمین میں ہے تو  
چاہئے کہ ملازمین اور مرید نہ ہو تاکہ معلوم ہو کہ مسلمان است و وسط یعنی نور مانی صحت ہیں۔ چنانچہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور کعبہ معظمہ حضور کا محبوب لہذا کعبہ رب کا محبوب۔ تو چاہئے کہ ملازمین کی طرف ہو تاکہ ہمیں  
بھی محبوبیت ملے۔ نیز رب نے دنیا میں حضور کو راضی کیا کہ فرمایا لہذا تو چاہا یہ نہ کہ تاکہ اوجھار اور آخرت کے حلق  
فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضی کہ رب آپ کو اتارے تاکہ آپ راضی ہو جائیں گے اس میں اثناء فرمایا گیا کہ سلام  
جن تو میری رضا چاہتا ہے اور میں کو زمین میں تسلی و رضا (تیسرے) چاہئے یہ کہ اخیر ہمارے علم میں معلوم ہوا چاکر خانہ کعبہ پانچ  
پاؤں کے چٹوں سے ملے۔ طور میں طور و تاج و دی تہن اور حرم گویا نور نور نماز پڑھے تاکہ کعبہ کج کرے وہ اگر گناہوں کے  
پہاڑ بھی لے کر آئے سب چھوئے جائیں گے۔ ساتویں یہ کہ کعبہ معظمہ کی زمین ساری زمین کی اصل ہے کہ اسی جگہ زمین کا  
جھاگ پیدا ہوا اور اس سے زمین پہلی نیر زمین کی بھی اصل ہے کہ اسی جگہ جسم حضرت قوم شگ کیا گیا۔ چاہئے کہ ملازمین  
اپنے اصل مبداء کی طرف سرگ ہو تاکہ دل کسراصل خالق کی طرف رہے۔ انہوں نے یہ کہ روایت میں ہے کہ جب رب تعالیٰ  
نے زمین آسمان کو ٹکھڑا کر انشا طوعا و کرہا کہ حاضر ہوا میری بارگاہ میں خوش یا بنوش تو سب سے پہلے اس جگہ سے  
ذرات نکلے یہ حکم قبول کیا اور اس کے متعلق کے ساتوں آسمان کے حصوں نے اس کی موافقت کی خود عرض کیا کہ انشا  
طافین کہ سب ہم خوشی سے حاضر ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی ملامت کرنے والی پہلی یہ زمین ہے چاہئے تھا کہ مسلمان  
بھی ملامت میں اسی طرف جھکیں۔ تیسری روایت میں ہے کہ بیت المقدس کج بھی نہ ہو لہذا ہمیشہ سے کعبہ ہی کاہن نور ہوتا تھا کہ  
مسلمانوں کج اور لہذا ایک ہی طرف ہو۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ جو قیود ہیں جو قرآن پر اعتراض کرے اگرچہ  
دعویٰ کا وہ دہریہ ہو یا کافر ہو یا مسلمان ہو یہ سب نے تبدیلی قبلہ پر اعتراض کرنے والوں کو سناہ فرمایا۔ مگر وہ دنیا میں عقلمندانے  
جانتے تھے کہ جب سب مل کر نہ تو قیود کلام ہے تو اصل ہلکے مراد ایمان کی عدالت برپا کر لے لے لے ہو قول کہیں  
نہ ہو گا۔ دوسرا فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کے محبوب ہیں کہ رب انہیں دشمنوں کے متعلق عدالت سکھاتا ہے۔  
تیسرا فائدہ جن ہم کاموں پر حاکمین کے سخت اعتراضات پڑیں ان کا رب تعالیٰ پر نور است سکھاتا ہے تاکہ حضور کی ذات پاک  
ان اعتراضات سے محفوظ رہے جیسے کہ تبدیلی قبلہ وغیرہ نہ بہت سے وہ احکام ہیں جو حضور علیہ السلام نے بغیر انتقام دہی خودی  
جاری فرمائے اس کی تحقیق کے لئے دیکھو عاری کتاب سلطنت مطلقہ ان جیسے کاموں میں وحی کے انشاء سے یہ لازم نہیں آتا  
کہ آپ فکر نہیں۔ اعتراض پہلا اعتراض آپ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ ایک بار ہوئی اور بہت سے علماء  
فرماتے ہیں کہ دوبار ہوئی۔ جواب انہیں یہ کہ اگرچہ یہ پہلے حضور علیہ السلام نے اپنے کعبہ کو قبلہ بنا لیا اور  
معراج کے بعد بیت المقدس ہی قبلہ تھا کہ کعبہ کو اس طرح سامنے رکھا گیا ہے ملتی طرف کے خطوں میں مقام ابراہیم کو سامنے  
رکھا ہے کہ مسجد کعبہ کی طرف ہے اور مقام اور میدان میں نور کشف کا فتوحی سے نہیں ہوتا۔ جب مسجد منورہ میں ملائے کعبہ



اعراض کا پھیل آیت میں جملہ رنگ میں ہے لہذا کیا کہ مشرق و مغرب اللہ کا ہے ہر چاہے فلاں چاہے تم اعراض کرنے والے کون؟ اب یہ کہ عمل جو لب ہے کہ چونکہ تم درمیانی سمت سے تشریف لے رہے ہو لہذا جس کو پہلے پہلے خود درمیان نشن میں ہے یا جو بعد خود میں مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ تیسرا تعلق پھیل آیت سے مسلمانوں کی طاعت شعری طور کثرت کی سرتی معلوم ہوئی تھی کہ مسلمان تو بے محنت اور ہر محنت کے کرے وقت جمع ہادی کریں گے۔ لب مسلمانوں کے تمام کلام ہے کہ اے ہا جمع ہر گاہ تو ہم نے نہیں معجز استعظا۔ چوتھا تعلق پھیل آیت میں مسلمانوں پر خاص تمام کلام کہ ہا کہ ہم نہیں کعب طافرتے ہیں لہذا ہر گاہ کہ ہم نے نہیں اور بھی سمت سے لکھا اس طافرتے ہیں۔

تفسیر : و کذ لکھ میں کاذ "تفسیر کبے لور ذالک اسم اشارہ اس میں سمت منکھو ہے کہ تفسیر کس سے دی جادی ہے لور ذالک سے کہ حراشہ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے پہلے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جیسے کہ ہمیں بدعت دی ایسی ہی تم کو بہرہ پڑا بعض نے کہا کہ ولہم کی طرف یعنی جیسے ہمیں درمیانی قبلہ کی طرف پھیرا پیسی ہمیں افضل کیا۔ بعض نے کہا کہ اصطفا کی طرف یعنی جیسے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بزرگی دی ایسی ہی ہمیں استعظا بٹلا۔ بعض نے کہا کہ ہرے بٹلے اللہ الطوفان کی طرف ہے یعنی جیسے کہ مشرق مغرب سب ہی اللہ کا ہے لیکن بعض جگہ کو عزت دی ہے کہ اسے قبلہ طاف ایسی ہی بٹلے سب اللہ کے ہیں لیکن ہمیں یہ عزت دی کہ سب سے افضل کیا اور سب کا لور لہذا کہ تشریف کوئی پران کا نہیں ہو۔ بعض نے کہا کہ یہ اشارہ غیرہ کو چیز کی طرف ہے جیسے کہ کبھی غیر بغیر ذکر مرجع آجاتی ہے۔ تفسیر کبھی ہر ان سب میں بہرہ جزا علی حضرت کبے کہ کفالت ایک پوشیدہ لفظی جتہ ایسا غیر ہے لور ذالک سے آئندہ کلام کی طرف اشارہ۔ یعنی بات یہی ہے کہ ہم نے ہمیں افضل کیا اس لئے کہ اس میں محذوفات بھی کم ہیں لور کلام بھی نیا۔ گذشتہ صورتوں میں ہر اجملہ محذوف تھا پڑتا ہے جملہ ظاہر ہے کہ یہ خطاب ساری امت سے ہے کیونکہ آئندہ لوصاف بھی سب ہی کے ہیں لور جملہ بننے کے سنی میں ہے کیونکہ اس کے وہ مفعول آ رہے ہیں یعنی اے مسلمانوں ہم نے ہمیں بٹلائز جملہ میں وہ سنی کا متکل ہے ہم نے ہمیں معجز استعظا بٹلا لہذا ہے۔ یعنی جیسے جملہ جیب صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے افضل ارسل ہیں ویسی ہی تم اول ہی سے خیر لام ہو کہ عرش و کرسی کی پیدائش سے پہلے تم کون خوب کی امت ہوئے کے لئے چن لیا۔ تم اول ہی سے اللہ کے انتخاب میں آچکے ہو نیز گذشتہ کلام میں ہمیں اللہ کے فضل و مناقب تفصیل وارہ کر رہے۔ رب فرماتا ہے فک مظلوم لی التورہ و مظلوم لی الانجیل یا اے مسلمانوں ہم نے ہمیں تا قیامت معجز است بٹلا کہ ہمیں قرآن و انجیل میں لولیا و علماء رکے پہلی صورت میں رب کے انتخاب کلام ہے لور اس صورت میں انتخاب کے خود کلام کہ اسے وسطا "درمیانی سمت۔ وسطا سین کی حرکت سے مستقل اسم ہے۔ یعنی درمیانی چیز لور اسی کے سکون سے طرف جیسے وسطا قیامت گمر کے چم میں۔ یہاں پہلے سنی میں ہے اس میں چھ متکل ہیں ایک مظلوم و منف کہ انصاف افزا لور تفریق کے چم میں ہے رب فرماتا ہے کمال او مظلوم لوسطا معنی مظلوم و مظلوم ہے کہ رب فرماتا ہے کہ ہم جو امت وہ آیت اس کی تفسیر ہے نیز بہرہ جز درمیان میں رہتی ہے۔ جملہ کلام چم میں لور تفریق کا لہذا درمیان ہی میں رہتا ہے۔ تیسرے چم کی چیز یعنی افزا لور تفریق سے خلل اس لئے کہ کلاموں میں کوئی لور کی رہتی ہے لور

[illegible]

تخلیج کی انہوں نے نہ تھی۔ غنیمتوں کو حکم اسی ہو گا کہ آپ تخلیج کے دی ہو اور یہ لوگ انکاری اپنے کو لوٹیں کہ وہ اس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں گے۔ مسلمان انبیاء کی کوئی دین گے جس پر کفار جرح کریں گے کہ تم بھیجے آئے بغیر دیکھے کو حق کیو مکرے رہے ہو مسلمان عرض کریں گے کہ سولی ہم نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملقب حضور علیہ السلام کی طبعی ہو گی اور آپ مسلمانوں کے حلقہ ہوا ہوا ہیں گے۔ ایک یہ کہ یہ سچ ہیں ہم نے واقعی حق سے فرمایا تھا کہ آگے غنیمتوں نے تخلیج کی طور ان کی قوم نے سرکشی کی۔ دوسرے یہ کہ خدا لایا مسلمان کو حلقہ حق عاجز نہیں بلکہ ہر روز ہر روز کمال کو حق ہیں۔ تب انبیاء کریم کے حق میں نہ گری ہو گی اور اسے مسلمانوں سے اسے آغوشِ بغیر صلی اللہ علیہ وسلم بنائیں بھی تمہارا کو اسے کہ اس نے فرمایا کہ جس کلام کو مسلمان پھیلانے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا مسکوئے (اور اس نے فرمایا کہ تم لوگ مسلمان میں اللہ کے کو لو ہو جسے تم جنتی کو وہ جنتی طور جسے دوزخی کو وہ دوزخی (مسکوئے باب المشی البکرۃ) اور انہوں نے فرمایا کہ میری امت گریں پر جتن ہو گی اور انہوں نے فرمایا کہ میری امت میں ایک امت بیش حق پر رہے گی وہ فوئز آخرت میں بھی وہ تمہارے محبوب چھائیں گے اور تمہاری قوموں کی کوئی دین گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں چار گواہیں ہوں گی ایک کاتبین اول فرشتوں کی قرآن کریم فرماتا ہے۔ و جاء کل نفس معها حائق و عهد دوسرے انبیاء کریم کی رب فرماتا ہے۔ فکف الّا جتنا من کل امۃ یشہد تیسرے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کمال کے بعد چھتے مجرم کے ہاتھ پاؤں کی و تکلمنا انہم و تشهد اور جہنم نوٹ ہے تمام تفسیر تفسیر کیو مری و خزانہ معارف و روح الامین و اصلاح محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

امت مصطفیٰ علیہ السلام کی خصوصیات : مسلمانوں میں رب کے فضل سے امت سی خصوصیتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلی بیان کی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ امت سب سے مجمل ہے تاکہ اگلی امتوں کی طرح اس کی بدعتیں نہ ہو اور جس کے عیب نہ نکلیں۔ گزشتہ امتوں کے عیوب قرآن کریم نے بیان کئے جس سے وہ قیامت تک بدنام ہو گئیں۔ ہمارے بعد نہ کوئی آسمانی کتاب آئے گی اور نہ ہمارے عیوب نکلیں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ امت سب سے مجمل ہے تاکہ سب کی کوئی دے سکے کیونکہ کوئی دہ اللہ کے بعد ہوئی ہے نہ کہ پہلے۔ تیسرے یہ کہ خدا کے فضل سے یہ امت یہودی تفرقہ اور عیسائیوں کی تفرقہ سے پاک ہے اس کے علاوہ اول و پہلی۔ چوتھے یہ کہ فناء اللہ اس میں بیش طاعت اور اولیاء رہیں گے۔ مجملی امتوں کی طرح سب گروہ نہ ہو جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حق کے جسم شریعت سے اور حق کے قلب طریقت اور معرفت سے منور رہیں گے۔ چھٹے یہ کہ حق کی زبان حق کا کلمہ ہے جس جہ کو یہ اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور جس کو برا سمجھیں وہ بری۔ ساتویں یہ کہ یہ امت سارے عیوب کی کو لو اور ظاہر ہے کہ کو لو دی کو بیچارا ہوتا ہے کہ وہ کو حق سے غدار چیتے کا لڑ لے سب غنیمتوں کے محبوب۔ آٹھویں یہ کہ سب لوگ مسلمانوں کے جاننے ہیں مسلمان کسی قوم کے حلقہ نہیں۔ اسی لئے دنیوی حکمرانیں اسلام سے قوانین لیتی ہیں اور کفار قرآن سے قاتلے ہیں مگر غنیمتوں کے مسلمان اس سے بے پروا ہو کر لیل و ناز ہو گئے۔ نویں یہ کہ اسی امت کے علاوہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح دین کے مددگار ہیں۔ انیسویں مفسرین محمد میں مختلف ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ دسویں یہ کہ اسی امت میں تا قیامت اولیاء خوش و قطبہ لہلہ ہوتے رہیں گے۔ گیارہویں یہ کہ



کے متن یہ صحت انبیاء کرام کی قوی گولہ ہوگی۔ مگر دنیا میں یہ صحت عملی گولہ بھی ہے اور قوی گولہ بھی مسلمانوں کا کسی کو دل لٹھ لکھنا کسی کا خیر کو اچھا سمجھنا جس کی بدولت کی عملی گولہ ہے اور قہر کی طور پر من کا کسی کو دل لٹھ لکھنا کسی کا خیر کو اچھا سمجھنا قوی گولہ ہے۔

پہلا اعتراض : کیا یہ امت پچھلے دہائیوں سے افضل ہے کہ رب نے قیامت میں ان کی توفیق ملی اور اس امت کی دنیاوی (آرہی) جواب افضل تو وہی ہیں مگر یہ نکتہ اس مقدمہ میں ایک طریق ہیں اس لئے کہ کوئی حد سے کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ وہ ان سے کوئی ہو چیسے کہ تحصیلہ اور یہ جملہ دعویٰ کر دے تو اگرچہ تحصیلہ اور حاکم ہے مگر اس مقدمہ میں اپنا گواہ کسی دعویٰ کو طے نہ کرے گا کہ وہ گواہ کوئی معمولی کوئی ہی ہوں۔ وہ سراسر اعتراض جب حضور علیہ السلام کی گواہی ہی ہے لیکن یہ بات حق مسلموں کو درمیان میں کیوں رکھا گیا۔ جواب لیکن یہ تو مسلموں کی گواہی پر ہوا۔ حضور علیہ السلام کی گواہی تو مسلموں کی توفیق کے لئے ہے اور اس میں مسلموں کی خاص عزت افزائی۔ تیسرا اعتراض مسلموں میں توافق قاصر اور بد مذہب بھی ہیں کیا حضور علیہ السلام ان سب کی وہاں تشریف کر دیں گے اگر تشریف کر دیں تو غلط بیانی ہے اور اگر ان کے عیب کھول دیں تو ان کی بد مذہبی بھی ہے اور گواہی بھی رد ہو جاتی ہے۔ جواب آخرت میں شہادت کے لئے مقلی اور یہ وزیر مگر مسلم ہی پیش ہوں گے۔ جو نے اور وہ وہ خلاف لوگ ان طعن کر لئے وہ نہ کسی کی شکایت کریں اور نہ کوئی دین (خائن یا عریان) غیر صالح کی مدح بھی ہاں یہ شاید ہے اسی لئے قرآن کریم نے یہاں فرمایا کہ تم کو امت و سوا یہاں تاکہ تم کو گواہ ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس امت کی گواہی ہے نہ کہ ہر ایک کی۔ وہ سراسر جواب ماقابہ گواہ تو ہیں سکتا ہے مگر گواہی دے نہیں سکتا۔ اسی لئے قاضیوں کی موجودگی میں شہادہ جائز ہے اگرچہ بعض مسلمان دنیا میں مفسق و فاجر ہیں مگر یہ گواہ بننے کا وقت ہے لیکن آخرت میں بخشش یا عذاب ہر سب کے لئے ہوں گے۔ تو ممکن ہے کہ بعض گنہگار بھی مطلقاً پاک گواہوں میں شامل ہو جائیں۔ چہ تھا اعتراض اگر مسلموں کی گواہی سے کاموں کی خوبی ثابت ہو تو لازمی منہ کا شرب و پینا چوری کر سب ہی جائز ہو نا چاہئے کیونکہ بعض مسلمان بے ایمان سمجھتے ہیں۔ جواب اس کے وہ جواب ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی گواہی غلط و دروغ کے خلاف معتبر نہیں رہے کہ ان چیزوں کو شریعت نے حرام کر دیا تھا اتمام جہان کی گواہی سے بھی ایسی نہیں ہو سکتی۔ گواہی تو سکوتی احکام میں ہے۔ چیسے عقل و شہادہ۔ وہ سراسر جواب۔ کوئی مسلمان بھی انہیں اچھا سمجھ کر نہیں کرنا اپنے کو گنہگار ہی جانتا ہے اور جو اچھا سمجھنے لگے وہ کافر ہو گیا۔ مسلمان ہی کہنا رہا کہ اس کی گواہی مستحبہ و پانچوں اعتراض گواہی مرزا غلام احمد کے اور دیگر بڑی مولوی اشرف علی کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں تو کیا یہ لوگ جنتی ہو گئے۔ جواب اس کا جواب چہ حقے اعتراض وہ جواب میں کہے لو۔ چھٹا اعتراض مسلمان سب سے اخیر میں آئے پھر انہیں ہی امت کیوں کہا گیا۔ جواب فقیر سے معلوم ہو گیا کہ سید صاحب سے دور رہائی مقام و اولیٰ والے یا اعلیٰ یا بحر رو ہیں نہ کہ نالائک کے لحاظ سے۔ ساتواں اعتراض اس کا جواب چہ حقے اعتراض وہ جواب میں کہے لو۔ چھٹا اعتراض گنہگار و بد مذہب بھی ہوں گے۔ نہ کہو آج مسلمان ایسے جرم کر رہے ہیں جو پچھلی امتیں نہ کر سکیں پھر اس امت کو بحرین امت کیوں فرمایا۔ جواب اس لئے کہ اس امت میں تاقیامت لویا وہ خلقی علماء ہوتے رہیں گے نیز اس امت جیسے لویا وہ کسی امت میں نہ ہوئے گذشتہ امتوں میں خوش پاک و خیر و غیر ہم جیسے لویا کہل ہوئے اشرف افراد کی وجہ سے قوم اشرف ہو جاتی ہے۔ اگرچہ قوم میں بد لوگ بھی ہوں۔ انسان کو اشرف المخلوق قرار دیا و لفظ کو متناہی آدم مگر کہ بعض انسان وہ



ہدایت کی اللہ شہناور ہے اللہ کو مانع کرے ایمان تمہاری تحقیق اللہ ساتھ کروں گے جنت و رف و مہربان ہے۔  
ہدایت کی اللہ شہناور ہے اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے ہے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر و رحمت ہے۔

شکل نزول : بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ نے وقت پائی ان کے رشتہ داروں نے تہدلی قبلہ کے بعد دریافت کیا کہ ان نمازوں کا کیا حکم ہے اس پر وہاں کا نالہ لہلہ ہوا اور اس میں اطمینان دلایا گیا کہ ان کی نمازیں بروا نہیں ان پر ثواب ملے گا قصیر خراسان المعروف کانوش۔ اس سے "علوم ہو تا ہے کہ یہ آیت تہدلی قبلہ کے بعد کی ہے۔

تفسیر : وما جعلنا القلبہ النی کت علیہا اس جملہ کے چند معنی ہیں ایک یہ کہ جمل کے معنی مطلب اور النی اس کا  
دو سرا مفعول اور کت میں گذشتہ واقعہ کی حکایت اور النی سے بیت المقدس مراد ہو یعنی نہیں بتایا تھا ہم نے قبلہ اس بیت  
المقدس کو جس پر آپ اس سے پہلے تھے اور چار ہزار سال پہلے تھے یہی زیادہ صحیح ہے۔ اسی پر تفسیر عزیزی و کبیر و فیو کا حکم  
اور اسی پر اہل حضرت و حق اللہ علیہ کا ترجمہ۔ دو سرے یہ کہ جعل کے معنی بتانا ہوں مگر یہ موجودہ وقت کا ذکر ہو اور النی سے  
کعبہ معظمہ مراد ہو اور کت علیہا سے گذشتہ واقعہ کی حکایت یعنی اسے نبی مہم نے اس کعبہ کو جس پر آپ ہجرت سے پہلے  
تھے کہ اس کو سامنے لے کر نماز پڑھتے تھے قبلہ نہیں بتایا مگر اسی لئے کہ لڑنے۔ خلاصہ یہ کہ مکہ مکرمہ میں جو آپ کے کثیف و فیو  
سے قبلہ تھا یعنی کعبہ معظمہ اب اسی کو بذریعہ وحی قبلہ اس لئے بتایا خیال رہے اس تو جیسے کی وجہ سے تفسیر کبیر و فیو نے فرمایا کہ  
تبدیلی قبلہ وہ ہار ہوئی۔ اس کی تحقیق ہم پہلی آیت میں کر چکے۔ تیسرے یہ کہ جمل کے معنی مقرر کرنا ہوں جیسے کہ ما جعل  
اللہ من احدہم ذل۔ اور قبلہ سے مراد کعبہ معظمہ ہو اور النی قبلہ کی صفت اور کت صرفہ کے معنی میں جیسے کتبہ خیر و امین  
(تفسیر کبیر) یعنی نہیں مقرر اور مشروع کیا ہم نے اس کعبہ کو جس پر آپ نے رواج کیا لا للعالم مگر اگر ہم جان لیں علم کے  
معنی چنانچہ ہیں پہچانا بھی اور کبھی دیکھا اور الگ الگ کرنا تمیز دینا کے معنی میں آتا ہے۔ بعض افلاک میں ہے کہ جمل علم کے  
بعد من آئے وہاں اس کے معنی چھانڈو اور الگ الگ کر رہے ہیں۔ یہاں جو نکسمن ہے اس لئے یہ معنی قبول کر سکتے ہیں۔ یعنی تا  
کہ ہم دیکھ لیں یا ظاہر کر کے جان لیں یا الگ کر دیں۔ جو نکسمن منورہ میں ہمارے قسم کے لوگ تھے کھلے کافر (ظاہرین) خالص  
مومن (مخلصین) جیسے کافر کھلے مومن (منافقین) اور ضحطاء جن کے دل میں نور ایسا تھا کہ وہ پورے اور چاند تھا۔ منافقین و ظالمین  
کی چھانت کے لئے رب کی طرف سے کبھی کبھی بھیجیں آتی تھیں۔ کبھی خلاف فعل کھلے لوگ کہ ان موقوں پر غلط تو ہے  
ناہل ہر بات غلطی قبول کر لیتے تھے اور منافق فوراً کہو اس بکنے لگتے تھے جس سے ان کے دل کا پھانسل ظاہر ہو جاتا تھا۔ ضحطاء



کھوئے مسلمانوں کا حتمی بھی ہو جائے گا کہ کون تو انکھار سے مسلمان ہوا ہے اور کون قوی حیت سے فدا ہو گیا۔ موز کے لئے بیت المقدس ہی قبلہ ہے اس کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں تمہارا اصلی قبلہ لا کعبہ ہی ہے جس پر تمہیں قیامت تک رہنا ہے بیت المقدس تو عارضی طور پر اس لئے قبلہ بنا گیا تھا کہ تمہارے ملائکہ اور رسول علیہ السلام اور مسلمانوں کو کھوئے کھرے نظر آجائیں گویا یہ ذریعہ امتیاز تھا کہ یہ جانتے ہیں کہ بیت المقدس کا کعبہ ہو بلوگوں پر بھاری اور ناگوار تھا کہ ان کے دل میں کعبہ کی محبت تھی اور بلوگوں کو اس واقعہ سے وقف تھے وہ بالکل خوش تھے اور اے مسلمانوں یہ کبھی نہ ہو گا کہ تمہاری اور تمہارے انگوٹوں کی وہ نمازیں منقطع ہو جائیں جو عمرہ و حرمہ میں گئیں وہ تمہارے لئے زیادہ باعث ثواب ہیں کہ تمہارے خلاف طبیعت اس پر عمل کیا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے محض کلمہ تصدی نہیں ہو تمہیں میں پہلے اہل برقرار رہتے ہیں لہذا تو موقف صحیح ہے نہ ہی ہوئی نمازیں برہو کر اس کی شان کے خلاف ہے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ رب کے کام حکمت سے غفلت نہیں رہی غرض سے پاک۔ فرض تو اپنے فائدے کو کہتے ہیں اور حکمت اور رب کی مصلحت پر بولا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے فائدے کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے فائدے کے لئے احکام بھیجتا ہے۔ دوسرا فائدہ حضور تہذیبی میں غفلت اور مبالغہ کا حتمی ہے کہ فخر اور تعزز کرنے والا مبالغہ اور بے چون و چرا مان لینا وہ غفلت ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہو۔ تیسرا فائدہ فخر سے گزرتا ہے غفلت منقطع نہیں ہوتے بلکہ اس وقت وہ بھیج تھے اور لب و سرے۔ چوتھا فائدہ اس کے خلاف کام کرنا ثواب ہے اسی لئے جانوں کا وضو اور عشاء اور فجر کی نمازیں زیادہ باعث ثواب کہ ان میں غفلت پر جبر زیادہ ہے۔ دیکھو بیت المقدس کی طرف نمازیں کا ثواب اس لئے بڑھ گیا کہ اس میں مسلمانوں کے غفلت پر جبر تھا۔ پانچواں فائدہ غفلت کی صرف علامت واجب ہے اس کی اجراء نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت بھی ہے اجراء بھی رہتا ہے و اطعوا اللہ و اطعوا الرسول و اولہ فماتکم لا تبعونہ یعنی کمالات فرما لئے کو کہتے ہیں اجراء کسی کے فعل قدم پر چلنے کا کام ہے۔ یعنی اس کی و کلمہ بھی اس کا کام کرنا۔ قرآن کریم کی نہ علامت ہے نہ اجراء اس پر عمل ہے وہ بھی حضور کے فرمان کے ماتحت جس آیت پر عمل کرنے سے حضور منع کر دیں اس پر عمل نہ کرو جس پر عمل کا حکم دیں جس طرح حکم دیں اس پر عمل کرو کعبہ عطر کی من تین چیزوں میں سے کچھ نہیں اس کا صرف احترام و تعظیم لازم ہے لہذا ایمان میں ہی اہم چیز حضور کی بذلت گراہی ہے اسی لئے یہاں من متبع الرسول ارشاد ہوتا ہے رب کا کرہ نہ قرآن کعبہ کا یعنی تہذیبی قبلہ آپ کی ہی اور بطنی اجراء کھانے کے لئے ہے کہ کون آپ کا پانچ ہے کون بطنی۔ چھٹا فائدہ غفلت تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان و اجراء کا امتحان تین طرح لیتا ہے۔ صحیح بھیج کر لائی سے اجراء کرنے والے محنت جلوں تراشیں دے کر کہ اس سے اجراء کرنے والے الگ ہو جوں جب ہے غفلت و آرمہ یکیں کہہ دیں کہ ہمارا اشتہار راہو گیا۔ خلاف عمل و خلاف طبع احکام بھیج کر کہ صرف دلائل سے ماننے والے حیران ہو کر ہر جلوں صرف وہ متبیین رہ جائیں جن کے اجراء کی بنیاد مشق پر ہے۔ سہاقت کسی حال میں محبوب کو نہیں چھوڑتا کسی حال میں بچہ کو نہیں چھوڑتی۔ سوئی علیہ السلام جب فطر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو جناب شہر نے آپ کا تیسری قسم کا حتمی لیا کہ وہ کام کر کے کھائے جو عمل کے بھی خلاف تھے اور دلائل کے بھی۔

کا مشاہدہ کرتی تھیں۔ مگر وہ بھی یہ تھا کہ ہجرت نور ہجرت دلوں میں فرقہ پرستی کی بجائے۔ بلکہ یوں کہو کہ ہجرت دلوں کو بھی ہجرت حاصل کرنے کی رہنمائی دے جانے والا قبلہ قلب میں انقلاب کیا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کی کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اسے قبلہ قلب تک پہنچے ہوئے ہیں اور شک نہ ہو کہ اسے قبلہ قلب میں پہنچے ہوئے نہ رہے تھے بلکہ یہی ہم کو کعبہ ذات کی طرف توجہ کی توفیق عطا فرماتے۔

قَدْ تَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا

حقیقہ دیکھتے ہیں ہم پہنچا چہرہ آپ کا۔ آسمان کے۔ پس پھر ہجرت میں ہم آپ کو اس قبیلہ پر کہ راضی ہوتے اور دیکھ رہے ہیں ہر بار کہلا آسمان کی طرف مٹتا رہا۔ تو ضرور ہم نہیں پھر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں

قَوْلَ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

یہ آپ اس سے پس پھر رہا ہوتا تھا طرف مسجد حرام کے۔ اور جہاں کہیں جڑی تھے پس پھر دیکھ اپنے طرف چہرہ کا خوشی سے۔ ابھی یہاں پھر وہ مسجد حرام کی طرف۔ اور اے مسلمان! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ اسی

حُكْمَ شَطْرَةَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آوَلُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

اس کی اور حقیقہ وہ لوگ جو دیکھنے لگے کتاب اللہ جانتے ہیں کہ حقیقہ وہ حق ہی طرف سے کی طرف توجہ اور جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب

تُرِيدُونَ ۚ وَمَا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ يُغَافِلُ عَمَّا يَعْمَلُونَ

وہ آپ ان کے کہ اور نہیں اللہ ہے خبر اس سے جو وہ کرتے ہیں۔

کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ ان کے کوتاہیوں سے بے خبر نہیں۔

تعلق : اس آیت کا پہلا جملہ ہے کہ ہر طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق اب تک تبدیلی قبلہ کی تفسیر تھی اور آئندہ ہونے والے امراتہ کے حالات کا بیان۔ اب اس کے اصل حکم کو کہہ رہے۔ دوسرا تعلق اب تک تبدیلی قبلہ کے سبب ہجرت کو ہدایت کے سبب توجہ اور سب سے بڑی وجہ کو کہہ رہا تھا بلکہ ہے کہ اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو اس میں صدمہ گنتی ہیں مگر اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تسمیہ خوشی ہے اور یہ کہ تم اس خوشی میں ہمارے جوار اور آسمان کی طرف اشارت ہے جو ہم تسمیہ اشارت ہے کہ تسمیہ اور تسمیہ مرضی چاہتے ہیں اس لئے تسمیہ جو کہ اور مرضی پھر تسمیہ ہیں جو تسمیہ ہل کی خوشی۔ تیسرا تعلق محبتی آیتوں میں وہ جماعتوں کو کہہ دیا کہ وہ جنہوں نے تبدیلی قبلہ کو خوشی قبول کر



فہم آتہ البصر ہی وہ سب سے پہلے جنہیں اس میں تردد اور شبہ ہو سوا طبعیہ تھا مقلد۔ آپ اس ذات کرم کا ذکر ہے خود بہت کمال کا شہرہ ہے اور چونکہ وہ خود کمال ہی لئے کمال ہی کو چاہتی ہے۔ یعنی آپ کے کمال نبوت کا تضاد تھا کہ کمال قبل کی خواہش کریں۔ چوتھا تعلق قبیل اسمعیل میں وہ بھی رحمت کا ذکر وہاں حبیب علی الخ طیبہ سلم کا ذکر ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی رحمتیں ان کی قبیل آتی ہیں کہ ان ہی کی برکت سے جنہیں بحر قبلہ حبیب ہو اور انہیں کی قبیل قسملے گذشتہ المثل بدوی سے مقلد رہے۔

شان نزول : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ کا قبلہ بتایا جانے پر غافل اور حضور اس اسمعیل کی طرف نظر فرماتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ لہری کی حالت میں کہہ کی طرف پھر گئے۔ مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اس طرف رخ کیا اور منی (مکہ) غیر مدینہ میں کھڑے فرمایا کہ آپ نے حضرت جبریل سے فرمایا تھا کہ میری طرفی ہے کہ کہہ کا قبلہ ہو جبریل طیبہ اسلام نے عرض کیا کہ میں تو مہاجر ہوں آپ رہے کے بندہ محبوب۔ آپ مقلد تھے۔ یعنی میں تو رہے کی طرف مائے دلائل ہوں آپ نے دوائے بھی ہیں منولے دوائے بھی رب تعالیٰ آپ کی رضا پہنچا ہے یہ کہہ کر اسمعیل پر گئے حضور طیبہ اسلام ان کے انتظار میں اسمعیل کی طرف دیکھتے تھے۔ تہذیب آیت آئی۔

تفسیر : اللہ تعالیٰ تاویہ قد تعین کے لئے ہے یا کی بیان کرنے کے لئے یعنی بے شک کہہ رہے ہیں ہم یا بھی بھی تھا کرتے ہیں۔ یعنی آپ جو بھی بھی چوتھو اسمعیل کی طرف اشارے ہیں وہ ہم دیکھتے ہیں لہذا دیکھنے میں کی نہیں ہے بلکہ چوتھا اشارے میں (تفسیر کبیر) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں اور اس پر مفسرین کا مقلد اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ چوتھو اشارے وقت پر کلام ہو رہا ہے کہ اسمعیل سے ہم تسلی اس محبوت کو کہہ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ تحقیق اور قسم کے کلمات فیہوں سے تو اظہار دوائے کے لئے کے جاتے ہیں مگر یادوں سے اظہار کرم کے لئے جیسے پیارے تیری جان کی قسم رہا تھا ہے فلاں ملک لاہو منوں اس آیت میں خطاب چو کہ صرف محبوب سے ہے لہذا یہ تو اظہار محبت کے لئے ہے تہذیب کو کہنا آگاہ سے نہیں کہہ آگاہ خود اظہار سے پاک ہے ہم بھی خواہہ خیال اور کشف میں بغیر آگاہ دیکھ لیتے ہیں۔ رب تمام خلق کو کہنا ہے مگر کفار کو غضب سے ہم جنہوں کو ہم سے اور حضور کو محبت سے جیسے شکری نظارہ کے وقت ظہار کو بھی دیکھا ہے اور خیرات کرتے وقت تفسیر کو بھی نور اپنے پیارے بچوں کو بھی ملے محبت و کرم کا کہنا مراد ہے لہذا خلی حضور کی برادری محبت سے دیکھا ہے بلکہ خود حضور کو بھی فرماتا ہے اللہم لکھن تقوم وقلبک علی السجود اور فرماتا ہے لا نکھا صبا جو حضور کے واسطے سے وہ محبت ہو جائے وہ بھی لہذا تعلق کی نظر محبت میں آجوتے کہ آپ تم کسی کو دیکھو تو اس کے کپڑے عورتے بھی دیکھ لیتے ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انہیں خود بھی دیکھا ہے اور ساری خدائی بھی لہذا ہو چاہے کہ وہ لاکھوں نظر ہو جائے وہ حضور کے واسطے سے وہ محبت ہو جائے خیال رہے حضور کو کلام میں سب سے دیکھتے ہیں مگر وہ دل محبت کی نظر اور صدقہ والی حقیقت کی آگاہ سے دیکھو صحابی بن جابر اور شیطان نظر اور جو جہلی آگاہ سے دیکھو وہاں لہذا ہو جاتا ہے فرنگہ چو ایک ہے مگر نظریں علیہ قلب و جہک علی الساعہ میں آپ متل مکرار کے لئے ہے اور چونکہ سے مراد جو ہے اور بعض علماء نے کہا کہ تفسیر الی کے معنی میں ہے۔ یعنی ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے چہ انور کا اسمعیل کی طرف ہر بار پھر انور اس سے آپ





عقبر بلکہ ان کی مرضی ہی بخون ہے۔ وہ سراقانہ۔ کعبہ مطہرہ کو حضور علیہ السلام سے یہ عزت ملی کہ وہ قیامت سارے مسلمانوں کا سجدہ گاہ بن گیا۔ انہیں کی مرضی نے کعبہ کو قیامت تک کے لئے قبلہ بنایا اور نہ ہو سکتا تھا کہ پچھلے و فیہوں کی طرح شروع سے آپ کا قبلہ کعبہ ہی ہو تا یہ سب کچھ اسی لئے ہوا تاکہ معلوم ہو کہ حضور علیہ السلام کعبہ کے بھی کعبہ ہیں اسی لئے آپ کی ولادت پاک پر کعبہ مطہرہ نے آمنہ خاتون کے مکان یا مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا (ابن ابی نعیم)۔

جن کے سجدہ کو عذاب کعبہ جلی! ان بھنڈوں کی لافلت چ لاکھوں سلام

اسی لئے غزالی کو حضور علیہ السلام کے بلانے پر نمازی کی حالت میں طہ مت قدس میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اس آئے جانے اور کلام وغیرہ کرنے سے اس کی نماز قاصد نہ ہوگی۔ دیکھو مشکوٰۃ بحوالہ بخاری کتاب فضائل قرآن اور اس کی شرح مرقاۃ اور دیکھو حنفی شرح بخاری کتاب تفسیر اور نماز کیوں جائے کہ اگرچہ وہ کعبہ سے پھر اگر کعبہ کے کعبہ کی طرف ہو اگرچہ کلام کیا مگر ان سے کیا جنہیں نماز میں سلام کرنا واجب ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے بخاری کتاب شعب الراضی دیکھو یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو عذاب کی نعمت ملی حضور کے قلیل ملی۔ اور حضور دور سے بھی بغیر دیتے ہیں کعبہ منور میں حضور جلوسہ گریں اور یہاں سے ان کے قلیل کعبہ کو قبلہ بنایا جا رہا ہے۔ سورج چوتھے آسمان میں رہ کر گندی زمین کو پاک کر دیتا ہے۔ ہلال دور سے خشک زمین کو سرسبز کر دیتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی درجہ میں پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جس کو جو حکمت ملے گی حضور سے ملے گی دیکھو کعبہ بیت اللہ اور قیصر غلیل ہونے کے بعد جو حضور کی نگاہ کرم سے قبلہ ہوگئے تھے ہیں کہ حضور کچھ نہیں دیتے مگر حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بغیر واسطہ حضور کسی کو کچھ نہیں دیتا دیکھو ہم کو کل قرآن میں یہاں نماز جو کچھ ملتا تو آپ نے مگر بلا حضور کے ہاتھ سے وہ بے بلا واسطہ کسی کو کچھ نہ دیا جب کعبہ مطہرہ حضور کے بغیر تھیں تو پاکستان ہو سکا تو ہمارے دل بھی حضور کی نگاہ کرم کے بغیر کفر، شرک، حسد، کینہ کے بتوں سے پاک نہیں ہو سکتے۔ تیسرا فائدہ کعبہ کو منہ کرنے میں حضور علیہ السلام کی عزت کا اظہار ہے کہ یہ اس واقعہ کی یادگار۔ حق تو یہ ہے کہ ساری عبادات میں ان کی تعظیم بلکہ قیامت کے دن بھی ان کی سلطنت کا تصور ہے قبر میں انہیں کے نام پر بیڑا لارگے قیامت میں انہیں کی تلاش ہو انہیں کی جستجو میں غلطی ماری ماری پھرے انہیں کے فرمان پر حساب کتاب شروع ہوا انہیں کے ہاتھوں شفاعت کا روزانہ کلمہ۔ انہیں کے جنہاں لب پر ہم جیسے سیلوں کا چھنگار ابھرنے لگا کہ انہیں کے نام پر ہماری زندگی گزرے اور انہیں کلام لیتے ہوئے ہماری زبان بند ہو۔ چوتھا فائدہ حضور علیہ السلام کعبہ مطہرہ سے افضل ہیں بھی سجدہ کرنے والا سجدہ الہیہ سے اعلیٰ ہوتا ہے جیسے محبوب علیہ السلام نے پوسٹ علیہ السلام کو سجدہ کیا اگرچہ ان سے اعلیٰ تھے۔ پانچواں فائدہ مسجد حرام والوں کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے اور مکہ والوں کو مسجد حرام کی طرف دیگر ملک والوں کے لئے کعبہ کی جنت کو رخ کرنا اعلیٰ ہے جیسے ہندوستان والوں کے لئے مغرب۔ اسی لئے آیت میں فرمایا ایستوا المسجد الحرام۔ چھٹا فائدہ۔ حضور کو رضی کرنے کے لئے اچھے اعمال کرنا شرک نہیں دیکھو وہ بے جو کعبہ کو قبلہ بنایا جو تمام نیکیوں کی اصل ہے حضور کی رضا کے لئے بنایا اللہ رسول کو رضی کرنے کے لئے نماز روزہ حج اور اگر ان عبادات کو کمال کرے گا رب فرماتا ہے۔ واللہ و رسولہما حق ان یرضوہ۔ ساتواں فائدہ قرآن شریف سے حدیث کا نسخہ ہو سکتا ہے دیکھو بیت المقدس کو رخ کرنے کی کوئی آیت نہیں وہ حضور کے عمل

سے ثابت تھا جسے قرآن شریف کی اس آیت نے منسوخ کیا۔

مسئلہ : کعبہ کو منہ کرنے کے یہ سنی نہیں کہ کعبہ منظر بالکل پاک کی سیدہ میں رہے بلکہ مشرقی کاکلی حصہ اس طرف ہونا کافی ہے لہذا اگر کوئی شخص نصف ذویہ کا منہ یعنی 45 ڈگری سے کم کعبہ سے منہ کر لے گا تو نماز ہو جائے گی۔ مسئلہ : کعبہ عمارت کا نام نہیں بلکہ زمین سے آسمان تک کی لکھا کا نام ہے اس لئے گھر سے غلہ اور کھجور لے کر بھی نماز پڑھتا ہے۔ مسئلہ : مسافر نفل کی نماز شروع تو کعبہ کی طرف کرے پھر ہر بھی سواری کا منہ ہو جائے پھر محتاج ہے۔ مسئلہ : جب جنگل میں قبلہ کا پتہ نہ ملے تو چاروں طرف سے لوہری نماز پڑھو وہی اس کا کعبہ ہے اور اگر نماز میں اپنی قطعی معلوم ہو تو گنڈ شتر رکعت درست ہے اور جب اس وقت سے رخ بدل لے۔ مسئلہ : لیٹ کر نماز پڑھنے والا کعبہ شریف کی طرف پاؤں کرے اور نگلیں سر رکھے تاکہ اس کا منہ کعبہ کی طرف ہو جائے کیونکہ لیٹ کر نماز سمیت کا فضل ہے وقت اور سمیت کو مشرقی قبرستان کی طرف لے جاتے وقت کعبہ کو پاؤں کو نماز پڑھتا ہے۔ مسئلہ : عمارت قرآن شریف اور قربانی اور وضو کرتے وقت کعبہ پاک کو منہ کرنا مستحب ہے اور خطبہ جمعہ اور دعویٰ دینی کے وقت اور حرمینہ کرنا مستحب ہوتا مسائل کے لئے کتب بدلہ شریف دیکھو۔

پہلا اعتراض : کعبہ کی طرف نماز پڑھنا ثابت پرستی ہے کیونکہ کعبہ پرست کی طرف منہ کر کے خدا کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ بت کی اور ہم کعبہ کو منہ کر کے تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ (مستیار تھو پر لاش) جواب : اس کا جواب ہم بار بار دے چکے ہیں۔ پہلا یہ کہ بت پرست کا سمیت کا بعد اور ہے کہ بد حرمت اور حرمی اس کا سر مسلمان کا سر کعبہ شریف کے پتھروں کا نیچہ اور نہیں اگر کوئی سواری عمارت کعبہ کو اٹھا کر اور جگہ رکھ دے تو کوئی بھی بوجھ نہ ہو بلکہ صرف اس جگہ کی طرف رخ کیا جاتا ہے جو لوہوں عمارت ہو یا کوئی کپڑے کا ٹکڑا یا کچھ بھی نہ ہو۔ نیز ہر بت پرست بت کو سامنے رکھ کر سجدہ کرتا ہے مسلمان کے لئے کعبہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہندوستان سے کہ شریف بڑا دن میل ہے مگر سجدہ میل سے ہوتا ہے۔ نیز مسلمان نماز کی نیت ہی ایسے ہوتا ہے کہ نماز واسطے غلہ کے منہ کعبہ شریف کی طرف۔ اگر یہ کعبہ کلیہ سواریوں کا تھا کہ نماز واسطے کعبہ کے مکرمت پرست کہتا ہے کہ میل کی پوجہ۔ کل کی پوجہ اور چاروں عبادت کو ان کی طرف نسبت کرتا ہے ہر ایک کا نام ہم سے ہی ظاہر ہے نیز بت پرست جنوں کے ذریعہ دیو یا کلا وغیرہ کو ہی پوجتا ہے نہ کہ رب کو کہ وہ ان ہی کے نام پر چمکاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میل کی نسبت ہے یہ کل کا کعبہ وہی کے نام کا ہے بیت اللہ کہا جاتا ہے نیز بت پرستوں میں کعبہ کی طرف منہ نہیں کیا جاتا جیسے سواری کے نفل یا سخت خوف کی نماز کہ بد حرمت ہو اور حرمی پڑھ لو۔ مگر پڑھتی کی پوجا آگ چمکے بغیر نہیں ہو سکتی کعبہ کی طرف منہ کرنے میں وہ کہتے ہیں جو ہم آیت معلول السطحا کی تفسیر میں بتا چکے۔ لا سر اعتراف حضور علیہ السلام نے نماز کی حالت میں آسمان کی طرف کیوں نہ کہ لوہوں تو سجدہ گلو کی طرف نظر رہا ہے۔ جو اس وقت اہل حق کے شوق میں اور اس وقت لوہوں کی اہل عبادت تھی۔ صحابہ کرام تو بھی پہلے سجدہ گلو کے نماز میں حضور کو دیکھا کرتے تھے۔ سجدہ وقت شریف کے دن فجر کی جماعت ہو رہی تھی کہ حضور علیہ السلام نے دروازہ کا پرہ اٹھا کر جماعت پر نظر کی صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہماری خوشی کی یہ کیفیت ہوئی کہ قریب تھا ہم نماز توڑ دیں اس میں حضور کلا کینا محسوس کیسے ہوا۔ آپ کھولتے غلہ تو ہائیں ہاتھ پہ تھانہ کہ سامنے کبھی ایسا بھی ہو اگر عین جماعت کی حالت میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ اسی وقت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اور حضور اہم تشریف توڑی چکے سے ہے نمازوں کو احساس کیسے ہو لیا ہی کہا جائے گا کہ وہ بھی لگا ہوں سے قبلہ

نماز کو کہتے تھے اور کہیں نہ دیکھتے مسجد حرام کا نماز میں کعبہ کو دیکھے اگر یہ قبلہ کعبہ کو دیکھیں تو کیا حرج ہے۔ تیسرا اعتراض نماز کی حالت میں وحی آنے سے نماز کیلئے نہ گئی۔ جواب اس لئے کہ وہ رب سے ہدایتی ہے نہ کہ معمولی بندہ سے جب اہمیت میں حضور کو سلام کرنے سے نماز میں جاتی تو رب سے کلام کرنے سے نماز کیا جائے۔ چوتھا اعتراض تبدیلی قبلہ بعد ہجرت کیلئے ہوئی اور اس کا حکم دوسرے احکام کی طرح کیوں نہ دے دیا گیا یہاں حضور کی خواہش بلکہ آپ کا آسمانی طرف چوہا اظہار اس قبلہ پر آپ کی رضا و کراہی فرمایا گیا۔ جواب اس لئے کہ رب جاننا تھا کہ محبوب کی سمت میں قرب یا مسافت پر لوگ پیدا ہوں گے جو کہیں گے حضور کے وسیلہ یا مدد کی ضرورت نہیں سب کچھ رب اور مسدود اس ملک پر آپ کیسے گئے کہ حضور دور سے کچھ نہیں دے سکتے یا ہم بڑے نمازی و عالم ہیں ہم کو حضور کے توسل کی ضرورت نہیں۔ ان تینوں باتوں کی تردید اسی واقعہ سے کی گئی کہ کعبہ معظمہ کو یہ عظمت حضور کے وسیلہ سے ام نے دی غرض یہ نہ تھی کہ حضور کی مدد کعبہ معظمہ کو ملی یعنی عین سوا میں دوسرے نیز کعبہ معظمہ بھی حضور سے بہ نیاز نہیں کہ انیس کی فضیلت قبلہ طور میں ہی کے ہاتھوں میں سے پاک ہو۔ خیال رہے اسلام آخری دین ہے کہ قیامت تک نہ کوئی نبی آوے گا نہ نبیوں کا زمانہ اب لے اور اس کے جیسے نہ قیامت ظاہر ہونے والے قتل کا انتظام فرمایا حضور نے وہاں مسکین حدیث و فیہ کے نام لے کر ان کے قتل سے آگاہ کیا اور رب نے وہاں کے قتل سے ہم کو خبردار فرمایا دیکھو معراج کی رات نماز میں یہ پاس فرض کر کے موسیٰ علیہ السلام کے توسل سے پہنچی کہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مقبول بندے بعد وفات وہ نہیں کرتے پانچوں اعتراضات جسٹا کتبہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہر حالت میں ہر جگہ سے ہر زمانہ میں قبلہ وہ نماز میں پڑھا کریں کیونکہ جسٹا سے اسے جگہ کا موم معلوم ہوا اور کتبہ سے وقت کا موم معلوم ہوا تو بحالت خوف اور سواری پر نفل اور اندھیرے میں جگہ میں نماز غیر قبلہ کو کیل جائز کر دی گئی۔ جواب ان تمام صورتوں میں بھی قبلہ کعبہ ہی ہے مگر اس طرف نہ کرنے کا طریقہ اور ہو گیا ہے اسی لئے وہاں بھی نیت ہمیں یہی کہا جاوے گا کہ طرف کعبہ شریف کے۔ جیسے نماز کے لئے خود بھی شرط ہے اور مسجد کو بھی فرض مگر بعض صورتوں میں وضو تیمم کے ذریعہ کر لیا جاتا ہے اور رکوع مسجد محض اشلادوں سے لیت کر نماز پڑھنے والا زمین پر سر نہیں ٹکا اگرچہ وہاں ہو جاتا ہے تو وہاں مسجد یا وضو صف نہیں ہو گیا بلکہ طریقہ تو ایسا وسعت ہو گئی ایسے ہی مثل توجہ لای القبلہ میں دل کی توجہ کافی ملتی ہے مگر محلی نہیں ہوئی ان حالات میں نماز میں نیت کعبہ ہی کی کرے گا۔

تفسیر صوفیانہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں رہ کر خالق میں مشغول تھے اور تبلیغ اور رحمت آپ کو مدت سے کثرت کی طرف نہیں پھیر سکتی تھی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کا آسمان مدح کی طرف متوجہ ہو تاہم عقل نہیں ہم آپ کا سینہ پاک کھول کر آپ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو خاص خاص جگہ ہے۔ لہذا آپ اس مسجد کعبہ کی طرف متوجہ ہوں جس تک جس اور خواہشات جس اور شیطان کا نہ ہوا حرام ہے اور اسے اٹل توحید تم خواہ مشرق مدح کی طرف ہو یا مغرب جس کی جانب مگر اپنے کو قلب پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیش متوجہ رکھنا کہ وہ تمہارا قبلہ ایمان اور کعبہ عرفان ہے خلاصہ یہ کہ حضور علیہ السلام کا کعبہ آپ کا قلب پاک ہے جس میں رب کی تجلی ہے اور شیطان و غیرہ کی رسائی نہیں اور سارے عالم کا قبلہ ایمان و ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مر تو سوئے حرم جہاں دل سوئے کوئے مصطفیٰ      دل کا خدا بھلا کرے یہ نہیں اختیار میں

مٹی حضرت قبلتے ہیں۔

مشق روزہ نجد میں سوئے حرم بنکے اللہ جاتا ہے میت ہے کہ مری ہے  
رموز قرآن مکتوب لے لور صاحب اسرار جانتے ہیں کہ یہ کعبہ ایلی حق ہے اور رب کی طرف سے مقرر کیا اور اللہ ان کے  
غابری اور ہاشمی اہل سے ہے خیر نس (الوزار فقیر ابن علی) اللہ تعالیٰ جب ہے کہ کعبہ سر میں قبلت لکھ آئے اور قبلت  
میں کعبہ سر کی جگہ مری بنی مٹی حضرت نے طوط لیا مقرر

خود سے من تو رضا کعبہ سے آئی ہے خدا یہی آگہوں سے بہتے یا اب کا روزہ رکھو  
کعبہ کا پرچہ بالکل روزہ مٹو کے مٹل ہے اور جس کی دو کان گلی میں ہو اس کا شہرہ کرے وہ اس میں رہا ہو کہ یہ ہو کہ ہے۔  
ہر انکی سے اور مری کر کہ ہے اور چمے لکھے لوگوں کے لئے اس پر دو کاہہ لکھا ہے کعبہ لکھا ہے کعبہ عربی کسان  
یو رہے ہو ہے چھوں کو ہاتھ سے اور آگہوں کو زبان سے بتا رہے کہ اسے لوگوں نے یہاں اس طرف نہ کھڑے کعبہ ایمان  
وہ ہرے گہد میں آرام فرما رہا ہے سب سے گہت پر موقوف نما کتبہ لولوا وجو حکم مطر لولوا کعبہ کی عرب میں ہوا  
عظیم میں سیراب کے لیے مقام و پر ہو یا مرفوعہ مٹی اور مرقعات میں جلیں بھی ہو لولوا وجو حکم مطر مائی تو جو اس شہرہ  
مندی طرف سے رکھو اور الحمد للہ ہر مسلمان ہر جگہ مٹو پر نظر رکھے یہ اس آیت پر عمل ہے اور رکھو۔۔۔  
ہوئے کئی قلیل و بنا کعبہ و مٹی لولاک والے صاحبی سب جہے مری ہے

یز صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ لاندہ روزہ فیو اکثر شری احکام اصل میں ہم پر فرض ہیں اور ہمیں سکھانے سکھانے اور مادی  
ہلانے کے لئے حضور پر فرض جہاز میں مسافروں کو سوار کرنا مقصود ہے مگر مسافروں کو پار لگانے کے لئے پاکستان بھی جہاز میں سوار  
رہتا ہے اسی لئے وہ سب احکام میں یہ اور است ہم سے مطلب ہے تم لوگ لولوا کعبہ کو کو ذوق و فیو مگر تہی قبلت میں اصل  
مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم حضور کے قبل اس لئے رہنے پہلے اپنے حبیب کو اس کا حکم دیا مگر ہم کو نذر فرماتے  
ہیں شری احکام و قسم کے ہیں بعض یہ مادی تھے بعد کو منسوخ ہو گئے بعض یہ جو اصل و حکم ہیں جن میں تہی یا ممکن جن  
احکام کی بنا کسی مادی وجہ پر تھی وہ احکام بھی مادی تھے سوجہ مٹی احکام بھی گئے اور جن کام کی بنا کسی اصل اور نہ منسوخ لولوا ہے  
تھی وہ احکام بھی حکم ہوئے۔۔۔ چہ نکہ کعبہ کے قبلہ ہونے کی وجہ محمدیت جناب صحتی ہے یعنی حضور رب کے محبوب اور کعبہ  
حضور نور کو یار اور پیارے کا یار اپنا پیار اور تائب اور یہ دونوں محمد جنس انکس ہیں نہ کسی وقت حضور کی محمدیت ختم ہو سکتی  
ہے نہ کہ کعبہ کی قبولیت قبلہ کعبہ کا قبلہ ہونا حکم و انکس ہو اسی لئے ارشاد ہو لولوا وجو حکم مطر مائی  
طرح جو کہ لولوا لولوا کی عزتیں مادی ہیں سب اذلت اور اگر وہ نکھو یہ عزتیں بھی نکھو نہیں مگر لولوا اللہ کی عزتیں مادی  
باقی کیونکہ ان کی بنا مقبوض ہے یعنی ظانی ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب فرماتا ہے۔۔۔ لولوا لولوا لولوا لولوا لولوا

فرماتے ہیں۔۔۔  
گفت اس فراہم کہ دائم شد جانش بنو اے غافل کم تو رہے بے باطل

وَلَيْنَ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ فَاتَّبِعُوا قِبْلَتَكَ

اور البتہ اگر وہ جس آپ ان کے پاس جو دیئے گئے کتاب ہر نشان تو نہ پیروی کریں گے وہ قبلہ ہمارے کی اور اگر تم ان کتابوں کے پاس ہر نشان سے کہ تو وہ ہمارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے۔ اور نہ تم ان کے قبلہ

وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَیْنِ

اور ہم میں آپ پیروی کرنے والے قبلہ ان کے کی۔ اور نہیں ہے بعض ان کا پیروی کرنے والے قبلہ بعض کا۔ کی پیروی کرنا اور وہ آپ میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کے لئے)

اَتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ فَمِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا

اور البتہ اگر پیروی کی تم نے خواہشوں ان کی بعد اس کے کہ آگیا ہمارے پاس علم تو تحقیق اگر قرآن کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت

لَیْمَنَ الظَّالِمِينَ ﴿۶﴾

تم اس وقت ظالموں میں سے ہو۔

تو ضرور ستمگار ہو گا۔

تعلق : اس آیت کا بھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلے دو کتابوں کے اعتراضات کے جواب سکھائے گئے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس سے تمہاری قلبی اور ان کا منہ بند کرنا مقصود ہے تم یہ امید نہ رکھنا کہ وہ حق حقائق سے ایمان لے آئیں کیونکہ وہ تو غلط فہمی سے ہیں بلکہ محض ضد سے مخالف ہیں جس کا کوئی علاج نہیں۔ دو سرا تعلق پہلے فرمایا گیا تھا کہ علماء اہل کتب تبدیلی قبلہ کو حق جانتے ہیں مگر اس سبب سے اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ آنکھ بھی ایسے ہی خدی رہیں گے یعنی پہلے ان کی موجودہ حالت کا ذکر ہوا اور اب آنکھ کی خبر۔ تیسرا تعلق اس تبدیلی قبلہ سے شاید کوئی بے وقوف امید کرنا کہ گزشتہ کی طرح پھر بھی بیت المقدس قبلہ اسلام بنے گا۔ اس آیت میں اس امید کو منقطع کیا جا رہا ہے کہ قیامت تک کے لئے قبلہ کعبہ بن چکا۔ اب بھی تبدیلی نہ ہوگی لہذا یہ آیت حکمت سے ہے۔

تفسیر : وَلَیْنِ آتَيْتَ النَّفْنَ اَوْتُوا الْکِتَابَ اَوْتُوا الْکِتَابَ اَوْتُوا الْکِتَابَ سے ان کے علماء مراد ہیں جیسے کہ بھلی اور اگلی آیتوں میں ہے یا اس سے کتابوں کی خاص وہ جماعت جن کا بے دین رہنا علم الہی میں آپکا ان کے پاس آپ لے آئیں۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں لفظ اَوْتُوا الْکِتَابَ تیس قسم کے لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے ایک تو رسد انجیل کے لئے جو اے اہل کتب یعنی عام عیسائی یہودی۔ دوسرے تو رسد انجیل کے جاننے والے یعنی ان کے پوپ پادری وغیرہ تیسرے تو رسد انجیل کے رموز و اسرار سے خبردار جن کے لئے نے سینے کھول دیئے جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام وغیرہ علماء یہود جو مسلمان ہوئے یہاں اَوْتُوا الْکِتَابَ دوسرے معنی میں ہے یعنی جنہیں تو رسد انجیل کا علم دیا گیا مگر جس کی وجہ سے یہ علم انہیں ایمان سے روکے

رہا۔ انہیں مفید نہ ہو لہذا آیت واضح ہے ہر قسم کی عقلی اور نقلی قوی دلیل اور فن کی سکھوں تو دست انجیل میں بھی دکھائیں کہ تبدیلی قبلہ حق ہے۔ خیال رہے کہ آیت کے معنی دلیل ایمان علامت مذات اور جماعت ہیں اس کی اصل اسے بروان مصلحت ہے۔ یہی کو لقب ہے بدل گیا۔ قرآن کے جملہ کو اس لئے آیت کہا جاتا ہے کہ وہ رب کی دلیل یا حضور علیہ السلام کی نبوت کی علامت یا حرف کا مجموعہ یا اگلے کلام سے اور یا انسانی کلام سے ملجھ ہوئے کی پہچان ہے (تفسیر کبیر اور کلافتہ سے) تاہر قسم کی دلیل یا ہر ایک دلیل مراد ہے یعنی بے شک و ناکی ہم نے آپ کو بتا دیا لیکن اگر اس کے مصلحت سارے ہوں تو آپ ان کے سامنے پیش کریں تو بھی ماننا تھا کہ یہ یسوع نصاریٰ آپ کے قبلہ کو سامنے لگے کہ وہ مکمل شہادت کو دفع کر سکتے ہیں نہ کہ خدا کی پہلی قبلہ کی پہچان نہ کرنے سے مراد اسلام قبول نہ کرنا ہے کہ ہر مسلمان کعب کو منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور مسلمانوں کے سواہ کوئی قوم اپنی عبادت میں کعب کو سامنے نہیں کرتی یہ توجہ لانا کعبت مسلمانوں کی خاص نشانی ہے یہ ضدی ہیں اور اگر انہیں امید ہو کہ آپ یحییٰ کے قبلہ کی طرف رجوع فرمائیں گے تو انہیں امیدیں یہ کھانا پانے کو سامنے انتہا جہالت ہے کہ آپ بھی یحییٰ کے قبلہ کو سامنے کرنے والے نہیں۔ تفسیر کبیر اور روح طہران نے کہا کہ قل کعب لے آئیں میں مشورہ کر کے لوگوں سے کہا کہ اگر یہ یحییٰ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ شاگرد ہی یحییٰ ہوں گے جن کی تو سجدہ انجیل نے خدوئی۔ لب جبکہ وہ اس پر قائم نہ رہے تو ہمیں یحییٰ ہو گیا کہ یہ وہ یحییٰ نہیں جن کا انتظار ہے وہ چاہتے تھے کہ شاگرد آپ یہ سن کر ہمارے ایمان کے لالچ میں بھروسہ اللہ اس کو منہ کر لیں۔ اس جملہ سے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا اور بتایا گیا کہ قبلہ حکم الہی سے بدل ہے نہ کہ لوگوں کی امیدوں سے۔ اور ہمارا حکم تو تبدیل ہو گا نہیں لہذا قبلہ بھی نہ بدلے گا۔ تفسیر عزیزی اور تفسیر کبیر نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان کے قبلہ کی بیوی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا قبلہ عقلمند ہے کہ یسوع نے حضور (جو حقیریت المقدس میں نکلا ہوا ہے) کو اور نصاریٰ نے بیت المقدس کے مشرق حصہ کو جس حضرت مریم حاملہ ہوئیں اپنا پہلا قبلہ بنا رکھا ہے یحییٰ دونوں قبلوں کی بیوی کر سکتے ہیں۔ ان کا خود یہ حال ہے کہ وہاں ہضیم تابع لہذا ہضیم ایک دوسرے کے قبلہ کی بیوی نہیں کر سکتے کہ یہ سب تو حضور کی طرف اور یسوع کی طرف مشرق حصہ کی طرف نہ نہیں کر سکتے جبکہ آپس میں جمع نہیں تو تیسری جماعت ان دونوں کے قبلوں کو کیے کر جمع کر سکتی ہے یا یہ مطلب کہ وہ دونوں بھولے ہو کر بھی اپنے لفظ قبلوں پر جمے ہوئے ہیں تو مسلمان اپنے سچے قبلہ پر کیوں نہ مضبوطی سے قائم رہیں۔ یا یہ مطلب کہ پہلے حضور قبلہ تھا پھر یسوع کی مشرق حصہ قبلہ بنا جب قبلہ منسوخ ہو سکتا ہے بلکہ ہو بھی گیا جس کا ثبوت ان کے آپس کی مخالفت ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں پہلے منسوخ ہو کر کعبہ معظمہ قبلہ بن جائے اور جب یہ کعبہ قبلہ مقرر ہو چکا تو قل کعب کا اس پر ہمارا صرف خیال شیطانی اور ہوائے نفسانی ہے۔ لہذا اے قرآن پڑھنے والے ولئن اتبعت اہواہم اگر تو نے ان کی نفسانی خواہش کی بیوی کی بعض نے کہا کہ اجتماع میں حضور علیہ السلام سے خطاب ہے۔ بعض نے کہا کہ نبی اور امت دونوں سے ایک قول یہ ہے کہ اس خطاب سے صرف امت ہی مراد ہے نہ کہ نبی (تفسیر کبیر اور یہ تیسری وجہ زیادہ گہی ہے کہ یہ کعبہ کا قبلہ ہونا حضور علیہ السلام کی خوشی پر ہی تو ہو سکتا ہے کہ خدا چاہ کر کعبہ کو قبلہ کر انہیں اور پھر خودی اس سے پھر جائیں اسی پر اعلیٰ حضرت قبلہ کا ترجمہ ہوا ہوا کی جمع ہے لفظ حضور سے ہونے کے معنی ہیں اور وہ محبت

اور نفسانی خواہش اور لطف محض سے یہ چلنے والی ہو اور غن دونوں کو بکری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہوی سے ہوی جس کے معنی ہیں کہ لوہا چو نکہ وہ ہوا عمارتوں اور درختوں کو پیچے کر لیتی ہے اور نفسانی خواہش جنہم میں گر آتی ہے اس لئے انہیں ہوا کہتے ہیں یہ بھی خیال رہے کہ اصطلاح میں ہوا وہ حقیقہ کہلاتا ہے جسے انسان باطل سمجھتے ہوئے اختیار کرے اور اگر باطل بہت کو حق سمجھ کر کہتا ہے تو اسے کفر یا غلط فہمی کہتے ہیں۔ ہوی نہیں چو نکہ یہ لوگ جان بوجہ کر قبلہ کے خلاف تھے اس لئے اہوا کہلایا من بعد ما جاءک من العلم یہاں بھی کتب سے قرآن پڑھنے والا مراد ہے اور علم سے کتب معطلہ کلیشہ کے لئے قبلہ ہونا یعنی اگر یہ سمجھتے ہوئے کہ کعبہ دائی قبلہ ہے لہل کتب کو فروش کر کے لئے لوہر سے روگردانی کی تو انکا فالنہم الظلمین تو بھی ان کی طرح ظالم ہو گا حکم کے معنی ہیں کسی چیز کو بے عمل صرف کرنا کسی کی چیز بے اعتبارت فروغ کرنا۔ ظلمت کرنا چاہئے لہذا جو اس کی عیوی کرے وہ اسے بے موقع استعمال کرتا ہے چو نکہ یہ فعل قیامت میں ظلمت یعنی تاریکی میں لے جائے گا اس لئے اسے ظلم کہلاتا ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ خیال نہ فرمائی کہ ان دلائل اور سوال جواب سے یہ ضدی پلوری اور ہٹ دھرم یودیوں کے راہب ایمان لے آئیں گے یہ تو فقط ان کی زبان ہندی کے لئے ہے ان کے دل کھو یہ حل ہے کہ اگر آپ انہیں ہر قسم کی قوی سے قوی ہوئیں اور مضبوط سے مضبوط رہیں سنائیں بلکہ خود تو رستہ و افیل سے بھی نکل کر دکھائیں تو بھی اس قبلہ کو نہ مانیں کیونکہ دلیل سے شہادت دور ہوتے ہیں نہ کہ حسد اور لہو بہو بھی کان کھول کر سن لیں کہ آپ کچھ اسرار کی بنا پر بیت المقدس کی طرف رخ کئے رہے۔ لب قیامت تک کبھی بھی لوہر نہ پھیرے جائیں گے اور نہ یہ قبلہ منسوخ ہو گا۔ وہ آپ کی تو کیلانیں آپ ہی میں ایک سو سرے کے قبلہ کے قائل نہیں آپ کی مخالفت میں ان کی زبانیں متفق ہیں لیکن ان کے دل ٹھکرے ہوئے اور اسے مضبوطی بھی خیال رکھنا کہ جو انہیں راضی کرنے یا ان کی خوشامد کی غرض سے جان بوجہ کر ان کے قبلہ کو رخ کرے یا ان کی کوئی بات مانے تو وہ بھی ان کی ہی طرح بے دین اور ظالم ہے۔ سب کو راضی نہ کر دیا کہ وہ راضی کرے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ مسلمانوں کے فرقے آپس میں بہت خلاف ہیں مگر ہر بھی لہل کتب سے کم کیونکہ یہ سب توحید و رسالت قرآن مجید قبلہ قیامت وغیرہ پر متفق ہیں ان کا تو قبلہ بھی ایک نہ ہو سکا۔ ہندوؤں کے ہاں لب تکبیر بھی فیصلہ نہ ہو کہ وہ کہتے ہیں اور کس پر آئے ان میں کوئی کتاب ہے کہ چار انسانوں پر۔ اور کوئی کتاب ہے کہ آگ کو پانی وغیرہ پر۔ سناتی باتوں کو پوچھیں آپسے انہیں توڑ کر آگ کا ہون کریں۔ جیسائیوں میں یہی فیصلہ نہ ہو سکا کہ عیسیٰ علیہ السلام تعویذ بخلاف خدا کے کہتے ہیں یا تیسرے خدا یا خدا علی نے ان میں حلول کیا۔ اگر تحقیق کی جائے تو سارے کفار کا یہی حال ہے کہ وہ اصل باتوں سے دور کتب میں ہی ایک سو سرے کے خلاف ہیں مگر لطف یہ ہے کہ وہ اصل باتوں میں زیادہ یعنی اصل اختلاف کم اور شور زیادہ اور ان میں اختلاف زیادہ اور شور کم۔ وہ ہمارے مقتل ایک۔ ہم ان کے مقتل بھی ایک نہیں۔ ایسا دیکھا گیا کہ لہل ملت کا آریوں سے متاثر ہو تو بعض دیوبندیوں نے وہ پردہ آریوں کو اعتراض سمجھائے۔ خود مراد آباد میں میرا کھل چن دھرم جھگڑو آریوں سے متاثر ہوا جس میں مجھے یہ طرح تجربہ ہوا اللہ رحم کرے۔ وہ سراسر فائدہ جن صحابہ کرام نے تبدیلی قبلہ کے بعد بھی بے خبری میں کوئی نماز پلے قبلہ کی طرف پڑھ لیا وہ مسلمان قطعی سے لوہر نماز پڑھ لے گا۔



تھی یعنی ایک چیز کی بہت لوگوں نے خواہش کی تو خواہشات بہت ہوئیں تیسرے یہ کہ اس ایک خواہش میں جن کی بہت سی دیگر خواہشات مضر تھیں مثلاً مسلمانوں کو طعنہ دینا۔ بیت المقدس کی عظمت کا انکار۔ اپنی سرداری کی برقراری مسلمانوں کو برکاتا کہ اسلام اصولاً دین ہے کہ اس کا قبلہ کا بھی ٹھیک نہیں بد غیر وہ گویا یہ ایک خواہش مجموعہ خواہشات ہوئی۔ اس لئے اسے اہواء جمع فرمایا (امری) تیسرا اعتراض۔ رب نے پہل فرمایا اے محبوب تم جن کے قبلہ کے تعلق نہیں دیا تھا پہلی قبلہ سے پہلے حضور میں سرحد کے تعلق تھے یہ بات تو شان نبوت کے خلاف ہے۔ جواب۔ پہلے حضور نے محض رب کے حکم سے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھی تھیں نہ کہ جن کا گھر کی غرض سے کیونکہ مکہ معظمہ میں تو یہ یہود وغیرہ بھی نہیں جن میں یہ یہود نصاریٰ کی خواہش تھی کہ حضور پھر لوہری نمازیں پڑھیں اب اگر لوہر نمازیں ہو تیں تو ان کی پہل لازم آتی پہلے اور نوعیت تھی لہذا سری نوعیت تو آیت واضح ہے۔

تفسیر صوفیانہ : ترقی و تہذیب ضرور کھڑی ہے۔ کسی کا منزل بلا تصور ناممکن۔ مسلمانوں کا کعبہ کو جس کی ترقی تھی فرمایا گیا کہ اب جہیں اس قبلہ پر قائم رکھا جائے گا۔ تمہارا اتزل نہ ہو گا اور جیسے کہ پھر رب پختہ ہو مقلد تھیں جن کے پھر رب کا جانے والا پختہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے ہی حلی اور حوی (بیت و خواہشات نفسانی) قلب کی تعلق جتیں حوی کا پائہ حلی تک نہیں پہنچ سکتا اور حوی کا پائہ نہیں ہو سکتا اس لئے فرمایا کہ اسے مسلمانوں تم حوی پر ہو اور قل کتب حوی پر اگر تم نے یہ جہت بدل تو تم بھی انہیں کی طرح ہو گے اگر حیل پر پہنچنا ہے تو یہ روانہ چھوڑنا اور اپنی مستند بنانا۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا

وہ لوگ کہ دی ہم سے ان کو کتاب پہنچاتے ہیں انہیں جیسا کہ پہنچاتے ہیں بیٹوں اپنے کو جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہنچاتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہنچاتا ہے

مِنْهُمْ لِيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ

اور جتنی ایک گروہ ان میں سے البتہ پہنچاتے ہیں وہ حق کو چاہے کہ وہ جانتے ہیں حق جانب اور بہت شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق پہنچاتے ہیں (اور سننے والے) یہ حق ہے

مِنَ الْمُنْكَرِينَ ۚ

رب تیرے کے ہے پس ہرگز نہ ہونا تو شک کرنے والوں سے تیرے رب کی طرف سے (الحق وہ) ہے تیرے رب کی طرف سے ہونا تو جہاد تو شک نہ کرنا۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چھ طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پہلے مسلمانوں کو قل کتب کی عیوی کرنے سے ڈرا یاد رکھا گیا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ تم کیسے قبلہ وغیرہ میں شک کر سکتے ہو۔ خود قل کتب کا یہ حال ہے کہ تمہارے غیر اور ان کی ساری صفات کو دل سے جان کر زبان سے انکار کرتے ہیں۔ دو سرا تعلق پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ وہ تمام غلطیہ آیات

دیکھ کر بھی تسلیم اقبال نہ مانیں گے۔ آپ اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وہ پہلے ہی سے جانتے پہچانتے ہیں۔ حدودِ حد سے مگر ہیں مگر آیات سے کہے قبول کریں۔ حد سے ان کے دل و دماغ اور ظاہری اعضاء کو محدود کر دیا کہ پسند نہ ہو مگر کچھ نہیں نہ مہر و حد دیکھ کر ان میں غور کر سکیں نبی سے حد کی آگ نے بہت سے ہنر ابدار دیے ہیں۔ دیکھو انہیں نے کرم علیہ السلام کی خلقت کا خلق مافی سائر جنات کو مجبور کر کے دیکھا نہیں۔ جنات میں خلقت عزت سے رہتے سنے کا مشاہد کیا مگر صرف حد کی وجہ سے ان کے آگے نہ جھکیے۔ وہ خود کامل ہے۔ تیسرا تعلق مجلی آیت میں فرمایا کہ کل کتاب تبدیلی قبلہ کو حق جان کر مگر ہیں آپ فرمایا کہ وہ صرف قبلہ ہی کو نہیں بلکہ خود صاحب قبلہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہچانتے ہیں۔ چوتھا تعلق پہلے مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم نے حق کو جان پہچان کر کل کتاب کی وہی کی تو تم ظالمین میں سے ہو گے اور ظالم تو صمدِ اتم ہے جسے شریکین مگر آپ کے مگر آپ ظالم کی قصص کی جا رہی ہے کہ اس قسم کے ظالموں میں تسلیم اقبال ہو گا۔

تفسیر : الفتن انہم الکتاب میں کتاب سے اصل کتاب یعنی توریت و انجیل مراد ہیں کہ حد خود میں انہی کے لئے والے یعنی یہود نصاریٰ تھے اور کتاب دین سے ظلم کتاب کی عطاء مراد یعنی جن طاغوت یہود نصاریٰ کو توریت و انجیل کا ظلم مٹا دیا وہ یہود انہیں پہچانتے ہیں۔ رہے ان کے جملہ اپنی کتاب ہی سے ہے غریبوں کو اس ظہیر صلی اللہ علیہ وسلم کی حق پہچانوں اور ملاحضوں کو کیا جانیں جو حق میں بیان ہو نہیں خیل رہے کہ تفسیر اور کہنے فرمایا کہ الفتن سے آخر جملہ تک ظالمین کی صفت ہے جو پہلی آیت میں گذرا یعنی تم حق ظالموں میں سے ہو جاؤ گے جن میں یہ محبوب ہیں۔ حق خسرین کے کلام سے مظلوم ہوتا ہے کہ یہ طبعہ جملہ ہے کہ الفتن بتدویر و تدویر و تدویر بھی خیل رہے یہ ظہیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے کہ آپ کا ذکر و ما انت جاثع میں ہو چکا ہے یا کعب معظمہ کی طرف یا تبدیلی قبلہ کی طرف مگر یہ بات زیادہ قوی ہے (تفسیر کبیر) کیونکہ آئندہ دنیا سے تشریف دی جا رہی ہے۔ یعنی طاغوت کل کتاب کعب معظمہ کے قبلہ ہونے یا تبدیلی قبلہ یا اس ظہیر آخر میں کی صرف صورتِ پاک ہی دیکھ کر ایسا پہچانتے ہیں کسا بدو ہونا ہمارا ہم جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کہ اگر بزرگ بچوں میں بھی کڑا ہو تو پہچان جاتے ہیں کہ میرا بیٹا ہے اور کسی وقت بھی تردد نہیں کرتے کہ شاید یہ میرا بچہ نہ ہو کوئی اور ہو بلکہ دوسرے اس کی توثیق کر چاہا حاصل دیکھ کر بھی پہچان لیتے ہیں کہ یہ میرے بچے کی گھڑی ہے یا ہی کی سی رنگہ ایسی ہی اس ظہیر کی شکل و شہادت رنگہ رنگہ ہر ہر لڑا سے ان کی بیعت ظاہر ہو رہی ہے ان کے یہ سارے صفات کجی کتابوں میں موجود ہیں ان کے حضور کا یہ کل مگر ان کا یہ حل کہ ان میں ایک گروہ تو ایمان لے آیا ہے عبد اللہ ابن سلام اور کعب ابہار وغیرہ۔ خیال رہے کہ ہم کو بھی کچھ لوگ جانتے پہچانتے ہیں اور حضور کو بھی مگر ان دونوں پہچانوں میں چار طرح فرق ہے ایک یہ کہ ہم کو اللہ ہی پیدائش سے پہلے کوئی نہ پہچان تھا حضور انور کو ہمیشہ سے سب پہچانتے تھے۔ پہلے انسان کرم علیہ السلام نے پیدا ہو کر پہلے حضور کا نام ساقی عرش پر رب کے نام کے ساتھ پڑا۔ دوسرے یہ کہ ہم کو مرے کے کچھ بعد کوئی نہ پہچانے گا مگر حضور کے چہرے قیامت بلکہ لہ لہ تک ہوتے رہیں گے ان کی دعوت میں لگی رہیں گی۔ تیسرے یہ کہ ہم کو پیدائش کے بعد بھی صرف انسان ہی پہچانتے ہیں مگر حضور کو ساری مخلوق پہچانتی ہے اور حضور کی ملامت کرتی ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم کو انسان بھی توڑے پہچانتے ہیں مگر حضور کی ولادت کی خبر سارے جہان میں ایسی پھیلی گئی کہ سلطان لڑے حکم دے اس آئے ہی عالمگیر بادشاہ

ہوئی پارسیوں کا پرانا آتش کہ بجھ گیا تھر کسری کے چوہ نگرے کر گئے غیر وہ غیر وہ فریاد ساری دنیا میں من کی تحریف کو ری کی  
الطاف سے دی گئی اور وان لہ عطا مسہم ان عطا کلو سر اگر وہ جو ہر حرم اور ضدی ہے جس نے دنیا کو دین پر مشرک رکھا  
ہو وہ لکھنوں الحق حق پر خوب پردہ ڈالتے ہیں اور ابھی طرح اسے چھپاتے ہیں پھر غافل سے نہیں بلکہ وہ بہت مہذب  
خوب جانتے ہیں یعنی خوب جان کر خوب چھپاتے ہیں کہ ان کی حقانیت اور اپنی ظلماتیت دونوں سے باخبر ہیں پھر وہ نولہی کو  
چھپاتے ہیں کہ اپنے حق کو حق اور اس حق کو حق جانتے ہیں یہی حق سے مراد حضور کے وہ وصف حیدر ہیں جو ان سے  
انجیل میں مذکور تھے جو کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھے پہلی بار جہل نہ تھے نہ غفلت تھے نیز وہ حق تعالیٰ کے ظاہر کے لئے  
تھے جنہیں جان کر رہا یا آقا علیہ السلام میں سے ہر وصف حق تھا بلکہ کوئی نہ تھا جس لئے انہیں حق فرمایا گیا جس کو  
چھپانے کی وہ صورتیں تھیں لوگوں سے بیان نہ کرنا اور ان میں تبدیلی کرنا ان کے کلمات کی ایسی تھیں تو چھپیں کہ جس  
سے کمال کمال نہ رہا الحق من ربک بعض قرأت میں حق کو زہر ہے اور یہ پہلے حق سے بدل یعنی وہ اس حق کو خوب جانتے ہیں  
کہ آپ کے رب کی طرف سے ہے اور عام قرأت میں بیش لا الحق ہندہ اور من ربک خبرا الحق خدا کی پہلی خبر اور من  
ربک وہ سری خبر اور الحق میں انبیاء علیہ السلام یعنی یہ تبدیلی قبلہ یا یہ کعبہ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ہے جس میں آپ کے رب کی طرف سے سایہ حق چیز یعنی کعبہ یا تبدیلی قبلہ یا یہ نبی رب کی طرف سے ہیں اور باقی وہ ہے جو رب کی  
طرف سے ہو نہ وہ جو نفس و شیطان کی طرف سے ہو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ من ربک وہ غیر میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ سارے مسلمانوں سے ہے نہ کہ آپ سے کیونکہ یہاں حق سے مراد حضور علیہ السلام ہیں ان کے  
صفات تو آپ کے متعلق لوگوں کے شبہات دور رکھے جا رہے ہیں آپ کو تو اپنے رب سے میں شک ہو تا تھا مکمل ہے۔ حضور کے  
اسلام علیہ میں سے ایک نام شرف حق بھی ہے مطلق وہ ہے جو واقع کے مطابق ہو اور حق وہ ہے کہ واقع اس کے مطابق ہو کہ خود  
وہ کہہ دے ویسی ہو جو بڑے حضور بذات خود سرا حق ہیں کہ جو ان کے من سے نکلے ہو وہ جانتے ہیں۔

تیرے اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی      تمہارے من سے جو نکل رہا ہوتی ہو کے رہی  
جو شب کو کہہ دیا کہ دن ہے تو دن نکل آیا      جو دن کہہ دیا سب ہے تو رات ہو کے رہی  
یعنی اے مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں فلا تکنون من المستوفین جب حق  
یہ ہے تو تم اس میں شک نہ کرو کیا شک کرنے والی جماعت میں سے بھی نہ ہو یعنی غلو اس قبلہ یا صاحب قبلہ کی نکل کتاب  
تصدیق کریں یا نہ کریں اس کی سوا حق نہ کریں یا مخالفت اے مسلمانوں تم کسی قسم کا تردد نہ کرنا کیونکہ ان کی نجات و ہلاکت اور  
بعض عطا لکھ کے اقرار سے ظاہر ہو چکی اور تبدیلی قبلہ کے راز تمہیں بتا دیئے گئے نیز عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی  
اس کی تائید کر دی۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں ان دلائل سے اہل کتاب کے ایمان کی اسیدہ رکھو کیونکہ وہ شک سے نہیں بلکہ حجت سے  
انکاری ہوئے دونوں کامل یہ ہے کہ اپنی کتابوں کی دشمنی کو نیوں اور موجودہ ہلاکت سے اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو  
صرف صورت پاک سے ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے لڑکوں کو پہچان لیتے ہیں کہ اس کی صورت دیکھ کر اس کی کو ان میں کر اس کی

قاضی کے : اس تہمت سے چھڑا کر حاصل ہوئے۔ پسلا قاعدہ علمہ معرفت میں بہت فرق ہے۔ جو مصنف جاننے کو علم  
 اور ذلت بچانے کو معرفت کہتے ہیں۔ کلیات یا جزئیات کا اعلیٰ جاننا علم ہے اور جزئیات کی تفصیل کو جاننا معرفت ہے۔ جانی  
 ہوئی جزئیات خیال سے اتر جاتے اس کو بھری جانے کو معرفت اور بلا قید جاننے کو علم کہتے ہیں۔ اختیار اہم جاننا جس کے ساتھ اقرار  
 بھی ہو علم کہلاتا ہے اور بلا اختیار جتنے جس کے ساتھ اقرار کی قید نہ ہو معرفت اور عزیزی و فیوض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 حق کی محض معرفت ایمان نہیں اس لئے یہ کفار معرفت کے باوجود بھی کافر ہے۔ وہ سوا قاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 پہچان ظہر پر موقوف نہیں ہے۔ جیسے ہر جہل و عالم اپنے فرزند کو بلا دلیل پہچانتا ہے ویسے ہی خدا سے غور پر ہر شخص حضور کو  
 پہچان سکتا ہے۔ اسی لئے یہاں شیخوں کی معرفت سے تشبیہ دی گئی بلکہ ان کو بے محل جانور و سوکھی لکڑیاں، ٹکڑے لکڑی کا ٹکڑا  
 سورج، مکتوب و مکتوب سدا عالم پہچانتا ہے کہ جانور انہیں سمجھ سے کریں لکڑیاں فرق میں مدد کریں۔ ٹکڑے ان کا ٹکڑا چھوٹا ہوا  
 سورج اشارے پر ہونے لگے۔ پورا چاند اشارہ پر چھٹ جائے۔ ببول ان کے اشارہ و امید پر اگر کسی بھی جانور کو وہ ایسی کے علم پر  
 برس کر لوٹ بھی جاتے ہیں۔ آج بھی اگر ذرا سا غور کر لیا جلائے تو حضور کی نبوت کا ہر دہا ہر ہے کہ اس کے گزرتے زمانہ میں بھی  
 اسلام کی سلطنت اور پانی اسلام کی یاد شاہد ہے اگرچہ مسلمانوں کے قدامت میں گئے۔ مگر ختم ہونے لگیں و مصلحت کہنے  
 اپنے قوانین چلانے کے لئے جیل، جہاد، پھانسی، گھوڑے اور گھوڑے ہیں تو بھی قوانین پر عمل نہیں ہو تا مگر یہ سرکاری ٹیکس  
 زکوٰۃ، قربانی، غلو وغیرہ لاکھوں روپیہ ہر سال مسلمانوں سے بہت آسانی سے وصول ہو رہا ہے اور سخت سے سخت حکم پر عمل  
 جاری ہے مظلوم ہوا کہ وہ لوگوں کے بدشاہ ہیں۔ تیسرا قاعدہ ہر شخص اپنے فرزند کی چیزوں اس کے دوستوں اور دشمنوں کو  
 پہچانتا ہے اسی طرح سدا عالم حضور کے غلاموں اور دشمنوں کو اسی طرح جانتا۔ پاک اور حق کے حیرت انگیز کو جانتا ہے۔ حضرت  
 سفینے شیرے کہا کہ میں حضور کا غلام ہوں تو وہ کہنے کی طرح وہ پہچانتا ہوا آگے ہو لیا۔ اسی سب کے بیٹے قبیلے کی توفیق  
 نے اس کو سونے ہوئے منہ کی بوسہ لگا کر چاڑھا اور گوشت بھی نہ کھایا کہ گستاخ کا گوشت جانور بھی نہیں کھاتے۔ دیکھو

ہماری کتاب شانِ حبیب الرحمن۔ جو تھا فائدہ اپنے پیارے کی پیشانی و سر محبت میں جو سنا جاتا ہے جیسا کہ عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہو اضرطیکہ وہ محلِ شہوت نہ ہو۔ پانچواں فائدہ ہوتی کے بعد کسی تائید کی ضرورت نہیں مگر کشف الہامی بلیر تائید وحی قابل قبول نہیں (عن زی) یعنی اولیاء اللہ کا وہی کشف الہام مستحب ہے جو خلاف شرع نہ ہو اور ذخیرہ کی وحی و کشف وغیرہ ہر حال قبول جیسا کہ میں فرمایا گیا۔ اسی من و یک ساتواں فائدہ حضور کے لوصاف چھپنا کسی من کو کہ نہ کر لہذا ترین کہہ ہے جس میں علماء یور کر لہذا تھے اس سے وہ لوگ مہرت پکڑیں جو آج حضور کے لوصاف بیان نہیں کرتے اور حضور کی نعمت غنائی سے لوگوں کو ہزار حیلوں بہانوں سے روکتے ہیں من کے لوصاف بیان کرنا سترن عہدیت ہے۔

ہی باقی جس کی      ثا      مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے  
جس کا حسن لہذا کو بھی بھام گیا      لیے پیارے سے محبت کیجئے۔

پہلا اعتراض : جب حضور علیہ السلام کو ہر شخص بلکہ ہر چیز پہچانتی ہے تو یہاں علماء اہل کتب کا خصوصیت سے کیوں نام لیا گیا کہ وہ پہچانتے ہیں۔ جواب۔ اس لئے کہ بیٹے کی پہچان کی طرح تشریف آوری کو پہلے سے وہی جانتے ہیں وہ سوں نے تو تشریف آوری کے بعد مجاہد وغیرہ کی طرح پہچاننا اگلی کتابوں کی بشارت سے صرف یہ علماء ہی پہچانتے ہیں وہ سرے لوگ وہ سری علالت سے یا تبدیلی قبلہ کی حقانیت کعبہ معظمہ کی حرمت علماء ہی جانتے ہیں۔ نیز میں جان کہ پہچان کر انکار کرنے اور نہ ماننے کا کر ہے یہ کام صرف علماء ہی کا تھا تمام تعلق جانتی پہچانتی بھی ہے اور حضور کو جانتی بھی ہے۔ وہ سر اعتراض یہاں بیٹوں بھی ذکر کریں فرمایا گیا تو فرمیں کہ بھی ذکر ہو یا لولہ فرمایا جاتا ہے سب کو شامل تھا۔ جواب اس لئے کہ بیٹے کو باپ کے سوا وہ سرے بھی پہچانتے ہیں کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے اگر یہ اس کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے تو سب کو حق دینے کو تیار ہوں۔ بیٹی کو وہ سرے نہیں پہچانتے ایسے ہی علماء اہل کتب کے علماء وہ سرے بھی نبوت سرکار کے دل سے اقرار ہی تھے۔ نیز بیٹا قریباً ہر دم باپ کے ساتھ رہتا ہے بیٹی برسوں متاب۔ لہذا بیٹی بھولی جاسکتی ہے نہ کہ بیٹا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں یہ کیوں نہ فرمایا گیا کہ کما معروفون انفسہم جیسا کہ وہ اپنے آپ کو جانتے ہیں اپنی پہچان زیادہ قوی ہے۔ جواب۔ اس لئے کہ اپنی پہچان نہ نیاں اگر کچھ ہوش سنبھل کر ہوتی ہے۔ اس کے بعد اور شروع ولادت میں اپنی خبر نہیں ہوتی مگر بیٹے کے نطفہ قائم ہوتے ہی باپ اس کو پہچانتا ہے اور بچپن سے اس کے نام و لوصاف سے واقف ہوتا ہے علماء اہل کتب بھی حضور علیہ السلام کو ولادت سے پہلے جانتے اور لوگوں کو خوشخبریاں دیا کرتے تھے بلکہ من کے نام و کلم سے باخبر تھے کہ بیٹی علیہ السلام پہلی ہی فرما گئے تھے اسما حید۔ چوتھا اعتراض۔ نبی امی کے والد کی مثل ہونے میں لولہ کی معرفت سے کیوں تشبیہ دی۔ میں کہتا ہوں کہ جیسے اپنے باپ کو پہچانتے ہیں۔ جواب۔ باپ کی پہچان سے بیٹے کی پہچان میں وجہ سے قوی ہے ایک یہ کہ بیٹا اپنے باپ کو صرف لوگوں کے کہنے سے پہچانتا ہے نہ کہ دلائل سے مگر باپ دلائل سے کہ اس کی میں سے اس کا نکاح قرار نطفہ پیدا انش پورش وغیرہ بھی جانتا ہے۔ وہ سرے یہ کہ بیٹا باپ کو ہوش سنبھالنے پر جانتا ہے اس سے پہلے نہیں مگر باپ بیٹے کو قرار نطفہ کے وقت سے۔ تیسرے یہ کہ باپ بیٹے کو قرار نطفہ سے پہلے بھی اجلا جانتا ہے کہ میرے کوئی بچہ ہو گا۔ لہذا کتاب کو حضور علیہ السلام کا علم پیدا انش سے پہلے دلائل سے تھا لہذا اپنے بیٹے کے علم سے تشبیہ و تازادہ ستر ہوا۔ پانچواں اعتراض نبی کی پہچان بیٹے کی پہچان

سے زیادہ قوی ہے جیسا کہ عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا۔ پھر حق کو لوٹی سے کیوں تشبیہ دی۔ جواب۔ نبوت کی پہچان جیسا کہ زیادہ قوی ہے کہ معجزات وغیرہ سے اس کا پتہ لگتا ہے مگر موت پاکہ کچھتے ہی پاتال نی کو پہچان لیتا یہ ایسی ہے جیسے کہ بڑا پالکا ہے یا صرف شہرت کی بنا پر تشبیہ ہے۔ چنانچہ اعتراض۔ نبی کی معرفت ہی ایمان ہے چاہئے کہ پہچاننے والے کفار مومن ہوں کہ وہ حضور کو پہچانتے ہیں۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں ہی گذر گیا۔ تصدیق و اقرار کلام ایمان ہے نہ کہ فقط غیر اختیاری قلبی پہچان کا۔ اگر کسی کی عقلیت و کمال یا اختیار کسی کے دل میں بندھے جائے مگر وہ اس کی مخالفت ہی کرتا ہے تو یہ مومن نہیں وہ ستودہ جسے دلی گرویدگی اور ذہنی اقرار ہو اسی گرویدگی کلام تصدیق ہے اور یہی ایمان ہے کفار کو یہ حاصل نہ تھا۔

تفسیر صوفیانہ : علم ہد میں اضطراری اور اختیاری مگر حدود معلوم دونوں کا جملہ در نفسانی ظلمات میں گرفتار اور حدود معلوم کے جملہ میں مجرب حدود معلوم دونوں معلوم کے فوائد سے محروم نہ تو اس کو کسی کا کلام مفید نہ لوہام۔ پھر عالم تین گروہ ہیں۔ مقتد جن کا علم حکیمدی ہے یہ عوام کو حاصل۔ محقق جن کا علم تحقیقی۔ یہ شریعت و طریقت کے مجتہدین کا حصہ۔ مشاہد جن کا علم مشاہدہ حاصل ہے یہ عالمین کا صلیب۔ جب تک انسان نفسانی خواہشات اور انوار شیطانی سے پاک نہ صاف نہ ہو کیسی ہی عالم و مائل ہو معرفت کے پھل نہیں کھا سکتا۔ شیطان کو کمال علم و عقل حاصل تھے مگر ظلمین ہی ہاتھ آئی۔ یہی طواغیل کتاب کامل ہو اگر کہ ان کو معرفت حاصل تھی مگر اس کے فوائد سے محروم رہے۔ لہذا علم سے پہلے تزکیہ نفس چاہئے۔ علم بغیر تزکیہ نفس نقصان دہ ہے جیسے کہ دیوانہ کی گولہ جس سے وہ خود اپنے کو ہی ہلاک کرتا ہے (روح) صوفیاء فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں حق سے مراد حضور کے توصیف ہیں اور دوسری آیت میں حق سے مراد حضور انور کی ذات باریکات حق متقل باطل کا بھی ہوتا ہے اور متقل زائل کا بھی حضور انور کی ذات حق کی ہر لواجی ہے باطل کوئی نہیں لہذا آپ کلام حق ہے ہمارے سر سے پس تک ہر حضور سے حق کلام بھی صادر ہوتے ہیں باطل بھی۔ نیز ہمارے ہاں کلام وغیرہ سب قائل ہیں۔ حضور انور کی ذات کلام تمام تمام تمام ہی غیر عقلی ہیں بلکہ اہل سب کو جانتے لہذا حضور حق یعنی فیروزاں ہیں دیکھو حضور کلین کلمہ نبوت عزت کسی کے لئے نفع یا نقصان نہیں نیز حضور کی ذات حق و باطل کی پہچان کا معیار ہے جسے وہ حق کہہ دیں وہ حق ہے جسے باطل فرمایں وہ باطل ہے ہماری عقلیں حق و باطل کی پہچان میں ناگاہ ہیں۔ لہذا حضور کلام حق ہے خیال رہے کہ دنیا میں براہیلا ملا جلا ہے جسٹنی برے جملے کی پہچان آگے تاک کہ زبان سے ہوتی ہے اور جمل یہ حواس چھاٹ نہ کر سکیں تو حکموں نے کچھ ایسی مٹھیں اٹھائی ہیں جن سے کھرے کھولے میں چھاٹ ہو جاتی ہے اور مدعی برائی بھلائی یعنی حق و باطل کی چھاٹ نہ تو ہمارے اعصاب ظاہری کر سکیں نہ عقل انسانی نہ کوئی انسانی فکر ضرورت تھی کہ رب تعالیٰ بندوں کی اس مجبوری پر رحم فرما کر کوئی چھاٹ کرنے والا بھیجے اس چھاٹ کرنے والے کلام حضور محمد مصطفیٰ ہے جس کی یہاں اور دوسری آیات میں خبر دی گئی ہے جیسے آگے سے اچھے برے مزے محسوس نہیں کر سکتے اس کے لئے ناک زبان کی مدد چاہئے ایسے ہی انسانی عقل سے حق و باطل نہیں پہچان سکتے اس کے لئے فرماں مصطفویٰ اور کلام ہے۔

اور واسطے ہر ایک کے ایک سمت ہے کہ وہ اس طرف نہ کرنا ہے اور جس طرف جہاں ہیں پوڈ کے تم  
اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی طرف نہ کرنا ہے تو چاہئے کہ نیکیوں میں لوگوں سے آگے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

۵۔ مانتے کہ اللہ اکبر، حقیق اللہ اور ہر چاہنے کے قدرت والا ہے  
صل بیس تو کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے ۶۔ ہے شک اللہ جو چاہے کرے

تعلق : اس آیت کا بھلی آیتوں سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلے تہذیبی قبلی کہہ سکتے ہیں جو عیسایان  
 ان کے مذہب اور حکمت بیان ہو رہی ہے کہ طوطا اسی ہے کہ اس نے ہر دین و مذہب کے لئے کوئی قبلہ مقرر فرمایا اس طرح  
 اگر تمہارے لئے بھی کعبہ قبلہ میں کیا تو کیا وجہ ہو لہذا اس تعلق پہلی آیتوں سے معلوم ہو اگر اہل کتب اس قبلہ کو بھی نہ  
 مانیں گے اب فرمایا جا رہا ہے کہ ہر قوم کی توجہ بطور ہے جن سب کا تعلق ناممکن قرار دے مسلمان تو انہیں حق کرنے کی کو وحش  
 میں اپنا کام نہ چھوڑو تم خیر کی طرف سو دو۔ تیسرا تعلق پہلی آیتوں میں اہل کتب کی ہتھ پڑی کا ذکر ہوا کہ وہ نبی علیہ السلام  
 کو پہچان کر نہیں مانتے سب فرمایا جا رہا ہے کہ ہر قسم کا گمراہی و گمراہی سے گھٹ کر انہیں پشیمان کر کے مسلمان بنائیں  
 محل مخصوص کی طرف سو دو۔ چوتھا تعلق ایسے آئے ہوئے ہیں تو کم کو پہچانے کہ حق رہتے ہو۔

تفسیر : ولکل وجهہ ووجہ لور وحت قصہ لور کی کو لور وحت لور وحت مقصد کو کیا گیا ہے جس کی طرف قصہ کیا جائے۔  
 اصل وحت دو سہے معنی میں ہے یعنی قصہ و سمت لور مقصد میں جملہ کی حد تو انہی میں ایک وحت کا پیش لور ولکل کی غرض  
 ہے۔ اس صورت میں کل کا خلاف ہے پوشیدہ ہے یا تو یہاں سے یعنی خیریت و ہوں و نحو وغیرہ ہوں کے لئے کوئی نہ  
 کوئی وحت قبلہ ہے ہر عرض کر کے وہ مہلوت کرتے ہیں یا ہر شخص لور ہر نفس کا کوئی اصل قصہ ضرور ہے یا مسلمانوں میں  
 سے ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک خاص جگہ ہے کہ ہر جماعت کہہ دے کہ اس کی عمر ہر ملک کے لحاظ سے ہون کی معنی مختلف  
 ہوں گی کسی کی منہلی کسی کی عقل کسی کی فنی کسی کی غنی (تفسیر کیر لالہ وحت سے ستیا راتے یا دین یا قبلہ مراد ہے وہ سری  
 قرأت میں وحت کو زیر ہے۔ کل کا خلاف ہے اس صورت میں اس کا تعلق مولیٰ ہے ہے یعنی ہر وحت کی طرف جو مولیٰ  
 ہو کامرین یا رب تعالیٰ ہے یا کل یعنی وہ غلطہ ہر ایک کو اس کی وحت کی طرف پھرنے لگا ہے کہ جس کے لئے لکل میں ہو کہ مقررہ  
 کردہ لور عری اس کی رہنمائی بھی ہو دے یا لکل کتب میں سے جس کے لئے جو قبلہ مقررہ کردہ لور عری اسے پھیر دیا ہے لور  
 وہ جماعت لور ہر ایک کے لئے ہے۔ لیکن ہے کہ مولیٰ معنی محبوب ہو یعنی ہر شخص اپنے خدیوین لور اپنی ہی رائے کو پسند کر دیا  
 ہے (کیر) ایک قرأت میں مولیٰ ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے خدیوین و قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے جب ہر شخص کو اپنی ہی پسند ہے تو اسے  
 مسلمانوں! استقامت! اللہ تعالیٰ حاصل کرنے میں سب سے آگے بڑھ جاؤ۔ خیرات خیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سحر

چوتھی تفسیر : اے لوگو تمہارے دل 'دماغ' نفس 'روح' خیال 'عمل' کا ایک ٹک قبلہ ہے۔ نفسانی قبلہ دنیا اور دنیا کی شے ہے۔ شیطنی قبلہ مکتوبہ کبریٰ۔ قلبی قبلہ ایمان 'رہبری'۔ روحانی قبلہ سلامت 'پورہ گھر' ہے۔ لہذا پہلے روح کے قبلہ پر مہر اور لکھنوں میں جلدی کرو۔

پانچویں تفسیر : اے لوگو تمہاری ہر ساعت کا قبلہ علیحدہ چاہئے تمہارا اول آنا کا پلٹ جانا ہے صبح متلی دوپہر کو بدکار شام کو اور محل نماز جب تک کار لو ہو تو جلدی کر لو۔

چھٹی تفسیر : ایک بخت بد بخت میں سے ہر ایک کا قبلہ الگ ہے جس پر نور کا چیمنا پڑ گیا ہے اس کا قبلہ سعادت ہے اور جو اس چیمنے سے دور رہا اس کا قبلہ شقاوت و بد بختی ہے سعید اگر ت غائبے میں بھی جائے گا تو وہاں بت پرستوں ہلکے بھولوں کو گلہ پڑ جائے گا بد بخت اگر مسجد میں بھی پہنچے گا جو جیتاں پڑے گا ہر قسم کا آدمی ہر جگہ اپنے قبلہ پر رہتا ہے اس سے ہٹا نہیں۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ ایک دوسرے پر حیثیات میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنا بہت ستر ہے۔ دوسرا فائدہ۔ جیسے ہر ملک کی سمت قبلہ علیحدہ مگر کعبہ سب کا ایک فائدہ ان سب کی لئے قبول اور یہ سب اللہ کے مقبول۔ ایسی ہی طریقت میں ہر جماعت کا طریقہ ذکر علیحدہ اور شریعت میں متنی شافعی ناکی مضیلی مذہب کے اولیٰ ہر ایک کا مختلف لیکن قبلہ مقصود سب کا ایک۔ معنی صیب رب وود صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ یہ سب اللہ کے پیارے ہیں جو ان سے الگ ہو کر خواہشات نفس پر عمل دیا وہ ضدی اہل کتب کی طرح مودود خیال رہے کہ شریعت و طریقت کے چاروں سلسلوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح گھیر لیا ہے جیسے روئے زمین کی چار سمتوں نے کعبہ معطہ کو یا جیسے چار شیشہ و لالہ خیمین کے شیشوں نے اہم روئی طبع کو کہ کوئی فن سے علیحدہ نہ کر نہ کعبہ کو رخ کر سکا ہے نہ شمع کا فیض پاسکا ہے اسی طرح کوئی فن سلسلوں سے علیحدہ ہو کر فیضان نبوی حاصل نہیں کر سکا آج منکرین تقلید بھی ہر مسئلہ میں کسی نہ کسی امام بھی نام لیتے ہیں ان کے پاس علیحدہ کوئی چیز بھی نہیں جو ان چاروں سلسلوں سے حیثیتاً الگ رہے وہ کعبہ ایمان یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ تیسرا فائدہ۔ اہل میں جو جس کے لئے لکھ دیا گیا اس کو اور حری رافضیہ کو یا آئید۔ چوتھا فائدہ۔ فتنوں کو چاہئے کہ ہر کام میں رضائے تلاش کرے جیسا کہ لا متنبوا العیون سے معلوم ہو پانچواں فائدہ۔ دنیاوی حرص بری چیز ہے مگر دینی حرص نیکیت اعلیٰ منزلت ہے صحابہ کرام ہمیشہ نیکیوں میں ایک دوسرے پر پیوستہ چڑھ کر رہنے کی کوشش کرتے تھے وہ بے ہم کو بھی حکم دیا کہ لا متنبوا العیون نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو دنیاوی چیزوں میں اپنے سے پیچھے کو دیکھو نا کہ خدا کا شکر کرو دینی کاموں میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھو تاکہ اپنی عبادت پر فخر نہ ہو اور زیادہ عبادت کرنے کا شوق ہو۔ چھٹا فائدہ۔ قیامت میں تمام امتیں اور ان کے اولیاد و ملاو جمع ہوں گے۔ ان کے اہل جہنم ہوں گے فائدہ صحت محمدیہ کو چاہئے کہ ان سب احوال سے زیادہ نیکیاں کریں تاکہ حضور نور خوش ہوں۔ اسی لئے رب نے فرمایا ان ما تکتونوا۔ سلج۔

پہلا اعتراض : اہل فہمہ کے موافق دین کی دو ٹوکری جانی چاہئے۔ جیسے کہ وقت اور حلقہ سے گزرتی۔ یہاں دو ٹوکریاں باقی رہی۔ جواب اس لئے کہ دو یا تو فصل سے گزرتی ہے یا فصل کی ابتداء میں صدور سے اور یہ نہ صدور سے ہے نہ فصل بلکہ اسم نام ہے اور وقت و حلقہ صدور (من زی) اور سراسر اعتراض مذہب شافعی میں مشاؤ کے سوا ہر لئے لول وقت پڑھتا ہے مگر مذہب حنفی میں مغرب اور موسم سوا کی عمر کے سوا ہر لئے زور سے پڑھتا ہے۔ اس آیت میں بھلائی کی طرف جلدی کرنے کا حکم ہے اور نماز بھی تو بھلائی ہے۔ چاہئے کہ اس میں بھی جلدی کی جائے۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ تمین کاموں میں دیر نہ کی جائے



قبل تن پر دروں خواب و خورش  
قبل انہں بدلتی پرورش  
قبل عاشق وصل ہے نعل  
قبل عارف جمل نوالجمل  
رب تعالیٰ ہمیں صورت سے سیرت کی طرف ظاہر سے باطن کی جانب اور نقطہ سے معانی کی جانب منتقل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ

اور جس جگہ سے نکلے پس پھرو نہ اپنا طرف مسجد حرام کے اور تحقیق وہ البتہ

اور جہاں سے آؤ اپنا نہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے

لَدِّحْ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۵۰﴾

حق ہے طرف رب آپ کے۔ اور نہیں ہے اللہ غافل اُس سے جو کرتے ہو تم

رب کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

تعلق : اس آیت کا بھلی آجمل سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلے معلوم ہوا تھا کہ ہر ملک والے کی سمت طبعی ہے۔ لب بتایا جا رہا ہے کہ سمت خولہ کوئی ہو مگر نہ کعبہ ہی کو ہونا چاہئے۔ اختلاف سمت صرف اس لئے ہے کہ کعبہ کلمہ مختلف ہے۔ یعنی اہل کتب سمت کے پابند مگر تم سمت سے آزاد اور کعبہ مصلحہ کے پابند۔ دوسرا تعلق بھلی آجمل میں تبدیلی قبلہ کا واقعہ بیان ہوا۔ لب اس حکم کی قسم فرمائی جا رہی ہے کہ یہ حکم صرف آج یا اس مسجد کے لئے خاص نہیں بلکہ جمل جگہوں سے کعبہ ہی کو رخ کرو۔ تیسرا تعلق بھلی آجمل میں بتایا گیا کہ آپ کی رضا کے لئے یہ تبدیلی ہوئی۔ اس پر سوال پڑ سکتا تھا کہ کعبہ کا قبلہ ہو چکی حضور کی ذاتی خواہش پر ہے تو اہل کتب کے قبلہ اور اس قبلہ میں کیا فرق ہو اس آیت میں جواب دیا جا رہا ہے کہ واللہ للحق یہ قبلہ حق اور مرضی الہی کے مطابق ہے۔ حضور علیہ السلام کے دل میں ہم نے یہی خواہش پیدا کی اور پھر ہم نے یہی تبدیلی کی۔ لہذا یہ اللہ کی خواہش اور ہماری رضا سے ہوا۔ چوتھا تعلق۔ بھلی آیت میں خاص اس مسجد کی سمت سے کعبہ کو منہ کرنے کا حکم ہوا لب ہر جگہ سے لوہر رخ کرنے کا فرمان ہے۔ پانچواں تعلق بھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ تم کیسے رہو کیسے سو کیسے دفن ہو اللہ تم سب کو قیامت میں ایک ہی جگہ جمع فرمادے گا۔ لب فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت کا کچھ نقشہ بعض اسلامی احکام میں بھی دکھایا گیا ہے کہ ہر جگہ سے ہر قسم کے لوگ ہمیشہ نماز کے وقت ایک ہی کعبہ کو منہ کر کے ایک ہی زبان میں ایک رب کی ایک ہی عبادت کریں جیسے آج کعبہ جامع الناس ہے ایسی ہی کل میدان قیامت جامع الناس ہو گا۔

تفسیر : وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَدِّحْ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۵۰﴾

میں شراب کی رو ہے اس لئے لولہ میں آئی یعنی اس مسجد سے نکل کر آپ جہاں کہیں بھی جائیں اور وہاں نماز پڑھیں تو سب کعبہ کو کریں یا منابتہ ہے یعنی جہاں سے نکل کر کہیں جہاں نہ کعبہ کو کہو یا یہ جملہ طاعت جو آپ معطوف ہے اس صورت میں منابتہ ہے اور حیث فرحت کا عرف اور ترکیب میں لولہ کے متعلق اور فاصلہ کی یعنی جہاں کہیں جائیں وہاں سے رخ کعبہ کو کریں یا یہ کہ ہر وہ جگہ جہاں آپ چل کر پہنچیں اور نماز پڑھیں تو وہاں سے اپنا منہ کعبہ کو ہی کر لیں (دفعہ الطہارۃ) خیال رہے کہ نماز میں قبلہ رخ ہونا فرض ہے اس کے سوا ملاقات قرآن و قربانی وغیرہ میں استقبالی اور ظاہر ہے کہ کبھی نماز کی حالت مراد ہے اور یہ امور جبلی اور ہو سکتے ہیں کہ ساری عبادتیں مراد ہوں اور یہ امر ارشادی ہو۔ اگرچہ نماز میں بیٹھ بھی کعبہ کو ہونے کے مگر یہ نکتہ جو حاصل ہے کہ اسی سے انسان سلنے اور پیچھے ہونے کے اس لئے صرف چہرے کا کہو اور ٹخنے کے کعبہ سے مراد ذات ہو جیسے تمام وجہ اللہ اس صورت میں کسی تکوین و توجید کی ضرورت نہیں کہ نکتہ اگرچہ عبادہ اور رکوع میں کعبہ کو منہ نہیں رہتا مگر سیدہ لوحری کی راقی ہے لفظوا المسجدا لہوا میں الیٰی پڑھیں کہ اور مسجد حرام سے یا تو کعبہ معظمہ مراد ہے یا حرم شریف یا پھر ان کے معطلہ کیونکہ وہ سب حرم ہے اور اسی میں بیت اللہ واقع ہے یعنی یہاں سے باہر جا کر اپنا رخ اس مسجد کی طرف نہ کرنا جہاں تہذیبی قبلہ کا حکم ہو بلکہ لوہر کرنا جس میں کعبہ ہے۔ شرط فرماتے ہیں یہ بھی اشارہ ہے کہ دور سے یا نکل کعبہ کا قتل ہو نا ضروری نہیں صرف ست کعبہ کا پلیدیا کافی ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ یہ سب کعبہ صرف آپ کی رائے سے ہے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ یہ کعبہ یا تہذیبی قبلہ یا ہر جگہ سے لوہر رخ کرنا عین حق اور حکمت کے موافق ہے یہ عبارت صریحاً قائلہ دے رہی ہے یعنی یہی قبلہ حق ہے باقی سب باطل اور ہو سکتا ہے کہ لفظ میں انقسام عادی ہو یعنی یہ وہی حق ہے جس کا ذکر تو ہے تو انجیل میں ہو یا حق زائل کا قتل ہے یعنی اب تک جس قبلہ کی طرف ہمیں رکھا گیا وہ قتل رخ تھا اب یہ قبلہ حق یعنی بود اللہ کا کعبہ باقی ہے کبھی زائل یا متعین نہ ہو گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک میں کعبہ کا شوق ہے اور انفسانی خواہش یا شیطنی دوسو نہیں بلکہ منہ ایک آپ کے رب کی طرف سے ہے کہ اس کی مرضی ہو تھی کہ آپ کعبہ کو چاہیں اور پھر وہ قبلہ بنے تاکہ نماز کا سر کعبہ اور آپ کی رضا کی طرف جھکے اور کعبہ کی عظمت کے ساتھ تمہاری محبوبیت کا سارے عالم میں ڈال دینا چاہئے اور اسے مسلط کرانے کو گو یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے پچھلے یا موجودہ اور آئندہ عمل یا کار جائیں گے یا بیت المقدس کی طرف نمازیں قائمہ نہ ہوں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وما اللہ بظاہر عا تعالون لہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اور باطنی اعمال نمازیں قائمہ نہ ہوں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے مطیع تھے اور لب بھی۔ ہمیں تو طاعت کا ثواب ملے گا اور وہ ہر وقت مسجد سے ہے خبر نہیں وہ جانتا ہے کہ تم پہلے بھی اس کے مطیع تھے اور لب بھی۔ ہمیں تو طاعت کا ثواب ملے گا اور وہ ہر وقت مسجد سے ہے تہذیبی عبادی طرف سے ہے نہ کہ تمہاری اللہ تمہارے ثواب میں کیوں فرق آئے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو یہ حکم قبلہ اس جگہ کے لئے ہی نہیں اور تم کسی سمت کے پابند بھی نہیں۔ جہاں جا کر نماز پڑھو وہاں سے اپنا رخ کعبہ معظمہ کی طرف ہی کرنا اور یہ نہ سمجھنا کہ کعبہ بھی ہر وہ نصرتی کے قبلہ کی طرح نفسانی خواہش کا نتیجہ ہے نہیں یہ تو باطل حق ہے اور تمہارے رب کی طرف سے ہے جس کا ذکر گذشتہ کتابوں میں بھی ہے اور حضور علیہ السلام کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو نا بھی رب کی طرف سے تھا اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ رب تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی جزا اور نیکو ازانے والوں کو سزا دے گا یا تمہاری اس لذتوں کا ثواب کم عطا فرمائے گا جو بیت المقدس کی طرف ہو نہیں سکتا کہ تعالیٰ تمہارے

ظاہری و باطنی اہل سے ہے خبر نہیں تم نے بیٹھ اس کی اطاعت کی چونکہ تسمیہ کی اطاعت ہر وقت یکساں رہی لہذا اولیٰ بھی یکساں ہو گا۔ خیال رہے کہ پچھلے دین ہنگامہ قتل فتح تھے اس لئے منسوخ ہوتے رہے دین اسلام ہنگامہ قتل فتح ہے مگر اسلامی احکام بعض مخصوص تھے بعض کلی اور بعض عالمگیری نیز بعض ہنگامی حالات کے احکام تھے اور بعض دائمی احکام ہنگامہ قتل فتح بعض قرآنی آیات اور بعض سی احادیث ہنگامی حالات میں جاری ہیں جو منسوخ ہو چکیں مگر قرآن مجید میں اور کتب احادیث میں موجود ہیں وہی رہے انہی سے زانی یا مشرک نکاح کرے مومنوں پر حرام ہے اور فرمایا ہے وہ عورت ایک سال تک عدت کرے مہتمم علی المول غیر اخرج حضور فرماتے ہیں جس نے گناہ کیا جنتی ہو گیا حضور نے فرمایا جس گمراہ قوم میں بھیجتی ہاڑی کے نکات ہوں گے وہ دلیل ہو چوے گی یا بدعت مکان سے بدعت قبر سے بدعت سے منع کہیے سب موقوفہ گل کے لحاظ سے احکام تھے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ اہل کتب کی سمت مقرر ہے یہاں تک کہ مشرک و سہی مطرب شرکین کی نہ سمت مقرر اور نہ فن کا کوئی قبلہ مگر مسلمانوں کی سمت تو مقرر نہیں قبلہ میں ملحق جہاز میں عقیقہ مستحق لہذا پڑھتے ہیں جیسا کہ جہاز کا رخ بدلتا ہے ویسے ہی فن کا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکم الہی کے پیادہ ہیں نہ کہ خلق کے۔ اسی لئے اسلامی میٹروں کے نہ تو دن مقرر ہیں نہ موسم۔ سارے ماضی بھی 29 کا بھی 30 اور بھی سردی میں بھی گرمی میں۔ دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام کی خواہشات رب کی رضا سے ہیں نہ سرے میں یہ وصف نہیں دیکھو بظاہر تبدیلی قبلہ حضور کی مرضی سے ہوئی مگر حق تعالیٰ نے فرمایا من وکعبہ سب کچھ آپ کے رب کی طرف سے ہوا بلکہ حق تو یہ ہے کہ ان حضرات کی خطائیں بھی اگرچہ بظاہر امر الہی کے خلاف ہوں مگر رضائے الہی کے خلاف نہیں اسی لئے ان کی خطا پر ہزاروں و قصص بتائے ہوئی ہیں وہ کچھ قوم علیہ اسلام کا گندم کھا بظاہر حکم ولا تقربا هذه الشجرة کے خلاف تھا اور خطا مگر اس خطا پر ہی عالم فطرت کی بنیاد قائم ہوئی اور رب کا نظام ہی یہ تھا اس نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ انہی جاہل لی الا وھن خلقتنا نہیں زمین ہی کی خلافت کے لئے پیدا کیا تھا اسی لئے جو کچھ انہیں خطا پر عتاب ہو گیا وہ بظاہر ضرور حقیقت میں عین محبت ہے لطف تو دیکھو کہ حضور علیہ اسلام نے ہمارے قیدیوں کو فد یہ لے کر چھوڑ دیا جس پر عتاب آیا مگر ساتھ میں یہ بھی حکم آیا کہ جو کفار سے مل لے لیا ہے وہ کھادو اور آسمان بھی فد یہ لے کر چھوڑ دیا اگر عتاب جلتے یہ کیا تو ہے کہ جس پہرے عتاب ہے وہی قانون بتلوا کیا وہاں گندم کھانے پر عتاب تھا مگر پھر سارے جہان کو ہزار طریقوں سے گندہ ہی کھلایا گیا۔ تیسرا فائدہ۔ سواری کے نکل میں بھی لہذا کی نیت چند عتد وقت نہ کعبہ کو رکھنا چاہئے بعد میں خود کہ ضرور جلتے کیونکہ لول و جھک ہر حالت کے لئے ہے اسی طرح حلیت کر لہذا پڑھنے میں بھی چرہ ضار کعبہ کو ہو۔

پہلا اعتراض : اس آیت میں خروج لول واحد حاضر کے صلی ہے اور تعملون میں جمع اس فرق کی کیا وجہ۔ جواب۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ہر مسلمان کو ہے اور چونکہ مسلمان بڑی جماعت ہیں لہذا لول میں ہر شخص کے لحاظ سے میٹھ واحد فرمایا گیا اور آخر میں جماعت کے لحاظ سے جمع اور ہو سکتا ہے کہ لولاً حضور علیہ السلام سے خطاب ہو اور آخر میں عام لوگوں سے جیسے کہ یا ایھا السی اذا طاعتھا لساۃ سر ۱۱ اعتراض۔ حکم لول میں کچھ تفصیل نہیں تو چاہئے کہ ہر شخص ہر وقت

منہ کعبہ کو رہے مسافر کی نقل میں اس کی معافی کیوں ہو گئی۔ جواب۔ ہر حکم پہنچتی اور نکرار نہیں چاہتا اس آیت سے صرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ کعبہ تک نہ رہے اس سے سکت ہے۔ حدیث نے اس کی تحصیل کی کہ شریعت تو پورے مقام اور قصد میں اور نہ ہو اور سواری کے نقل میں صرف بغیر حق۔ کہ وقت و حدیث اس آیت کی مثل ہمیں ملے گی تفسیر ہے۔

تفسیر صوفیانہ : مومن کامل سبہ حرام ہے اور اس کے حواس اور دنیوی کلمہ بد لطف رہتے ہیں جو کہ قلب چلی کہ نقل ہے اور وہاں شیطان کی گذر حرام۔ اس لئے اسے سبہ حرام قرار دیا گیا کہ وہاں چاہے کہ ظاہری حواس اور دنیوی کلمہ بد کے راستے سے جہاں کہیں کعبہ آئیں اپنی توجہ قلب کی طرف ہی رکھتے ہو کہ حق کی چلی کہ اور تمام اعضا کا سبہ کہ ہے ہر مل میں وہاں رب کا شہادہ فرمائیے تاکہ تمہارے سارے کام اللہ سے ہوں نہ کہ نفس سے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری ہر بات حق اور تمہارا ہر کام باہر رہے ہو گھماپے حرکت اور کلمات کے منظر تم ہو گے اور فاضل تمہارا تعلق۔ سولہ فرماتے ہیں۔

کہہ قرآن از لب وغیر اسد ہر کہہ نیت از حق کا راست

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَنَحْمُكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا

اور جہاں کہیں سے نکلیں آپ پس پھر گئے منہ اپنے طرف سبہ مسلام کے اور جہاں کہیں  
اور اسے پھر جہاں سے آؤ اپنا منہ سبہ مسلام کی طرف نہ کرو۔ اور اسے مسلمان نہ

كُنْتُمْ قَوْلًا وَجْهَكُمْ شَطْرًا لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا

ہو تو تم پس پھر وہاں کہیں کہ طرف اس کے تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اور نہ ہو جہت  
جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف نہ کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی جہت نہ رہے

الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلَا تَتَّبِعُوا عَلَيْهِمْ

مخو وہ جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے پس نہ ڈرو تم ان سے اور ڈرو تم مجھ سے  
مگر جو ان میں آزمائشی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس سے

وَعَلَيْكُمْ تَهْتَدُونَ

اور تاکہ جو راہ کروں میں نصیحت اپنی لوگوں تمہارے اور تاکہ تم جاہت پاؤ۔

ہے کہ میں اپنی نصیحت تم پر بلوری کروں اور کسی طرف تم جاہت پاؤ۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پہلی آیتوں میں تہذیبی قبلہ کی چہرہ مکتبہ کی  
مکی تھیں۔ حضور علیہ السلام کا پسند فرمایا گزشتہ کتبوں میں نبی آخر الزماں کی یہ علامت ہوئے۔ علامہ قل تکتب کس کو حق چاہا۔  
لب اس کی وہ مکتبہ بلوری جاری ہیں۔ کتاب کا عنوان فاضل اور نصیحت کا ہر انفرقا۔ سراسر تعلق۔ پہلے حکم قبلہ کو مکان کے

لحاظ سے عام فرمایا گیا۔ لب زندہ کے لحاظ سے عام فرمایا جا رہا ہے (کبیر و روح البعلی)۔ یعنی بیش جہاں بھی نماز پڑھو نہ کعبہ کو کر یا کرو۔ تیسرا تعلق۔ کھلی آیت میں حضرت کی حالتوں کو عام کیا گیا یعنی اس مسجد سے نکل کر بندہ کے جس گلی کوچہ اور گھر میں جا کر نماز پڑھو نہ کعبہ کو کر لو۔ لب مقلات سڑکی تقسیم کی جا رہی ہے یعنی بندہ سے نکل کر عالم کے جس خطہ میں جا کر نماز پڑھو نہ کعبہ کی کو کرنا (کبیر) چوتھا تعلق۔ گزشتہ آیتوں میں وہ ہم ہو سکتا تھا کہ حکم قبلہ صرف وطن کے لئے ہو سفر میں جیسے کہ بجائے چار فرضوں کے دو پڑھے جاتے ہیں یا روزہ رمضان رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہو تا ہے قبلہ میں بھی ایسی ہی آسانی کو دی گئی ہو کہ ہاتھ سفر بیت المقدس کو رخ کرے یا اسے ہر طرف کا اختیار ہو۔ اب یہ وہ ہم دفع فرمایا جا رہا ہے کہ نہیں حکم قبلہ صرف وطن میں نماز فرض کے لئے یکساں ہے۔ (روح البعلی)

تفسیر : ومن حيث خرجت فول وجہک گزشتہ آیت کی طرح اس کی بھی تین ترکیبیں ہیں ایک یہ کہ من زادہ ہو اور حیث خرجت کا عرف یعنی بندہ پاک سے نکل کر جہاں بھی جاؤ۔ دوسرے یہ کہ من ابتدائیہ ہو۔ اور خروج کے معنی ہوں نکل کر آئی یعنی تم جہاں کہیں سے آؤ۔ تیسرے یہ کہ من ابتدائیہ ہو اور حیث خرجت کا طرف معنوی اور من حیث کا تعلق دل سے ہو اور فاصلہ کی اور اصل عبارت یہ ہو فول وجہک من حیث خرجت یعنی وہاں سے ہی اپنا منہ پھیرو جہاں کہیں پہنچو (روح البعلی) کہ ہر شطر المسجدا الحرام کعبہ شریف یا مسجد حرمہ کہ معظمہ کی طرف۔ یہاں لبی محذوف ہے اصل میں لبی شطر تھا۔ پھر اے مسلمانو یہ نہ سمجھنا کہ یہ حکم فتنائی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہیں بلکہ وحی ما کہتم تم بھی عالم میں جہاں کہیں ہو سفر میں یا حضر میں عرب میں یا غم میں دریا میں یا خشکی میں اور نماز فرض پڑھنے لگو تو لو لو اور جو حکم شطر ما پانہ اس کعبہ ہی کی طرف پھیرنا یہ حکم قیامت تک کے لئے دے دیا گیا۔ لب اور آئندہ اسی پر عمل ہو گا کیونکہ لا تلاحقون للناس علیکم حججوا کون کا تم پر کوئی اعتراض و جھٹکا نہ رہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں الناس سے تل کتب مروی ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ سارے کفار میں داخل کیونکہ مشرکین تو کہتے تھے کہ مسلمان ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قبلہ غیر ابراہیمی کی مخالفت۔ اہل کتب کہتے تھے کہ یہ عجیب لوگ ہیں کہ ہر بات میں ہمارے مخالف اور قبلہ میں ہمارے پیرو اور۔ لب من دونوں کے منہ بند ہو جائیں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتب کہتے تھے کہ اگلی کتابوں میں نبی آخر الزمان کی صفت نام القبطین ہوئے ہے اگر یہ وہی ہیں تو ان کا قبلہ کیوں نہیں بدلتا۔ اس تبدیلی سے ان کا یہ اعتراض اٹھ گیا۔ پہلی تفسیر میں جنت سے مروی محض بھلاہ اور اعتراضات فاسدہ ہیں اور دوسری تفسیر میں جنت سے قوی دلیل مروی۔ کیونکہ اہل کتب کلیہ قول صحیح تھا۔ کچھ بھی ہو سمجھو انہوں اور منصفوں کا زاپ منہ بند ہو گیا۔ لا الذین ظلموا منکم ان میں سے ہر نصف اور جھڑو لوگ لب بھی کج بحثی اور زبان درازی کئے ہی جائیں گے۔ کہ اہل کتب تو کہیں گے کہ اسلام عجیب دین ہے کہ اس کا کوئی قبلہ ہی مقرر نہیں کیا یہ کہ مسلمانوں نے محض اپنی قوم اور ملک کی محبت میں قبلہ انہیاء یعنی بیت المقدس چھوڑ کر کعبہ معظمہ اختیار کر لیا۔ مشرکین عرب کہیں گے کہ مسلمان آہستہ آہستہ ہمارے قریب آ رہے ہیں آج تو انہوں نے اپنا قبلہ بدلا آئندہ اپنا دین بدل کر ہم میں مل جائیں گے۔ چونکہ اس قسم کے خیالات انہیں اسلام سے روکتے اور کفر پر جناتے تھے اور کفر و شرک تو بداعظم ہے۔ اس لئے انہیں یہاں ظالم فرمایا نیز للناس کے بعد لا کے ساتھ ان کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ ظالم حقیقتہً انسان ہی نہیں بلکہ انسانیت

خلاصہ تفسیر: چونکہ تبدیلی قبلہ نہایت شاندار کام تھا اور اس کے متعلق صواب و احکام اور قوانین کلاس پر نوازا ضرور اس لئے

رب تعالیٰ نے مختلف آیتوں میں اس کے خاص خاص احکام مختلف پہلوؤں سے اور مختلف حکمتیں بیان فرمائیں۔ پہلے تو تبدیلی فرماتے وقت فرمایا کہ ابھی لو حرمت نہ کرو پھر فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی نمازوں میں لو حرمت نہ کیا کرنا پھر فرمایا کہ اس مسجد کی خصوصیت نہیں کوچہ اور بازار مکان و میدان سے لو حرمت نہ کرنا پھر فرمایا کہ اس کی بھی قید نہیں ہے یہی سنو حضور پر حکم سے آپ بھی کعبہ ہی کو رخ کیا کریں اور اسے مسلمانوں تم بھی بخود رنگد تر عربہ عجم غلامو پناز میں جلی بھی ہو بیش کعبہ ہی کی طرف نماز پڑھنا یہ بیش کے لئے قطعی ایسا کر دیا گیا۔ کیونکہ اس میں تمہارے دینی اور دنیوی بے شمار فائدے ہیں کہ اب تم پر کسی کافر کا کوئی اعتراض نہ رہے کہیں متعصب جلیل اس پر بھی کہو اس کریں تو کہنے دو۔ من سے کچھ خوف نہ کرو بیش ہمارا خوف رکھو اور ہمارے حکم کو گردن نہ جھکاؤ نیز اس کعبہ کے ذریعہ ہم نے تم پر اپنی نعمت کامل کردی تمہارے لوگوں کامل تمہارا وسیع کمال چاہئے تھا کہ تمہارا قبلہ بھی کمال ہو نیز ہمارا انشاء یہ ہے کہ تمہارا یہ پتہ اور یہ کعبہ ہی تمہاری ہدایت گاہ ہے کہ میں سے چشمہ ہدایت یعنی نبی آخر الزمان ظاہر ہوئے اور میں ہی دین ابراہیمی کے ارکان حج اور قربانی و فیوض قائم ہوں گے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ہر جگہ قبلہ رخ نماز پڑھنا فرض ہے کہ کعبہ میں فرمایا گیا ومن حيث مخرجت من سے معلوم ہوا کہ شروع سفر سے ہی یہ حکم ہے جس سے راستہ اور منزل سب کامل معلوم ہو گیا۔

مسئلہ : چار صورتوں میں غیر قبلہ کی طرف نماز ہو جاتی ہے۔ نمازی جنگ یا اندھیرے میں جو اور سمت قبلہ کا پتہ نہ لگے اس صورت میں بدھرول کو خود سے لو حرمت پڑھ لے۔ مسافر سواری پر نفل پڑھے تو بیت کے وقت کعبہ کو رخ کرے پھر وہ عربی رخ ہو جائے نماز پڑھتا رہے۔ سخت جنگ کی حالت میں جب کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ لشکر کے حالت میں وقت کہ جب خدا انوارت اسلامی لشکر شکست کھا کر ہلکے اور وقت نماز آجائے اس کی بحث ہم کچھ کر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ دو سرے فائدہ ہر دو گوں کے قدم سے زمین کی عظمت اور زمین کی عظمت سے عبادت کا ثواب جہ جاتا ہے سو کچھ ظلیل اللہ وحیب اللہ عظیم السلام کی بدولت کعبہ معظمہ کو کمال نعمت فرمایا گیا۔ منہ منور کی نعمت پاس بزار کے برابر ہے اسی طرح مقابر اولیاء اللہ کے پاس نماز کا ثواب بڑھے گا۔ تیسرا فائدہ کوئی شخص غفلت کی زبان سے جہالت میں یا سکتا کچھ اور پنے خیوے دی کہ ظالمین کے اعتراض سے تمہیں لب بھی امن نہ ملے گی لہذا چاہئے کہ غفلت کی بدولت نہ کرتے ہوئے خالق کی لطافت کرے۔ چوتھا فائدہ تیسرا حرام ہے کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ قبلہ کے معاملہ میں تم لوگوں سے نہ ڈرو اور ان کے خوف سے اپنا رخ نہ بدلو بلکہ ہماری لطافت اور ان کی مخالفت کے باوجود تیسرے کی پوری بحث انشاء اللہ الا ان تقصوا منهم لقمی تفسیر میں ہوگی۔ پانچواں فائدہ دین میں کج بخشی اور خد کرنے والا ظالم ہے دیکھو میں خدی و گوں کو ظالم فرمایا گیا کہ اگر خد کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ چھٹا فائدہ محترم چیزوں کی بھی ہر دو گوں کی نسبت سے عزت بڑھ جاتی ہے دیکھو خد کعبہ بذات خود اعلیٰ درجہ کا ہے پھر حضرت ابراہیم کے قتل اور حضور کی ولادت پاک کی برکت سے کمال نعمت بن گیا رہنے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اللہ انت صلت مقام ابراہیم اور فرمایا لا احب بهذا البلد والنتحل بهذا البلد اور فرمایا ان الصلا والعمرة من عمار اللہ یہ تمام آیات ان نعمتوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ لہذا حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ زہرا الفضل ہیں کہ مریم کو حضرت عیسیٰ کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے مگر عیسیٰ ۔



کرتے تھے کہ ان کا قبلہ بدلتا کیوں نہیں جو کہ نبی آخر الزمان کی علامت ہے۔ تیسرا اعتراض۔ الا الذین سے معلوم ہوتا ہے کہ خالمین کی جنت لب بھی باقی ہے کیونکہ نئی کے بعد استثناء ثبوت کھاتا ہے۔ جواب۔ اس کے چند جواب ہیں ایک ہے کہ جنت سے مراد جنت اور عذاب ہے اور واقعی ان دو اقسام اور دلائل سے خالمین کا نہ بدلتا ہو کیونکہ دلائل سے ضدی قوی ظاہر نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ الا الذین 'علیکم کی ضمیر سے بدل ہے یعنی لوگوں کو تم پر جنت نہ ہوگی۔ بلکہ خالمین پر ہوگی کہ لب دلائل خلافت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ تیسرے یہ کہ الاولیاء کا لفظ کے معنی میں ہے اور الذین 'الغاصب' معطوف یعنی تاکہ لوگوں اور خالمین کی تم پر جنت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ استثناء منقطع ہے یعنی تبدیلی قبلہ سے حقیقی اعتراضات تو اٹھ گئے لیکن خالمین کو اس لب بھی کئے جائیں گے (کیونکہ معانی) چوتھا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ سے نعمت الہی چوری ہو گئی اور سورہ مائدہ کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت الوداع میں چوری ہوئی کہ وہاں ارشاد ہے اليوم اکملت لکم دینکم وانعمت علیکم معنی یہ دونوں آیتیں مخالف معلوم ہوتی ہیں۔ جواب۔ یہاں نعمت قبلہ کا چور اکر مراد ہے ایک قبلہ سے اعلیٰ و افضل کی طرف تبدیلی ہوئی اور وہاں ارکھ دین کی تکمیل مراد ہے اس کے بعد کوئی حکم منسوخ نہ ہوا لہذا دونوں آیتوں میں مخالفت نہیں۔ انشاء اللہ اس کی نہایت نفیس تحقیق سورہ مائدہ میں ہی کی جائے گی۔ پانچواں اعتراض۔ یہاں علیکم جمع کی ضمیر کیوں ارشاد ہوئی اور اولیٰ میں واحد کا صیغہ کیوں فرمایا گیا۔ جواب۔ اس لئے کہ تبدیلی قبلہ حضور کی غیاب سے ہو اور حضور کو حرمہ کرنے میں اصل میں باقی ہوگے حضور کے تعلق اسی لئے وہاں واحد ارشاد ہوا۔ مگر تبدیلی قبلہ ہم لوگوں کے لئے نعمت و ہدایت ہے نہ کہ حضور کے لئے کعبہ ہمارے لئے نعمت ہے اور حضور انور کعبہ کے لئے نعمت و رحمت ہیں اس لئے یہاں علیکم جمع میں ہم سے خطاب ہوا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور رحمتہ للعالمین ہیں اور عالمین میں کعبہ بھی شامل ہے لہذا حضور اس کے لئے بھی رحمت نیز حضور کعبہ بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے عابد و ساجد تھے حضور کے وہ سجدے کعبہ کی طرف نہ تھے وہ رب کی طرف تھے۔

تفسیر صوفیانہ : قلب حقیقت ہے اور قالب مجاز۔ دین حقیقت ہے اور دنیا مجاز۔ نور حقیقت ہے اور ظلمت مجاز۔ مجاز میں صمد و اجنب ہیں حقیقت کھلتے ہی مطلع صاف ہے وہاں باقی اللہ ہے اور ماسوا اللہ خلق اللہ۔ تو اے مسلمانوں تمہیں قبلہ قالب سے قبلہ قلب کی طرف منتقل کیا یعنی قبلہ اٹھا کر مجاز سے حقیقت میں پہنچایا تاکہ تمہاری نگاہ میں ماسوا اللہ کی کوئی وقعت نہ رہے اور ان کے قول و فعل کا اعتبار مٹ جائے اور سب تمہارے اور تم رب کے مطلع ہو جاؤ۔ کیونکہ تم حزب اللہ (اللہ کی جماعت) ہو اور یہ جماعت ہی سب پر غالب مگر ہاں کچھ کفار مردودین حق سے مجبورین، لکڑی کے پوسنکار، تم پر لو پھانڈتا ہاں گے اور تمہاری اطاعت سے منہ موڑیں گے مگر تمہیں ان سے کوئی خوف نہیں کیونکہ جیسے آسمان کا تم کو پہنچنے نہ پر آتا ہے چاند و سورج کو اس سے کوئی ضرر نہیں۔ یہی ان کا انجام ہے تم میری کبریائی اور جلی ذات پر نظر کھانا نہ ہو کہ میرا خوف تمہارے قلب سے نکل جائے۔ اگر ایسا ہو تو سب کی ریت تم پر چھا جائے گی۔ سیدنا علی فرماتے ہیں کہ خالق کی عظمت پہچانو تو تمہاری آنکھ میں ساری مخلوق حقیر ہوگی لہذا ہمیشہ اسی کے حضور مراقب رہو (از تفسیر ابن عربی) صوفیاء کہہ رہے ہیں کہ مودوں کے پاس قل ہست ہے حل ہاںکل نہیں اور مقبولوں کے پاس حل کی فرولائی ہے قل کم اور کبھی ہاںکل نہیں دل گھر ہے منہ دروازہ خالی گھر کلو داتا

کھلا ہوتا ہے بلکہ کوازا تار لئے جاتے ہیں بھرے گھر کے دروازے پر مضبوط قفل بلکہ بھرے خزانے پر سہا ہوتا ہے۔ جملہ دل میں کچھ نہیں وہی ذہن کل ہوتی ہے جملہ دل میں سب کچھ ہے وہی منہ پر قفل پڑا ہے۔ سولانا فرماتے ہیں ۔

بہ ہوش قفل در دل رازنا بہ لبھا دل پر از توازا  
ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

قل را بگذر سو حل شو در پائے کالے پل شو  
مخ سحری فرماتے ہیں ۔

ایں درجوں در طلب ہے خبر آئندہ میں را کہ خبر شد خبرش پڑ نہ آمد  
یہاں لا اللہ الا اللہ میں وہی موجد لوگ مراد ہیں جو قفل کے بلور ہیں حل سے قفل جن کا ہم صرف اللہ ہی کر سکتا ہے  
پیشہ محکوم ہیں یعنی حل والے تو یہ دلا کل سن کر ایمان کامل حاصل کر لیں گے مگر صرف ذہن کے تیز کچھ نہ کچھ ہانگی جائیں  
گے۔ قفل والوں کے پاس کیوں زیادہ ہے کہ یہ کیوں ہوا۔ مگر حل والوں کے پاس کیوں نہیں وہی تو کیا پر حل ہے کہ رب نے کیا

فرمایا۔  
کَمَا أَرْسَلْنَا قَوْمَكَ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

جیسے کہ بھیجا ہم نے نیک تمہارے بڑا پیغمبر تم میں سے جو تلاوت فرماتا ہے اور تمہارے آئیں ہماری اور پاک  
جیسا کہ تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آئیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٥١﴾

فرماتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور اسرارِ علم اور سکھاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم سے مخ پھلتے تھے۔

اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور وہ تمہیں تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے کعب کو شہداء قبلہ بنا کر تم پر نصرت پوری کر دی اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ تم پر نیا فضل نہیں ہے ہم تمہیں پہلے بھی کامل نصرت دے چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی عطا فرمائی جس سے تمہارے سارے عمل و حل گئے اور گند گیل دور ہو گئیں۔ دوسرا تعلق۔ اب تک قبلہ کا ذکر قصاب صاحب قبلہ کا تذکرہ ہے جن کے کوم کی یہ ساری بات ہے یعنی اب تک جن کا ذکر قصاب پہلے کہ باب تک پہلے کا تذکرہ قصاب اس کے دلی کا پڑ چا۔ تیسرا تعلق۔ قبلہ کی بحث سے پہلے ہانی کعب غلیل لفظ کا ذکر ہو اور اب اس بحث کے خاتمہ پر دلی کعب صیب لفظ کا تذکرہ ہے تاکہ اس بحث کا آغاز بھی شاید اور ہو اور ابہام بھی طور معلوم ہو کہ اس دین میں کعب کا قبلہ ہونا تعجب کی بات نہیں کیونکہ کعب پہلے امیر الہم ہے اور یہ رسول و طے امیر الہم کہ انہوں نے اس عبادت کے قبول ہونے کی اور اس فرزندِ ارشد کے رسول ہونے کی دعائیں مانگی تھیں ہم نے ان کی دلوں دعائیں اس طرح قبول کیں کہ اس پیغمبر کے بارے میں اس کعب کو ہمیشہ کے لئے آباد کر دیا۔ چوتھا تعلق۔ اب تک صیت لفظ کا ذکر قصاب نور لفظ کا تذکرہ ہے کیونکہ گھر میں زوری سے رشتہ ہے پانچواں تعلق۔ بہت دور سے حقانیت اسلام کے دلائل

اور کفار کے جوابات بیان ہو رہے ہیں کہ یہ دین اور ایمان ہی ہے اس کے ارکان اسی دین کے ارکان سے ملتے ہیں اس کا قبلہ کعبہ کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے کہ یہ وہی دین ہے جسے سید المرسلین علیہ السلام سے خاص نسبت ہے۔ چھٹا تعلق۔ نب تک کعبہ کے فضائل بیان ہوئے جو نماز کا قبلہ ہے اب حضور کے مناقب کا ذکر ہے جو ایمان کا قبلہ ہیں۔ کعبہ سے لہذا جسم درست ہوتی ہے حضور انور سے نماز ایمان و عرفان لڑھکتی ہے۔ حضور دلوں کے ممدوح کے قبلہ ہیں۔

تفسیر : کما اولسنا یا کما کا تعلق اگلے کلام انہم نعمتی یا جعلتکم امتہ سے یا کسی پوشیدہ فعل سے ہے یعنی تاکہ اس کعبہ کے ذریعہ تم پر نعمت پوری کر دوں جیسے کہ اس سے پہلے یہ پیغمبر بھیج کر نعمت پوری کی یا ہم نے تمہیں افضل مسمیٰ بھیجے کہ تمہیں افضل رسول دیا یا یہ کہ ہم نے ہمارے ابراہیمی قول کی جیسے کہ دعائیں فرمائی کہ ان کی اولاد میں یہ پیغمبر بھیجے۔ ان صورتوں میں تھنوں پر نہ ٹھہرا چاہئے اس کا تعلق اگلی آیت خلافت کو دلی سے ہے یعنی تم مجھے یاد کرو جیسا کہ میں نے تم پر فضل کیا۔ کما جاتا ہے کہ تمہارے خدمت کو جیسے کہ اس نے تمہاری پرورش کی یا کاف مقابلہ کلب یعنی تمہارا گروہ اس کی اس نعمت کے شکریہ میں (کیسے اس صورت میں تھنوں پر ٹھہرا چاہئے کیونکہ یہ طبعہ آیت ہے اسی لئے یہاں لا دلی آیت ہے کہ وقف وصل دونوں جائز ہوں۔ خیال رہے کہ لفظ تعلق نے دنیا میں ہماری آمد کو تعلق فرمایا۔ مگر حضور کی تشریف کواری کو مرسول۔ بحث۔ جہاں سے فرمایا کہ ہم یہاں آئے سے پہلے بالکل نیست تھے یہاں آکر کچھ ہوئے مگر حضور میں آئے سے پہلے سب کچھ تھے نبی تھے رسول تھے تعلق نیست سے است کہنے کو کہتے ہیں ارسل سب کچھ نکال کر بھیجتا ہے۔ نیز ہم دنیا میں اپنی ذمہ داری پر اپنا کام کرنے آئے حضور سرکاری کام کے لئے۔ یہ کار سرکار دنیا کو درست کرنے آئے۔ خیال رہے کہ یہاں ہر سنان ماضی فرمایا تاکہ پتہ لگے کہ قرآن کعبہ، کلمہ، نماز وغیرہ جیسے ہیں۔ حضور ان سب سے پہلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑ ہیں باقی جڑ شاخیں یا پھل پھول جڑ پہلے ہوتی ہے سب لوگ صرف حضور کو مان کر بغیر اللہ جنتی ہوئے مگر کوئی فضل حضور کا انکاری ہو کر اللہ سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ ہولا منکم رسول کی تحوین تعظیم کی ہے اور ان دونوں ضمیوں میں خطاب یا تو دل عرب سے ہے یا عام مسلمانوں سے یعنی اے عرب و ملوک تم پر یہ خاص صلیت ہے کہ یہ ہمیں کے رسول تم میں آئے اور تمہاری نسل اور خاندان سے آئے۔ اگر وہ سری جماعت میں آئے تو ہمیں ان کی اطاعت بھاری پڑتی۔ اب تمام جان تمہارا مطیع ہو گا تم کسی کے مطیع نہ ہو گے یا اے مسلمانوں تم میں وہ تشریف لائے جس پر ساری نسل انسانی بیٹھ کر کھڑے گی جن کی وجہ سے انسان ملائکہ اور دیگر مخلوقات سے افضل ہے وہ نے رسول میں کوئی قید نہ لگائی کہ کس کے رسول جس سے معلوم ہوا کہ حضور عام خلق کے رسول مطلق ہیں جس کا رب اللہ ہے اس کے حضور رسول ہیں۔ رب فرمانا ہے سل کو ن للعلین سلوا۔ نیز حضور انور دنیا میں تشریف لائے رسول نبی اور مہدی ہونے کی شان سے۔ اس لئے تشریف کواری کی آیات میں آپ کو ان القاب سے یاد کیا مگر معراج میں رب کے پاس حاضر ہوئے مہدی کی شان سے لہذا وہاں فرمایا اصری جہاد جیسے حاکم بکری میں شان حاکمیت سے جاتا ہے مگر گھر میں آتا ہے اپنے والدین کا بیٹا۔ لہذا کلام ہونے کی شان سے غرضیکہ حضور صلی و علیہ وسلم کی شانیں بلکہ رسول بن کر آئے پھر وہ خلقت آئے بلکہ مدد ہائیں ساتھ لائے ایک یہ کہ فتوا احکم ما امنا تمہارے سامنے قرآنی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں۔ یعنی قرآن لائے بھی اور تمہیں سنایا بھی سکھایا بھی اسی میں شہادۂ مدد صلیتیں بیان ہوئیں ایک یہ کہ

وہ تم میں سے کسی کسی سے پڑھنے نہ گئے اور پھر ایک ایسا طبع کام ہو گئے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بچے ہی ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بچل نہیں بلکہ یہ نعمت ہے درج تقسیم فرماتے ہیں۔ اور اس کا پڑھنا صرف کاظمیج سے ہوا اگر ہاں گھٹا بھی سکھاتے ہیں پھر دوسرے معلوم کی طرح صرف سنی دیکر پھوڑا نہیں دیتے بلکہ وہ ایک حکم ہمیں ظاہری باطنی لحاظ سے پاک فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ لفظ تزکیہ سے ہے جس کا لفظ زکوٰۃ ہے اس کے معنی پاک کرنا مثلاً بیان کہ غور و محنت سے یہاں تینوں معنی درست ہیں یعنی وہ تہذیب جسوں کو ظاہری گندہ گند سے پاک فرماتے ہیں کہ ہمیں پاک کے طریقے سکھاتے ہیں اور تہذیب کے لحاظ سے پاک کرنا ہے کہ تم ہمیں امت ہو اور آخرت میں بھی رہ کے سناٹے تہذیبی مثلاً بیان فرمائیں گے کہ وہ تہذیب ظاہری باطنی صحت سے خوب ہے اور یہ کہ تہذیبی صحت سے پاک ہے کہ پہلے تم میں صرف فنی دیکھو اور اس میں بھی تم ایک سو سے کم نہیں ہو کر تہذیب سے مل گئے تھے اور اب تم میں ایسی باطنی صحت ہو کہ اس سے تم آپس میں بھی ایک ہو جاؤ گے اور سدا عالم تہذیبی میں الجھن میں داخل ہو جاؤ گے تفسیر یہ کیا حضور تہذیبی اصل اور تہذیبی صورت کو دیکھتے ہیں کہ جس معمولی شکل کو حضور سے نسبت ہو جاوے تو وہ بڑے سے بڑے جہنم جاتی ہے نیز اگر کسی معمولی کوئی کو حضور سے نسبت ہو جاوے فرشتوں سے زیادہ شاندار ہو جاتا ہے حضرت علی کی خیریت کی ساری مددیں اور حضرت بلال کی شان تہذیبی خیالوں سے دور نہ ہیں ہم تو صغریں یعنی اگر حضور سے الگ ہوں تو کچھ نہیں اور اگر حضور سے منسوب ہو جائیں تو سب کچھ صغریں سے مل کر بہت کچھ ہو جاتا ہے الگ رہے تو خلل ہے اور پھر غلط پاک کر کے ہی تم کو نہیں چھوڑنے بلکہ وہ علمکم الکتاب والاحکام ہمیں یہ کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ علمکم سے معلوم ہو گا کہ آیت تہذیبی ہے ہیں ہاں کہ بن لکھیں ہو جائے اور کتاب سے قرآن کریم اور تعلیم سے اس کے معنی اور احکام اور اسرار کا سکھانا مراد ہے اور حکمت سے صحیح اصل یا قوی دلیل یا اصول یا شاخہ مراد ہے کہ یہ حکم سے بتا جس کے معنی ہیں مضبوط کرنا یا مضبوط کرنا اور وہ جس کے خلاف صریح الہامی یا نبوی یا حکم اور ہدایت کو حاکم اور مضبوط چیز کو حکم اور عالم حاصل کو حکیم کہتے ہیں۔ پھر اس پر ہی میں نہیں بلکہ وہ علمکم ما لکم تکتونوا تعلمون ہمیں رب کی ذات صفات میں سے عقائد صحیح راستہ ملے ہیں جو زندہ جہالت میں رہتے تھے کیا تہذیب قرآن پاک کے لفظ احکام جیسے لفظ نونہ زکوٰۃ و فیوہر عمل کر کے ملتے ہیں۔ اس تفسیر سے معلوم ہو گا کہ اس آیت کے جملوں میں تکرار نہیں بلکہ ہر ایک کے نئے معنی ہیں۔ یہاں حکمت سے مراد حدیث شریف ہی ہو سکتی ہے کہ چونکہ قرآن حکمت کا لفظ قرآن پر صراحت احکام قرآن جتنا اسرار قرآن سمجھنا تو تعلیم کتاب میں آچکا نیز زبان سے بتا مل کر کے دکھانا علم سے کہ وہ بالواسطہ یا بالواسطہ تمام تعلیم کتاب میں داخل ہے لہذا تعلیم حکمت سے مراد حدیث کی تعلیم ہے جو کہ حضور کی حدیث ایسی مضبوط ہے جس سے کوئی منسوخ کر سکے نہ اسے زندہ ملا سکے نہ اسے کوئی اپنی عقل سے طے کر سکے لہذا یہ حکمت ہے یعنی مضبوط چیز۔ نیز حضور کا کوئی قول و عمل محدث نہ ہو نہیں ہر ایک میں ہزار ہا نکتے ہیں لہذا حدیث حکمت ہے۔ اس آیت میں مگرین حدیث کی پوری تردید ہے۔ آخری جملہ یعنی وہ ہمیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے سے مراد اولیٰ الہدٰی اور اہل حق سے اس وقت تک کے حالات ہیں یا اس وقت سے قیامت تک کے حالات یا جنت و دوزخ و لذت و مصائب الہی انجی چیزیں مراد ہیں جن کی خبریں حضور اور ان کے تابعین یا اہل بیت اپنے نفسانی صوبہ مراد ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں۔ جیسے طریقت تہذیبی یا اہل ایم کو بتانا

ہے ایسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہمارے میوب پر اطلاع دی۔ اگرچہ حدیث میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں مگر اہتمام کے لئے خصوصیت سے من کو ذکر فرمایا۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو کعب کی نعمت پہلی نعمت نہیں بلکہ اس سے پہلے تم پر نور بھی نعمتیں ہو چکیں کہ تمہیں باقی نعمتوں سے انھل گیا۔ تمہیں معزودین عطا فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میں اپنا یہ بڑا پیغمبر بھیجا جو سر تپا رحمت الہی ہیں۔ یوں تو ان کے تم پر لاکھوں احسان ہیں مگر کج احسان بالکل ظاہر۔ ایک یہ کہ وہ تم تک رب کی آیتیں پہنچاتے ہیں تمہیں پڑھ کر سناتے اور پڑھنا سکھاتے ہیں تمہارے الفاظ صحیح کراتے، غلطی کے توبہ بتاتے ہیں بلکہ اس کے گھٹنے کی جالی بتاتے ہیں پھر تمہیں شرک، بت پرستی، کفر و کفرانے اخلاق، بد تمیزی، حد و ثروت، آپس کے جھگڑے، جدال، بدستی، گندگی، فریاد، ہر ظاہری اور باطنی میوب سے پاک فرماتے ہیں کہ عرب جیسے سخت ملک کو جو انسانیت سے گر چکا تھا اور جس کے ہاتھ لے انسان نابالور ہو چکے تھے ان کو عالم کا مسلم بنادیا۔ بت پرستوں کو خدا پرست، رزنیوں کو رہبر، شرابیوں کو نشہ محبت الہی کا شوق ہے، غیروں کو شریلا، جاہلوں کو عالم اور نہ معلوم کسے کسے کیا کیا بنادیا، فریاد، غریب، غلو کو خالق تک پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ ہی تمہیں کتب الہی کے اسرار پہنچے، کلمات کے راز سکھائے ہیں اور تمہیں دین و دنیا کی وہ سب باتیں بتاتے ہیں جن سے تم بے خبر تھے اور علوم عجیبہ کے وہ دروازے کھولتے ہیں جو قریب تک بند تھے۔ فریاد، وہ خود بھی رحمت ہیں اور ہزاروں ناز و دل نعمتیں تمہارے لئے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ خیال رہے کہ سب سے زیادہ گندہ اور بدلو دشمن ہمارا دشمن ہے کہ سانپ، بچھو، فیروز، دشمن ہم سے دور رہتے ہیں مگر یہ دشمن مجھ کو کعب میں ہمارے ساتھ نیز لائے، کلو اور توپ، علم ہم کسی ہتھیار سے غصہ لادہ نہیں کرتا۔ نیز یہ دوست کی شکل میں دشمن ہے۔ سب کلو دشمن ہے۔ گندہ سے لے کر غوث و قلع تک کلو دشمن ہے اسے پاک کرنا بڑا احسان ہے حضور نے صرف ہمارے اجسام پاک نہ کئے بلکہ غصہ لادہ بھی پاک کر دیا۔

فائدے : اس آیت سے چھ فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلت تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے پہلے اذکار فرمادیا گیا اس کی چھوڑ میں ہیں۔ ایک یہ کہ ساری نعمتیں مطلقاً نور ہیں دین و دنیا میں ہلی کہ ہاتھ پاؤں مل دولت ایک وقت سب جواب دے جاتے ہیں مگر وہ بھی نہیں۔ دوسرے یہ کہ دین و دنیا کی تمام نعمتیں انہیں کی عقل۔ لولا کہ لعل خلقت الا فلا کی یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھو موضوعات کیر مصنفہ طاعلی قاری۔ تیسرے یہ کہ ساری نعمتیں صحیح استعمال ہوں تو رحمت و نہ زحمت۔ مل دولت نور و احصاء ہمارے لئے ثواب بھی ہیں اور باعث عذاب بھی۔ من کا صحیح استعمال سکھانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو گویا کہ آپ نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہمارے احصاء قیامت میں ہمارے عیب کھولیں اور ہمارے خلاف گواہی دیں لیکن وہ سرکار ہمارے عیب چھپائیں۔ دوسرا فائدہ۔ قرآن پاک کا تلاوت کرنا بھی ضروری ہے اور اس پر عمل کرنا بھی۔ کیونکہ تلاوت اور تعلیم کا علیحدہ علیحدہ ذکر و توجہ لوگ کہتے ہیں کہ تلاوت کی ضرورت نہیں عمل کافی ہے وہ بھی مجموعے اور جو تلاوت پر قناعت کر کے عمل سے بے نیاز ہو جائیں وہ بھی بد نصیب۔ تیسرا فائدہ۔ ظاہری باطنی طہارت حضور ہی سے ملتی ہے من کو چھوڑ کر قرآن لینے والا کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فرمایا گیا یوں کہ وہ رسول تمہیں پاک کرتے ہیں قرآن کریم تو پاک ہی ہے۔ چوتھا فائدہ قرآن کریم صرف عمل یا



پسلا اعتراض : تعلیم کتب میں عفو و عسکت اور نہ جانی ہوئی باتوں کا علم سب داخل تھا پھر انہیں ملجھ کر کیوں بیان کیا۔  
جواب میں کہ وہ کتب میں گزر گیا کہ تعلیم کتب سے قرآن پاک کے مضامین اور مسائل سمجھنا مراد ہیں عسکت سے مراد  
قرآن پاک سے عفو و عسکت اور عفو و عسکت سے قرآن کریم پر عفو و عسکت اور عسکت مراد ہے اور نہ جانی باتوں کو سمجھنے سے عفو و عسکت سمجھنا  
یا علوم سمجھنا عفو و عسکت اور عفو و عسکت مراد ہے۔ وہ سراسر اعتراض پائی کا ذکر اخیر میں چاہئے تھا کیونکہ یہ کتاب عسکت کی  
تعلیم کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس کا ذکر کتب میں کیوں کیا گیا۔ جواب۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ کتاب عسکت کے  
مکمل کی ضرورت رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ تعلیم کتب اس کے بعد ہی ہوگی یعنی اس میں سنا کر حقیق کو مسلمان کیا پھر مسلمان  
کے انہیں علوم سمجھنے سے مراد یہ کہ یہ کتب میں لکھی ہوئی تعلیم میں عفو و عسکت اور عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
دوسرے اگرچہ یہ کتاب حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا ذیل پہلے ہی سے کہ ترکیب کے لئے ہی علم ہے اور حاصل عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
کیا اور دوسرے کو سمجھنا۔ تیسرا اعتراض۔ اس کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان یا کم از کم ہر مسلمان عالم تعلیم ہو۔ کیونکہ  
ہر مسلمان عالم ہے۔ یعنی وہ نبی ام کو جرنہ جانی بات سمجھتا ہے۔ عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
حضور کے لئے علم تعلیم لگاتار ہوتا ہے اس میں عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
سمجھنا عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
نہ ممکن تعلیم اور نبی علیہ السلام نے سب کچھ سمجھ لیا کہ فرمایا ہے جس جلی لہ کل ہی عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
اور مسلمان ہر کس کی عقل کی حد تک کہ خود سمجھ لیتے ہیں جسے یاد ہے یا دوسرے کو سمجھ لیتے ہیں جسے یاد ہے یا دوسرے کو سمجھ لیتے ہیں جسے یاد ہے  
ہو یا عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے

تفسیر صوفیان : بغیر عقل فیض و نور لانا ممکن اگر لوئی کو عقل سے ذاتی عقل نہ ہو تو درمیان میں عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
جانبین سے عقل عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
ہے عقلی قہر لانا عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے عفو و عسکت مراد ہے  
ذات کا نام رسول ہے۔ وہ رسول ظاہر ہوا ہے اور باطن رب کے ہیں جسما بشر اور روح ملک سے وراہ منہ ہر گلویت کے  
سارے امتحان کی امتحان کے بعد صرف خالق کا وہ کرم ہے سب کے قریب ہیں اور شرف میں عقل و کمال اور وہ ہم سے  
جانتے۔

و شرف کہ قطع ہیں جنہیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں

کئی کہ وہ اس و اس سے وہ کئی نہیں وہ کمال نہیں

قیامت کے دن پہلے تو ساری عقل انہیں دھوئے گی اور ان کی تلاش میں و دردی خاک چھلنے گی یہ حضور کے شرف کا علم  
ہو گا پھر اپنے ایک ایک گناہ کو ایسے دھوئے گی کہ جیسے مہمان ہل ہلپ کم ہوئے بچے کو یہ ان کے کرم کا علم ہو گا پھر انہیں



ذکر تاجن میں ہمارے کسب کو مل نہ تھوڑا سب کسی نعمتوں کا کہ ہے یعنی اسے مسلوں سب تک ہم نے تسدی بلیر کو خوش  
 نہیں ہے نعمتوں کی سب بیشک نہ دکرے گا بلکہ ہمیں ہی دیکھ مل کر ہوں گے۔ تیسرا تعلق: اب تک نعمتوں کی عطا  
 ذکر تاجن کی جاکے سب سب ملے جا رہے ہیں اور جن جملے کے اسباب سے بھی فیوار کیا جا رہا ہے تاکہ ہم اعتیاد سے کام  
 کریں۔ چوتھا تعلق: کمالی امت میں ظم کو کر تاج مل کا حکم ہے کہ ہمارے ہی نے ہمیں سب دیکھ سکھایا مل کرنا  
 تسدی اہم ہے۔

تفسیر: ملا حروفی لفظ کو کم: فیوار جزا ہے اور یہ مہارت پوشیدہ شریکی جزا اور طبعہ بند یعنی: سب تم میری  
 نعمتوں کو پہلے پہلے دیکھو کر کوئی مل کی ہے اور اس کا کاشت آجوں سے فضل یعنی جیسے کہ ہم نے ہمیں رسول دیا جیسے  
 تم ہی ہمیں یاد کر دے کہ یہ سب مل ہیں یاد کرنا یاد رکھنا تفریب کرنا بڑی ہی عجز و صحت کرنا سب نہا ہے انا  
 لفظ کو کھار نہا ہے والقران فی الذکور ان آجوں میں ذکر یعنی شرف ہے اسی لئے قرآن کا ہم بھی ذکر ہے بلکہ یاد تو  
 دونوں ذکر میں سے یاد کرنا یاد رکھنا تفریب کرنا مل ہے۔ یعنی تم میری تفریب کو یاد رکھو یاد رکھو تو میں بھی تسدی تفریب  
 کروں گا یاد رکھوں گا یعنی تم پر نظر کر رہا ہوں تاکہ وہ سب مل ہو کہ سب پاک ہے یاد سرے بزرگ کے سنی پر پا کر عجز و  
 ہے یعنی تم مجھے یاد کر دو تو میں زمین آسمان میں تسدی شرف کروں گا کہ انسان تو کیا جنت تک بھی تسدی شرف کے چلے  
 آئیں گے اور تم سب سے عالم میں ہی مشہور ہو ملے گا یا تم مجھے یاد کر دو تو میں ہمیں دنیا اور آخرت میں عزتوں کا خیال  
 دے گا کہ اس ذکر میں سے محرم ہے جس کی شرف و عظمت لفظ تفسیر کے بعد کی جائے گی۔ یہاں سے لے کر ذکر تین قسم کا ہے ذکر  
 نفسی و زہنی سے یاد کرنا عقلی و عمل سے یاد کرنا عقلی و ہوا سے یاد کرنا۔ ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں۔ جس درجہ  
 کا یاد ذکر ہو گا اسی درجہ کا وہ یاد ذکر فرمائے گا کیونکہ یہاں دونوں ذکر عام ہیں اور صرف ذکر ہی خلعت کرنا بلکہ  
 واھو والی میری نعمتوں کا شکر یہ بھی لو اگر شکر کے فعلی معنی ہیں بلکہ یاد رکھنا ہی ہے کہ سب کلام بھی شاکر اور شکر  
 ہے ہم تو سب کی نعمتوں کا قزل اور اعلیٰ کر کے شکر کھاتے ہیں اور سب اپنے کریم سے تسدی عجز و مہارت قبول نہا ہے بلکہ ہم  
 کا پر کرنا ہے اس لئے اس کلام شکر منظر میں نعمت کے سب نعم کی اعلیٰ عظمت کو شکر کیا جاتا ہے شکر ہی ذکر کی طرح  
 سب عام ہے اور ہر نعمت کا یہی شکر ہے صحت کا شکر یہ روزی کا شکر یہ زکوٰۃ و رزق کا شکر یہ روزہ و عبادت کا شکر یہ  
 کھانا و پانی کا شکر یہ نعمتوں کا شکر یہ سب سے شکر کس کا عقلی نہیں۔ خیال رہے کہ شکر کے بعد ہمارے سب میں ہر شکر  
 ہے۔ ایک ہے کہ شکر میرے لئے ہو نہ کہ کسی اور کے لئے اور اگر دیکھیں کسی اور کا شکر یہ بھی ہوا کہ تو میری نعمت ہے کہ اس  
 کو حق میں جن کس سے یہ کذا کرتا ہوا کہ تو میں نعمتوں کے بارے میں شکر تو ہے جسے کہانی ذکر میں ذات  
 پر نظر ہو اور شکر میں تمام اور مشائخ پر اور شکر کے ساتھ ولا نکھون میری ماضی نہ کر کے فعلی معنی چاہیں اللہ  
 کو بھی اسی لئے شکر کہتے ہیں کہ اس سے نعمت چھپائی جاتی ہے۔ یہ ایمانی اور ماضی کو بھی کفر اور کفر میں اس لئے کیا جاتا ہے کہ  
 اس میں خدا کی نعمت کا شکر ہے۔ علم شکر کے بعد کفر سے منع کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ شکر میں کفر شامل نہ کرنا کہ زہلی سے  
 شکر اور عمل سے کفر کو مختلف اور زبان سے شکر داکرے اور ذکوٰۃ و انہ کرے یہ شکر میں کفر ہے و گویا یہ شکر کی تعمیر اور



## ذکر و شکر

ذکر اللہ کا ذکر سب سے پہلے ہے اور اس کے بڑے فضائل کے بعد ہم مظلوم و قیوم دستور اور مسلمہ  
نہاری وغیرہ سے کچھ نقل کرتے ہیں۔ (۱) ہم قوم اللہ کا ذکر کر کے اسے فرشتے پر دلوں سے احاطہ پاتے ہیں اور رحمت انہیں گھر  
لگتی ہے اور انہیں سکون قلب نصیب ہوتا ہے اور اللہ طائفہ میں ان کا ذکر کرتا ہے (مسلم)۔ (۲) اللہ اولیٰ سے رب کا پکارنا  
ہوتا ہے جس سے کہ رب اس کے گن ہو جائے جس سے وہ شک ہے اس کی آگاہ ہو جائے جس سے وہ کھتا ہے اس کے ہاتھ  
ہو جائے جس سے وہ پکا ہے اور اس کے ہو ہو جائے جس سے وہ چلا ہے (بخاری)۔ یعنی اللہ کے ذکر اور ربانی قوتیں ملتی ہیں  
اور اس سے عجب کراہیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے کوئلہ آگ میں نہ آگ لگا سکا کہم کرتا ہے۔ (۳) سحر عمل یہ ہے کہ قہر کی زبان  
ذکر اللہ سے ترسے اور اسی محل پر دنیا سے جائے (احمد ترمذی)۔ (۴) اگر کہے جاتے جنت کے کپڑے ہیں (ترمذی)۔ (۵) شیطان انسان  
کے دل پر چڑھتا ہے اور اللہ کے ذکر سے نکل جاتا ہے (بخاری)۔ (۶) مظلوموں میں ذکر اللہ جیسے ہمارے ہوئے فکر میں داخل کرنے  
والا اور جیسے شک و دقت میں بہری مثل نور جیسے اندھیرے گھوٹ میں چراغ (ابن ماجہ)۔ (۷) رب کو دل میں یاد کرے رب بھی اسے  
ایسی یاد کرتا ہے اور وہ جماعت میں یاد کرنے تو رب تعالیٰ اسے طائفہ کی جماعت میں یاد کرتا ہے (مسلم بخاری)۔ (۸) ہر گھر کی  
کچھ نعت ہے اور مسجد کی نعت ذکر اللہ اور ذکرین ہیں (دوستو)۔ (۹) قیامت میں کچھ نورانی لوگ نور کے خیوں پر  
ہوں گے لوگ جن پر رشک کریں گے یہ وہ لوگ ہیں جو دل کر اللہ اللہ کرتے تھے (طبرانی اور دوستو)۔ (۱۰) کچھ طائفہ کے  
مظہروں کو احوال سے رہتے ہیں۔ جملہ پاتے ہیں انہیں گھر لیتے ہیں پھر رب سے عرض کرتے ہیں کہ ہم لوہے کی پائیاں سے آ  
رہے ہیں جو تیری نکتہ ہو بیٹی علیہ السلام پر دو ہزار ہزار ہے تھے رب فرماتا ہے ہم نے انہیں نکل دیا عرض کرتے ہیں کہ ان  
میں بعض طاقتور تھے آگے تھے فرماتا ہے کہ وہ بھی نکل دیئے گئے ذکرین کا ساتھی بھی محروم نہیں رہتا (ترمذی دوستو)۔

ذکر اللہ کے فائدے : اس کے سب سے فائدے تو معلوم ہو چکے ہیں اور فائدے بھی سب ذیل ہیں۔ (۱) ذکر اللہ دیکھ  
القول کی محفل ہے۔ (۲) ذکر اللہ گنہگار کے لئے آہ رحمت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ذکر حق پاکست چوں پاک دہد رحمت سے ہمہ ہوں آہ پایہ  
چوں پایہ ذکر حق اور رحمت نے پایدی ہمہ دے کس رحمت

(۳) ذکر اللہ ہے جتنی دل نکلیں ہے الا ہذا کو اللہ تطمن القلوب (۴) ذکر اللہ ہمارے اصلی وطن کا خط ہے۔ جیسے مسافر کو  
پرہیز میں وطن کے خط سے تسکین ہوگی ہے ایسی ہی رب کے ذکر سے دل اور روح کو سکون ہے۔ (۵) ذکر اللہ معصیتوں کو مٹاتا ہے  
کوہ طیبہ اسلام کی توبہ اسی سے قبول ہوتی فطقی اہم من وہ کلمتہ لیس طیبہ اسلام نے اسی کی برکت سے چھل کے پیر  
سے رہائی پائی۔ لہذا ان کان من المسبحین ذکر کی برکت سے کئی نور جاری ہوگا۔ بسم اللہ موجه و مومنا  
اب بھی ہر معصیت میں ذکر کی کام آتا ہے۔ (۶) معصیت کے وقت لازماً طاعت پر موقوف سال میں لہذا استقامت اور اگر کوئی کام

ذکر اللہ کی قسمیں : اس کی نین قسمیں ہیں۔ (۱) ذکر اللہ یعنی زبان سے صحیح عقیدہ اور خلوص کرنا۔ (۲) ذکر اللہ ایمان یعنی قلبی ذکر اس کی نین صورتیں ہیں ایک تو رب کی ذات و صفات کے دلائل میں غور و فکر کرنا جو دیگرین کے ہم اہل بیت و سلفہ سے فرقہ صحت کے احکام کے قائم رہے سوچنا اور رب کے کھڑے اور عیووں کا ذیل رکھنا دوسرے عقائد اہل بیت کے اسرار میں غور کرنا کہ عالم کا ہر ذرہ عمل یا کار کا نتیجہ بن جائے اور ہر چیز میں اسی کی حقیقت ہو۔ (۳) ذکر اللہ کان یعنی ظاہری اور باطنی احکام کو اپنے کام میں مشغول رکھنا اور رب کے کام سے روکتا منع (ایمان) بھلا کر کی بات قسمیں ہیں ذکر اللہ پھر واسطہ اور بلا واسطہ ذکر اللہ کی ذات و صفات کی یاد کرنا جو بلا واسطہ اس کے پیاروں کا ذکر ہے لفظ اور وہ شریف نعمت شریف مولیاء کریم کے قیسم سب ذکر اللہ ہیں بلکہ رب سے ڈرانے کے لئے اس کے صفاتوں کا ذکر بھی ذکر اللہ ہے۔ دیکھو خلوص قرآن رب کا ذکر ہے مگر اس میں عیووں اور موصوفین کے تذکرے بھی ہیں لوزن سہنی تو لب لک ہے۔

ذکر بالمر : خادم من فقیہ ہے میں نے ذکر قلی اختیار کیا کیونکہ اس میں موافقت ہے میں نے یہ لکھا ہے کہ انصوا و حکم  
تضرعاً و خلعتاً کہتے ہیں۔

دل میں ہو یاد ہماری گوشہ تنہائی ہو  
میر تو غیبت میں جب انجمن آرائی ہو  
دیگر سلسلوں میں بلکہ کوئی سے ذکر مرغوب کہ کس ذکر کی ضرورت ہے دل کے خاص اثر پہ تاکہ آگہوں سے نیند دور ہو جاتی ہے۔  
دوسروں کو ذکر کا شوق ہو تاکہ اس سے شیطان ہٹا سکے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچے وہاں تک اس کی ہمت ایمان کی گولہ بستی ہے۔  
رب فرماتا ہے لا الذکروا اللہ کذا کذا کم اباہ کم او اعدا ذکر ایہ مجلس ذکر اگر کلمہ کہے کہیں بھی ملتا ہے کلمہ ذکر ہو تاکہ  
ان کا سب عمل ہے۔

سدا عالم ہو مگر وہاں دل دیکھے نہیں  
 اجمن گرم ہو نور لبتہ تملی ہو  
 وہاں حضرت اللہ کے پاس ہے اور سب جنتی اس کی بارگاہ حقیقہ عالم الحق میں دیکھو

افضل لڑکے : کن ساکر افضل ہے اس میں خلف و راستیں ہیں بعض میں ہے کہ افضل ذکر کلمہ طیب ہے کہ اس سے عمل کی مشق ہے۔ بعض میں ہے کہ شہوت قرآن کہ اس میں ایک حرف پڑوس نیکیاں ہیں۔ بعض میں ہے کہ افضل ذکر توبہ و استغفار ہے کہ اس میں ناموس سے نہایت نور و رزق میں بہرکت و فیوض ہے بعض میں ہے کہ افضل ذکر وود شریف ہے۔ نور بعض









قسمیں دے جیسا کہ بتائے ہیں۔ جس سے تم ہر کام پر بخوبی ثابت قدم رہ سکو گے۔ ایک مبروہ دوسرے نماز۔ تہلیل افس شر مگو ذابے اس کے منہ میں میری ہانک دو اور نماز کے راستہ پر چلا دو اور لگام شریعت کے قبضہ میں رکھو جس سے وہ وحول و حزن نہ اٹھے۔ اگر تم نے ان دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو سمجھ لو کہ ساری نیکیوں پر تو جنت اور حورو قصور ملیں گے اور جن پر خود رب غور اور جب رب اس کا بے تو سب اس کی یاد رکھو کہ بلا شلہ کا کلام نکالنا سول کلا شلہ ہے۔

ملک کشور شود بند کہ سلطان خدیو

نماز اتم نیک کاروں کے بلا شلہ ہوئے گئے۔ رب تعالیٰ نے یہاں تو نماز کا مذہبیان فرمایا اصل مشکلات دوسری تھیں کہ اس کا کلام بتایا نہی عن المنکولات یعنی نماز بے خیالی اور بے ہوشی سے نہ کہ دینی ہے۔ یہ تمام فائدہ اس نماز کے ہیں جو صحیح نماز ہو نماز کے جسٹنی اور کھن تو نماز کا کاتب اور مدعا چاہیے ہیں دل کا حضور اور شمع اس کا قلب ہے۔ اگر کوئی نمازی بدکاریوں سے نہیں بچتا اس کی مشکلات حل نہیں ہوتیں تو قرآن کی ان آیات کا تکرار نہ کرے بلکہ اپنی نماز کو مکمل درست کرے بلکہ حضور و شفیع ہوتا ہے مگر جبکہ پلور آ رہی ہو۔ لیکن اگر کسی کو نماز میں حضور میسر نہ ہو تو وہ نماز پھوڑ نہ دے بلکہ پڑھے پڑے اور دعا کرے نکلیوں کی وجہ سے کھٹکتا پھوڑ دے کبھی تو رب تعالیٰ کرم کرے گا۔

مبروہ صلوۃ : مبروہ حقیقت یہ ہے کہ قوی کسی سخت کام میں دل پر کدورت نہ آئے تو اسے اور اگر ابھی چلتے تو اس کی ہڈیوں نہ کرے اور کام کو سخت نہ جانے اس کی دو قسمیں ہیں۔ مبروہ اور مبروہ نفس۔ مبروہ دل یہ ہے کہ رہنا مولائے کے لئے سخت محنت برداشت کرے۔ روانہ تھوڑے حج سہوی کے موسم کے وضو وغیرہ کی سختی پر خیال نہ کرے یا بدنی امراض پر رب سے ناراض نہ ہو۔ علاج خود و عیالاف مبروہ نفس۔

مبروہ نفس : یہ ہے کہ نفس کو اس کی مجاز خواہشوں سے روکے۔ اس کی سبھی قسمیں ہیں اور ہر قسم کا علاج نام ہے۔ مبروہ شرمگاہ کی غلط خواہش سے روکنے کو محنت کہتے ہیں بلکہ وہ نفس کی ہوس سے باز رہنے کو قناعت اور معیت میں قناعت کرنے کو مبروہ علی تو نگری میں خود تکبر سے بچنے کو حوصلہ جلا کلام میں قائم رہنے کو شجاعت اور غصہ میں آہستہ میں رہنے کو علم اور زبان سے کسی کار از عاقل نہ کرنے کو رانداری کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ کسی کی سوجھ بوجھ آنکھ سے آنسو سٹپا چوکار تک بدل جائیگا مبروہ کے الفاظ پورے مبروہ نفس۔ حضرت خاتون جنت عاتکہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور پاک کی وفات شریعت پر بے شمار آنسو بھی بہائے اور کچھ الفاظ بھی فرمائے مثلاً اپنے میرے والد آپ جنت میں پہنچے ہیں میرے والد سہوی آنکھوں میں آنسو بہا کہ لے اس حسد سے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر پاک میں ملا دیا (مٹا دیا) (مٹا دیا) (مٹا دیا) وہ صابریں کی سوار ہیں بلکہ کپڑے پھاڑنا ہل نہ جاتا منہ پر چھینٹا دنا رب کی شکایت کرتا ہے مبروہ یہ بھی یاد رکھو کہ خاص معیت کے وقت برداشت کہ مبروہ ہے۔ مبروہ اور بے قراری سے تھک کر خاموش ہو جانے کا نام مبروہ نفس بلکہ قناعت ہے اور نہ اس پر مبروہ کا ثواب۔ خیال رہے کہ مبروہ کے قین در ہے ہیں۔ معیت میں مبروہ کی ملاحت پر مبروہ معیت سے مبروہ معیت میں مبروہ ہے مگر کی فریاد واری بیٹ کر نفس کو مہلت پر قائم رکھنا کہ وہ نہ زنی گری۔ عیش و غلی میں وہ لڑکھاپ سے نہ نہ ملاحت پر مبروہ جب سالہ اوری اور دنیا کی وسعت آئے اور گناہوں کے ست مواقع ملیں اس وقت نفس کو گناہوں سے

یہ کام صحت سے میرے ساتھ ہی میری ہی ایک چیز ہے۔

میرے ساتھ : میرے ساتھ ہے۔ اس کے لیے شکر خدا کی اور فائدہ ہیں جن میں سے کچھ عرض کے جاتے ہیں۔  
 (1) قرآن شریف میں 70 یا 75 کہ میرے ذکر فرمایا۔ (2) اور عبادت پر واجب مقرر ہے مگر میرے نہیں بلکہ اس کا واجب ہے اور اللہ ہے  
 جو کہ وہ میں بھی خاص میرے ساتھ ہے۔ اس نے لایا کیا کہ وہ میرے اس کی 2 میں ہی میں گلا دیتا۔ (3) ساری  
 عبادتوں کی 2 حصے اور میرے کا واجب اور بقیہ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے (4) وہ میں ہے کہ اگر تم میرے کو  
 پہنچائیے جو کہ لڑنے بھیج کر تمہاری مدد کریں گے (قرآن کہ تم)۔ (5) میرے اور میرے کی خاص رحمت ہے۔ (6) میرے صفت ایمان  
 ہے (حدیث) کہ وہ کہ برائوں سے بچا میرے اور عبادت کرنا شکر بلکہ حضرت علی اور عہدہ کن مسجد فرماتے ہیں کہ میرے  
 ایمان ہے کہ وہ کہ شکر بھی میرے ایمان (منہ)۔ (7) میرے استقلال اور عہدہ قادی حاصل ہوتی ہے جو کہ گاہی ہی کہندے کہ  
 ہے میرے میرے ہے کہ ہائی اور ہے قراری ہو جاتی ہے جس سے اتنے پلاں پھیل جاتے ہیں کہ وہاں جاتے رہتے ہیں۔ محل کو  
 جاتی ہے اور ہے جاتے کام جاتے ہیں۔ (8) ہفتہ کتبہ ہے کہ جس کی نصیب کئے اس کی خاطر تکلیف بھی ہوا دشت  
 کہ ہے کہ ملک کا گھوڑا گھوڑا اور اس کی مدد بھی کھیلتا ہے۔ میرے ایمان جاور سے بدتر۔ (9) نصیب میرے ہمارے کا  
 ایمان ہے جو کہ وہاں ہاتھوں میں رہتی رہتا ہوتا تھا بلکہ ہمارے اور جو نصیب میں رہتی نصیب میں ہمارے ہے اور ہمارے کا  
 ہمارے نصیب میرے کتبہ ہے۔ (10) میرے ساتھ ہوتا اور لایا ہے۔ اور ایمان علیہ السلام نے اپنا ہلال خیرات کر کے اپنے فرزند کو فدا  
 کر کے تھوڑی آگ میں اپنے کو بچا کر میری مثل قائم فرمادی۔ میرے علیہ السلام نے سخت بیماری ہوا دشت فرما کر سری مثل  
 قائم کی۔ ہمارے علی علیہ السلام نے کھڑے کی سختیں جھیل کر طائفہ ہلال کی سختی ہون کو دعائیں دے کر گزشتہ صوبوں پر  
 رہتی فرمادی۔ سلام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کرنا میں اپنے بچوں کو سامنے فدا کرنا کہ تمہیں وطن کا رونہ رکھ کر سامنے  
 ملے، مگر چلا کر اس آیت کریمہ کی قیامت تک نہ مٹنے والی تعمیر کردی۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی نصیبوں میں جن عزت کے  
 واقعات سامنے رکھ کر میرے کر لیا کر۔

حکایت : ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ لایا ہوا تھی ہر سار ہیں اور لڑنے میں دشواری سے ان کا ہوس نکلا جا رہا ہے کہ وہاں  
 ہر دیکھا کہ لایا ہوا جس کے ہاتھ میں گئے میں ہواں کھڑے اور ساتھ میں دو گویا کی نظر ہے۔ چھ لایا ہوا کیا ہوا رہ گیا۔  
 اس کے بعد لایا ہوا و قلم من قلم کا ہوا اور قلم من قلم کی جگہ گری سندھ پہنچتے پہنچتے۔  
 رہتی ہیں ہم اسی میں جس میں میری رضا ہے

ان غلوں سے سلطان محمد لایا کہ ہمیں گیلان کو غزوہ۔

حکایت : ایک دفعہ لایا کہ محمد نے کوئی کڑوا پھل کھانے کو دیا۔ اس نے بہت مزے لے کر کھلیا۔ لوگوں نے کہا کہ پلوں کا ہوا  
 ہے جیسے کڑے پتے کی تیز نیش۔ کہا پھل دیکھو ان کے ہاتھ سے آیا تھا جس نے پہلے ملا نہیں کھائی ہیں۔

میرے شکر : حق ہے کہ میرے شکر سے اہل ہے اور صابر شاکر سے افضل چند دیکھوں سے۔ ایک یہ کہ شکر جزا دہی  
 نصیب ہے لکن شکر ہم لا نصیب اور میری جزا بقیہ قادی اور ظاہر ہے کہ بتاؤ میں میں فرق ہے انہی کا میں ہے



قائم ہے : اس کتب سے معلوم ہوا کہ غیر مذکورہ کی بدولت جانتے ہوئے کچھ لوگ صیغہ نفاذ سے بدولت کا حکم ہے حالانکہ یہ امر بے اصل ہے۔ وہ سر لقا احمد : خاص ضرورتوں کے وقت فرض نمازوں کے علاوہ بھی اور نماز میں بدعتی باتیں جیسے کہ گد میں نماز استسکام اور مصیبت میں نماز علاج۔ تیسرا لقا احمد : جب صیغہ نفاذ کے کتب سے متعلق اسان کو کئی چیز تو پڑھیں گے تو اصل اور حق کی باتوں سے بھی اسان کو کئی چیزیں کہ ابھری صیغہ نفاذ سے جن کی باتیں زیادہ قبول ہیں اور وہ طبعاً مقبول ہیں۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ لفظ صابریں کے ساتھ چلو رہے کے لئے ساتھ جانے کے پیچھے ہونا ممکن نہ تھا۔ بلکہ یہ پاک ہے۔ جو لبید اس سے مراد ہے لفظ کلیم لور اس کی رحمت ان کے ساتھ ہے یہاں مراد سے مکمل مراد نہیں۔ دوسرا اعتراض : تو کیا رہنمودوں کے ساتھ نہیں۔ جو لبید اس سب کے ساتھ ہے کلموں کے ساتھ نہ ہے۔ مگر مسلمانوں کے ساتھ رحمت سے صابریں کے ساتھ خاص رحمت ہے۔

تفسیر صوفیانہ : ایمان کا قسم کہ جو کہ کر لور سن کر میں چلی یعنی نہ کھلاو نہ کھلیں مرلو ہے یعنی اسے دلو گو جو میری بارگاہ میں پہنچ کر میں ایمان لا چکے۔ تم میری کبریائی اور عظمت کی خشک پا کر صبر کرو کیونکہ یہ مدت و شوالہ مقام ہے لور اس صبر کے لئے مشکل مشابہہ لائی نماز کی پادری کرنا جس میں سمجھو کے مشابہہ پر مجبور حقیقی لور اور میں جائز کا تجلب ٹھہر چکا لور خیال رکھنا کہ لفظ لور صابرین کے ساتھ ہے جو تجلیات الزوار فی جہل نسبی کی کہ مننا آسان لور مشابہہ مشکل ہے (از ابن عربی)۔ نیز زوار کی جلی اس گھر میں ہوتی ہے جو ایثار سے خلل ہو۔ وہاں وہلی کی بجائش نہیں۔ ہر گز صابر کللہ نہ لور قوم ہونے سے ایک دم خلل ہے لور وہ فضا سے بے خبر ہے اس لئے وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ بے صبر کے دل میں دندنی سن جو غم کی پلییدی موجود ہمارے یہ عزت کیو مگر حاصل ہوا اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کللہ جلیار کے قتل ہو تو لور صبر کے جھانڈے اسے صاف کرے مگر نماز کا پانی کا پڑھو دے تاکہ گرد و لہار دینے جلے لور پھر فکر کا فرش پچائے جس سے گولب بجائے تو کیا تعجب کہ محبوب کرم فرمادے (از مدح الہیان)۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تمام مشکلات کو صبر و نماز آسان کر دیتے ہیں مگر وہ توں خود بھی تو مشکل ہیں انہیں کین آسان کرے بخار کڑی دوا سے جانا ہے مگر کڑی دوا بہت میں کیسے جلے اس کا پوتا کیسے آسان ہو فرماتے ہیں انہیں آسان کرنے والی تین چیزیں ہیں۔ اول شوقِ تہل یعنی وہب کے غلاب کا خوف۔ اس کی نشتوں کا شوق۔ اس کی خشک پا اس کے حبیب کے شوق کا ذوق ہر قسم کے صبر کو بھی آسان کر دیتا ہے لور نماز کو سہل بنا دیتا ہے۔ وہب فرماتا ہے

و انھا لکھرة الا علی الصالحین بطون انھم ملقوا وہم جب گنہ کرنے یا نماز پھرنے کو دل چاہے تو غور کرو کہ کیا تم وہب سے بچ سکتے ہو یا اس کا غلاب جھیل سکتے ہو جب یہ دونوں کام نہیں کر سکتے تو مصیبت سے صبر کرو ایک بزرگ ہر نماز کے بعد اپنے نفس سے غن غلاب کرتے۔ اے نفس اگر تو رب کی اطاعت نہیں کرتا تو رب کی دوزی بھی نہ کھا سکا

نوکر نکلوا کا مستحق نہیں اگر تو رہی۔ یہ تھا میں تو وہ سرلوب تلاش کر لے اگر لگنے کی صحت کرتا ہے تو وہی جا کر گنہگار حلالہ رب کے فضل میں نہ ہو۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ یہی میر کے ساتھ زکوٰۃ و خیرات کا گنہگار ہے۔ صرف لفظ کا کرنا نہ چاہو کہ ایک یہ کہ ساری چیز ہلاتی صرف لڑائی ہی ہے مگر لڑائی کے لئے لڑائی و عرش ہر جگہ کہ فرشتے رکوع و کعبہ میں مشغول ہیں چو کہ لڑائی میں فرشتوں کی مصلحت بھی ہے اس لئے اس میں فرشتوں کا اثر بھی ہو گا یعنی بے غمی و سرے یہ کہ دھیمان ہندوین سے رنگ و غم بھول جاتے ہیں لڑائی میں ایسا دھیمان ہوتا ہے کہ فتنہ عرش کی سر کر کے وہ سب سے ہٹا دی کی لذت پاتا ہے اور اگر بعضی لڑائی صیب ہو جائے تو بے نصیب جس میں ہندو گئے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو عسری مور توں کو دھیمان جب حسن و سنی میں جم گیا انہیں ہاتھ کٹنے کو وہ عسوس نہیں ہو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُفْسِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالٌ بَكْرٌ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ

اور نہ کہو کہ جو فاسد کن کے ہو مل کئے جائیں یہ راستے اللہ کے مرنے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور

اور جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں

لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۰﴾

لیکن انہیں شعور رکھتے تھے

انہیں شعور نہیں

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں میری عظمت کو کرنا صلیب صلیب (شہداء) کے درجات کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں ہر میر کو کرنا وہ میر خاص یعنی شہداء کا تذکرہ فرمایا گیا۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں لڑائی کا حکم قرار دیا گیا کہ کبھی لڑائی ہمارے لئے جملہ کی ضرورت پڑتی ہے جس میں مسلمان شہید بھی ہوتے ہیں لڑائی شہداء کی عظمت بیان ہوئی یعنی جینوں میں میر لڑائی سے مدد لو اور اگر لڑائی کے لئے جملہ کرنا پڑ جائے اور مسلمان اس میں شہید ہو جائیں تو انہیں شہداء کو۔ چوتھا تعلق : پہلے فرمایا گیا تھا کہ یہ لوگوں کے ساتھ لڑائی ہے اب لڑائی رہا ہے کہ ان صلیب میں بعض لوگ بھی ہیں جو نہ شہداء کی یادگار لڑائی کے حضور حاضر رہتے ہیں یعنی میر کی ایک عظمت پہلے بیان ہوئی تو اب دوسری اب

شہداء زندہ : جیسے کہ میں مسلمان صرف 31 تھے اور کفار تقریباً 1000 مسلمان تھے اور کفار کا ساتھ مسلمان ہے شہداء۔ نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کوئی ہوئی اور کفار کو شکست فاش۔ اس جنگ میں 14 مسلمان شہید ہوئے۔ 6 مہاجرین۔ (1) حمید ابن حارث ابن عبدالمطلب۔ (2) عمر ابن ابی وقاص۔ (3) ذوالشمالین۔ (4) عمر ابن عبد۔ (5) مامر ابن مکہ۔ (6) جرجین عبد اللہ۔ اور آٹھ انصاری۔ (1) سعید ابن شمہ۔ (2) قیس ابن عبدالمطلب۔ (3) زید ابن حارث۔ (4) تمیم ابن عامر۔ (5) رافع ابن مصلی۔ (6) حارث ابن سرفہ۔ (7) معز ابن عطاء۔ (8) عوف ابن عطاء اس کے بعد مسلمان تو کہتے تھے کہ کفار مسلمان جنگ میں مرے اور لوگ اس جنگ میں مرے اور کفار منافقین کہتے تھے کہ یہ ایسے دغاوائے ہیں کہ تو نے اور ہے سو مسلمان



حقیقت اس عالم میں زندہ ہیں اور انہیں رب کی طرف سے رزق ملتا ہے اور جنت کی سیر بھی کرتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے ﴿وَلَوْ لَوْنٌ لَّوَحْنٌ مَّا أَتَاهُمْ إِلَّا مِنْ لَدُنْهِ﴾ حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز نمودوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہیں کے یوے اور نعمتیں کھاتی ہیں (جلالین اور خزائن المصنفین) اور سر ہے کہ وہ نمودوں کی طرح ہیں کہ ان کا قالب جلدی رہتا ہے کہ جب تک وہیں قائم ہے اور جلد جلدی ہے انہیں قالب مل رہا ہے کیونکہ انہوں نے دین پر جان بوی اور شلالت کا طریقہ جاری کیا۔ تیسرے یہ کہ ان کی روحوں کا خاکی جسم کے ساتھ قوی قسط ہے کہ یہ جسم نہ سڑتے ہیں نہ گتے۔ پہلی دو صورتوں میں تو حیات سے مدد ملتی زندگی مر رہے اور اس صورت میں جسمانی بھی اور یہ جیوں ہی درست ہیں کہ ان کی تائید قرآن و حدیث سے ہے وہ ہر لحاظ سے زندہ ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ولکن لا تصفون ہمیں ان کی زندگی کا احساس نہیں اور ان کے پیش و معاش ہمیں نظر نہیں آتے۔ یعنی ان کی زندگی کامل ہے تمام احساس کے لحاظ سے فرق ہے کہ پہلی زندگی ہمیں نظر آتی تھی یہ نظر نہیں آتی نیز پہلے انہیں دنیوی مسکن اور رزق کی ضرورت تھی۔ اب وہ اس سے بے نیاز ہو چکے۔ اس لئے ان پر ظاہری احکام نمودوں کے سے جاری کر دیئے گئے کہ ان کی میراث تقسیم ہو گئی اور ان کی بیویوں کا نکاح وہ نمودوں سے جائز ہو گیا کہ یہ چیزیں ظاہر سے متعلق تھیں جیسے کہ جب سوار نے گھوڑا بیچ دیا تو اس کی دین و غیو بھی طیبہ کر دی اور جب تاجر نے دکان نہ کر دی تو ہنڈو ترانہ سے بھی بے نیاز ہو گیا کیونکہ اس کا پیلا جمع کیا ہو لالہ ہی کیا کہ ہے کہ لب کلمے کی مشقتیں برواشت کرے۔ خیال رہے کہ تصفون شعور سے بنا جس کے معنی ہیں ظاہری احکام سے احساس اور میل علم کی نفی نہیں کی گئی بلکہ احساس کی کچھ۔ خصلت عقلی ہر مسلمان شہداء کی زندگی کو چاہتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اگرچہ دیکھ نہ سکے۔ نیز اس میں عام لوگوں سے خطاب ہے ورنہ انبیاء و کرام اور خاص اولیاء اللہ ان کی زندگی دیکھتے بھی ہیں بلکہ ان سے ملاقاتیں اور گفتگو کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں جو لوگ میرے قول و روئے میں ہیں۔ یعنی اللہ کی راہوں میں قتل ہو کر شہید ہو گئے انہیں نمود کہو۔ وہ وہی طرح زندہ ہیں لیکن ہمیں ان کی زندگی محسوس نہیں ہوتی۔ رب نے یہاں تو شہداء کو مردہ کہنے سے روک دیا۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَلَا تَحْسِبَنَّ الْمَيِّتَ لَمْ يَكُنْ حَيًّا﴾ شہداء اللہ امواتا شہداء رلواؤہ کو مردہ گھو بھی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی زندگی ایسی جتنی ہے کہ انہیں مردہ گھناور کہنا بھی گناہ ہے نیز سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہوں میں بہت گنجائش ہے جو بھی دین سے رکھتے ہوئے کہنے کے لئے نہ کہتا ہے وہ شہید سبیل اللہ ہے لہذا اگر کفار ان عہد قرآنی گائے دودھ پاک و غیو کو نہ کھاتے تو شہداء کی زندگی سے جنگ کر کے نہ لہا لے تو شہید ہے ایسے ہی اگر مسلمان کفار کے حکم چلے کریں اور اس میں کچھ مراعات تو شہید سبیل اللہ ہیں کیونکہ وہ بھی اسلام پھیلانے کے لئے اور دینی رکھتے ہوئے کہنے کے لئے جا رہے ہیں۔ مرزائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ لب جلد منسوخ ہو چکا اور جب جلدی قہار بھی حملہ کفار کو دفع کرنے کے لئے قہار کہ ان پر حملہ کرنے کے طریقہ پر مگر محض غلط ہے نہ تو لب جلد منسوخ ہوا ہے اور نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔ نیز سولہ جنگ بعد نور خندق کے باقی تمام غزوات میں صحابہ کرام ہی نے کفار پر حملہ کیا لہذا اللہ جل و اعلیٰ پوری بحث مع اس کے فوائد کے آیات جملہ میں کی جائے گی۔

## شہید اور اس کی زندگی

شہید کے معنی لور و چہرہ : شہید کے لفظی معنی حاضر گو گو کے ہیں مگر عرف میں شہید وہ مسلمان ہوتا ہے جو ظلم و ستم سے جان بچانے کے لئے جان قربان کر دے۔ اس کو شہید کہنے کی چند وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ دیگر مسلمان قیامت کے حساب کتاب سے فارغ ہو کر جنت میں پہنچتے ہیں اور اس سے پہلے ان کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے مگر شہید مرتے ہی جنت میں حاضر ہو جاتا ہے اور وہاں سب سے پہلے بھی کھانا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے ہر گز اللہ تعالیٰ میں حاضر کر کے فرمایا جاتا ہے۔ تیسرا کہ وہ عرض کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھی جہنم کی لذت چاہوں۔ چہاں بھی ہو تاکہ ہم ایک سہارا بنا کر پھر نہیں آئے۔ (شہید معنی حاضر) تیسرے یہ کہ عام مسلمان قیامت میں گزشتہ دنیا کے گناہوں سے گھر گھر شہداء سرکاری گولہ جیسے کہ اب بھی بعض مقتولین میں خلیفہ پولیس یا ڈاکٹر وغیرہ سرکاری گولہ ہوتے ہیں یا دنیا میں ہوتی مسلمان تو اپنی زبان، قلم و قریب سے حمایت اسلام کی گواہی دیتے ہیں مگر شہید اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا ہر قطرہ خون کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (شہید معنی گولہ) ہوں تو جو بھی ظلم و ستم سے شہید ہے یہاں تک کہ اپنے دل لولہ آمد کی حفاظت میں قتل ہوئے والا بھی شہید۔ مگر شہید فی سبیل اللہ وہ ہے جو دین کی حفاظت میں جان کی قربانی دے۔

شہید دو قسم کے ہیں : (1) شہید فقی (2) شہید حکمی۔ شہید فقی وہ ہے جو مسلمان عاقل بالغ لور ظاہر ہو پھر ظلم و ستم سے جان بچانے یا دینی ہو کر بغیر دینی آرام لئے مر جائے اس کو نہ قتل دیں گے نہ کفن بلکہ انہی خون آلود کپڑوں میں لٹا کر پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا شہید حکمی وہ جن پر اگرچہ قتل کے یہ احکام جاری نہیں مگر آخرت میں ان کو درجہ شہادت ملے گا جیسے جل کر ڈوب کر طلب علم و قریب میں مرنے والا۔

شہادت کے مراتب : شہید کے مرتبے بڑے درجہ ہیں۔ (1) شہید کو نبی سے بہت قرب حاصل ہے کہ خبری کی نیند وضو نہیں تو زنی لور شہید کی موت غسل میں توڑتی۔ (2) نبی کے فضائل شریف امت کے لئے پاک لور شہید کے جسم کا خون پاک یعنی اگر نبی کا شہید شریف یا شہید کا خون کپڑا کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں پاک نہیں (3) نبی بعد وقت زندہ ہو (مکتوبات باب الجمع) شہید بھی بعد وقت زندہ (4) نبی کو بعد وقت رزق الہی ملتا ہے (مکتوبات باب الجمع) لور شہید کو بھی (قرآن شریف) (5) شہید سوالات قبر سے محفوظ (6) شہید کا گوشت خون زمین نہیں کھا سکتی۔ (7) شہید دنیا سے گناہوں سے پاک ہو کر جاتا ہے گویا آج ہی ملے کے جہنم سے پیدا ہوئے۔ (8) شہید موت سے پہلے جنت کی لذت لیتا ہے۔ (9) شہید 70 آدمیوں کی حفاظت کرے گا۔ (10) شہید کامل و رزق قیامت تک جاری رہے گا۔ (11) شہید قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا بلکہ بیماری جلا کرنے والے کی ایک لٹا 500 کے برابر لور ایک درم کی خیرات 700 کی مثل (در عللہ شامی) نیز شہید کے مرتبہ ہیں جیسے فقی سپاہی سلطان کو پیار کرے وہ اپنی جان سے سلطنت کی حفاظت کرتا ہے ایسے ہی فقی و شہید رب کو پیار کرے اس نے اپنے خون سے دین الہی کی حفاظت کی۔ (12) جیسے ظاہری بادشاہوں کے مختلف محلے ہیں لور ہر محلے کے بادشاہ کا لکڑی و قریب علیہ

شہید کی زندگی : روح الہیہ نے فرمایا کہ انسان میں دو حصے ہیں ایک روح لطیف جس کا مقام ہلکا ہے اسی سے زندگی قائم رہے دوسرا روح حیوانی جس کا مقام ہلکا ہے جس سے ہوش و حواس برقرار۔ روح حیوانی سونے کی حالت میں نکل جاتی ہے اور روح لطیف بدقت موت خارج ہوتی ہے یعنی روح حیوانی کے نکلنے کا کام خیر ہے اور روح لطیف کے نکلنے کا کام موت ہے۔ اگرچہ نیک کی حالت میں روح حیوانی جسم سے نکل کر عالم کی سیر کرتی ہے اسی سیر کا کام طریقہ ہے مگر جسم سے نکل بھی اس کا نکلنا یہاں رہتا ہے جیسے کھل کے غن کا پتہ وہاں سے کہہ دیتی ہو کسی نے جسم کو پتہ لگایا یا پھر انور اسی روح کو خیر ہوئی اور انور اگلا اگر جسم میں داخل ہو گئی خود سوئے ہو جگ گیا ہے یہی روح موت روح فانی کا پتہ نکل جسم سے جاتی رہتا ہے کہ وہ کئی قبر یا جگہ کے لئے آئے روح کو خیر ہو اس سے ان کا سلوک ہو گا کہ سوئے ہو تو صبر کی طاقت ہے نہ جسم کی۔ صرف صبر کے نکلنے سے روح جانے کا کام ہے لہذا روح جس جسم کی ہو وہ شئی نہیں کرتی اس لئے کہ موت جسم کی سرحد ہے۔ مگر وہ کچھ نکل جاتی رہتا ہے اس لئے قبر میں نیک کھڑے کے جسم کو اور بد کھڑے کے جسم کو کھل دیا جاتا ہے اور روح جس کا احساس کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریفہ میں ہے کہ قبر یا جنت کھلے یا اندھ کھندہ۔ پھر بھی خیال رہے کہ روح جسم لطیف اور فانی ہے جس کا کام مقام قبول یا ملے ہے مگر یہ سارے جسم میں ایسے پھیلی ہوئی ہے جیسے کوئلہ میں آگ اور گلاب کے پھل میں عطر اور مادہ موت سرایت کی یہ کیفیت نہیں رہتی بلکہ جسم سے باہر رہ کر اس کا تعلق رہتا ہے۔ جیسے بدشاہ کا رعایا سے جس پر کچھ لیا تو گلاب سمجھو کہ نبی کی ہمدانی زندگی عالم لوگوں سے مستدام قوی ہے کہ ان کا جسم کھلے سے محفوظ اور ان کی کھل اور ان کی دوسری تقسیم اور طرح کے قتل میں اور ان کی حدود میں جان میں ملا کھل سیر فرماتی ہیں۔ اس میں زندگی کا کام لوگوں کو احساس نہیں اور ان پر شریعت کی تکالیف ظاہر ملتی نہیں یہ سب ظاہری سمجھو ہے۔ سونہ حقیقت میں وہ حضرت ملائیں بھی پڑتے ہیں اور اگر گھر میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ شب معراج آگے و پیچوں نے حضور کے پیچھے بیت المقدس میں لڑا لڑائی۔ جہاد و جہاد میں گزشتہ و پیچوں نے بھی جگہ کیا جس کی حضور نے خبر دی۔ انشاء اللہ اس کی پوری بحث معراج کی آیت میں کی جائے گی۔ خیال رہے کہ انوار مطہرات کا سلسلہ ان کی میں ہر چار چار ہر دوپ کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام شریعہ کے لحاظ سے اسی لئے ان سے ہر طرح ان کی لڑائی سے مسلمانوں کا نکل اور سب دیکھو حضرت لوط و زینب و کلثوم سے یہ حضرت خدیجہ انکھری کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت علی عمو العباس عثمان غنی کے نکل ہوئے۔ نہ انہیں مسلمانوں کی میراث ملے نہ مسلمانوں کو ان کی میراث معلوم ہو اگر وہ حضرت لوط علی سے نکل مگر شریعت میں ان میں نہیں۔ حضور انور کی وفات کے بعد ان سے نکل اس

لئے حرام ہے کہ حضور انور زید ہیں یہ حضرات وہ نہیں اس لئے حضور انور پر اندراج طہرات کا فرقہ نکلتا ہے وہ حضور کے  
پہلو سے ہر مسئلے سے لڑا ہو گا یہ میراث نہیں کیونکہ زید کی میراث نہیں بنتی بلکہ فقہان دینیت ہے اسی لئے رب نے فرمایا  
ولا تکتھبوا ازواجہ من بعدہا ایماذیکو حضور انور کی وفات کے بعد بھی بیویوں کو حضور کی اندراج فرمایا گیا معلوم ہوا کہ وہ  
زید ہیں۔

اس کی اندراج سے ہمارے لئے  
اس کا ذکر ہے ہر مسئلے میں  
میراث تو سب کی ہے زید ان کا  
جسم پر نور بھی مدخلی ہے

اس لئے فقہانہ جہ کی ہر مسئلہ پر حرام نہیں رہا ہے لہذا ان امتیازات و امور حکم و احکام جملہ۔ اگر فقہ کا  
بھی نکلے اور سب سے بہتر مطلق و مطلقاً بلکہ معہ ہر مسئلے میں اس آیت سے ہر طرح حیات اتمی ہے۔ نیز کہ "کون"  
لہذا ان سب سے حیات اتمی کا ثبوت ہے۔ معہد رسول اللہ کے معنی ہیں ہر مسئلے کے رسول ہیں۔ اگر آپ عام  
لوگوں کی طرح موت پانچے ہوئے تو کما جائے اللہ کے رسول تھے۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام قبض مدح و عرصہ تک لہذا کفرے  
رہے سو ایک نے جب ملا علی کمالی تب آپ کی وفات کا یہ لگا جسم شریف نہ گانہ غراب ہو رہا ہے لہذا اس من  
اور ملنا الہک من رسلنا۔ اجعلنا من دون الرحمن اللہ بعدون لگے رسولوں سے پرہیز کہ ہم نے جوئے  
مجبور تھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وفات یافتہ رسول زید بھی ہیں ان سے مقبول رہے ملاقات و گفتگو بھی کر لیتے ہیں وہ دنیا کی میر  
بھی کرتے ہیں۔ ان سے کل سے حیات انبیاء حیات شہداء حیات اولیاء و غیرہ ملی ہے۔

شہداء کی زندگی : اس درجہ قوی تو نہیں مگر ہر بھی عام مسلمانوں سے بدرجہ قوی۔ اس لئے ان کی میراث و تقسیم ہوتی ہے  
اور ان کی رسل و رسل سے لکھ کر سکتی ہیں مگر یہ ملائکہ کی طرح لطیف جسموں کی شکل میں جن کی میراث بھی کرتے ہیں اور عالم  
میں تصرفات بھی۔ خیال رہے کہ دینی زندگی تو بلا لگ کے مقابلہ میں ایک خیال ہے اور دینی زندگی حشر کی زندگی کے مقابلہ  
میں خواب و خیال یعنی مرے کے بعد دینی و فطرت طوالب کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور وہ کھلتے ہیں کہ میں سو کر انوار و شرف  
میں برائی ملکات طوالب و دینی ملکات طوالب کے اندر خواب معلوم ہوں گے لہذا انہما اولیاء و شہداء کہ وہ ملکات طوالب جن  
میں کائنات مدخلی ہے نہ کہ اس جسم سے نور و حشر مع جسم ہو گا اور یہ ملکات طوالب حشر کے معلوم ہو گا اور حرام حشر سے  
پہلے نہ جسا وہی۔ انہیں نہ دوماً بلکہ دار سے جنت کو دیکھتے ہیں پھر انہما اولیاء و شہداء کہ اس ملکات طوالب میں بھی ایک بڑا فرق ہے  
جسے کہ ان خوابوں میں لڑے۔ ہم لوگ طوالب میں اگر کچھ کھائیں یا پینیں تو اس کی لذت تو محسوس کرتے ہیں مگر صبح کو بھوکے اٹھتے  
ہیں اور دیکھتے ہیں کہ طوالب میں کھاتے پیتے ہیں اس کی لذت بھی ہوتی ہے اور صبح کو سیر اٹھتے ہیں۔ اس لئے مدینہ پاک میں وہ آمد  
ہوا و طعمی دینی و مصلحتی لگے میرا آپ کھانا پانا ہے۔ حتیٰ کہ بعض خاص اولیاء و شہداء کرام کے قدم پر ہیں۔ ان کی  
مدینہ ہے کہ انہوں نے طوالب میں کچھ کھلایا۔ صبح کو اس کھانے کی خوشبوؤں کے منہ میں حتیٰ اور حکم میرے مکران کے لئے ہے  
کبھی ہو گیا ہے اور نبی و رسل سے لہذا شہداء کی زندگی اس معنی میں تو جنتی بھی ہے کہ ان کا جسم گئے سے محفوظ اور بلی بھی  
سے مدخلی ہے فرق یہ ہے خیال میں رہے کہ اس سے بہت سے امتزاجات اللہ جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ کوم علیہ السلام کا

جسم میں پہلے روح حضور کا جسم معراج کی رستہ میں جا رہا ہو جس علیہ السلام کلاب بھی وہاں روٹلیہ ٹوٹا ہے کہ جس میں اس کی روح سرور جسم ہے جیسے کہ طائفہ کلاب تمام۔

اہلری تحقیق : زندگی کی تین قسمیں ہیں اور اس کے متعلق موت کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک زندگی جس جو محسوس ہو اور اس کے متعلق موت جس جو بظاہر معلوم ہو۔ اسی لحاظ سے فرمایا گیا انک موت وانهم مستون میں موت سے جس موت مرلوہ جو بظاہر دیکھنے میں آئے اور جسم ہے جس و حرکت نظر آئے دو سرے زندگی حقیقی جسے روح کی زندگی کہ وہ جسم سے جدا ہو کر بھی برقرار ہے اس کے متعلق موت حقیقی ہے جیسے کہ قیامت کے دن جاویدوں کو آپس میں بدل دلا کر فنا کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا "کوہوا قواہا" مٹی ہو جاو اس دن ان کی روح جس عی قائم رہے گی۔ تیسرے زندگی عکسی جو دیکھنے میں نہ آئے مگر اس پر زندگی کے بہت سے احکام جاری ہیں جیسے انبیاء کرام کی ولایت کہ اس پر بہت سے احکام شریعہ جاری ہیں مثلاً سمیراٹ قسم نہ ہو مگر ان کی بیویوں کا مردوں سے نکاح نہ کرے وغیرہ اور کچھ موت کے احکام بھی جاری جیسے کفن و دفن، نماز جنازہ وغیرہ اور جیسے کہ شہداء کی موت کہ جس پر بھائے جسم اور حلقے رزق وغیرہ کی زندگی کے احکام جاری اور دفن و نماز جنازہ موت کے احکام اس کے متعلق عکسی موت ہے کہ وہ بظاہر زندہ ہو مگر اس پر موت کے احکام جاری ہوں۔ جیسے مرد کہ وہ چلا پھرنا نظر آتا ہے مگر اس کمال حکم ملکیت سے نکل چکا اور دیوی نکاح سے خارج نکاح میں حاصل سے حیات عکسی مرلوہ ہے نہ کہ جس یاہوں کو کہ فی اور شہید کی روح جسم سے علیحدہ کر دی جاتی ہے سرکار فرماتے ہیں۔ طانی امورہ مقبوض مگر اس قبض روح کے بعد خود ان کی حیات باقی رہتی ہے۔ لہذا انک موت میں قبض روح مرلوہ اور ہل احیاء میں دی باقی رہ جاتی ہے حیات جیسے کہ حق مرد کے موقع پر حضور کمال نکل لیا گیا مگر حیات باقی رہی۔ خیال رہے کہ قبض روح موت نہیں بلکہ جب موت ہے وہ سکا ہے کہ سب ہلا جائے اور موت نہ آئے۔ خیر اس صفت کلام ہے جس سے ظم مودر اکوہ وغیرہ قائم ہے لہذا انبیاء شہداء مقید فی ہیں مگر نہیں اسی لئے بعد ولایت ان کے جسم گئے نہیں کہ روح کا قتل ان سے قائم ہو کہ کسی کا ہاتھ سوک جائے تو سوزا نک نہیں کہ روح کا کچھ قتل اس سے قائم ہے فرماتے جیسے اہلری غیر میں روح سلطان کل ہائی ہے مگر وہ قاتل نہیں ہوتے اس لئے ان کی غیر پر بعض احکام تو غیر کے طاری ہوتے ہیں تخلیق نہ کرنا مثلاً میں لہذا ہلاک ہو اور بعض احکام بہ اہلری کے جاری جیسے وضو نہ لونا طوٹ کاجی اہل ہوا مٹی کہ ان کے طوٹ سے احکام شریعہ منسوخ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے طوٹ سے منع فرما دیا اور اسی طرح اہلری موت میں روح میوئی جسم سے نکل بھی جاتی ہے اور ہمارا جسم ہے جان ہر کہ سڑک بھی جاتا ہے مگر حضرت انبیاء کی ولایت میں روح میوئی جسم سے نکل تو ہائی ہے اسی لئے ان کا دفن کلن نماز جنازہ وغیرہ ہو جاتی ہے۔ مگر وہ جسم ہے جان نہیں ہوتے۔ ہذا فی روح باقی رہتی ہے اسی لئے ان کے اجسام سڑتے گئے نہیں اور ان پر بہت سے احکام زندگی جاری ہوتے ہیں۔

سید الشہداء کون ہے ؟ : بعض اسباب سے شدت کا طوٹ ہوا جاتا ہے اور اسی وجہ سے شہید کو سید الشہداء کہا جاتا ہے مثلاً ایک شہید کلن دفن ہوتا ہے۔ سراسر شہید شدت سے پہلے بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاتا ہے اور بعد وقت اسے گود کلن بھی میر نہیں ہوتا بلکہ اس کا جسم گھوڑوں سے چلا کر دیا جاتا ہے۔ یقیناً وہ سراسر پہلے سے الخصل ہے اس میں کھنگو ہے کہ صلاب

ہر گز از نیکی و عفو گزشت

[illegible][illegible]

جائے تو پورے دھبہ کو ہوا جائیں۔ چڑت جی تم اپنی زندگی کے لئے ہزاروں جانوروں اور ترکاریوں اور سالگ پالت کیوں کٹ کر کھا جاتے ہو اور سانس کے ذریعے صد ہا ہوائی کیڑوں کو کیوں ٹاکرا لیتے ہو۔ اپنے آرام کی خاطر سب 'بچھو' کھل 'بھوں' و فیو کو کیوں مار ڈالتے ہو۔ جب محض زندگی کے لئے اتنی جانیں قربان کی جاسکتی ہیں تو قوی زندگی کے لئے بھی مادی لوگوں کو دیا جاسکتا ہے۔ جب جانوروں کی ہڈیوں کو مار دیا اور سب سے قوی اور انسانیت کے دشمنوں کو بھی دھوا گچ ہے۔ مگر یہ راز دہا جائے جس کے سر میں صلح ہو اور صلح میں صلح۔ تیسرا اعتراض: سب سے شداء کے جسم گئے ہوئے دیکھ گئے اس کی کیلوم ۹۹ جولہ: ظاہر میں کی شلوت قبول نہ ہوئی ہوگی۔ فلاں شہید کی شلوت نہیں۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: شداء کی زندگی قطعی جینی ہے۔ اس کا کفار کفر ہے کیونکہ قرآن کریم میں اس کی تصریح ہے ہاں نوعیت حیات قطعی ہے جن میں کسی خاص نوعیت کا کفار کفر نہ ہو گا۔ انبیاء کرام کی زندگی کا کفار مختلف گروہ ہے۔ سو سر لقا کفار اگرچہ شلوت کی سبب نہیں اور شہید کی طرح کے ہیں مگر لول درجہ کی شلوت یہ ہے کہ کفار کی رول میں دینی خدمت کے سلسلہ میں نصیب ہو مومن جنگ کفار میں صرف جنگ گیری یا صرف قوی خدمت میں قیمت حاصل کرنے کی نیت نہ کرے کفار کفار کرنے کی نیت کرے۔

جنگ شہان شہد و عدت گری است جنگ مومن صفت و ظہری است

تیسرا فائدہ: شہیدوں کی زندگی عوام کے شعور سے در او ہے مگر خواہ عوام کر لیتے ہیں ان سے ملاقات ملکہ کلام سلام کرتے ہیں رب نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندگی کھل شعور میں بلکہ فرمایا کہ تم لوگ شعور نہیں کرتے وہ تو قتل شعور ہے۔ صوفیاء کہیں جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی عرفان (معرفت الہی) سے دل کی زندگی عشق جہل سے دور اور نفس کی زندگی ظلیوں سے نفس کو مارنا کہ ظاہر جان دہا ہو۔ کیفیت سے گھاس صاف کرنا کہ گندہ کے پورے زہر ہیں۔ جہل یا جہل و ظن ہو چاہے وہاں کے دار لستہ گھاس و فیو کو معرفت الہی اور حیات الہی نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضور کی قبر نور عرش سے افضل ہے کہ قبر کو حضور سے قرب ہے اور عرش کو مار کیا تم نے نہ سنا کہ ابو جہل کی مٹی کی ٹکڑیوں نے کفر پر حملہ استحق حنظلہ حضور کے فرق میں مدد الہی بی موم کلاتھ گئے سے ملکہ در جہت کجور ہزار ہا ہزار ہو گیا۔ زندگی کی صحبت سے زندگی کی اسی طرح ملتی ہیں۔ صاحب کف کا کانا تا قیامت زید ہے۔

تفسیر صوفیانہ: جملہ وہ ہیں۔ جملہ کفار یہ جملہ اصغر ہے اور جملہ نفس یہ جملہ اکبر۔ جملہ کفار میں لوہے کی گولہ سے کلام ہے اور جملہ نفس میں جہاد کی گولہ سے۔ جملہ کفار میں جسم پاک ہو تاکہ اور جملہ نفس میں نفس کے حیوانی صفت ہوا فلاں لوگرا ہو نفس کے جملہ اکبر میں گولہ عشق کے دار پیر ثانی اللہ ہو گئے انیس مودانہ کو کیونکہ اگرچہ ان کے اوصاف و عود مٹ گئے مگر ان میں اوصاف شہد موجود ہیں اور جس کی ثانی فلاں ہوتی ہے اور اس کی جہاں اللہ۔ ان کا محبوب بھی وہ انیس صفت جہل کی جلی سے ٹاکر تاکہ اور بھی خلاف عمل کی ہو نفس سے زندہ ان کلیہ مل ہے۔

کھنکھناتے ہوئے حلیم را  
ہرگز نہ بھولو آگاہ و نقل شدہ ہستی  
ہر دل کو طیب جان دگر است  
ہر است بر تہذیب عالم دوم

یہ حضرات ہفت محل کی سیر کرتے ہیں اور درجہ وصل کے پل کھاتے ہیں مگر تم ان کے احوال سے بے خبر ہو گئے کہ تم جہاں کے باہر ہو، انہوں نے غلطہ اگرچہ ان کی ابتداء صورتیں نکاہیں مگر ان کے احوال بتائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی سانس سے ہے وہ روح کے نکلنے سے مرنا ہے اور جس کی زندگی رب سے ہے وہ روح نکلنے سے پہلے ہی زندگی سے عقل ہو کر حقیقی زندگی میں قدم رکھتا ہے گویا پہلے نور تکلیف دہاں کو اندر کر دیا جائے پھر نکلتا ہے۔

سے کہ دونوں دریا ہیں طیب  
نہ ۴ لا دور و جاری حبیب  
پس نوارت ہارون قصا است  
مرشدی را حیات نور کا است  
گرچہ سر را ہو لا دنیا  
عد ہزاروں سر پر آمد در زمین (روح)

صرفیاء فرماتے ہیں کہ جس سے جلا اس لئے جلا اکبر ہے کہ جس پر کافر یا سرکش ہے کہ یہ پیشہ حلی کافر رہتا ہے کبھی ذی نہیں بنتا ہرگز۔ ہر وقت ہمارے ساتھ رہتا ہے سب کو شیطان کر لہ کرنا ہے مگر شیطان کو جس نے کر لہ کیا اور جسے کافر سے جلا بھی جلا اکبر ہے۔ رب فرماتا ہے **قَالُوا اللّٰهُ يُلَوِّكُم مِّنَ الشَّكَاوِ**۔ اپنے قریبی کافروں یعنی جس و شیطان سے لگا دے جگ کر۔ جہاں کی گواہی ہمیں ہمارے لئے ہے جہاں کر لہ لایا پیشہ زبرد رہتا ہے۔

**وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ**

اور اب تم آزمائیں گے ہم تم کو ساتھ کسی قدر خوف اور بھوک اور کم کرنے کے کچھ مالوں اور جانوں

اور ضرر، ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ گھر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور

**وَالشَّمَاتِ وَبَشِيرِ الضُّبُرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا**

اور چہلوں کے اور خوف بھری دو خبر کرنے والوں کو۔ وہ جو کہ جب پہنچے انکو کوئی مصیبت تو کہتے

ہمیں کسی کمی سے اور خوف بھری سنا ان خبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے۔

**لَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ**

ہیں تعقیب ہم واسطے اللہ کے ہیں اور تعقیب ہم طرف اس کے دینے والے ہیں۔ یہ لوگ ان کے رحمتیں

کے ہیں کہ ہم اس کے مال میں اور اس کی طرف پھر آتے ہیں لوگ ہیں۔ ان کے رب کی درودوں

**أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَدُونَ ۝**

یہ لوگ ہیں جو ان کے سے اور رحمت سے اور یہ رحمت ہمارے ہمارے ہیں۔

یہ اور رحمت اور یہ ہی رحمت راہ ہمارے ہیں۔

تفسیر : ونبطلونکم یہ لفظ بھی سے خط جس کے معنی ہیں پرانا ہو نہ گل جلتا یا ظاہر ہو نہ ہے۔ آنے والے جانچنے اور احسن لینے کو لفظ اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ آزمائش سے آدمی کنزور ہو کر گل جاتا ہے نیز اسی سے کمر اکھوٹا ظاہر ہوتا ہے۔ معیشت اور راحت کو بھی اس لئے بلا کہا جاتا ہے کہ اس سے نیکو بد کا تصور ہوتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ونبطلوکم بالضر والبطور وذا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہارا احسن لیں گے یا تم میں سے کھرے کوٹنے کو ظاہر کریں گے بظاہر یہ خطاب سادہ ہی مسلمانوں سے ہے بھیء من الخوف والرجوع کی تدرار اور بھوک سے پہلے لفظ سے گھر ہٹ پیو ہو سکتی تھی کہ نہ معلوم کتنا سخت احسن ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے گھر تو نہیں توڑا مگر بھوک و غیو سے آنکھیاں ہلنے لگیں۔ ان سب چیزوں کو اس لئے قہور کہا کہ یہ آخرت کی معیتوں کے مقابل قہور ہی ہیں جو کوئی گھبرا کر ایمان چھوڑ دے وہ تو بڑی معیشت میں مبتلا ہو گا اور دین پر قائم رہنے والے کا قہور بے صبرے ہی بظاہر ہو جائے گا اس لئے کہ بے صبری کرنے سے بڑی معیشت آہٹی ہے اور بھری برکت سے قہور بے ہی پر گزر جاتی ہے۔ مگر حلقہ کفار کے دفع اگر صبر سے مطلق کیا جائے تو نقصان کم ہو گا کہ بے صبری سے احمیاء رائل دے جائیں تو بڑی معیشت آہٹے گی کہ وہ ہر چیز پر گھور ہو جائیں گے یا اس لئے کہ رب تعالیٰ قہور ہی معیشت کی برکت سے بڑی معیشت مل دیتا ہے واللص من الاموال والافس والفسوت یہ سب شے مکیوں ہے یعنی جس معمولی چیز سے تمہارا احسن ہو گا وہ چیزیں ہیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ خوف سے دشمنوں کا حال نہیں رہا مگر صحت دین کی وجہ سے غول سپہ دشمنوں کی مخالفت کا کار مرلو ہے یعنی بھی دشمنوں سے حمیس غلبہ ہو گا اور بھی تمہاری مستقامت کی وجہ سے تمہارے اپنے بھی بیگانے میں جائیں گے اور ان سے حمیس نکلا پیو ہو گا۔ بھوک سے قہور سلی ہو گا مگر حق مخلص نور و نور و نور مرلو ہے نور سلی کی کی سے چوری واکتی راستہ میں لٹ جانا بل سوشی کا لاک ہو چلا۔ جملوں کی وجہ سے کچھوں کا پیو ہو گا۔ صدقہ غیرت میں بل صرف ہو گا مرلو ہے چونکہ تلف آفریں سے ہر طرح کسل زمین پائنت ہو ہے جو میں کی آئی ہے اس لئے یہاں اسوال جمع فرمایا گیا۔ جانوں کے نقصان سے وہ سب نور قریبہ و دوروں کا جملوں میں قل



[illegible]

میں نے یہی سوچا تھا کہ میں نے اسے کیا کیا ہے؟

[illegible]

پہلے یہ کہ مصیبتوں کی برکت سے دنیا سے دل سرد ہو گیا ہے اور آخرت کی خواہش اور رب کی طلب مجتہد کی قدر حاصل ہوتی ہے۔  
 تیسرا مقام: مصیبت کے وقت اللہ ضرور مدد فرماتا ہے کہ حضور علیہ السلام پر ان کی ہمتیں کا  
 تھک لوت جاتے اور ہاتھ میں پھنس لگ جاتے پر بھی اللہ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ بھی مصیبت ہے۔ صحابہ کرام نے  
 عرض کیا کہ حضور یہ تو معمول باتیں ہیں فرمایا کہ بھی معمول بات بھی بدی ہو جاتی ہے (در مشورہ عن زی و غیرہ) اللہ پڑھنے میں  
 غلطی اور لکھ بکھڑا کر دیتے ہیں۔ (۱) طریق اور بھی میں ہے کہ اللہ ہماری ہی امت کو کامیاب سے پہلے دشمنوں کو بھی مٹانے  
 ہو سکتا ہے جو یہ صوبہ علیہ السلام نے جو صوبہ علیہ السلام کے غم میں ہلاسی علی ہو مٹانے فرمایا اگر اللہ نہ کہے۔ (۲) نیز لکھتے ہیں  
 ہے کہ جس میں چار ہاتھ ہوں اس کا کھڑکتے میں ہے ایک سیہ کہ ہر کام میں رب سے التجا کرے۔ سو ہر سیہ کہ مصیبت پر اللہ  
 پڑے۔ تیسرے یہ کہ نعمت پر اٹھو پڑے۔ چوتھے یہ کہ گناہ پر استغفر اللہ پڑے۔ (۳) اور اور بیعتی نے لام حسین رضی اللہ  
 عنہ سے روایت کی کہ جب پرانی مصیبت پلو آئے تب بھی اللہ پڑے لے مبرا کاٹو پائے گا۔ (۴) اور غرض مصیبت پر اللہ  
 پڑے تو رب تعالیٰ ثواب کے علاوہ یا تو ملی ہوئی نعمت دے گا یا اس سے بہتر دے گا (عن زی و کیر و غیرہ) (۵) اللہ پڑنے سے  
 رب کی طرف دھیان ہو جاتا ہے جس سے اس کا غم مٹا ہو جاتا ہے کیونکہ دھیان کھینچنا بھی تکلیف کو ہلکا کر دیتا ہے۔ (۶) اللہ کا  
 حضور نہایت شمس ہے جیسا کہ ہم فقیر میں عرض کر چکے کہ اگر ہمارا نقصان قربت دار مرگیا تو ہمیں بھی یہی حالت نہیں ہم بھی  
 اللہ کی ملک ہیں جب چاہے بلالے اور وہی طرف جانے والے ہمہ سروس کو کیا دیکھیں اپنی فکر کریں۔

ہم دیکھیں جگ جگ ہے اور جگہ کیجے ہم جانیں ہم خود بیٹھے رلو پر لوگوں کو بچھتاہیں!

یاد رہے کہ ہم اور ساری چیزیں اللہ کی قدرت میں ہلک اپنی اہمیت کے لئے تو اس پر غم کیا یا یہ کہ ہم اللہ کے بندے ہیں وہ ہمارا رب ہے  
 کے ہر کام میں ہزاروں نعمتیں ہیں اس میں بھی صدمہ کتنی ہوں گی۔ جیسے کہ کڑی دوا کا انجام شکار پر بیڑ کا انجام صحت  
 ہے۔ ایسی ہی اس مصیبت کا انجام بھی بہت عمدہ ہو گا۔ ان مضامین سے انشاء اللہ غم ہلکا پڑ جائے گا۔ (۷) اللہ سے شیطان باغوس  
 ہو جاتا ہے اور اس کو ہلک سے ہلکا کر دیتا ہے اور ہلکے ہوئے گرنے میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے۔ (۸) اللہ سن کر دے رہے  
 بھی اس کی مدد کرتے ہیں اور صابرین کو فخر میں نام لکھاتے ہیں۔ (۹) جو زبان سے اللہ کہتا ہے اس کے دل میں اچھا عقائد  
 اور رضا و تصامیم پیدا ہوتی ہے۔ (۱۰) مصیبت سے انسان کا ہوش اڑ جاتا ہے ممکن ہے کہ اس حالت میں کچھ غلطی کر بیٹھے۔ اللہ  
 سے ہوش ٹھکانے آئے ہیں حالت درست ہوتی ہے۔

پہلا اعتراض: رب کو امتحان کی کیا ضرورت کیا ہے ہر ایک حالت کا غم نہیں؟ جواب: اس کا جواب مصیبت کے فائدہ  
 میں گزر گیا۔ خیال رکھو کہ امتحان بیٹھ لپچی ظم کے لئے نہیں ہوتا، بھی خود امتحان دے دینے والے کو بتا سکتا ہے اور بھی  
 دوسروں کو۔ اگر ہم بغیر امتحان تقسیم فہم کریں جس میں کسی کو معمولی اور کسی کو بھاری انعام دیں اور کسی کو بالکل عموماً دیکھیں  
 تو جیسے سب کو شکایت ہوگی۔ ہر امتحان جیسے ہے کہ نبویہ انعام دینے میں کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ اگر لام حسین جنتیوں  
 کے سردار ہیں تو کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہی صابرین کے بھی سردار۔ سو سر امتراض: وانا الہ وجہون۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تہذیب اور مہر کے اس کے پاس پہنچنے کے لیے وہ سب کچھ کر رہا ہے جس سے پہلے وہ تہذیب ستر  
پہنچنے کے لیے آریہ مہر کے اس کی طرف لوٹنے سے ایسی تہذیب پہنچا کر دے جس سے پہلے وہ تہذیب ستر پہنچنے کے لیے آریہ مہر کے اس کی  
یعنی آخرت نہ کہ اس کی ذات تک پہنچا دے تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حیثیت سے ہی ان کی تلقین  
ہوتی ہے اور دوسرے مقام پر رب فرماتا ہے۔ وَلَوْ كُنَّمَا الْعِلْمُ بِمَا الْعَوَّلُ عَلَيْهِمْ لَفَتَّ حَرْبٌ مِنْهُمْ وَلَوْ كُنَّمَا الْعِلْمُ بِمَا الْعَوَّلُ عَلَيْهِمْ لَفَتَّ حَرْبٌ مِنْهُمْ  
الہامی اموالکم واولادکم لکنہ تمہارے مال و اولاد ان کی تلقین ہیں ان آیات میں کمال کیا ہے۔ جو لہذا رب تعالیٰ  
کے احکامات و طرح کے ہیں سوئے کہ بھی دوسرے کے لیے بھی ایک احکام کا کر کے کہ کمال انہوں میں مہر کا کر دینا  
ہے اور آئندہ بھی صلیب پر لٹا کر آ رہا ہے نیز جو جزا اور نتیجہ ملے گا وہ سب صلیب پر ہی لٹے گا یہی کی جاتا ہے کہ آیت  
میں ہے اس لیے صرف مہر کے احکام کا کر دینا آیات میں خدا میں نہیں۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے  
ہے کہ انہوں کو لایا ہوا مسلمانی کا خوف نہ ہو بلکہ انہوں کو گناہ کی فکر نہ ہو کہ یہ سب فرماتا ہے۔ اَلَا اِنَّ اَوَّلَآءِ  
اللہ لَا خَوْفٌ مِنْهُمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ یعنی اولیاء اللہ کو نہ خوف نہ رنج انہوں میں خدا میں معلوم ہوتا ہے۔ جو لہذا  
وہیں خوف سے نقصان نہ خوف مہر ہے اسی کی تلقین ہے اسی لیے علی اور شاہد یعنی اولیاء اللہ کو ظن کا خوف نہیں ہو گا  
خالق کی عظمت سے روک دے یا اس کی بغض کی روئے اور سب دوسرے خوف مہر ہیں جو اس کو محبت سے نہ ہوں نہ ہر  
ایک دلی کو رب کا خوف خالق کی خالق کا خوف ہوتا ہے لہذا آیات میں خدا میں نہیں پہنچنے کا اعتراض: اس آیت سے  
معلوم ہوتا ہے کہ حیثیت میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے تم جو بھیوں و بیوں کی طرف رجوع کرتے ہو یا دین کرتے ہو  
شرک ہو۔ جو لہذا رب تعالیٰ میں بھی شرک ہو کہ بیماری میں طبیعوں کی طرف اور مصیبت میں حکام کی طرف رجوع کرتے ہو۔  
اس کا جواب بھی تفسیر میں گزرا کہ انہوں کو لایا ہوا کی ہر گز میں حاضری رب کی ہر گز میں حاضری ہے جو لوگ وہ سب کے دلوں سے  
ہیں۔ رب فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَفْظَلُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ۔

تفسیر صوفیانہ: غیبی مطالبات چہ قسم کے ہیں جس نے رب کمال سے ماحول اس کے لئے نہایت ہے اور جس نے نفس  
سے ماحول اس کے لئے نہایت۔ جس نے اللہ قربت کی جدائی پر مہر کیا اس کے لئے قربت اور جس نے دھج کو فتح کیا اس  
کے لئے دعا کی وصل ہے خوشی اور رستہ جیل میں پھنسا ہوا لڑائی میں ہیں۔ سو کہ مہر اس سے آواز کی گاریہ۔

حکایت: سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے ہزاروں میں ایک بائبل عریضی و خوب بولتی تھی۔ ایک دن اس  
کے بچے پر طوفان ہوا اور اس بائبل نے بولنا شروع کیا۔ اس شخص نے حضرت کی مدد سے اس شخص کو یہ بائبل لیا۔  
آپ نے بائبل کا بچہ لے کر اس سے خاموشی کا جب پوچھا تو بائبل نے کہا کہ میں اپنے وطن اور لوگوں کو یاد کر کے رہتی تھی اور لوگ اسے  
گیت کہتے تھے۔ مجھے طوفان نے سمجھا کہ میری بے مہر ہے اس لیے کہ کلامت ہے اگر تو میرے لیے اور خاموش ہو جائے تو  
میرے جانے لگا میں نہ بولی گی۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو اس کے بولنے سے خاموش ہو جائے تو بائبل نے کہا کہ میں اپنے وطن  
کی کیا ضرورت ہے میں تو اس کی آواز کا شائق تھا اور اسے آواز کو دیتا۔ سو کہ کتنی بولی آواز کی کہ آپ نے مجھے طوفان  
میں طوفان ہوا میں آواز اور بچے میں مہر کے کہ میں سے بھلا لایا ہے یہی ہمارا اصل ہے جب تک کہ بے مہر ہے تب تک

اور قید اور دنیا کی ہزار مصیبتوں کا پیش خیرہ اور سہل کی نافرمانی کی کامیابی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

دکھ ہاشی مرغ گشت بر چہدہ      لہجہ ہاشی کہ گشت بر کہدہ  
ہر کہ کہدہ لو حسن خود را در مزلو      صد قضاے بد سے لو رو نلو

یعنی اگر تہہ نہ ہو گے تو پرے چک جائیں گے اگر سہل کی طرح اُسو گے تو ہمیں بچے تو نڈا اسی کے جتنی اپنے میں غلبہ پیدا کر کے اتنی ہی مصیبتیں خیر انہیں کی ہفت لہجائے راحت طلب کہنے کے سہل سے چھوئے لو رو ملن چٹے کی فکر کو رو رہے سمجھو۔  
تن نفس کل است و تن شد خاربل      در لہجہ دانتوں و خاربل  
وہود حق کے دریا میں اپنی لہجیت کا کہدہ تاکہ مقصود حاصل ہو۔ (مدح الہیان)

وہ سری تفسیر : اے مسافر اگر تم ہم تک پہنچنا چاہتے ہو تو کہہ لو کہ ہماری رو بہت خاردار ہے اس میں مصیبتیں بے شمار ہیں۔ کبھی ہمارے خوف کا ظہر ہے جس سے ہمت ٹوٹ جاتی ہے کبھی بھوک میں الجھت ہے جس سے بدنی قوتیں کمزور اور خواہشات کے جالبہ دور و شیطاں کے راستے بڑھ جاتے ہیں۔ کبھی شمولی بلے کم کئے جاتے ہیں جو نفس کلال ہیں کبھی خود نفس بھڑکایا جاتا ہے جو دل پر غالب ہے اور اس کے وہ دوست اور دل قرابت ہلاک کئے جاتے ہیں جو اسے سہل آنے سے روکتے ہیں کبھی استغنیٰ لذت سے محروم کیا جاتا ہے اور اس کے بل کو ریا ستوں کی آگ سے جلیا جاتا ہے جو لوگ ہن سب مصیبتوں کو گوارا کریں اور اپنے کو بھری ملک سمجھ کر یہ کہہ دیا کریں کہ اللہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں جو چاہے کہے وانا اللہ وجسون اور ہم وہی پہنچ کر رہیں گے۔ فن لوگوں پر ہم رقتیں اتاریں گے کہ انہیں فکے بعد و خود اور محنتوں کے بعد اور اور اپنی صفات کی نگی مظارائیں گے اور رحمت یعنی وہ نور بھی دیں گے جس سے فن کے ذریعہ اور لوگ بھی ہم تک پہنچ سکیں اور وہی اصلی بدایت ہے ہیں کہ کہیں میں نہ گئے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمُدَّةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

حقیقی صفا اور مددہ نشانوں اللہ کی سے ہیں پس جو حج کرے کہہ کا یا عمرہ کرے

بے شک صفا اور مددہ اللہ کی نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے

عَلَيْهِ أَنْ يَقُوفَ بِهِنَّ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

پس نہیں ہے گناہ اور پاس کے ہر طرف کرے آن دونوں کا اللہ جو کوئی مسکوتی کرے بھلائی پس حقیقی مددہ و فراہم

اس بے شک گناہوں کو دونوں کے گھر سے کرے اور جو کوئی جسی بات اپنی طرف سے کرے اللہ علیٰ صلہ دینے والا خبردار ہے

تعلق : اس آیت کے کاتعلق پہلی آیتوں سے چھ طرح ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں صبر کے فضائل بیان ہوئے تھے۔ اب مناور مودہ پاؤں کا ذکر ہے جسلی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہر قسم کی مصیبتوں پر صبر کیا تھا اسی لیے کیا کہ دیکھو صابروں پر ایسی رحمت ہوتی ہے کہ حضرت ہاجرہ کی اسحاق کا کو قیامت تک کے لئے عزت و عری کی تو خود اسحاق دینے

شک نہ ہو : چھٹے دن میں ایک شخص قلعہ اور ایک عورت قحی بنا کر انہوں نے غلہ کھجور میں ایک سو سترے کدہ بنی  
 سے آجہ لگا بسطاب میں سے دونوں چھوڑ گئے اور جہت کے لئے اسلحہ کو تو متاہذہ رکھ دیا گیا اور غلہ کو سوچا اگر لوگ  
 انہیں دیکھ کر میں غلہ کے خیال سے بھیجے گا کہ غلہ کے بعد جب جہت کا دور ہو تو لوگوں نے ان کو کہہ سنی شہوت کدی کہ  
 جب متاہذہ کو دور یہاں دلائے تو تعلیم کے لوگوں سے انہیں بھی پھو لیتے۔ مسلمانوں کو متاہذہ کو دور یہاں دلائے  
 ہو آئیے کہ اس میں جہت متاہذہ سے ہی سے مصلحت قحی۔ تہہ بہ تہہ کر۔ اتنی جس میں ان کی قیل لہائی گئی کہ تہہ  
 یہ کام رضہ میں کئے گئے ہیں اس میں حرج نہ گھبرا گیا اور خزانہ دین زید فیہا بعض غریبوں نے فرمایا ہے کہ یہ وہ فصلاتی  
 نے مسلمانوں پر اعتراض کیا تھا کہ تمہارا یہ کدہ عورتی کر کے رہتی سنی کرتے ہو۔ ان کے کہہ میں یہ تہہ آئی اور ہو سکے کہ  
 ان میں کتب نے بھی اعتراض کیا کہ یہ وہ مسلمانوں کے دل میں بھی یہ ظہان ہو اور اس میں یہ تہہ آئی ہو۔

[illegible]

[illegible]



کے لئے آرام فرما رہے ہیں بلکہ انبیاء کرام کی مائیں جنہوں نے نور نبوت انھیں دیا وہ بھی اسی میں داخل ہیں دیکھو حدی کے جانور جن کو بیت اللہ سے نسبت ہے انہیں قرآن کریم نے شعائر اللہ فرمایا تو جن مبارک مائوں کو انبیاء کرام سے نسبت ہو وہ بدرجہ اولیٰ شعائر اللہ اور واجب تعظیم ہیں۔ ساتھ اس فائدہ: جب بے جان پھر اللہ والوں کے قدم پوسی کی برکت سے شعائر اللہ بن گئے تو حضرت آمنہ خاتون بی بی علیہ کی گودیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کا زانو عائشہ صدیقہ کا پہلو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ و خواب گاہ تھیں چنانچہ شعائر اللہ ہی نہیں بلکہ شعائر گم ہو گا۔ جو ان میں سے کسی کی گستاخی کرے وہ اس آیت سے عبرت لے کرے۔ آنکھوں کا فائدہ: جیسے سارے بازار بکے ہوئے ہوتے ہیں مگر کشمیر کے سرسبز میاں و جنگ پھاڑوں یعنی مٹاموہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایسے ہی نبی و فیروں پر ایم نہیں ہو سکتے جو صرف ظاہری کھانا چاہتے ہیں کہ راہی کا قائل ہو وہ ایسا ہی بدوقوف ہے جو کاندھ کی لکائی چمپائی دیکھ کر معمولی بھول اور قرآن مجید کو براہ کجی نہ قرآن و سری کتبوں کی طرح نہ صاحب قرآنوں کی مثل۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹاموہ کے درمیان دو ذنا صرف جائز ہے واجب نہیں کہ اس سے گناہ کی نفی کی گئی جس سے صرف مباح ہو ثابت ہو سکتا ہے پھر تم لوگ اسے واجب یا فرض کیوں کہتے ہو۔ جواب: حدیث کی وجہ سے کہ وہاں حکم ہو کہ اللہ نے تم پر سنی لازم کی لہذا اسی کیا کہو (کیا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ سنی کی نور قرآن کریم نے فرمایا کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی اقتداء ضروری ہے۔ دوسرا اعتراض: جب قرآن و حدیث میں تضاد معلوم ہو تو قرآن پاک پر عمل چاہئے جب قرآن کریم نے اسے صرف جائز کہا اور حدیث نے واجب تو چاہئے کہ جائز مانا جائے۔ جواب: قرآن نے جائز ہونے کا صراحہ ”حکم نہ دیا بلکہ یہ کہ اس سنی میں گناہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نہ مباح میں گناہ ہوتا ہے نہ واجب میں لہذا یہ فقہاء و فہم کو شامل ہے۔ رب فرماتا ہے لیس علیکم جناح ان تھمروا من الصلوة اے مسافر تو یہ نہ کہ قصر پڑھنے میں گناہ نہیں مسافر قصر پڑھنا واجب ہے مگر کہ یہ کیا کہ گناہ نہیں ایسے ہی سنی میں ہے جو نہ کہ ان پھاڑوں پر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اندیشہ ہو کہ شاید سنی کرنا گناہ ہو۔ اس آیت میں دو ہم مٹاموہ لیا جیسے کہ اگر کسی کے کپڑے میں روپے بھرے کہ پلیدی لگی ہو یا کوئی بت خانہ گرا کر وہاں مٹاموہ لگی ہو اور میں کھوں کہ اس کپڑے میں یا اس جگہ نہ لگا رہا گناہ نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز فرض نہ رہی بلکہ جو تکبیر میں نماز جائز ہوئے کو ہم قلمبند کر دیا گیا ایسے ہی سنی میں بھی ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام مٹاموہ پہاڑ کی سنی سے ناراض تھے۔ جس پر ہم قسم کے شہادت کرتے تھے اور وہب کے حکم سے ناراضی سخت جرم ہے۔ جواب: نوز اللہ وہ حضرات حکم رہائی سے ناراض کیسے ہو سکتے ہیں جب حضور انور کے اشارے چشم پر جانوں پر کھیل جلتے تھے ان حضرات کو یہ خبر نہ تھی کہ اسلام میں مٹاموہ کے طواف کا حکم ہو گیا نہیں وہ کجے شاید اس کا حکم نہ آئے کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت ہے۔ تاہم یہ کہی تو جب ہو جبکہ معلوم ہو کہ یہ حکم اہل ہے پھر اس کا انکار کرے ابھی تک اس کا حکم نبی نہ تھا۔ چوتھا اعتراض: صحابہ کو مٹاموہ کی سنی پر کھیل تھوڑے ہوں۔ طواف کعبہ میں تردد کیوں نہ ہو سہولت بھی تو مت ہی تھے بلکہ مٹاموہ پر تو ایک ایک بیت

حقائب میں تین سو ساٹھ تہہ جو اس لئے کہ مکہ معظمہ کی عظمت دلوں میں پہنچے جسے جاگزیں قیام اور طواف کعبہ حج و عمرہ کے علاوہ بھی ہر وقت ہو نہ تھکے اور سب کو یہ معلوم تھا کہ کعبہ معظمہ میں تہہ ہزاروں کے تھے ہیں جب حضرت خیر الامم نے کعبہ بنایا تھا اس میں کوئی تہہ فیروزہ تھا مگر مضافہ اور اس کے درمیان دو تہاں طرح لوگوں پر ظاہر نہ تھا کہ کعبہ کے یہ تہہ کفار کے لئے تھا یہ وہ بھی مسلمانوں کی تعظیم کے لئے تھی۔ خیال رہے کہ جیسے جہاں تہہ کے علاوہ بھی عبادت ہے۔ عبادت میں عبادت مہربان کیا جاتا ہے مگر قیام 'زکاء' 'نحوہ' 'عبادت' میں صرف تہہ میں عبادت ہے۔ ایسے ہی ارکان حج میں سے طواف کعبہ طہرہ بھی عبادت ہے مگر مضافہ پر دو تہاں 'منی' 'مزدلفہ' 'عرفات' میں قیام صرف حج یا عمرہ میں تو عبادت ہیں مگر طہرہ عبادت نہیں اس لئے یہ لوگ صرف حج یا عمرہ میں ہوتے ہیں مگر طواف ہر وقت جاری رہتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ : انسان کامل مضافہ ہے اور نفس مودہ اور مدح مالتی تو فرمایا گیا کہ دل اور نفس کا وجود بنی آدم کی نشانیوں میں ہیں کہ وہ طہرہ حج کے لوگ بنی تہاں یعنی تہاں 'رضا' 'غلام' یا صبر 'شکر' ذکر 'توہ' 'فلس' کہ بیت اللہ یعنی مقام توحید میں پہنچے یا تہاں تہہ ہو کہ ہر گاہ طہرہ میں داخل ہو یا صرف وہاں کا عمرہ کرے اس طرح کہ مقام مشہد میں پہنچ کر اور جلال و جلال کی جلالت میں ملے اور اس کی زیارت کرے تو اس طہرہ اور عمرہ کو کئے والے پر گناہ نہیں کہ اس عکسہ نفس کی طرف رجوع کرے لیکن اس وجود سے جو بعد قیام ہے ان مشغلات کا بھی گناہ لگائے اور جو کوئی بخوشی اس تعلیم کی تحصیل کرے اور تقویٰ اور پرہیزگاری اور مساکین کی مدد سا لگے گی کہ یہی میں کمال حاصل کرے تو اللہ اس کے عمل کا ثواب دے گا کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

خلاصہ : یہ کہ بعض بیت اللہ کے مالتی ہیں اور بعض رب الیت کے۔ رب الیت کے مالتی کے لئے دنیا پر غرور کنانہ نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

یا خلی الفات محسوس العطا      انت کالباء ومعنی کالرجاء  
انت کالبح ومعنی کالغبار      بعضی الريح وغیرہ جہار

(مدح اہل بیت و اہل بیت)

رب کی ذات سر کی آنکھ سے چھپی ہے مگر لویا اللہ کے دل و نفس مضافہ مودہ کی طرح اس کی نشانیوں میں لگا ہوا اس ہر گاہ کا قصد کرے یعنی وہاں کے حج کو جائے اس پر واجب ہے کہ وہ ان مقبولوں کے قلوب و نفوس کا پہلے طواف کرے یعنی ان کی لطافت کرے اور جو اس کے علاوہ بھی ان کی خدمت کرے کہ خیر کمالے رب سے اجروے گا جیسے مضافہ مودہ میں دوڑے کعبہ کراچ نہیں ہو سکا ایسے ہی بغیر لویا اللہ کی گلیوں میں چکر لگائے رب کعبہ کراچ یا ممکن ان حضرات کا کمال اور اب تک نہیں پہنچ سکا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا آتَيْنَاهُم مِّنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ بَيِّنَاتِهِ

یعنی وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس کو جو آئندہ ایمان سے صحت و دلالت اور ہدایت سے کچھ اس کے کہ ظاہر کیا ہم نے واسطے  
بہت کچھ جو ہدایت کی آگاہی ہوئی روشن باتوں کو ہدایت کر چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ان کے لئے ہم اسے

لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ

ان کے لئے کتاب کے یہی لوگ ہیں کہ لعنت کرتا ہے اللہ لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے۔ مگر وہ جو توہمیں  
کتاب میں واضح فرما چکے ہیں کہ اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرتے والوں کی لعنت۔ مگر وہ جو توہمیں

تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّوْا فَاُولَٰئِكَ اَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

نے توبہ کی اور صاف ہو گئے اور ان کی توبہ قبول کر دی اور یہ کچھ لعنت کرنے والے توبہ قبول فرما رہے ہیں۔ ان کے  
اور سزاؤں کی اور ظاہر کر دی تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بخیر ہوں بڑا توبہ قبول فرماتا ہوں۔

تعلق : اس آیت کا جمل آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : جمل آیت میں میرا خطاب اور صلیبی کے  
درجات بیان ہوئے۔ اب یہ صلیبی یعنی من مطلقہ کے خطاب کا ذکر ہے۔ جنہوں نے محض دعویٰ تعلق کے لئے  
توبہ کے احکام چھپائے اگر یہ میرے کام لیتے تو فائدہ میں رہے۔ دوسرا تعلق : جمل آیت میں شرک کا حکم دیا گیا اور  
شکرین کے درجے بیان ہوئے۔ اب من مطلقہ کے خطاب کا ذکر ہے جنہوں نے نبی آخر الزماں جیسی نعمت کی  
بخشش کی کہ ان کے لوصف کہ چھپا۔ تیسرا تعلق : جمل آیت میں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ صلیبی منافق  
کی سہی پر کرتے تھے اور مسلمانوں کے دلوں میں شہ ڈالتے تھے کہ یہ بہت پرستی ہے۔ اب من مطلقہ کے خطاب کا ذکر ہے جو  
منافقوں کی حقانیت بیان کر رہی ہیں کہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جانتے تھے کہ منافقوں کی سہی پہلی سے ہوتی آئی ہے اور  
یہ دین الہی کا ذکر کن ہے من مطلقہ کے لئے کہے گئے۔ چوتھا تعلق : جمل آیت میں فرمایا گیا تھا کہ منافقوں کو پال دین کی  
نکالیں ہیں اس کی تعلیم اور سہی میں گنہ نہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان نکالیوں کے مگرین اور من کی حکمت چھپانے والے  
لمہوں ہیں کہ وہ کل کتاب توبہ سے جانتے تھے کہ یہ پال دین والے ہیں۔ پانچواں تعلق : جمل آیت میں ارشاد ہوا تھا  
کہ منافقوں کے لئے ہے اگر ان پر ہمدردی نہ کی جائے تو اس سے ان کی اصل حکمت نہیں جاتی رہی۔ لہذا کی قبولیت کی شان  
ہمدردی نہیں گنہ گنہ ہے کہ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اب من مطلقہ کے لئے ہمدردی نہ کی جائے تو اس سے ان کی اصل حکمت نہیں جاتی رہی۔ لہذا کی قبولیت کی شان  
شمارتہ ہیں من کی حکمت مطلقہ کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتی ان کی عزت ان سے تو فوں کے گنہ گنہ سے گنہ نہیں  
سکتی۔ کسی کے دھول اڑانے سے سورج کی روشنی مٹ نہیں سکتی۔

شان نزول : سولہ ابن جیل اور سولہ ابن مطلقہ کے لئے ہمدردی نہ کی جائے تو اس سے ان کی اصل حکمت نہیں جاتی رہی۔ لہذا کی قبولیت کی شان  
شمارتہ ہیں من کی حکمت مطلقہ کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتی ان کی عزت ان سے تو فوں کے گنہ گنہ سے گنہ نہیں  
سکتی۔ کسی کے دھول اڑانے سے سورج کی روشنی مٹ نہیں سکتی۔

نہیں اس پر کھڑی۔

تفسیر: ان الفاظ تکون اگرچہ یہ آیت میں کتاب کے بارے میں آئی لیکن اس کے علاوہ عام ہیں۔ ان الفاظ سے  
 سب لوگ مراد ہیں جو دین کو چھوڑ کر کفر یا کفران سے جس کے سنی ہیں کسی ضروری چیز کو ضرورت کے  
 وقت جان بوجھ کر چھوڑ دین اور غیر ضروری چیز کو چھوڑ کر کفر یا کفران سے۔ سزا چھوڑ کر کفر یا کفران سے کفر  
 نہیں۔ مگر کفر کی وہ صورتیں ہیں ایک یہ کہ چیز چھوڑ لی جائے۔ دوسرے یہ کہ اسے بتا کر اس کی جگہ دوسری چیز رکھ دی  
 جائے۔ نئی اسرائیل کا چھوڑنا دوسری قوم کا تاجی تشریف اور تبدیلی لیکن اس میں وہ نہیں کہ قوم کے چھوڑنے والے داخل  
 ہیں یعنی وہ لوگ جو چھوڑتے ہیں نہ کہ وہ بتائی جانے والے کہ آج تو یہ وہ ضروری تو ہے بعد انجیل کی کہ آیت چھوڑ ہے جس میں  
 ضرورت کی ضرورت ہے اور انہیں مسلمانوں میں ایسے علماء پیدا ہوں گے جو قرآنی آیات سے کفر کو چھوڑنے کے لئے ان کی آیت  
 بھلا کر دھیس کے مگر حضرت شریف کی آیتوں کو بھی ہاتھ نہ لگائیں گے بلکہ ان میں قرآن نہیں لکھیں گی کسی کے جن سے نص  
 جرت ہے نہ وہ اس لئے ان الفاظ تکون کو مطلق فرمایا یعنی جو لوگ بھی یہودی مسلمان یا مسلمان حضرت مسطور چھوڑیں یا  
 انزلنا من الہد والہدی بہت سے جس کے سنی ہیں بہت کچھ ہوئی چیز۔ جسے لکھنا سے بھی بھلا کر  
 سکے اور اس سے مراد وہی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوصاف اور تبدیلی قبل کے احکام اور مناسبات دین کی تعلیم ہے۔  
 کیونکہ یہ چیزیں بہت ظاہر تھیں اور حدی سے تو یہ شریف کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں ہی آخر میں کی نص کا حکم  
 کیا یعنی یہ وہ چیزیں ہیں جو بالکل ظاہر ہیں اور ان آیت کو مٹاتے ہیں جن کے ظاہر کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے  
 تو یہ بعد انجیل کی نص سے ان آیتوں کو مٹا دیا تو اس لئے فرمایا کہ سورج کی طرح کسی کے چھوڑنے کا حکم نہیں کہ انہیں ہم  
 نے خود ان خود مٹا دیں کیا ہے یہ چھوڑنے والے رب سے لیا جاتا ہے اور حدی اس لئے فرمایا کہ اگرچہ تو یہ بعد انجیل کی  
 آیات احکام منسوخ ہو چکے ہیں مگر یہ آیتیں وہ ہیں کہ اب بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی نص میں لکھی۔ مگر ان لکھنے کی آیت  
 تو یہ بعد آیات نص مسطور اسی طرح اب بھی وہ آیت ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہیں۔ انہیں کوئی انہیں سکھائے نہیں سکھائے نہیں  
 سکھ۔ من بعد ما صد لکھ من الکتاب من کائنات تکون سے چھوڑ دیا جسکی غیر حدی کی طرف اشارہ کرتی ہے  
 اور اس سے عام لوگ مراد ہیں اور کتاب سے تو یہ بعد انجیل یعنی ہم نے تو یہ نص میں ہے آیتیں سب سے لوگوں کے لئے لکھی  
 تھیں نہ کہ صرف ان علماء کے لئے۔ مگر انہوں نے ہر مسئلہ پر کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا جسکی غیر نص اور حدی دونوں کی  
 طرف لگتی ہے اور کتاب سے مراد قرآن شریف ہے یعنی ہم نے تو قرآن شریف میں تو یہ نص کی کہ آیتیں اور یہ سب احکام  
 لوگوں پر ظاہر کر دیئے اور ان کی تکمیل خوب سمجھا دیں ان لوگوں سے جو چیزیں نص نہ تھیں۔ مگر ابھی وہ اپنی  
 طبیعت سے اس کو چھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تفسیر کہ یہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نص سے مراد وہی اور آیتیں ہیں اور  
 حدی سے صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا ہے کہ لکھنا میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بعد انجیل کی آیت احکام تو صلی اللہ  
 اسرائیل کے لئے آئی تھیں مگر آیات نص تو آیات سب سے انہوں کے لئے بھی لکھی گئیں۔ یہ لوگوں کے عقیدہ اور کتب میں  
 پہلے لوگوں کو سناتے ہیں نہیں اولئک ملہم اللہ من فضل منی ہیں اور کہ جب اس کا لکھنا ہے تو نص سے

دور کرنا ہے یا کہے گا اور ان پر لعنت فرماتا ہے کیونکہ انہوں نے رب کا مقابلہ کیا کہ رب ہدایت پسند کرتا ہے تو یہ گمراہی  
 و لعنتهم اللعنون اور سب لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں حق یہ ہے کہ ان سے ساری خلق مرلوس ہے کہ ان  
 چھپالے والوں پر انبیاء، مومنین، خود کفار، جاہل، درخت، پتھر بلکہ چاند ستارے، سورج اور زمین و آسمان لعنت کریں گے۔  
 مومنین اس واسطے کہ یہ ان سے جنگ و جدل کرتے ہیں۔ حیوانات اور درخت وغیرہ اس لئے کہ ان کی شامت اعمال سے دنیا  
 میں دیر لنی ہوتی ہے لہذا پڑ گیا ہے۔ بلائیں ملتی ہوتی ہیں زمین و آسمان اور چاند تارے وغیرہ اس لئے کہ یہ رب کے دشمن ہیں۔  
 خود کافر بلکہ یہ خود بھی اپنے چہ لعنت کرتے ہیں کہ کئے ہیں خدا یا جو ملے پر لعنت اور جو ملے خود ہیں اور بد نفس بھی کفار اپنے  
 سرداروں پر لعنت کریں گے کہ انہوں نے حق کو چھپا کر ہمیں یہاں پہنچایا۔ یہ عذاب ان پر ہے جو اس کتاب پر آخروں تک قائم  
 رہیں تو یہ کہنے والوں کے حلق اور شلو ہوتا ہے کہ لا اللعن قاتلوا محمد و آلہ اس کے بعد فضل پر شرمعہ ہو گئے اور  
 رب کے عذاب سے ڈر کر آئندہ کے لئے اس حرکت سے باز آگئے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ واصلوا یکم عمل کے  
 اپنی حالت درست کر لی وہ ان کے حق چھپانے سے جو دوسروں کے عقائد و اعمال بگاڑ گئے تھے ان کو بھی سبیل و اور جو شے لوگوں  
 کے دلوں میں پیدا کئے تھے خود ان کا جو لب پہلا اور ان سب کے ساتھ واصلوا و ساری باتیں لوگوں کو بتائیں جو ان سے چھپائی  
 تھیں اور ان سے کہہ دیا کہ مسئلہ یہ ہے تو رست کی اہمیت یہ ہے وغیرہ جو لوگ یہ عین کام کریں گے تو اگرچہ وہ کتنے ہی گنہگار بن گئے  
 ہوں مگر ٹاؤنک اتوب عنہم ہم ان کی توبہ قبول کریں گے اور انہیں لعنت سے نکال کر رحمت میں داخل کر لیں گے  
 عذاب کے عوض تو لب ہیں گے سولت کے عوض عزت بخشیں گے اور یہ کیوں نہ ہو وانا التواب الرحیم ہم توبہ پذیر توبہ  
 قبول فرماتے ہوئے اور بڑے مہربان ہیں کسی آئے ہوئے کو اپنے دروازے سے نکالتے نہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے ایمان و مومنین اور عیسائی تمہارے دشمن کی نبوت اور جو مفقود ہوئی حاکمیت ختمی جانتے ہیں کیونکہ ان  
 کی کتابوں میں ان چیزوں کا ذکر ہے اور محل سے بھی یہ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ مگر وہ چھپاتے ہیں اور جو شخص ان دلائل اور  
 صاف باتوں کو ضرورت کے وقت ملادہ چھپائے جو ہم نے ان کی ہیں اور لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے کتب میں انہیں بیان  
 کی ہیں۔ ان سے بدلہ پر لفظ بھی لعنت فرماتا ہے کیونکہ وہ یہ وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور ساری خلق بھی انہیں لعنت سے یاد  
 کرتی ہے کیونکہ ان کی وجہ سے ان سب کو تکلیف پہنچی جو لوہے لعنت و ناپس بھی ہوا یا صرف آخرت میں۔ تفسیر و مشور میں ان  
 جرم کی روایت سے ہے کہ قیامت کے دن کافر کو کڑا کیا جائے گا۔ لہذا انہوں نے پر رب لعنت فرمائے گا پھر فرشتے اور پھر تمام لوگ  
 بلکہ دنیا میں بھی ہر شخص کہتا ہے کہ ظالموں پر لعنت اور ظالم یہ ہی ہیں ہاں جو توبہ کر لے اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال درست کر  
 لے اور چھپائی ہوئی باتیں ظاہر کر دے ان لوگوں کی توبہ ہماری ہر گز میں قبول ہے اور ان کے لئے دروازہ رحمت کھلا ہوا ہے  
 کیونکہ ہم بہت توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔ خیال رہے کہ توبہ میں صرف زبان سے توبہ کہنا کافی نہیں بلکہ اس کے  
 لئے ان دو باتوں کی بھی ضرورت ہے جس کا میں ذکر ہوا یعنی اصلاح اعمال اور گزشتہ گناہوں کا کفار۔ خیال رہے کہ جسے  
 آج چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات اور آپ کا چہ چادرین نہ ملانہ کم ہوا ہر جگہ آپ کی  
 وحی و وحی مکی ہوئی ہیں ایسے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر جگہ آپ کے چہ چہ تھے خود یہ ظالم و بد



کے یا مالکوں سے معافی لے اور لاشیں واپس کرے تب تو یہ قبول ہوگی جیسا کہ اصلحوا سے معلوم ہوا۔ انھوں نے خاندانِ توبہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس گناہ سے جو کچھ فساد پھیل چکا ہے اس کی اصلاح کرے۔ اگر معافی کے علاوہ اس سے کوئی غلطی میں پڑے یا کسی کی غلط کتب سے لوگوں کے عقائد بگڑ گئے تو اس عالم کو یہ معصوم لازم ہے کہ خود ہی اپنے گنہگاروں کی توبہ کی تردید کر کے شائع کرے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپیں توبہ اور ظاہر گناہ کی ظاہر توبہ فرمادہ توبہ بقدر وجہ جیسا کہ اصلحوا سے معلوم ہوا۔ نواں فائدہ: مستحق لعنت پر لعنت کرنا جائز ہے مگر کافر پر ہم نے کر بھی اور گناہ پر عام صفت کے ساتھ جیسے کہ اہلئے کہ ظالم پر لعنت یا جھوٹے پر لعنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ مثلاً "زید جھوٹا ہے اس لئے اس پر لعنت" دیکھو شاہ باب اللعان۔ نیز قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زنا کی تحست لگائے اور گولہ نہ رکھتا ہو تو لعن کرے اور لعن میں لعنت ہی ہوتی ہے اس کی جگہ اور حقیقت انشاء اللہ اگلے آیت میں آئے گی۔ سو سوال فائدہ: حضور کے نبی ہونے کا زمانہ تو اس وقت سے ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام میں تھے اور حضور کو نبی کہنے کا زمانہ اس سے بھی پہلے ہے کہ فرشتے حضور پر درود بھیجتے تھے بلکہ خود رب تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا تھا پھر نبی نے اپنی امتوں سے حضور کو نبی مکتولیا سنیں حکموں اور غشوں کے چوں نے آپ کی نبوت کی کوئی حضور کے بھین شریف بلکہ ولادت کے پہلے ہی سے دی مگر حضور نے اپنی نبوت کا اعلان وہی آنے پر کیا فرمادہ نبوت "ظہور نبوت" اعلان نبوت کے زمانوں میں فرق ہے۔ سورج ہو وقت ہی روشن ہے مگر رات میں اس کا ظہور نہیں۔ پھر ظہور کی حالت میں مہر پر شام کو نور کے رنگ مختلف ہیں۔ یہ اس کی حرکت کے لحاظ سے دیکھو۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کی ولادت سے صد ہا برس پہلے تو رستہ و انجیل نے حضور کی نبوت ظاہر کر دی تھی۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہی بات چھپانا لعنت کا باعث ہے پھر صوفیائے کرام طریقت کے رتوکیوں چھپاتے ہیں اور سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو غلیبائے جس میں سے ایک ظاہر کیا اگر وہ سرا ظاہر کروں تو تم میرا گلا گھونٹ دو۔ نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غیر اہل پر علم پیش کرنا بھیلا ہے جیسے سور کے گائے میں موتیوں کا لہرا لہلا مشکوٰۃ کتب العلم وغیرہ۔ پھر اس آیت اور ان اصولیت میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب: اس آیت میں دین کی ضروری باتیں مراد ہیں جن کے ظاہر کرنے کا حکم ہے جیسے علامہ اور فرائض اہل دنیویہ کہ جن کے بغیر مسلمانوں کے علاحدہ اہل میں خلل واقع ہو اور ان روایات میں وہ اسرار اور راز مراد ہیں جن کی ایسی ضرورت نہیں۔ پہلی ماہیت الناس فرما کر اسی جانب اشارہ فرمادیا کہ جو احکام لوگوں کے اعتقاد کے لئے بیان کئے گئے انہیں چھپانا گناہ ہے اور اسرار اعتقاد کے لئے نہیں۔ وہ اسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ تعلیم دین پر محکوم یا اجرت لیا حرام ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور فرض پر اجرت کیسی دیکھو روزہ نماز پر اجرت جائز ہے پھر متاخرین علماء نے اسے کیوں جائز قرار دیا۔ جواب: مدرسین کی محنتیں تعلیم کی اجرت نہیں بلکہ پابندی و فیوض کا صلہ ہے جیسے کہ مسئلہ شرعی بتانے کی اجرت حرام لیکن لکھ کر دینے کی جائز کیونکہ یہ کفہ روشنائی کا صلہ اور لکھنے کی باجرت ہے ایسی ہی دعا و تعویذ وغیرہ کا حکم ہے۔ دیکھو شاہ کتب الاجارۃ

تفسیر صوفیانہ: مسافریں رو طریقت پر کچھ مندریں ملے کرنے کے بعد حقیقت الہی ہوتی ہیں اور ان کے دلوں پر معرفت کے انوار چمکتے ہیں۔ چوں کہ اس کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو انھیں ان قلبی تجربات کو اپنے مشن سے چھپائے جو رب نے ان



وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۖ خُلِيْدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

کی اور لوگوں سب کی ہے۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی نفاق اس کے نہ ہٹا کیا جاوے گا

ہمیشہ رہیں گے اُس میں نہ اُن پر سے عذاب ہٹا جائے

يُنْظَرُونَ ﴿٣٧﴾

اُس سے عذاب اور نہ وہ ہلکتے دیکھتے جائیں گے۔

اور نہ انہیں ہلکتے دی جاوے

تعلق : اس آیت کا مجمل انہوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : مجملی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ دینی احکام پھیلنے والے علماء لعنت کے مستحق ہیں۔ لب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لعنت ان علماء تک ہی محدود نہیں بلکہ عام لوگوں کے ہونے کے سبب سے کافر ہو جائیں وہ بھی اس میں شامل ہیں گویا یہ آیت گزشتہ آیت سے ایک دہرہ دور کرتی ہے۔ دوسرا تعلق : مجملی آیت میں دین چھپانے والے پر لعنت نازل کر تھا لب اس لعنت کے دوام نکل کر ہے۔ یعنی یہ نہ ہو گا کہ صرف ایک بار لعنت ہو کر انہیں نجات ہو جائے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ تیسرا تعلق : مجملی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جائے۔ لب توبہ کو وقت بتایا جا رہا ہے کہ موت سے پہلے کی توبہ قبول ہے۔ موت پر تو سب ہی توبہ کرتے ہیں مگر بہت کم۔ چوتھا تعلق : مجملی آیت میں دین چھپانے والوں پر لعنت کی گئی۔ لب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لعنت انہیں مجرموں سے خاص نہیں بلکہ ہر کافر اس کا مستحق ہے بلکہ ان پر بھی ماسی لئے لعنت ہوئی کہ وہ بھی کافر تھے۔

تفسیر : ان الفتن کلوا ظاہر یہ ہے کہ اس سے عام کفار مراد ہیں جو لو دین چھپانے والے قل کتب ہوں یا الوہیت یا نبوت وغیرہ کے منکر۔ صراحہ لفظی نے کہا اس سے بھی وہ ہی دین چھپانے والے مراد ہیں جن کا کہ پہلی آیت میں ہوں مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ پہلی ہی بات زیادہ صحیح ہے۔ یعنی جنہوں نے کسی قسم کا کوئی بھی کفر کیا۔ خیال رہے کہ زندہ ظہرت کا کفر بھی ایک قہور ایمان بھی ایک۔ یعنی جن لوگوں تک نبوت کی روشنی نہ پہنچی تھی ان کے لئے صرف حیدر توحید ایمان قہور شرک کرنا کفر۔ مگر جن تک نبوت قہور پہنچان کے لئے کفر تو ہزاروں ہیں مگر ایمان صرف ایک، جنہیں ہاتھوں کو ان کر سوسن ہوتے ہیں ان سب کا ایمان ہے اور ان میں سے ایک بات کا انکار کفر تو توحید کا انکار یا نبوت کا انکار یا فرشتوں یا جہود و نصاریٰ یا قیامت غریبہ ان میں سے ہر شخص کافر ہے اور یہ سب علیحدہ علیحدہ قسم کے کافر ہیں لہذا حضور انور کے والدین کریمین کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ سوسن 'موت تھے وہی سولہ یہ نہیں پیدا ہو سکا کہ انہوں نے قیامت و قرآن وغیرہ کو کیسے بنا دیا تو اوہم کھا دیا اور کفر یہاں تک اڑے رہے کہ اسی محل میں مرے۔ ان کی سزایہ ہے کہ اولئک علیہم لعنت اللہ والطفکے والناس اجمعین۔ علیہم کے مقدم کرنے سے صبر کا کفارہ ہو یعنی یہ لعنت صرف انہیں کافروں پر ہے نہ مزہر مسلمانوں پر اور نہ ان کفار پر جو ایمان پر مرے اور اس سے یا صرف مسلمان مراد ہیں کیونکہ حقیقت میں وہی انسان ہیں رہے کافر وہ تو جانور بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں (قرآن شریف) ان کا اعتبار نہیں لہذا مسلمانوں کی لعنت سارے لوگوں کی لعنت

ہے اور پاکتاؤ موسن سارے انسان مر لو کیونکہ قیامت اور دوزخ میں کفار بھی ایک دوسرے کو لعنتیں کریں گے۔ رب فرماتا ہے کہ ہم یوم القیمۃ تکلو بعضکم بعضا وامن بعضکم بعضا نیز دنیا میں بھی کفار کہتے ہیں کہ یہودیوں پر لعنت اور خود بے دین ہیں جن سارے کفار پر رب کی تمام فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور پھر یہ لعنت بھی ختم نہیں بلکہ جملہ ان لوگوں پر غلو سے بنا جس کے معنی ہیں مدت مدت تک لازم رہنا اور کبھی جنگی کے لئے بھی بولا جائے اور اگر اس کے بعد ایسا آجائے تو جنگی ہی کے معنی کی تائید کرتا ہے۔ یہاں جنگی ہی مر لو ہے جیسا کہ دوسری آیتوں سے ظاہر ہے اور یہ علیہم کی ضمیر سے ملتا ہے اور اصل کی ضمیر یا تو لعنت کی طرف لڑتی ہے یا آگ کی طرف جو لعنت سے سمجھ میں آئی (کیونکہ یہی اس لعنت یا جہنم میں پیشہ رہیں گے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ کبھی انہیں وہاں نہ کر جن میں مل جائے بلکہ لا یحفظ عنہم العذاب من بعد کبھی عذاب ہلکا بھی نہ ہو گا۔ دنیا میں مزدوروں بھر کام کر کے رات کو آرام کرتا ہے وہاں یہ نہ ہو گا بلکہ ہر وقت عذاب۔ نیز جیل میں لڑا سخت تکلیف دی جاتی ہے پھر اس میں کچھ رہتا ہے وہ جاتی ہے وہاں یہ بھی نہ ہو گا نیز دنیا میں مصیبت شروع میں بھاری مظلوم ہوتی ہے اور پھر انسان اس کا بھاری ہو کر ہلکا محسوس کرتا ہے وہاں یہ بھی نہ ہو گا ہر وقت تکلیف تیرا ہے تیرا بلکہ پہلے سے زیادہ فرشتہ عذاب پیشہ اور یکساں سخت تر ہو گا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ولا ہم منظورون یہ غلو سے بنا جس کے معنی ہیں سلسلہ دیتا۔ فسطوۃ الی مسودہ اور انتظار کرنا اور روکنا۔ یہاں تینوں معنی درست ہیں (مدح طہیان) یعنی نہ تو انہیں سلسلہ دی جائے گی کہ آرام پائیں اور نہ انہیں وقت دیا جائے گا کہ توبہ کر لیں یا دنیا میں اگر نیک عمل کر جائیں اور نہ ان پر نظر رحمت ہوگی۔

خلاصہ تفسیر : یہ نہ سمجھو کہ صرف کافر سزا دیں یہی لعنت ہے اور ان کے کسی بھائی سے یہی ہیں بلکہ ہر کافر لعنت میں گرفتار ہے اور یہ بھی خیال نہ کرنا کہ توبہ کا دوا لڑا عیشہ کھلا ہے گا اور ہر شخص کو پیشہ اس کا دوا دیا جائے گا نہیں بلکہ جنہوں نے دنیا میں کسی قسم کا کفر کیا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرے ان پر لڑے گی بھی لعنت ہے اور سارے فرشتوں کی بھی اور سب لوگوں کی بھی کیونکہ یہ رب کے ہائی ہیں اور فرشتوں کو ان پر ناراضی اور لوگوں کو ان سے تکلیف پھر نہیں کہ کبھی اس لعنت سے بچنا پائیں۔ نہیں بلکہ پیشہ رہے گی اور یہ بھی نہیں کہ کبھی ان کا عذاب ہلکا ہو بلکہ یکساں رہے گا اور یہ بھی نہیں کہ انہیں آرام کرنے کے لئے سلسلہ دی جائے یا ان پر نظر رحمت کی جائے۔ لہذا اصل دوا دوسرے سے پہلے توبہ کر لو ورنہ پھر پچھلے سے کچھ نہ ہوگا۔

قائدے : اس آیت سے چند قائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ : غارتہ کا تہا ہے دیکھیں یہاں کفری مرنے کا ذکر کیا گیا۔ لہذا از عی میں کسی کو اپنے حال پر اچھو نہ چاہئے۔ رب کا خوف کرے اور اس کی پچھلے گئے۔ چارے قائدے : ہر شخص کی موت اس کے لئے توبہ کا دوا لڑا دے ہوئے گا وقت ہے اور جو کہ کسی کو موت کی خبر نہیں لڑا ہو وقت ہی توبہ چاہئے۔ تیسرا قائدہ : بعد موت کسی کافر بھی ہم نے کر لعنت نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کا کفر مرنا نہیں سے مظلوم نہ ہو یا اس کی قرآن و حدیث میں خبر دی گئی ہو یا ہم نے اسے کفر کچھ کچھ مرنے ہوئے دیکھا ہو یا ان کا تہا ہے کہ ان کا شخص یا مظلوم تھا۔ یہ کہنا کہ رام لڑا یا اگر ہم پر اب لعنت ہے تہا ہے۔ چوتھا قائدہ : یزید پید اور حنن بن یوسف غیو غامول پر ہم نے کر لعنت کر تہا ہے نہیں



صحابہ کرام کے آپس میں جگہ چلا ہوئے۔ لب بھی سیدوں سے دنیاوی جگہ سے ہو جاتے ہیں۔ وہی وہ سری رویت اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کوئی کفر کے لئے قیمن چاہئے۔ ابو طالب کی کفر موت بھی اس طرح سے ثابت ہے جس پر قیمن نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ ہے جو کہ اس میں اختلاف ہے چنانچہ طبرہ اور دحلان کی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے ایمان پر ایک مستقل رسالہ لکھا۔ مہسنی الطالبی ایمان ابی طالبؑ سے جو تھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار پر سب لوگوں کی لعنت ہے حالانکہ کوئی بھی اپنے چچا کو سزا دینا نہیں چاہتا۔ جو لب: اس کا جواب تفسیر کے گزرنے کا کہ باقی سب لوگوں سے مسلک برابر ہیں باقیامت کے دن کفار بھی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور دنیا میں ہر ایک کا ہوں پر لعنت کرنا بھی لعنت ہے۔ پانچویں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار پر ظاہر ہلاکت ہو گا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ جو لب کو وہ شبہ کے دن مذہب بگاڑا ہو گا ہے حضور کی خوشی کی وجہ سے جو کہ وہ دوسرا اس آیت کے خلاف ہے نیز وہی جواب کفار کے لئے لکھا اقل قیل نہیں ہے آیت برحق ہے۔ جو لب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ آیت کے کلام میں ہے جو ابی تفسیر میں گزرنے والی خوشی کفار کو جتنی شہد ہوا کہ محسوس ہو گی اتنی ہی بیش محسوس ہوتی ہے کہ دنیا کی طرح مسلمانہ پیدا ہو گی اور جو لب کے لئے یہ روایت اولیٰ سے ہے۔ بعض کفار اولیٰ سے بچے مذہب میں ہوں گے بعض سخت مذہب میں ہوں گے دونوں کے ساتھ ملے کیلئے ہے اور ان کے مذہب مختلف ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کے بعد میں قانون کفار ہے۔ وہاں محسوس کریم کا قانون و خصوصیات میں فرق ہے لہذا وہ دوسرا اس آیت کے خلاف نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جو لوگ کہ حق سے محجوب ہو گئے اور ان کے دلوں پر پردہ غفلت پڑا رہا ہے تک کہ ان میں قیول حق کی قابلیت بھی نہ رہی ہو نہ خیالی اور شوقانی ہو ان سے ان کا نظری اور بکھ گیا اور وہ محبت سے بندھے ہوئے اسباب بھی ختم ہو چکے۔ موت بھی ان کے جالب کو نہ پہلا کی وجہ سے بھی دور رہی اور اس کے کرم سے بھی مجبور عالم حکومت سے لٹالے ہوئے ہیں غفلت انہما سے کر گئے۔ جس کو صوفیاء کی اصطلاح میں محسوس کہتے ہیں۔ اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ وہ رب جس کا چراغ چھلکا ہے اسے کوئی روشن نہیں کر سکتا۔ نیز جب چراغ میں روغن نور حق نہ ہو تو صرف مٹی کھڑا کس کام آئے۔ ان کے جسم مٹی کھڑا ہیں جس میں نہ روغن نہ حق۔ اس لئے ان سے یہ مذہب ہلاکت ہو گا کیونکہ مذہب مذہب ان کے فصول میں داخل ہو چکے اور نہ ان پر بھی غور و فکر (اور ان کی خلاصہ ہے کہ مشائخ اعظم اور بزرگن دین نے چراغ کے روشن کرنے والے ہیں مگر یہ قدرتی طور پر روغن حق سے خلل گئے کوئی کیسے روغن کرے؟ یہ خلل ہو مای موت ہے۔ مٹی پیدا ہوتا ہے کہ روغن نور حق موجود لیکن غیر ہوا ہے چراغ گل ہو جائے ان کی اصلاح ممکن ہے۔ ابو عمل ہر وہ بکھڑا کھڑا بیسی فرق تھا لہذا حقانی اپنی حفاظت اس میں رکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفر تین طرح کے ہیں۔ غفلت کا کفر، غیبت کا کفر، محبت کا کفر، مصلحت کا کفر، مصلحت کا کفر یعنی طلبہ اسلام سے ہے حاجت کا احوام کا کفر غفلت کا ہو گیا ہے مگر کفر مصلحت کی وجہ سے حق ہے اگر کسی کفر کو قبول نہ ہے تو اس کے کفر مصلحت کا نہ ہو۔ ہے اور اگر کسی کافر کے دل میں نرمی ہے تو اس کے ایمان کی امید ہے۔ حق بدل ہو رہے کی قیمن تھیں ہیں۔ نرم دلہ اللہ کی محبت اختیار کرنا یا ان کے حالات یا ان کی کتب کا مطالعہ یا کثرت سے درود شریف۔ نیز نرمی دل کہ شریف پر مصلحت ایک اصل سہارا ہیں۔ کسان پہلے زمین نرم کرنا ہے پھر غم ہوتا ہے۔

## وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

اور معبود تمہارا معبود ایک ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے وہ بہت رحمت والا ہے ہر اُن سے  
اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں بلکہ وہ ہی بڑی رحمت والا ہے ہر اُن سے

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کلمہ لپکاوا  
ہو گا۔ اب اس کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ جو کلمہ دیا میں ہادشا یا مالک چہ ہوتے ہیں یہ سب تو ممکن ہے کہ ایک کی باراضی پر  
وہ سرے کی بنا لے لیا جائے مگر ہر ایک ہی ہے اس کی باراضی پر کس کی بنا لے لیا اس کے غضب کو کوئی بلا نہیں کر سکتا  
دوسرا تعلق : پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ کفار پر ظہور منہ ہو گی۔ اب اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ غضب مالک لوگ جلد  
غصہ کر کے فوراً آسمان بھی ہو جاتے ہیں مگر رب تعالیٰ رحمن رحیم ہے وہ کسی پر بلا دے۔ غضب نہیں فرماتا اور جو خودی اس کی  
رحمت کا وہ انہ لپچہ پر نہ کر لے تو پھر کھو د بھی نہیں۔ تیسرا تعلق : اب تک کی آیتوں کا تعلق نبی اور نبوت اور ارکان  
اسلام سے خطاب نبوت کا کر کے ہو کہ ان سب کی اصل الاصول ہے۔

شان نزول : ایک ہادشا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کی صفوں کا ذکر کیجئے تاکہ ہم اس  
میں اور اپنے معبودوں میں فرق کر سکیں۔ اس موقع پر یہ آیت کہنے اتری جس میں اس کی ذات اور عام صفوں کا ذکر ہے۔ یہ  
آیت امتیاز و صفات کے بیان میں اول درجہ کی ہے بلکہ اہم اور ترقی میں ہے کہ رب کا اسم اعظم آیتوں میں ہے ایک تو  
یعنی ہدیٰ الہی لا الہ الا هو (نزلت)

تفسیر : والہکم الہ واحد کا ہر ہے کہ یہ خطاب سارے ہی لوگوں سے ہے جو میں ہوا کفار۔ بعد میں ہوا یوں دار۔  
لا الہ الا هو اس کے معنی کی تحقیق ہم اللہ کی تفسیر میں کر دی گئی۔ یہاں دیکھ لو کہ اس سے مراد ہے سب سے بڑا۔  
نبوت امتیاز کا بڑی کو کہتے ہیں۔ لفظ اللہ جو لے معبودوں پر بھی بولا جاتا ہے اسی لئے اس کی جمع الہاء آئی ہے کہ کلمہ کلمہ  
کے حقیقہ میں سب سے بڑا ہے مگر یہاں حقیقی اور سہا معبود مراد ہے یعنی اللہ پہلے لے اس کی ذات مراد اور وہ سرے لے  
نہ صرف معبود۔ واحد و احد سے لے۔ جس کے معنی ہیں اکیلے ہونا بھی ہے ظہور ہے مثل کو بھی واحد معنی ہوتا ہے کہ  
دوسرے ہیں۔ واحد تو ظہور و خالق سب پر بولا جاتا ہے مگر اللہ مطلق اللہ کے سوا کسی پر نہیں بولا جاتا۔ حقیقہ ہے جس کا کوئی جز  
نہ ہو اور کثرت نہ سکے۔ ایک انسان کو بھی اسی لئے ایک کہتے ہیں کہ اس میں سے کت کت انسان نہیں نکال سکتے ہیں ہاتھ  
پاں و خیر و ابراہیم لیں گے۔ مگر انسان نہیں اور جس واحد رب کی صفت ہو اس سے مراد ہوتا ہے کہ ذات و صفات و فعل میں  
اکیلا اور ہے مثل کہ نہ اس کے ابراہیم نہ وہ کسی کا جز نہ اس میں کثرت اور نہ اپنی اور نہ کثرت میں نہ کسی کی حیثیت نہ  
اس کی کوئی حیثیت نہ و سب سے پاک ہیں اس کی شانیں ہے شہر یعنی اے لوگو حقیقی سب سے بڑا معبود ہے کہ  
جس میں کسی لحاظ سے شرکت کا دخل نہیں۔ پھر اس کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے لا الہ الا هو اس کے سوا کوئی  
اور سہا معبود نہیں لہذا ہی کو باجو۔ اسی کو پہچانو۔ اسی سے ڈرو امید رکھو اس کے سوا غیر کی عبادت نہ کرو۔ شرکت سے پاک

سحق مہدت

جس میں ملک کا کائنات ہے۔

مسئله که تبلیغ می‌شود و گفته می‌شود:

یعنی تم بند لگاتے تھے۔ پہلے ریلوے کے سٹیشنوں کے پرچے پر اس آواز کا نکلنا بالکل عجیب ہے۔

تفسیر صوفیانہ : اے توحید و حق جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک معبود ہے اور ہزاروں ایک موجود اس کے بموجب  
موجود ہے۔ اسی کا پرتو۔ سائے کو اصل سمجھ کر لوحِ کفایت سمجھنا جائز ہے بلکہ اس کی رحمت ہر موجود کو شامل۔ غلام  
رحمن ہے اور اس کی ہدایت مومنین کے لئے خاص اللہ اور جبرائیل علیہ السلام تک پہنچنے والے اسے سلاھوت پہنچائیں اور

جن کی رسولی فقط صلت تک ہوا اسے رحمن رحیم سے جائیں۔ سو فائے کرام کے نزدیک فقط حوفاں ہم ہے جو محض ذات کو فائز ہو کر حوکرہ جانے جو ہوا خواہ صلت سے غفلت ہو۔ مولانا فرماتے ہیں۔

تو ہوا ہا کے رہی ہے جام ہو	اسے زہر قلخ شدہ ہا نام ہو
اسم خدائی ہو سسی را ہو	سہ پہاڑوں نہ اندر آب ہو
گر زہم و حرف خدائی بکذری	پاک کن خود راز خود ہی یکسری
غیبی را صفتی کن از وصف غیبی	تمہ جی ذات پاک و صف غیبی
جی اندر دل علوم انبیاء	ہے کتاب و ہے معبد و ہوسہ
علم کل نید زہر ہے واسطہ	آں نہ یاد ہو رنگ ماشہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ

تحقیق بیچ پیدا آسمان اور زمین کے اور بدلتے میں رات اور دن کے اور کشتی میں وہ جو کہ تیرا رہی ہے  
سے تنگ آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دنیا میں موجوں کے

الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ

بیچ دریا کے ساتھ اس کے جو نفع دیکھ لوگوں کو اور وہ جو اتارا اللہ نے آسمان کے پانی پس  
فائدہ کے کر چلی ہے۔ اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتارا کہ مردہ زمین کو اس سے پیدا

قَاءَ فَأَحْيَا فِيهَا الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ

مردہ کیا پھر اس کے زمین کو کچھ مرنے اس کے اور پھیلا پانی اس کے ہر طرح کا جانور اور پھر پانی ہواؤں کا  
اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کا گردش اور

الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَايَتُ لِقَوْمٍ

اور بار بار جو طبع ہیں۔ بیچ میں آسمان اور زمین کے اللہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو  
وہ بار بار جو آسمان و زمین کے بیچ میں صبح کا بدھ صبح ہے ان سب میں جملہ وہ کئے

يَعْقِلُونَ

عقل رکھتی ہیں  
مردہ نشانیاں ہیں۔



سب مل کر ایک معلوم ہوتے ہیں نیز ہر آسمان کی حقیقت جداگانہ کوئی چاندی کی طرح نور کوئی سونے کی مثل مگر ہر زمین کا لہو ایک سی یعنی مٹی۔ زمین کی پیدائش آسمان سے پہلے ہے اور پھر بعد میں مگر جب تک آسمان دینے والے ہیں اور زمین لینے والی اور درجہ دینے والے کا لینے والے سے اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے آسمان کھڑک پہلے فرمایا اور زمین کا بعد میں۔ زمین ہر وقت آسمان سے لیتی ہی رہتی ہے کبھی اس سے بے نیاز نہیں ہوتی کبھی ہادش میں آسمان کی قنجد ہے اور کبھی دھوپ میں اس کی نیاز مند (روح طہیون) و اختلاف الہل والنہار یہ لفظ ظلم سے بنا۔ جس کے چند معنی ہیں آنا بھلا اور یکساں نہ ہو اور گناہ و معصیہ سے بچنے ہو۔ یہاں ہر معنی درست ہیں۔ یعنی رات و دن کا آنا بھلا یا ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ یا ان دونوں کا یکساں نہ ہونا کہ دن روشنی رات اندھیری بلکہ خود رات بھی کبھی چاند سے نورانی کبھی ہانکل سیاہ اور دن بھی صبح و شام ہلکا اور دو سر کو طوب و روشن یا رات و دن کا گناہ بڑھنا کہ سردی میں رات بڑی اور دن چھو چھو گرمی میں اس کاٹ یا لطف ٹکوں میں فن کا طبع و حل۔ کہیں چھ لہ کون نور چھ لہ کی رات۔ کہیں اس کے خلاف پھر ایک ہی وقت کہیں رات کہیں دن۔ دیکھو جب یہاں رات تو امریکہ میں دن اور کسی جگہ صبح نور کہیں ٹکر کہیں صبح و شام سے یہاں جس کے معنی ہیں چیرہ نہ چہرہ کہ صبح صدف کی روشنی رات کی تاریکی کو چیرتا ہوتا ہے اس لئے اسے نما کہتے ہیں۔ پانی کی نمر کو بھی اسی لئے نمر کہتے ہیں کہ وہ دریا سے چیر کر نکلتی ہے۔ شریعت میں صبح صدف سے سورج ڈوبنے تک کل وقت نما یعنی دن ہے نبوی سورج چمکنے سے ڈوبنے تک کو دن کہتے ہیں۔ یعنی دن و رات کے اختلاف میں بھی رہتی دلیل ہے۔ صوفیاء کے ہاں زمین دل پر کبھی غفلت کی رات آتی ہے اور کبھی بیداری کھولنے بیداریوں کے لئے رات میں بھی دن ہوتا ہے غفلتوں کے لئے دن میں بھی رات۔ دل کے حالات ہر شخص کے مختلف ہوتے رہتے ہیں بعض وسط کا سلسلہ نکلتا رہتا ہے۔ والفلک اتی تجوی فی البحر۔ فلک کے لفظی معنی ہیں گھومتا۔ ہر گول چیز کو بھی اسی لئے فلک کہتے ہیں کہ وہ گھومتی ہے آسمان کو فلک اور چمکنے کے بکروں کو اسی لئے فلک کہتے ہیں کشتی کو فلک کہنے کی یہ عیوج ہے کہ وہ دریا میں چکر لگاتی رہتی ہے۔ یہ جمع بھی ہے اور دلدل بھی۔ کشتی کے سوجد نور علیہ السلام ہیں کہ بذریعہ العلم آپ نے تیار کی (عزیزی) تجوی جری سے بنا جس کے معنی ہیں ہستور حیرنا ہر سبک رفتار کو بھی جاری کہہ دیتے ہیں جیسے تجوی الوہج۔ بحر کے لفظی معنی ہیں دوست اور پھیلاؤ۔ بڑے عالم کو بحر اطلوس یعنی طوں کا دریا کہا جاتا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ اس کے معنی ہیں خیر۔ اسی سے نکھوٹا۔ یعنی وہ خوشی و خوشی کے نام پر چھوڑ کر اس کا لہن چیر دیا جائے۔ گردیا کو بھی کہتے ہیں اور کھاری سمندر کو بھی۔ مشہور یہ ہے کہ سمندر رات ہیں مگر تعمیر کیر اور عنزی وغیرہ نے فرمایا کہ پانچ سمندر ہیں۔ بحر ہند۔ بحرین بھی کہتے ہیں۔ بحر مغرب۔ بحر شام۔ بحر عیش۔ بحر جرجان۔ بحر ہند کی لہائی آٹھ لاکھ میل اور چھ ذیلی ہزار رات سو میل ہے۔ بحر مغرب اسی کا نام۔ بحر لویاں ہے یہ بحر ہند سے متصل ہے۔ اس کا مشرقی کنارہ معلوم نہ ہو سکا۔ مغربی کنارہ پر دس اور مقابلہ واقع ہے۔ اسی میں جوش کے مقل چھ جزیرے ہیں۔ جنہیں جزائر خلعت کہتے ہیں۔ بحر شام اس کا نام۔ بحر دم افرت و مصر ہے اس کی لہائی پانچ ہزار میل اور چھ ذیلی چھ سو میل ہے۔ اس دریا میں ایک سو بائیس (162) جزیرے آہو ہیں جس میں سے کچھ اس سے دور ہوتی چھوٹے بحر عیش یہ لازقہ سے نکل کر قسطنطنیہ سے گزرتی ہوئی دس اور مقابلہ میں پہنچتی ہے اس کی لہائی ایک ہزار تین سو میل اور چھ ذیلی صرف تین سو میل ہے۔ بحر جرجان اس کی لہائی مشرق سے مغرب کی طرف تین سو میل اور

[illegible]



و قدر اتنی ست کہ 36 ہزار سال میں دو بار اگر نکے۔ پہلا آسمان جس پر چاند ہے تقریباً اٹھائیس دن میں دو بار طے کر جائے اور  
 چہ تھا آسمان سورج کو 365 دن یعنی ایک سال میں آسمان ازل 30 سال میں اور آسمان شہری ہمارے سال اور آسمان سورج کو  
 ہیں۔ اس کی زیادہ تحقیق کے لئے علم و تحقیق کیساتھ تفسیر کبیر کا مطالعہ کرو۔ ایسے ہی ہر آسمان علیحدہ علیحدہ فرشتوں کی قیام گاہ ہر ایک  
 میں کارخانہ قدرت بنایا۔ ترافالور ہر ایک کے ساتھ خاص انبیاء اور اولیاء کو تعلق۔ حدیث صراح میں یہود و گورگہ ملک آسمان پر  
 ملک و ملکوں سے حضور نے طاقت کی فرشتہ کن حرکتوں کا اختلاف آدموں کا رنگ پر لکھا ہوا ملک انہیوں کا حضور قدرت  
 رب ظہور ہے اگر یہ چیزیں خود بخود بنتیں تو یکساں ہوتیں۔ اسی طرح زمین کے قدرت نے اس کا کچھ حصہ پانی سے باہر رکھا اور  
 بہت سامندر کے لیے اس کو پری حصہ کو چاروںوں اور انسانوں کی قیام گاہ بنایا۔ مگر اس کے ملک حصوں میں ملک انہیں  
 دیں کہیں بکھرتے ملکوں کی پیداوار کہیں سبزہ زار کہیں آب و ہوا کہیں جنگل کہیں دریا اور نہریں کہیں سونے چاندی کی کانیں کہیں  
 پناہ کہیں بند کہیں ہائل کھادی زمین خلق کی پلیدی میں اور ظہور ہوا شدت کرے شہاد گدا کو دینی دیتی ہے کسی ہر انسان میں  
 کرتی۔ اسی سے کو مطلب اسلام کی پیداوار میں اس کی اولاد کا قیام اسی پر بعدوں کی سجدہ کسی جگہ کن حضرت صہبہؓ  
 فرشتہ ایک زمین اور اس میں صد ہا نباتاتیں اور آثار ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے تمام زمین ظاہر یکساں ہے مگر اپنی کلیات  
 میں ملک و ملک کی زمین ہر قسم کے پھل پھل کا سکتی ہے کشمیر کی زمین دوسرے قسم کے پھل پھل کا پھل پھل میں ہر طرف میں  
 پیدا ہوا آثار کشمیر میں ہم نہیں ہوتے۔ اسی طرح بعض زمینوں میں قلعے کے قلعے ہیں تو بعض میں سونے چاندی کی کانیں۔ اسی  
 طرح انسان ہے کہ سارے انسان عقل و شہادت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر اندرونی طور پر ملک ہیں۔ حدیثی و ذہنی کو  
 یکساں نہ سمجھو جبکہ قسم کی زمین یکساں نہیں تو موسم و کافرنی و غیرنی یکساں کیسے ہو سکتے ہیں قل هل يستوی الاعمى  
 و البصير و الفتن لا یعلمون۔ رات و دن۔ دن کا آہیں میں ذاتی اختلاف کہ رات نزدیک دن اور لپٹی رات۔ سیاہ دن  
 سفید رات سرد دن گرم دنوں بلکہ دوسرے کے دشمن کہ کھن میں ایسا عقل کہ کبھی رات اپنا ایک حصہ دن کو عقل دے اور  
 خود گھٹ کر اسے بڑھائے کبھی اس کے عرض دن اپنا کچھ حصہ رات کو صلہ کر کے اسے بڑھا کر خود گھٹ جائے۔ مگر کہیں چھٹوان  
 اور چھ مینے رات اور کہیں کئی روز آفتاب نہ اُرد۔ دونوں آہیں میں ایک دوسرے کے قائل مگر دونوں مل کر خلق خدا کے  
 خدا مت مگر۔ رات سب کو سلا کر موت کا نمونہ قائم کرے۔ دن سب کو جاگ رزندی کا نمونہ چمکائے۔ یہ تمام باتیں ظہور  
 حکیم کے نامک۔ کشتی کلاویا میں تیرا۔ یہ بھی ایک عجیب سی چیز ہے پانی کی چیز کو بھی نہیں اٹھاتا۔ یہ پلو ہے کا کھڑا  
 میں نہیں ٹھہرتا۔ مگر ذرا ہوا میں کاجلا صد ہا من سلان لے کر ننگے کی طرح تیرا ٹھہرتا ہے مگر قدرت نے زمین کے ہر حصہ میں  
 ملک میوے پیدا کئے تاکہ ان کے نخل کرنے میں دریا کی سفر کی ضرورت پڑے کہ ہندوستان سے عرب کو فائدہ جائے اور وہاں  
 سے کجوریں آئیں۔ مگر دریا بعض جگہ بعض کھادی کن کو ایک دوسرے سے جدا علیحدہ رکھا کہ کوئی کسی میں نہ سکے یہ تمام  
 باتیں اس کی قدرت کی گواہی دے رہی ہیں۔ اسی طرح بارش۔ کہ پانی کا فرزند یعنی سمندر زمین پر ہے مگر اسے ہوا بنا کر لوہ  
 اڑایا۔ پھر وہاں سے پانی بنا کر چھوٹا پکا اور تھنی و فیروزہ کر کے اسے پینے اور کھیت کو سیراب کر کے قتل و قتل اس پر جانداروں  
 کی زندگی موقوف نہ کی۔ اسی کو برف بنا کر پناہوں پر گرایا اور گرمی کے موسم میں اسے کھٹا کر دیا جائے۔ بعض وہ جگہ بھی ہیں  
 جہاں بارش کا پانی ہی بنا جاتا ہے یہ اس کی قدرت ہی تو ہے۔ پھر اسی طرح زمین کی زندگی۔ یہ بھی عجیب سی چیز ہے۔ خدا کی شان تو

دیکھو کہ جنگ زمین کیسے معلوم ہوتی ہے۔ جگہ جگہ گرد و غبار اڑ رہا ہے پانی پڑتے ہی اس زمین میں ہزار ہا قسم کے تل روئے  
 صد اپھول پھل قلف سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی زمین نور ایک ہی پانی مگر اس کی قلف تاحیریں۔ پھر ایک ہی درخت  
 میں گڑی پتے کائے پھول پھل و فیوہ۔ فرجیکہ صد ہا چیزیں نور کچھ دنوں بعد یہ سب نکالے اس کی قدرت ہی ہے۔ ایسے ہی  
 جانوروں کا پھیلنا لایہ بھی صد ہا قدر تیس دکھا رہا ہے۔ قیصر کبیر میں ہے کہ کسی نے عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے طریق  
 سے مت قہب ہے کہ گز بھر گزے کے ٹکڑے پر اگر کوئی دس لاکھ بار طعن کھیلے تو ہر بار بد لکھتی (کھیل پھل ہوگی) صادق  
 اعظم نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر حیرت ناک انسان کا چہرہ ہے کہ ایک ہاشم کلوے میں قدرت نے آگہ ناک مکن و فیوہ  
 ڈالے نور کو دنوں کوئی ایک سو سرے کے ہم کل نہیں۔ سید باطلی فرماتے ہیں کہ پاک ہے۔ جس نے چربی میں دیکھنے کی ہڈی  
 میں سننے کی نور گوشت میں روئے کی طاقت دی (کیسا شان تو دیکھو کہ ہاتھی نور حیوانی میں اصحاب قریبہ ہر میں ہارش سے ملی کو  
 دانہ ہلا سے آٹھا کر خولن ستار ہم میں پہا کر صد ہا چکر مگر انسان کیل۔ جیل کا لون پلا کر ہوش کے جیل خلد میں رکھ کر ہر لعل  
 کر اس کی پورش کی اسے تختہ تاج لکھ دیا۔ تمام جگہ اس کے کائے بجوائے۔ اختلاقی موعودے کے ہر کن کی گون میں جیل  
 سے بچھا ہوا ہیں ملا لایہ یعنی ملی بنا کر ہوا میں اڑا نور روپ جاتے کہ اس نے اس ہارش سے کتنی خلق پیدا کی۔ ایک ہی میں کے  
 جلد کے چند سچ جن میں کوئی گور کوئی کلا کوئی بد نصیب کوئی نصیبہ و کسی کامرئ باقی کسی کا صر لوی کوئی حیران کوئی گور  
 فرجیکہ میں پہا ایک نور و رنگ ہر گاہ اس کی قدرت ہی ہے۔ اسی طرح ہواؤں کا انقلاب۔ ایک ہی صد ہا تاحیریں قلف۔  
 پھر ان میں و فیوہ کو شک کرے۔ ہواؤں تر۔ شکل بدل جمع کرے جنوبی انہیں پھاڑے۔ اسی سے ذرے ساں لے کر شمس و  
 ہی قہ نور و قہ بن کر انہیں ہلاک کرے۔ اسی سے کشمیل و ریاض تاحیریں سو ہی تیز چل کر انہیں چہ کر دے اس کے بعد میں  
 بہت سے ہواؤں کے نور بھی بچے تک پہنچ جاتی ہے مگر ہر آگ ناک پر کپڑا رکھ دیا جائے تو بچے مر جاتے اسے لکھنا کھٹکنا دیر نہیں  
 لگتی یہ بھی رب کی قدرت ہی ہے۔ ہوا اثر لینے نور دینے میں ہے حل ہے کشن سے گزرتے تو مسک جاتے نور دور تک کو مسکا  
 دے خلافت پر گزرتے تو گندی ہو جاتے نور دور تک کے لوگوں کو پریشان کر دے و رست چند و فیوہ سے لگ کر ہواؤں کو شفا  
 بخش دے۔ سہا و فیوہ ہر پلے جانوروں کے من سے لگ کر آئے تو ہلاک کر دے ایسے ہی آیات قرآنیہ یا و فیوہ نہ کہ ہار  
 دم کو تو شفا ہو جوتے کیونکہ یہ ہوا اس ذہن سے لگ کر آئی جس سے قرآن پڑھا گیا۔ حضرت مریم کا صلہ ہوا حضرت جبریل کی  
 ہوا تک۔ یعنی ساں سے ہوا اقامت بھی خاصہ یعنی حضرت اسرائیل کی ساں سے ہی قائم ہوئی فرجیکہ کہیں کی ہوا ہوا ہے کہیں  
 کی ہوا اس طرح ہوا کہ کو دنوں میں دن دن پانی ہوا کی قل میں آسمان زمین کے درمیان ہوا رہتا ہے نہ تو کسی دلیج میں مسئل  
 ہے نور نہ کسی میں رکھا ہوا ہے۔ پھر اسی ہوا سے بہت پانی گر کر برادی بھی ہو جاتی ہے نور معمولی برس کر آہی بھی اسی ہوا  
 سے بجلی گرج توں قہور لولا معمولی ہارش پھر تیز ہارش فرجیکہ صد ہا چیزیں ظاہر ہوتی ہیں بھی آگ نہیں دے ہوئے ہوا  
 جاتا ہے نور بھی برس کر پھر اتنا دن پانی ہوا میں روئی کے گائے کی طرح اڑتا پھرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قدرت ہی ہاتھ اس کے پیچھے ہم  
 کر رہا ہے اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک میں قدرت کی ہزار ہا نشانی ہیں مگر کس کے لئے اس کے لئے جس  
 کے سر میں حل و وصل میں حل ہے۔ شعر

برگ درختن جز در نظر ہو شید ہر درتے دفترے ست معرفت کو ہر



صورت میں تو ان میں سے کوئی خدا نہ رہا کیونکہ مجبور ہوا۔ دوسری صورت میں ایک کائنات سراسر کار خیز و سراغدار پہلے کی مخالفت پر تصور ہو گیا نہیں۔ اگر نہیں تو مجبور اور ہے تو اس کا چاہا ہو گیا نہیں اگر نہ ہو تو مجبور رہا اور اگر ہو گیا تو خدین کا فعل اور جن کا تسلط لازم آیا۔ مثلاً ایک نے چاہا کہ لہدن ہو جائے تو وہ سراسر وقت رات کو چاہا نہ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں چاہا سکتا مجبور۔ اور اگر چاہا سکتا ہے تو اس کے چاہنے پر اس وقت رات ہو گی یا نہیں اگر نہ ہو گی تو وہ مجبور ہو گا اس کی نہ چلی اور اگر ہو گی تو ایک وقت دن رات جمع ہوئے لہذا رب ایک ہی ہے۔ تیسرا اعتراض: اس وقت سے معلوم ہوا کہ یہ چیزیں جنہوں کے لئے نکالیں ہیں۔ بعد تو ان کے لئے نہیں تو چاہئے کہ یہ وقوف شرک سے گنہگار بھی نہ ہوں کیونکہ ان کے لئے کوئی نکل توحید قہای نہیں۔ جو مذہب اتنی عقل تو تقریباً سب میں ہے مگر بعض لوگ اس سے کام نہیں لیتے وہ اس کے مجرم ہیں اور جو عقل سے محروم ہیں جیسے بولنے والے اور بچے ان کو سب کچھ معاف ہے۔

تفسیر صوفیانہ: روح نور دل و عقل مختلف آسمان ہیں اور نور معرفت اور عقل جانب لدن کا مختلف ہے بہن خاص کشتی ہے۔ جسم مطلق دریا ہے۔ جسمانی اہل وہ چارائی میں ہے جو اس کشتی کے ذریعہ عقل ہو سکتا ہے۔ آسمان روح سے رب نے علم کا پانی برسیا جس سے زمین لہس زندہ ہوئی جو حالت کی شکل سلا میں سرنگی تھی۔ پھر اس زمین میں عقل حیوانی تو ان کے جانور پھیلائے۔ خدا تعالیٰ کام مختلف ہوا ان میں ہیں اور روح و لہس کے درمیان رہائی تجلیاں مستطیل ہیں ان سب چیزوں میں دلائل قدرت موجود مگر اس کے لئے عقل ضروری ہے جو نور شریعت اور طریقت سے منور اور وہ ہم سے عقل ہو (اور زمین عقلی)

دوسری تفسیر: انسان آیت الہی کا سطر ہے اور رب کے جمل کا آئینہ ان میں انبیاء خصوصاً مسیح و عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور عام لوگ فیض لینے والی زمین۔ ہر ایت و گھر ہی دن و رات ہیں۔ اس آسمان نبوت سے بارش برسی جس سے طریقت کلوریا بنا۔ اس دریا کو شریعت کی کشتی سے اہل صلح کے ساتھ ملے کہ پھر وہاں ہوتا اسی مسند ربیت سے لویا و عطاء عقل ہول کے پیدا ہو کر امتوں پر علم کا پانی برساتے ہیں۔ جس سے قسم قسم کے اہل صلح دنیا میں پھیل جاتے ہیں پھر ان اہل پر ریا اور افلاس وغیرہ کی مختلف اور موافق عقل ہو ان میں چلتی ہیں۔ مسلمانوں ان چیزوں کو دیکھ کر رب کو پہچانے۔ انبیاء کرام کو آسمان فرماتے اور عام لوگوں کو زمین فرماتے میں اس جانب اشارت ہیں کہ زمین کا کام ہے لینا آسمانوں کا کام ہے دینا عیسیٰ علیہ السلام خصوصاً مسیح و عیسیٰ علیہ السلام دینے آئے۔ ہم ان سے لیتے۔ آسمان زمین کو بارش نور الفطریں موسم پیداوار ہر طرح کے پھل پھول دیتا ہے کہ یہ سب کچھ بارش نور و صوب اور چاندنی سے بنتی ہیں۔ ایسے ہی حضور انور ہم کو ایمان عرفان تقویٰ و فیوض سب دیتے ہیں پھر زمین کسی حالت میں آسمان کی شکل نہیں ہو سکتی اسی طرح کوئی مسلمان حضور کی شکل نہیں ہو سکتا۔ پھر کسی ہی عقلی زمین ہو مگر آسمان سے کسی وقت بے نیاز نہیں ہو سکتی ایسے ہی انسان کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پھر آسمان لاکھوں کو اس سے زمین کو سب کچھ بخش دیتا ہے ایسے ہی حضور انور ہم سے منور ہے ہر جگہ فیض پہنچاتے ہیں پھر لینے والی زمین کے طبقے مختلف ہیں۔ جن کو ایک سورج مختلف فیض پہنچاتا ہے۔ ایسے ہی حضور انور مختلف انسانوں کو عقل فیض دیتے ہیں۔ پھر جیسے آسمان زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ایسی ہی حضور انور کی نبوت تمام انسانوں کو گھیرے ہوئے ہے کہ کوئی حضور کی نبوت سے خارج نہیں ہے۔ لہذا انھیں انھوں نے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں تو عقل اور انور اور چہ اقبل و ذوال کی ہو ان میں آتی ہیں۔



بھولنے والا ہے (ہاں بھولنے والا) کہ اپنے پرانے عہد کو بھولا اور دلائل قدرت کے سمجھنے میں غلطی کر گیا۔ من جمیعہ سے یہ بتایا کہ سب کا یہ عمل نہیں جو نور نبوت سے دور رہے وہ رب سے مجبور قرآن کریم میں قضا ہاں بھی تمام انسانوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جس میں انبیاء و اولیاء مومن و غیر مومن سب داخل ہوتے ہیں۔ جیسے قل اعوذ برب الناس اور بھی صرف کافروں کے لئے جیسے من الجنتہ و الناس یہاں صرف کفار کے لئے فرمایا گیا۔ جیسے انکے مضمون سے واضح ہے جو نکرہ سارے کافر مشرک نہ تھے بعض دہریئے بھی تھے اور بعض تو عہد پہلے بھی یعنی نبوت کے مگر اس لئے من الناس ارشاد ہوا۔ بتلفظ اختلاف سے ہوا۔ جس کے معنی بتایا بھی ہیں اور اختیار کرنا بھی۔ بتلئے کے معنی میں وہ مفصل چاہتا ہے اور اختیار کے معنی میں ایک ہی مفصل۔ یہاں دونوں داخل ہیں۔ یعنی انسانوں میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اختیار کرتے ہیں یا بتلئے ہیں 'مصل اپنی عقل سے چھ معبود۔ خیال رہے کہ عقل نبوت کی روشنی میں ایمان پہنچا ہے مگر اس سے علیحدہ ہو کر کفر و شرک سی پہنچا ہے۔ پہلی عقل راجعہ ہے۔ دوسری عقل شیطانی۔ خود ایسے پاک نہ تھا 'ما قل تھا مگر عقل سے کھربھکا۔ علم 'مل بلکہ اصنام کی قوتوں کا بھی یہی عمل ہے کہ نبوت کے سایہ میں رہیں تو اچھی چیزیں مانیں گے ورنہ غراب۔ شعر

عقل ذرہ علم دل بڑی است چوں دل تو روشد شیطانی است

من دون اللہ انما ظاہر من ذلک انہ ہے نور عطف کا متعلق یا اس کی ضمیر کامل یا اس کا مفصل اول (مدح الہیہ و مدح العباد) لیکن اگرچہ طرف کے لئے وضع ہوا لیکن یہاں غیر کے معنی میں ہے۔ عقل میں غیر۔ سوام۔ دون تقریباً ہم معنی ہیں مگر دون اس کے ہوئے غیر کو کہتے ہیں جس کا تعلق نہ ہو۔ دون کے معنی قطع کٹ جانا جیسے کہ مفہوم و ادب میں ہے لہذا من دون اللہ کا تعلق اللہ کے دوستوں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے دشمنوں پر ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ اور اولیاء من دون اللہ میں یہی فرق ہے۔ یہی اللہ سے کٹ کر کچھ بھی نہیں اور اللہ سے جدا اصل ہو کر خدائی کام کا مظہر بن جاتا ہے۔ وہ اپنی من سے کٹ کر اور بجلی کی خشک پلور ہو جس سے کٹ کر کچھ نہیں۔ ان سے وابستہ ہو کر سب کچھ ہے۔ اند لو۔ مد کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں عقل۔ یہاں مضامین پر مشید ہے یعنی اللہ کے عقل و ان میں سے بعض بعض کی عقل۔ اس عقل سے یا نبوت مروی ہیں یا کفار کے سردار یعنی یہ کفار غیر خدا کو خدا کی عقل بتا بیٹھے یا انہوں نے چاند سورج اور رشتہ جہاں کہنا ان کو یکساں اللہ اور ان کی عبادت کی۔ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں مانتے تھے اور اپنے بتوں کو اللہ کا بندہ مانتے کہ اس کا بھی شریک کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کا اللہ ان کا بوجہ نہیں سمجھ سکا ہمارے بت خدا کی جگہ لے لیں اس کا بتا دیا ہے ہیں اس لئے انہیں شرک کہا کہ کہتے تھے اللہ اور اولیاء اللہ میں بڑا فرق ہے۔ محبونہم کعب اللہ یہ اند لو کہیاں ہے۔ محبون حب سے ہوا۔ جس کے معنی ہیں داندہ اور دل کے چم میں ایک سیال نقطہ ہوتا ہے جسے حب سوراخ کہا جاتا ہے۔ یعنی کلا داندہ۔ وہی میلان و محبت کو اس لئے حب کہتے ہیں کہ محبوب کا اثر اس قلبی داندہ میں ہو جاتا ہے۔ محبت جانی بھی ہوتی ہے روحانی بھی۔ ہوسانی بھی۔ عقلانی بھی اور ایمانی بھی ظہانی بھی۔ پھر جسفی محبت ہمت قسم کی ہے۔ مل ہاپ سے محبت اور قسم کی ہے یہی بچوں سے اور قسم کی۔ یہاں انہوں سے ایمانی و روحانی محبت کو نام لیا ہے۔ بندوں کی اللہ سے محبت کا نتیجہ اس کی اطاعت اور اس کی قربانیاں ہواوی ہے۔ رب کی محبت کا انہماک بخشش اور عطائے انعام بلکہ جلائے دانی اور اسے نیکیوں کی توفیق و عطا کرنا ہوں سے پہنچا ہے۔ جیسے کہ دکن زمین میں جا کر

جب عجب آثار دکھائے۔ ایسی ہی محبت دل میں جاگزیں ہو کر جب تماشا دکھائی ہے۔ حسب اللہ میں صدور کی انصاف منقول کی طرف ہے اور قابل خمیر ہے جو یا تو کفار کی طرف لوثی ہے یا اہل ایمان کی جانب یعنی یہ کفار جن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کہ کچھ عبادت اللہ کی کرتے ہیں کچھ ان کی۔ کچھ رب سے امید و خوف رکھتے ہیں کچھ ان سب سے یا یہ کفار جن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے مسلمان اللہ سے کہ مسلمان سارے کلام اللہ کے لئے کرتے ہیں اور یہ ہر جہ میں جن کو ہم مہر کرتے ہیں مگر سب ظاہری باتیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ واللہ انما اعدوا احدا حبا للہ مسلمان اللہ سے محبت کرتے ہیں کہ ان کے مقابل کفار کی باتوں سے محبت مضر مشیر بھی نہیں۔ مسلمان ہر رنگ و رنگ میں طالب موتی۔ یہ راحت میں تو باتوں کے پہاڑی اور مصیبت میں انیس۔ بھیک کر رب کی طرف متوجہ۔ نیز مسلمان اللہ سے اللہ کے لئے ہی محبت کرتا ہے اور کافر اپنے نفس کے لئے لڑا مسلمان بے فرض ہے اور کافر خود فرض۔ یہ محبت انیس مذاب کی طرف لے جائے گی۔ ولو بودی اللہن ظلموا" ہری راہی سے جس کے معنی آگہ سے دیکھنا بھی ہیں اور دل سے جاننا بھی۔ سوچنے کے معنی میں ایک منقول چاہتا ہے اور جاننے کے معنی میں دد۔ یہاں دونوں صحیح ہیں اور لو کفار اب پشیدہ ہے یعنی کیسی مصیبت ہو اگر یہ ظالم کہہ لیں یا جان لیں۔ اذ یرون العذابا طرف کے لئے وضع ہو اگر یہاں ہری کا منقول اول ہے اور یرون اذ کا اضافہ۔ یعنی رکھنا یعنی اس وقت کو جانیں جب یہ مذاب دیکھیں گے۔ (مدز قیامت) ان اللہ جہا اللہ جہا اگر ہری دیکھنے کے معنی میں ہو تو یہ جملہ ظالم ہے اور اگر جاننے کے معنی میں ہو تو یہ جملہ اس کے دو مفعولوں کے قائم مقام۔ معنی یہ ہوئے کہ اگر یہ ظالم مذاب کے وقت کو دیکھیں تو کیسی مصیبت آئے۔ کیونکہ تمام حالات اللہ کی ہے اس کے مذاب کو کوئی دفع نہیں کر سکتا اگر یہ ظالم جان لیں اس وقت کو بھی جبکہ مذاب دیکھیں گے اور یہ بھی جانیں کہ ساری قوت اللہ کی ہے تو کبھی شرک نہ کریں شرک کی وجہ سے یہ ہے کہ انیس خدا کی قوت کی خبر نہیں وان اللہ شہد العذاب یہ پہلے ان پر موقوف ہے اور ہری کا منقول یا اس کی ملاحظہ یعنی اور اگر یہ جان لیں کہ اللہ سخت مذاب دلا ہے تو کبھی شرک نہ کریں۔ مذاب تعذب سے بنا۔ جس کے معنی ہیں۔ یلھا پانی جیسے کہ تھیلانی یا اس کو دو تک ہے۔ ایسی ہی مذاب اٹھی گناہوں سے ہزار رکھتا ہے۔

خلاصہ تفسیر : حلقہ لوگ عالم کی چیزوں کو دیکھ کر خالق کا پتہ لگا لیتے ہیں مگر یہ دونوں کے لئے خود یہ چیزیں ہی جالبہ بن جاتی ہیں جن میں وہ پھنس کر خالق تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم ان کے لئے کشتی کا جال ہے۔ جس میں الجھ کر حیل مقصود ہے وہ کئے۔ چنانچہ لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں جو ان سارے اللہ کو اللہ کا شل بن بیٹھے کہ ان کو غفلت اور ملک میں خدا کی طرح کچھ لیا اور ان سے اسی قسم کی اور اتنی ہی محبت و طاعت کرنے لگے۔ جتنی اللہ سے کرتے ہیں کہ بعض کلام رب کے لئے کریں۔ بعض ان کے لئے۔ رب سے بھی خوف و امید کرتے ہیں اور ان سے بھی رب سے بھی عزائیں مانگتے ہیں اور ان سے بھی مکر کچھ بھی ہو جتنی محبت اللہ سے مسلمانوں کو ہے۔ اتنی کسی کو نہیں۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ کفار کی نظر چند شرکاء پر مسلمانوں کی نظر صرف ایک اللہ پر اور وہی محبت سے ایک کی محبت زیادہ قوی ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار کی محبت نفسانی خواہشات کے لئے مسلمانوں کی محبت صرف اللہ کے لئے کفار تو رب کو اس لئے نہیں کہ وہ ہمارے کلام آتا ہے۔ مسلمان کلام کن' وہ سب احباب و اولاد و باپ بلکہ اپنی جان سے بھی اسی لئے محبت کرتا ہے کہ رب کا حکم ہے۔ اسی لئے بوقت ضرورت اپنا سب کچھ اس کے رلوں میں قربان کر



نوریاں مر نوریں را طالب اند      ندریاں مر ندریاں را جالب اند

تفسیر صوفیانہ : ہر چیز رب سے غافل کر دے اور اللہ کو کوئی پوری ہیج نہ رکھ دے کہ جسے کوئی طرح جاننے کو کوئی دوسرا احباب کو کوئی حکام اور پادشاہوں کو کوئی اہل گئے بھینس اور ریلوے پورے کو کہ ہر وقت انہیں کی گھر میں لگا رہتا ہے اس کی محبت نہ نہیں

بلکہ مع اللہ ہے۔ محبوب بن کے معبود بن گئے مگر جو لوگ کہ عمل و بار کی تھکاوٹ کچھ کر مشابہہ کا یمن لائے وہ ہر چیز سے اللہ کے لئے ہی محبت کرتے ہیں۔ اللہ نور و ماسوا اللہ کو اسی کے لئے چاہیں بعض صوفیاء نے فرمایا کہ ہم خالق کو بھی چاہتے ہیں مخلوق کو بھی۔ مگر حب بن میں اختلاف ہو جائے تو خلق پر نظر بھی نہیں کرتے۔ بن کے نزدیک ہر شے کو محبت الہیت سے چاہو۔ اور جب اس میں یہ جہت نہ رہے تو چھوڑ دو۔ نیز کوئی تو کسی سے اپنے لئے محبت کرتا ہے اور کوئی اس چیز کے لئے اور کوئی اللہ کے لئے نیز کوئی نفس کے لئے محبت کرتا ہے کوئی قلب کے لئے اور کوئی دوح کے لئے۔ پہلی محبتیں عقل اور آخری ہفتی۔ اگر رب کی محبت و رب کے لئے ہے تو اس کی بھی ہوئی مہینہ ہر بھی راضی رہو کہ وہ اس سے راضی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

اربد و خالہ و ہمد ہجری فانوک ما اربد لنا ہمد

یعنی وصل مجھے یا مادر و فریق میرے محبوب کو یا ر اللہ میں اپنے پیارے کو اس کے پیارے پر قربان کر کے فرق ہی اختیار کرتا ہوں۔ اگر یہ تمام جہل میں پھنسنے والے خالین اس جہل کا غلبہ دیکھیں اور یہ سمجھ لیں کہ قوت سب اللہ ہی کی ہے اور یہ تمام پیامی چیزیں آگ کی زنجیر ہیں تو انہیں بھی اختیار نہ کریں (ابن عربی)۔

دوسری تفسیر: ہر عارضی چیز کی انتہا اصل پر ہے۔ دنیوی چیزوں سے عارضی محبت اور دہشت سے اصلی محبت چاہئے۔ کچھ ہم نوکری کرتے ہیں روپے کے لئے مذہب بکاتے ہیں۔ غز لولیاں کے لئے اور غز لولیاں اختیار کرتے ہیں۔ عیش و آرام کے لئے مگر عیش و آرام کس لئے وہ کسی کے لئے نہیں بلکہ خود مقصود۔ اسی طرح جہنم اقل کرتا ہے غلبہ سے بچنے کے لئے۔ غلبہ سے بچنا جہنم کے لئے۔ جہت جہت ہے خود مقصود کے لئے اور خود مقصود بہ خود کے لئے۔

حکایت: 'امیر ایم طایہ سلطانہ کے پاس ملک طہوت قبض روح کے لئے آئے تو اپنے 2 فرمایا کہ کیا کوئی دوست بھی دوست کو مارتا ہے۔ فوراً وحی آئی کیا کوئی دوست بھی دوست کی ملاقات سے گھبراتا ہے۔ آپ نے حج اگر فرمایا کہ میں ملک طہوت جلدی جان نکالوں۔

دوسری حکایت: عیسیٰ طایہ اسلام نے ایک قوم کو دکھا جن کے ہم دہلے اور رنگ پیلے تھے۔ پوچھا تمہارا یہ مل کیوں ہے؟ عرض کیا کہ آگ کے خوف سے آپ نے فرمایا اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ دوسری جماعت پر گزے تو ان سے زیادہ دہلی پتل تھی۔ پوچھا تمہارا یہ مل کیوں ہوا۔ عرض کیا جہنم کے شوق میں۔ فرمایا اللہ ہمیں عطا فرمائے۔ تیسری قوم پر گزے جن کے چہرے چاند کی طرح ہلکے دھک رہے تھے۔ پوچھا ہمیں یہ درجہ کیوں ملا۔ عرض کیا رب کی محبت سے۔ فرمایا تم اس کے مقرب ہو۔ فرمادے کہ عقل بھی عیب شے ہے (تفسیر کبرا) اس جگہ روح الہیہ نے حضرت سعید ابن جبشہ سے نقل فرمایا کہ قیامت کے دن کھنڈ کو حکم ہو گا کہ تمہارے ہٹ جنم میں چارے ہیں تم اہل بن کے ساتھ جو سونہ جائیں گے۔ پھر مسلمانوں کو حکم ہو گا کہ تم میرے پیارے ہو تو اپنے کو دوزخ میں ڈالو۔ یہ فوراً چارہ ہو جائیں گے ان کو تو روک لیا جائے مگر کھنڈ کو جبراً دوزخ میں ڈالا جائے مگر فرمایا جاوے گا کہ مسلمان اللہ کے پیارے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم اول میں سب کی روحیں اللہ کی ذات و صفات بلکہ عالم فیہ کی ساری اشیائے کونجانی بھی پہچانتی ہیں۔ دوسری عالم میں چار جماعتیں بن گئیں یا دیکھنے والی وہ جس جیسے لولیاں یا دوزخ کے دلال جیسے حضرت انبیاء رب فرماتے ہیں لاکھ انعامت مذکور بحمل



تفسیر : اذ تبوا اللعن اتبعوا یہاں اذ یا تو پہلے اذ کا بدل ہے یا خلیلہ العناب کیا اذ کو فعل پر شیدہ کا عرف  
 تبوا۔ تبوی سے بنا جس کا لہذا یزہ یا روا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز سے نفرت کر کے الگ ہو جانا۔ اسی لئے مقدمہ سے  
 نہوت بدلے یا کسی سے ملجھ ہو جانے کو یا شغل پانے کو یا معیت سے ہٹنا پانے کو برت کرنا جاتا ہے۔ جیسے انا و ہ نوا  
 سنکم۔ یہاں نفرت کر کے ہٹ جانے یا بڑا بری ظاہر کرنے کے معنی میں ہے۔ اتبعوا یہاں تو حمل ہے اور آگے معترف  
 اور اس سے یا تو مشرکین کے سوا دنیا شیطین یا بت یا چاند سورج وغیرہ جس کی وہ پر جا کرتے تھے مرو ہیں۔ خیال رہے کہ اجل  
 کے معنی ہیں کسی کے قدم بہ قدم چلا ہی کی ذمہ داری پر یہ اجل ایمان بھی ہے ثواب بھی ہے گناہ بھی ہے اور کفر بھی حضور صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی اجل رکن ایمان ہے۔ طلاء صالحین کی اجل ثواب۔ بدکاروں کی برائیوں میں اجل سخت جرم اور اسلام کے  
 مقابلہ میں کفر کی اجل شیطین کی بدی نگہ ہے۔ یہاں آخری قسم کی اجل مرو ہے اس اجل سے نبی کی اولیاء کی صلہ کی اجل  
 مرو نہیں جیسا کہ بعض حملانے سمجھا کہ یہاں اس کی اجل کفر ہے خود بدل بن جانے کی اور حضور کی اجل کفر حکم ہے رب  
 فرماتا ہے لا تبعونی بحکم اللہ اس اجل سے اللہ کی محبوبیت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انیس وہ  
 نازک وقت بھی یاد دلاؤ جب فن کے جموں نے معبود یا پیشوا بجائے مدو کرنے کے فن سے غفلت اور بیزاریوں کے من اللعن  
 اتبعوا یہاں اتبعوا معترف ہے اور اس سے بعد اور بیزاری کفر مرو ہیں۔ یعنی وہ معبودین فن سے گھبراہٹیں گے اور  
 دور بھاگیں گے اور انہیں انتظامت کریں گے یا رب کے سامنے اپنی شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے اپنی برکت ظاہر کریں گے اور  
 عرض کریں گے کہ موئی ہم نے انہیں کفر کی رفعت نہ دی تھی اور یہ کب ہو گا وواو العناب وواو طلاء ہے اور یہ جملہ پہلے  
 اللعن سے ملے ہوئے اور وواو کا قائل یا تو کفر کے پیشوا ہیں یا خود وہی کفر یعنی اس نازک وقت میں فن کا ساتھ چھوڑیں  
 گے۔ جب غلبہ سامنے ہو گیا اس لئے ساتھ چھوڑیں گے کہ غلبہ دیکھ کر خود فن پیشووں کا پیچہ ٹک ہو گا انہیں اپنی پڑ  
 جانے کی انہیں کیسے دیکھیں۔ غریب کو کفار کا قائل یہ متبعین ہیں یا ان کے متبعین اور پیشو۔ خیال رہے کہ فناء لفظ سلطان  
 کنہ کا بدل غلبہ نہ دیکھیں گے بلکہ رب کا ملک دیکھیں گے۔ دلائل میں کچھ روز فن کاروں کا انہوں سے پاک و صاف ہونے  
 کے لئے ہو گا یعنی اس ملک کا انجام رحمت مافی جیسے سولے کے لئے یعنی ان کی اس کے قرب و درجہ تقرر یہ ہے لہذا یہ جملہ  
 بھی کفار ہی کے لئے ہے۔ مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے طلاء و تعلقات ہم الامام۔ یہ تبوا  
 معترف ہے اور یہاں تا معنی فن ہے یا یہ ہے اور کفر صاف معترف ہے اور یا تقدیر کی ہے اور اسباب سبب کی جمع ہے جس  
 کے معنی ہیں وہی جس سے جزا قرار جائے۔ رب فرماتا ہے اللہ سبب الی السماء پھر ہر ذریعہ اور وسیلہ کو سبب  
 کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہی کی طرح مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں یا وسیلے مرو ہیں یا تعلقات یعنی فن کے کفر کی وجہ سے  
 ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ یا ان کو یہ ظاہری اسباب ہی رب سے دور کر دیں گے یا ان کے ساتھ رہتے ہوئے اور تعلقات ان  
 کے ہاتھوں سے ٹک جائیں گے تب بے بس ہو کر ہاتھ ملتے ہوئے ووالا اللعن اتبعوا یہ بدی کرنے والے غلام ہو کر  
 کہیں گے یا تو انہیں میں ایک دوسرے سے کہیں گے یا ہر ایک کافر اپنے دل میں کہے گا یعنی سوچے گا کفر رب تعالیٰ سے عرض  
 کریں گے یا مسلمانوں سے کہیں گے لو ان لنا کفر یہاں تو تمنا کا ہے جس کے معنی ہیں کاش اور کرا کے معنی ہیں لوگنا

خلاصہ تفسیر : یہ مشرکین و کفار اس سہارے پرستی کر رہے ہیں کہ یہ بعد فیہ مصیبت میں ان کے کام تو ہیں مگر جب مصیبت و عذاب و تکلیف کے قہر ان کی آمد نہ کیا کرتے لائے ان سے بڑا ہو گے کہ ان کی صورت سے ظہور انہیں طاقت کریں گے اور وہ سب سے اپنی برکت ظاہر کریں گے کہ سولی یہ لوگ اپنے اہل کے خودی و مسدود ہیں۔ ہم نے ان سے کفر نہ کر لیا تھا۔ اس کے سوا ان کے دیگر رشتے قطع و اسباب بھی ٹوٹ جائیں گے اور یہ کام نہ آئیں گے بلکہ 'ہاپ' یعنی اہل قربت سب انہیں دیکھیں گے تب یہ کہیں گے کہ کاش سہارا میں جانے کا یہی سوا مل جاتا تو ہم بھی ان سے ایسی طاقتور جلتے جیسے آج انہوں نے کو کہا اس کے علاوہ ان کے سارے نیک و بد اہل ان کے سامنے حسرت و فرحت کی ہو کر آئیں گے کہ کفر کرنے اور ایمان نہ لانے پر حسرت وہ ان کے لئے اور نیک اہل کی ہوا ہے۔ غرضیکہ صرف کفر کی وجہ سے وہ ہلاک و برباد ہیں۔ بلکہ بھی نہیں کہ کبھی ان معصیوں سے نبی اہل جلوبے لگے۔ یہ اس میں شہر ہیں۔

فائدے : اس آیت سے چھ فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : پیشواؤں کا یہ دکھوں سے غرت کی طور پر ہو گا کفار کے لئے خاص ہے کیونکہ یہ بھی کفر کا ہی مطلب ہے۔ مسلمان انشاء اللہ اس سے محفوظ۔ دوسرا فائدہ : تعلقات اور رشتہ داریوں کا ہم نہ آنا بھی کٹاری کی سزا ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔ کیونکہ قرآن کہ ہم میں دو کفار کے مطالب ہیں ہوئے ان سے مسلمان محفوظ رہیں گے اور جو مسلمانوں پر ظلم و کرم ہو کر ہیں ان سے کفار عموماً ہیں۔ سورہ ان حجوں کا ذکر کیا ہے کہ تیسرا فائدہ : قیامت میں صرف کٹاری دنیا میں دلیں آئے کی تمنا کریں گے نہ کہ مسلمان۔ کیونکہ دنیا مسلمان کی جبل ہے اور کافروں کی جنت۔ چوتھا فائدہ : آگ سے نہ لگنا اور وہی پیش رو کفار کی خصوصیت ہے جیسا کہ وما ہم کے صریحے معلوم ہوا۔ گنہگار مسلمان سزا بھگت کرنا پڑا ہوا نہیں گے۔

پہلا اعتراض : حدیث شافعی سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں اول وقت تل قریظہ لگے وغیرہ مسلمانوں سے بھی ہزار ہوں گے تو یہ بڑا ہی کفار کے ساتھ خاص نہ رہی۔ جواب : ہزار نہ ہوں گے بلکہ شافعی کی جرأت نہ کیا نہیں گے اور یہ بھی کچھ مدت ہو گا پھر شافعی وغیرہ سب کچھ ہو گی۔ کفار کے مردار انہیں لعنت طاعت بھی کریں گے اور یہ سے حضرت بھی کہ ہم ان کے کفر کے ذمہ دار نہیں۔ دوسرا اعتراض : حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہید بھی دنیا میں دلیں آئے کی تمنا کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کٹاری یہ آرزو کریں گے۔ جواب : شہید تو قیامت سے پہلے یعنی مرنے کے بعد ہی یہ تمنا کرتا ہے نہ کہ قیامت میں اور کٹاری تمنا قیامت میں ہو گی نیز شہید کی یہ خواہش زیادتی اہل اور وہ پادہ شہادت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ کٹاری تمنا ہے بڑی روگوں سے بدلہ لینے کے لئے ان دونوں آرزوؤں میں بڑا فرق ہے۔ تیسرا اعتراض : حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں ایک کلوں کو بھی حسرت ہو گی اور یہ کلوں کو بھی۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ صرف کٹاری کو۔ جواب : ان دونوں حسرتوں میں فرق ہے۔ کفار کو تو نیکیاں پہنچا دیں گے کہ وہ کفار گنہگار مسلمانوں کو نیکیاں نہ کرنے کا اور ایک کلوں کو زیادہ پہنچائی نہ کرنے کا۔ چوتھا اعتراض : خدا تعالیٰ کیا صرف کٹاری کو سخت مطلب دے گا۔ بے یا ہر مذہب کے بدکاروں کو اور صرف مسلمانوں پر ہی رحم کرنے والا ہے یا ہر مذہب کے نیک کلوں پر۔ پہلی صورت میں تو خدا مسلمانوں کا طرفدار نہیں ہے اور دوسری صورت میں اسلام قبول کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ ہر دین میں نہ کہ نیک اہل کے ذریعہ جنت حاصل کی جاسکتی ہے۔ (ستیا رتھ پرکش)۔ جواب : پھر اسلام لائے کوئی بھی نیک کافر نہیں ہو سکتا۔ نیکی کی شرط ایمان ہے۔ پھر جو کام ہوئے پہل نہیں لگ سکتے۔ پڑت ہی یہ سوال ہی تم سے ہے کہ صرف آریہ کی نجات ہو گی یا ہر نیک کی۔ اگر ہر نیک کی تو آریہ مذہب کے کافر لوگوں کو شہ گئی کیوں کرتے ہو اور آریہ کی نجات ہے تو یہاں طرفدار ہے۔ پانچواں اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کفار کھٹکے کریں گے مگر دوسری آیت سے معلوم ہوا ہے کہ اس دن ہاتھل خاموش ہوں گے۔ سب فرماتا ہے فلا تسع لہم الا ہما اور فرماتا ہے ولا ینفون لہم فہم یخلفون۔ ان میں مصلحت کیونکر ہو۔ جواب : قیامت کے حالات مختلف ہیں قبول سے میدان مشرقی طرف جاتے ہوئے دنیا میں رہے ہوں گی مگر قدسوں کی آہٹ معلوم ہو گی۔ لکھو وہی پہنچ کر یہ آہٹ بھی بند ہو جائے گی۔ ایک دم خاموشی ہو گی۔ لکھو کہ عرصہ بعد شفیع کی حاش کے لئے دو ڈھانگ پھر صلیب کتب شروع ہو جائے پر کھٹکے نہیں شروع ہو جائیں گی۔ ان آیات میں قیامت کے اولیٰ حال کا ذکر ہے اور سب اس آیت میں بعد کے حالات کا ذکر کیا ہے اول میں کہ کفار سوچنا شروع ہو۔



**تعلق :** اور اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیتوں میں کفار کی بد امتقویوں کا ذکر تھا اب ان کی بعض بد عملیوں کا ذکر ہے۔ جیسے ساغر و غیرہ کی تقسیم۔ یعنی روحانی غذاؤں کی اصلاح کے بعد جسٹنی غذاؤں کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے۔ مصلحتاً اہل روحانی غذاؤں میں اور یہ ظاہری روزیاں جسٹنی غذاؤں میں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیتوں میں شرک کی برائی اور توحید کے دلائل بیان ہوئے۔ اب اپنے عام احسانوں اور نعمتوں کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ کفر اور باطنی رب کی دنیوی نعمتوں کو برہنہ نہیں کرتی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیتوں میں دلائل سے سمجھا کر اور عذاب سے ڈرا کر لوگوں کو ایمان کی رغبت دی گئی۔ اب انہیں نعمتیں دکھا کر ایمان کی طرف سائل کیا جا رہا ہے۔ یعنی اے لوگو مسلمان ہو جاؤ تو ہمیں اسلام کی برکت سے حلال و طیب روزیاں عطا ہوں گی اور تمہاری اپنی لنگی ہوئی پانڈیاں اٹھ جائیں گی۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیتوں میں کفر کے اعمدہ عذاب کا ذکر تھا اب اس کی دنیوی تکلیف کا ذکر ہے کہ کفار اس کی وجہ سے رب کی بہت سی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ مسلمانوں کو۔

**شان نزول :** مشرکین عرب کچھ جانوروں کے نام پر چھوڑ کر انہیں حرام جانتے تھے۔ جیسے بعد سکن کے مشرکین ساغر چھوڑتے ہیں۔ ان کی تردید میں یہ قیمت کریمہ اتاری (2) بعض روایات میں ہے کہ عبد اللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی مسلمان ہو کر بھی لونٹ کے گوشت سے بچتے تھے کیونکہ یہ ان کے پچھلے دین۔ سورت میں حرام تھا۔ ان کے تعلق یہ قیمت آئی۔ بعض روایات میں ہے کہ حجت اور نبی عامر اور غرضہ کے کچھ لوگوں نے کجوریں اور بخیرہ وغیرہ چیزیں اپنے پر ترک دنیا کے لئے حرام کر لی تھیں۔ ان کے خیال میں دنیوی نعمتوں سے محروم ہو جانا کار ثواب تھا جیسا کہ بعد رسالہ صوفی کا عقیدہ ہے ان کی تردید میں یہ آیت اتاری (روح المعانی دیکھیں)

**تفسیر :** یا ایہا الناس میں میں انسان سے یا تو صرف مسلمان مراد ہیں یا صرف کفار یا دونوں جیسا شان نزول دہی مراد کر ان عام خطابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ان کے لئے یہ خطاب ہے ہی نہیں ان کے خطاب قرآن کریم میں یہ ہیں۔ یا ایہا النبی یا ایہا الرسل وغیرہ حضور اور تو اس آیت کی نزول سے پہلے ہی کبھی حرام غذا کے قریب نہ گئے۔ کھانا سما لی الا وض ظاہر یہ ہے کہ کھانا اجازت اور راحت کا امر ہے نہ کہ وجوب کا کیونکہ میں ان کے حرمت کے عقیدہ کا باطل کرنا منظور ہے اور ہو سکتا ہے کہ احمد حنبلی ہو۔ اور اس سے یا تو کھانا ہی مراد ہو یا کھانے کو جائز تھا۔ اس لئے کہ جان رکھنے کے لئے کھانا فرض ہے اور حلال چیزوں کو حلال جانتا نہایت ضروری بعض مسلمان بعد ان کی یہودی میں بھوک ہر تک یا مسلمان بھرت رکھتے ہیں حرام ہے۔ کہ کھانا امر کے خلاف ہے نماز روزے کی طرح کھانا بھی فرض ہے بلکہ اہم فرض ہے کہ اس سے بھام مان ہے اور جان سے سارے اہل ہوتے ہیں پھر جب کھانا فرض ہو تو کھانا بھی فرض ہے کہ فرض کا موقوف علیہ فرض ہو تا ہے یہ نماز کے لئے وضو فرض خیال رہے کہ کھانا بھی فرض ہے کبھی سنت بھی مکروہ بھی حرام۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے مباح میں من سے اشارة یہ بتایا کہ ہر چیز نہ کھانا بلکہ بعض یعنی حلال کیونکہ حرام چیزوں سے بچنا ضروری ہے اور حلال بھی بعض کھانے جاتی ہیں نہ کہ کل۔ پتلون کا کھانا کھانا چھلکے پھینکو۔ ہماری کا گوشت کھانی وغیرہ کھانا پتہ مثلاً نہ کھانا۔ لی الا وض سے معلوم ہوا کہ زمین کے لوہے اور پتھر وغیرہ چیزیں سب حلال ہیں۔ پھل اور ٹڈی اگر چہ پانی اور ہوا میں رہتی ہیں مگر

چونکہ خود پہلی اور ہوائیں پر ہے اس لئے وہ چیزیں زمین ہی کی ہیں۔ حلال یہ قطعاً ہے جس کے قطعی سنی ہیں کھانا  
و احلال حلقہ من لسانی لواء قرض کو حل اللعن اہرام سے لٹنے کو حل بھی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قرض اور  
اہرام کی پابندیوں سے کھانا ہو نا ہے۔ کیڑوں کا جو ذائقہ کھانا ہے کہ کھانے کے لئے کھانا ہے۔ شرک کے بعد حاصل کلام طہ  
کیونکہ وہاں مسافر اگر پہنچاں کھاتے ہیں اتنے کو بھی طہول کہتے ہیں۔ جیسے تو قریباً حسن و اور ہم شریعت میں طہول  
ہے جس کی ممانعت نہ ہو یعنی مہلج کہ اس پر سے حرمت کی کہ کھول دی گئی ہو یا ہی سنی مراد ہیں اور یہ حرام کاقتل  
ہے۔ وہ نے خلوت نہایت 'نہایت' سے ملت سب ہی اہرام سے استعمال کے لئے پیدا کیے مگر جن میں طہول و حرام کا فرق رکھا  
معد نہایت اور نہایت میں گھبراہٹ ہے کہ ہر معجز کھانا حرام اور غیر معجز طہول و کھانا کھانا حرام ہے کہ معجز ہے لیکن اگر  
بدر حکیم کھائے تو جائز ہے۔ سونا چاندی تو ہاں سولی و فیو سطر طریقہ سے کھائے جائیں تو حرام ہیں لیکن عین کاٹھ اور سولی کی  
راکھ و سحر نہ ہو طہول ہے یہی حل گھاس بھوسہ و فیو کا ہے۔ حیہ اہل میں طہول و حرام کے تلف گھبراہٹ ہے کہ درواری  
جائز سب حرام سوائے گالی کے (بے خون والے جانور حرام) سوائے بڑی کے۔ پرندے پرندے و عکری ہیں یعنی پہنچے  
والے یا کھلے والے حرام ہیں طہول تحصیل قدر میں دیکھو۔ طہول یہ قطعاً طہول سے جس کے سنی ہیں عکری و یا کھنکے  
منوں کو اس لئے طہول کہتے ہیں کہ وہ جبکہ شراب کھری گئے ہیں۔ سولی یا عریں جس میں باغیوں سے پاک ہے اور وہاں کے وہاں  
سے معجز اس کاقتل حیثیت ہے۔ فخر و ظاہر حرام و طہول 'غیبت و طہول میں فرق خیال میں رکھنا چاہئے۔ یہاں طہول اور  
طہول میں چند طرح فرق ہے (1) طہول و حرام نہ ہو۔ طہول و حرام نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو  
(2) طہول و حرام نہ ہو اور طہول و حرام نہ ہو سے حاصل نہ ہوئی ہو۔ سورہ حرام ہے۔ فیر کی کھری چوری کلل رشوت و  
سود کا۔ حیثیت ہے طہول نہیں (3) طہول و حرام نہ ہو۔ طہول و حرام نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو  
یاد کو حرام جز طہول ہو جائے ہے ایسے ہی طہول جز مع (4) طہول و حرام نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو  
شب کی چیزیں طہول ہیں طہول نہیں۔ (5) طہول و حرام نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو یا کھنکے نہ ہو  
فریاد کہ طہول اس جز کے کھانے کا حکم دیا گیا جس میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ظاہری گندہ کو نہیں اور  
باطنی گندہ کو حیثیت کہتے ہیں یا ہی ظاہری پاک کو ظاہر اور باطنی پاک کو طہول کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ وہ فعل نے یہاں  
تو فرمایا کہ طہول و طہول چیزیں کھانا مگر نہ طہول کی تحصیل فرمائی نہ طہول کی ممانعت کی کہ طہول طہول چیزیں طہول ہیں اور طہول  
طہول طہول کہ سارے قرآن مجید میں عین کی کھل فرسٹ اور ثلثہ ہوئی تاکہ قرآن جز طہول و طہول کے طہول حضور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا نہ ہو یا نہیں۔ صرف طہول و طہول کھانا لے کر اور عین کی تحصیل ہی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا دی  
کہ ان سے ہر چہ لو جیسے وہ نے لہذا ذکر کا حکم دیا۔ مگر تحصیل سے خاموش رہا تاکہ حضور کی ضرورت ہو رہے ولا تہوا  
مطلوبت الفطن پہلے چپے پٹے کو کہتے ہیں اور تھل چپے پٹے پٹے۔ خلوت طہول کی جمع ہے۔ طہول کے لئے سے معنی  
قدم اور رخ کے پیش سے وقفہ سوں کو اور پہلی فاصلہ (مدح الہیون) یہاں مدحوں ہی سنی کہتے ہیں یعنی شیطان کے آثار قدم پر  
قدم نہ رکھنا شیطان کے راستہ پر نہ جانے کہ وہ نے اسے سمجھا تو کم کا حکم دیا اور اس نے مقابلہ کر کے آثار کیا۔ چونکہ اس کے  
راستے بہت سے ہیں اس لئے خلوت جمع فرمائی گئی۔ یعنی شیطان کے لئے ہوئے طہول و طہول یا شیطانوں کے احتیاد کے

ہوئے عمل و عقیدے سے اعتقاد کرو۔ خیال رہے کہ شیطان خود برائی کرتا نہیں بلکہ گمراہی ہے اسی طرح شرک و کفر اختیار کرتا نہیں تو کون کو شرک و کفر مانا جائے خود تو سوچو کہ چند دلائل کا کمال ہے یہ بھی جانتے کہ حضرات ائمہ اور بہت سے بچے ہوئے ہیں مگر انہیں مانا نہیں اللہ لکم علو معین ' علو' سے مراد جس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھنا و غش کو کہ لوت اور دشمن کو حد ہی لئے کہتے ہیں کہ وہ محبت کی حد سے نکل جائے۔ معین اہل حق سے جس کا لفظ ہے یون معنی چہ لئی اور ردی۔ لہذا ہر اگر غور کا تو ہی سے ہے طلاق ہائے اصطلاح میں ظاہر کرنے یا ظاہر ہونے کو لہذا لوت ظاہر کر کے لوت چل چکے ہیں۔ یہاں دونوں اصطلاح معنی بن سکتے ہیں یعنی شیطان قہار ظاہر دشمن ہے یا ظاہر کر کے لوت دشمن ہے کہ اس نے قہار ہوا تو مطلقہ اسلام کو جہاد کے آثار سے اپنی بد لوت ظاہر کر دی اور اس کا لفظ ہو جاتا ہے کہ وہ قمیص عین ہاتھ کا شور وعتاب ہے ایک العنا یا مہر کم بالحدود المہر کے لئے ہے اور امر سے مراد شور و ہوا و سوسا برادر لوت کھانا ظاہر ہے۔ سو سوسا کا مصدر ہے معنی میں بچا برائی ہر گناہ کو خود صغیر و کبیرا سوہ کھا ہائے کچھ گناہ برائی بھی ہے اور باعث میں جو غم بھی یعنی قمیص پیش گشتی کا حکم کرتا ہے سوہ سرے واللہفاء اس کا لفظ غش ہے جس کے معنی ہیں انداز سے بڑھ جانا اسی لئے زکا و غش اور زہیہ کو غش کہتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ ہر گناہ غش ہے لوت ہے لوت ہے غش ہے مگر صحیح ہے کہ غش گناہ سے خاص ہے گناہ تو ہر معمولی برائی اور غش گناہ کبیرا یا گناہ بر ظاہری یا غش برائی اور غش صرف ظاہری یا گناہ ہر حرام چیز اور غش برائی و عتاق بھی یہی معلوم ہوا گناہ و غش کو بھی نہ ہو اور غش غش کو بر مظلوم ہو جیسے بے نیکی ہے حیاتی اور بے مروتی کی باتیں سوہ لفظ جس کی طرح فرق ہے گناہ صغیر سوہ لوت گناہ کبیرا لفظ یا غش گناہ سوہ لوت لفظ یا گناہ لفظ یا گناہ بھی بھی گناہ کرنا سوہ ہے ہر گناہ گناہ کرنا لفظ یا گناہ گناہ کچھ کرنا سوہ ہے اسے گناہ جہاد کرنا لفظ یا غش گناہ سوہ ہے قوی لفظ اور تیسرے یہ کہ وان تلووا علی اللہ ما لا تعلمون قل کے معنی کہ نہیں مگر حساب کے بعد علی آجائے تو اس کے معنی ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارت منسوب کر دیا ہے۔ یہاں یہ ای مراد ہے اور ہر حرام سے بدتر گناہ کہ گناہ یا غش یا غش۔ لوت یہ بد عقیدہ کی اور غش یا غش ہے یعنی وہ قمیص یا شور وعتاب ہے کہ بعض احکام اپنے آپ گناہ کی طرف نسبت کر دے کہ یہ خدا نے فرمایا ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے لوگو! اچھے تو یہ اعتقاد کرو کہ شر سے بچنا ضروری ہے ایسی ہی گناہ گناہ اور حرام لوت گناہی چیزوں سے بچنا لازم کہ خدا کا خلق پر اثر نہ ہے نیز مظلوم اور طبیب چیزوں سے بچنا ضروری لہذا جو کچھ دشمن میں مظلوم لوت یا گناہی چیزیں ہیں انہیں گناہ لوت اور غش مانا جائے حرام کچھ کہ شیطان کی راہ نہ چلو کہ وہ تو قہار اپنے ہی گناہ دشمن ہے جن باتوں کو اچھی کر کے دکھاتا ہے وہ دہر دہری ہیں تو قمیص پیش برائیوں اور بیجا تیوں کا شور وعتاب ہے لوت قمیص یہ بھی بتائے گا کہ خود مسائل گناہ کر رہی طرف نسبت کر دے کہ لوت اتم اس کی باتوں میں نہ آو۔ مدح ابراہیم نے فرمایا کہ شیطان سوہ کے چہ در ہے ہیں۔ پتلا ہے کہ ایمان سے ہٹا کر قمیص بنائے۔ اگر یہاں اس کا لوت مال گیا تو ہر انسان کے پیچھے قمیص پڑتا ہے سوہ ہے کہ مسلمان کو اگر حق و عدالت میں جھکا کرے کہ لوت حق و عدالتوں سے بدتر ہے۔ تیسرے یہ کہ صحیح اعتقاد مسلمان کو کبیرا گناہوں میں پھنس دے۔ چوتھے یہ کہ ہر گناہ مسلمان سے معمولی گناہ کر دے کہ بھی معمولی باتیں بھی گناہ کبیرہ بن جاتی ہیں۔ معمولی



سوائے قاصد خدا جس میں لینا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔ دیکھو مشرکین عرب جن کے نام پر پھولے ہوئے جانوروں کو تو حرام سمجھتے تھے مگر عقل کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کو حلال ملا کہ حکم خداوندی اس کے برعکس ہے جیسے نقوی رشیدیہ میں عرم شریف کے شریعت عظیم کو حرام لکھا جس کو دیوانی کی بجوریوں کو حلال ہے۔ ہے عقل۔

سلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان سب کچھ نہیں ہے مگر وہ سری جبکہ فرمایا گیا ہے۔ اولیہم الطاغوت شیطان کفار کا دوست ہے۔ فن دونوں میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب : یہاں حقیقت کا ذکر ہے اور وہاں ظاہر کہ حقیقت میں وہ نکلا ہوا دشمن ہے مگر وہ حق کے لباس میں کفار کے پاس آتا ہے۔ جبکہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے جس سے اللہ کی توحید کو گمراہی کی لولہ کا دوست بن جائے۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان بری باتوں کو بھی حکم دیتا ہے مگر وہ روایات سے ثابت ہے کہ امیر مملو یہ رضی اللہ عنہ کو اس نے لہذا فجر کے لئے اٹھایا (شعری) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت : اکرسی کا عمل بتایا (مسئلہ شریف) بعض انبیاء کرام سے بھی اس نے اچھی باتیں کہیں پھر اس آیت کا کیا مطلب۔ جواب : اس کا جواب خلاصہ تفسیر میں گزر چکا کہ عقلی عدول کو ان کے کام میں لگا کر بتاتے ہیں کہ یہ وہ کدو ہے تاکہ وہ زیادہ ڈوب نہ حاصل کر سکیں اس کا یہ فعل بھی بری نیت سے ہی ہوتا ہے۔ امیر مملو یہ لہذا قضا ہو جانے پر اس قدر روئے تھے کہ انہیں پانچ سو لاکھ ڈوب مل گیا تھا۔ دوسرے دن اس نے اس لئے اٹھایا کہ زیادہ ڈوب نہ لے لیں۔ ابو ہریرہ کے رونے کے خوف سے وہ انہیں سے عمل بتا گیا کہ نیک نیتی سے انبیاء کرام سے بھی چس کر بھی کچھ نیک باتیں کر جاتا ہے فریاد اس کی فطرت تو بری ہے اور یہ حالت عارضی ہے۔ تیسرا اعتراض : جب شیطان کو پیدا کیا اگر کوئی کہ انسان کی آفتاب کے لئے تو ان کا کام طویل کا کام ہے خدا عالم الغیب ہے۔ (ستیا رتھ پرکش) جواب : پیداؤں شیطان کی حکمتیں ہم پہلے پاؤں سے میں گو علیہ السلام کے قصہ کے ماتحت بیان کر چکے۔ رب کے احسان کی حکمت اس سپارہ میں ولسلوں کی تفسیر میں بیان کر چکے۔ وہاں یہ کہہ لیا۔ چوتھا اعتراض : اگر شیطان نے سب کو سکایا تو شیطان کو کس نے سکایا۔ اگر کوئی کہ لے تو خدا (فصل اللہ) شیطان کا شیطان ہوا (ستیا رتھ پرکش) جواب : شیطان کو اس کے نفس نے سکایا۔ شیطان انسان کو رانچوں کا حکم دیتا ہے۔ رب نے شیطان کو اس کا حکم نہ دیا عقل سو قدر دیا۔ جس میں بڑا ہوا حکمتیں ہیں۔ جذباتی بتاتے ہیں کہ گائے کو قتل کرنے کا جو عقل کو یہ قدرت کس نے دی اور پہاڑاتے چھری، تلواریں، سب کچھ کیوں پیدا کئے اگر کوئی کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا ہو گئیں تو یہ پہاڑا ہو نہیں اگر پہاڑاتے پیدا کیوں تو کیوں؟

تفسیر صوفیانہ : نفس و بدن زمین ہے اور روح پہلے بسنے والی پہل کی لذتیں اور نفع اس زمین کی پیداوار۔ روح سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ تو نفسی اور جسمانی خواہشات میں سے حلال چیزیں حاصل کر۔ حرام چیزوں کی طرف فکر نہ اٹھاور ہر موقع پر عقل و شرع کا لٹوئی حاصل کرتا رہ شیطان سے بچنا کیونکہ وہ حیران کن دشمن ہے اور وہ تجھے گمراہ یعنی زیادتی غصہ اور نفس یعنی زیادتی شہوت کا شور مچاتا ہے اور زیادہ گفتار سے رب فخار کے راستہ سے ہٹا دیتا ہے (ابن عربی)

دوسری تفسیر : حلال وہ جس کی ممانعت نہ ہو۔ طیبہ وہ جس کا قیامت میں حلیہ نہ ہو اور یہ وہ ضروریات زندگی ہیں جو نفسانی خواہش کے لئے استعمال نہ کی جائیں۔ حسن بھری فرماتے ہیں کہ ضروری کچھ ضروری غذا اور ضروری مگر قیامت میں

علم و حکمت زایه از لقمه حلال  
 لقمه حرام است و پیش ازین را  
 زایه از لقمه حلال اندر دهن  
 چون از لقمه تو حرامی و دهن

عشق و رقت زایه از لقمه حلال  
 لقمه حرام و کبیرش حلال  
 میل خدمت عزم سستگی حلال  
 میل غفلت زایه گن را دهن حرام

[illegible]

وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

اور جب کہ جانتے واسطے اچھ کے کہ پیروی کرو اس کی جو "اے اللہ" نے کرکے ہیں۔ جگہ پیروی کریں گے، ہم اس کی پیروی کریں گے اور جس طرح کہ اللہ کے اشارہ پر چلو کر رہیں گے۔ جگہ ہم تو اس پر پیسے گئے جس پر اپنے آپ دانا کو

أَبَانَا أَوْ لَوْ كَانَ أَبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ وَمَثَلُ

یہ اس کے باپوں کو اپنے۔ اگرچہ جوں باپ دادا سے لگے نہ عقل رکھتے کچھ بھی اوندھ ہدایت پاتے اور مثال ان لوگوں  
پا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے جوں نہ ہدایت اور گمراہوں

الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الذِّبْيِ يَعِشُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءَ وَنِدَاءَ

کی جنہوں نے کفر کیا مثل اس کے ہے جو آواز دے اس کو جو نہ سمجھتا بلکہ اور پکارنا بہرے گونجے اندھے  
کی کہادت اس کی ہی ہے جو پکارے ایسے کہ کہ غالی و گناہ پکار کے سوا کچھ نہ سمجھتے بہرے

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

پس وہ نہیں عقل رکھتے

گونجے اندھے تر انہیں سمجھ نہیں

تعلق : اس آیت کا بھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : بھلی آیت میں شیطان کے گمراہ کرنے کے  
طریقے بتائے گئے اب کفار کے گمراہ ہونے کی وجہ بتائی جا رہی ہے یعنی جاہل باپ دادوں کی بددی و سرِ تعلق : گزشتہ آیت  
میں شیطان کی بددی سے روکا گیا تھا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ کافر باپ دادوں کی اچل شیطان کی اچل سے کم خطرناک نہیں۔  
تیسرا تعلق : بھلی آیت میں مشرکین کی غلطی کا بیان تھا اب اس پر قوی دلیل قائم کی جا رہی ہے۔ چوتھا تعلق : بھلی  
آیت میں کفار کی غلطی کا ذکر تھا کہ وہ رب کا راستہ چھوڑ بیٹھے۔ اب اس سے بدی بے دردی کا ذکر ہے کہ وہ باپ دادوں کے غلط  
راستہ پر اڑ گئے یعنی عقل قبول چیز کو انہوں نے چھوڑا اپنے کی چیز کو اختیار کیا۔

شان نزول : عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور علیہ السلام نے یسوع کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں عذاب  
الہی سے ڈرایا تو رافض ابن خازمہ اور مالک ابن عوف وغیرہ یسوعیوں نے کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادوں کے دین پر قائم رہیں گے  
کیونکہ وہ ہم سے بڑے ہیں اور وہ اہل کتاب تھے۔ تب یہ آیت اتری۔ (درمختار روایت)

تفسیر : وَاخْلُ لَكُمْ يَا قَوْمِ خَيْرٌ مِنْ مَنَعَكَ كَيْفَ تَكُونُ فِي الْمَنَاسِكِ وَالْمَنَاسِكِ فِي الْمَنَاسِكِ وَالْمَنَاسِكِ فِي الْمَنَاسِكِ  
کے بارے میں یہ آیت اتری۔ اگرچہ یہاں ان کا ذکر نہ ہوا مگر موقعہ، محل سے معلوم ہو جاتا کہ یہ آیت جس بن مشرکین سے یا  
شیطان کی بددی کرنے والوں سے یا یسوع سے کہا جاتا ہے کہ اتھو ما اذول المناہج کے تعلق معنی پیچھے چلا ہیں مگر یہاں  
اطاعت کا بار لو ہے۔ یہاں صاف قرآن کا یہ نہ لیا تاکہ معلوم ہو کہ حضور علیہ السلام کے سامنے فرمان اور اہل شریف کی  
اطاعت ضروری ہے کیونکہ یہ سب رب کی طرف سے ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی بددی کی بددی کو وہ سب نے انکار کیا۔ خیال رہے  
کہ اگرچہ تو دست و پا بھلی بھی اللہ کی اتاری ہوئی کہیں ہیں مگر یہاں دعویٰ مرلو ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتاری ہوئی یعنی  
قرآن یا حضور انور کے فرمان کیونکہ قرینہ اسی پر دلالت کرتا ہے نیز مفسرین احکام کل اہل اہل نہیں ہوتے ایمان سلسلے ما اذول



کرتے ہیں اور اپنے عقائد خود ہی بنتے ہیں نہ کہ بت لڑا صم حکم صی لھم لا یظنون یہ لوگ چونکہ کل زبان اور آنکھوں کو صحیح معنی میں استعمال نہیں کرتے اور اس کے ذریعہ حق تک نہیں پہنچتے۔ تو گویا وہ ان سب قوتوں سے محروم ہیں۔ برے بھی ہیں اور گنہگار بھی اور اندھے بھی اور بے عقل بھی۔

**خلاصہ تفسیر :** کفار کا فطری نور اس قدر بھج چکا کہ جب ان پر توحید کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور انہیں اہل حق کی دعوت دی جاتی ہے تو یہ بجائے نور کرنے کے جنابت کا پوہ دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دلوں کے طریقے پر چلیں گے۔ کیونکہ ہم سے زیادہ عقائد تھے تو کیا یہ امتیاز اپنے باپ دلوں کو ہی بکڑے رہیں گے۔ اگرچہ وہ کہیں ہی گمراہ اور بدوقوف ہوں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی ضد سے ٹکسین نہ ہوں ان کو ہدایت کی طرف بلانے کی مثل ایسی ہی ہے جیسے کہ چمڑا بھڑکریں تو ان کو انورے کہہ اس کی کو لڑائی تو ہیں مگر کچھ سمجھتی نہیں۔ یہی حال ان کا ہے کہ آپ کی توفیق مبارک سے تو لیتے ہیں لیکن اس کا حصول مل میں نہیں آتا کہ کیونکہ رب کی طرف سے جو انہیں فیض لینے کی باطنی قوتیں عطا ہوئی تھیں۔ انہوں نے انہیں پکار کر دیا۔ الب گویا برے گونگے اور اندھے ہیں۔ اس لئے ہدایت پر نہیں آتے۔

**قائدے :** اس آیت سے چند قائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ: شریعت کے مقلد باپ دلوں کے رسوم و رواج پر کارنا طریقہ کفار ہے۔ مسلمان بھی اس آیت سے عبرت لیں۔ جنہوں نے شادی بیاہ اور مرنے جینے میں خلاف شرع رکھنی جاری کر رکھی ہیں اور سمجھنے پر بندھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دلوں نے ایسی ہی ہوتی تھی آئی ہے۔ ان تمام باتوں کے لئے ہماری کتاب اسلامی زندگی پر چھیں۔ دوسرا قائدہ: اس آیت میں ان جملہ مشرکین کو عبرت ہے جو قرآن مجید کے عقلی عقائد یا ظاہری معنی تک پہنچتے ہیں اس کے مضامین اور اسرار تک نہیں پہنچ سکتے اور پھر بھی تفسیر لکھنے کی ہمت کرتے ہیں۔ توجہ کل اسوہ کے چند رسالے پڑھ کر بھی لوگوں نے تفسیر لکھنے کی ہمت کی۔ تیسرا قائدہ: جو حجہ دینی کام میں نہ آئے وہ بے کار ہے اگرچہ اس سے دنیوی مدد ملے۔ لیکن وہ لوگوں کو کفار اپنے آئینہ نگار کے دنیا کے سارے کام لیتے تھے مگر جب انہیں دین پر صرف نہ کیا تو انہیں سو گمراہ کیا۔ چوتھا قائدہ: بے عقلی عقائد بے کار ہیں۔ عقائد کی حکمت مضامین سے ہے۔ اسی طرح عقائد میں کراڑ نہ لینا بے کار ہے۔ کیونکہ عقل اس بات کی طرح ہے جو عقل کو از سننے پہنچا لیا۔ قائدہ: حد کا کفر و دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد لوت پیدا کرنے کے دل پر مرگ جانے کا باعث ہے جس کے بعد قرآن کے عقائد توکل تک پہنچتے ہیں مگر اس کے مضامین دل تک نہیں آتے تو وہی قرآنی مضامین کے کلائق ہوتا ہے جس کو وضو و صلوٰۃ کی پابندی سے ہو جاتا ہے۔ چھٹا قائدہ: جملہ باپ دلوں کی عیوبی کرنا بے کار و سبب ہے۔ مگر جو باپ دلوں نے اللہ والے ہوں۔ ان کی عیوبی میں ایمان ہے۔ رب فرماتا ہے وکونوا مع الصالحین انہوں کے ساتھ رہو اور فرماتا ہے۔ صراط النعم انصت علیہم۔

**پہلا اعتراض :** اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقلید کفار کا طریقہ ہے تاج مقلدین بھی کفار کی طرح ملامت اور باپ دلوں کے راستہ پر چلتے ہیں اسی آیت میں اس کی برائی ہے (وہی) لاواہب: شریعت کے مقلد تابعان نہیں اختیار کر سکتے اور کفار اور جملہ باپ دلوں کی عیوبی کرنا بے شک طریقہ کفار ہے۔ ہمارے پررکن مومنین بلکہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ ان کی عیوبی دور

حقیقت میں سلی لفظ طہرہ کی بیوی ہے۔ اس عقیدے کے لئے یہ آیت پڑھو کہ صراط النہی انعمت علیہم حدیث شریف میں ہے کہ مسلمانوں کے بڑے گروہ کے ساتھ رہو۔ کیونکہ شیطان بھڑکے کی طرح ہمارے دور رہنے والے کو فکڑ کرے گا۔ ہمارے دور کے بزرگ واقعی کفار ہوں گے جن پر یہ آیت چلی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاس اور اطلاق کی بیوی باہتر ہے صرف اس کی طاعت کی جائے جو اللہ نے انہی میں قرآن و حدیث سے جواب دہ کر دیا۔ قرآن و حدیث کے خلاف قیاس و اطلاق پر عمل حرام ہے۔ یہی اس آیت کا مقصد ہے جو مسئلہ کہ ہمیں ان میں نہ طہرہ کی قیاس و اطلاق پر عمل کرنا قرآن و حدیث ہی میں ہے۔ زب لہا نامہ کا حیدر انا ولی الا یہاں اور نہ لہا نامہ کہ وہ شخص مسلمانوں کے راستہ کے ساتھ رہے تو مولہ ما تولی و نصلا جہم ہم اسے ختم نہیں پہنائیں گے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف قرآن کی بیوی چاہئے کہ نہ لہا نامہ کہ وہ لہو لہو ہے حدیث کی بیوی کی جگہ کہ یہ تو خود حضور کی اپنی باتیں ہیں (پھر فرمائی) جواب: یہ درست نہیں اگر صرف قرآن کی بیوی ہوتی تو یہی اربعوا القرآن کہہ دیتے مگر قرآن ہی میں ملتا ہے کہ ما ازل اللہ فرمائی جائی قرآن بھی رب کا نامہ اور حدیث بھی رب کی باتیں ہوتی ہیں۔ رب فرماتا ہے وما یطقی عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی ہادی ذہن پر نفسانی شیطان اڑھائی ہر طرح کی باتیں آتی ہیں مگر حضور کی زبان پر وحی ہوتی ہے آئی ہیں وہ سب ما ازل اللہ ہے ارشاد ہدی ہے اطعوا اللہ و اطعوا الرسول۔ چوتھا اعتراض: اگر علی سے خطاب ہوتا تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ما ازل اللہ کی بیوی کرتے ہیں کیونکہ تو سب بھی ما ازل اللہ میں داخل ہے۔ جواب: اس کا جواب بھی تفسیر میں گزر گیا کہ اس سے صرف قرآن مراد ہے۔ یعنی جو اللہ نے حضور پر اتارا اور اگر تو سب بھی مراد ہو تب بھی مطلب یہ ہو گا کہ ساری تو سب کی اہل کرد اس تو سب میں یہ بھی تھا کہ نبی آخر الزماں کی بیوی کہے۔

تفسیر صفحہ ۱۴۰ : بیشک کے دن اہل حق کی چار صفیں تھیں۔ پہلی صف اہل حق کی جو سری میں ہو یا اللہ کی مدد میں۔ تیسری صف عام مسلمانوں کی اہل حق۔ چوتھی صف کافروں کی اہل حق۔ رب نے لہا نامہ کیا میں مسئلہ اس میں ہوں۔ انہما کرام نے عمل میں ہوئے اور یہ کلمہ کہ جب تلواری عرض کیا کہ ملے یعنی میں اس لئے ہوں یا میں نہ تلواری ساتھ تلواری کام میں۔ یعنی حق کے سخی ہوئے۔ لہا نامہ نے اہل حق انہما کے جواب سے یہ انہما کہے تلواری کام میں کہنے کا لفظ لہا نامہ کے تلواری انہما کے سخی ہوئے۔ عام مسلمانوں نے یہ خطاب خود اسلوب میں لہا نامہ تلواری انہما کے ذریعے سن کر غیبت کا قرار کیا لہا نامہ انہما بھی انہما کے اہل حق لہا نامہ کے مطلع بنے تلواری انہما انہما اختیار کیا۔ انہما میں ہاتھیں کلاس آیت میں ذکر ہے کہ ما کان یقر ان یکتفہ اللہ الا وحیا او من و رانی حجاب او برسل رسولاً دینی دینے تو خبر ہوئے۔ جب سے سننے والے لہا نامہ تلواری جن تکسیر عام پہلے عام مسلمان رہے۔ کفار انہوں نے اس سے پہلوں کے پیچھے اس خطاب کی تلواری تو سنی مگر محض کلمہ کہ لہا نامہ ہی ملے کفار ساتھ بھی ہے سوچے سمجھے نہ سے ملی کہ نہ۔ چہذا میں آئے تو سب کلمہ رسول کے ملے کہ کلمہ کلمہ چہذا میں نے ان کی آگہوں کو اور کلموں کو کلام انہما سننے سے تلواری انہما کو اس میں سے کو کا کہ لہا نامہ ذکر ہے۔ ان کی ہولنے اس نے جواب کی طرح ان کا لفظ غراب کہنا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔



[illegible]

تھماری عہدیت قبول نہ ہوگی یا اگر تم اس کے بیماری ہو تو نفس کشی اور فقر و فاقہ اور شک خوری میں عہدیت کو محدود نہ جانو بلکہ ہم بھی تمہارے فاقہ سے راضی ہیں اور بھی کھلا کر تم ہماری رضا کے لئے رمضان وغیرہ میں فاقہ کیا کرو اور اس کے سوا شکر کرتے ہوئے نعمتیں بھی کھلیا کرو تاکہ تم شاکر بھی ہو اور صابر بھی۔

خلاصہ تفسیر : چونکہ جسمانی غذاؤں سے جسم کی بناء ہے اور روح کا ارتقاء کہ حلال غذا سے دل میں جلا پیدا ہوتی ہے جیسے حرام غذا سے دل میں تہ کی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے نماز و روزہ کی طرح حلال غذا کا بھی حکم دیا کہ فرمایا۔ اے مسلمانوں خدا کی محبت اور ایمان کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ تم لذت کھانوں اور اچھی نعمتوں سے ایک دم محروم ہو جاؤ بلکہ خدا ایمان یہ ہے کہ ہر چیز کی حکمت پیدا کرے۔ سمجھو اور غفلت سے محبت یہ ہے کہ محبوب جو عطا کرے اسے خوشی استعمال میں لاؤ۔ مشق کے ہاتھ کی کمزوری چیز بھی طبیعی کی طرح کھلی جاتی ہے پس ہم تم سے کہتے ہیں کہ ہماری دی ہوئی حلال پاک اور لذت چیزیں شوق سے کھاؤ غلو نہ ملگئی ہو بلکہ مطلوبہ بھی کھاؤ اس کے لئے شکر کا چورن تمہیں عطا کیا ہے کہ ہر نعمت پر رب کا شکر بھی کرتے رہو۔ تاکہ تمہارا کھانا بھی عہدیت ہو جائے۔ اگر تم فاقہ کی عہدیت کرتے ہو تو اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دلا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کرو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گر طمع خلود زمین سلطان دین خاک بر فرق قنات بود ازین  
اگر رب طمع سے راضی ہے تو قنات کرنا ملے۔ عطا کے ہیں طیب رزق وہ ہے جو نہ خود راہ نہ بے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو جو کھانا خود راہ ہے حرام ہے جیسے سو ریا کئے کا گوشت اور جو خود تیرا نہ تھا کرے بے ذریعے سے حاصل کیا گیا وہ غیث ہے جیسے بکری کا گوشت جو سو ریا چوری یا رشوت کے پیسے سے خرید لیا گیا کہ یہ حرام تو نہیں مگر غیث ہے لہذا ایک بکری کا گوشت ایک خریدار کے لئے طیب ہے وہ سرے کے لئے غیث۔ رب نے طیب فرما کر مستی چیزیں ارشاد فرمائی ہیں کہ انسان اگر تہ لوہہ ہے کہ اسے اشرف المخلوق فرمایا گیا ولقد کرمنا بنی آدم اور ممتاز تہ زیادہ اتنی ہی بلندی زیادہ عالم آدمی کھانے پینے پلنے پھرنے بولنے میں آزاد ہوتے ہیں مگر حکام بدو شلو بہت قحط زدگی رکھتے ہیں جس سزا کے گزریں وہ پہلے سے مقرر ہوتی ہے جہاں ہاتھ دہر لو فیوہ ہوتا ہے۔ ان کی باتیں بلکہ لواحق ملک ملک کے اخباروں میں جھپتی ہیں ان کا کھانا بیاضیت ہوتا ہے پھر وہ کھاتے ہیں تاکہ دشمن نے زہر نہ ملا دیا ہو اے انسان تو تم قحط کا سردار ہے تیری ہر لوہہ پابندی ہے تو ٹیسٹ کر کے کھانی اور کلام کر کہیں شیطان تیری غذا میں حرام کا زہر نہ ملا دے جو لوگ ان قہدوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں وہ حقیقت انسانیت سے گر کر جانور بننا چاہتے ہیں تفسیر معنی نے حضرت زید ابن علی ابن حسین رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ عین حق کے کھانے میں تکلف کا قیامت میں حساب نہ ہو گا۔ مسلمان کے واسطے اگرچہ خود بھی اس سے کھائے۔ اور عری و نظار کے لئے اگرچہ خودی روزہ دار ہو اور جانے کے لئے جب کہ وہ لذت غذا سے رفعت کر رہا ہو۔ صحابہ کرام بلکہ خدیجی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگات لذت نعمتیں کھانا بہت ہیں۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ مسلمانوں کی ہر گاہ بھی میں بڑی عزت ہے کہ جس چیز کا جن الفاظ میں پیغمبروں کو حکم دیا اس چیز کا مسلمانوں کو وہ سری کہ حکم فرمایا یا یا رسول اللہ کلاوا من الطیب و احسوا

سالکا۔ دو مراعات: مسلمان کو چاہئے کہ اپنی چال و رویائی رکھے نہ تو لفظ نعمتوں سے ایک دم پرہیز کرے اور نہ اس کا  
 عاری ہو جائے۔ اسی لئے یہاں کلو ا کے ساتھ من فرمایا تاکہ ہر حالت میں خوش رہے۔ تیسرا قاعدہ حرام بھی خدا کا رزق  
 ہے ورنہ حرام خورد انسان کے حق میں خدا کا رزق نہ ہوتا۔ خنزیر اور سور و شوت کھل کھلے وہ بھی خدا کا رزق ہی کھائے مگر  
 چونکہ اس کی بے اہلیت کھانا لانا مذکور ہے اسی لئے یہاں ما رزقنا میں طہیت کی قید لگائی۔ چوتھا قاعدہ رہی نعمتوں  
 کا شکر واجب ہے اسی لئے یہاں کھانے کے ساتھ شکر کا ذکر کیا۔ پانچواں قاعدہ مومن کا کھانا پاک ہو نہ ہی کام ہوتا ہے  
 کیونکہ وہ سب کچھ رضائے اعلیٰ کے لئے کرتا ہے یہ سمجھا کہ صرف ترک نہی ہوتا ہے لفظی ہے۔ اسی لئے یہاں بھی آقا  
 کہ مسلمان کا کچھ دیر کے لئے نہایت احکام مہم میں بیٹھنا اس کے لئے ترک نہا ہے۔ چھٹا قاعدہ رزق رہی ہے خواہ  
 کسی ذریعہ سے دے جی اس کی صفا کے دور دورے ہیں لہذا حقیقی شکر رہی کارنا چاہئے۔ گاہی کھانے کا بھی جیسا کہ  
 رزق اور واعکروا للہ سے معلوم ہوتا۔ ساتواں قاعدہ ہم گزشتہ آیت میں یہ عرض کر چکے کہ بحرین کھلے ہوئے ہر  
 جہات پر کھیتی باڑی پھر ہر میں انکسور معلوم کر لو کہ چیزوں میں بھی ترتیب ہے کہ بعض بعض سے اعلیٰ ہیں۔ جن چیزوں سے  
 دین یا دنیا کی تمام چیزیں سوئے افضل۔ چنانچہ کتب سے افضل بیش کہ اس سے قرآن و حدیث اور ساری علمی علوم  
 کی بات ہے۔ پھر آنے کی پہلی اور چاند فیو کی صاف کرائی کیونکہ اس سے نفس انسانی بقی رہتا ہے پھر عدل و مستان کھانا پزیر ہونا  
 وغیرہ کیونکہ اس سے ستر پوشی ہے پھر درزی گری وغیرہ کہ اس کا بھی ادوی قاعدہ ہے۔ پھر روشنی کا مسلمان صفا کہ اس کے ذریعہ  
 روشنی ہے پھر معاری کثرت سازی چوند وغیرہ کی تیاری کہ اس سے شرکی آبادی ہے۔ رقی زور گری نقاشی کھربانی طوا  
 سازی معطر کاوش یہ نہ ناجائز ہیں اور نہ ان کا کوئی خاص درجہ کیونکہ جو قضاہ سنت کے مسلمان ہیں۔ معزور رہے مولیٰ کے چچے کھانا  
 جیسے غلہ کاروکت۔ مودہ کا فصل اور کھن بننے کھیش اور دلالی اور کاشت وغیرہ۔ اس وقت ضرورت میں حرج نہیں شرط کہ حرام  
 باتوں سے بچے مطلقاً حتمین کثرت کھون خدمت مسہر علم دین کی تعلیم پر بھی اجرت لینے کو کھانا نہ لیتے تھے۔ حاکمین  
 نے دینی ضرورت دیکھ کر اسے بنا کر اہل جائز جانا مگر جس کو اللہ و نبی و سعادت و مال بھی ان کی اجرت سے بچے تو بہتر ہے  
 اور نہ سبیل اللہ سے خدمت انہما ہوتے۔ ناجائز چچے حرام ہیں۔ جیسے بچے گائے شکر وغیرہ کھانا بھولی کوئی وغیرہ کے  
 چچے (تیسرے منی) سے سب چیزیں من طہیت سے حاصل ہیں۔ آٹھواں قاعدہ طہیت خدا سے انسان بھی طہیت ہونا ہے  
 اور غیبت خدا سے انسان بھی غیبت ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بزرگوں کا جھوٹا کھانا ان کی دی ہوئی معمولی روٹی تھرکسین جاتی ہے جس  
 سے انسان نورانی ہو جاتا ہے حضور کی کلی کے پانی سے مظلانہ کی زمین مسجد کے لئے سوزوں ہو گئی۔ حضرت ابو بکر علیہ السلام کے  
 پاس کاپانی اور حضرت اسماعیل کے پاس کلو حون آپ از موم لوگوں کے لئے کھانا ہے۔ حضرت ابو سلف علیہ السلام کی فیض یعقوب  
 علیہ السلام کی آگھوں کی شفا ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ : جانور بھی کھاتے ہیں اور کفار و مشرکین بھی۔ مگر ان میں چند طرح فرق ہے۔ اس لئے ان کا کھانا ہرٹ ڈاؤن  
 نہیں اور مومن کی غذا اہلیت جانور اور کفار کا کھانا نفسانی خواہش سے اور مومن کا کھانا رب کے حکم سے۔ اسی لئے یہاں کلو ا  
 فرمایا۔ جانور کھانا کھانا دوسرے ہم جنسوں کی دیکھو کیسی مومن کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھو کیسی جانور کھانا

کا کھانا نہ ہی کھاد ہار کے لئے مومن کا کھانا مہلوت غفار کے لئے۔ جانور کا کھانا غفار کے لئے۔ مومن کا کھانا غفار کے لئے یعنی جانور کھا کر تک کلام کلج کریں۔ کافر کھائے وہ کھور گئے سب کد مگر مومن جس کا کھائے اسی رب کا کھائے اسی کا کھو بجا لئے اسی لئے یا یا الناس کلووا کے بعد یا یا الفتن امنوا کلووا فرمایا گیا۔ نور میں شکر و مہلوت کفر کر بھی کیا گیا۔ مومن کی یہ شان ہے کہ محبوب ہو کھائے۔ جب کھائے۔ جتنا کھائے۔ جیسے کھائے ویسے ہی کھائے بلکہ جسہ وہ کھانا ہے تو کھائے ہیں۔ جب پالتے تو پیتے ہیں۔ جب ہلاتے تو بول لیتے ہیں۔ اگر وہ عیار غفار سے رہتی ہے تو ہزار سیری اس پر قربان نور اگر سیری میں اس کی رضا ہے تو ہزار کھائے اس پر نور صوفیاء کے ہیں طبیب رزل وہ ہے جو نہ خود راہونہ اس کے حاصل کرنے کفر پھر راہونہ اس کے استعمال کا مستعد اگر مہلوت کا کھانا یا ناغیث ہے کہ اگرچہ وہ مہلوت ذریعہ سے ہی کھائیں کہ ان کا مستعد نفسانی ہے مومن کی مہلوت روزی طبیب ہے کہ اس کا مستعد رحمانی ہے طبیب روزی اللہ کی رحمت ہے۔ غیث روزی رب کھانا پانی کے طوم کو جیل میں اچھی غذا دی جاتی ہے مگر وہ غذا اذ لب ہے سرکاری لو کر بھی اسی ہی سے کھاتے ہیں مگر وہ ان کے لئے رحمت صوفیاء فرماتے ہیں۔ طبیب غیث ہر چیز میں ہے بل کی کوڈ طبیب بھی ہے غیث بھی۔ بچہ کی پرورش طبیب بھی ہے غیث بھی سو باجائے طبیب بھی ہے غیث بھی بلکہ ہر بندہ مرطبیب بھی ہے غیث بھی کلووا من طبیات میں اسلمی روحانی جنتی تمام روزوں کا کھانہ ہے کہ طبیب روزی کھائے۔ طبیب ہر کھانے کے بچے جن کی پرورش طبیب ہو۔ ان کی زندگی بھی طبیب ہوتی ہے نور موت بھی طبیب رب فرماتا ہے ومن جعل من المصلحات من ذکر او انقی وهو مشوم للعباد حیوة

طبیب

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَ بِهِ

اس کے سوا نہیں کہ حرام کیا اور یہ تمہارے مکرور اور خون اور گوشت سور کا اور جو ذبح کیا گیا

لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ

ہم کو واسطے طیر خدا کے۔ پس جو کوئی مجبور ہو نہ خواہش کرے نہ والا اور نہ حد سے بڑھنے والا ذبح کیا گیا۔ تو جو بچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھا سکے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے

غَفُورٌ رَحِيمٌ

پس نہیں ہے گناہ آور پر اس کے غریق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تو اس پر گناہ نہیں ہے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعلق : اس آیت کا مہل آجوں سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : مہل آجوں میں مسلمانوں کو پاک نور مہل چیزیں کھانے کا حکم ہو۔ لب حرام چیزوں سے بچنے کا فرمان ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : مہل آیت میں طبیب کھانے کا ذکر تھا جن کی تحصیل مستوشوار تھی۔ لب حرام چیزوں کا ذکر ہے تاکہ اس سے مہل کا پتہ لگ جائے کہ ان کے سوا سب مہل۔ تیسرا

تعلق: کچل اچھل میں ہذا کے حلق مشرکین کی لٹلی ہودو منین کی ورتی کا کر لھا کہ مشرکین نہ کھانے کی چیز کھا لے اور کھانے کی چیز سے بچے ہیں اور مو منین میں کے بر کس ہیں سب میں کی تفسیل بیان ہو رہی ہے۔

تفسیر: انا حرم علیکم انا حصر کے لئے ہے جس کی حقین منصوصہ سورۃ ب میں کی جلتی گی۔ حرم کلمہ حرم ہے۔ جس کے فعلی معنی ہیں محوی یا چھپا دینا۔ بزرگ چیزوں کو حرم اسی لئے کہتے ہیں کہ ان کی بے وفائی سے ہارنا چاہئے نہیں کہ کو حرم اسی لئے کہا جائے کہ وہاں شکار وغیرہ سے چار بچ جائے۔ مہاجر چیزوں کو حرم کہنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کے استعمال سے بزرگ کمال فرجیدہ لفظ حرام ایک ہے لیکن اگر اس کی نسبت کبھی کبھار یہ لفظ استعمال کیا جائے تو یہ لفظ عزت کا ہے اور اگر کتے بلی کی طرف ہو تو یہ لفظ اہت کا کھو لفظ شرع میں ہی کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں لٹہ کی ہاتھ کی صفائی ہوئی صفت لٹا خلعت صفت۔ اگر طاری صفت ہو تو معنی ہیں ظاہری شہود الٰہی۔ سب کلمہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے قبول حج۔ فریضہ کے متعلق فرجیدہ ایک لفظ کے معنی منسوب ہے سے ہوتے ہیں۔ اگرچہ لفظ حرم معنی ہے مکر کو بھٹکوانے کا ملامت ہو تاکہ اس سے کھانے کی حرمت مراد ہے کہ وہاں فیو کا کھانی حرام ہے اسی کلمہ میں منہ فیو استعمال میں آسکتا ہے اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ معنی کرنا کھانی میں ملتا ہے۔ مہم میں یہاں مسلمانوں میں سے خطاب ہے یعنی اے مسلمان اگرچہ کلمہ بھی قصدی طرز جنس میں مگر تم اس پاک عہد کی پاکیزہ صفت قصدی تہ بھی پاکیزہ چاہئے بلکہ یہاں جس کرستی ہے کندی کا کلمہ اندکی کلمہ

اپنی ملت کو قیاس اقوام عالم پر نہ کر ہے ہر اقصیٰ میں قوم رسول ہائی  
 ہر مسلمان کلمہ کہہ کر سورۃ میں ہر سنگی خورشید کے سورۃ میں ہے جسے بطور پیدی کلمہ کا پڑھنا کہہ کر سورۃ میں ذکر  
 کے کرنا ضرور ہے اور اس سے منقول ہے۔ کہہ کر بھی یہ ہے کہ کلمہ کا حکم کے قائل ہیں کہ اگرچہ میں ہمیں اس کا  
 بھی مذہب ہو گا۔ معنی اے لوگو تم صرف یہی چیزیں حرام کی گئی ہیں صحت۔ یہ ہے اور یہ ہے۔ یہ ہے۔ لیکن ان  
 غیر لائق ہے کہ صفت کا نہ ہو کہ کہا جائے کہ اور یہ حکم کہ کسی نے سورۃ کو سمجھتے ہیں۔ یہ جو جسم کث  
 کر میں عقل ہے اور وہ اس کے بغیر مرید ہے صحت۔ گواہیت سورۃ اور یہ سورۃ صحت شریعت میں پیدا ہوا  
 ہے نہ قل ذبح ہو۔ مگر ذبح شری اس کی جان قتل جلتے۔ لہذا اسی عدلی جمل اور مذہبی اور فطری جانور نہ تھا کہ سے مر  
 جلتے یہ ہیں کہ کہ لیل عدلہ قل ذبح فیہم میں اور یہ قل ذبح شری سے مراد جانور کا کھانا کھانا کھانا کھانا  
 ذبح لے۔ قل ذبح کی کلمہ سے مراد اس سے کہ کسی جانور کے ہتھ سے کسی دھم سے ہٹا کر لایا اپنی موت مراد  
 سب ہیں۔ اس میں کسی مذہبی جانور کلمہ صحت لایا کسی کو سواصل کے اور کہ رقم کر کے لایا اپنی طرف سے لایا گیا  
 اور یہ کہیں کہنے سے پہلے مر گیا ہو بھی سوا ہے والہم صلہ ہم سے ساتھ ملوں مراد ہے کہ کسی اور بھی بھی اگرچہ ملان  
 ہیں مگر یہ ہے۔ مگر ساتھ ملنا اور اگر ہم جلتے نہ بھی حرام۔ نہ سہی کہ قرآن پاک میں فرما دیا۔ اوصا  
 مسلوحا ولحم الطیر۔ سورۃ میں ہے کہ اس کا کوئی جز کسی ہم میں نہیں آسکتا کی صورت اس کے بل سے کھل  
 سہا ہوا ہے (تفسیر امیری)۔ مگر یہاں گوشت خاص طور پر اسی لئے بیان کیا گیا کہ یہی اصل خصوص ہے جب گوشت ہی حرام ہو

کیا تو ہڈی وغیرہ نہ چیزیں خود بخود حرام ہو گئیں۔ وما اهل به لغیر اللہ۔ اہل۔ حلال سے بہ۔ جس کے عقلی معنی ہلکی یا دوسری تدریج کا پانہ۔ اس کا مصدر ہے اہلال یعنی ہانکنا۔ چونکہ اس وقت شر پہلے ہے کہ چاند وہ ہے اس سبب سے ہر پکارنے کو اہلال کہہ دیتے ہیں۔ بچے کی چیخ کو بھی اسی لئے استعمال اور احرام کو اہلال کہا جاتا ہے مگر عرف میں ذبح کرنے کے وقت کی گواز کو اہلال بولا جاتا ہے۔ وہی معنی میں مرلو ہیں (1) عبد اللہ بن عباس (2) کلب (3) ضحاک (4) اللہ رضی اللہ عنہم نے یہی معنی بیان کئے۔ عام مفسرین جیسے (1) بیضاوی (2) جلالین (3) خازن (4) باب التعلیل (5) مدارک (6) احمدی (7) تفسیر ابو السعود غیر معنی یہی معنی کئے۔ یعنی جو جانور غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں چنانچہ شامی باب الذبح میں ہے کہ ذبح کے وقت کا اعتبار ہے۔ اس زمانہ میں بعض مفسرین نے یہی اہل کے معنی مطلقاً پکارنا کئے اور کہا کہ جس جانور پر زندگی میں بھی غیر خدا کا نام پکارا جائے وہ بھی حرام ہے اگرچہ خدا کے نام پر ذبح ہو۔ مگر یہ تفسیر عقلاً و نقلاً غلط ہے۔ نکلا تو اس لئے کہ عام مفسرین و صحابہ کرام کی تفسیر کے خلاف ہے۔ دیکھو وہ سورہ بقرہ کی روایت میں ہے کہ "ما جعل اللہ من حیوان الا ذبحہ باسم ربہ"۔ یہ قرآن کریم اور عام مفسرین کے قول کے خلاف ہے۔ رب نے عرب کے بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور حرام ہوں۔ یہ قرآن کریم اور عام مفسرین کے قول کے خلاف ہے۔ رب نے فرمایا ما جعل اللہ من حیوان الا ذبحہ باسم ربہ ولا صلیبہ ولا حام ولكن الذبح کھروا یفترون علی اللہ الکذب جس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کا حرام بنانا کفار کا فرض ہے۔ پھر صاف فرمایا کہ کھروا ما رزکم اللہ ولا تنہوا خطوت النمل جس سے معلوم ہوا کہ یہ جانور حلال ہیں۔ انہیں حرام بنانا شیطان کی بیوی ہے۔ اس آیت تا جملہ لفظ کی تفسیر میں تفسیر المہین لورٹووی شرح مسلم میں ہے کہ کفار کے حرام جانور سے یہ جانور حرام نہ ہو گئے۔ ان آیات میں ان کے اس عقیدہ کی تردید ہے۔ حضرت سعد نے اپنی والدہ کے نام پر کتوں کھدوایا اور فرمایا ہذا لام سعد یہ کتوں سعد کی ماں کے نام پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر مذبحہ جانور کے سامنے فرماتے اللھم ہذا لائے محمد خدایا یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ کوئی شخص مسجد مشاء میں دو رکعت نفل پڑھ کر کے ہذا لائی ہریرۃ "اللہ یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کی ہے فرضیکہ بہت احادیث سے ایصال ثواب کا ثبوت ہے جس میں کھانے وغیرہ کی نسبت دوسرے کی طرف ہوتی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ تفسیر کی جاوے تو ان تمام کے خلاف ہو جاوے گی۔ تفسیر احمدی میں اس آیت "ما جعل" کی تفسیر میں ہے کہ جو کھانے کو لیا جائے اس کے لئے نذری گئی ہو جیسا کہ ہمارے نکتہ میں مدلل ہے وہ حلال طیب ہے کیونکہ ذبح کے وقت اس پر خدا کا نام لیا جاتا ہے عاصمیری باب

قتل ہے کہ بخوشی نے آگ کے لئے یا کفر نے بتوں کے لئے جانور ہلا اور مسلمان سے قتل کر لیا۔ اس نے لقمہ کے ہم پر ذبح کر دیا وہ حلال ہے۔ غرضیکہ یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال مفسرین و فقہاء سب ہی کے خلاف ہے اس لئے محض باطل۔ تفسیر محل ہی صحیح ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں اسی جگہ بہت کچھ چنگ کے ہندی بیان کیا کہ واقعی اس آیت سے اس جانور کی حرمت ثابت نہیں بلکہ سکوت ہے۔ واللہ الحمد اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاہ الحق" میں دیکھو۔ اس لقمہ کے بعض جملہ نے تو غضب کر دیا کہ باطل کو مست ہی عام کر دیا کہنے لگے کہ وہ بچہ شیریں و خیر و جود جی بھی خدا کے سوا کسی کی نذر کسی کے ہم پر ہو حرام ہے۔ دھڑلے سے مراد جانور یا غیر جانور سب ہی چیزیں لیتے ہیں یہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے لقمہ ہے کہ یہ حضرات گیارہویں کی شیرینی میلاد شریف کے کھانے کو تو اس آیت سے حرام کھاتے ہیں مگر مولوی لالی پوری پوری زلمہ کا کھانا حلال مانتے ہیں (لکھنؤ رشیدیہ) اس صورت میں تو غضب ہو جاوے گا کہ قصائی ذبح کے لئے بکریاں لے جا رہا ہے۔ کسی نے کہہ دیا کہ یہ سب بکریاں حضور غوث پاک کے نام کی ہیں تو سب حرام ہو گئیں (نور پاؤں) لیکن اخطاریہ لقمہ ضرر سے بڑا جس کے معنی ہیں عقلی اور ضرورت بھی اسی سے ہے۔ اس کا صدور ہے اضطراب۔ یعنی مجبور یا مصلحت مند ہو جانا عقلی میں بھنس جانا۔ شرعاً اس کی نین صورتیں ہیں۔ (۱) بھوک یا پیاس سے جان نکل رہی ہے کوئی حلال چیز موجود نہیں (۲) کوئی محض حرام کھانے پر مجبور کر رہا ہے اور نہ کھانے پر قتل کیے گا (۳) غصہ یا ہار کو قتل طیب سے ملے ہو یا کہ تم بھوکاں حرام ہونے کے کسی چیز سے بچ نہیں سکتے۔ جن چیزوں صورتوں میں حرام کا استعمال منع نہیں۔ پہلی دو میں تو واجب ہے کہ نہ کھائے تو گناہ گار مرے گا۔ اس بات پر کہ طبع کر بھی فرض نہیں ہے۔ چاہیکہ حرام دواسے کیونکہ وہ اساحت و بھنی نہیں۔ عود یا عود و لا عود۔ باقی یا تو خنی سے بنا یعنی خواہش یا بھوک سے یعنی زیادتی۔ یہاں دونوں درست ہیں یعنی قدرت کا فضل و شہد نہ ہو۔ یا دوسرے بھوکے پر زیادتی نہ کرے کہ خود کھا جائے اور اسے مرنے دے (روح البیان) عود سے عود سے بڑا حد سے بڑھتا۔ یعنی حد ضرورت سے بڑھے۔ اگر ایک لقمہ سے جان بچتی ہو تو دوسرے کھائے۔ ہو کوئی بصورت مجبوری حرام استعمال کرے تو فلا اثم علیہ۔ اس پر کوئی کھٹ نہیں کہ نہ ضرورت میں حرام کو حلال کر دیتی ہیں اس لئے کہ ان اللہ عفو و رحیم۔ غور۔ غفر سے بڑا جس کے معنی ہیں چھپا چھپکے کو اسی لئے غفر کہتے ہیں کہ اس سے گدلا کا ہوتا ہے۔ رب بھی گناہوں کو چھپانے والا ہے اسی لئے غفار ہے۔ یعنی لقمہ کھٹے جیسے دھواں ہوتا ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں تم بہ وقوف کفار کی باتوں میں نہ آؤ۔ ہماری پیرا کی ہوئی چیزوں میں سے حلال طیبہ چیزیں مزے سے کھاؤ۔ تم پر ہم نے سب ذیل چیزیں حرام فرمائی ہیں جن سے پہچاننا سب کچھ کھانا (۱) مولد (۲) ہستیا اور خون (۳) سور کے اجزاء خصوصاً گوشت اور دھواں جانور سے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اس میں بھی تسلسلہ و واسطہ آسانی ہے کہ جو کسی مصیبت میں پہنچے کہ اس کی جان پرین جائے تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت انہیں کھالے ہیں حرام کے لئے یا ضرورت سے زیادہ ہرگز استعمال نہ کرے لقمہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ بعدوں کے لئے اس نے بہت آسانی فرمادی۔

قائدے : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ : جو جانور غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا کہ یا تو رب کا نام لیا ہی نہ گیا یا رب کے ساتھ بطریق صلف دوسرے کا نام بھی لیا کیونکہ حرام ہے۔ جیسے ہم اللہ و محمد رسول اللہ۔ اگر بغیر صلف کے ملایا

کیا تو جاز ہے مگر کہہ دیجیے۔ ہم اللہ محمد رسول اللہ اور اگر ذی سے پہلے یا بعد کسی کا نام لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں (تفسیر احمدی) وہ سرافاقہ جو جانور حلالیہ و لیسہ میلاد شریف قاتحہ برنگان کی نیت سے پالا جائے وہ حلال و طیب ہے (تفسیر احمدی) تیسرا قاتحہ: چیزوں میں مباح ہو یا حرام ہے یعنی جس کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے کیونکہ رب نے حرام چیزوں کو کرکینہ کہ حلال کا کبر عکسہ تو حلال ہیں ہی (تفسیر احمدی)

مسئلہ: کل حرام جانور یہی نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ کئی ایسے جانور جو سب حرام ہیں مائیکیری میں اس کی پہچان کا عجیب قاعدہ بیان کیا ہے کہ جانور وہ قسم کے ہیں۔ درمائی اور خشکی کے۔ درمائی سب حرام سوائے چھلی کے۔ خشکی والے محمود طرح کے ہیں۔ پرندے اور چمڑے یعنی ہوائی اور زہری پرندے پرندہ قسم کے ہیں ایک خون والے ایک بے خون۔ بغیر خون سب حرام سوائے غزی کے۔ خون والے جو پنجے سے پکڑ کر خیز کھائیں وہ حرام باقی حلال۔ زہری جانور بھی وہ طرح کے ہیں۔ خون والے اور بے خون بے خن سب حرام۔ خون والے کیڑے کوڑے (سناپ، بچو) اور جو کیل والے ہوں۔ جیسے کتا، بلی وغیرہ حرام باقی سب حلال۔ اس قاعدہ سے صرف تین جانور خارج ہیں۔ لونٹ، گھوڑا اور طوطا۔ مسئلہ: حلال جانوروں کے یہ اعضاء حرام ہیں۔ خون، پھم، نر، کھڑک، ٹانگی، فرج، ذر، نوتہ اور تلی و گردہ حضور کو چھونے سے۔ ایسی ہی بوجزی وغیرہ۔ بکری کلوست و جید زیادہ ہند قاعدہ مسئلہ: تین صورتوں میں خدا کے نام پر ذبح کیا ہو جانور بھی حرام ہے۔ ایک یہ کہ ذبح کر لے ولا مشرک یا مرتدا و ہر یہ جو ذبیحہ صرف مسلمان یا اہل کتاب ہی کھورست ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمان کسی تھن پر جینٹ چڑھنے کی نیت سے ہم اللہ سے ذبح کرے یہ حرام ہے رب فرماتا ہے وما یفیع علی النصب۔ تیسرے وہ جانور جس کی آمد پر لوگ اس سے تقرب پرستش کے لئے قریب آئیں کہ اگرچہ ہم اللہ سے ذبح کریں تب بھی حرام ہے۔

پرہیز احتراض: انسا حصر کے لئے ہے تو چاہئے کہ سواہن چار جانوروں کے اور کوئی حرام نہ ہو مگر ان کے خود قرآن کریم نے وہ سری آیت میں اور بھی جانور جیسے گر کے مرے ولا سورندے کا کھلایا ہو وغیرہ حرام کیا اور حدیث نے تو بے شمار جانوروں سے ممانعت فرمادی ان میں ممانعت کی گھر ہو۔ جو لب: اس آیت کے تمام جانور میں بیت میں داخل ہیں اور انسا یا تو قطع اس وقت کے لئے تھا۔ مگر جس میں حرام ہو کسی یا بلا واسطہ حرمت کے لئے یعنی رب نے تو یہ چیزیں حرام فرمائیں باقی اس کے رسول نے حرام کیں۔ اسی لئے لڑ شہوا و محرم علیہم الطبیث یعنی وہ رسول ان پر غیبت چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اہم چیزیں جیسے لہو، زکوٰۃ، حرام، حلال وغیرہ میں بہت اختصار بلکہ نسیئت و اصل فرمایا تاکہ مسلمان قرآن پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہ ہو جائیں۔ بلکہ ہر قدم پر ان کے عقائد ہیں دیکھو حرام چیزیں جن کے بیان پر دین و دنیا کا نظام قائم ہے۔ کل چار بیان کیں اور لاکھوں حرام چیزیں حضور نے بتائیں۔ پھر ان چار میں بھی ایسا اصل رکھا کہ بغیر حضور کے تلے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ حتیٰ کہ سور کا صرف گوشت حرام کیا۔ چربی، کھجی، گردے وغیرہ حضور نے حرام فرمائے۔ دنیا میں کوئی شخص اہل قرآن ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ حدیث شائع پر ایسا مجبور ہو گا جیسے کھانا کھانے والا اپنی کھانا جتنی ہوتا ہے حصر کھانے کے لحاظ سے ہے کہ اے مشرک! تم نے بتوں کے ہم پر چھوڑے ہوئے جانور حرام بنائے مگر اللہ نے انہیں حرام نہ فرمایا بلکہ صرف انہیں۔ وہ سرافاقہ احتراض: عجیب لفظ ہے کہ خدا کا ارادہ جانور تو حرام ہو یعنی سوار اور انسان کا لہو اور لیسہ

[illegible]

سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت حرام چیز کھانا مکمل جائز ہے نہ کہ واجب۔ تم نے بعض صورتوں میں واجب بھی کہا۔ جواب: اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم لطفی سے ایک اور فقرہ ضرورت سے زبان بھی کھانگے ہو تو گناہ نہیں۔ کیونکہ بھوک کے وقت کچھ اور نہ مشکل ہوتا ہے۔ سوال: اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ حرام میں شفا نہیں بلکہ تم نے من اظہر میں حرام دوائیں کھلوا دی ہیں۔ جواب: حکیم حلق کے فرماتے ہیں حرام چیز حرام ہی نہیں رہتی بلکہ حلال بن جاتی ہے۔ حلال میں شفا ہے۔ طبعی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید والوں کو علاج کے لئے لونٹ کے پتے کا شربت پینے کا حکم دیا۔ جب حلال دوا ممکن ہو تو حرام میں شفا نہیں۔ کیونکہ لہذا حرام ہے۔ سوال: اعتراض: سورہ کے سارے اجزاء ایسے حرام ہیں کہ انہیں کھانے کے سوا اور کچھ کام میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔ پھر وہیں گوشت کی قید کیوں لگا دی کہ نعم اللہ علیہ وہ مواد فیوہ کے اجزاء کھانے کے سوا اور کام میں آسکتے ہیں وہیں گوشت کی قید کیوں نہ لگائی اور مواد سور کو یکساں طریقہ سے کیوں حرام نہ فرمایا۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا: جواب تو یہ ہے کہ مواد۔ علیہ۔ حریریہ و فیوہ حرام ہیں نہیں بلکہ مواد ہر جانے بھست سے کر کر مرنے والے فیوہ سے حرام ہو گئے۔ بذات خود حلال تھے اور سو بذات خود حرام ہے کسی عارضہ کی وجہ سے نہیں تو ان جانوروں میں طبع حرمت بیان کرنے کے لئے یہ حریریہ کے لحاظ سے کہ اور سور کے گوشت کو بذات خود حرام ہے کہ حرام فرمایا اور جب اس کا گوشت ہی حرام ہو تو باقی اجزاء بھی حرام ہو گئے۔ وجہ فرق یہ ہے۔ جواب: مسئلہ یہ ہے کہ رب کا مقصد غلطی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز میں حضور انور سے بے نیاز نہ ہو۔ سورہ میں حرام چیز میں بھی صرف گوشت کا ذکر لیا گیا باقی اجزاء کی حریم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ فرمادی ان کے حلق اور شلو فرمایا و محرم علیہم الطہات طہرے محبوب لوگوں پر غیبت میں حرام کہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے کہ شرعاً یہ ظاہری چیزیں حرام ہیں۔ ایسی ہی طریقت میں باطنی ظہار بھی حرام چنانچہ دنیا میں رہنے جیسا کہ روایت میں آیا کہ دنیا سوار اس کے طالب کئے۔ طالب مہلی پر اس سے پہنکا وہ شیطان طریقتی خواہش و تمہنی طعن ہیں جیسا کہ روایت میں ہے کہ شیطان انسان کے غلبہ کے ساتھ دودھ کرتا ہے۔ نفس خنزیر اور اس کے برے عقیدے اس خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ شکل سور کے جیسے اور اس کا ظاہر و باطن نہیں ہے۔ زیادتی جہل و غفلت۔ لہذا اللہ تعالیٰ کہ یہ غیر مذہبی نیت سے کی گئیں۔ مومن خدا پر یہ سب چیزیں حرام۔ اگر نفسانی یا شرعی صورتوں کے پر راکھنے کے لئے کچھ دیا حاصل کی جائے یا غیر مذہب سے تعلقات رکھے جائیں بشرطیکہ حرم دنیا اور غلط حرام سے خلل ہوں اور وہ قامت سے آگے نہ بڑھے تو گناہ نہیں۔ رب تعالیٰ اپنی رحمت سے ان سب کو دین بخلائے گا مگر ان کا کفر شرارت کی بنا پر ہی لازم ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لفظ غیر معنی سواہ بھی آتا ہے۔ معنی انہی بھی نور معنی دشمن بھی۔ جیسے مسجد کہ عظیمہ، عظیمہ پاک کہ عظیمہ معنی دشمن رب کی خاص اپنی ہیں۔ ہزار فیوہ کی زمین گویا انہی نعمت خانہ کوڑی و فیوہ کی زمین گویا دشمنی و دلی دشمن ہے ایسی ہی بعض بڑے لفظ کے اپنے ہیں۔ جیسے انبیاء و اولیاء بعض رب سے انہی جیسے عام غافل لوگ بعض رب کے دشمن جیسے کلمات انہیں و فیوہ رب فرماتا ہے اولئک حزب اللہ یعنی جیسے ہر چیز دشمنان خدا کی طرف کوئی چیز منسوب ہو کر تھیں ہو جاتی ہے ایسی ہی محبوبان خدا کی طرف نسبت سے درجہ میں بڑھ جاتی ہے۔ سو کچھ گناہ کا پانی موند ہے اب ذمہ محبوب خلیل رب ہے کہ جان رکھنا یہی عہد ہے کہ ساری عہد اسی پر موقوف ہیں۔ لہذا جب جان کا مقابلہ احکام سے ہو گا تو احکام نرم کر دے جائیں

کے حتی کہ عواد کہلاتی درست ہو گا مگر جب مقابلہ ایمان سے ہو تو جان قربان کر دی جاوے گی کیونکہ ایمان جان سے اعلیٰ ہے کہ جان غفل ہے ایمان ہلکی اور ہمیشہ لوئی اعلیٰ پر قربان ہو گیا ہے۔ جملوات نباتات پر قربان کہ کھیت کے لئے زمین کو درہم برہم کروا جاتا ہے اور نباتات حیوانات پر نہاد۔ انسان پر قربان تو چاہئے کہ انسان بھی اپنے سے اعلیٰ پر قربان ہو۔ صدیق اکبر نے حضور کی نیند پر جان قربان کر دی۔ کہ سب کا نادر ہاگر جنس نہ کی اس میں اس قربانی کی تعلیم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا

مخفی وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس کو جو انکارا اللہ نے کتاب سے اور غسریدتے ہیں بد سے اس کے قیمت تھوڑی  
وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی انکار کی کتاب اور اس کے بد سے ذیل قیمت لے پتے ہیں

قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

یہ لوگ ہیں کہ نہیں کھاتے نہ کھاتے ہیں اپنے کے مگر آگ اور نہ بات کرے گا اللہ ان سے  
وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات

اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

دن قیامت سے اور نہ پاک کریگا ان کو اور واسطے ان کے عذاب دردناک  
نہ کرے گا اور نہ انہیں ستم کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں من عمرات کا ذکر تھا اور درست  
رب نے حرام فرمائیں۔ لب من عمرات کا ذکر ہے جو خود بدے کا ملائق حرکت سے حرام ہو نہیں ورنہ اصل میں حلال  
تھیں۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں من حرام چیزوں کا ذکر تھا واللہ کے حق سے حرام ہیں۔ لب من ملوں کا ذکر ہے جو انسانی  
حق کی وجہ سے حرام ہیں یعنی رشوت کا۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں من عمرات کا ذکر تھا جن کی حرمت عام ہے۔ اب وہ  
عمرات بیان ہو رہے ہیں۔ جن کی حرمت بعض کے لئے ہے نہ کہ کل کے لئے۔ چوتھا تعلق : پہلی آیت میں بعض حرام  
چیزوں کا ذکر تھا۔ لب بعض حرام کاموں کا ذکر ہے۔ یعنی حق چھپانا۔

شکل نزول : ملائے یسود نے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے ہم شریف اور آپ کی صفات کو لوگوں  
میں خوب مشہور کیا تھا اور کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان ہم ہی میں سے ہوں گے۔ لوگ اس لئے انہیں نذرانے دیتے تھے اور  
ان کی خدمت میں کرتے تھے کہ یہ بزرگ جماعت ہے اور نبی آخر الزمان کے ہم قوم۔ حضور انور کی برکت سے پہلے بھی لوگوں کی



خلاصہ تفسیر : مسلمانوں حرام گوشت تو معصوم اور خفہ بھوک کی حالت میں مباح بھی ہو جاتے ہیں ایک حرام چیز وہ بھی ہے جو بھی کسی محل میں نہیں ہوتی۔ کیا رشوت کا بیہ نقائص کردہ رشوت جو دین بچ کر حاصل کی جائے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ اٹھنے لگنے میں جو احکام انکے جن کا پھیلا ہوا اور ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ لوگ اس کے ذریعہ بدعت پائیں جو عالم اور رہب کہ انہیں پہچانتے ہیں اور اس کے عوض کچھ دینی بل عزت سوداگری حاصل کرتے ہیں جو کہ ضمن غیل ہے۔ یاد رکھو کہ ایسے لوگ معنی نہیں کھاتے بلکہ جھٹ بھر کر آگ کھاتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے دنیا میں لوگوں کو رہنے کے کلام سے محروم

رکھا۔ اسی لئے انہیں قیامت کے دن رب اپنے کلام سے محروم رکھے گا اور جو تکہ دنیا میں کلام الہی بولنے سے بچے گا اور آخرت میں کلام ربانی سننے سے محروم رہیں گے نہ انہیں رب تعالیٰ بھی گناہوں سے پاک و صاف فرمائے گا اور نہ ان کی طرف ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : شرعی ضروری احکام کا چھپا حرام ہے اور بدلتا کفر اور ملامت کا ہے۔ تیسرا فائدہ : تفسیر عربی نے اس جگہ فرمایا کہ بغیر نذرانہ لئے مسئلہ نہ بتاتا بھی اسی میں داخل ہے اور وہ نذرانہ کا پیسہ موار اور خنزیر سے بدتر ہے۔ دوسرا فائدہ : مسئلہ کی تحریر یا کیس جا کر بتانے کا مصلحت لینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ جاننے اور لکھنے کی اجازت ہے نہ کہ مسئلہ کی جیسے کہ قرآن پاک کی تمہارت کہ یہ مسائل کی قیمت نہیں بلکہ نقد و فیہ کی ہے۔ تیسرا فائدہ : رشوت لینا حرام ہے رشوت و دہل ہے جو فرض منہی کے عوض لیا جائے یعنی جو کام بغیر مصلحت ضروری قلمدانہ معلومہ لے کر کرے۔ چوتھی پر انصاف واجب ہے اگر وہ اس پر دہیہ لے لے تو رشوت خور ہے اور کچھ لے کر قلم کرے تو ظالم خود غور لہذا عالم یا شیخ کا نذرانہ ملنا ہلپ کی خدمت ایک دوسرے کا بد یہ رشوت نہیں کہ یہ کسی واجب کام کا بدلہ نہیں بد یہ نذرانہ صدقہ رشوت ان سب میں فرق نہایت ضروری ہے۔ چوتھا فائدہ : گنہگار مومن پلید کپڑے کی طرح ہے اور کافر پانڈنہ کی مثل کہ وہ حل کر پا کہ ہو سکتا ہے مگر یہ خود تو پاک نہ ہو گلابی کو بھی گندہ اگر دے گا پانچواں فائدہ : گنہگار مومن اور کافروں جنہم میں جاتیں گے مگر مختلف حیثیت سے وہ تو پاک و صاف ہونے کے لئے اور یہ ہمیشہ جلتے کے لئے جیسے کہ کلمہ اور سونا دونوں بھی جلتے ہیں۔ کو ٹھہرا رہنے کے لئے سونا پاک و صاف ہو کر ٹھکانے کے لئے اسی لئے کافروں کو دہیہ دینا چاہی ہو کہ گنہگار مسلمانوں کو یوں سمجھو کہ یہ ہر قسم کا گنہگار ہے اسی لئے یہی فرمایا گیا کہ انہیں پاک نہ کرے گا اور دردناک عذاب کافروں ہی کو ہو گا نہ کہ مسلمانوں کو۔ چھٹا فائدہ : شریعت و طریقت کے اسرار اور وہ غیر ضروری مسائل جن سے فتنہ لگنے ان سب کا چھپا ضروری ہے۔ اسی لئے ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے وہ علم پرائے۔ ایک تو تم میں پھیلا دیا وہ سرا اگر پھیلاؤں تو قتل کر دیا جاؤں۔ خود حضور نے فرمایا کہ جہنم کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسا سور کے گلے میں موتیوں کا لہڑا لٹے والا۔ ساتواں فائدہ : یہ چاروں عذاب یعنی اپنے ہیبت میں صرف آگ کہنا قیامت میں اللہ کا کلام نہ فرمایا نہیں پاک نہ کرنا من کے لئے دردناک عذاب ہونا صرف کفار کے لئے ہے۔ مسلمان، غفلت تعالیٰ اگرچہ گنہگار ہو مگر ان سے محفوظ ہے اگر مسلمان حرام مدزی بھی کھانا ہے تو ہیبت بھر آگ نہیں کھانا سورتنی عقیدہ کی وجہ سے اس کے دل میں نور بھی ہے نیز قیامت میں رب تعالیٰ آخر اس سے کلام کرے گا۔ نیز فتنہ نے مسلمانوں کے لئے پاکی جسم کے لئے ظاہری پتلی بھی پیدا کیا ہے اور مٹنی پتلی مہلکت کا بھی پیدا فرمایا اور آخرت میں با شفاعت کے پتلی سے یا کچھ روز دوزخ کی آگ سے اسے پاک کر کے آخر کار جنت میں پہنچا دیا جاوے گا اور اگرچہ گنہگار مسلمان کو عذاب ہو جاوے گا دردناک عذاب نہ ہو گا۔ کافر کے عذاب سے چند طرح اس کے عذاب میں فرق ہو گا۔ ایک یہ کہ دوزخ کی آگ اس کے دل و دماغ اور اعصاب و عروق کو نہ جلائے گی۔ کفار کے ظاہر و باطن بالکل جلائے گی۔ رب فرماتا ہے تطلع علی الاشیء وہ سرے یہ کہ مومن کو پاس نہ ہوگی۔ ہر وقت اللہ کی رحمت اور حضور کی شفاعت کی آس لگی رہے گی یا اس صرف کفار ہوگی۔ تیسرے یہ کہ مومن کو دوزخ میں غلوط و جھٹکی نہ ہوگی آخر کار وہاں سے نکل جاوے

گناہ کو وہی تنگی ہے۔ چوتھے یہ کہ مومن کی رسولی نہ ہوگی۔ اس طرح اسے مذہب دیا جائے گا کہ کسی کو کافروں کا خیر نہ ہو۔  
کافر کی رسولی بھی ہوگی جو خود سے مومن کا مذہب لے لیں یعنی ایسا روٹا کتا نہ ہوگا۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے احکام چھپنا منع ہیں تو کیا حدیث و فقہ کے مسائل چھپا جاتے ہیں۔  
جواب : وہ بھی درحقیقت کتاب اللہ کے ہی مسائل ہیں ان کا اعتبار بھی واجب ہے نیز جو تک یہ آیت ظاہر ہو کے اس میں آئی  
اور وہ کتاب الہی چھپاتے تھے اس لئے اس کا ذکر کیا گیا۔ دوسرا اعتراض : حدیث میں ہی کھانا پانا ہے ہماری فی بطونہم  
فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب : کبھی کھانا ہزاری معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سوئی گری کھانا خضر کھانا اس  
اختلاف سے بچنے کے لئے یہ فرمایا گیا نیز دنیا میں ہند کے بعض حصہ میں کھانا بعض میں پانی بعض میں ہوا راتی ہے۔ یہاں فی  
بطون کہہ کر یہ بتایا کہ سارے حصہ میں آگ ہی ہوگی۔ تیسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں سے قیامت  
کے دن رب کا نام نہ فرمائے گا۔ وہ سری آیت میں ہے لیسئلہم اجمعین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام سب سے ہوگا  
ان میں مطابقت کیسے؟ جواب : باتوں میں بلا واسطہ کلام مراد ہے اور وہاں فرشتوں کے ذریعہ یعنی جو کچھ کہنا منہ سے نکالتے ہیں  
کے یہاں کلام محبت مراد ہے اور وہاں کلام غضب۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے کہ ظاہری اعضاء کا تعلق باطنی اعضاء سے ہے اور ان کا روح سے ایسے ہی اس ظاہری بیحد کا تعلق  
باطنی حکم سے ہے۔ باطنی حکم ہی حقیقی بیحد ہے اور ظاہری اس کا خلاف یا کمال (عزیز) جیسے کہ نقصان نہ کھائے بیحد میں پہنچ  
کر جسم میں آگ چھوٹ جاتی ہے اور جسم جسم کی تاریکیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی حرام غذا میں حقیقی بیحد میں جا کر حرام  
ہو جس مشورت اور خضر کی آگ بھڑکاتی ہیں اور نیکیوں کو اس طرح جلا دیتی ہیں۔ جیسے تھوڑی آگ خشک لکڑیوں کو لگا دیا ہے  
کھانے حقیقت میں آگ ہی ہیں۔ اگر کھانا حرام غذا سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حرام غذا اگر کھائی  
رب کی آگ بھڑکاتی ہے۔ طہل نور تقویٰ کی غذا الطاعت الہی کا جذبہ پیدا کرتی گناہوں کو جلاتی ہے۔ تقویٰ نور طہارت کی غذا  
دل میں محبت کی آگ بھڑکاتی ہے۔ جس سے قلب قلب روح سب روشن ہو جاتے ہیں اور غیر لطف جل کر رکھیں کر اڑ جاتے  
ہیں۔ اس سے ہنس کی صفائی ایمان میں روشنی ہمارے میں ہیک نہایت کی پہلی مخلوق کی پاکیزگی دل میں شہادت پھرے پر نور  
رضائے رب غور حاصل ہوتی ہے۔ سید باطنی اور خالد بن ولید غیر ملحد اس بات پر اطمینان کھاتے تھے کہ ان کی یہ طاقتیں تقویٰ کی  
خشک دھنوں سے تھیں۔ اس غذا سے سید باطنی اسد اللہ ہوئے اور حضرت خالد سید اللہ۔ ااکثر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیل ضرر و فائدہ کر

کہ کمال طاقت میدری تو نہیں ہے بن شیر میں

حکایت : کسی نے شیخ ابوہریرہ سے شیطان کی شکایت کی کہ وہ ہمیں بہت پریشان کرتا ہے۔ آپ نے شیطان سے اس کی وجہ  
پوچھی اس نے کہا کہ ان لوگوں نے میری دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔ میں نے ان کے دین پر قابو کر لیا۔ میری دنیا بھڑک دیتی ہے۔ میں  
ان کو دین بھڑک دیتا ہوں۔ جس نے دین کے عوض دنیا لے لی وہ بد اسد قول تاجر ہے (تفسیر روح البیان)۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ

یہ لوگ ہیں جنہوں نے خسریہ گمراہی کو بدلہ ہدایت کے اور عذاب کو بدلہ بخشش کے پس کس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی اور بخشش کے بدلے عذاب کو کس درجہ

فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ تَزَلُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ

نے سیر ملایا ان کو لوہہ آگ کے۔ یہ اس لئے ہے کہ تحقیق اللہ نے انہیں کتاب کو ساتھ حق کے اور نہیں آگ کا سہارہ سہا۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ انہیں آگ اور جہنم

الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتٰبِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

اور تحقیق وہ جنہوں نے اختلاف کیا بیچ کتاب کے ابتر نہج مخالفت دور کی میں ہیں۔ وہ آگ جو کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ منسود رہتے سرے بھگڑا رہے ہیں۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح سے تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں علمائے اہل کتاب کے اخروی عذاب کا ذکر کیا گیا لب معنوی و اخروی دونوں عذابوں کا بیان ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں علمائے اہل کتاب کی سخت سزوں کا ذکر تھا اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اتنی سخت سزا اس لئے ہے کہ ان کا جرم بھی بڑا بھاری ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں حسی عذابت کا ذکر تھا یعنی حرام جاور و نور و رشوت کا پیرہ لب معنوی حرام کا بیان ہے جو کہ اس سے بدتر ہے یعنی بد امتیہ و ذکر گمراہی اختیار کرنا۔

تفسیر : اولئک الذین اشتروا الضلالتہ بالہدیٰ اولئک سے ان یہود علموں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے آیات الہیہ چھپائیں۔ اشتراکی کے تعلق معنی خریدنا ہیں۔ مگر یہاں کسی کے عوض دوسری شے اختیار کرنا مراد ہے۔ ضلالت ہر گمراہی کو کہہ سکتے ہیں مگر یہاں بدی گمراہی یعنی کفر مراد ہے۔ ایسے ہی بد امتیہ سے بد امتیہ یعنی ایمان قصود و نیامیں بیگنے والے و حم کے ہیں ایک دوسرے اپنے شر کے سوا دوسرے شر میں پہنچ جائیں۔ یہ کہ یہ لوگ تکلیف و اذیت ہیں مگر مرتے نہیں۔ دوسرے وہ جو صحرائے عرب میں بھگ کر ریگستان میں پھنس جائیں یہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی بھگ کر گمراہ کر لینے والا بھی ضلالت میں ہے گمراہ کس نہ ہو گا جین بھگ کر کافر ہو جائے و الا لا کت میں ہے۔ یہاں ضلالت فرما کر اسی جانب اشارہ ہے کہ ان علماء یہودی گمراہی ملک ہے کہ عقائد کی گمراہی ہے یعنی ان کے سامنے بد امتیہ گمراہی دونوں راستے تھے مگر انہوں نے بد امتیہ کے عوض گمراہی اختیار کی۔ یہ نہ سمجھو کہ ان کا معاملہ یہیں ختم ہو گیا بلکہ والعذاب بالمطوۃ عذاب کلانہ عذاب اور مضرت کا غمر ہے۔ جس کے معنی پہلے بیان ہو چکے یعنی انہوں نے مضرت کے مقابلے عذاب کو اختیار کر لیا کہ اگر نبی آخر الزمان پر ایمان لے آئے تو ان کی گزشتہ بد کاریاں معاف کر دی جائیں۔ مگر اس حرکت سے گزشتہ عذاب تو باقی رہا جسے عذاب کے بھی مستحق ہو گئے۔ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ما تعجب کا ہے استغما یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اصبر صبر سے یہاں جس

ذات پاک تو دریں ملک عرب کہ غور  
 زں سبب آمد قرآن بہ زبان علی

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! جب اہل حق کے چہانے دلوں کی سزا اس لئے سخت ہے کہ ان کا جو مہم سے جرموں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اللہ و رسول کی نہ کھائی گاہ و آیت کے حوض گری اور مستقرت کے حوض مذہب بھی اختیار کر لیا۔

شہادش ہے کہ ان کی جرات کو کہ یہ دونوں میں جانے کے لئے کیسے ہمت اور ہمار ہیں کہ جان بوجھ کر سہل آگ کو ایسے اختیار کر رہے ہیں گویا کہ انہیں آگ پیاری ہے ایک چیز میں مختلف درجہ کی صد ہائیں ہوتی ہیں سورج، چاند، تارے، گیس، پتھر، لکڑی، پانی، نور، کھائی ہے مگر ان کے درجے مختلف ایسے ہی اندجیروں کا مل ہے۔ ایمان کفر کا بھی یہ حل ہے حرام کے صدامہ درجے ہیں۔ دوسرے کی بکری بااجازت ذبح کر لی جلدے حرام ہے عوار بکری حرام ہے، کتا حرام ہے سور حرام ہے۔ مگر ان کی حرکتوں میں نہ تو آسمان کا فرق ہے۔ مگر جیسا حرام ویسا ہی عذاب شیطان کا ایک جہد نہ کرنا یہ حرام ہو اگر عمارے بڑا ہا بھڑے نہ کرنا اس کی برآمد نہیں کیونکہ اس کی ہائی سے حسد پر تھی۔ ایسے ہی ان علماء یہودی کی یہ رشوتی حضور پر حسد کی وجہ سے ہیں۔ لہذا بوجہ اس لئے ان کی سزائیں اس قدر سخت ہائیں ان کی یہ گمراہی اور عذاب اس لئے ہے کہ اللہ نے تو آسمانی کتابیں حق کے ساتھ اس لئے اتاری تھیں کہ لوگ اس کو حاصل کر کے گمراہی سے بچیں۔ انہوں نے کتابیں ان تک پہنچی ہی نہیں۔ لہذا اب کی گمراہی کا ہوشیہ لوگ ہیں اور لطف یہ ہے کہ جنہوں نے کتاب الہی میں اختلاف کیا کہ کسی نے انجیل کو باور کسی نے نہ لایا بلکہ انجیل کا ہر جہاد نے ایک ایک اختیار کر لی یا خود اپنی کتاب میں یہ اختلاف کر بیٹھے۔ لوگ انہیں میں بھی ایک دوسرے کے سخت خلاف ہیں پھر اگر آپ کی مخالفت کریں تو کیا قیام ہے لہذا اس کی مخالفت کی پروا نہ کیجئے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بعض گمراہ کفر تک پہنچتے ہیں۔ دیکھو علماء یہودی رشوتی ان کی گمراہی اور کفر کا باعث ہوئیں۔ دوسرا فائدہ : واقعی جان بوجھ کر کفر کرنے والا بھلا ہوا ہے کہ دیدہ و دانستہ تیز آگ میں کودتا ہے مگر یہ سب اس لئے ہے کہ ابھی وہ آگ دیکھی نہیں لہذا اس بھلاہری سے بچئے۔ تیسرا فائدہ : کتب میں اختلاف کرنے والی قوم کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ صحیح تنظیم وہ ہے جو دوس پر ہو قوی اور بدعتی کی تنظیمیں محض دھوکہ ہے۔ چوتھا فائدہ : پیغمبر سے مخلوق ترین کفر ہے۔ دیکھو جن علماء یہود نے حضور علیہ السلام کے فضائل چھپائے ان کی ایک نہیں دو نہیں چھ سزائیں بیان کی گئیں۔ (۱) وہ آگ کھاتے ہیں۔ (۲) ان سے رب کا نام نہ کرے گا (۳) انہیں پاک نہ کرے گا (۴) ان کے لئے برا عذاب ہے۔ (۵) انہوں نے گمراہی خرید لی۔ (۶) انہوں نے عذاب خرید لیا۔ پانچویں فائدہ : اب بھی جو علماء فضائل کی آیات و احوال شعیان نہیں کرتے یا ان کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے فضیلت ثابت نہ ہو۔ جیسے بوجہ بڑی اور بدعتی یہ بھی اسی ذمہ میں اور ان کے لئے بھی یہی عذاب ان اللہ کے بندوں کو سارے قرآن شریف میں یہی آیت ملی۔ کہ انہا انا ظنر مشکم اور اس کو ہی بگاڑ کر ہر جگہ پیش کرتے ہیں۔ ایمان ہو تو معلوم ہو جائے کہ سارا قرآن میرے آگاہی نصت ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ تو بدعت و انجیل تھی جو ان علماء کے چھپانے سے چھپ گئیں۔ یہ دین محمدی ہے کسی سے چھپ نہ سکے گا۔ لہذا علماء کل سنت کو ہٹا رکھے کہ یہ بیش اپنے شہنشاہ کے گن گائیں گے۔ اور بول بولیں گے۔ دیکھ لو بدعتیوں کو شرک و بدعت کے فتوے دیتے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ مگر ان کا چرچا کچھ بھی کہہ نہ ہوا۔

سلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ علماء بنی اسرائیل نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی۔ ان کے پاس ہدایت تھی ہی کہاں؟ جواب : اس کے دو جواب ہیں۔ ایک وہ جو تفسیر میں گزر چکا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہدایت کے مقابل گمراہی اختیار کر لی۔ دوسرے یہ کہ توہمت کی اصل آیتیں ہدایت تھیں اور ان کی ملامت گمراہی۔ انہوں نے اصل چھوڑ کر ملامت

انتخاب کی یعنی ہدایت سے مراد قوت کی ہدایت ہے نہ کہ ان کی اپنی سدا سر لا فتر افس: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کتب اللہ میں اختلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم میں بھی بہت اختلاف ہے گہریوں کا اس میں اختلاف مفسرین اور فقہاء اور صوفیاء کا اس میں اختلاف پھر اسلام کے مفسر فریقے قرآن ہی کی بناء لیتے ہیں اور سب اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ چاہئے کوئی بھی دین پر نہ ہو۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ بڑا اختلاف ہے کتب کی مختلف مراد ہے یا بعض کا قیام بعض کا کلام یا اس میں غلط خط کر دیا یا اس کے حلق مختلف ہو اس بنا کہ کوئی جملہ کے کوئی کلمات کوئی فقر سطروں کا یہ اختلاف عمل تحقیق کا نتیجہ ہے جو در حقیقت رحمت الہی ہے کوئی قرآن کا اختلاف نہیں ہے دین فرقوں کی مختلف مباحثی فرق طریبات اختلاف ہے مگر اس کو بدل ان پر ہوگا منقول ہے تفسیر اسلام کا بیان ہوا راستہ چھوڑ کر پیارا راستہ نکلا۔

تفسیر صوفیانہ: جو کوئی سید سے راستے کو چھوڑ کر لٹلا رہا ہے وہ حقیقتاً تو نہیں جانتا کہ اس میں گمراہی ہو گا ایسے ہی جو شخص اصل کی آگ سے کھینچ لے اور دین کے سید سے راستے پر نہ چلے وہ بھی اپنی انفرادی زندگی بگاڑنے کا سدھ مسافر ہے اصل اس کی آگ اور دین سید عارف اور عقائد و اہل اس مسافر کے چلنے والے پتوں اور تغیر رہبر ہیں۔ چنانچہ وہ جس جو راہ کو چاہئے کہ اس راستے میں ہر چیز سے کام لے اور راہ کو سے بچے تاکہ منہل مقصود پر پہنچ جائے۔ نیز کتب اللہ کھڑوں کو جمع کرنے والی ہے۔ لوگ رگت وضع قطع تمہاں وغذائیں ہل چل و غیر میں تلف ہیں۔ کتب اللہ ان سب کو جمع کرنے والی ہے۔ فہر میں لوگ تلف گلی کوڑوں میں دھجے ہیں مگر شائع عام پر سب ایک ہو جاتے ہیں وہی اصل ہے جو کوئی کتب اللہ میں بھی تلف نہ ہوا وہ کیس بھی کسی بھی تحقیق نہ ہو گا اس لئے فرمایا گیا للہی شفاق صمد۔ دنیوی طاقتوں کو دین متا سکتا ہے مگر دینی طاقت کون مٹائے تو رب العالمین ہی مٹائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اعضاء ظاہری کی قوتیں اور تباری ظاہری ہیں جو موت پر ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر دل و صراح کی تباری اصل ہیں جو لہ لایا تک قائم رہتی ہیں۔ انسان مر نہ لہ عارف ہے نہ لولائے نظر ان کو نگاہوں نہ پہلو ان نہ جون مگر کفر یا مومن رہتا ہے۔ اسی لئے گناہوں کی سزا کم ہے بہ عقیدہ گنہگار کی سزائوں خلافت لہا اہل چمک ملامت و حسد ہی کے پلار تھے اس لئے ان کے جرموں کی سزائیں اتنی سخت تجویز ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

نہیں ہے بھلائی یہ کہ پیر و تم اپنے سامنے ہڈیوں اور پیچھے کے اور مہین بھلائی وہ ہے۔

بکہ اصل نیکی یہ نہیں کہ نہ مشرق یا مغرب کی طرف مگرد ان اصل نیکی ہے جسے کہ ایمان دینے

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ

جو ایمان دینے ساتھ اللہ اور دن قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں کے

اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں اور اللہ کی

وَالنَّبِيِّنَّ وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

اور دے مال لیکر محبت اس کی کے قرابت والوں اور یتیموں اور غریبوں

محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور

وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ

اور مسکینوں اور بیکاروں کو اور بیچ گسر دہن کے

مسکینوں اور راہ گیر اور مساکین کو اور غریبوں اور اسیانے میں

تعلق : اس آیت کا کجیل آجوں سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں طلعتی اسرائیل کا کجیل لہجہ بیان ہوا اب ان سے خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم فقط پر رب پہنچتم رہے ہو مگر پڑھ لینے کو ان بدکاروں کا کجیل مت سمجھو لیکن اگر توجہ کرنا چاہو تو یہ اصل کو سو سرا تعلق : گزشتہ آجوں میں مسلمانوں کی حمایت اور کفار کی تردید کی تھی۔ اب مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم فقط کعبہ کو منہ کر کے نماز پڑھ لینے کافی نہ سمجھا بلکہ ضروری ہے کہ ان مذکورہ باتوں پر عمل کرو۔ تیسرا تعلق : شروع سورت سے یہاں تک قریب آدمی سورا پڑھ رہی ہوگی۔ جس میں زیادہ تر توجہ سکرین کی طرف تھی آج کجیل سورت میں زیادہ توجہ مسلمانوں سے ہے اگرچہ کہیں نہ کہیں کوئی خطاب کفار سے بھی ہو جائے گا۔ لیکن اولاً تعلق بدلتی ہوئی بیان فرمائی جا رہی ہیں اور پھر اس کی تفصیل ہوگی۔

شان نزول : یہودیہ بیت المقدس کے مشرق حصہ کو اور نصاریٰ نے اس کے مغربی حصہ کو قبلہ بنا کر تھوڑے پر فرق کا کمال تھا کہ اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے تھے یعنی یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے اس خیال کا مل پر عتاب فرمایا گیا۔

تفسیر : لیس البر ان تولوا لیس بعض نعیموں کے نزدیک لا اور لیس سے مرکب ہے لا معنی نہیں۔ لیس معنی موجود۔ جیسے کہتے ہیں کہ رب نے یسیت سے الیسیت میں نکالا۔ یعنی عدم سے وجود میں ہمزہ تخفیف کے لئے اور لیس مذکورہ ساتوں کے جمع ہونے سے گر گیا۔ اس کے معنی ہیں موجود نہیں ہے۔ یہ فعل مشابہ حرف ہے اسی لئے اسے فعل ناقص کہتے ہیں۔ سو کے فعلی معنی ہیں وسعت اور گنجائش۔ اس کا متعلق ہے ائمہ اور انور اسی لئے قری کو کر لوند وسیع شگ مہمان کو برکتے ہیں۔ قسم کے پورا ہونے کو برکتے ہیں کیونکہ اس سے قسم کی پابندی اٹھ کر گنجائش مل جاتی ہے۔ اس طرح میں برکتوں میں وسعت کرنے کو کہتے ہیں بعض قرعوں میں یہاں اس کو پیش ہے۔ مگر ہمارے ہاں یہ کہ لیس کی خبر ہے ہاتھ سے مطلقاً بھلائی مرو ہے یا اصل بھلائی یا بدی بھلائی۔ اس کا مطلب آگے معلوم ہو گا۔ تولوا ولی سے نکلا۔ جس کے معنی ہیں قرب باب تمخیل میں پہنچ کر سلب کے معنی پیدا ہوئے اور اس سے مرو ہوا پھر یہ باتوں میں مل کلب سے خطاب ہے یا مسلمانوں سے یا سب سے وجوہکم قبل المشرق والمغرب وجوہ کی جمع ہے۔ ان کے حقیقی معنی ہیں وجوہ۔ اور مجازاً امتوات کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہاں وجوہ مرو ہے مشرق مشرق سے نکلا جس کے معنی ہیں نکلا اور مغرب مغرب سے جس کے معنی ہیں

[illegible]

دل و جسم کے درمیان رگیں واسطہ ہیں اور ہڈی گوشت کے درمیان چمچے وسیلہ اسی لئے انہیں بعد میں مذکور ہوں۔ یہاں تک  
 عقائد کا ذکر ہوں۔ جو کہ غلط ہے یہود میں کہ جس سے کہ اس کے لئے دولت دین بھی کھو بیٹھے اس لئے پہلی مہلت کا ذکر کیا  
 اور اس میں بھی نقلی حدیث کو فرضی زکوٰۃ پر مقدم کیا لہذا فرمایا و اتی السال علی حیدہ۔ یہ ہے کہ یہاں حدیث نقل مرلو  
 ہے کہ یہ زکوٰۃ کا ذکر آگے آ رہا ہے اور یہاں سے ہر قسم کا مل 'بدیہ' 'بہرہ' 'کھانا' 'کپڑا' 'فیو' 'مقصود'۔ اور حیدہ میں 'غیر یا تو بل کی  
 طرف لوثی ہے یا دینے کی طرف یا رب کی جانب۔ یعنی وہاں خرچ کرے۔ بلکہ خود اس کی محبت کے یعنی خود بھی حاجت مند  
 تندرست اور صاحب لوگوں اور پھر فقراء کو دے جیسا کہ عبد اللہ ابن عباس کی روایت میں ہے یا خوش ہو کر خیرات کرے نہ کہ  
 بوجہ کچھ کر یا رب کی محبت میں بل خرچ کرے۔ پھر ایک بار ہی اور ایک ہی بل نہ خرچ کرے بلکہ بیشہ ہر طرح کا بل بیشہ خرچ  
 کرنا چاہئے۔ جس بل کے خرچ کی زیادہ ضرورت ہو وہی خرچ کرے۔ نیز اولیاء اللہ و انبیاء کرام کی محبت بھی بواسطہ اللہ کی ہی  
 محبت ہے لہذا حضور کی محبت یا سرکارِ محمد نوکی محبت میں جو بل خیرات کیا کیلئے اللہ ہی کی محبت میں خرچ ہو اور جو چاہو خود کے لئے  
 خرچ کیا وہ برادر ہو اگرچہ یہ دونوں نئے نعمت جامع ہیں۔ یعنی اللہ کی محبت کی بنا پر خرچ کرے۔ بل اگر صحیح مصرف پر خرچ ہو  
 جاوے تو درخت ہوا رہے اور اگر غلط جگہ خرچ ہو تو درخت خاردار ہے۔ اس لئے رب نے مصارف کو تفصیل سے بیان فرمایا  
 اور کہے دے۔ 'فلوی القوی' 'فلوی ذی حق' ہے۔ 'عنی ولا لوی' 'عنی قربت ہے۔ یعنی رشتہ داروں کو کہ قرعی رشتہ  
 داروں کو دوروں کے پر مقدم رکھے اس میں لولا دل پہاں۔ من بھائی چھوئے تے وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔ والتمی جیم کی جمع  
 ہے۔ انسانوں میں جیمہ وہاں لٹا ہے جس کا پہاں نہ ہو۔ جانوروں میں جیمہ وہ جس کی ہاں مر جائے۔ موتی وہ جیمہ جو سیپ میں آ گیا ہو  
 جو کہ جیمہ غریب بھی ہے اور بے بار و بار بھی۔ اس لئے دو سرے غریب سے اسے مقدم رکھا۔ والسکن یہ جمع مسکین کی  
 ہے یعنی وہ لوگ جن کی آمدنی خرچ سے کم ہو۔ یہاں وہ صابر فقراء مرلو ہیں جو کسی سے سوال نہیں کرتے اور صبر و سکون سے  
 گزارا کرتے ہیں۔ جیسا کہ صحاح کی حدیث میں ہے۔ بھکاریوں کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ جو کہ ایسے غریب کوں بھکاریوں کے  
 دینے سے الجھل ہے اس لئے اسے پہلے بیان کیا و این السبیل یا تو اس سے مسافر مرلو ہے یا مسکن۔ این کا معنی یہاں سبیل کا  
 معنی راستہ۔ اس کے معنی ہوئے راستہ کا پٹا۔ جو کہ مسافر راستہ سے ایسا نکلا ہے جیسے ہاں سے چھ اس صاحب سے اسے ہاں  
 سبیل کہتے ہیں یا این 'مواقی اور ملازم کو کہہ دیتے ہیں۔ جیسے این الوقت یا دریا کی پرندے کو این طام اور ڈاکو کو این الطريق  
 جو کہ یہ بھی اکثر راستہ ہی میں رہتا ہے۔ لہذا این السبیل ہے (مدح الہیان) والسا نلین اور ضرورت مند بھکاریوں کو 'سائل  
 سوال سے نکلتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کی خواہش کرنا۔ مسئلہ پوچھنے والے اور بھکاری فقیر کو سائل کہتے ہیں۔ یہاں دونوں معنی  
 بن سکتے ہیں۔ یعنی ہاں دے بھکاریوں کو اور ان طالب علموں کو جو علم طلب کرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ مفہور ہوں۔ فقیر کبیرہ  
 عزیز نے بیان فرمایا کہ سائل مسکن ہو یا کافر یا متھنہ ہو یا نہ ہو اس کا حق ہے۔ ولی الوقاب' والبنی جمع ہے 'عنی  
 گردن۔ یہ رقبہ سے بنا 'عنی حفاظت اسی لئے مگر ہاں پولیس اور ایک معشوق کے دو عاشقوں کو رقبہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ  
 رعایا' محبوب کی مگر لائی کرتے ہیں جو کہ عموماً انسان کو گردن سے مارا جاتا ہے۔ انج بھی گردن ہی ہوتی ہے۔ لہذا وہی قاتل  
 حفاظت ہے۔ اس لئے گردن کو رقبہ کہتے ہیں۔ ذکر غلی کو اسی لئے مراقبہ کہتے ہیں کہ یا تو وہ گردن بھکا کر ہوتا ہے یا اعلان سے  
 محفوظ رکھا جاتا ہے۔ کبھی بذات کو بھی رقبہ کہہ دیتے ہیں اور یہ ہی یہاں مراد یعنی ہاں خرچ کرے قیدیوں یا مقبوضوں کے ذلو

قادر ہے : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ: متعلق بننے کے لئے ہر قسم کی جاتی اور ملی قربانی اور مہلی

لور مل امل ضروری ہیں۔ صرف ایک فصل کا کافی سمجھا طریقہ یہ ہے۔ لہذا زندہ موجودہ کے نیچری یا خاکسار جنہوں نے غلامت خلق کو تقویٰ کے لئے کل ملا ہاگل جھوٹے ہیں۔ خاکساروں نے تو محض اپنے لور پر پڑا کو امل ایمان سمجھ کر نیچروں نے یہ کمال

یہ ہی ہے عقیدہ یہ ہی دین و ایمان کہ ہم آئے دنیا میں انہی کے انہی

پچھے جسنی زندگی کے لئے ہوا 'نڈا' لباس 'مکان' میوہ جات و فیوہ ہزار ہا چیزوں کی ضرورت ہے۔ صرف ایک ہی چیز کافی نہیں ایسے ہی مدخلی زندگی کے لئے صد ہا نیکیوں کی ضرورت اور جیسے بعض غذا میں ضروری ہیں اور بعض محض لذت کے لئے۔ ایسے ہی فراغ و اجہلت تو ضروری غذا ہیں۔ لور مستحبت 'نوافل' لذت کے میوے۔ دو سر افاقہ: کوئی محض ایمان یا امل سے بے ہودہ نہیں جب انبیاء کرام کو امل کی ضرورت تھی تو ہم تم کس شمار میں ہیں۔ لہذا وہی 'دو شے' 'بھل چڑی' سنگوں کا پتہ کو امل سے بے ہودہ جتنا بے ہوش ہے۔ ایمان جڑ ہے لور امل شاخیں اگر پھل کھاتا ہے تو وہ دونوں کی گرنی کو۔ تیسرا افاقہ: تندرستی میں صدقہ و ناسرے وقت کے صدقہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہیں خود بھی مل کی ضرورت ہے اس لئے مل علی حد فرمایا گیا۔ چوتھا افاقہ: اسی علی حد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پائل مل کی رلوں سے سڑی گل روٹی سالن یا بے کلمہ چیزوں کے خیرات کرنے کا ثواب نہیں۔ لہذا ایست کی فاتحہ میں جو مردہ کھانے خیرات کئے جاتے ہیں ہم سے ستر ہیں۔ جس کو جس مل سے زیادہ رغبت ہو وہی خیرات کرے۔ پانچواں افاقہ: رشتہ دار کو صدقہ دینے میں دو ثواب ہیں۔ ایک صدقہ کلمہ سب سے صلہ رحمی کا۔ اسی لئے مل بذی القربی کا پہلے بیان ہوا۔ چھٹا افاقہ: خلق کی جس قدر طاعت سخت اسی قدر اس کے دینے میں ثواب زیادہ۔ یہاں طاعت کے لحاظ سے ترتیب ہے۔ ساتواں افاقہ: غنا کعبہ کو منہ کر کے نذر چاہنا نبی کے لئے کافی نہیں۔ سناں بھی پڑھ لیتے ہیں لور آج مرزا لئی و فیوہ تمام فرستے پڑھ لیتے ہیں بلکہ دوری محتاجہ نبی موقوف ہے۔ لام ہو خیفہ نے جو فرمایا ہے کہ ہم مل قبلہ کو کافر نہیں کہتے وہاں مل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے سارے محتاجہ درست ہوں نہ کس قدر طرف کعبہ کو منہ کر کے نذر پڑھ لیں۔ دیکھو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کی۔

پہلا اعتراض: طائے مل کلب لکھ کو بھی ملتے تھے لور قیامت لور فرشتوں و فیوہ کو بھی۔ صدقات بھی کرتے تھے۔ پھر ان سے یہ خطاب کیا کہ فرمایا: جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ انہوں نے ان میں سے کوئی بات بھی قیامت کی تعلیم کے مطابق نہ کی۔ بلکہ اپنی طرف سے ہر چیز میں جگہ لگائی۔ یہاں بھی بتا کر لو ہے یوں تو خدا کو شریکین بھی ملتے ہیں مگر ایسا کتابے کار۔ دو سر اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کعبہ کو منہ کر کے نذر چاہنا نکی نہیں بلکہ صدقہ خیرات نکی ہے۔ جواب: اس کے کئی جواب تفسیر میں گزر گئے یعنی صرف یہی نکی نہیں ہے بلکہ تعلیم لور بھی ہیں روایت المقدس کو منہ کرنا نکی نہیں کیونکہ وہ منسوب ہو چکا ایمان والوں کے لئے پورے جہنم کو منہ کرنا نکی نہیں کیونکہ وہاں کعبہ جنونی مسجد ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ امل کی ضرورت ہے مگر حضور علیہ السلام نے حکن فنی سے خوش ہو کر فرمایا۔ تم ہو ہا ہو کہ تمہیں کوئی نقصان نہ دے گا۔ اس میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے حکن حضرت اہل تہمدی و عجمی کرے گی۔ تم کوئی گناہ کر سکتے ہی نہیں۔ شیطان سے محفوظ ہو۔ پرغیب کو اسی لئے غیب میں

رکتے ہیں کہ یا تو اس کے اڑ جانے کا خطرہ ہے یا دشواری جانوروں کے ہلاک کر دینے کا سبب ہے یا اس دوریوں سے حفاظت کر دی پھر بھڑے میں سے لالہ دو بکری کے گلے سے رسی کھول دو۔ سب وہ کھل جائے۔ جب حضرت جن کو اپنا بیلا تپ کھڑا پاہو کر دیا۔ سب وہ کھل جائیں کہ مر۔ محبت کی قبضی سے پر تو پہلے ہی کاندھے من کے دل تک طغرات اور خیالات پر اپنا قبضہ کر لیا پھر کہا کہ جلا۔ سب وہ کھل جائیں۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے لازم آتا ہے کہ غریب کوئی بھی ایک شخص کے لیے نہ کہ صدقہ کے قائل نہیں۔ جو سب بھڑا اترے کر ایک بٹنے ہیں اور فرما لے کہ علیہ السلام کو لکھی ہوئی ہے مگر شقی ہو کر اور اس کے پیارے اس سے محروم اور غم لپٹے ہیں وہ بے کر محبوب بننے لے کر۔ لطیف: ایک ہر کسی کو مگر نے فقیر کے کہا کہ ہم رب کے پیارے ہیں۔ کیونکہ رب نے ہم سے قرض طلب فرمایا فقیر بولا۔ نہیں پیارے تو ہم ہیں کیونکہ ہمارے لئے طلب فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ: عبادت کی ایک شرط جو ازیں اور کچھ شرائط قبل۔ شرعی شریعت صحتی ہے اور قبول کی طریقت جیسے لڑکے اس کے شرائط جو لڑکے کے لیے کی پائی سمیت قبلہ وہ ہو غریبوں میں مگر شرائط قبل یہ ہیں کہ اگر جسم ٹھکی گئی سے پاک ہو تو طہرہ حقیقی کی گندگی سے صاف کر کے پھر حقیقی نجاست سے محفوظ ہو تو خیالات ورا سنگیری کی گندگیوں سے طہرہ ہوں۔ ظاہری کتوئی کے پانی سے جسم کو غریب ہے اور عشق کے پانی سے دل کو غریب کہہ مقلد کی طرف ہے قبول کا رخ خالق کعبہ کی طرف ہو اگر نماز میں نام کی طاعت ضروری ہے تو یہ طریقت کا لفظ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لب ازبیس ضروری ہے اور میں بتایا جا رہا ہے کہ عبادت مقبول یہ نہیں ہے کہ صرف اپنا منہ پر رب بچھتم کو کر لو بلکہ عبادت قبل جب ہے جبکہ دل کی توجہ خالق شقی کی طرف ہو۔ اس کی عزت و جزا پر نظر ہو اور اس کے مقبول بقول کا لب طوط ہو اور اپنی پیاس کی بجائے رب کی محبت میں ہر جگہ بکھیر دے۔ دینی قریب ہر ار یعنی مشائخ طریقت اور پھر ان کے سوا اورہ آجہ کے کہ تہم جو غریبہ اعلیٰ کی نسبت ہیں اور وہ جو سکون و قرار سے گوشہ نشین حضرات ہیں اور وہ جو راستوں کی گرانی کرنے والے رہتے ہیں اور وہ جو طاس ہے ہیں اس سب پر اپنا سب کچھ قربان کر دو۔ تہ خدائے پیارے بننے کے مستحق ہو گے۔ شریعت میں مال کی خیرات کی جاتی ہے۔ طریقت میں مال احوال احوال و فیوسب کی یعنی اے کل دلو احوال احوال و الو احوال و الو احوال کی طلق پر من چیزوں کی خیرات کر۔ اپنے مال احوال احوال میں سے۔ جبکہ غریبہ مسکین کو حصہ دے۔

ہاتھ اٹھا کر ایک کھڑا اے کریم! جس نلی کے مال میں حق دار ہما

دوسری تفسیر: دولت مطلق صندوق میں رہتی ہے اور وہ صندوق کو غریب میں اور کو غریب کے آس پاس ہستی مطہرہ دے دے اور میں ہٹائی جاتی ہیں۔ چور کی گرانی پیل دے اور پر کر۔ اگر وہ اس میں نقب لگا کر اندر کھس آیا تو باقی دے اور اس کا توڑ لٹا اے کہن ہو گا۔ دولت ایمان دل میں محفوظ ہے۔ جانی اور مالی ٹیک احوال اس کی دے اور میں ہیں۔ اگر شیطان چور نے جنہیں گناہوں میں پھنسا دیا تو کچھ لو کہ وہ ایک دے اور کو توڑ چکا۔ آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ یہیں سے اس کو نکالو۔ اس آیت میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ صرف پر رب بچھتم نہ کر لینے سے اس دولت کی گرانی نہ ہو سکے گی۔ ضرورت ہے کہ اس کے لئے احوال کی اور وہ سری دے اور میں تیار کر۔ جب دنیاوی قلعہ دولت کی حفاظت مستعد دے اور سے کرتے ہو۔ تو ایمان بھی ملا دے

دولت کے لئے کتنی دیا کریں جائیں۔

**وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا**

اور سیدھی کرے نماز اور دے زکوٰۃ اور پورا کرے عہد کہ اپنے جبکہ عہد کریں اور  
اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرے دے جب عہد کریں اور عہد والے

**وَالضَّيِّقِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ**

صبر کرنے والے سخت محبت کے اور تکلیف کے اور برکت لڑائی کے یہ "توٹ" ہیں  
محبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہ ہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی

**صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ**

جو سچ بولے اور یہ "توٹ" ہی پر سیدھا گار ہیں۔

اور یہ ہی پر بیسند گار رہا۔

تعلق : یہ جملہ کچھلی آیت کا جز ہے۔ پہلے جزیں عقائد کی دورنگی اور معاملات کی اصلاح فرمائی تھی تھی سب کچھ اخلاقی باتیں  
تائی جاری ہیں اگرچہ نمازی عبادات سے افضل ہے۔ مگر جو تکہ یہاں ملائے بنی اسرائیل کو سنا منظور ہے جو کہ مل کے مت  
بڑے حریص تھے۔ اس لئے پہلی عبادتوں کا ذکر کیا گیا پھر نماز وغیرہ کا۔

تفسیر : والام الصلوة اس کی لفظی تحقیق شروع پارہ الم' وبقون الصلوة کی تفسیر میں کی گئی نماز قائم کرنے  
سے یہ تو بیشہ اور پابندی سے پڑھنا اور سست پڑھنا یا ظاہری اور باطنی اعضاء کا اس میں مشغول کرنا ضروری ہے۔ فرضیکہ اجاست کے  
نہیں معنی حاصل ہوں گے۔ صحیح وقت پر پڑھنا صحیح رخ پر لو کرنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ارکان حسن اور  
جہن سے لو کی جڑے جو نماز صرف ارکان ولسان سے ہو وہ نماز کا حانچہ اور قالب ہے۔ دل کا خشوع و حاضر رہنا یہ لہذا کا قلب  
ہے جس سے نماز جائزہ ہوتی ہے۔ بے جان گھوڑے کی قیمت نہیں تو بے جان نماز کی قیمت کیا ہو سکتی ہے۔ اگر اپنی نماز جائزہ نہ  
ہو سکے تو کسی جائزہ نمازی سے اسے وابستہ کر دو۔ کمزور دینار کے پیچھے اگر مضبوط دینار ہیں جو بڑے تو وہ پٹے کا کام دیتی ہے۔  
وانی الزکوٰۃ زکوٰۃ کی لفظی تحقیق بھی پہلے ہو چکی۔ یہاں اس کے دینے کا کرہوا یہ نہ ظاہر کیا کہ کس کو دے۔ کیونکہ یہ  
اشارہ "وہم" میں معلوم ہو چکا۔ مگر سودیوں میں نہ نماز کا چرچا ہے نہ زکوٰۃ کا ذکر۔ ایسے نفس پرست جو دنیا کی خاطر دین  
فروخت کرالیں۔ سوہ زکوٰۃ کیا نکالیں لہذا یہ لوگ نیک کار نہیں یہاں تک تو رب کی واجب کی ہوئی چیزوں کا ذکر کرنا سبب ہوا تھا  
بتائی جاری ہیں جسے بندہ اپنے پر غور لازم کرے۔ ارشد ہو کہ والموون بمعہم۔ موون بمعہم سے یہاں جس کا لہو ہوا

[illegible]

آخرت میں رہنے کی عداوتی اس کے غلبہ اور دنیا کی آگ سے بچے رہیں گے۔

خلاصہ تفسیر : ایمان والوں کی دو کسوٹیاں بتادی گئیں۔ تیسری کسوٹی یہ ہے کہ وہ نماز کا پابند رہے اور اسے غلبی سے لو اکرے بعض نمازیں فرض ہیں۔ جیسے پنجواں اور جمعہ اور سنت کے لواظیل اور بعض واجب جیسے دو تر اور عیدین بغض سنت ہو کہ وہ جیسے عمر اور مطرب کی سنتیں بعض عبادت جیسے طہنہ خوب کے وقت لواظیل۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں ساری ضروری نمازیں مراد ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ذکوہ بھی دیا ہے۔ ذکوہ اور فرضی صدقہ ہے جس کی حد مقرر ہے۔ اس کا نصب پابندی ہے۔ سارے سال میں تو لے سونے کے لئے چھین نہا ہے (36) سونے سے سارے سال تو لے تھارتی بل چھین نہا ہے کاغذی۔ ان سب میں پالیسوی حصہ واجب ہے۔ باوجود میں لوٹوں میں پانچ گائے میں تیس کہی میں پالیس حصہ و نصب ہے شرطیکہ جنگل میں چرائی ہوں۔ ذرا مٹی پیدا لوٹ میں دسوی حصہ یا دسوی حکومت کے ٹکس سے ذکوہ عطا نہ ہوگی۔ یہاں ہر ذکوہ مراد ہے۔ اپنا ہند پورا کرے عہد کی بہت قسمیں ہیں۔ ہونے کا رہے عہد کا رہے ہٹا کر دیکھو کہ ہٹا کر دیکھو کہ ایک دوسرے سے مسلمان کا مسلمان سے بلکہ کافر سے فریاد جس سے جو بھی جائز ہو وہ کیا ہو وہ پورا کرے۔ حق مولوں بل وادہ۔ یہاں سارے عہد مراد ہیں۔ یہاں عبادت حرم وادہ ہے ہرگز پورے نہ کئے جاویں۔ اگر کوئی عبادت پر قسم بھی کھائے کہ قسم رب کی میں زنا کروں گا ایسی قسم کو توڑ کر کھڑا ہوا کرے اور نفسانی، جسمانی، معیشتوں پر صادر ہے۔ کسی وقت میں ہائے سونے نہ کرے۔ یا شکاری کے لحاظ سے نہ نکالے کہ اس سے معیبت تو کم نہ ہوگی مگر ثواب جاتا ہے کھنغ معیبت کی کوشش کرنا پھاری کھانج یا مقدمہ میں کوشش خلاف میر نہیں۔ ایسے لوگ واقعی سچے اور متقی مسلمان ہیں جو بھی اپنے میں یہ عظمت دیکھا ہو وہ ٹیکہ کار ہے ورنہ محض نیکی کا دی مکار خیال رہے کہ معیبت میں میری ہی مشکل چیز ہے بغیر رب کے فضل کے میر نہیں ہوتا۔ مگر عالم اسباب میں میر حاصل کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو صابرین کے ملاقات خصوصاً مشہور کرنا کے میر اپنے سامنے رکھنا اسی لئے رب نے فرمایا فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور صابرین کے قیامے بیان کئے اور دوسرے یہ خود کرنا کہ اس معیبت میں اللہ کی حکمت ہے اگر حکیم اکثر کڑی دوا پلائے یا آپریشن کرے تو حکمت سے قائل نہیں۔ تیسرے یہ کہ تعین کرے کہ معیبت تری و درہات کار یہ ہے۔ سو بغیر بھلی میں جائے زیور نہیں بناتا۔

نکدی و بد عطف سے نہ گھبرا اے عطف یہ تو چلتی ہے تجھے لو چھا اڑانے کے لئے  
چو گدہ دنیا میں جس لہر بھی ہمارے ساتھ ہے اور دنیا دار اہل بھی ہے۔ اسی لئے یہاں معیبتیں بھی ہیں اور میر کی بھی ضرورت ہے۔ جنت میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی اس لئے نہ وہاں معیبتیں نہ میر جیسے تعلیم کے لئے نہ میں کتب کی پابندی اور طلب علم کی مشقتیں۔ جہان پازئی ہیں۔ بعد فراغت پھر راحت ہی راحت ہے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : یہ آیت ایمان کی عمل کی عہد فرست ہے۔ تفسیر مزنی نے کہا کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایمان کیا ہے۔ حضور نے یہ ہی آیت پڑھی اسے بلکہ تسکین نہ ہوئی۔ حضور نے اس پر اشارہ فرمایا کہ اپنی نیکی پر خوش ہو اور ثواب کی امید رکھ لو ورنہ یہ تسکین ہو اور مطلب سے دور۔ واقعی اگر غور کیا جائے تو دینی زندگی سارے احکام اس آیت سے نکل سکتے ہیں۔ سو سر فہامہ فراغت کے ساتھ لواظیل

[illegible]

نہ ہوتے جو مسلم قوم کے دامن پر بد ندامت ہیں۔ یہ قومیں مسلمانوں کے سوا کسی فرقہ میں نہیں۔

تفسیر صوفیانیہ : جیسے کہ مکان بنیاد اور ایلوں اور پھرت کے مجموعہ کا نام ہے اور پھر اس میں لائن پونٹ، کٹری، گولہ ہرچ ضروری ہے اور ہر خرابی کو درست کرنے والے سستی علیحدہ کہ زنجیروں اور قبضوں کے لئے لوہا بچہ کھٹ کو اڑ کے لئے پودھتی اور پودار کے لئے معمار۔ ایسی ہی قوتوں کی عمارت کے لئے ہے شمار چیزوں کی ضرورت ہے۔ اس آیت کے لئے میں اسی عمارت کے اسباب بتائے گئے اگرچہ وہ ہزاروں ہیں مگر تین قسم کے ہیں۔ (۱) درستی عقیدہ جو اس کی بنیاد ہے اس کی طرف من امن سے والہنہن تک کی عمارت میں اشارہ کیا گیا (۲) نفس کی اصلاح جو اس کی روح ارد پھرت ہیں جس کی طرف اہم اصولہ سے اس تک کی عمارت میں اشارہ ہوا۔ (۳) عقل سے اچھا معاملہ جو کہ اس عمارت کے کو اڑ زنجیروں وغیرہ ہیں۔ اس کی طرف اولیٰ طیل سے فی الرقاب تک اشارہ ہوا۔ جس نے بنیاد اور پھرت روح اور پھرت کو اڑ کی درستی کیلئے وہی سپارہز مگر ہے۔ جس پر کوئی پدرو گار ہے۔ اس عمارت کی بنیاد دل پر قائم اور اس کے معمار صوفیائے کرام تھے اور کو اڑ کا تعلق شریعت اور علماء ظاہر سے ہے۔ اس کو بندہ کرنے والا محبت مل اور طلب عزت و جہاد کا سیلاب ہے۔ جس نے اس عمارت کو اس ہولناک طوفان سے بچایا وہ میدان ہے۔ اسی لئے یہاں صابرین کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا (از روح البیان)۔

دوسری تفسیر : دل سے مراد علم ہے کیونکہ اس سے دل کی قوت ہے یعنی متقی وہ جو اپنا محبوب علم اور حقیقی قربت و ایلوں اور قیوں یعنی نفسانی قوتوں پر خرچ کرے کیونکہ یہ نور روح سے (جو اس کا باپ ہے) علیحدہ ہے اور طبعی قوتوں کے مسکنوں پر بکھیرے کہ انہیں اخلاق، ثواب، سیاسیات وغیرہ سکھائے۔ جب اپنے کو علم سے آراستہ کر لے تو وہ طریقہ کے مسافروں اور سائل طلباء کو دے۔ پھر جو لوگ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں دھمکانا کہ دنیا کی شہوتوں سے دل کی گرد عین چھڑائے۔ طبعی خدمات سے فارغ ہو کر حاضری و مشاہدہ کی نماز قائم کرے اور نفس کی زکوٰۃ نکالے کہ مغفلت الہی میں محو ہو کر فہر کی طرف توجہ نہ کرے۔ پھر اپنا انہی حد پورا کرے کہ عقل کو اس بقی میں قائم کر دے اور عیش و رب کے فتنہ رہنے کی تکلیف میں صبر کرے۔ خواہشات نفس کی طاقت اور شیطان کے ساتھ جنگ کرنے کی مصیبت پر صابر رہے۔ جس میں یہ صفتیں ہوں۔ اس نے قاتل ہلے کے حد کو سچا کر کھلیا اور وہی شرک نفسی سے بچا رہا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے فرمیں کیا گیا اور پھر تمہارے خون کا بدلہ۔ ایک مقتولین کے آزاد بدلے  
اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں۔ ان کے خون کا بدلہ لو۔ آزاد کے بدلے آزاد

الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ

آزاد کے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت کے بدلے عورت کے۔ پس وہ جو کہ صاف کیا گیا  
اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ

**مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَلْيَتَّبِعْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدْلًا إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ**

واسطے اس کے طرف سے بھائی اس کے کچھ پس منافع سے ساتھ مسجد کی گئے اور ادا کرنا ہے  
مسائل بھائی تو مسجد سے نقصان نہ اور ابھی طرح ادا کرنا ہے۔ تمہارے رب کی طرف

**ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اخْتَدَىٰ بُعْدَ ذَلِكَ فَلَا**

طرف آگے ساتھ نبی کے یہ چاہنا ہے کہ اس کے دین تیار ہے کہ اور رحمت پس جو زیادتی کرے  
سے تمہارا بوجھ ہٹا کرنا ہے اور تم پر رحمت کو اس کے بعد جو زیادتی کرے

**عَذَابُ النَّارِ**

بعد اس کے پس واسطے اس کے عذاب ہے دردناک  
اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

**تعلق :** اس آیت کا مجمل آئینہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: مجمل آیت میں نکل کے اصول بیان کئے گئے۔  
اب اس کے تعلق کے فردی مسائل بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق: مجمل آیت میں صلیب کے خضاک بیان ہوئے۔  
اب فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارا رشتہ دار کسی کے ہاتھوں قتل کیا جائے تو تمہارے صبری کہہ کے آپ سے باہر نہ ہو بلکہ فوراً ملو  
اس کا بدلہ نہ لو بلکہ اگر ہو سکے تو سزا کو دہرہ شری مقدمہ سے صرف قاتل کی جان لو۔ تیسرا تعلق: مجمل آیت میں نیک  
کاروں کے اہل بیان ہوئے۔ پس بدکاروں کو نیک کار بننے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے کہ حقوق اہل بیت سے اپنے کو اس طرح ہٹا کر  
چو تھا تعلق: مجمل آیت میں رانہ اور اہل بل غرض کرنے کے کچھ مصرف ہائے گئے۔ اب بھی ملے گی ایک اور مصرف بیان  
ہو رہا ہے جو خود اپنے جرم سے لازم ہو گیا ہو یعنی لوائے خون بہا۔

**شکن نزہل :** اس کے شکان نزہل میں چند روایتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ سیدہ خورمہ سے قتل ہوئے تھے۔ لوس اور خورج۔ جن  
میں سے ایک قبیلہ سب سے قتل ہوئے عزت میں زیادہ تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ سب سے قبیلہ  
کے آؤ کو لو اور عورت کے بدلہ ہو کو لو اور ایک کے بدلہ سب کو قتل کریں گے۔ اسلام سے پہلے بڑے لوگ چھوٹوں پر ایسے ظلم  
کرتے تھے۔ یہ مسئلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں مصافحہ اور برابری کا حکم دیا  
گیا۔ اور وہ لوگ اس پر راضی بھی ہو گئے (دراثر ۲) دوسری روایت یہ ہے کہ دین موسیٰ میں قتل کا بدلہ قتل ہی تھا بلکہ  
محق کا حق نہ تھا۔ دین موسیٰ میں محقق کا لازم تھی۔ قصاص کا اختیار نہ تھا۔ کفار عرب بھی تو خون کے عوض قتل کرتے تھے اور  
کبھی مل لیتے تھے۔ لیکن یہ دونوں میں مذمت کرتے تھے کہ خاندانی آدمی کے خون کے عوض چند لوگ قتل کئے جاتے یا بہت سائل  
لیا جاتا اور غریب آدمی کے خون کا بدلہ نہایت معمولی ہوتا۔ ان تمام باتوں کو مٹانے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۳) تیسری  
روایت یہ ہے کہ یہ آیت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے موقع پر آئی (کیرواد مستور)

تفسیر : یا ہا الفتن استوا کتب علیکم الفصاحہ میں الفتن امتوا سے یا تو حکام مرویوں یا قاتلین یا  
 سارے مسلمان بلکہ بعض مشرکین نے فرمایا کہ اس میں ذی کفار سے بھی خطاب ہے اگرچہ صرف مسلمانوں ہی کا نام آیا گیا۔  
 کیونکہ جہاں وہاں مصلحت کفار پر بھی جاری ہیں چونکہ قصاص کے احکام بہت اہم ہیں کہ ان سے عالم نظام قائم ہے اور یہ نفس  
 انسانی پر قدرے گراں بھی ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے یہاں پہلے مسلمانوں کو خطاب کر کے پھر حکم سنایا انہیں حکمتوں سے ہوتا  
 ہے یعنی اے سو منہ تم ہم کو مان چکے۔ اور اے حبیب پر ایمان لانا چکے تو اب ہمارے سارے احکام ہمارے حکم میں آئیں ورنہ  
 آئیں نظام مولا کے حکم پر جمع نہیں کرنا چاہئے۔ کتب کتب سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا۔ اسی لئے فکر کو  
 کیجئے اور کتب کو کتاب کہا جاتا ہے کہ اس میں تو مختلف انسان اور اس میں مختلف مضامین جمع ہوتے ہیں۔ لکھنے کو کتبہ اسی  
 لئے کہتے ہیں کہ اس میں مضمون جمع رہتا ہے۔ اصطلاح میں ثابت کرنا قائم کرنا۔ اور اذکار کو ایسا اور لازم کہ حضور اور وہ کرنا  
 بھی مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سب معنی لغوی معنی سے منسوب رکھتے ہیں۔ اسی لئے نظام کی آذولہا پر بل مقرر کر دینے کو بھی  
 کتابت کہتے ہیں۔ یہاں اور دیگر بہت سی آیتوں میں فرض یا مقرر کر دینے کے معنی مروی ہیں۔ جیسے کتب حکیم الہیہ اسی لئے  
 بھی کتب اللہ سے لکھ کا حکم بھی مراد ہوتا ہے بلکہ کتب میں سخت تاکید معلوم ہوتی ہے کہ لکھے ہوئے قوانین و لے ہوؤں  
 سے زیادہ لازم ہوتے ہیں۔ تاکہ پہلے اور وہ کرنا ہے پھر حکم دینا ہے پھر لکھ کر شائع فرماتا ہے گویا حکم کی ابتدا ہر وہ ہے اور اساتذہ  
 حکیم۔ یہاں بھی یا تو حکام سے خطاب ہے یا قاتلین سے یا عام مسلمانوں سے اور یا ہر وہی کفار سے بھی۔ اقصاں۔ قص سے بنا  
 جس کے معنی ہیں عقل قدم پر چلتا۔ فلا تلتا علی اثارہا لصفا اور جیسے کہ وقاتل لا یخلف فیما اصطلح میں  
 برابری کرنے کو قص کہا جاتا ہے۔ کمال کو قصہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ کے برابر ہوتی ہے اور فہمی کو شمس۔ کیونکہ اس کی  
 دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔ قصاص خون کے بدلے خون کرنے کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے قاتل محفل میں برابر ہی ہو جاتا  
 ہے۔ یہاں یہی معنی مروی ہیں یعنی اے ماکو تم پر قصاص لینا فرض کیا گیا ہے تاکہ تم پر لپے محفل کے اور عام کے حوالے کر  
 دینا فرض کیا گیا۔ خیو اور قصاص سے پہچنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ مسلمانوں کی کافر تو تم سب پر قتل میں قصاص فرض کیا گیا۔  
 خیال رہے کہ قصاص میں صرف قتل کیا جاتا ہے۔ مگر طرہ قتل میں برابر ہی ضروری نہیں۔ قاتل کوئی سے تجزیا کو اور سے یا گلا  
 گھونٹ کر کسی صورت سے بھی مار دے مگر اسے قتل ہی کیا جاتا ہے۔ گسیہ ہی اس کا مذہب ہے۔ شرافت کے ہاں طرہ قتل میں  
 بھی برابر ہی چاہئے کیونکہ حضور فرماتے ہیں کہ جو کسی نے ایک لڑکی کا سر پھیل دیا قصاص کا سری پھیل دیا۔ مگر یہ دلیل ضعیف  
 ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا سے ہلاک کر دے تو وہاں برابر ہی کیے ہوگی۔ فرجیکہ مذہب حتی بہت قوی ہے۔  
 فی القتل فی سبب کے لئے ہے اور قتل۔ قتل معنی قتل کی جمع یعنی قتلین کے سبب سے۔ اگرچہ یہاں قتل عام ہے  
 لیکن اس سے بعض قتلین ملجہ ہیں کہ قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا۔ پہلے جینے کے عوض۔ مولا نظام کے عوض۔  
 مسلمان عربی کافر کے عوض۔ خطا قتل کرنے کو قتل کے عوض قتل نہ ہو گا کیونکہ یہی طرح اگر پہلے مولا مرشد نبی اپنے  
 محبتوں کو بلا دے بھی کچھ مایوس نہ ہوئے بعد میں اپنی عقلی معلوم ہو تو تب بھی اس پر قصاص نہیں۔ دیکھو مولا علیہ السلام نے قاتل  
 قاتل سے حضرت ہادون کو مارا بھی اور طاہرہ بھی کی۔ مگر اپنی عقلی پر مطلع ہو کر نہ قصاص دیا نہ مظلومی لگا۔ رہا حضور فرماتے کہ

قصاص کے لئے پیش فرمایا ہیں تعلیم مسلمات کے لئے قتل۔ نیز وہ صورت قصاص تھا حقیقت میں ان معطل نے حضور کا سینہ پاک چومنا تھا العو بالعو والعدو بالعدو والا نسی بالانسی' اگر۔ مبتدا ہے اور بالخر غیر۔ یہاں ایک لفظ پر شہد ہے۔ ایسے ہی عہد نور فتنی میں یعنی آزلو آزلو کے عوض اور غلام غلام کے عوض اور عورت عورت کے عوض قتل کئے جائیں گے اور عین میں کسی فعل بد شرطت و مذلت خوبصورتی بد صورتی اور تقویٰ اور فحش کا لگانا نہ ہو گا اور ایسے ہی غیر قاتل کو ہرگز قتل نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ شرعاً عرب عورت کے بدلے مو قظام سکھانے آزلو اور ایک کے عوض چند کو قتل کرتے تھے۔ اس لئے اس طرح فرمایا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ غلام مقتول کے عوض آزلو قاتل کو یا عورت مقتول کے عوض قاتل کو یا ذی مقتول کے عوض مسلمان قاتل کو قتل نہ کیا جائے بلکہ ان میں سے جو بھی کسی کو قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے اور اس فحش کا لگانا نہ ہو گا۔ اس کی تفسیر وہ سری آیت کریمی ہے کہ ان النفس بالنفس بعض علماء نے فرمایا کہ العو بالعو اور ان النفس بالنفس سے منسوخ ہے۔ فمن عني له' من سے مراد قاتل ہے اور عني کلام حق ہے۔ یعنی معطل۔ معطل کو اس لئے عفو کیا جاتا ہے کہ اس سے جرم مٹ جاتا ہے۔ کبھی اس کی نسبت مجرم کی طرف غلام سے ہوتی ہے اور کبھی جرم کی طرف عین سے۔ کبھی اس کا عکس بھی جیسے عني فله' عکس۔ یہاں مجرم کی طرف نسبت ہے اور عین جنانہ معذوف ہے۔ معطل کی وہ صورتیں ہیں۔ ایک کال جس میں بل بھی نہ لیا جائے۔ دوسرے ناقص کہ جان بھروسہ کر لے لیا جائے۔ یہاں وہ دونوں سنکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بھی عرض کریں گے اختلاف فہم یعنی وہ قاتل جس کی معطل کر دی جائے من اعنه عني' لے لے (معطل) سے مراد مقتول کا وارث ہے اور غیر کامرج وہ قاتل ہی ہے۔ اسے بھائی کہہ کر معطل کی رغبت دی گئی کہ اگرچہ وہ قاتل ہے تو عین کا قاتل ہے مگر تسمیر اسلامی بھائی تو ہے اس رشتہ سے اس کی رعایت کر۔ عني عني کا لقب قاتل ہے۔ اس کے معنی ہمچراہ الم میں عني قاتل کے ماتحت بتائے کہ اور اس سے مراد یا تو قہوڑی معطل یا قہوڑے خون کی معطل ہے۔ یعنی جس قاتل کو اس کے بھائی (وارث مقتول) کی طرف سے قہوڑی سی معطل بھی مل گئی یا تو اس طرح کہ سب وارثوں نے خون بھروسہ کر لیا یا بعض نے یا ان میں سے ایک نے بھی معطل دے دی۔ لہذا عني سے ناقص و کمال دونوں حو مراد ہو سکتے ہیں تو کسی وارث کو بھی قصاص کا حق نہ رہا۔ بلکہ ان دونوں پر اتباع بالمعروف لہذا کلام حق ہے۔ یعنی پیچھے چلا۔ یہاں بل کا لفظ مراد ہے کیونکہ اس میں بھی حق و خلاف سرے کے پیچھے چلا جاتا ہے۔ معقول کلام عرب یعنی پہچانتا ہے۔ معطل کو اس لئے معذوف کہتے ہیں کہ اس کا ثواب شرعاً مشہور و معذوف ہے یعنی ثبوت وارث لوگ نری اور معمولی سے قصاص کریں نہ تو مقرر بل سے زیادہ عین وارث وقت مقرر سے پہلے آگئیں اور نہ کج خلقی سے پیش آئیں۔ معطل کے بعد اس کا بزم قتل بحال جائیں اور رہا قاتل اس کے کام سے ہے کہ وا طاء الله باحسان۔ اے کامرج وارث مقتول ہے اور احسان کلام حسن معنی غلبی ہے۔ یعنی قاتل کو چاہئے کہ جس قدر بل پر صلح ہو گئی وہ مقتول کے وارثوں کو تنگی اور غلبی سے بھلا کر دے۔ نہ تو حکام کو رعیت دے کر اسے عفو کرے نہ مقدمہ چلا کر اس کا کچھ خرچ کرے نہ ترش روئی سے پیش آئے اور نہ وقت مقرر سے دیر لگائے اور نہ کمرے دہاں میں کھولے ملانے فلک تعلق من و حکم و رحمة' فلک سے مراد یا معطل یا اس اختیار کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر کے معنی ہیں ہلکا کرنا۔ یہاں مراد ہے گھناؤنا دنیا۔ کیونکہ اس میں پابندی کا جو جو اٹھ جاتا ہے۔ ایسے ہی رحمت سے مراد ہے قیود لگانا یعنی یہ نہ یا معطل کا حکم وارث مقتول کو اسے اختیار بل کھانا محض زب کا کرم اور فضل ہے نہ دین موسوی اور عیسوی میں

یہ گنجائش نہ تھی۔ اس میں قاتل کو اپنی جان بچانے اور وارث مقتول کو ٹال پائے کا موقعہ ہے لیکن اس گنجائش کے باوجود اس احتیاط بعد فلک من سے قاتل اور دہرہ و مقتول دونوں ہی مر لوں اور مذکک سے مقتول کی طرف اشارہ ہے یعنی اس صاف کردہ یا مل قاتل کر لینے کے بعد اگر قاتل زیادتی کرے کہ لو اس پر دیر لگے یا وارثین مقتول حد سے بدھیں کہ اس کو ہر قاتل کرنا چاہیں یا زیادتی مانگیں یا وقت مقرر سے پہلے قضا کریں تو اللہ عذاب الہم اس کے لئے درو ناگہ لب ہے یا تو زیادتی کہ وارث مقتول اگر قاتل کو قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ یا اگر قاتل مل نہ دے تو جبراً وصول کیا جائے گا یا آخرت میں جہنم کا جبر صابر ہو گا یہ مذ لب۔

خلاصہ تفسیر : یہاں قاتل کے متعلق دو احکام صراحہ "اور ایک اشارہ" مذکور ہوئے۔ قصاص۔ دیت۔ مقتول یعنی لے مسلمانوں تم پر مقتولین کی وجہ سے قصاص فرض کیا گیا۔ اس میں برابری ضروری ہے کہ قاتل ہی سے بدلہ لیا جائے نہ کہ کسی اور سے لے لے اگر آزلو کو آزلو قاتل کرے تو تم آزلو قاتل کی کو مارو اور اگر غلام کو غلام قتل کرے تو تم قاتل غلام کی کو مارو اور اگر عورت کو عورت مارو لے تو تم قاتل عورت سے ہی بدلہ لو۔ یہ نہ ہو کہ قاتل غلام کو چھوڑ کر بے گناہ آزلو کو مارو یا عورت سے کچھ نہ کہو کسی بے گناہ سویر ہاتھ صاف کر دیا ایک کے عوض ایک تو جرم اور دوسرے بے قصور کو قتل کر دلو۔ جانیں سب برابر ہیں۔ بدن اور دھبہ کی برابری ناممکن ہے اس کے علاوہ اگر مقتول کے درہاء میں سے کوئی بھی قاتل کاٹون صاف کر دے تو دوسروں کو قصاص کا حق نہ رہا۔ لب و دہا تو آپس کا طے کیا ہوا مل لیں یا شریعت کی مقرر کی ہوئی دیت اور پھر یہ وارثین تو بھلائی سے قضا کریں اور قاتل خوش مسلوبی سے مل لیا کر دے۔ سمجھ لو کہ رب کا خاص تم پر ہی یہ کرم ہے جو تمہیں اپنے اختیارات دے دیتے ورنہ تجھلی قوموں میں یہ احکام نہ تھے کسی دین میں صرف قصاص کا حق تھا اور کسی میں صرف حق کا لب جو قصص اس صحت کے بعد بھی زیادتی کرے کہ یا تو قاتل کو لے مل میں ذمہ لے کرے یا وارث مقتول دے کر جان لے یا چاہیں یا زیادتی مانگیں تو اس کو درو ناگہ لب ہو گیا تو زیادتی اور یا آخرت میں۔

قائدے : اس آیت سے چہرہ قلم حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ : کسی بڑے سے بڑے گناہ کی وجہ سے انسان کا فریض ہو نہ جب تک کہ عاقل و بالغ نہ ہو اور یکو قاتل کو مقتول کے درو کاھائی کیا گیا اگرچہ قاتل بڑا گناہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس اپنے بھائی سے یعنی مسلمان بھائی مر لو ہے۔ رب فرماتا ہے۔ و ان طائفین من المؤمنین اقتلوا اگرچہ لڑنے والے دو بھائیوں میں سے کشت و خون بھی ہو جائے مگر انہیں مومنین فرمایا گیا۔ فرماتا ہے کل کل انما المؤمنون اخوة و سرا قائدہ : بھائی چارے سے قسم کے ہیں و طئی بھائی، قوی بھائی، نسبی بھائی، ذمی بھائی وغیرہ۔ مگر ان سب میں ذمی بھائی چارہ سے قوی ہے۔ و یکو قاتل بھائی مقتول بھائی کا وارث نہیں رہتا۔ معلوم ہوا کہ قاتل سے بھائی چارہ ٹوٹ گیا مگر ذمی بھائی رہتا ہے۔ تیسرا قائدہ : صاحب کرم اگرچہ آپس میں لڑے مگر ان میں سے کوئی اس جنگ کی وجہ سے کفر یا فاسق نہ ہو کہ وہ جنگ غلط فہمی کی تھی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے پر زیادتی کرنے والے بھائیوں کو بھائی فرمایا۔ کہ فرمایا من بعد ان نزع العین منی و بن اخوتی۔ حضرت سادہ نے حضرت ہاجرہ کو مع ان کے شیر خوار بچے کے ایسے جنگ میں ڈال دیا جس نے سایہ تھلہ و لہ پانی گویا تیرا کمرے کی کوشش کی مگر بھی دھندوں میں رہیں ایسے ہی آپس میں لڑنے والے صاحب بھائی بھائی ہی رہے۔ جو تھا



بعض ہنگامی قوانین ضرورت زمانہ کے لحاظ سے جاری ہوئے۔ پھر حالات جب معمول پر آگئے تو وہ احکام بھی ختم ہو گئے جیسے عربوں کے ہاتھ پیرس ناک کن کرنا اگر وہ حاکم کے انیس جنگل میں پھکوں غور وہاں ترپا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہت ہے۔ مگر وہ قتل احکام تھے جو بعد میں بند ہو گئے۔ اگر شروع میں اتنی سختی نہ کی جاتی تو عرب کھدیوں کا قتل و خون و عارت گری کیسے بند ہوتی اس رسودی کا سر پکڑوں تا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ تیسرا اعتراض: اگرچہ آدمیوں نے قتل کر ایک کو قتل کیا تو ان سب ہی کو قتل کیا جانا ہے۔ تب مقتول میں بھی برابری نہ رہی کہ ایک کے بدلے میں چند دے گئے۔ جواب: ان میں سے ہر شخص قاتل ہے اور ہر قاتل کو مقتول کی طرح (مرد) کر دینا چاہئے لہذا سب ہی قتل کئے جائیں گے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے عورت قتل کیا جائے کیونکہ فرمایا گیا۔ العور۔ بالعر۔ الخ (شافعی) جواب: اس کا جواب فقیر میں گزر گیا کہ یا تو یہ حکم ان النفس بالنفس سے مشروط ہے یا اس میں کفار عرب کے قتل کی تدبیر ہے اچھا یہ کہ مرد کے بدلے عورت کو اور آزاد کے بدلے غلام کو تم کہیں قتل کراتے ہو چاہئے کہ یہ بھی نہ ہو۔

نوٹ: امام شافعی صاحب کے ہاں عورت کے قاتل مرد اور غلام کے قاتل آزاد سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ مگر موی قاتل عورت اور آزاد کے قاتل غلام سے قصاص لیا جائے گا۔ یہ آیت ان النفس بالنفس کے بھی خلاف ہے اور حدیث المسلمون تنكحوا لاهلہم کے بھی خلاف۔ اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مذی کافر کے قاتل مسلمان سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ ہرے ہاں لیا جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کفار نے جزیہ قبول کر لیا تو لہذا ماہ ہم کھساہ نا ان کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل کر دے اس سے کافر جہنم میں جاتا ہے تاکہ حدیثوں میں مخالفت نہ ہو۔ پانچواں اعتراض: کفر قتل سے بدتر گناہ ہے اور وہ تو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے تو چاہئے کہ یہ بھی توبہ سے معاف ہو جائے۔ جواب: بے شک قتل بھی توبہ ہی سے معاف ہو جاتا ہے مگر ہر جرم کی توبہ علیحدہ اس کی توبہ قصاص کی تبادلی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: طحاوی ہے جس لفظ ظلم نیک اہل مظلوم، مقتول اور مدح ان کی وارث۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اسے ملو اسے ملو اور جب جس مدح کے قریب مدعوں یعنی نیک اہل کو ہر بار کر کے گناہ کر لوے تو تم پر جس سے بدلہ لے لو جب ہے کہ جس درجہ کا جس نے ظلم کیا ہو اسی درجہ کی اس کو سزا دو۔ اگر زیادہ کر دیا ہے یا بڑی تنگی سے دو کلو اس کے عوض اسے سخت سزا دو اور اس سے ہماری نیکیاں کرو۔ اگر ایک فرض قصا کر لو تو اس قتل پڑھو۔ اگر ذکوہ سے رو کے تو اس کے ساتھ ہی عت سے صدقہ نقلی بھی کر دو اور اگر کسی سوتھ پر شرعی مجبوری کی وجہ سے بدلہ نہ لیا جائے تو اس کا دوسری طرح عوض کر لو۔ مگر ساتھ ہی خیال رکھو کہ جس مدح جو طہی بھائی ہیں۔ لہذا وہ تدبیر اختیار کرو کہ جس بھی ہتھیار ہے اور مدح کا عوض بھی ہو جائے۔ صوفیانے کرم فرماتے ہیں کہ اگر کبھی جس فرض لہذا سے رو کے تو بہت سے قتل بھی پڑھ لو۔ پھر اس سے کہو کہ اگر آئندہ تو نے یہ خواہش کی تو اس سے رو گئے قتل پڑھوں گا۔

حکایت: سلطان اعرافین پیر پیر علی کے جس نے ایک بار بے مروتہ لہذا اپنی ماں کا۔ آپ نے تین سال تک لہذا اپنی

یہ نہی اور پھر فرمایا کہ اگر اب ایسی حرکت کرے گا تو چھ سال تک لٹکا دیا جائے گا۔

## وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٥٠﴾

اور واسطے تمہارے مذبح قصاص کے زندگی ہے اسے قتل والو! شاید کہ تم پر ہشام کا رنج ہو۔

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اسے قصاص نہ کہ تم کہیں ہو۔

تعلق : اس آیت کے کاجہلی آفتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: جہلی امت میں قصاص کا حکم تھا۔ سب اس کے بے شکر قاتلے بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق: جہلی امت کے مضمون پر کوئی شبہ نہ تھا کہ قصاص بے کار سا کام ہے۔ بلکہ درحقیقت ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے مقتل قتل نہیں آتا اور قاتل کو بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ الغرض قتل ہی چیز ہے تو تم نے قصاص لے کر اس میں زیادتی کیوں کر دی۔ اس آیت میں یہ شبہ مٹا جا رہا ہے کہ قصاص موت نہیں بلکہ درحقیقت زندگی ہے۔

تفسیر : وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ 'لکم میں یا تو حکام سے خطاب ہے اور یا قاتلین سے اور یا سب سے لوگوں سے۔ قصاص ہماری قوت میں تو اللہ سے ہے اور بعض قوتوں میں بغیر اللہ قصاص ہے۔ یعنی قصاص یعنی قصاص میں تمہاری زندگی ہے (کبیر)۔ قصاص میں اللہ یا تو استغراق ہے یا عہدی یعنی ہر قسم کے بدلے میں زندگی ہے۔ جان کا بدلہ جان۔ اعضاء کا بدلہ اعضاء اور مل کا بدلہ مل یا اسلامی قصاص میں کیونکہ کتلہ کے قصاص میں تو موت اور قتل و فساد تھا۔ حیوة سے یا تو دنیوی زندگی مراد ہے یا اخروی یعنی اے قاتلو! قصاص دینے میں تمہارے لئے اخروی زندگی ہے کہ تم کتلہ سے پاک صاف ہو کر بارگاہ الہی میں پہنچو گے اور طرب قبر و دوزخ سے نجات پاؤ گے یا اے قاتلو! تمہارے لئے قصاص قائم کرنے میں زندگی ہے کیونکہ تمہاری حکومت کلی انتظام سے قائم ہے اور یہ انتظام بغیر قصاص نہیں رہ سکتا۔ اگر تم قصاص نہ لینے کا اعلان کر دو تو تمہارے ملک سے امن باطل جائے گا اور خود تمہاری اپنی زندگی مخلوق میں بڑ جائے گی۔ یا اے لوگو! قصاص میں تم سب کی زندگی ہے کہ اس بارے میں کوئی کسی کے قتل کی ہمت نہ کرے گا جس سے کہ مقتل کی جان بھی بچے گی اور خود قاتل کی بھی اور ہر شخص کو اطمینان کی زندگی بھی نصیب ہوگی۔ یا اے لوگو! اسلامی قصاص میں زندگی ہے تمہارے مظلومی قصاصوں میں تو سب حق کی ایک خون کے عوض قاتل و مقتل کے درمیان فیصلہ ہو پڑتے تھے جس سے عام خونریزی ہوتی تھی اور اس کا سلسلہ پشت پشت چلتا تھا اور اے قاتلو! تم قصاص دینے میں کوتاہی نہ کرو اپنے کو بلا تامل قصاص کے لئے پیش کر دو یا اے قاتلو! تم قصاص لینے میں پس و پیش نہ کرو موت جرم ہو جانے پر فوراً جاری کر دو یا اے مسلمانو! تم قصاص جاری کرانے میں تامل نہ کرو۔ قاتل کو قصاص سے بچانے کی کوشش نہ کرو۔ سوکیل ظالم ظلم کو بچانے کی تدبیریں نہ کریں کہ اس سے دنیا کا نظام بگڑے گا۔ قصاص میں سبھی کا سب کا بدلہ ہے اور سب کے لئے اس کے مستفاد ہے ہیں۔ مگر یہ فوائد صرف اہل عقل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ یا اُولی

الالباب' اولیٰ' خلوی جمع ہے معنی دالے۔ الباب کسب کی اس کے لغوی معنی ہیں لیکن تائید سے 'وہ حلقہ' میں نے اسے چاروں طرف سے لپیٹ لیا کلمت (حدیث)۔ اصطلاح میں لب محل کو کہتے ہیں کیونکہ محل ہاتھ پاؤں کی قید ہے کہ بے کام نہیں کرتے رہتی۔ یعنی اسے چھیندو! اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چھیندی قہاص سے زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ سبہ و قوف و کب بھی مرتے مارتے ہی رہیں گے۔ کیونکہ قہاص میں اندھے ہو کر وہ کچھ سے کچھ کر بیٹھتے ہیں اس لئے فرمایا گیا کہ لعنکم تعون ما کرتے لکل سے بچے رہو یا دوزخ کی آگ سے بچو یا مسئلہ قہاص پر اعتراض سے پرہیز کرو یا تاکہ اس کی زندگی پاکر محل پر ہیز گاہیں بنو کہ تعزیری اہل سے نور اہل اطمینان زندگی سے میسر ہوتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : مکمل آیت میں قہاص کا حکم اور لب یا سحلی کی اجازت دی گئی تھی۔ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ سحلی قہاص سے بچ رہے اس لئے چاہئے تھا کہ سحلی کا حکم ہو تاہم قہاص کا یا تو قانون میں نہ تھا یا نقطہ اس کا اختیار دیا جاتا کہ یہ وہ مشابہ فعل ہے اس آیت میں نہایت عکس طریقہ سے قہاص کی بہتری اور سحلی کا اس سے نیچے ہو چھایا جا رہا ہے کہ اگرچہ ظاہر قہاص میں ایک جان لینی ہی ہے مگر درحقیقت جان بخشی ہے۔ اگر قہاص واجب نہ ہوتا تو قاتل مل دیتے یا سحلی چاہئے پر کیوں مجبور ہو تاہم وارث مقتول سحلی دے کر رحمت الہی کا تحفہ اور قاتل کا عین کیونکہ نہ لب قاتل سحلی یا کریمش اس کا عین مندر ہے گا کہ قہاص واجب نہ ہو تا تو مقتول خون بولیں یا کیوں گوارا کر تاہم یہ مل اس سے کیوں کر وصول ہوتا۔ لب جان بچانے کے لئے وہ بخوشی بل دے گا۔ اگر قہاص نہ ہو تا تو مقتول کے خون کی وقت کیونکہ مگر معلوم ہوتی۔ دن رات انسان بھینز بکریوں کی طرح قتل ہوا کرتے۔ اگر قہاص نہ ہو تا تو قاتل قتل کے گنہ سے کیونکہ نہ نجات پاتا۔ اگر قہاص نہ ہو تا تو مقتول اپنی قبر میں کیونکہ آرام سے رہتا۔ اسے اس خیال سے صدمہ ہوتا کہ میرا خون رائیگاں گیا۔ اگر قہاص نہ ہو تا تو دنیا میں اس کیونکہ مگر قائم ہوتا۔ سبب شلستہ تفسیر تک ہر ایک کی جان خطروں میں رہتی۔ اگر تمام لاپتہ قہاص جاری ہو تا تو قیلول کی لڑائیاں کیونکہ مگر ختم ہو تیں۔ تم ایک کے بعد۔ لہذا کوہارتے۔ وہ سقہ یا قوت پا کر دے کے بدلے آٹھ کو لٹکانے لگوا دیتے۔ تم بے گنہ کو قتل کرتے اس کے درجہ سقہ پا کر تم سے بدلہ لیتے جیسا کہ لب بھی انھیں بھانوں اور سحلی راجہ قتل میں کیوں کہیں جاری ہے اگر قہاص نہ ہو تا تو تم کو بے گنہ کی زندگی کیونکہ مگر حاصل ہوتی۔ ہر ایک کو ہر وقت اپنے مقتول کے بدلے کی فکر رہتی۔ لب قانون بن جانے سے تم بے فکر ہو گے۔ ماکہ دل لے گا۔ اصل سے کام لو اور اس کے فوائد سے خیردار ہو۔ خلاصہ یہ کہ اگرچہ ظاہر قہاص میں سبب کام ہے کہ مرتے والا مقتول تو قہاص سے موت نہیں آتا۔ لب قاتل کو ہر قوم کا ایک فرد اور کم کر دیا جاتا ہے اور اس فرد کی کمی سے معلوم مقتول کو کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچتا۔ سبب عیادت قس لارہ کے ہیں مگر محل واسلے جانے ہیں کہ قہاص سے آٹھ لوگوں کی جانیں بچ جاتی ہیں۔ ایک فرد کو کم کر کے بڑا ہوا فرد کی جان بچ جاتی ہے۔ سبب قہاص قہاصی قوی کے لئے صحت مندی ہے۔ قہاص کو ہر قوم کو جلا۔

فائدے : اس آیت سے چھ فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ قہاص بہت مستخرج ہے۔ اس سے قتل تو کیا اور انہیں بھی بند ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جنگ میں خون کا اثر نہ ہو تا ہے اور خون سے اپنی جان کا خطرہ۔ لہذا یہ فعل صلح اور امن کو ترجیح ہے۔ دوسرا فائدہ قہاص سے قہاص جان ہی مر لو نہیں۔ بلکہ ہر قسم کا قہاص یعنی قہاص جان بھی اور قہاص اعضا و فیو

بھی۔ جس کی تفسیر سورۃ ناس میں ہے کہ جان کے بدلے جان آگے کھدے آگے ناک کے بدلے ناک وقت کے بدلے دولت فریاد و الم و مصائب اس ہرزخم کا بدلہ اس قسم کا ڈھم ہے۔ تفسیر لقمانہ حق ہے کہ بعض کی موت میں بعض کی زندگی ہے۔ ظالم کی موت میں مظلوم کی زندگی۔ شہید کی موت میں اسلام کی زندگی کفار حلی کی موت میں مسلم قوم کی زندگی لگے ہیں کہو کہ جانوروں کی موت میں انسانوں کی زندگی کہ اگر گائے بھینس وغیرہ نہ ہوں تو چارہ نہ ملتا مگر اس کو خورد و کھانہ کی سہولت ملتی ہے۔ تاہم یہ لوہور جانوری کھا جاتا کریں۔ انسان کی ضروریات بند ہو جائیں لگے انسانوں کی موت میں پھلوں کی زندگی ہے کہ اگر یہ لوہور جاری رہے لوہور موت نہ ہو تو زمین میں رہنے کو بھی جگہ نہ ملے اگر ریل میں مسافر چلتے رہیں کوئی کسی نہ اترے تو چیخا ریل جیل بن جائے۔ پہلے کہ تلف مشینوں پر لوگ اترتے بھی رہیں۔ چوتھا لقمانہ یہ کہ امت امتی فصیح و بلیغ ہے کہ قصاص جو کہ موت ہے اسے زندگی کا طرف بتایا گیا۔ عرب میں اس ضمنوں کو اس عہد سے لیا کرتے تھے کہ القتل انقی للقتل یعنی قتل کو مٹانا ہے۔ لوہور اس کی فصاحت پر چڑھتے تھے۔ مگر اس جملے سے مراد ہے قصاص عرب کو حیران کر دیا دیکھو کتنا حال کلام ہے کہ وہ عہدت بڑی تھی جس میں یہ وہ طرف تھی یہ عہدت اس سے پہلے اس میں لفظ قتل مکرر تھا۔ آیت میں یہ نہیں اس کا ضمن بھی ملا آیت کا ضمن صحیح کیونکہ ہر قتل قتل کو نہیں مٹا سکتا بلکہ قتل قتل ہوتا ہے جو جان ہے اور ہر قصاص قتل کو مٹانا ہے اس میں غلط قتل کو کہ قصاص میں قتل ہوتا ہے مگر قتل مل سب سے شامل ہے اس میں غلط کیا کہ قتل قتل کو مٹاتے۔ یہاں فرمایا گیا کہ قصاص زندگی بخشے یعنی موت اپنی ضد کا سبب ہے۔ وہ عہدت صحیح ہے کہ موت ہی کا ذکر ہے اس آیت میں یکسٹل ہے کہ اس میں زندگی نکلا ہے۔

پہلا اعتراض : جب قصاص میں زندگی ہے تو معافی اور مل کا اختیار کیلئے دیا گیا۔ جو لقب یہاں قصاص سے مراد قانون قصاص یا اس کا قائم کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ معافی اور مل اس کی شاخیں ہیں اگر یہ قانون نہ ہو تو وہ دونوں بھی ختم ہو جائیں۔ دوسرا اعتراض : لعل۔ امید کے لئے آتا ہے۔ امید بے علم کر سکتا ہے۔ رب ظیم و خیر ہے اس کے لئے قتل کیا؟ جواب : اس کا جواب خود بیانہ اللہ لعلمہ بطون کی تفسیر میں گزر گیا کہ یہ امید بے علم سے ملتا ہے کہ تم تقویٰ کی امید رکھو گے۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے کہ خون کا بدلہ خون ہے۔ ایسے ہی گناہ کا بدلہ گناہ ہے۔ ہمے اہل بل کا مل ہیں اور نیکیوں اس کا صاف کرنے والا ہیں۔ گناہ کے بدلے نیکی اس کا قاتل ہے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو نیکی کی طرف مائل نہ کرے تو گناہ کو کسے وہ صافی طور پر مریگا۔ اگر ایسا کہ اسے بدلے نیکیوں کرنے میں قصاصی معافی دے دی ہے۔ جس وجہ کی لکھ کر فرشتوں اس وجہ کی نیکی بھی کہ۔ مگر قصاص ایمان اور گناہ کا قصاص تو بہتر گناہ۔ حضرت وحشی نے یہ بھی مرقہ کو قتل کیا تھا جب یہ ایمان ملائے تو انہیں اپنے اس جرم پر بڑی غصہ ہوئی اور کلام کی فکر میں رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو لے بی مسلیمہ کذاب سے جنگ ہوئی۔ حضرت وحشی نے موقع پا کر خاص مسلیمہ کو قتل کیا اور یہ کہتے ہوئے کہ لدا کہ لے امیر منہ کا بدلہ لوہور میں بھی کہتے تھے کہ اگر خون حنہ قیامت کے دن میرے گناہوں کے بدلے میں رکھا گیا تو منشاء اللہ خون مسلیمہ میری نیکیوں کے بدلے میں ہو گا۔ لیکن یہ کہ یہ اس کا قاتل ہو جائے کیونکہ وہ مومنین کے سوا اور کافروں ہے اور یہ مرتدین

کے سردار کا یہ ہے قصاص گندہ جس میں قلب کی حقیقی زندگی ہے۔

دوسری تفسیر: اے بندو! جیسے کہ اللہ نے تم پر تمہارے مثلین کا قصاص لازم کیا۔ ایسے ہی اپنے مثلین کے قصاص میں اپنے پر رمت لازم فرمائی کہ جس کو اپنے عشق میں مارتا ہے اسے نہ مٹنے والی زندگی عطا فرماتا ہے ایک سرے کر ہزار سر بخشتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گو گئے سر ما بہر ہر بدن      صد ہزار راں سر بد آرد در لسن  
افشونی یا کھانی لانا      ان فی لعلی حاتی تانا

اس قصاص کے لالچ میں عشق اپنے سر پھیلنے پر آمادہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

شیر دنیا جویدا شکارے و برگ      شیر مولی جویدا آزلوی و مرگ  
چو نگہ اندر مرگ بلیند صد وجود      بگو پروانہ یو زانہ وجود

دنیا کا شیر شکار اور خوراک و صوبہ محتاج ہے۔ اللہ کا شیر اپنے شکاری کو تلاش کرتا ہے کیونکہ اس ذات میں ہمارا اس ذات میں ہوتا ہے پروانے کا یہی کمال ہے کہ اپنے کو شمع میں فنا کر دے۔ ہر نگار شربت شفا کا جو یاں ہے۔ مگر ہر عشق شربت شفا کا طالب جس سے رب تعالیٰ دنیا میں ہی قصاص لے لے کہ اس کے گناہوں پر یہاں ہی نکالیں و فیرو بھیج کر اسے صاف پاک کر دے وہ بہت ہی خوش نصیب ہے کہ پاک و صاف ہو کر دنیا سے جاتا ہے۔ اس قصاص میں دائمی زندگی ہے یہ کشتہ ہو کر ہمراہ زندہ ہو جاتا ہے کہ سینکڑوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ سو ناکشتہ ہو کر شعلین جاتا ہے تو کھنڈ کا بندہ کشتہ ہو کر مردوں کو زندہ کرے تو کیہ حیرت ہے۔

کُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ

فرمان کی گئی اور تمہارے جبکہ حاضر ہو ایک کو تم میں سے موت اگر چھوڑے مال وصیت واسطے ماں باپ  
تم پر فرمان ہوا کہ جب تم میں سے کسی کی موت آئے اور کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۷۵﴾

اور قرابت داروں کے ساتھ سجدائی کے واجب ہے اؤپر پرہیزگاروں کے

جانے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور و واجب ہے پرہیزگاروں پر

تعلق: اس آیت کا پچھلے آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلے آیت میں قصاص کا ذکر ہوا جو کہ موت کا سبب ہے۔ اب وصیت کا ذکر ہے۔ جس کا سبب موت ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلے آیت میں کفار کی فحشی معاملات میں بے قاعدگیوں کی اصلاح کی گئی۔ اب صالحی معاملات میں ان کی بے ہودگیوں کی دورستی کی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلے آیت میں

محتول پہلے لینے کا ذکر تھا یعنی خون بہا۔ اب میت کا کبابا ہوا مل ہٹنے کا ذکر ہے۔ چوتھا قتل: مجبلی میت میں قاتلوں کو حکم تھا کہ اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دو اب فرمایا جا رہا ہے کہ اے قاتلو! قصاص دینے سے پہلے اپنے مل کی وصیت صحیح طور پر کر دو تاکہ تم خون کے جرم سے چھوٹ کر مل کے جرم میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ فرجیکہ وصیت کو قصاص سے میت کی مناسب ہے اس لئے قصاص کے ساتھ وصیت کا ذکر میت کی مناسب سزاؤں ہے۔

شان نزول: اسلام سے پہلے کفار عرب اپنے نام پر میت مرنے تھے۔ زندگی و موت میں اسی کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ مرتے وقت اپنا مل کسی اپنی مشہور آدمی یا کسی کنبی انجمن اور سوسائٹی کے نام کر جاتے تھے کہ میرے بعد یہ مل فلاں انجمن کو ملے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مل قربت کو دینے سے ہمارا نام نہ ہو گا۔ یہ لوگ چپکے سے کما کر ختم کر دیں گے۔ مگر اس طرح ہماری حکومت اور دینا مل کا خوب چرچا ہو گا کہ فلاں آدمی بڑا کام کر گیا۔ مل کی تردید کے لئے یہ میت اتنی۔ جس میں حکم ہوا گیا کہ اپنے مل سے مل قربت کو عموماً نہ کر۔ خیال رہے کہ قوی خدمت، ملکی خدمت، حبسی یا جہی ہے جب اللہ رسول کی رضا کے لئے ہو یا ہمدردی کے لئے تو نماز بھی یا صحت ثواب نہیں چاہئے۔ یہ سیاسی چیزیں اسی لئے رب تعالیٰ نے انہیں منجھوٹی ملکی خدمت سے روک دیا۔

تفسیر: کتب حلیمہ چمکہ تقسیم مل کا تعلق محل اہلکار سے نہیں ہے وارثوں کے لئے مل چھوڑنا انسان کی پیدائشی عادت ہے ہر فرقہ میں اس کا رواج ہے۔ اس لئے یہ آیت یا ایھا الفتن سے شروع نہ کی گئی (عزیزی) ممکن ہے کہ اس کا تعلق پہلے کتب سے ہو اور مسلمانوں ہی سے مل بھی خطاب ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ کتب معنی فرض ہے کیونکہ شروع اسلام میں کچھ روز کے لئے وصیت فرض تھی۔ پھر میراث کی آیتوں سے اس کی فریضت منسوخ ہوئی۔ صرف جو لڑیا مستحب ہو باقی رہا۔ نیز قرآن کریم میں کتب فرض ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ نیز ملیم اور حقا سے فریضت ہی معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ملیم میں سارے ہی انسانوں سے خطاب ہے اور ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں ہی سے ہو۔ انا حضور احدکم الموت۔ یہ کتب کا حرف ہے کیونکہ مرتے وقت ہی وصیت کرنا فرض ہے نہ کہ اس سے پہلے موت سے مراد یا اسباب موت ہیں۔ جیسے قصاص اور سخت بیماری یا فیو یا علالت موت جیسے سخت کمزوری اور طویب کا شغل سے بچیں کہ وہ ہو سکتا ہے کہ حضر سے قریب ہو نامرلو ہو۔ یعنی جب تم میں سے کسی پر علالت موت طاری ہو جائیں یا موت قریب ہو تو جو جس میں لئے کی گئیں کہ موت سے تمام فرض اٹھ جاتے ہیں۔ اس وقت وصیت کی فریضت کیسی۔ نیز اس وقت نہ تو ہوش و حواس قائم ہوتے ہیں نہ زبان قابو میں۔ ان نوک لخوا۔ خیر کے معنی ہیں بھلائی، صلہ و صل مل مرلو ہے جس کا یہاں بھلائی ہو۔ یعنی مل طویل اور کفن و دفن و قرض سے زیادہ۔ دوسرے کلل یا رشتہ و چوری کا مل اگر ہو چل جائے تو اصل مالک کو نہ ضروری ہے نہ کہ دریاہ کو۔ بونشی بقدر کفن و دفن مل میں بھی وصیت جاری نہیں اور بھی اس میں بہت سے نکات ہیں جو انشاء اللہ قاعدوں اور فقیر صوفیانہ میں بیان ہوں گے۔ یہ کتب کی شرط ہے اور نوک سے مراد قریب ترک ہے کیونکہ وصیت موت سے پہلے ہوتی ہے اور مل بعد موت چھوٹا ہے۔ یعنی اگر بیمار اپنا مل کفن و دفن سے زیادہ چھوڑنے کے لئے مل یا مل کو مل مقبوضہ مل چھوڑنے کے یا قتل میراث مل چھوڑنے کے تو اس پر فرض ہے۔ الوصیہ لست میں وصیت ہر وقت ہر حالت کو کہتے ہیں شرعاً اس قید کو کہتے ہیں جو

بعد موت ہو۔ پہلا "ناکیدی احکام کو بھی وصیت کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے ابو صہبہ رحمہ اللہ کیونکہ قتل عرب وصیت پر اکرے کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ یہاں پہلے جس کی وصیت ہو وہی وصیت ہو اور وہی وصیت ہو وصیت کرنا ہے۔ وصیت کرنے والا موسیٰ جس کے لئے وصیت کی جائے وہ موسیٰ نہ جس کی وصیت کی جائے وہ موسیٰ نہ جس کی وصیت جاری کرنے کا حق دیا جائے وہ موسیٰ۔ نہ لے موسیٰ سے مرنے وقت کہا کہ تیری مال میرے بھائی بکر کو دے دے۔ نہ لے موسیٰ ہے بکر موسیٰ نہ ہے۔ تیری مال موسیٰ ہے اور موسیٰ نہ لے موسیٰ۔ یہاں وصیت معنی مصدر ہے۔ وصیت کرنا خیال رہے کہ جس مال کی میراث نہیں اس کی وصیت بھی نہیں دیکھو پہلا وقف کیا ہو مال قتل میراث میں تو قتل وصیت بھی نہیں۔ یوں ہی یہی کامل قتل میراث میں تو لائق وصیت بھی نہیں۔ لفظ خیر نے ان سب صورتوں کو لے لیا۔ چونکہ مومن کامل وصیت ہی خیر بھلائی حاصل کر لینے کا طریقہ ہے۔ اس لئے اسے خیر فرمایا۔ غنہ قتالی مومن کی خیر بھی خیر ہے کہ شکر کا طریقہ ہے اور اس کا خیر بھی خیر کہ مبرا کا وسیلہ ہے اس لئے اس مال کو خیر فرمایا۔ لعل اللہ والالہین۔ چونکہ عرب میں یہ رواج بھی تھا کہ میت کمال اس کے زن و فرزند لے لیتے تھے اور مال باپ اور دیگر رشتہ داروں کو کچھ نہ دیتے تھے۔ اس لئے والدین کا ذکر پہلے ہوا۔ باقی قربت داروں کا بعد میں یعنی مرنے والے پر فرض ہے کہ مال باپ کے لئے خصوصاً اور دوسرے قریب کے لئے خصوصاً وصیت کر جائے مگر مصروف شریع کے موافق ہو یعنی اللہ کے لئے ہونے کہ نامہ نمود کے لئے۔ فقیر رشتہ دار کو کم اور غنی کو زیادہ دے۔ قریب کے رشتہ داروں کو زیادہ اور دور والوں کو کم دے۔ حقیقی بھائیوں کو پچازلو بھائیوں کے برابر نہ کرے بلکہ کچھ زیادہ دے۔ "علی الصلح" حقا۔ ایک پوشیدہ فعل کا مفعول ہے اور مستحق سے یا تو ڈرنے والے مر لو ہیں یا بچنے والے یعنی ہم وصیت ان پر فرض فرماتے ہیں جو اپنے مال کی برادری اور آخرت کے غلبہ سے ڈریں یا انفرطانی ان سے بھی۔

خلاصہ تفسیر: عرب میں تقسیم مال میت کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ یہ وصیت پر بہت اہتمام سے عمل ہوتا تھا اکثر مرنے والے بھی وصیت میں اپنے نام و نمود کا خیال رکھ کر شہرت کی جگہ مل دے جاتے تھے اور اگر کوئی وصیت نہ کرتا تو اس کے مال بچے سارے مال پر قبضہ کر لیتے۔ مال باپ اور دیگر قریب کو کچھ نہ دیتے تھے۔ اسلام میں پہلو وصیت ہی فرض کی گئی اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانو تم سب پر فرض ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور کفن و دفن اور قرض سے ذام مال چھوڑنے لگے تو وصیت کر جائے مگر یہ وصیت ظلم کی نہ ہو بلکہ خصوصاً سے مال باپ کے لئے ہو کہ ان کا حق یہ ہے اور عام طور پر مال قریب کے لئے بھی مگر دستور شریع کے موافق وصیت کرے کہ محتاجوں پر مالہ اور قریب داروں کو ترجیح نہ دے اور بقدر رشتہ ہر ایک کو مل دے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے بلکہ پرکیز گاروں پر واجب ہے کہ جو متقی بننا چاہے وہ اس آخری عمل پر ضرور کاربند ہو۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: تقویٰ کے لئے مہلوات کے ساتھ مہلوات کی دورستی بھی ضروری ہے۔ دیکھو وصیت میں انصاف کرنا شرعاً واجب قرار دیا گیا۔ دوسرا فائدہ: مال کو خیر کہہ کر یہ بتایا کہ وصیت خود اپنے مال میں ہوگی نہ کہ دوسرے کے مال میں لے لے اگر مرنے والے کے پاس دوسرے کی لافیت ہے یا مال تو اپنا ہے مگر فرض بھی ہے یا چوری وغیرہ حرام کاموں کا پیر ہے کہ جن قبضہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوئی اس میں وصیت جائز نہیں بلکہ اس قسم کے مال مالکوں کو واپس کئے جائیں۔ اگر مالک کا پتہ نہ لگے تو ان کے نام پر خیرات کو دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ مال دوسروں کے لئے خیر نہیں

شرعاً تیسرا مقدمہ : یہ ہے کہ فیہ سے مطلق چاہو لال مراد ہے تو وہاں زبان۔ قرآن شریعت نے توئی حج کو بھی غیر لایا ہے۔ مثال قرۃ صبر و ہمارا لایا لانا اللات الی من بعد اللہ۔ نیز کہے کہ لب ہر قوم کے معاملہ میں میراث فرض ہے ایسی ہی اس وقت میراث فرض فی جن مفسرین نے فیہ سے لایا اصل مراد لایا کی مراد کل بدن اور فرض سے چاہو لال ہے یعنی ضروریات سے لایا (کہا)

مسئلہ : یہ جمعہ مطلق منسوخ ہے ایک ہے کہ پہلو میراث فرض فی لب نہ رہی۔ کیونکہ اس وقت قبیلہ و معہدی ہوا تھا میراثات میراث نے سب کے لیے مقرر کر دیے جس سے عد میراث ضروری نہ رہی۔ سو یہ کہ اصل میں پہلو فیہ و قریبہ و ملوک کے لئے میراث کے لئے قائم ہے۔ ہر عد میراث میں ایک اور میراث کے لئے میراث جاز نہیں۔ لہذا یہ منسوخ البتہ میراث فیہ و ملوک کی وجہ سے منسوخ ہے۔ لب بھی وہ میراث ہے (۱) ہونے کو نہ کہ لایا اور فرض اور ہونے کو نہ کہ لایا اس کی وجہ سے فرض ہے۔ (۲) یعنی کے لئے جاز (۳) اس کے لئے کہ (۴) ہر مراد فیہ کے مستحب اور کل مسئلہ : اگر مرثیہ میں کل ہوں تو میراث کے لئے ضرور تعلق میں سے کم کہ میراث میراث تعلق تک جاز۔ اس سے زیادہ جاز۔ مسئلہ : کل میراث میں کہ میراث میراث ہے۔ اسی لئے موقوف اور لایا میراث نہیں کر سکتے کیونکہ من کل کل میراث نہیں۔ مسئلہ : ظہیر کل کل میراث نہیں کیونکہ وہ ذمہ ہیں اور میراث میراث کی ملک ہے اس لئے من کی وجہ سے کل حرام ہے۔ من کی وجہ سے لایا نہ جائے۔ مطلق لایا ہی کہے۔ ہم نہیں سو کہو اس میراث میں ہر ضروری مطلق ہی فی ہر ملوک کے لئے میں گی۔ دیگر بخاری ضروری لب مطلق۔ نیز ظہیر میں منی کے ہیں اور اسی من کی لوفی نظام۔ میراث کیسی جائے۔ اسی لئے من ہر ذکاۃ فرض نہیں کہ کسی میں نیز و فیہوں کا لایا لایا موقوف ہے۔ جب من کل کل میراث نہیں لایا میراث میں۔ لہذا لایا لایا لایا لایا کو ضرور کل میں لایا لایا ہے۔ ہر ملوک من کل میں موقوف ہے اور ملوک کے لئے من کل کل میں لایا لایا ہے۔ یہ سب ایک کے لئے حاصل ہیں۔ مسئلہ : بعض مفسرین نے لایا کہ یہ جمعہ منسوخ نہیں کیونکہ اصل کہتے ہیں اس قبلی اور ولدیہ فیہ سے مراد ہر لایا مراد ہیں یعنی اگر قبیلہ میں پہلو میراث سے مراد ہر جائے تو میراث ہے کہ ان میں میراث سے لایا لایا لایا۔

پہلا اعتراض : اس جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ولوک کے لئے میراث جاز ہے۔ ہم جمعہ سے مراد لایا ہے۔ یہ کہ منسوخ لایا اور لب کیلئے ہی لایا لایا۔ اس کے چند لب ہیں ایک ہے کہ ہم اصل میراث سے منسوخ نہ کرنا کہ فیہ (۱) میراث میراث سے ہے کہ میراث میراث ہے۔ لیکن قبیلہ میراث کے لئے جس حوالہ کے ہو گی اور حوالہ سے من قرآن جاز ہے (کہا) تیسرے ہے کہ ہم منسوخ نہیں بلکہ طہر رہنے کے لئے ہے اللہ کہہ جسے قرآن اس میں ذکاۃ کے موقوف آئے ہیں۔ مگر مراد فیہ لایا کے لئے میں موقوف انقلاب (ماکل بہ اسلام کہنا) طہر ہو گئے اور موقوف کل ملت ہو گئے۔ من ہر لایا لایا لایا لایا سے تبدیلی طہر سے تبدیلی ہم ہوئی (۲) میراث میراث : حضرت علی و عائشہ صدیقہ و فیرم رضی اللہ عنہم سے ہوئی ہے کہ اصل فیہ سے میراث لایا لایا مراد ہے۔ حضرت علی نے سات سو درہم کو اور حضرت عائشہ نے چار ہزار درہم کو خود لایا لایا اور لایا کہ یہ فیہ میں داخل نہیں۔ جو لایا لایا من حضرت عائشہ سے لایا

وصیت کرنا اس وقت مستحب ہے جبکہ مل و وارثوں کی ضرورت سے زیادہ ہو ورنہ بہتر نہیں۔ اس قدر مل زیادہ نولود والے کے لئے تھوڑا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وصیت کرنا خیر جب ہے کہ جب ورثاء غنی ہوں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بھی مل چھوڑے وہ وصیت کرے۔ اگر وصیت نہ کرے تو میراث میں مل ملے گا نولود نبی چھوڑے یا دلی قرآن کریم فرما رہا ہے۔ و وراثت سلیمان داود حضرت سلیمان، داود علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ دیکھو حضرت سلیمان وارث ہوئے نور حضرت داود وارث ہوا وہ حدیث کہ انبیاء نہ وارث ہوں نہ وارث۔ اس قرآنی آیت کے خلاف ہے۔ انبیاء کی میراث وصیت ہونی چاہئے (شیعہ) جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک اترائی و سرافقہ۔ جواب اترائی تو یہ ہے کہ اگر حضور کی میراث نبی چاہئے تھی تو حضرت علی نے صحابہ کو اس میراث ہائے کا حکم کیوں نہ دیا۔ خاموش کیوں رہے نور اپنے دور خلافت میں کیوں نہ تقسیم کی۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں کتب بنیم میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں نور نہ انبیاء کامل قتل وارث ہے۔ ان کامل بلکہ تمام سلاطین کی سلطنتیں وقف علی مقوم ہوتی ہے۔ جس کا متولی قوم چنتی ہے دیکھو خلفائے راشدین کے متوفیہ علاقے ان کی اولاد کو نہ ملے۔ آج کا کافر اعظم نے پاکستان بنایا تو ان کے بعد ان کی بس یا ان کی بیٹی کو پاکستان نہ ملا بلکہ اس کی جگہ ایک بنگالی شخص خواجہ باظم الدین متولی ہوئے۔ حضرت سلیمان داود علیہ السلام کے مل کے وارث نہ ہوئے بلکہ کامل یا مل یا اعلیٰ کے وارث ہوئے ورنہ حضرت داود کے باپ بیٹے تھے سب وارث ہوتے نہ کہ فقط سلیمان علیہ السلام اسی لئے قرآن کریم نے اسی وراثت کا ذکر وہاں ہی فرمایا کہ قال یا ایہا الناس علما مطلق الطور معلوم ہوا کہ وراثت علم مرلو ہے نہ کہ وراثت مل۔

تفسیر صوفیانہ: انبیاء پر مل کی نور لولیا اللہ پر مل کامل اعلیٰ و صل ذوالجلال کی وصیت ضروری ہے۔ انبیاء آخر عمر میں تمام مل کی وصیت کر سکتے ہیں۔ مگر لولیا اللہ لول مل میں ہی کل سے غنی ہو جاتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے دل و ہوا! تم پر ضروری ہے کہ جب تم میں سے کوئی درجہ فنا کی طرف منتقل ہونے لگے اور اپنے نفس لادہ کی موت سے موتوا قبل ان تموتوا میں داخل ہونے لگے اور خیر یعنی منجات حیدہ چھوڑ کر گمے بوجھنے لگے تو اپنے والدین یعنی روح نور بدن کے لئے نور دیگر اہل قربت یعنی دل نور سرور ہائی بشری حالات کے لئے ایسی وصیت کر جائے کہ جو اسراف و فساد سے قتل ہو اور انہیں بتا جائے کہ ہم تو آگے چلتے ہیں تم شہوت نور رسوم و عادات کی پابندی سے الگ رہنا۔ جیسے کہ فرمایا گیا ووصی بها ابراہیم علیہ السلام نے یہاں فرمایا گیا کہ احقا علی المظن یعنی یہ وصیت ان پر واجب ہے جو شرک غنی سے بچے ہوئے ہو۔ خیال رہے کہ قرآن کریم جس طرح کہ اہل ظاہر کے لئے اترائی غنی مل باطن کے لئے بھی آیا۔ ظاہر والوں کے لئے احکام ہیں جن میں خود تہذیبی و عقل باطن والوں کے لئے اس کے خالق و اسرار ہیں جن میں نہ کبھی تہذیبی ہونہ صغ۔ لہذا یہ آیت اہل شریعت کے لئے منسوخ ہے۔ اہل طریقت کے لئے باقی (روح البیان)

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَأَنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ

پس وہ جو بدل دے اس کو بعد اس کے کہ سننے آئے ہیں اس کے سوا نہیں کہ گناہ اس کا اور نہ ان لوگوں کے ہے کہ جو وصیت کو منسوخ کر دے تو اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے۔ سبہ ملک اللہ

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْجِ جَنَافٍ أَوْ إِثْمًا

جو بدلتے ہیں اس کو حقیقی اللہ بخشنے والا ہے۔ پس وہ جو ڈرے وصیت کرنے والے سے بگڑی یا گستاخاں سے۔ پھر جسے اندیشہ ہو اور وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو

فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

گناہ کا نہیں صلح کرادے درمیان ان کے پس نہیں ہے گناہ اور اگر اسے حقیقی اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس نے کہن میں صلح کرادی اس پر کچھ گناہ نہیں ہے ملک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں حج و صیت کرنے کا حکم تعلق اس کے جاری کرنے کا حکم ہے۔ دوسرا تعلق : گزشتہ آیت میں مرنے والوں کو اور جنوں کے تعلق بدلیت کی گئی تھی۔ اب صیت کے دوسری کو تقسیم میراث میں امتیاز کا حکم ہے۔ تیسرا تعلق : دیگر کام انسان خود کر سکتا ہے۔ وصیت وہ چیز ہے کہ خود جاری نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ دوسرے دھار کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے پہلے تعلق کو امتیاز کا حکم دیا گیا۔ اب اس کے بعد اگر کو۔ چوتھا تعلق : پہلی آیت میں مظلوم و صیت کرنے سے روکا گیا تھا اب حج و صیت کو ظالم نے سے روکا جا رہا ہے۔

تفسیر : فمن بدلہ یا تو یہ فاعل ہے اور کسب یہ یہ جملہ معطوف اور یا جزائیہ اور شرط اس کی مضاف ہے۔ من سے مراد موسیٰ بن موسیٰ صاحب حکام ذیل گولہ اور جو بھی وصیت سے خوار ہو پھر اسے بدلتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہے غریب۔ جس کو اس تبدیلی سے ذرا بھی تعلق ہو وہ سب مراد ہیں بدلتی تبدیلی سے بدلتے جس کے معنی ہیں بدلتا اور بدلتا بدلتا بدلتا کی کوشش کرنا بدلتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا تبدیلی پر راضی ہو یا نہیں یہ تمام معنی درست ہیں۔ کامر خیر وصیت ہے کیونکہ وہ مصدر ہے جس کی طرف خیرہ کر لوٹ سکتی ہے۔ یعنی جب صیت حج و صیت کرنے لگے یا کر جائے۔ تو گولہ موسیٰ حاکم و میراث کا عام مسلمانوں میں سے جو بھی وصیت بدلے کہ یا تو کتاب لکھے یا گولہ لکھ کر لکھ دے یا حاکم رشوت خاں کر لکھا جائے کہ اسے یا کوئی موسیٰ نہ بدلتے کہ اسے یا ان میں سے جو کوئی مرنے والے کو لکھا مشورہ دے کہ وصیت بدل لو کہ کہہ گج کر لکھا ہوتا مگر اس نے لکھا مشورہ دیا بعد ما سمعہ اس کو گج من پکٹنے کے بعد۔ اس کے دو مقصد ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جسے حج و صیت کی خبر نہ تھی وہ نہ گناہ نہیں یا تبدیلی وصیت میں گولہ کی شرط نہیں یعنی جو کوئی بغیر گولہ بنے ہوئے کسی نے اس پر بھی واجب ہے کہ حج جاری کر لے۔ یا اب جو مسلمان اس اسلامی قانون کو سننے کے بعد تبدیلی وصیت میں تعلق کرے۔ خیال رہے کہ قانون اسلامی سے بے خبری عذر نہیں۔ قانون کا سلطان حاکم یا سلطان کے ذمہ ہے اور اسے معلوم کرنا رعایا کے ذمہ۔

لَا يَأْتِيهِمْ فِيهِ مَالٌ كَثِيرٌ وَلَٰكِن مَّا يَصْرِفُونَ ۚ فَكَذَٰلِكَ يُزَيِّفُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ خَزَائِرَهُمْ وَأَنَّهُمْ كَافِرُونَ ۚ  
 والے اس سے راضی ہوئے والے اس پر قدرت رکھتے ہوئے خازن رہنے والے سب گنہگار ہیں کثیر یعنی لب مرے والے  
 گنہگار نہیں کیونکہ وہ صحت صحیح کر گیا تھا کہ گنہگار یہ لوگ ہیں جسے ایک نکل کے ذریعہ سزا دی گئی تھی۔ نکل کرنے  
 والا مرے والے نکل کا طور یہ ہے کہ نکل میں مدد کے لئے نکل سے خوش ہوئے والے نکل کی تباہی کر کے دے گا اگر اسے دیکھ لیں  
 سو تو اپنے گھر میں دیکھو کہ جسے پیچھے رکھ دیا ہے سب کام ہیں۔ پیچھے ہوئے ہیں اور نکل میں ایک نکل کی پابندی میں  
 سب آجائیں گے اور نکل رکھو کہ ان اللہ صبح علیہم اللہ مرے والے کی وصیت اور تبدیلی کر کے دلوں کی باتوں کو خوب  
 سنتا ہے اور اسے ہر ایک کی نیت کا بھی علم ہے۔ دنیا کے حکام کی پکار سے ہم ہمت نہ کھینچتے ہیں کہ انہیں دھوکہ دے دیں۔ پتہ  
 وزارت اب سے کیسے چھوڑے گا اب ہمیں اس سے خوف کرنا ہے۔ چونکہ اس آیت سے مطلقاً تبدیلی کی ممانعت ظاہر  
 ہوئی۔ سب نکل آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہر ایک تبدیلی جائز بھی ہے یہ کہ جن مخالف من موصی جتنا او اٹھا۔  
 من سے دلوں کو مرے ہیں جو وقت وصیت مرے والے کے پاس موجود ہیں۔ خوف سے بازار مار لوہے یا نکل جانتا اگر وصیت  
 سے پہلے پاد وصیت کے وقت پہنچ گیا کہ مرے والا ناجائز وصیتیں کرے گا اگر پہلے تو یہ خوف ہو گا اور اگر مرے کے بعد کسی کو  
 وصیت کی نکل کا پتہ لگاتو یہ علم ہو لائیں کہ اصل نے فرمایا کہ بعد موت کا پتہ بھی خوف ہے اور اس صورت میں منشاء اٹھ سے  
 مرے آخرت کا نکل ہے۔ یعنی جو وصیت کے علم پر وقف ہو کر اس کے نکل پہلے کا خوف کرے تو بعد وصیت درست کرے۔  
 منہ کے سنی ہیں یا نکل ہو جاتا۔ اصل مرے ہے نکل سے برا کام کر چننا۔ اٹھ جلیں جو کر گئے کہ نکل جو نفس وقت وصیت  
 خوف کرے کہ مرے والا غلط ہے پاد وصیت خلاف شرع وصیت کرے گا جو کوئی بعد موت میں نکل غلط وصیت پاد وصیت ہو تو  
 کا صلح منہم اصل۔ کمال من ہے اور اصل کے سنی ہیں صلح کر کے اور ہم کام میں دلوں میں جن کے لئے وصیت ہوئی۔  
 یعنی جس سے مانگنا کہ لوہا دے دو اور نکل میں اس طرح صلح کر لوے کہ جس کو زبردستی کی وصیت ہو گئی ہے اسے کم لینے پر راضی کر  
 دے اور جو محروم کو دیا گیا ہے اسے دلوں سے مرے والے سے صلح کر لوے کہ اس کو ضرور دے کہ قابل وصیت میں تبدیلی کر  
 اور دے گا کہ اس پر راضی کر لے فرجیکہ دلوں کے مرچنے کے بعد غلط دے گا کہ دلوں سے مرے سے پہلے مرے  
 والے سے ہی بدلوں سے ظاہر ہے کہ اس تبدیلی کی جن صورتیں ہیں وہ وصیت کے وقت مرے والے کو صحیح طور سے کر کے  
 غلط وصیت سے روک کر وصیت کی تحریر ہو چکے ہو مرے والے ہی سے غلط وصیت منہم کر کے وصیت کر کے  
 وصیت کے مرچنے کے بعد لوہا وصیت کر راضی کر کے غلط وصیت کو بدل کر درست کر کے جن سب صورتوں میں اگرچہ وصیت میں  
 تبدیلی تو ہوئی مگر فلا اثم علیہ طبع کی غیر کامی تبدیلی ہے نہ کہ صلح یعنی اس تبدیلی میں اس پر کوئی نکل نہیں اور صلح کا  
 جواب ملے گا۔ اگر صلح کرانے میں اس سے کوئی ناجائز کام بھی سرزد ہو جائے تو وہ بھی صاف ہو گا۔ کیونکہ ان اللہ غفور  
 رحیم۔ اللہ ایک نبیوں کے گناہوں کو بخش دے گا مگر یہ تفسیر کیں اور ممکن ہے کہ یہ سنی بھی ہوں کہ اس تبدیلی کی یہ کہ  
 سے لے کر نکل نکل ہو کر بدعت غلط وصیت کر کے والے کو اپنے نام سے صاف فرما دے گا۔

خلاصہ تفسیر : چونکہ مرے والے کا کام ہے وصیت کرنا اور دلوں کا کام ہے اسے جاری کرنا۔ کمال نیت میں تو مرے



ہوئی ہے۔ چوتھا فائدہ: بندے کا حق ظالموں اور جہل بوجہ کرمارتا مطلق ہے۔ جیسا کہ جنتا اور اثام سے معلوم ہوا اگر کسی کی لہو کرے دوسرے کا مرتق فوت جائے تو اسے قیمت دینا پڑے گی۔ پانچواں فائدہ: شرعی احکام میں مطلق کھڑ نہیں سنا جاتا چاہے کہ احکام یکساں یا یکسر دوسرے سے بڑھ کر عمل کریں۔ چھٹا فائدہ: جنتا اگر لہو میں صلح کر لیتا سنا بھی ہلت ہے کیونکہ جنتا انہوں کی جڑ ہے اور صلح اس کا آر۔ ساتواں فائدہ: صلح میں جھوٹ بولنے پر عذاب نہیں جیسا کہ غور و خیر سے معلوم ہوا (کیرا عن زی) نے فرمایا کہ میں جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے۔ دو مسئلوں میں جائز صلح کرنا وقت جنگ کی حالت میں دشمن کو غافل کرنے کے لئے۔ اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے کہ ہم تم کو دوزخ و بنوں میں گھونڈ کر شریہ ہے کہ اس میں بدعتی نہ ہو۔ آٹھواں فائدہ: اگر میت لحد وصیت کر گیا ہو بعد میں اس کی اصلاح ہو جائے تو وہ علم کا گناہ نہ ہو مگر علم کا گناہ ممکن ہے کہ اس غلطی کی بھی معافی ہو جائے۔ نواں فائدہ: وصیت وقف سب شرائط و قفسہ غیرو کی کوئی من کر بھی دی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ بعد ما سے معلوم ہوا کیونکہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت جابر کے محض کئے پر کہ حضور نے مجھ سے اتنی رقم دینے کو بعد فرمایا تھا وہ رقم دے دی من سے گوشت نہ مانگی یہ تعبد ماسد پر عمل۔ دسواں فائدہ: بچہ اپنے چل پھل کے بغیر عذاب نہ پائے گامیت زندوں کے رونے پر عذاب نہ پائے گی۔ فرضیکہ کوئی بھی دوسرے کے گناہ کی سزا نہ بھگتے گا۔ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر صحیح وصیت کو بدل دیا گیا تو گناہ بدلنے والوں پر ہے نہ کہ میت پر۔ گیارہواں فائدہ: اگر متوفی لوائے قرض کی وصیت کر جائے اور وارث لوانہ کریں تو قرض کا بوجھ میت پر نہیں وارثوں پر ہے ہاں ہواں فائدہ: بہتر یہ ہے کہ اگر مل زیادہ ہو تو محرم قریبہ و اولوں کے لئے وصیت کر جائے اور ان میں ترتیب یوں رکھے کہ لیل فیسی محرم جیسے خالہ بھانجی بہنو بھی بیچتی بیچا مہوں وغیرہ بعد وہ شریکے محرم۔ پھر سسرال کے رشتہ دار اور پھر زوی اور بعد سسرے کا زفر جیسے مسجدیں بنوانا تو نہیں کھدو و غیرو (عن زی)

مسئلہ: اب وراثت کے لئے وصیت اور تملک مل سے زیادہ کی ہوئی وصیت جاری نہ ہوگی ہاں اگر وہ وراثت پر راضی ہوں تو جاری ہو جائے گی۔ اب بھی واجب ہے کہ لائقوں اور ملحقوں کو قرض کی وصیت کر جائے تاکہ وراثت سے بے خبر نہ رہیں۔ یعنی اگر لائق قرض دوسروں پر ہے تو اس کی بھی خبر کر دے بلکہ بہتر ہے کہ یہ سب باتیں اپنے پاس لکھی ہوئی رکھے کہ موت کی خبر نہیں۔

پہلا اعتراض: صلح کرنا واجب ہے اس کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ گناہ نہ ہو مگر جب گناہ نہیں تو غور و خیر مکتو کریں ہوا۔ جواب: اس کے جوابات فقیر و غلام فقیر سے معلوم ہو گئے کہ یا تو یہ مطلب ہے کہ میت گناہ سے پاک ہو گیا یا یہ کہ تہذیبی کبد لئے دوسرے پر گناہ نہیں اور صلح کرنا صلح میں جو بڑے کام کر بیٹھے گناہ گناہ نہ ہو گا۔ صلح کرانے میں بھی جھوٹ بھی بولنا پڑ جاتا ہے اور بھی اپنے اثر و رسوخ سے ایک فریق پر رہتا بھی ڈالا جاتا ہے نہ یہ جھوٹ بولنا گناہ نہ یہ دہوا ڈالنا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قرض و متوفی کی صلح اسی طرح کرائی کہ قرض خود سے آدھا قرض کہہ کر محقق کر دیا اور متوفی سے فوراً قرض لوا کر لوایا یہ دہوا بھانج نہیں بلکہ صلح کے لئے ہے اس پر گناہ نہیں۔ دوسرا اعتراض: بعد ماسد کیوں فرمایا۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جو سن کر اور جان کر تہذیبی کرے وہ گناہ جو بے خبری میں کیا کر بیٹھو گناہ

نہیں اگر وہ اپنے مالک کے سامنے ظلم و ستم پیش کی اور اس سے نفی جاری کر دی تو وہ بھی اللہ سے سزا دے کہ تہدیلی کا گناہ ظلم و ستم ہی نہ ہو گا بلکہ وہ سب کی بدعت بن بھی گئے اور تہدیلی کو نہ روکے وہ بھی گناہ ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے دلوں کی بدعت میں تہدیلی کرنا جرم ایسے ہی جہل و اہل کی بدعتوں میں فرق کرنا سخت گناہ یعنی ظلم پر واجب ہے کہ امت تک ظہر کے سارے فرقان تہدیلی پہنچا دیں۔ یونہی صوفیاء پہلازم ہے کہ لفظ دلوں کے جہل و قہل مسلمانوں تک پہنچائیں۔ ان میں تہدیلی کرنا سخت گناہ ہے۔ اہل اگر ظہر میں یا شیخ وقت کو یہ لفظ نہ ہو کہ ان حضرات کے لہجوں سے یا ملاقات سے لوگ لفظی یا غلطی سے جگہوں کے کیونکہ وہ چیزیں ان کی عقل سے جانتے ہیں تو انہیں جہاز ہے کہ ان کی شرع کے قتل قہراً کر لو گوں تک پہنچائیں یعنی ان مسلمان میں جو اس کے بگنے کی حلا میعید آکر دی تو یہ گناہ نہیں بلکہ ثواب کے مستحق ہیں اس کلام سے لوگوں کی غلط فہمی یا تو بہت با اہم ہے اور ان متعلق مسلمان کی شرع کے انہیں قتل قہراً اس کی اصطلاح ہے چاہی لگے شای نے لیا کہ اولیاء اللہ کے عقل سے بلا کلام عقل قرآنی تکلیفات کے ہیں۔ ان کے جہل و قہل ان کے شراب کی کاٹوی بھی سکتا ہے یا تو کسی ظلم و ستم سے اس کا مطلب پر محدود نہ ان میں خود کو جو کچھ شای باب امرتہ ہیں۔ حضرت رب کے واسطے ہیں مگر جہل کو ان کی تکلیف دینا منع۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے قرآن مجید کی آیت پر تم پر روزہ رکھنا جیسے کہ فرقہ کہا گئی اور یہ ان لوگوں  
اے ایمان والو! تم پر روزہ فرقہ لکھا گئے۔ جیسے کہ ان لوگوں پر فرقہ لکھا ہوئے۔

فَبَلِّغُوا لَهُم مِّن بَاطِنِ الَّذِي أُخْطِئُوا بِهِمْ فَكُلُوا وَشَابِعُوا فِي حُلِيِّهِمْ مَا لَكُم مِّن مَّالٍ مَّن بَيْنَ يَدَيْهِ يَوْمَ يُخْرِجُ الْمَوْتُ عَنْكُمْ سَعْيَكُمْ

کہ جو پہلے تھے تم پر تاکہ تم باطنی کار جو۔

کہ کہیں کہیں دوسرا نیز گاری سے ہے :

تعلق : اس آیت کا تعلق آج سے چار طرح سے تعلق ہے۔ سلا تعلق : مکمل افعال میں خاص بدعت کا کہ تعلق جس کا تعلق جس سے ہے اب روزہ کا کہ ہے جس کا تعلق جس سے ہے کہ روزہ سے ہے مراد ہے۔  
دوسرا تعلق : مکمل آیت سے معلوم ہو کہ سوائے کہ روزہ کے گناہ کی زندگی میں کو حشر کرنا لایا ہے۔ اسی سے بدعت کا جاری کرنا غرض ہے کہ اگر اس میں بدعت کے غم کا روزہ کرنا ہے۔ لایا جا رہا ہے کہ بدعت کو روزہ کی بدعت یعنی روزہ رکھو۔ تیسرا تعلق : مکمل افعال میں معلوم ہو کہ جان کا خاص لایا ضروری ہے لایا جا رہا ہے کہ افعال کا خاص یعنی بدعت بھی ضروری ہے کہ اگر کسی کے روزے لایا جائیں تو وہ اس کے عوض دے رہے رہے۔

**تفسیر :** یا ایہا النفع امنوا چو تکہ روزہ کا حکم دیا جا رہا ہے جو نفس پر ہماری ہے۔ لہذا مسلمانوں کو پیارے خطاب سے پکار کر ان کی عزت افزائی فرمائی اور صحت پر عمل کیا چو تکہ روزے کا مہلت ہونا مثل انسانی سے روا ہے۔ کچھ میں نہیں آتا کہ بھوکا یا سارے مہلت کیوں ہو گیا۔ اسی لئے اس طرح خطاب کیا گیا۔ یعنی تم ہو مومن اور بندہ و قنوار تمہاری شان یہ ہے کہ ہمارا ہر حکم کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے کلچ کے طلبا ہر بات عقل سے سمجھتے ہیں مگر فوج و پولیس کے ملازم ہسپتال کے مریض بغیر سوچے سمجھے اطاعت کرتے ہیں۔ لہذا تم روزوں پر عمل کرو جس سلطان عشق ہے وہی عقل کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ یا کہ کہیا دوں کو پکار اور لہجہ کی تنبیہ سے حق کی عظمت و دور کی نور و مسوا فرما کر ان کے محبوب ہونے کی گواہی دی کہ اسے وہ لوگو جو ایمان لاکر ہمارے ہو چکے ہماری ہر خستہ نرمی بات بھی قبول کرو۔ اگر آگ میں گرنے کو فرمائیں تو کوہ جہو۔ اگر ہمیں کسی مرغوب چیز سے ہٹائیں تو ہٹ جہو۔ کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے۔ لہذا تم سے فرماتے ہیں کہ کتب علیکم الصام کتب کے معنی ہیں۔ لکھے گئے یا لازم کئے گئے۔ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے لوح محفوظ میں یہ روزے تمہارے ہمارے لکھے گئے تھے یہ فرضیت محض اتفاقی طور پر نہیں بلکہ طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہے لہذا تم اس پر ضرور عمل کرو تا تو رستہ انجیل میں لکھا جا چکا تھا کہ امت محمدیہ پر یہ روزے فرض ہوں گے حق کتب میں تمہاری نیک نامی ہو چکی ہے۔ اب روزہ چو برا روزہ چھوڑا روزہ توڑو کر اپنے نام کو نہ لگایا اب تک تو تمہارے روزہ اختیاری مہلت تھی کہ ہمیں فدیہ کا بھی حق تھا کہ اب روزے لازم کر دیئے گئے۔ وہ اختیار ختم ہو گیا یہ آیت محکم ہے اختیار کی آیت منسوخ۔ صیام کلامہ صوم ہے جس کے لغوی معنی ہیں باز رہنا چھوڑنا اور سیدھا ہو کر کھانا کھانے کے لئے خاموشی کو صوم کہتے ہیں۔ اسی بقول للرحمن صوما فلن اکلمہ کیونکہ اس میں کلام سے باز رہنا ہے وہ سیر کو صوم کہتے ہیں کہ یہ وقت سورج کے قیام کا ہے۔ کہتے ہیں۔ صامت الراح ہو اور دست ہو گئی اور صام الفرس۔ گھوڑا کھڑا ہو گیا (کیا) شریعت میں مسلمان کا صبح صلوٰۃ سے آلتاب ڈوبنے تک بہ نیت مہلت کھانا چھوڑنا اور ہم بستی ترک کرنے کا نام صوم ہے۔ یعنی روزہ کیونکہ اس میں کھانا پینا چھوڑنا اور نفس کی دورستی ہے۔ صیام اس کا مصدر ہے یعنی روزہ رکھنا جیسے قیام اور صوم و صائم کی جمع بھی صیام ہی آتی ہے۔ جیسے نام کی جمع نیام اور قائم کی جمع قیام۔ یہاں معنی صمدی مرلویں (کبیر و امیری) یعنی فرض کیا گیا تم پر روزہ رکھنا اور ممکن ہے کہ صیام صوم کی جمع ہو یعنی فرض کئے گئے تم پر روزے خیال رہے کہ یہاں صیام سے مراد رمضان کے روزے ہیں نہ کہ عاشورہ یا ہر ماہ کے درمیانی تاریخوں کے روزے لہذا یہ آیت ان احادیث کی تلخ ہے جن سے عاشورہ یا ہر ماہ کے تین روزوں کی فرضیت ثابت ہے۔ فتح حدیث باقران درست ہے۔ کما کتب علی النفع من قبلکم چو تکہ روزہ نفس پر دشوار تھا اسے آسان کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ یہ تم پر ہی فرض نہیں ہوا بلکہ اگلی امتوں پر بھی تھا ذرا امت سے کام لیا کہیں حق کے مقابلہ میں ٹل نہ ہو جہو۔ تفسیر کبیر و امیری میں ہے کہ تو صلی علیہ السلام سے جیسی علیہ السلام تک ہر امت پر روزے فرض رہے چنانچہ قوم علیہ السلام پر ہر قمری مہینہ کی تیرہویں پندرہویں کے روزے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشورہ کا روزہ فرض رہا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سب سے پہلے نوح علیہ السلام نے روزے رکھے (اور منظور) تفسیر کبیر نے فرمایا کہ عیسائیوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض تھے۔ چو تکہ قمری مہینے موسموں میں گھومتے رہتے ہیں اور گرمی کے روزوں میں انہیں تکلیف ہوتی تھی اس لئے انہوں نے شمس مہینے سے موسم بہار کے روزے لازم کئے تاکہ گرمی سے بچ رہیں اور بدلتے کے عوض میں روزے اور بڑھا کر بجائے تیس کے پاس پہنچے۔ ایسے ہی یسویوں پر بھی رمضان ہی

کے روزے فرض تھے۔ جنہوں نے یہ چھوڑ کر ایک عاشورہ کا روزہ اختیار کیا کیونکہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی۔ فرسیدہ یا تو صرف روزہ میں تشبیہ ہے اور یا اس کی مقدار میں بھی نور الفتن سے یا تو ساری اگلی آیتیں مراد ہیں یا اہل کتب اعلیٰ کے تصوف اس کا تعلق کتب سے ہے اور اس میں روزہ کی حکمت کا ذکر ہے۔ یعنی تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے تاکہ تم جہنم کی آگ سے بچ جاؤ یا پرہیزگار ہو جاؤ۔ کیونکہ گناہ کرانے والا نفس ہے لہذا کھانے پینے سے قوی ہوتا ہے۔ جب روزہ سے اس کی قوت ٹوٹے گی تو تمہیں گناہ کی طرف رغبت بھی کم ہوگی اور پرہیزگاری بھی حاصل ہوگی۔

خلاصہ تفسیر : اسے مسلمانوں میں ایک ایسا عمل بتاتے ہیں جو تقویٰ کی اصل ہے نہ یہ کہ تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں مگر یہ تسلسلے والے فیہات نہیں۔ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض نہ کئے ہیں تم اس پر کلید رکھو تاکہ تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہو۔

### روزہ

روزہ نبوت کے چند مہینوں میں یعنی دس شوال 2 ہجری میں فرض ہوا۔ (فرائض العربیہ اور علماء خلافت) لہذا صرف ایک روزہ یعنی عاشورہ کے دن کا فرض ہوا۔ پھر یہ منسوخ ہو کر ہر چاند کی تیر مہینوں، پندرہ مہینوں، پندرہ مہینوں کے روزے فرض کئے گئے۔ پھر یہ بھی منسوخ ہو کر کھار و مضان کے روزے فرض ہوئے مگر لوگوں کو اختیار تھا چاہے روزہ رکھیں چاہے نہ رکھیں لہذا کہیں یعنی ہر روزہ کے عوض کو حاصل (175 روپیہ افغانی) کیوں کا ایک صلہ جو (351 روپیہ) بھی صدقہ کیوں۔ پھر یہ اختیار منسوخ ہو کر روزے لازم ہوئے مگر یہ پابندی رہی کہ رات کو سونے سے متوجہ نہ ہو کھانا نہ کھاؤ۔ مگر حضرت صمد کلو قہ پیش آنے پر صبح تک کھانے پینے کا اختیار دیا گیا۔ مگر جملہ پھر بھی حرام رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کلو قہ پیش آنے پر رخصت ہوئے یہ بھی حلال کر دیا گیا۔ ان سب چیزوں کا ذکر اگلی آیتوں میں آ رہا ہے اس آیت میں اعلیٰ حکم ہے (تفسیر امجدی) کیوں کہ لہذا "مگر پرہیزگاری ہو۔ پھر نماز" پھر زکوٰۃ "پھر روزے" پھر حج (مدح الیہا) درمیان میں فرمایا کہ لہذا میں بھی تہذیبیں ہوتیں۔ اور روزہ میں بھی۔ نماز سراج میں پچاس وقت فرض ہو کر پانچ پانچ کم ہو کر پانچ رہیں۔ پھر لہذا "مگر وقت میں دو رکعتیں فرض تھیں بعد ازاں سفر میں دو رکعتیں اور راقعت میں بعض چار یا تین رکعتیں گئیں۔ مگر روزہ نبوت کی طرف پھر کعبہ حرم کی طرف لو اور تہذیبیں واقع ہوئیں۔

روزے کے اسرار : روزہ میں صدا گنتیں ہیں۔ اسی لئے ہر قوم اس کو عبادت مانتی رہی اور جانتی ہے اگرچہ طریقوں میں قدرے اختلاف ہو۔ ہم کچھ گنتیں بیان کرتے ہیں۔ (1) روح ہالم اجسام میں آئے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے پاک و صاف تھی۔ اسی لئے گناہوں سے بھی محفوظ رہی۔ اجزاء جسم کا بھی یہی حال تھا مگر حسب ذیلوں کے تو جسم روح کی وجہ سے غذاؤں کے ماتحت ہوئے اور گناہوں میں جلاک ضرورت تھی کہ اب بھی کچھ روزانہ کو مرغوب نہ لیں سے باز رکھا جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں۔ (2) نفس اور روح دو دشمن ہیں۔ جن کا مقام جسم انسان ہے ان میں سے ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا منبب ہے۔ نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے قوی ہوتا ہے اور

روح نیک عمل سے ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوکا کھاجائے تاکہ نفس کنور ہو۔ (3) روزہ میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کا پتہ چلتا ہے۔ جس سے غذا اور پانی کی قدر ہوتی ہے اور انسان غذا کا شکر کرتا ہے۔ (4) روزہ سے بھوکوں پیاسوں پر صوفی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ غنی اپنی بھوک یاد کر کے فقیہ کی بھوک کا پتہ لگاتا ہے یہاں روح الہیان میں ہے کہ انسانوں کے تیسریو شدہ تصورث کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوئی تو ملکہ اردوں کو روزہ کا حکم دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تمہارا کھانا ختم ہوں گا کہ وہ شام کو تم اور وہ دونوں کھاتے۔ (5) روزہ سے بھوک کے برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے۔ اگر کبھی کھانا میسر نہ ہو تو انسان گھبراتا نہیں۔ (6) بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ لب بھی ڈاکٹر و طبیب کہتے ہیں کہ قحط بہت بیماریوں کا علاج ہے۔ کیونکہ اس سے معدہ کی اصلاح ہے۔ (7) نفس دن میں دو کھانے پینے اور شب کو سونے کی رغبت کرتا ہے۔ شریعت نے اس کی اصلاح میں کرائی کہ بھی دن میں دو روزہں بھور رات میں لگادوں گا حکم دیا کہ ہر مصلحت میں دن کو کھانے سے باز رہو اور رات کو تلوں اور تہہ پر صبح خیال رہے کہ ملکہ جہاد فیہ فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی ادا کرتے ہیں مگر روزہ صرف انسان ہی کی عادت ہے فرشتے اور سری مخلوق ملکہ غالباً جنت پر بھی روزہ فرض نہیں۔ یہ انسانی خصوصیات سے ہے اسی لئے حکیم میں انسانوں سے خطاب ہوا جیسے رب فرماتا ہے واللہ علی الناس حج الہیت من استطاع الہیہ سبلا حج صرف انسانوں پر ہی فرض ہے۔

روزہ کے فضائل : روزہ کے فضائل بے شمار ہیں۔ یہاں کچھ عرض کئے جاتے ہیں۔ (1) حدیث قدسی میں ہے کہ رب فرماتا ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ساری عبادت میں ریا ہو سکتی ہے روزہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ سب میں کرتا ہے اور اس میں چھوڑتا ہے لہذا اس کی جزا بھی کوئی مقرر نہیں۔ رب جہاد فیہ فرماتا ہے کہ دیگر عبادت قیامت کے دن فرض فرمادو وہ سبے اہل حق یحییٰ سکتے ہیں مگر روزہ نہیں چھین سکتے۔ وہاں ان سے فرمایا جائے گا کہ روزہ ہمارا ہے کسی کو نہ ملے گا ایک روایت میں ہے وانا اجزی بہ میں اس کا بدلہ ہوں (عمر بنی) یعنی تمام عبادت کا بدلہ جنت اور روزہ کا بدلہ خالق جنت۔ (2) تمام عبادت میں علامت کا قلب ہے اور روزہ میں عشق کا گہوار ہے اس میں رب کے لئے دنیا کی چیزوں کا چھوڑنا ہے۔

عاشق را شش نشان است لے پر آہ سرد و رنگ زرد و چشم ترا  
گر ترا پسندم دیگر کدام کم غور و کم گفتن و خشن حرم

یہ سب باتیں روزہ میں ہیں اور مطیع کا بدلہ تو انعام ہے مگر عاشق کا بدلہ لقا ہے۔ (3) روزہ میں انسان ہر وقت عبادت رہتا ہے سو نامور لانا چلتا پھر سب عبادت کیونکہ ہر حال روزہ منہ میں ہے۔ (4) جیسے کہ وضو غسل گندگی ہ جسم کو دور کر کے انسان کو عبادت و مخلوق اور مسجد میں آنے کے قتل بخاطر ہے۔ ایسے ہی روزہ روح کو پاک کر کے دہلیز کے لائق بناتا ہے اور مشاہدہ جمل اور ہنگامی رب ذوالجلال کی قابلیت پیدا کرتا ہے۔ جب ساری طبعی اسقام کو دور کر دے تو روزہ رکھ کر جانے اور توڑنے سے لے کے لئے پائیس روزے رکھے۔ (5) روزہ سے شہوت لڑتی ہے غفلت دور ہوتی ہے جس کی غفلت اس سے بھی نہ جائے لے چاہئے کہ لپچے کو رنج و غم اور فکر آخرت میں جکڑ رکھے کیونکہ یہ نفس کا آخری علاج ہے۔ (6) حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ہر مصلحت اور قرآن روزہ دار کی شفاعت کریں گے۔ (7) تین شخص بہت بد نصیب ہیں ایک وہ جو حضور پاک کا

عام شرط ہے کہ روزہ روزہ ایک نہ پڑھے اور نہ دوسرا نہ کرے اور نہ ہی پہلے کا پڑھ لیا کر منہ حاصل نہ کرے۔ تیسرے سے بعد اور مطلقاً کہ  
پہلے سے آواز نہ ہو جائے۔ (ص ۵۷)

پہلا اعتراض : روزہ دن میں کیوں ہوتا۔ رات میں کیوں نہ مقرر ہوتا۔ جواب : رات میں تو انسان سوتا ہے۔ اگر نہ نہیں  
کھاتا چلا سکتا ہے۔ اگر رات میں روزہ ہو تو عبادت اور طہارت اور شریعت میں فرق نہ ہو کہ نذران  
میں انسان چیزوں کو بھی نہ کھائے اور لوگوں کو کھاتے پیتے بھی عورت آحسن و محل بھی اس کا لباس نہ لے اور نہ کھائے بھی بلا  
کر ہے جس سے کھانے پینے اور محل کی رخصت پیدا ہوتی ہے اس وقت میر کرنا اقل کل اور پھر جواب ہے۔ دوسرا

اعتراض : نفل ایک کے لئے ہے پھر وہ بے کیوں نہ لیا۔ جواب : یہ ایک انسان کے لئے ہے یعنی تم تقویٰ کی بنا پر روزہ  
رکھو اس پر تین روزہ رکھو کہ قبولیت رب کے لئے ہے۔ تیسرا اعتراض : روزہ تو کھانے پینے کی بجا ہے  
کیوں ہی کی۔ چاہئے تاکہ دن اور رات کا روزہ ہو کہ جواب : یہ بات طاقت انسان سے باہر ہے جس سے وہ کھانے پینے کو  
مہلت سے بھی محروم ہو جائے گا نفس کی اصطلاح منظور ہے نہ کہ اس کا پاک کرنا۔ چوتھا اعتراض : اللہ تعالیٰ نے ساری  
عبادتوں سے تعبیر فرمائی صلوٰۃ زکوٰۃ حج و غیرہ روزوں کے لئے جمع کھائے کیوں نہ لیا۔ جواب : یہاں بھی بجا ہے عبادت کے موسم  
فرماتا چاہئے تھا۔ جواب : اس کے بعد جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں پیام صوم کی جمع نہیں بلکہ صوم ہے۔ یعنی روزہ رکھنا ہے  
قیام یعنی کھانا پھر اگر جمع ہو تب اس میں روزے کی نصیحت کا حکم ہے کہ ہر روزہ مستقل اور نہ تو کھانا پینا نہ لے لے  
ایک اور مضمون میں متحد عبادتیں ہوتی ہیں۔ ہر روزہ مستقل عبادت اس میں ترغیب ہے یا روزے سے عطف قسم کے روزے  
مرو ہیں۔ رمضان کے مہینے کے مہینوں کے وہ ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : اسے لوگوں کو اور حضور کا مشاہدہ کے رب کے اس میں آپ کے تہہ جہاں تہی سری مدافعی روزہ  
فرض کیا گیا۔ سب سے روزہ یہ ہے کہ روزہ دار کا ہر عضو گناہوں سے محفوظ رہے۔ آگے حرام چیز نہ کھے۔ کل محو نہ ہو کہ کلامی  
باج کی کوئی نہ لے۔ زبان ہی باتوں سے بچو غیبت۔ لہذا روزہ یہ ہے کہ وہ بہت فیاض سے محفوظ رہے۔ روزہ روزہ  
کہ وہ عالم روحانیت میں رب کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔ سری روزہ یہ کہ اپنے کو غیر اللہ سے چلنے والی مغفرت سے بچا لے  
حقیقی روزہ اور ہے۔ شری روزہ جسے اللہ دیکھ کر شہاد ہو کہ وہ اور تبار کی رخصت دیکھ کر ختم ہو کر جس کے روزے کی بجا  
جسے ہلال پر اور احتساب عمل پر ہے۔ شریعت میں رمضان کا ہمارا دیکھ کر روزہ شہاد کہ وہ عید کا ہمارا دیکھ کر ختم جیسا کہ  
عدت میں ہے کہ صوم والوہ و اطروا انویہا مل طریقہ لیتے ہیں کہ رب کا عمل دیکھ کر روزہ شہاد کہ وہ  
عمل ہی دیکھ کر غلط کہ وہ صوم کے روزے مل کے ہیں۔ خاص کے مل کے اور خاص انہوں کے روزے کہ وہ کھانا  
دونوں کے کہ وہ عظیم میں دونوں ہی سے مطلب ہے یہ روزے تم پر ہی فرض نہیں ہیں بلکہ تم سے پہلے صوم اور جسم دونوں  
روزہ لیتے تھے۔ تمہیں پر عمل کو تاکہ تمہارے ہی کو رہا رہا کی حاضری کے قائل ہو جاؤ۔

اَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ

دن گننے ہوئے پس جو جو تم میں سے بیمار یا اوپر سفر کے پس شمار کرنا ہے

گنتی کے دن میں قرآن میں ہو جو سوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور

اَيَّامًا آخَرًا وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مِّسْكِينٍ فَمَنْ

دن دوسروں سے اور اوپر ان دنوں کے جو نہیں طاقت رکھتے فدیہ ہے کھانا فقیر ۲ پس جو زیادہ

دلوں اور جہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی

تَطَوُّعًا خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

کرے بھلائی پس وہ بہتر ہے واسطے اس کے اور یہ کہ روزہ رکھو تم بہتر ہے واسطے تمہارے

زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بھلا

تَعْلَمُونَ ﴿۲۰﴾

اگر ہو تم جانتے

ہے اگر تم جانتے

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیت سے چار طرح سے تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت میں روزوں کا حلالی حکم دیا گیا۔ لب اس کی بدلت اور کچھ دیگر احکام کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ روزے سب پر فرض ہیں۔ لب فرمایا جا رہا ہے کہ تم میں سے بعض کو مصلحت بھی ہے اور بعض کے لئے دوسری آسانی بھی۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں مسلمانوں کو یہ فرما کر قیل دی گئی تھی کہ انگوں پر بھی روزے فرض روچکے ہیں لب دوسری طرح بھی تسکین دی جا رہی ہے۔

تفسیر : آیات مصلحت لایام جمع یوم کی ہے۔ جس کے حقیقی معنی ہیں دن بھی نماز اور وقت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں اس کا زیرو تو اس لئے ہے کہ کتب کا عرف ہے یا میام کی تفسیر یعنی اعمی کا مفعول یا موصو مضافل پوشیدہ کا عرف۔ مصلحت جمع محدود کی ہے اس کلام ہے جس کے معنی ہیں ملانا گنتی شکر پھر بھی کی یا تیار کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں تو گئے ہوئے دن مراد ہیں یا تو روزے یا تیار و مقرر کئے ہوئے یعنی تم پر روزے فرض ہیں گنتی کے یا تو روزے دنوں میں یا ان دنوں میں جو اس مصلحت کے لئے پہلے سے مقرر کر دیئے گئے۔ (روز جو کیسے گنیرا نہ جانا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ لایام سے مراد ہر مہینہ کے تین دن ہیں کیونکہ امام بھی جمع قلت ہے اور محدودیت بھی جو تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اگر لہ رمضان مراد ہو تو جمع کثرت فرمائی جاتی۔ یہ آیت اس وقت کی ہے جب یہی تین روزے فرض تھے پھر لعن شہد منکم الشہو سے منسوخ ہو گئی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے لہ رمضان ہی مراد ہے اس کی کی بتانے کے لئے جمع

قلت لائی گئی۔ جیسے کہ دیتے ہیں لیام و نیل۔ لہذا یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ ان تین روزوں کی طرح ہے اور من شہد منکم الشہد اس کا بیان حدود و اوقات سے یا تو رمضان کے دنوں کی کی بیان کی گئی یا ان کی با فضیلت یعنی تھوڑے سے گنتی کے دن ہیں جب قس کے لئے گیارہ ملہ کھاتے چتے رہتے ہو تو ان گنے چنے دنوں میں رب کے لئے روزے بھی رکھ لیا کرو۔ یا یہ دن اور ان دنوں کی گزریاں گئی جاتی ہیں دوسرے مہینے کی تار نہیں کسی کو یاد نہیں ہو تیں مگر رمضان کی ہر تاریخ نور و راحت مسلمان شہر میں رکھتے ہیں یا یہ مہینہ روزہ داروں کے لئے پاک و آہستہ ہے کہ گنتے شمار کرتے گزر جاتا ہے روزہ چاروں کو بھاری جیسے قیاس کے دن سو من کو بھر دھار رکھتے نماز اور کافروں کو بھاس ہزار سل کیا ان تاروں کو اور ان میں ہونے والے کاموں کو فرشتے گنتے رہتے ہیں تاکہ ان کے ہر فقرہ ہر بات کے قطرے ہر موسیٰ کی ہر لہو اپڑا ہوا جلے۔ فرشتے حدود و قیود ان میں گمراہ یعنی گنتے والے مسلمان ہیں یا فرشتے رحمت حق کان منکم موعظا یہ خدا کرنے کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور بھاری سے وہ مرض مراد ہے جس میں روزہ نقصان دہ یعنی شریعہ سے نکلنے سے مراد بھاری موجود ہو علی اس کا توئی ہمارے ہونے ہے اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی بیمار ہے اور روزہ سے بھاری بڑھنے کا خوف ہو۔ دوسرے یہ کہ روزہ سے بھاری لپٹی ہوئے کا اندیشہ ہے تیسرے یہ کہ فی الحال تو تندرست ہے مگر تجربہ یا طبیعت حائق بتاتا ہے کہ روزہ سے بیمار ہو جائے گا سب صورتوں میں خدا کر سکتا ہے۔ مریض، معرض سے بیمار جس کے معنی ہیں کسی کے اعضاء کا صحیح حالت پر نہ رہنا یعنی تم میں سے جو کوئی بیمار ہو او علی مطلق معنی فی ہے اور سفر کے معنی کھانا ہیں۔ چونکہ پردیس میں جانے سے دنیا کے مملکت ظاہر ہوتے ہیں اس لئے اسے سفر کہتے ہیں۔ اسی لئے جائزہ کو منسوخ پہلی کو سفیر صبح کے اہلے کو اس سفر اور کتب کو سفر۔ عورت کے بے خطب ہونے کو اس سفر کہا جاتا ہے۔ ان سب میں کھانے کے معنی موجود ہیں۔ (کیسے شریعت میں ستون میل کا رو کہ کدو ملے سے نکل جانے کا نام سفر ہے اور جب تک کہ کہیں چہ روزہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے وہ مسافر ہی ہو گا چہ نکہ بھاری کے اندیشہ سے بھی تھا جائز مگر سفر کے ارادہ سے تھا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے سفر میں رہنا ضروری۔ اسی لئے یہاں علی مطلق فرمایا ایک مسافر نہ کہ اور وہاں علی مرض نہ فرمایا یعنی جو شخص سفر میں ہو یا سفر سوار ہو تو ان دنوں کا حکم یہ ہے کہ فعدة من ايام اخر وہ تو شہد علیہ کی خبر اور فعدة کا مصدر ہے یا تو مصدری معنی ہی میں ہے یا معنی مفعول۔ ايام اخر سے بیمار کے لئے تو تندرست ہو جانے کا زمانہ مراد ہے اور مسافر کے لئے وطن واپس آنے یا کہیں چہ روزہ کی نیت سے ٹھہرنے کا وقت یعنی ان پردہ سرے زمانہ میں اتنے ہی گئے ہونے روزہ رکھنا ضروری ہیں یا ان پر جس زمانہ کی شمار دوسرے وقت پر ہی کرنا واجب ہے۔ ان دنوں صورتوں میں روزہ بالکل ساقط نہیں بلکہ موخر کر دیا گیا آگے اس حذر کا کہ جس میں روزہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پردہ روزہ رمضان ہے ہوش رہے کہ دن رات میں ایک گھڑی کے لئے ہوش میں نہ آئے اس پر روزہ بالکل ساقط ہے کہ نہ تھا واجب ہے نہ فدیہ۔ و علی الذین وظفونہ یہ تیسرے گروہ کا کہ جس پر نہ روزہ واجب نہ تھا لیکن ان کا حق سے تھا جس کا ان طوق ہے۔ یعنی گئے کار گئے کی زنجیر کی بھی اس لئے طوق کہا جاتا ہے کہ وہ ہمارے طوق گردن کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے پھر قدرت انسانی کو طاقت کہنے لگے۔ کیونکہ وہ کام کو گھیر لیتی ہے۔ کبھی مشقت کر سکتے کو بھی طاقت کہتے ہیں۔ یعنی آسانی سے کر لینے کو سہولت اور مشقت سے کہنے کو طاقت کیونکہ اس صورت میں کام انسان کو گھیر لیتا ہے یہاں اس میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے طاقت اور قدرت دیکھو والے انسان مراد ہیں اور یہ آیت کلمہ صحت منسوخ ہے کیونکہ پہلے روزے کا اختیار

قنا کہ جو چاہے رکے اور جو چاہے نہ رکے ہر من شہد آیت سے یہ اختیار منسوخ ہو کر روزہ ہی فرض ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سے وہ بڑے مرلوں جنہیں روزہ میں مشقت ہو اور آئندہ طاقت آنے کی امید نہ ہو انہیں فدیہ کی اجازت دی گئی۔ تیسرے یہ کہ اس کا صدر لفظ باپ افضل سے ہے اور اس کا امزہ سلب کے لئے اور اس سے وہ بیمار و غیور مرلوں جنہیں شکر دست ہونے کی امید نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں یہ آیت غیر منسوخ ہے (کیونکہ یہ معنی ان لوگوں پر جو روزہ کی طاقت رکھیں ان بڑھوں پر جو بہت تکلیف سے روزہ رکھیں یا ان بیماروں و غیور پر جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں نیز جس شخص پر روزہ ہوں اور وہ بغیر قضا کے مرے یا فدیہ کی وصیت کر گیا ہو تو روزہ قائل مل سے فدیہ لو اگر دیں یہ مجبور بھی اسی آیت میں داخل ہے سب سے زیادہ مجبور تو یہ شخص ہے اور اگر یہ وصیت بھی نہ کر گیا ہو تب بھی ورثہ استعمال اس کا فدیہ دے دیں۔ لفظ طعام مسکن یہ علی الذہن کا جتنا اہم ہے جب فعل مہذوب کا اعلیٰ۔ فدیہ فدیہ یا فدا سے بنا جس کے معنی ہیں مسیحت سے طاقت اور لانا مہذوب۔ لفظ اور قربان ہونے کو فدا ہو جانا اس لئے پڑتے ہیں کہ اس سے دوسرے کی جان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جتنا کو اسی لئے فدیہ کہا جاتا ہے کہ وہ لازم مطلوب ہے۔ طعام اسم مصدر ہے معنی مطہر یعنی خوراک اگرچہ یہ مطلق ہے جس میں ہر غذا داخل مگر اس سے مراد ایک مسکن کو روزہ کی وجہ سے ہر کھانا کھانا طلب ہے اور حاصل کیوں یا ایک صلح جو یا شمشیر اس کی قیمت کی دو سری چیز ہر مکتی پھول و غیو کھانا کھانا طلب ہے ایک روزہ کا فدیہ ہے یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان پر ہر دن کے عوض ایک مسکن کی خوراک واجب ہے۔ لیکن تقطوع عیداً تقطوع الطمع سے بنا جس کے فعلی معنی ہیں شوق طوخی عقلی جہالت کو تقطوع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انسان اپنی خوشی سے اسے کرنا ہے نہ کہ شری مجبوری سے خیر کے معنی بھلائی ہیں۔ یہاں زیادتی فدیہ مرعوب یعنی جو شخص اپنی خوشی سے یہ مقدار مقرر سے زیادہ دے دے۔ لفظ محو نہ یہ زیادتی اس کے لئے بہتر ہے اس زیادتی کی عین صورتیں۔ ایک یہ کہ ایک روزہ کے عوض چند مسکنوں کو کھلا دے دوسرے یہ کہ ایک ہی مسکن کو مقدار مقرر سے زیادہ کھلا دے دے۔ تیسرے یہ کہ روزہ بھی رکھے اور فدیہ کی مقدار کھلا بھی خیرات کو دے (روح الامیان) کچھ بھی کرے کافر کی زیادتی بہتر ہے وان تصوموا بحمد لکم یا تو مسافروں اور ان بیماروں کو خطاب ہو رہا ہے جو عسقت روزہ رکھیں یا ان بڑھوں سے گفتگو ہے جنہیں فدیہ کی اجازت دی گئی تو خیر سے مراد مستحب ہے اور اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں (روح الامیان) یعنی اسے مسافروں اور بیماروں اگرچہ تمہیں قضا کرنے کی اجازت ہے یا بڑھو اگرچہ تمہیں فدیہ کا اختیار ہے لیکن اگر صحت کے روزہ رکھو تو تمہیں زیادہ ٹوبہ ملے گا کیونکہ رمضان میں سب روزہ اور ہوں گے اور اے مسافروں تم بے روزہ رہو کہ کھانا کھانے کے بعد رمضان سب کے منہ کھلے تم روزہ اور تو روزہ بھاری پڑے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ رمضان ہی میں روزہ رکھو قضا نہ کرو یہ بھی افضل ہے کہ اس میں طلب سارے ہی مسلمانوں سے ہو۔ اور غیر سے مراد بھلائی یعنی شرک و کفر ہو۔ جیسے وان تصوموا بحمد لکم یعنی تمہاری خیر اس میں ہے کہ روزہ رکھو تب بھی یہ آیت غیر منسوخ اور یہ افضل بھی ہے کہ تصوموا میں سب سے خطاب ہو اور غیر سے مراد مستحب ہو یعنی اگرچہ فدیہ کا تمہیں اختیار ہے مگر روزہ بہتر اس صورت میں یہ منسوخ ہے مگر ظاہر ہے کہ بلا وجہ انہوں کا منسوخ نہ کرنا مستحب نہیں لہذا پہلے عین معنی سے کہنے چاہئیں۔ ان کتم تطعمون اس میں بھی بیماروں مسافروں سے خطاب ہے کنو بڑھوں سے یا عام مسلمانوں سے یعنی اے مسافر اگر تم جانتے ہو تو کچھ لو کہ قضا کرنے سے روزہ بہتر کیونکہ زندگی کا اختیار نہیں ایمان ہو کہ قضا کی مستند ملے

قاعدے : اس آیت سے ہر قاعدے حاصل ہوئے پہلا قاعدہ : قرآن سے حد تک فہم ہے نہ کہ ہر ایک کے فہم  
 روزے اور صلاوت کے روزوں کو جو ہر حد سے طاعت نماز میں آیت سے ہر ایک قاعدہ ہر ایک میں ہر ایک  
 کی قضا ہے نہیں۔ صرف اس میں چاہئے کہ جس میں روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 کہ علیٰ سطر سے معلوم ہو کہ جس میں روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 دسے جب بھی روزوں قضا کرے۔ تیسرا قاعدہ : ہر ایک روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 کہ ہر ایک روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 قضا شروع کرے۔ چوتھا قاعدہ : سطر میں روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 وجہ یہ کہ حد تک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 کو پہلا قاعدہ خیال رہے کہ سطر کے روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 نہیں مگر روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 صاف کر دی گئیں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 نفلہ قریب ہے پہلا قاعدہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلی عبارت قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 مگر اس کے قریب میں مسکن کو کھانا کھانے سے ہے۔ نیز اس سے ہے کہ اگر روزوں قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 ہے ایک روز قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 عزیمت ہے عمل کرنا جس سے عمل کرنے سے ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے  
 قضا کرنے کی وجہ سے ہر ایک روز قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے نہ کہ ہر ایک قضا ہے

عملات ہے۔

مسئلہ : سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ عید اور بقر عید اور بقر عید کے بعد تین دن یعنی یکادھویں، بارھویں، تیرھویں روزہ رکھنا۔ لہذا امراض و مسافروں دونوں کے علاوہ مس فقہا کریں۔ مسئلہ : فقط بیماری کے وہم پر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں یا تجربہ یا نیک اور قتل طیب کے کئے سے بیماری کا پٹہ مستحبر ہے۔ مسئلہ : حلالہ یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ سے اپنی یا اپنے کی جان یا بیماری کا پٹہ پڑے ہو تو اسے بھی نظر جائز ہے۔ مسئلہ : جو شخص کہ ستون میل کے فاصلہ پر جانے کا قصد کرنا ہو اور اس درمیان میں سفر توڑنے کا روالہ بھی نہ ہو تو وہ مسافر ہے۔ لہذا لاک گاڑی کا رانے دو گاڑیوں کی گاڑیاں ستون میل پر ہی ٹھہرتی ہیں مسافر ہیں اور پنجر کے ملازمین مسافر نہیں کیونکہ یہ ہر اسٹیشن پر کام کرتے ہوئے یعنی سفر توڑتے ہوئے جاتے ہیں۔ لہذا ان پر پوری نماز بھی واجب اور روزہ بھی۔ مسئلہ : جو شخص صبح سے پہلے سفر کو نکل جائے وہ نظر کر سکتا ہے اور صبح کے بعد وطن سے نکلے اس پر روزہ واجب ہے کیونکہ یہاں علی سفر فرمایا گیا (آخر میں)۔ مسئلہ : اگر مقيم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا پھر مسافر ہو گیا تو کفارہ ساقط نہ ہو گا اور تندرست نے روزہ رکھ کر توڑا اور اسی دن بیمار ہو گیا تو کفارہ معاف ہے۔ (تفسیر نمبر ۱)۔ مسئلہ : روزوں کی قضاء کا نام واجب نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے جیسا کہ ایام آخر سے معلوم ہوا۔

پس اعتراض : روزے ایک مہینے کے کیوں فرض ہوئے کہ پوچھیں کیوں نہ ہوئے۔ جواب : فائدہ کی تین مشورہ ہیں۔ بخت مہینہ سال بخت چھوٹی مدت ہے اور سال بڑی اور مہینہ درمیانی۔ چونکہ مسلمان ہست و سوا ہیں اس لئے ان کا ہر کام درمیانی ہے۔ لہذا یہی ہی مقرر ہوا نیز نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے لہذا ہمارے مضان کے روزوں کا ثواب دس گنا کے برابر اور پھر شوق کے چھ روزوں کا ثواب ساٹھ دن یعنی دو گنا کے برابر ہو کر سال کا ثواب ملے گا اور گویا یہ دوا کی روزہ دہا ہو گا۔ سر اعتراض : روزہ کے لئے حسی مہینہ کیوں مقرر نہ ہوا۔ چاند کا مہینہ اور وہ بھی رمضان مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے۔ جواب : کیونکہ چاند کے مہینے موسموں میں گردش کرتے رہتے۔ لہذا مسلمان ہر موسم میں روزے رکھیں گے۔ کبھی سردی کی آسانی سے فائدہ اٹھائیں گے اور کبھی گرمی کی شہت سے زیادہ ثواب پائیں گے۔ حسی مہینوں میں موسم پرستی کا وہم ہے۔ اسلامی سارے کام قمری مہینہ سے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مسلمان خالق موسم کے پرستار ہیں نہ کہ موسم کے بندہ مضان تمام مہینوں میں افضل ہے۔ جس کی دو جہیں اگلی آیت میں بیان ہو رہی ہے۔ تیسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے مگر حدیث شریف میں ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا حلالی نہیں ہے۔ وہ سری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مسافر روزہ دہاؤں کو دیکھ کر تین بار فرمایا کہ یہ گناہگار ہیں پھر آیت حدیث میں مطابقت کیونکہ وہ جو مسجد وہاں نہیں پہنچیں گے ہمارے میں آئیں کہ وہ لوگ روزہ کی وجہ سے جہنم کی تیاری نہ کر سکے بلکہ ان میں سے بعض روزہ کی شدت اور سفر کی محنت سے بیہوش ہو کر گر گئے ان کے حلق فرمایا گیا کہ یہ گناہگار ہیں اور عام سطروں میں روزہ مقرر فرمایا۔ ہنگامی حالات کے احکام اور ہیں۔ سطرل حالات کے کچھ اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرہ کے سفر میں صحابہ کو نفراً بکیر لگائے اور دیکھا کہ اس سے منع فرمایا تھا کہ یوں تاکہ دشمن بیماری آمد سے خوف نہ ہو جائے اور جنگ کی تیاری نہ کرے یا کھیتی باڑی کے نکات کے حلق فرمایا تھا کہ جس گھر میں یہ ہوں گے وہاں بڑت ہوگی کیوں تاکہ لوگ ذراعت میں مشغول ہو کر جلا نہ چھوڑ۔ جنہیں لہذا آیات و احادیث

[illegible]

کھوٹا شایاں بدایت اور قصد کی پس جو پانے تم میں سے یہ منہ میں چاہئے روزہ رکھے اُس کا نہیں تو تم میں سے جو کوئی پانے یہ منہ تو ضرور اُس کے روزے رکھے اور جو جہاد یا سفر میں

مَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ

اور جو بیمار یا سفر کے لئے دوسرے دنوں سے۔ ارادہ کرتا ہے اللہ ساتھ تمہارے ہر تو اتنے روزے اور دنوں کے رکھے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری

الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى

سہ آئی اور نہیں ارادہ کرتا ساتھ تمہارے سختی کا اور تاکہ پورا کرو تم شمار کو اور تاکہ بڑھائے اور اس کے لئے تم گنت پوری کرو اور اللہ کی بڑائی کرو

مَا هَذَانِ كُمْ وَأَعَلَّكُمُ تَشْكُرُونَ ﴿۲۰﴾

تم اللہ کی ادھر اس کے کہ ہدایت کی لکھ اور تاکہ تم شکر کرو۔

اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم شکر گزار رہو۔

تعلق : اس آیت کا کجلی آٹھ سے چند طرح سے تعلق ہے۔ پہلا تعلق : کجلی آیت میں فرمایا تھا کہ چند دن کے روزے فرض ہیں۔ لہذا دنوں کا تقرر ہونا ہے یعنی پہلے اس حدت کا مقرر کرنا۔ لہذا اس کی تفصیل ہے۔ سہرا تعلق : کجلی آیت میں بتلایا کہ روزہ بحرین عبادت ہے۔ لہذا فرمایا جاتا ہے کہ روزوں کا مہینہ بحرین مہینہ ہے یعنی روزہ ذی الحجہ اور ذی الحجہ بھی تیسرا تعلق : کجلی آٹھ میں روزہ کی عکس بیان ہوئی کہ یہ تقویٰ کا روزہ ہے لہذا روزہ کے لئے رمضان مقرر ہونے کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ یہ نزل قرآن کا دن ہے۔ لہذا روزوں کے لئے یہ ہی دنوں۔ چوتھا تعلق : کجلی آٹھ میں روزہ کے فضائل و احکام بیان ہوئے لہذا وقت دنوں یعنی رمضان کے فضائل و احکام بیان ہو رہے ہیں۔

تفسیر : عہد رمضان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش ہے کیونکہ انہی ایام کمال ہے یا شہدہ جدہ کی خیر اور خود ہندو ہے اور قدری اس کی خیر و عہد موصول ہے قدری ملت اور حدی اس پوری عبادت کی خیر یعنی فرض کے لئے تیس روزے وہ کون ہے۔ ہمارے رمضان کے بارہ گنی کے دن ہمارے رمضان ہیں۔ ہمارے رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اترا۔ ہمارے رمضان لوگوں کا ہادی ہے۔ شہدہ کے معنی ہیں کامر ہو جاسی سے شہر اور مشہور اور اشہار ہے۔ تو اس سوچنے کو ضرر نہیں کہتے ہیں۔ چونکہ چاند رکھتے ہی مہینہ کی شہرت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اسے شہر کہا جاتا ہے اور بحث ممکن ہے کہ یہی معنی کو قدری میں اسی لئے شہر کہتے ہوں کہ وہ عبادت میں مشہور ہو گیا ہے۔ رمضان یا نور من کی طرح اللہ کا نام ہے۔ چونکہ اس مہینہ میں نور و عبادت اللہ کی عبادت ہوتی ہے لہذا اسے شہر رمضان یعنی اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ یہ کہہ کہ رمضان آیا اور کیا کہہ کہہ کہ رمضان آیا اور کیا کہہ کہہ کہ رمضان کا مگر کہتے ہیں کہ ہاں اللہ کی کام ہوتے ہیں۔ ایسی ہی رمضان اللہ کا مہینہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ کے ہی کام ہوتے ہیں۔ روزہ تو ان کو فیوض ہیں ہی اللہ کے مکر عبادت روزہ تو کسی متہارت





فرمانہ: وَلَتَكُونُوا أُمَّةً مِّنْ أُمَّةٍ ۚ اِس کا معطوف طبع پوشیدہ ہے (تسکلو اور لام معنی کی ہے۔ تسکلو اکمل سے بنا جس کے معنی ہیں پورا کرنا اور عدت معنی شہر ہے۔ یعنی روزہ کیلئے ہمارے مصلحان اس لئے مقرر ہوا تاکہ تم جہود و حمیس بنکر پوری کرنے میں آسانی ہو۔ چونکہ شہس میمنوں کی جہزی کتابوں میں ہوتی ہے اور قمری میمنوں کی آسانی پر کہ ہر شخص چاند کی حرکت کا پتہ لگا سکتا ہے۔ اور اس کی ابتدا بعد ایشیائی غیر بدعتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ چاند کی گردش سے شروع کر دو اور چاند دیکھ کر ہی خطاب اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ رمضان خود 20 کاہر یا 30 کا تم ڈال پڑ گئے ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم یہ تسکلو پر معطوف ہے اور روزوں کیلئے ہمارے مصلحان مقرر ہونے کی تیسری وجہ اور عجبوا "عجبر سے بظ جس سے بات و تلافی کی حد کرنا اور ہے یا عجبر عید کث اور بدی سے مراد تو ہمارے مصلحان کی ہدایت کرنے سے یا روزہ کی توفیق دینا یعنی قہر کا شکر کہ اس نے حمیس ایہ چھامینہ روزوں کے لئے تیار کیا ہمارے مصلحان قہر کے شوق کا چاند دیکھ کر عجبر کو یا عید القہر کے دن عجبر کہتے ہوئے عید کہ کو جہ (کچر و امیری) یا زائد عجبروں دلی نماز یعنی نماز عید لڑا کہ کہے کہ اس نے حمیس من روزوں کی توفیق دی وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یہ بھی گزشتہ سطروں پر معطوف ہے اور رمضان کی چھ قہر حکمت یعنی تاکہ تم اس عید کا شکر لڑا کرو یا روزوں سے شکر لڑا کر عید کی خوشی ملے کہ رب کی نعمت پر خوش ہو بھی شکر ہے اور شکر فرماتا ہے۔ لَبَّکَ لِلّٰہِ حَیْوَ

خلاصہ تفسیر: مسلمانوں قہر من چکے کہ قہر چند دن کے روزے فرض ہیں۔ اب سمجھتے ہیں کہ وعدت ہمارے مصلحان ہے جو تمام میمنوں سے افضل ہے۔ یہ وہی رمضان ہے جس میں قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اترا جس میں تمہارے عجبر قرآن اترنے کی ابتدا ہوئی جو رب کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں لوگوں کو اصولی بدعتیں بھی ہیں اور فروعی کلی بدعتیں بھی یا یہ قرآن شری احکام کی سرپا ہدایت ہے اور طریقت کے رموز و اسرار کی طرف اشارہ "و کائنات" ہدایت کرتا ہے جیسے سنگ ریل کے ذرائع و کوئلان صاف ہو لے یا نہ ہو لے اسٹیشن پر آنے کی اجازت ملنے یا نہ ملنے کی ہدایت اشارہ دیتا ہے۔ اور اس میں حق و باطل کی پہچان بھی ہے۔ چونکہ قرآن رب سے قریب کرنے والا ہے اور روزہ بھی تو چاہئے کہ روزہ بھی اسی عید میں رکھو تاکہ اس میں وہ ہری برکت ہو۔ نیز اس عید میں رب کی خاص رحمتوں کا بھی نزول ہے تو چاہئے کہ تمہاری خاص عبادت روزہ بھی اسی میں ہو۔ لہذا حمیس عہد ہوتا جاتا ہے کہ تم میں سے جو بھی امیر و غریب یہ عید پائے وہ اس پورے عید کا روزہ ہی رکھے بلکہ جو نہ دے بلکہ جو ہمارے یا ستر میں ہو اسے یہ اجازت ہے کہ کچھ روزے قضا کر دے اور اتنے ہی روزے وطن میں آکر یا شکر دست ہو کر رکھ لے۔ رب نے یہ اجازتیں اس لئے دی ہیں کہ وہ تمہاری آسانی چاہتا ہے تم پر غل نہیں چاہتا یا وہ حمیس جنت میں پہنچانا چاہتا ہے۔ روزہ میں بالائیس چاہتے روزہ مکمل تمہارے یہ معمولی نیک اعمال جنت کی قیمت نہیں بن سکتے تم لوگ دنیا کی معمولی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے بہت محنت و مشقت کرتے ہو۔ بہت وقت اور روپیہ خرچ کرتے ہو پھر بھی ان نعمتوں کے لئے کاغذ نہیں ہو تا اور مل کر بھی تمہارے پاس نہیں رہتیں تو خود سوچو لو کہ جنت جیسی قیمتی اور لازوال نعمت کی قیمت کیا ہونی چاہئے مگر ب تم سے قیمت نہیں مانگا صرف ملنا کر لو جنت حلا فرماوے گا چہ نکہ وہ حمیس جنت ونا چاہتا ہے اسی لئے تم پر جنت کے کام آسان کر دیئے۔ اور یہ کہ اسے نیک لوگوں سے محبت ہے۔ غوری چیز نور کی طرف جہز ہوتی ہے۔ روزوں کیلئے ہمارے مصلحان مقرر ہونے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم اس عبادت کو اچھی طرح جان لو۔ اور آسانی سے گنتی پوری کر لو اس کے ختم ہونے پر جب عید کا چاند دیکھو تو خوشی میں اللہ کی حمد کرو یا عجبر کو یا عید کے دن عجبر کہتے ہوئے

میں نے تم کو دونوں کو خوشی دی اور تاکہ تم رہ لاہور کو۔ یہ دونوں کی محبتوں پر فخر کرو کہ یہ جملہ اکمل نہیں بلکہ اس پر غرور لاہور کو جس نے جس میں اس کی خوشی ہو اس کی موتی ہے۔

ماہر معضمان

۱۔ رمضان چار مہدک میں ہے۔ بعض نے لہا یا کہ جیسے پہلے کے دنوں میں جو الفضل۔ ایسی ہی سب کے مہلوں میں  
رمضان شریف الفضل۔ اور بعض نے کہا کہ رطل الدلیل الفضل۔ اس کے کل پانچ نام ہیں۔ سید رمضان نہ میر کا مولود سید نور  
میر محمد علی (مشکوٰۃ کتاب الصوم) رمضان کی وجہ تسمیہ ہم فقیر میں بتا چکے۔ روزہ میر ہے جس کی جزائرب ہے اور وہ بھی  
میں میں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اسے میر کہتے ہیں۔ سو اساتذہ کے متنی ہیں بھلائی کرتے ہیں کہ اس میں رمضان سے  
مسلمانوں سے خاص کر اہل قرآن سے بھلائی کا انوار ڈال دیا ہے اس لئے اسے میر سمجھا دیتے ہیں۔ اس میں دنیا کی ہر امالی  
بھی ہوتی ہے کہ فریب بھی نہیں کھاتی ہیں۔ اس لئے اس کا نام سید محمد زکی بھی اس کے بہادر نصاب میں جن میں  
سے ہم کہہ عرض کرتے ہیں۔ (۱) کعبہ معظمہ مسلمانوں کو بلا کرتا ہے اور یہ اگر حقیر و اثنا ہے۔ گویا کنواری ہے اور پردہ  
ہے یا وہ رہا ہے اور یہ بارش۔ (۲) ہر میں میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص وقت میں عبادت ہوتی ہے مثلاً ہر  
عیہ کی چند تاریخوں میں حج عمرہ کی دوسری تاریخ افضل منکرہ رمضان میں ہر دن اور ہر وقت عبادت ہوتی ہے۔ روزہ عبادت  
نظار عبادت۔ نظار کے بعد نزوح کا انتظار عبادت۔ نزوح پر چڑھ کر عری کا انتظار میں سونا عبادت۔ ہر عری کا عبادت۔  
فریکہ ہر عن میں خدا کی شان نظر آتی ہے۔ (۳) ہر میں ایک۔ یعنی ہے جیسے کہ بجلی گھر کے لوہے کو صاف طور صاف ہو ہے کہ  
مشین کا ہندوا کر چینی کو بیچی ہے اور سونے کو زیور بنا کر محبوب کے استعمال کے لئے کرنی ہے۔ ایسی ہی یہ رمضان گندا  
گاہوں کو پاک کرنا ہے اور نیک کاموں کے روئے پر حاکم ہے۔ (۴) ہر میں میں گل کا تراب فرض کرنے اور فرض کا تراب  
ستر کا تراب ہے۔ (۵) بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہر میں میں چراغے اس سے سوائے تبر بھی نہیں ہوتے۔ (۶) اس میں میں  
شب قدر ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن رمضان میں آیا اور وہ سری جبکہ فرمایا اِنَّا اَنزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ  
یعنی ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔ دونوں اشعار کو ملنے سے معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہی ہے اور وہ قانا  
ستا یکسوئی شب ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر میں تو حلف ہیں اور یہ قطار سورہ القدر میں غیب ہوا کیا جس سے ستائشی حاصل ہوئے۔  
معلوم ہوا کہ ستائیسوی شب ہے (مدح الہیان سورہ قدر) ۷ ہر میں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے اور وہ درخ کو بدلتے  
بدل ہو جاتے ہیں۔ جنت اور جہنم کی جہالت ہے۔ اس کے بدولتے کھل دیے جاتے ہیں اسی لئے اس دن میں ٹیکوں کی زیادتی  
اور گفتگوں کی ہوتی ہے۔ لوگ گنتہ کرتے بھی ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ساتھی شیطان (قرین) کے نکالنے سے۔ (۸) ہر میں  
کے نکالنے پیچے کا حساب نہیں۔ (مدح الہیان) ۹) فیما بعد میں رمضان ہر قرن روزہ اور کی خلافت کریں گے کہ رمضان تو  
کے تاکہ موتی میں نے اس میں کھیلے پیچھے نہ گا تھا اور قرآن عرض کرے گا آپ میں نے اسے دل میں سونے سے  
دعا کا لینے اور نزوح کی وجہ سے۔ (۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہر قدی کو چاند دیتے تھے اور ہر ساکن کو دعا

قائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جب وقت پا جس جگہ کو کسی بڑی چیز سے نسبت ہو جائے اس وقت اور اس جگہ کو بھی عظمت و عزت حاصل ہوتی ہے۔ پھر مصلیٰ کی عزت و بے یاری کی گئی کہ اس میں قرآن کریم اتنا اسی فائدہ سے حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا سینہ و تاریخ دونوں وقت سے افضل ہے۔ کیونکہ اس میں صاحب قرآن شریف لائے۔ بلکہ بعض عاشق و پیچ لعل کو مصلیٰ سے افضل مانتے ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام قرآن سے افضل ہیں۔ اسی لئے کعبہ دیکھنے والا مصلیٰ اور قرآن پڑھنے والا قاری اور حضور کو دیکھنے والا مصلیٰ ہے اور مصلیٰ کا درجہ بہت چاہے کوئی دلی مصلیٰ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ مگر کام اٹنی جو رہ کی صفت ہے وہ تمام مخلوق سے اعلیٰ ہے۔ وہ سرافرازداد رہ کی نعمت ملنے پر بھیریں کرتے خوشی مٹا شکر۔ لو اگر کثرت بہتر ہے۔ جیسا کہ ولنگبر و اللہ سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصلیٰ کی آمد پر مصلیٰ کریم کو مبارکباد اور خوشخبری دیتے تھے۔ اس جگہ روح البیان میں ہے کہ خوشی پر مبارکباد کا یہاں تا حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا شہدائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر جائز خوشی مناسبت و ثواب ہے۔ تیسرا فائدہ: جس کی آمد پر خوشی کرے ہر اس کے دواغ پر افسانہ غم بھی ثواب دیکھو نکاح کے وقت خوشی منہ اور طلاق اور شوہر کی وفات پر افسانہ غم اور بدت میں سوگ کرنا بھی ضروری۔ لہذا مصلیٰ شریف کے دواغ پر غمناک ہو نہ جنت الدواغ میں فرقہ فلفافہ کتابت ہے۔ اس سے مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ بقیہ وقت کی قدر کریں اور دیکھ رہ کی جلوت کر لیں اسے شرک یا بدعت کہنا کافی ہے۔ چوتھا فائدہ: نماز عید اور اس میں ذاکر بھیرت کا ہونا عید گاہ کے راستہ میں بھیریں کہتے ہوئے جیسا کہ آیت سے ثابت ہے۔ بلکہ تفسیر بھیرنے عید اللہ ابن عباس سے نقل فرمایا کہ عید کا چاند دیکھ کر بھیریں کہنا اور شب میں بھی بھیریں کہنا ستر ہے۔ لہذا کہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک عید کے تمام دن بھیریں کہی جائیں۔ چنانچہ اول فائدہ: خوشی پر غم بھیریں لگانا ستر ہے اور اس آیت سے ثابت ہے نیز مسلم شریف کے اخیر میں حدیث جبرت ہے جس میں ارشاد ہوا کہ حضور پاک کے منہ پاک پہنچنے پر فساد ہزاروں میں ہوا۔ رسول اللہ کے نعرے لگاتے بھرتے تھے۔ چھٹا فائدہ: مصلیٰ کے چاند میں ایک مسلمان کی گواہی مستحب ہے اگر قاضی اس کی گواہی نہ ملے تو صرف اس دیکھنے والے پر ہی روزہ واجب ہو گا کیونکہ اس آیت میں صرف مصلیٰ کے مشاہدہ پر روزہ واجب کیا گیا مگر شمول کے چاند میں کم از کم دو گواہیں ضروری ہیں کیونکہ وہاں جلوت میں داخل ہونا ضروری ہے اس سے لکھنا و شہوت جلوت آسان ہے۔ (تفسیر بھیریں) ساتواں فائدہ: اگر دواغ نہ پائے ہوش پھر مصلیٰ میں ایک منہ کے لئے ہوش میں آجائے

صوفی قول ۲۔ البقرة

اس پر سارے مہینے کے روزے فرض ہیں کیونکہ اس نے مہینہ پایا اور اس کا مشاہدہ کر لیا اور جو چاہے مہینہ میں سے ہوش رہا اس پر روزے واجب نہ ہوئے کہ اس نے مہینہ پایا ہی نہیں۔ آنکھوں کا اندھا۔ جبکہ رمضان اس لئے سارے مہینوں سے افضل ہو کہ اس میں قرآن اترنا شب قدر ہزار میلوں سے اس لئے بہتر ہوئی کہ اس میں نزول قرآن ہوا تو جس ذات پاک پر قرآن اترا وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق سے افضل ہیں کوئی مہینہ رمضان کی طرح نہیں تو کوئی فرشتہ یا انسان یا کوئی حقوق حضور کی مثل نہیں۔ رمضان میں الفاظ قرآن کا نزول ہوا اور حضور کے کلمہ شریف پر الفاظ قرآن کا نزول ہے بلکہ شریف پر صافی قرآن کا نزول مبارک پر اسرار قرآن کا نزول رب فرماتا ہے نزلہ علی القلب۔ حق قرآن کی جگہ کلمہ ہے الفاظ کی جگہ کلمہ زبان جب اور حق قرآن کو پاک ہاتھ نہیں لگا سکتا جس نقوش قرآن رہتے ہیں تو دل پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پاکہ گندے خیالات کیسے پہنچ سکتے جو اسرار قرآن کی مثل ہے۔ لا یصلہ الا المطہرون۔ نواں فائدہ۔ ہمارے رمضان کی ایک بات میں نزول قرآن ہوا۔ مگر اسی ایک بات کی برکت سے سارا مہینہ افضل ہو گیا بلکہ رمضان کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے شعبان کو عزت مل گئی جیسے جمعہ کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے جمعرات کو کلمہ حضور کے صدقہ سے تمام صحابہ کرام بیت کا درجہ پہنچا خصوصاً حضرت صدیق و فاطمہ جو ہمیشہ کے لئے دامن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سورہ ہیں فرمیکہ حضور کا قرب انصافیت کا باعث ہے۔

مسئلہ : ہمارے رمضان میں انتظار اور عمری کا وقت بڑا مبارک ہے۔ اس وقت دعائیں مانگی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ انتظار کسی صحت چیز سے کرے۔ خرے پالپٹی سے انتظار کرنا سخت ہے۔ مسئلہ : روزہ دار کو انتظار کرانے میں روزہ کا ثواب ہے۔ مگر اس سے روزہ کا ثواب سے محروم نہ ہو گا۔ انتظار کرانے والے پر روزہ معتق نہ ہو گا۔ مسئلہ : انتظار میں جلدی اور عمری میں دیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی جلدی یا دیر نہ کرے کہ روزے میں ہی شب ہو جائے بلکہ عمری رات کے آخری چھپے حصہ میں رکھ لے۔ مسئلہ : رمضان میں ہمیں رکعت تراویح ملت ہو کہ وہ ہے آٹھ تراویح کا ثبوت نہیں۔ یہ غیر مقلدوں کی بات ہے۔ اس کی پوری بحث جلدی کتاب احکام الصلح علی رکعات التراویح میں دیکھو جس میں ہیں تراویح کے قوی دلائل دیئے گئے ہیں اور غیر مقلدوں کے اعتراضات کے کھل جواب ہیں۔ ایک تھوڑی سی بات یہاں سمجھ لو کہ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتی تو قرآن پاک کے رکوع 216 ہوتے۔ کیونکہ رکوع اس حصہ کا نام ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ تراویح کی ایک رکعت میں پڑھ کر رکوع فرماتے تھے۔ ستائیسویں رمضان کو آپ قرآن ختم فرماتے چونکہ تراویح میں ہیں اور صحابہ کرام ستائیسویں رمضان کو ختم کرتے تھے اس حساب سے 540 رکوع بنتے ہیں اور تقریباً ۱۳۷۱ جے ہیں۔ 578

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیمار و مسافر کو روزے قضا کر دینے واجب ہیں کیونکہ عذر سے پہلے علیہ پو شیدہ ہے اور علی وجوب کے لئے آتا ہے۔ جواب : اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ ہمارے علیہ پو شیدہ ہو جائیگی نہیں ہو سکتا ہے کہ نہ ہو۔ دوسرا جواب : علی وجوب کیلئے ہوا ضروری نہیں قرآن کریم میں بہت جگہ جواز کے لئے بھی استعمال ہوا۔ تیسرا جواب : پوری عبارت یوں ہے کہ جو بیمار یا مسافر ہو اور رمضان میں روزے نہ رکھ سکے تو اس پر دوسرے زمانہ میں معنی پوری کرنا واجب ہے۔ یعنی وجوب قضا روزہ چھوڑ دینے کی صورت میں ہے۔ چوتھا جواب : اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تم پر آسانی

چاہتا ہے اگر مسافر و فیور روزہ چھوڑنا واجب ہو تا تو بجائے آسانی کے دشواری ہوئی۔ کیونکہ رمضان میں روزہ آسان ہے اور  
بہار میں مشکل۔ دوسرا اعتراض: اگر تکبر واللہ میں نماز پڑھا بھیجیں مرنے والے تو چاہئے کہ یہ فرض ہو جائیں کیونکہ جس  
کا ثبوت قرآن کریم سے ہوتا فرض ہوتا ہے حالانکہ سے فرض کوئی نہیں تھا۔ جو سید: فرض وہ جس کا ثبوت بھی قطعی ہو  
اور مراد بھی قطعی۔ یہاں ثبوت تو قطعی ہے مگر لائق اور طلب قطعی نہیں لہذا فرض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: رب تعالیٰ نے امداد یہ انرا کہ ان پر اپنے نور کی تجلی ڈال۔ اس تجلی کا وقت گیارہ رمضان ہے اس وقت میں  
ان امداد کو قرآن یعنی علم لعلی حاصل ہوتا۔ جس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عقل قرآنی کہتے ہیں اس علم میں علوم تعلیم کے  
دلائل و مسائل ہیں جس کا علم عقل فرقی ہے۔ جو شخص اس وقت میں حاضر ہو یعنی اسے حضور بذات حاصل ہو تو اسے چاہئے کہ  
روزہ رکھے یعنی اپنے کو قول و فعل و حرکت سے باز رکھے اور جو کوئی قطعی باتوں میں جلا ہو اور قطعی مطلب اسے اس حضور  
سے روکیں یا جو سفر میں ہو یعنی ابھی رات عبت طے کر رہا ہو اس حال حضور تک نہ پہنچا تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے مراتب  
حاصل کرے کہ انہیں طے کر کے اس مقام پر پہنچے۔ رب چاہتا ہے کہ مقام توحید تک پہنچانے پر تم پر آسانی کرے۔ وہ یہ نہیں  
چاہتا کہ عاجز و ضعیف پر بھاری تکلیفیں ڈال کر انہیں مصیبت دے اور تمہیں چاہئے کہ ان مراتب و درجات اور مقامات کے سارے  
درجے چڑھ کر لو اور رب کی بھیجیں کرتے ہوئے اور رحمت ہدایت کا شکر لو کرتے ہوئے اس راستہ کو طے کرتے چلے آؤ۔  
(ابن عربی)

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

اور جبکہ پوچھیں مجھ سے تمہارے عباد میرے متعلق تو تحقیق میں نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعا۔ دُعا والے  
اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب

دَعَانٍ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿٢٠﴾

کی جب کہ دُعا کرتے ہیں مجھ سے پس چاہئے کہ قبول کریں وہ واسطے میرے اور چاہئے کہ ایمان لائیں میرے ساتھ تاکہ ہدایت پائیں  
مجھے پکارنے والے کو انہیں چاہئے کہ میرا حکم لائیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ میں وہ راہ ڈالیں :-

تعلق: اس آیت کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں مسلمانوں کو بھیجے کا حکم دیا جس  
سے ظاہر چاہا دیکھنے کے وقت کی بھیجیں اور بھیجے تشریف مرنے والے کو کہ بھی بلند آواز سے بھی ہوئی ہے۔ اس پر شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ  
شاہد رب تعالیٰ وہ ہے کہ بلند ذکر کو سنتا ہے۔ آیت کو نہیں سکتا یہ وہم دور کرنے کیلئے اب اگلا مضمون بیان ہو رہا ہے۔  
دوسرا تعلق: پہلی آیت میں دعائوں کو بھیجے اور حکم دیا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ ہم قریب ہیں تمہارا ذکر کرتے ہیں۔  
تمہاری یہ محنت بے فائدہ نہیں جائے گی۔ یعنی پہلے دعائوں کے عمل کا ذکر تھا اور اب اپنے کرم کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی  
آیت میں مسلمانوں کو رب کی حمد و شکر کا حکم دیا۔ اب دُعا کا حکم ہو رہا کہ معلوم ہو کہ دعا گناہی عبادت ہے اور طریقہ دعا  
ہے کہ خدا کے ساتھ بلکہ اس کے بعد ہو۔

شان نزول : اس آیت کے شان نزول میں چند روایتیں ہیں۔ (۱) صحابہ کرام کی ایک جماعت نے جذبہ عشقِ اہل میں حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کون ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتاری (خزانہ ۲۸) ایک عربی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارا رب قریب ہے تاکہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اسے پکاریں۔ اس پر یہ آیت آئی (درمشورہ کبیر)۔ (۲) ایک غزوہ میں صحابہ کرام فرعون بکیر لگاتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سرے یا عتاب کو نہیں پکارتے تم تو مسجدِ قریب کو پکارتے ہو۔ اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری۔ یہ واقعہ غزوہٴ خیبر کو جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا نشانہ تھا کہ ہم چپکے سے خیبر پر جا پڑیں اور وہ گہرا کر ہتھیار ڈال دیں بغیر خون و غلابہٴ تلکسٹ ہو جائے صحابہ نے فرے لگائے تب یہ ارشاد ہوا کہ یہ حکم اس موقع کے لحاظ سے ہے ورنہ ذکرِ الجہد ممنوع نہیں (کبیر)۔ (۴) حضرت عطاء نے فرمایا کہ صحابہ کرام نے پوچھا کہ ہم رب سے کس وقت دعا کریں۔ تب یہ آیت اتاری۔ (کبیر)۔

تفسیر : **وَاللّٰهُ مَالِكٌ جَبَّارٌ عَظِيمٌ** 'ملا سے مراد مرحوم بندہ ہے جس کو تک بندے کو رب تعالیٰ کا اپنی طرف نسبت دینا اکثر علامتِ رحمت ہوتی ہے۔ اس جگہ یا تو رب کی ذات سے سائل مراد ہے یا اس کی صفات یا افضل ہے۔ معنی میں تین احتمال ہیں مگر جواب میں صفت کو مقرر کیا۔ یعنی آئے نبی علیہ السلام لوگ آپ سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے فرمادے کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** 'فقط قریب سے بندہ اور کامل ہے' معنی نزدیک کی نزدیکی زبانی بھی ہوتی ہے اور مکانی بھی۔ کرم کی بھی ہوتی ہے۔ اور درجہ کی بھی۔ کہتے ہیں کہ جمعرات جمعہ سے قریب ہے۔ یا دینی رابطہ سے قریب ہے۔ و ذریعہ جس میں سلطان کے قریب ہے وغیرہ۔ یہاں عظم قدرت، کرم و رحمت کی نزدیکی مراد ہے نہ کہ زبانی یا مکانی (کبیر و روح البیان وغیرہ)۔ کیونکہ رب تعالیٰ جگہ اور وقت سے پاک ہے۔ نیز قریب مکانی سب بندوں سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بعض بندے عرش کے قریب رہتے ہیں۔ اور بعض تختِ اثری میں پھر بعض مشرق میں بعض مغرب میں اس کی تفسیر آیت ہے۔ **إِنَّ رَحْمَةً اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ** رب تعالیٰ کی رحمت بندوں سے قریب ہے اور نیک بندے مرتبہ یا رعیت میں اس سے قریب ہیں۔ ان کے لئے فرمایا **إِنَّكَ الْمَطْمُونِ** تمام قرب کی آغوش میں یہی معنی مراد ہیں۔ جیسے وہو معکم یا جیسے ونعمن اقرب الیہ من جبل الودود مسلمان جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کی سلطنت، رحمت، عظم قدرت وغیرہ ہر جگہ ہے۔ فرضیکہ روایت عظم قدرت کا قرب ہر مومن و کافر سے ہے مگر کرم، عظمت، مہربانی کا قرب صرف مومنوں سے ہے پھر اس قرب کی دو نوعیتیں ہیں۔ قرب عمومی جو ہر مومن سے ہر وقت ہے اور قرب خصوصی جو خاص لوگوں سے خاص وقتوں میں ہوتا ہے۔ ہوں تو اس قرب کے اوقات بہت ہیں مگر تین وقت بہت اہم ہیں طلوعِ قرآن کے وقت، سجدوں خصوصاً 'تہجد کے سجدوں کے وقت کہ بندہ مومن سجدوں کے ذریعہ رب سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ 'کلن' زمین میں جاتا ہے کہ بندہ سے خدائی کام ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے آئینہ سے سورج کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں یا مٹی آگ سے قرب رکھ کر آگ کا سا کام کرنے لگتا ہے فرضیکہ بندے سے خدائی کام ظاہر ہوتے ہیں۔ تیسرے کسی مقرب بندے کی محبت سے اللہ تعالیٰ بہت سی قریب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ محبت سے تقدیریں بلکہ عیسیٰ بدل جاتی ہیں۔ دیکھو حضور انور کا قرنِ شیطان حضور کی برکت سے مسلمان ہو گیا۔ خیال رہے کہ رب کا بندے سے قریب ہو گا اور ہے اور بندے کا رب سے قریب

ہو تاکہ لو جب بندہ رب سے قریب ہو جائے تو اسے دلی لطف کما جائے۔ بندے کے قرب کے دور رہنے ہیں۔ پہلے درجہ میں بندہ کھتا ہے کہ رب مجھے دیکھ رہا ہے تب وہ گنہ غفلت سے بچا رہتا ہے۔ دوسرے درجہ میں بندہ کھتا ہے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں۔ اسی درجہ میں سوز و گداز لذت عبادت اعلیٰ طریقہ سے حاصل ہوتا ہے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ احسان یہ ہے کہ بندہ جانے مجھے رہا ہے دیکھ رہا ہے یارب کو میں دیکھ رہا ہوں۔ سعید ہے وہ جس کا سر آستان پر ہو اور شقی وہ ہے جس کا سر آستان پر ہو (کبیرا جب دعویٰ الساع اذا دعانی یہ اس کی نزدیکی کا بیان ہے۔ بحیب حوب سے بنا معنی کفنا ترشاً کتاب کو حوب اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کی زمین بستی کی وجہ سے دوسرے حصہ سے کٹ جاتی ہے۔ جاوہ الصغیر بالواد کلام کے جواب کو اسی لئے جواب کہتے ہیں کہ وہ ہو اگو کلا ہو اسنے والے کے کان تک پہنچتا ہے۔ کسی کی بات قبول کرنے کو اس لئے استجابہ کما جاتا ہے کہ اس سے سوال کا سلسلہ کٹ جاتا ہے۔ یہاں جواب دینے کے معنی میں ہے یا قبول کرنے کے معنی ہیں۔ دعویٰ دل اور دماغ سے یا پکارنا مرلو ہے یا دعا کرنا۔ یعنی جب مجھے پکارنے والوں کا پکارنا ہے تو میں اس کے جواب میں لبیک فرماتا ہوں (کبیر و فیرو) یا جب مجھ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا پر یا لبیک فرماتا ہوں یا قبول فرماتا ہوں۔ ممکن ہے کہ اللہ عزوجل میں اللہ سلام خدی ہو اور اس میں خاص پکارنے والے یعنی مومنین یا متقین وغیرہ مرلو ہوں۔ کیونکہ کلمہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وما دعویٰ الکفرین الا فی ضلال کہ کافروں کا پکارنا مرلو جاتا ہے۔ پکار چار قسم کی ہے۔ گناہگار کی پکار، مراد کی پکار، دشمن کی پکار اور برادر کی پکار پھر ان میں سے دشمن اور بے قرار کی پکار بہت ہی پر تاثیر ہے۔ یہ پکار عرش کو پہنچتی ہے۔ رب فرماتا ہے ام من بحیب المضطر اذا دعاه وکشف السوء جب ریڈیو کے ذریعہ بجلی کی مدد سے گناہ گناہیں آواز پہنچ سکتی ہے تو بے جہنمی اصل کی بجلی کے ذریعہ بھی آواز عرش تک پہنچ سکتی ہے اگر خود اپنے میں بے قراری نہیں ہے تو کسی بے قرار سے کچھ دور ریڈیو والوں کے ذریعہ اطلاعات کرائے جاتے ہیں۔ اضطرار والوں کے ذریعے سے دعائیں کرائی جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ اس سے سارے ہی دعا کرنے والے مرلو ہوں کیونکہ دنیا میں کفار کی بھی بعض دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کی بحث لفظ اللہ خلاصہ تفسیر کے بعد ہوگی۔ فلا تعجبوا لی بواسطہ محبوب علیہ السلام بندوں سے عبادت کلام ہے لوں میں استجاب کے معنی قبول کرنا اور بہت ملتا ہے یعنی من بندوں کو بھی چاہئے کہ میرے فرمان میں یا میری وجہ سے شریعت کی تبلیغ کریں۔ ولتؤمنوا ہی یا تو اس سے ایمان لانا مرلو ہے یا ایمان پر قائم رہنا یعنی ایمان کے ساتھ اطاعت کریں کیونکہ بغیر ایمان اعلیٰ مستتر نہیں اور یا یہ کہ ایمان پر قائم رہیں لعلہم یوسفون یہ رشد سے بنا۔ معنی ہدایت پانا اعلیٰ بندوں کے لحاظ سے ہے۔ یعنی ہدایت کی امید پر یہ سارے کام کریں نہ کہ دنیا کی خاطر۔

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں کہ میں دور ہوں یا نزدیک تو آپ فرمادیں کہ میں من سے بہت قریب ہوں۔ ایک آن کے لئے بھی من سے دور نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں دعا مانگنے والوں کی دعائیں قبول کرتا ہوں۔ اگر قریب نہ ہو تو مجھے من کی دعا کا کیسے علم ہو تا تو میں من کے کام کیسے بتاؤں۔ جب میں غنی ہو کر من کی پکار کا جواب دیتا ہوں تو من کی تمنائیں پوری کرتا ہوں تو ان میں بھی چاہئے کہ وہ میرے احکام میں اور اطاعت کریں اور مجھ پر بغیر دیکھے ایمان لائیں تاکہ راجہ دشت کی ہدایت پائیں۔ خیال رہے کہ قبولیت علیٰ شرط علماء کے ہاں اکل حلال

صدق مقل ہے اور صوفیاء کہیں چشم گریاں دل ہواں ہے۔ ام من بحسب المضطر اذا دعاه مگر یہ سب فرماتے ہیں کہ تم رب کی مانو تمہاری ہائے گد اسی لئے فرمایا فلسفہ حیوانی مگر رب کی مانو بے چون و چرا جیسے رعایا حاکم کی مرض حکیم کی نواہی پاپ کی شاگرد دوست کی بے چون و چرا لانا ہے۔ اسی لئے فرمایا ولہو منوا ہی مجھ پر ایمان لائیں۔ اعتقاد رکھیں کہ ہم جو کچھ حکم دیتے ہیں وہ غلط نہیں دیتے کیونکہ ہم رب ہیں۔ تمہاری ضروریات ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ماہوریم و نقضا ماہور! لطف تو ناگفتہ بہ ہے شنود

دعا

دعا گناہی عبادت بلکہ عبادت کا طرز ہے اس کے عقل و نقل بے شمار فائدے ہیں ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔ (1) دعا سے انکسار بندگی ہوتا ہے اور وہ عبادت کا گناہ ہے پر وہی کی نشانی ہے بندے کی شان یہ ہے کہ اپنے مولیٰ سے ہر وقت دعا گناہ ہے۔ (2) دعا سے محبت الہی پیدا ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے طاعت واد کو محبوب جاننا ہے۔ (3) دعا سے لطافت الہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس سے اپنی عقلی اور رب کی بے نیازی کا پتہ لگتا ہے رعایا اپنی مجبوری اور حاکم کے اختیارات جان کر ہی اس کی لطافت کرتی ہے۔ (4) دعا سخت انجیاء ہے ہر دشمنی ہر موقع پر دعائیں مانگیں۔ (5) دعا رب کو پیاری ہے اسی لئے اس نے جگہ جگہ اس کا حکم دیا۔ (6) ہر مذہب نے دعا کی رغبت دی۔ کفار بھی دعائیں مانگتے ہیں۔ (7) دعا سے آنے والی مصیبت نکل جاتی ہے لو بہ نصیبوں کے نصیب نکل جاتے ہیں۔ (8) دعا سے رب کی رحمتیں قائم رہتی ہیں۔ (9) ہر عبادت بغیر دعا معطل رہتی ہے دعا اس کا پر ہے جس سے وہ ہر گناہ الہی میں پہنچتی ہے۔ (10) رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک کلام تمہارا ہے اور ایک کلام ہمارا۔ تمہارا کلام دعا گناہ ہے ہمارا کلام قبول کرنا۔ (دعائے غور)۔ (11) حق تعالیٰ اس سے حیا فرماتا ہے کہ بندے کے پہلے ہوئے ہاتھ خلق والہیں کرے۔ (مشکوٰۃ کتاب اللہ عبادت)۔

دعا کے آداب : دعا کے بہت سے آداب ہیں جن میں سے ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔ (1) دعا کے وقت چاہئے کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلی ہوں۔ دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو نہ بہت نیچے ہوں نہ بہت اونچے بلکہ کندھے کے مقل رہیں اور دعا کے بعد من کو منہ پر پھیر لیا جائے۔ (مشکوٰۃ) (2) ضروری ہے کہ دعا کرنے والے کا رزق حلال ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ دعا آسمان کے دروازہ کی کنجی ہے اور غذا اطلال اس کنجی کے دانستے (روح البیان)۔ (3) دعا کے وقت دل حاضر ہو۔ (4) دعا کے وقت قبول کی قوی صمد ہو۔ صمدوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ (5) طریقہ دعا یہ ہے کہ لونا حرا الہی کرے پھر حضور پر درود بھیجے پھر اپنے گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرے اور پھر عرض حاجت کرے۔ پھر درود شریف پڑھ کر کہے۔ (6) دعا کے وقت اپنے مقصد کو دھیان میں رکھے کیونکہ خیال کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ (روح البیان)۔ (7) بہتر ہے کہ صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ اور مسلمانوں کیلئے بھی کرے۔ مگر ایسا دعا اپنے سے کرے۔

دعا کے اوقات : چند وقتوں میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ (1) بعد کے دس اور خطبوں کے درمیان۔ (2) خطبہ اور نماز کے درمیان۔ (3) جمعہ کے دن سورج غروب ہوتے وقت۔ 4 بارش کے وقت۔ (4) مرغ کے نواہن دیتے وقت۔ (6) ہر رات کے

آخری چھپے حصہ میں۔ (7) رمضان میں افطار صحری کے وقت۔ (8) قرآن پاک فتم ہوتے وقت۔ (9) قرآن کے بعد۔ (10) قرآن  
نہاڑوں کے بعد۔ (11) شب قدر میں۔

وہا کے مقلات : چند جگہ دعاست قبول ہوتی ہے۔ (1) بیت اللہ شریف پہلی نظر پڑنے کے وقت۔ (2) بلواف میں شہرم  
کے پاس۔ (3) بیت اللہ میں چاند مزیم کے پاس۔ (4) زمزم پیتھ وقت۔ (5) مناور سرور پر۔ (6) مقام ابراہیم کے پیچھے 'مرفات'  
مزدلفہ اور مٹی میں۔ (8) تینوں معمول کے پاس۔ (9) انبیائے کرام کے مزارات کے پاس۔ (10) بزرگان دین کی قبروں کے پاس  
(روح الامین) بلکہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا سنت انبیاء ہے ذکر یا علیہ السلام نے اپنی مومن کو اس کھڑے ہو کر اللہ کی دعا کی۔  
قرآن فرماتا ہے ہنالک دعا زکریا وہ لال وبھب لب من لئک فوہط طوبت لایا اللہ رحمت رب کے  
اشیون ہیں یہاں سے رحمت ملتی ہے۔

کن کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے : چند شخصوں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ (1) روزہ دار کی افطار کے وقت۔ (2) مال  
پر شدہ کی۔ (3) مظلوم کی۔ (4) مسافر کی۔ (5) مسافر کی۔ (6) بیمار کی (ملکوتہ شریف)۔ (7) گھر بچنے سے پہلے ملکی کی۔ (8)  
مسلمان کے لئے اس کے پیچھے دعا۔ (9) تہلیل کی۔

مسئلہ : مجاہد کاہوں کے لئے دعا کرنا منع ہے۔ مسئلہ : عمل چیز کی دعا کرنا منع ہے۔ مسئلہ : اگر قبول دعائیں دیر لگے تو بے  
میری نہ کرے۔ ورنہ دعا قبول نہ ہوگی۔

مقدور و کیف تو دعا کہوں است و بس در بنداں مہاش کہ نصیب ہاشیوا  
دعا و اعطایہ دینی ہے اگر قبول نہ ہو تو بھی مانگنا نہ ہوڑے اور کہے کہ اس میں ہماری بہتری ہے۔

میری رقت کی دعائیں جو نہیں قبول ہوئیں میں سمجھ گیا تھیغ بھی مجھ میں کچھ کی ہے  
تو بندگی چہ گدایاں بشرط مزد کن کہ خواہ خود دوش بندہ پوری دانہ

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب کا بند ہیں کہ  
انہیں کے پاس اگر اس کا نشان ملتا ہے۔ صحابہ کرام نے حضور سے پوچھا کہ رب کمال ہے تو یہ لگا کہ وہ قرب ہے۔ کسی نے کیا  
خوب کمال

گوئیں کی ہر چیز کا ملان ملے ہیں توحید کے مضمون کا عنوان ملے ہیں!

دوسرا فائدہ : رب کو دور سمجھ کر اسے بلند آواز سے پکارنا جہالت ہے کیونکہ وہ قرب ہے۔ مثلاً اللہ اس کی بحث لحن  
الرب الہ من قبل الودید میں آئے گی۔ تیسرا فائدہ : یہی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ خواہ اس کا تصور کسی طرح ہو۔  
اس کی بحث اعتراض جو اس میں ہوگی۔ چوتھا فائدہ : جو چاہے کہ رب میری بہت بلانے تو اسے چاہئے کہ وہ رب کی بلانے جیسا  
کہ فلسفہ جیوا لی سے معلوم ہو۔ پانچواں فائدہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا ذکر  
ان آیات میں ہے۔ اللہ جاء کم رسول عزیز علیہ ما اهتم الی اولی بالمؤمنین من انفسہم ارسلنا

الحکم رسولاً شاعنا علیکم ان رحمۃ اللہ لیسب من الحسن اور رحمتہ کا بیان یوں فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین الحمد للہ مومن سے اللہ تعالیٰ بھی قریب ہے اور اس کے رسول بھی قریب اسی لئے مومن اللہ کو بھی پکارنا ہے۔ رہنا لک الحمد وغیرہ اور حضور کو بھی السلام علیک ایہا النبی چھٹا قارئین اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ بلکہ سارے عالم فیہ کا پتہ ہیں۔ صحابہ کرام رب کا پتہ حضور سے پوچھتے ہیں بلکہ صحابیہ عورتیں اپنے فوت شدہ بچوں کے بارے میں پوچھتی تھیں کہ ہمارا بچہ کمال ہے۔ حضور بتاتے تھے کہ جنت کے ظلال دور چھ ہیں۔ ساتواں قارئین اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو پکارنا بھی عبادت بلکہ بہترین عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب خود دیتا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قرآن میں پکارا ہے۔ مگر کیوں کافروں کو پکارا؟ انکار غضب کے لئے مانتوں کو پکارا۔ انکار کے لئے مگر اللہ رب کو پکارا ہے۔ کبھی اپنا دکھ درد سنانے کو جیسے رہا فلعلنا نغفرا لہ اور کبھی اس کی حمد لو اکرے کو جیسے اللہم ملک العلیک فریکہ رب کی پکار اور بندے کی پکار کے فضاء مختلف ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ رب تو عظیم و خیر ہے اسے کیوں پکارتے ہو۔

پہلا اعتراض : جب رب تعالیٰ سب سے قریب ہے تو کبھی اپنے بندوں کو ہمینہ عتاب کیوں خطاب کرتا ہے جیسے کہ فلننجبوا میں جوابدہ تو سب سے قریب ہے مگر بندے بعض وقت غافل ہو کر اس سے دور رہتے ہیں۔ شیخ سہری نے کیا خوب فرمایا۔

دوست نزدیک تر از من میں است! دیں عجب تر کہ من ازوے دورم  
 اور بھی اس میں کھٹکتی ہیں۔ دوسرا اعتراض : تو چاہئے کہ رب کا کر بلند آواز سے نہ کیا جائے کیونکہ وہ قریب سے جوابدہ بلند آواز سے ذکر کرنے میں چند قائلے ہیں۔ اس سے قلب کی خلعت دور ہوتی ہے۔ شیطان بھاگتا ہے دوسروں کو ذکر کی رغبت ہوتی ہے جہاں تک آواز پہنچے وہاں تک کی چیزیں اس کے ایمان کی گولہ بنتی ہیں دیکھو مشکوٰۃ باب القذف۔ اسی مشکوٰۃ باب صلوة الیل میں ہے کہ ایک شب حضور علیہ السلام صحابہ کرام کا امتحان لینے ان کے گھروں پر تشریف لے گئے۔ قارئین اعظم کو خوب بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے ہوئے پایا۔ صبح کو جب یہ حاضر ہوا کہ ہوئے تو اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں سوتوں کو جگا رہا تھا شیطان کو بگا رہا تھا۔ رب کو منار ہا تھا۔ اس آیت میں ان کی تردید ہے۔ جو رب کو دور سمجھ کر پکاریں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاہ الحق میں دیکھو۔ اور اس پر کچھ تنقید کو انشاء اللہ ادعوا وکم تضرعاً وخطبتیں کی جائے گی۔ ذکر بالبر بھی افضل ہے اور ذکر غفی بھی جیسا سو قصد یہ کر تیسرا اعتراض : دعا لگنا ہے کہ ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب لکھا جا چکا۔ لہذا تقدیری بات ضرور ہو کر رہے گی۔ دعا مانگیں یا نہ مانگیں نیز رب ہماری حاجتیں خود جانتا ہے کہنے کی کیا ضرورت نیز وہاں حکم ماحول ہوتا ہے کہ خدا یا یہ تو کہو۔ اور رب کو حکم مانگنا لہوئی ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ جو میرے ذکر میں مشغول ہو کر دعا مانگے سکے تو میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ غرضیکہ دعا سے کوئی قائلہ نہیں۔ جوابدہ دعا کے قائلے ہم خلاصہ تفسیر میں عرض کر چکے۔ یہ اعتراضات محض بے کار ہیں خود اس آیت سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بندہ رب کا پتہ معلوم کرنے کی خواہش کی جو پوری ہوئی اور جیسے کہ لوح محفوظ میں ساری چیزیں لکھی ہیں ویسے ہی بندے کی دعا بھی لکھی ہے کہ ظلال چیز مانگتے مانتے ہمیں گے اور اگر نہ مانگتے تو نہ پائے گا۔ دعا محض دعا کے ضروری ہے کہ

اگرچہ شفا رب کے حکم سے ہے مگر وہ لے کر دیتا ہے۔ اور بے شک وہ عظیم و خیر ہے۔ مگر رب قدر بھی ہے اور رب کی شان یہ ہے کہ اس کے دیوانے پر بھکاری آئیں اور مرلوں نے کر جائیں وہ علانے میں ہماری زندگی اور اس کی رویت کا خطرہ ہے۔ اسی لئے اس نے جگہ جگہ دعا کا حکم دیا اور انبیاء کرام اور لوہاء نے دعائیں مانگیں۔ ذکر الہی حدیث کثیفہ دعا سے روکنا نہیں بلکہ دعا کی رغبت دینا ہے کیونکہ رب کی حمد و ثناء بلکہ دود شریف بھی در پر دعا ہے۔ چوتھا اعتراض: پھر ابراہیم علیہ السلام نے آگ نمود میں جانے وقت دعائیں نہ کی۔ بلکہ حضرت جبریل نے پوچھا کہ کیا آپ کو کچھ رب سے حاجت ہے تو فرمایا کہ وہ خود جانتا ہے کہنے کی کیا ضرورت ہے اور ان کو دعا مانگنا بہت پسند کیا گیا۔ جواب: وہ وقت اسحاق تھا کہ آپ کو فلو تھا کہ کہیں عرض کرنا ہے میری میں شکر نہ ہو جائے جیسے کہ ہمارے حضور علیہ السلام نے واقعہ کرنا کی خبر دی مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے دعا میری نہ کہ دفع مصیبت کی دعا اور اٹھارہ صدی کے وقت حضرت ظیل اللہ نے بھی خوب دعائیں مانگیں اور حضور علیہ السلام نے بھی ہمیں جو کہ اس کی تیز فیس لگا چاہئے کہ ہر وقت دعا کیا کریں۔ پانچواں اعتراض: جب ہم رب کی آواز سنتے ہی نہیں تو اس کے جواب دینے سے قانع کیا۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک علانہ 'دو سراعتانہ' علانہ جواب تو یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں تمام کام واسطوں اور مسببوں سے ہوتے ہیں پتا خود ہے مگر ہاں ہر روزی و فیکو کے ذریعہ سے اسی طرح رب کا جواب بذریعہ انبیاء و قرآن 'ملاہ' مثل کے ذریعہ ہم من رہے ہیں لہذا جواب دیکار نہیں۔ علانہ جواب یہ ہے کہ ہر کوئی ان سے ہی نہیں سنی جاتی بعض تو ازیں دل سے بھی سنی جاتی ہیں۔ جواب میں ہم دیکھتے سنتے کھاتے پیتے مگر ان کان آگے زبان سے نہیں صوفیاء کشف میں آگے کان بند کر کے سب دیکھ سنی لیتے ہیں۔ اسی طرح عرب کی آواز دل سے لب بھی سنی جا رہی ہے۔ کسی وقت دل میں سوز گداز خوش کلید ابھو جاتا ہے لئے ہوتا ہے کہ رب کی آواز دل سے ملے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفت لفظ گفتت لبیک نامت ایں گدازد سوز و درد لڑ بیک نامت

ہاں مرنے کے بعد انشاء اللہ بغیر واسطہ و اسباب کے رب کا کلام سنا جو لے گا اور حنت میں بلا واسطہ اس کا لہر اور ہو گا چھٹا اعتراض: اس آیت میں قبولیت دعا کا وعدہ ہے حالانکہ ہماری مدد ہر دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ جواب: اس کے چند جواب ہیں کہ ایک یہ کہ یہاں وجیب کے معنی جواب نہیں ہیں نہ کہ قبول کرنا اور بے شک ہر اعتراض کی دعا رب کی طرف سے لبیک کا جواب ملتا ہے۔ جس کو ہم نے واسطہ بغیر علیہ السلام ملے دو سرے یہ کہ یہ آیت مطلق ہے۔ رب کے ہاں دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ ہر دعا تیسرے یہ کہ اس کی تفسیر وہ آیت ہے لکشف ما تلهون الہ ان شاء یعنی جو دعائیں مرضی الہی کے مطابق ہوں گے وہ قبول ہوں گی۔ دعا خلافت قبول ہے۔ بعض دفعہ انبیاء کرام کو دعا سے روک دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ اھوض عن ہذا چوتھے یہ کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں اگر بندے کی دعا اس کے لئے بہتر ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ ورنہ دعا کی برکت سے کوئی اور بدل مل جاتی ہے یا اسے دعا کو نیا یا آخرت میں ثواب دے دیا جاتا ہے۔ فرمایا دعا رائیگں نہیں جاتی۔ حاجت پوری ہو یا نہ ہو پانچویں یہ کہ بندہ کبھی بری چیز کو اچھی سمجھ کر مانگ لیتا ہے تو رب اپنے کرم سے نہیں دیتا۔ جیسے کہ بلوں بیمار کامل طیب سے فصلانہ غذا آئیں ہلکے اور وہ دے دے تو اس صورت میں دعا قبول ہو سکتی ہے۔ ستر ہے۔ چھٹے یہ کہ کبھی دعا کی شرائط پوری ہوں نہیں ہوتیں۔ اس لئے قبول نہیں ہوتی۔ جیسے بغیر بیزد قاعدہ نہیں کرتی۔ ساتواں اعتراض

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بندے کی دعا قبول ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ وما دعوا الكافرين الا في ضلال کہ کافروں کی دعا قبول جاتی ہے۔ ان دونوں آیتوں میں مطابقت کیونکر ہو؟ جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ آیت دنیا کے لئے ہے اور وہ آیت آخرت کے حطلق یعنی جنہی کفار کی بیکار نہ سنی جائے گی دنیا میں ان کی بھی بعض دعائیں قبول ہیں۔ دیکھو شیطان نے زیادتی عمر کی دعا کی تھی جو قبول ہوئی۔ دوسرے یہ کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافر کی دعا پر رب بیک نہیں فرماتا اگرچہ ان کی حاجت پوری کر دے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی دعا میں کی عزت افزائی کیلئے قبول ہوئی ہے اور کافر کی حاجت اس لئے پوری کر دے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی دعا میں کی عزت افزائی کے لئے قبول ہوئی ہے اور کافر کی حاجت اس لئے پوری کر دی جاتی ہے کہ وہ رب سے زیادہ بہت نہ کرے جلد دور ہو جائے۔ چوتھے یہ کہ کافر کی دعا دنیا میں بھی قبول نہیں ہوئی۔ ان کی حاجت روائی ان کی دعا کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے ہی ہو جاتی ہے۔ شیطان نے قیامت تک کی زندگی مانگی تھی۔ عرض کیا تھا لا مطوفی الی یوم یعنی وہ موت سے بچنا چاہتا تھا اس کی دعا رد کر دی گئی اور موت اس کے لئے مقرر ہوئی۔ رہی لمبی عمر پہلے ہی سے اس کے لئے مقرر تھی۔ آٹھویں اعتراض: دعائیں رب تعالیٰ کو اپنی حاجتیں سنانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا وہ ہماری حاجتیں نہیں جانتا۔ جواب: یہ عرض و معروض اسے بتانے کے نہیں ہے بلکہ اپنی نیازی مندی کے اظہار کے لئے ہے تاکہ اس کو ربائے رحمتہ خوش میں آئے۔

تا نہ گریہ میر کے خند چمن      تا نہ گریہ منکے جوشد لبس!  
زود را بکار و زاری را گیر      رحم سوئے زاری آید لے فقیر!

تفسیر صوفیانہ : اے نبی علیہ السلام رلو محبت طے کرنے والے بندے آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہماری حیل کتنی دور ہے اور مجھ تک آنے والے سوا کرتے ہیں کہ ہمارا رب کیل ہے۔ ان سے فرما دو۔ کہ ہمت کر کے چلے تو۔ ہم بہت قریب ہیں۔ ہماری شان یہ ہے کہ جو کوئی ہم سے بڑھان مل کچھ مانگتا ہے۔ ہم اسے اس کی استعداد کے موافق دے دیتے ہیں۔ کسی کو ایمان کسی کو عرفان کسی کو جہن نور کسی کو لقاے رحمن۔ فریاد جیسی بیکاری کی جھولی دے دیتی ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ لہجہ کو میرے لائق بنائیں کہ زبور اور عجلت سے اپنی قابلیت پر بھائیں۔ اپنے آئینہ دل کو صاف کریں تاکہ میں اس میں ملتی قربوں۔ اور وہ مجھے اس آئینہ میں دیکھیں اور پذیرید استقامت مجھ تک پہنچیں۔ (ابن عربی)۔

دوسری تفسیر: دعا کرنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک تو دعا کے الفاظ بولنے والے۔ ایک حقیقتہً دعا مانگنے والے۔ دعا پڑھنے والوں کو رب کا قرب حاصل نہیں۔ حقیقی دعا گو وہ ہیں۔ جن کا رزق طلال زبان کی دل لورانی ہو۔ نور ان کی روح غیر اللہ کے ڈھونڈنے سے پاک ہو۔ اس کی دعا حقیقتاً قبول ہے اور رب اس کے قریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ رب سے رب ہی کو مانگے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

خلاف طریقت ہو کا ولیام      تمنا کنند از خدا جز خدا  
بعض عاشق یوں کہتے ہیں کہ خدا سے بارگاہ مصطفیٰ مانگو اور مصطفیٰ علیہ السلام سے بارگاہ خدا۔  
محمد از تو سے خواہم خدا را      خدا را تو حق مصطفی را

زبان کی جان تک پہنچے ہو اور جن (دل) کی دعا آسمان تک عرش برحق تک پہنچے اور آخرت کی دعا ملے اس کی دعویٰ آرزو نہیں ملے گی۔ پوری ہوگی۔ یہی دعا ہے۔

جو دل بھٹکا ہے سبلی بھٹل دے اللہ کی جو آنکھیں دی ہیں دکھاوے مجھے صورتِ محمدی

تیسری تفسیر: اے محبوب جب میرے بدلے آپ سے میرے حلق پر بھیجا میرے بدلے جب آپ سے میرا سوا کریں یعنی آپ سے مجھے اعلیٰ قریب میں سے بہت قریب میں اور صرف قریب ہی میں بلکہ میری قریب میں کی دعا میں قبول کرنا ہوں اگر آپ کہیں اگر مجھے پکاریں تو میں کی پکار کھڑا ہوں فوراً اگر آپ سے دور رہیں تو میں بھی قریب سے دور رہی ہوں خواہ میری سعی و محنت کریں اسی لئے میں عبادی لڑایا یعنی میری محنت کرنے والے کو کوشش کے پاس عبادت کی کی نہ تھی۔ مگر اللہ اس سے قریب ہو خدا اللہ سے قریب کی دعا میں سے قریب نہ ہوں۔ سوا کا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہ ہم شعی ہند ہر مصلحت در حضور اولیاء

اِحْلَلْ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَ

محفل کی گئی واسطے تمہارے رات میں روزوں کی جان طرف عورتوں اپنی کے وہ لباس ہیں واسطے تمہارے روزوں کی رات میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔ وہ لباس ہیں اور تم ان کے

اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَلَبَّ

اور تم لباس ہو واسطے ان کے جانکہ اللہ نے کہ تم مجھے خیانت میں ڈالتے عاتقوں اپنی کر جس کو قبول لباس۔ اللہ نے جانکہ کر اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوْهُمْ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

کی آپ پر تمہارے اور معاف کیا تم سے پس ابہم جمع کرو ان سے اور بشارت کرو وہ جو لکھا اللہ نے واسطے تمہارے اور تمہیں معاف فرمایا۔ تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو۔

تعلق: اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں رہنے اپنے قریب ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی تھی کہ ہم دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتے ہیں۔ اب اس کی دوسری دلیل یہ بیان ہو رہی ہے کہ ہم تمہارے اندر مدنی حالات کی بھی خبر رکھتے ہیں۔ کہ جنہوں نے روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں سے جماع کیا ہم کو معلوم ہو گیا۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں خبر دی گئی تھی کہ ہم دعا مانگوں کی دعا قبول کرتے ہیں۔ اب اس وعدہ کا اظہار ہے کہ مسلمانوں نے رمضان کی رات میں جماع جائز ہونے کی خواہش کی کہ ہم نے ان کی آرزو پوری کر دی۔ تیسرا تعلق: پہلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ تم پر روزہ ویسے ہی فرض کئے گئے جیسے کہ پہلی آیتوں پر فرض تھے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ میں اتنا فرق کئے دیتے ہیں کہ ان کے لئے روزوں کی راتوں میں عورتوں سے جماع حرام تھا۔ تمہارے لئے حلال کیا گیا۔

شان نزول : اگلی شریعتوں میں انظار کے بعد سے عشاء تک کھانا پینا اور عورتوں سے جماع کرنا حلال تھا بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں رات میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ شروع اسلام میں بھی یہی حکم رہا۔ پھر صرفہ امین قیس انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آ جانے پر صبح تک کھانا پینا درست ہوا جس کا تفصیلی واقعہ اسی آیت کریمہ کے اگلے جزد میں آیا ہے۔ بعد واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے عشاء کی نماز کے بعد بیویوں سے جماع کر لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب غسل کیا تو رونے لگے اور اپنے کو طاعت کرنے لگے۔ پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی بارگاہ میں اپنے خطا کار نفس کی معذرت کرتا ہوں۔ میں نے عشاء کے بعد اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے عمر تسمار ایہ کام نہ تھا۔ اس پر کچھ دوسرے حضرات بھی کھڑے ہو کر معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھی یہ خطا ہو گئی۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ جس میں گزشتہ خطا کی معافی اور آئندہ کیلئے صبح تک جماع کی اجازت دی گئی۔ (تفسیر کبیر و روشنی و روح و غیرہ)

تفسیر : احل لکم لیلۃ الصیام احل، حل سے بنا۔ جس کے معنی ہیں مکمل جائزہ۔ جائزہ کماؤں کو حلال اور زمین حرم کے ماسوا کو حل اسی لئے کہتے ہیں کہ ان پر سے پابندی ہٹا دی گئی۔ یہاں احل اگرچہ ماضی ہے لیکن لب حلال فرمانا مراد ہے جیسے کتب حکیم میں فعل حکم میں سارے ہی مسلمانوں سے خطاب ہے اور دام نفع کا ہے۔ یعنی یہ حکم تمہارے نفع کے لئے ہے لہذا روزوں کی راتوں میں نہ تو صحبت تم پر حرام ہے نہ فرض بلکہ محض مہجور جائز ہے کیونکہ حرام میں نہ کرنے کی پابندی ہوتی ہے اور فرض میں کرنے کی پابندی بن پابندیوں سے تم پر عین ہو گئی اور مقصود ہے تم پر آسانی کرنا۔ لیلۃ الصیام سے روزت مراد ہے جس کی صبح کو روزہ ہو۔ لیلۃ تیسویں شعبان کی رات اس میں داخل ہے کہ اس کے بعد روزہ ہے اور تیسویں رمضان کی رات اس سے خارج کیونکہ اس کی صبح عید ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ بمعنی جمع ہے کیونکہ چند روزوں کی راتیں بھی چار ہوں گے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جنس ہے۔ (کبیر لیلۃ الصیام ظاہر ہے کہ یہ احل کا ظرف ہے اور ممکن ہے کہ رات کا ظرف مقدم ہو۔ یعنی اے مسلمانوں تمہارے لئے روزوں کی رات میں حلال کیا گیا۔) صیام میں الصیام مراد ہے فوراً اس سے رمضان کے روزے مراد ہیں کیونکہ نقل روزوں میں تو پہلے بھی یہ پابندی نہ تھی صرف رمضان میں تھی۔ رمضان میں اگرچہ اور عبادتیں بھی ہوتی ہیں۔ ترویج احکاف شب قدر کی عبادت وغیرہ مگر نہ تک ان سب میں اصل مقصود روزہ ہے۔ اسی لئے اسے صیام کہا جاتا ہے یعنی روزوں کا مہینہ یہاں بھی صیام سے مراد صیام یعنی رمضان ہے۔ الوطی الی لسانکم رقت کے لغوی معنی قحط بات کرنا ہے جو سب کے سامنے نہ کی جاسکے۔ اصطلاح میں عورت سے جماع کی باتیں کرنا رقت کہلاتا ہے مگر یہاں جماع ہی مراد ہے کیونکہ پہلے یہی حرام تھا کہ جماع کی باتیں۔ چونکہ اس میں جلنے کے معنی بھی تھے۔ اس لئے بعد نفل لایا گیا۔ لہذا تم سے مراد اپنی بیویاں یا لونڈیاں ہیں یعنی تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جماع کے لئے جانا حلال ہے۔ اس لئے کہ ہن لباس لکم وانتم لباس لہن لباس، بس سے بنا جس کے معنی ہیں ڈھانکنا اور چھپانا۔ دھوکہ کو ہاتھیں قفلہ گئے کو بس اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں اصل شئی بھپ جاتی ہے۔ کپڑے کو بھی لباس اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے ستر چھپایا جاتا ہے۔ یہاں چند وجہ سے عورت کو مرد کا نور ہو کر عورت کا لباس کہا گیا۔ (۱)

وقت حمل ہر ایک سو سرے سے اس طرح ملتے ہیں۔ جیسے بدن سے لباس۔ (2) شوہر بیوی اور بیوی شوہر کے غیر راز ایسے چھپاتا ہے جیسے بدن کو لباس۔ (3) عورت کو کچنے ایسی خاص راز ہے جیسے بدن کچنے لگا کپڑا۔ (4) عورت عورت کے عورت کے عیبوں کو ایسے چھپا لیتے ہیں جیسے لباس بدن کے عیب۔ (5) عورت کو شوہر عورت کو عورت کی ہدف ایسی ضرورت ہے جیسے ہر موسم میں کپڑے کی۔ (6) عورت کو جو ہے عورت اور عورت کی وجہ سے عورت ہندی یعنی عورت اور عورت سے بیج جاتے ہیں۔ عورت کی عورت کو عورت کے لڑکے کو ہر طرح عیب لگ سکتے ہیں۔ لڑکی کو جو ہے یہ دونوں ایسے محفوظ ہو گئے جیسے کپڑے کی وجہ سے عورت کی عورت سے بدن۔ اسی لئے بعض علماء نے لباس کے معنی پردہ کچے۔ بعض نے فرمایا کہ لباس سے مراد ہے سکون و اطمینان۔ جس کی تفسیر سورہ اعراف میں یوں کی گئی کہ لیسکن الیہا سورہ روم میں فرمایا لیسکنوا الیہا رات کو بھی قرآن کریم نے لباس فرمایا ہے۔ وجعلنا الیل لباسا کہ وہ سکون و عیش کو وقت ہے۔ یعنی وہ عیش و سکون کے لئے سکون و عیش کا باعث ہیں اور تم لوگوں کے لئے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ وہ عیش کو چاہئے کہ ایک سو سرے کے عیب پوش ہوں۔ بھانسنے کے اور وہ سے نکل کر میں گھڑا ہوا اپنے لئے نیک خلعت و عید اور بیوی اختیار کرے اور لڑکی عید اور عورت کو کپڑا کرے سورہ نساء کی کل لڑکی عید میں خلعت کے لئے لباس نہ بن سکی۔ پردہ دار ہوں گی پردہ پوش نہ ہوں گی۔ علم اللہ علیہ السلام کے علم سے یا تو اس کا ذلی علم مراد ہے یا علم مشاہد یعنی اللہ نے ازل ہی میں جان لیا تھا یعنی یہ تبدیلی و قانون و فیوض شدہ پر گرام کے مطابق ہوا ہے۔ اتفاقاً یا اچانک نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی بدو شلو آپ قوانین اپنی ہے علمی کی وجہ سے بدلتے ہیں۔ اور ان قانون بدلتے ہیں۔ بحمد رب رب کے ہاں یہ تبدیلی مخلوق کی مصلحتوں کی بنا پر ہوتی ہے نہ کہ رب کی ہے علمی کی بنا پر یا تم سے جو خطا میں ہو کس وہ اللہ نے جان لیں کہ انکم کنتم تعلمانون انفسکم تعلمانون خیانت سے خطا جس کا بار ہے خون۔ اس کے معنی ہیں بے وقوفی، عمل کا بدنامی، لیاقت، عمدی کرنا کبیر) میں یا بے وقوفی کے معنی ہیں یہ بالذات مارنے کے معنی ہیں بعض نے فرمایا کہ خون اقطع میں اگر ارادہ خیانت کے معنی ہیں ہے (کبیر یہاں معنی ختم ہوا تو اپنے ہی معنی میں ہے یا معنی مستقبل (کبیر و مدح اطمینان) انفس کا زبردستی و مقبولیت کی وجہ سے ہے اور پانی کے پوشیدہ ہونے سے اور لب تحلیون کا مقول (خفا اللہ) پوشیدہ ہو گا۔ یعنی اللہ نے ازل میں جانتا تھا کہ اگر تم پر حمل حرام رہا تو تم اپنے نفسوں کے ہارے میں اللہ سے بد عمدی کر جنھو گے یا اللہ کی لالت میں خیانت کرنا لو گے یا اللہ نے جان لیا کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے۔ یا اپنے نفسوں کے ہارے میں رب کی خیانت کرتے تھے کہ باوجود ممانعت کے اپنی بیویوں سے حمل کر لیتے تھے۔ خیال رہے کہ ہارے نفس اللہ کی لالتیں ہیں اور گناہ اس لالت میں خیانت نیز ہارے نفس کا ہم پر حق ہے کہ نیک کام کے اسے حق میں پہنچائیں گناہ کرنا نفس کا حق ہوتا ہے اسی لئے میں خیانت فرمایا تھا اب علیکم وعظا عنکم یہ علم پر عطف ہے اور اگر اس سے علم ازل مراد ہو اور تحلیون معنی مستقبل ہو تو تو یہ سے مراد اجازت حمل اور خط سے مراد اس میں گنجائش اور وسعت دینا ہے اور وہ سری صورت میں یہ دونوں اپنی معنی ہیں (کبیر) یعنی رب نے قہری قبول فرمائی اور قہری خطا کو سہل فرما دیا۔ لالتن یا عروھن ف جزائیہ ہے اور اللت یا عروھن کا ظرف ہے ہا شوا جزا ہے۔ جس کے معنی ہیں ظاہری کمال۔ مباشرت کے معنی ہیں کمال کا کمال سے ملا۔ میں مراد حمل کرنا ہے۔ یہ اس وجہ کا نہیں بلکہ جواز کا ہے۔ یعنی جب کہ رب نے

تمہیں اجازت دے دی تو تم اپنی بیویوں سے روزوں کی رات میں جماع کر سکتے ہو۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار بی بی سے صحبت کرنا ضروری ہے یہ اس کا حق ہے کہ اس کے بغیر وہ جماع کا عرصہ کر سکتی ہے اور فاضلہ کو ایک سال کی مسلت طلع کیلئے دے کر ایک سال کے بعد عروسی کی وجہ سے طلع خرچ کر سکتا ہے اور کم از کم چار سال میں ایک بار صحبت کر لے۔ ضروری ہے کہ بلاوجہ دیر لگانا ممنوع ہے اسی لئے ایلام کی مدت چار سال ہے اور حضرت عمر فاروق نے اپنے کسی سپاہی کو چار سال سے زیادہ باہر رہنے کی اجازت نہ دی اس سے زیادہ صحبت کرنے میں اپنی قوت کا لحاظ چاہئے۔ نقصان نہ تک نہ کرے۔ واجتوا ما کتب اللہ لکم ہاں سے ملے مر لویا لوالدہ ہے یا اپنی سیسل اور لونڈیاں یا ان کا حیض و نفاس سے پاک ہو گیا جماع کی جگہ یعنی فرج یا شب قدر یا رمضان کی ہا فراغت عہدات اور کتب یا تو جمل کے معنی میں ہے۔ جیسے لا کتنا مع الصلوات قضاء فیصلہ یا عقی قدر (مقدیر میں لکھا) یا اپنے معنی میں ہے یعنی جماع سے وہ لونڈا تلاش کر جو رب نے تمہارے نصیب میں لکھی۔ یا جماع من عورتوں سے کر جو تمہارے لئے حلال کی گئیں یا اس حالت میں اور اس مقام میں جو تمہارے لئے حلال کیا گیا حیض و نفاس اور عروسی نہ کر دیا جماع کر کے ہا فراغت شب قدر اور رمضان کی عہدات تلاش کرو۔ جس کا تمہارے لئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ غلبہ شہوت سے تمہارا دل مطمئن نہ ہو گا۔ اب جب کہ جماع کی اجازت ہوئی تمہارے قلب کو سکون رہے گا جس سے تم بخوبی عہدات کر سکو گے خیال رہے کہ نیک لوالدہ کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کرنا واجب ہے اور اس کی دعا گناہت انبیاء ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے نیک لوالدہ کی دعا میں مانگیں۔ حضرت سریم کی دعا میں نے نیک بچہ کی دعا مانگی مگر یہ دعا اسی لئے ہو کہ بچہ دین کی خدمت کرے ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہو۔ اسی طرح اس لئے صحبت کرنا کہ اس سے دل کو سکون میسر ہو۔ اور عہدات میں دل لگے ثواب ہے۔ (کبیر و احمدی)۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا حلال کیا گیا۔ کیونکہ وہ تو تمہارا پردہ ہیں اور تم ان کا پردہ تمہارے دل کی چین ہیں اور تم ان کے دل کی راحت۔ تم ایک دوسرے کے بغیر گزار نہیں سکتے۔ رب جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال لیتے ہو یعنی غلبہ شہوت سے جماع کر بیٹھتے تھے اور پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرتے تھے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور گزشتہ خطبوں کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لئے جماع حلال فرمایا۔ اب تم کو اجازت ہے کہ روزوں کی راتوں میں جماع کرو مگر جانوروں کی طرح صرف شہوت پوری کرنے کے لئے نہ کرنا بلکہ بوالہ حاصل کرنے کے لئے یا یہ نیت کرنا کہ دلی فراغت حاصل ہو کہ رمضان کی عہدات میں امن بنانے سے ہو سکیں۔ اس نیت سے تمہارا جماع بھی عہدات اور باعث ثواب ہو گا ورنہ گناہ مگر توبہ ہو گے مگر ثواب سے محروم رہو گے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہو سکتے۔ پہلا فائدہ : ہاں کی خطبہ جھوٹوں کے لئے باعث مطالبہ دیکھو عمر رضی اللہ عنہ سے خطبہ جماع ہوا اس کی برکت سے تاقیامت مسلمانوں کو آسانی حاصل ہوئی تمام دنیا کا تصور آدم علیہ السلام کی ایک خطا کی برکت سے ہوا۔ مانکہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عینا کا بارگم ہو مسلمانوں کو جہنم کا حکم ملا۔ دوسرا فائدہ : جس خطا کی بدولت رب کریم سے خطاب فرمائے وہ ہزار نیکیوں سے افضل ہے۔ دیکھو عمر رضی اللہ عنہ سے ایک خطبہ ہوئی۔ رب نے ان سے کئی خطاب فرمائے۔ مطلق کی خوش خبری دی۔ ہم صدائیکیں کریں بلکہ پچھنی نہیں لگنا۔ کوئی رسید ہی نہیں آئی۔ یہ ہیں

پہلا اعتراض : غیہ گنہ کی توبہ بھی خفیہ ہونی چاہئے گنہ کا اعلان بھی گنہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خفیہ خطا حضور پر کیوں ظاہر کی اور خطا کے بعد یہ گنہ کیوں گنہ (رائضی) جواب : سبے خبر لوگوں سے اپنا گنہ ظاہر کرنا احمق گنہ ہے۔ حضور علیہ السلام ہر ایک کی حالت سے باخبر ہیں اور انکار عین ایمان ہے۔ نیز حضور کو اپنے گنہ کی خبریں بخورینہ مقرر ہے۔ رب نے فرمایا وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَخَفِيَةٌ بَارِي لَوْ كُنُوا مِنْكُمْ سَمِعْتَهُمْ يَخْتَلِفُ أَعْيُنَ النَّاسِ مِنْ عَيْنَيْكَ وَإِنَّهُمْ عَلَى غَلَبَةٍ مُبِينَةٍ۔ مگر طیب کو قاتل مصلح کرنا۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو دیگر صحابہ خیانت کرتے تھے اور خائن خلافت کے کمال نہیں لہذا ان کی خلافت باطل ہے نیز سدا یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ کوئی صحابی فاسق نہیں۔ اس آیت سے ان کی خیانت ثابت ہوئی جو کہ اول درجہ فاسق ہے۔ (رائضی) جواب : ہم صحابہ کرام کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ملتے ہیں یعنی وہ گنہ پر قائم نہیں رہے بلکہ اگر غلطی ہو جائے تو توبہ کر کے رب سے معافی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا نیز یہاں خیانت سے انسانی الفت میں خیانت مراد نہیں۔ بلکہ فقہ بے اختیاری گنہ مراد ہے کیونکہ انہوں نے کسی کلیل نہ مارا تھا۔ اپنی مبالغہ بیبیوں سے جملہ کیا تھا۔ اس لئے فرمایا اَنْفُسَكُمْ اِنْ تَحْسَبُوْنَ كِيَانَ الْخِيَانَةِ كِيًا۔ کسی کلیل یا کسی کلہا نہ مارا۔ نیز جب رب انہیں معافی کا پروانہ دے چکا تو تمہیں ان کے عیب ٹھکانے کا کیا حق ہے۔ رب تو معاف کرے اور تم شور مچاؤ۔ بلکہ اس آیت سے ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ رب

نے ان کے نفسوں کو اپنی ملک قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اے مہر صدارت نفس تو جنت کے عوض میں خرید چکا۔ اب تو تمام تمہارا وہ مکمل چیز ہماری ہو گئی۔ تم نے مجھ سے بغیر پوچھے اپنے اختیار سے جملہ بھی کیوں کر لیا۔ سبحان اللہ کوئی ایسا خوش نصیب بھی تو ہو۔ جس کے نفس کو رب اپنی ملک بنائے اس کی تفسیر وہ آیت ہے۔ ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم قيسرا عتراضا:۔ یہ بھی کوئی روزہ ہے کہ دن بھر کچھ نہ کھو اور رات کو ہماصت بھی کر لیا کرو اور جتنی دفعہ چاہو رات میں کھا پی لیا کرو یہ قانون تو انہیں صحت کے خلاف ہے۔ (ستیا رتھ پر کاش)۔ جواب:۔ دن میں نہ کھانے اور رات میں کھانے پینے کی اجازت میں بہت سی طبیعتیں ہیں جو ہم گھپلی آیت میں بیان کر چکے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ اسلام دین فطرت ہے اس نے سب کے لئے عام قانون بنائے ہیں۔ لہذا ایسی آیتیں بھی رکھی ہیں۔ جس سے ہر ایک عمل کر سکے۔ بار مضان مہذتوں کا مہینہ ہے۔ اگر نفس فاسق نہ ہو تو کوئی عہدت اطمینان سے نہیں ہو سکتی۔ کبھی غلبہ شہوت سے نہ نماز میں دل لگتا ہے نہ عبادت میں۔ خیالات پر اکتفا رہتے ہیں۔ جملہ سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور اطمینان مہذتیں ادا ہوتی ہیں۔ اسی لئے اس کی اجازت دی گئی۔ اب ہر شخص روزہ رکھ سکتا ہے۔ اسلام آریہ دھرم کی طرح بے اصول دین نہیں کہ مردوں کو برہم چاری بنا کر مردوں سے الگ رکھیں۔ اور ہر مردوں کو بارہ مردوں سے ننگ (زنا) کی اجازت دیکر دنیا میں بد کاری پھیلے۔ اس نے انسان کی حالت کا صحیح اندازہ فرما کر مناسب احکام دیئے۔ یہ علم اصول صحت کے خلاف نہیں۔ جس کا دن رات تجربہ ہے۔ اکثر بھی بیٹ کی بیماریوں کو اسلامی روزہ کا مشورہ دیتے تھے۔ چوتھا اعتراض:۔ اس آیت کریمہ میں تاب اور عفو دونوں کو جمع کیوں فرمایا اور توبہ و معافی میں کیا فرق ہے۔ جواب:۔ اس خطا میں شریعت کا حق تھا۔ جس کی وجہ سے اس روزے کی قضایا کفارہ ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں رمضان کی رات صیبت کرنا ایسا تھا جیسا آج کل بھلائی روزہوں میں صیبت کرنا۔ اور لہذا کا حق بھی۔ جس کا بدلہ آخرت میں ہونا چاہئے تھا۔ دونوں حقوں سے برائت کا ذکر فرمائے کیلئے توبہ اور معافی کا ذکر ہوا یعنی ہم نے تمہاری توبہ قبول کر لی لہذا تم پر اس روزے کی نہ تو قضا ہے نہ کفارہ اور تمہیں معافی دے دی۔ لہذا آخرت میں بھی تمہاری پکڑ نہیں اسی لئے کسی روایت میں یہ نہیں آیا کہ حضرت عمر سے اس روزے کی قضا کر لی گئی ہو۔

تفسیر صوفیانہ :۔ حاضری بارگاہ کا زمانہ گویا بار مضان ہے۔ نفس گویا بالی ہے اور حقوق نفس کا واکر گویا ہماصت ہے۔ فرمایا گیا کہ زمانہ حضور میں غفلت کے وقتوں میں اپنے نفس کے حصے میں کو دے سکتے ہو۔ کیونکہ اس کو روح کے ساتھ وہ تعلق ہے جو لباس کو جسم سے ہوتا ہے جیسے جسم کی حفاظت کیلئے کپڑے کا لحاظ رکھا جاتا ہے یونہی روحانی نگرانی کیلئے نفس کا بھی خیال رکھو۔ رب جانتا ہے کہ رولہ طریقت طے کرنے کی حالت میں تم سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے اس کی معافی دی گئی اور آئندہ کیلئے تمہیں اجازت ہے کہ باجمہر فنا کی حالت میں کبھی دنیوی حقوق بھی لو اگر مگر اس کو ذریعہ تقویٰ سمجھ کر اور یہ جان کر کہ معبود نے اپنے بندوں کے حقوق لو اکر لئے کا حکم دیا اور یہ اس کی رضا و کوریہ ہے۔ (ازہمن عربی) خلاصہ یہ کہ ترک دنیا کمال نہیں کمال یہ ہے کہ دنیا کو دین مانا جائے۔ لہذا چاہئے کہ کبھی تو نیک کردار بنو کر ملانکہ مقربین کی طرح عہدت میں مشغول رہو۔ یہ روزہ اور کبھی دنیا میں مشغول ہو کر ملانکہ مقربین کی طرح دنیوی انتظام کرے۔ یہ ہیں روزے کی راتیں۔ اس صورت میں ہر وقت عبادت ہی رہے گا۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے واسطے تمہارے ڈورا سفید دورے والے سے لہر  
اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جو سفید کی کا ڈورا سیاہی کے دورے سے

الْأَسْوَدَ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَتْلِ وَلَا تَبَاشِرُوا

سے پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک ۔ اور نہ صحبت کرو ان عورتوں  
پندہ بچت کہ پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور عورتوں کو آئندہ نہ ملنا

هُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا

سے جاؤ کہ تم ٹھہرنے والے ہو بیچ مسجدوں کے یہ حدیں ہیں اللہ کی پس نہ قریب جاؤ  
جب تم مسجدوں میں اشکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔

تَقْرُبُوا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

ان کے ۔ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ آیتیں اپنی واسطے لوگوں کے تاکہ وہ پرہیزگار ہوں۔  
آئندہ میں ہی بیان کرتا ہے قرآن سے اپنی آستیں کہ انہیں پرہیزگاری ملے۔

تعلق : اس آیت کا تعلق آجوں سے چند طرح ہے پہلا تعلق : یہ جملہ کھلی گندھی کا ہے۔ پہلے دونوں کی رات  
میں جملہ کی اجازت دی گئی اور اب صبح تک کھانے پینے کی اجازت دی جا رہی ہے کہ کہ یہ جس جملہ سے بھی منوعہ ضروری  
ہے وہ میرا تعلق : پچھلے جملہ میں جملہ کی اجازت کا ذکر تھا اب علی و فیو کی اس کا ذکر ہے کہ صبح ہونے پر یہ سب کام بند کر  
دے۔ تیسرا تعلق : کھلی آجوں میں دونوں کا ذکر ہو اب اشکاف کے احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اگر اشکاف دونوں کے  
ساتھ ہی ہو تو اس کو روزہ سے مست مٹھاتے ہیں کہ روزہ میں کھانے پینے سے پرہیز ہو تا ہے اور اشکاف میں کھانے  
کھانے سے۔

شان نزول : شروع اسلام میں روزہ کی راتوں میں سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی سونے یا عشاء کے بعد سب  
کچھ حرام ہو جاتا تھا ایک صحابی تھے مرہ بن قیس یہ سختی کوئی تھے کہ دن بھر صحت کرتے تھے۔ ایک خانہ میں حالت میں  
دن بھر کام کیا۔ شام کو گھر آئے۔ عورتی سے کہلا لگا دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ لڑکھکھے تھے تو تھکی۔ آگے لگ گئی۔  
جب عورتی نے کہلا دیا کہ انہیں پرہیزگاری کی باتوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ کہ کہ اب کھانا حرام ہو چکا تھا اور اسی حالت  
میں وہ مراد نہ رکھ لیا۔ جس سے بہت گنوار ہو گئے اور وہ پھر کو فحش آگئی۔ ان کے حق میں یہ آیت کہہ کر نازل ہوئی۔ (طبرانی)  
عمر بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفید و کالے ڈورے سے دنیاوی و دنیوی کھانے کھانے میں نے دونوں قسم کے دھانے  
اپنے نگی کے نیچے رکھے اور رات کو انہیں کھا کر ان کا رنگ کب ظاہر ہو۔ مجھے تو کچھ بھی نظر نہ پڑا۔ صبح کو وقت ہوا کہ

نبوت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے قسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ تب تو تمہارا بھائی بھائی فرار ہے یعنی وہ دُور ہے جو یہاں مروی ہیں تمہارے بھائی کے چھ نہیں آسکتے۔ اس سے تو دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مروی ہے تب لفظ من الغیر اتزل جس سے آیت کا معنی ظاہر ہوا کہ اس اجازت کے بعد مصلیٰ کرام احکام کی حالت میں بھی عورتوں سے جمل کر لیتے تھے کہ رات کو مسجد سے گھر گئے اور جمل کیا غسل کر کے پھر مسجد میں آ بیٹھے تب احکام کے احکام بتل ہوئے جس میں فرمایا گیا کہ رات کی اجازت اس کیلئے ہے جو مسکن نہ ہو (مدح الہیان) فرضیکہ اس آیت میں علقہ جملوں کے علقہ شلن نزول ہیں۔

تفسیر رکھنے سے پہلے یہ بات لحاظ میں رہے کہ پہلے رمضان میں صبح تک کھانے پینے کی اجازت دی گئی۔ پھر صحبت کی اجازت ہوئی مگر ترتیب میں پہلے صحبت کی اجازت کا ذکر ہے بعد میں صبح تک کھانے کی اجازت کا کیونکہ ترتیب کی بات تو لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق ہے۔ مگر نزول حسب حالات ہوا۔ ترتیب تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ جمع مصلیٰ لے کیا۔

تفسیر: کَلُوا وَابْتَغُوا فَاغْلُظْوا فِی الْاَسْوَاقِ عَمَل بھی جو اس کے لئے ہے۔ اور روزہ داروں سے خطاب ہے یعنی رمضان کی راتوں میں کھانے پینے نہ کرو۔ حتیٰ تبین لکم یہ کھانے پینے اور جمل تینوں ہی کی انتہا ہے تبین بین سے یہ جس کے معنی ہیں ظاہر ہو گیا۔ باب ختم میں اگر معنی ہوئے کہ خوب ظاہر ہو جائے یا تو اس طرح کہ تم خود کیونہ۔ یا اس طرح کہ ظلم لو قاتل (جستری) سے معلوم کرو۔ فقط شبہ محترم فیض العظیم الا یض من العظیم الا سود نیلہ دماغ کے کہتے ہیں اس لئے سوئی کو خیال اور روزی کو خیال کہا جاتا ہے کہ انیس دوسرے سے قطع ہے جو کہ سب سے پہلے صبح کی سفیدی مشرق میں دوسرے کی طرف چار یک ہی نمودار ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ رات کی سیاہی بھی پار پکڑ دوسرے کی طرف من جاتی ہے۔ اور معلوم ہوا کہ کالے اور سفید دو دوسرے ملے ہوئے ہیں لہذا اس حالت کو سفید اور کالے دوسروں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ روزہ پوچھنے ہی شروع ہو جاتا ہے جو کہ صبح کھانے میں بھی کالے اور سفید دو لے جے دوسرے پڑتے ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا من اللہ جو جس سے معلوم ہوا کہ شرقا "فرما" لے دوسرے مروی نہیں کیونکہ اس وقت رات ہی ہوئی ہے بلکہ جتو یا شکار دوسرے مروی ہیں جس سے وقت فجر ہو جاتا ہے۔ فجر کے لغوی معنی ہیں جاری ہونا ظاہر ہو پھار پھار چرنا غلطیہ گنہگار کو قہر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا حق ظاہر ہے جو کہ صبح کے وقت نور نکل جاتا ہے اور رات کی غلظت اس سے چر جاتی ہے۔ اس لئے اسے فجر کہا جاتا ہے من بیان ہے کہ اور یہ سفید اور کالے دونوں ہی دونوں کلیان ہے۔ (بکیر و مدح) یہاں تک عمری کی انتہا اور روزہ کی ابتدا اصیان ہوئی۔ اب روزہ کی انتہا کلیان ہے کہ لہذا تمہارا الصبا مانی اللہ ہے کہ فجر اور مغرب میں پورے دن کو روزہ حاصل ہے۔ اس لئے تم فرمایا گیا انتہا سے روزہ کی بات مرویوں کا پورا کرنا مروی ہے لی انتہا ہے اور لیل سے مروی مطلق رات ہے یعنی روزہ شروع کر کے پھر تم سلاؤں کھانے پینے اور جمل سے باز رہو۔ رات تک کہ رات کے آدھی روزہ ختم کر دو کہ نہ تو رات میں روزہ رکھو نہ شفق عتاب ہوئے اور سیاہی پھیلنے کا نظارہ کرو نہ روزہ وصل (روزہ پر روزہ) رکھو یہ امر جو ہوا ہے کیونکہ جیسے صبح سے روزہ شروع کرتا فرض ہے۔ ایسے ہی رات آئے پر نظارہ کرتا فرض ہے۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں کھانا یا فرض شری ہے۔ ایک جب کہ بھوکہ یا اس سے جان نکلنے کا خطرہ ہو کیونکہ جان رکھنا فرض ہے۔ دوسرے روزہ نظارہ کے وقت کہ وصل کا روزہ حرام ہے۔ تیسرے جس کسی کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کا حکم دیں اور حکم بھی شری ہو۔ شخص مشورہ نہ ہو۔ باقی عام حالات میں کھانا یا سنت یا مباح

ہے روزہ میں نماز میں حرام۔ لہذا اس رات رکھ کر جان دے دینا یا بھوک بڑھانی کرنا منع ہے کہ حکم کھانے کے خلاف ہے۔ یہاں تک روزہ کی ابتداء استیفاء اور اس کی پابندیاں بیان ہوئیں۔ چونکہ بعض لوگوں کو ممکن تھا کہ احکام بھی روزے ہی کی طرح ہے لہذا اس میں بھی دن بھر جلع حرام اور رات کو جائز۔ یہ وہم دور کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ ولا تباعثوہن من کے نفسی معنی ہم پہلے بتا چکے۔ یہاں جلع مراد ہے نہ کہ فقط پھوٹ۔ یعنی من عورتوں سے جلع نہ کرو۔ جب کہ وانتم حکمونی فی المسجد فانکون مکنت سے بظ۔ جس کے معنی ہیں نصرت اور پکارت۔ مثیم کو بھی ماکف کہا جاتا ہے وہ حکمونی علی اصنام لہم شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں نصرت کا نام احکام ہے۔ مساجد مسجد کی جمع ہے۔ مسجد خیمہ کہہ گا کہتے ہیں۔ مسجد بکبر خیمہ نماز کی جگہ یا مکان۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ مسجدوں کے لئے وہ مسجدیں مراد ہیں جن میں ہجرت نماز ہوتی ہے عورتوں کے حق میں وہ جگہ مراد ہے جسے وہ اپنے گھر میں نماز کیلئے خاص کر لیں وہ وہی ہی احکام بھی کر سکتی ہیں۔ اگرچہ یہاں مسجدوں سے خطاب ہے لیکن عورتیں بھی اس میں داخل ہیں۔ لہذا اگر لڑکی یا لڑکی میں سے کوئی بھی احکام میں ہو تو جلع حرام ہو گا۔ فلک حدود اللہ اس میں روزہ اور احکام کے سارے دن کو احکام کی طرف اشارہ ہے۔ حدود حد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں احتیاط اور روک ٹوک۔ عہد کو محدود کہتے ہیں کہ وہ روزے سے رکھو اسے۔ اور دن کو حد لو کہا جاتا ہے کہ وہ غیہوں کو بند کرنے سے روک لے۔ لوہے کو حد۔ چھری کی دھار کو حد۔ غیر نظر کو حد یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حد اس میں بھی منع اور روک ہے۔ مثقی لوگ جامع کو منع قریب کو حد کہتے ہیں کہ وہ بھی غیر کو داخل نہیں ہو سکتی۔ (دیکھو یہاں آلہ کے معنی میں ہے یعنی یہ احکام اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود اور آئیں ہیں جس پر حق داخل کی امتیاء اور دن کی حفاظت اور دن سے آگے بڑھا منع۔ فلا تفرحوا تمہیں چاہئے کہ دن کے قریب بھی نہ آؤ۔ شقی چہ انکھ سے دور رہو۔ تاکہ اس میں پھنس نہ جاؤ۔ فلک یمن اللہ ایہ للناس ذلک سے گزشتہ بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اور آیات سے مراد تو قرآنی کتبیں ہیں یا شرعی احکام یا دلائل قدرت۔ یعنی جیسے کہ ہم نے روزہ اور احکام کے احکام نہایت صاف و واضح بیان فرمائے ایسی ہی اور احکام بھی بیان کرتے ہیں یا کریں گے انہم یقولون تاکہ مسلمان بے تکلف تقویٰ اور پرویز مکاری حاصل کریں۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں جیسے کہ تمہیں روزہ کی راتوں میں جلع کی اجازت ہے ایسی ہی تمہیں یہ بھی اختیار دیا جاتا ہے کہ رات میں کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ صبح کا سلیقہ اور رات کے کالے اورے سے ظاہر ہو جائے یعنی پوپٹ کر صبح صلیق نمودار ہو جائے پھر اس وقت سے شروع کر کے رات آنے تک روزے پر رہے کہ وہ اور یہ بھی خیال رکھو کہ احکام میں کس قدر پابندی ہے وہ یہ کہ جب تم مسجدوں میں احکام سے ہو تو کسی وقت بھی بیسیوں سے جلع نہ کرو نہ دن میں نہ رات میں کیونکہ روزہ تو شام کو ختم ہو جاتا ہے مگر احکام کسی وقت ختم نہیں ہوتا۔ یہ جو کہ احکام بیان ہوئے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جن کو توڑنا یا سنی ان کے قریب بھی نہ جاؤ اور حرام سے بچنے کے لئے شب کی چیزوں سے بھی بچو۔ جیسے کہ ہم نے روزہ اور احکام کے احکام صاف بیان فرما دیئے۔ ایسی ہی سارے ہی احکام واضح کر کے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ آسانی سے عمل کر کے تقویٰ اور پرویز مکاری حاصل کریں۔ خیال رہے کہ چند وجوہ سے احکام روزے سے متوجہ رکھنا ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے روزے کے ساتھ احکام کا ذکر فرمایا۔ ایک یہ کہ احکام کے لئے روزہ عین لازمی ہے جیسے نماز کیلئے روبرو قبلہ

ہو گا۔ دوسرے یہ کہ روزے کی طرح احکام میں بھی عشق کا غلبہ ہے۔ اسی لئے عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سمجھ میں نہ جانا عبادت کیوں بن گیا۔ تیسرے یہ کہ جیسے روزے میں حلال روزوں کو حرام فرمایا گیا ہے ایسے ہی احکام میں بھی حلال چیزوں پر پابندی لگادی گئی ہے۔ چوتھے یہ کہ جیسے روزہ روزہ دار پر لازم ہو جاتا ہے کہ سوتے جاگتے چلتے پھرتے روزہ منہ میں رہتا ہے اور روزہ دار ہر محل میں عابد رہتا ہے۔ ایسے ہی احکام ممکن ہو لازم ہو جاتا ہے کہ سوتے جاگتے کھاتے پیتے ممکن عبادت میں رہتا ہے۔ ہر محل احکام روزے سے مستثنیٰ مناسبت پر کھتا ہے۔ فن وجود ہے اس کے احکام روزے کے احکام کے ساتھ ذکر ہوئے۔

## اعتکاف کے فضائل و مسائل

اعتکاف بہت پرانی عبادت ہے گزشتہ دہائیوں کے دین میں بھی جاری تھی۔ رب تعالیٰ نے سید عالمؐ پر ایسا منجیل کو حکم دیا تھا کہ ان ملہوا حتی للعطائف والعکفن میرے گھر یعنی کعبہ معظمہ کو طواف کرنے والوں اور احکام کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو معلوم ہوا کہ دین اور ایسی میں احکام تھا اس کے بے شمار فضائل ہیں جن میں سے کچھ عرض کے جاتے ہیں۔ (۱) بعض مصلحتوں میں ترک دنیا بہترین عبادت ہے۔ اسلام نے اس طرح ترک دنیا کر لیا جس سے دنیا کی کلوں سے بے خبر نہ ہوں اور لوگ تباریک اللہ دنیا بھی ہو جائیں یعنی ہمارے مصلحت میں کچھ دن گھر پر چھوڑ کر باہر بیچوں سے منہ موڑ کر خانہ خدا میں آ بیٹھیں اور عبادت سے نکل کر غلوں کے مزے لیں۔ یہ ترک دنیا جوگی اور سلا موبختہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ (۲) ممکن اس بھکاری کی طرح ہے جو فنی کے درد اندہ پر اڑ کر بیٹھ جائے اور کہے کہ میں تو لے کر ہی جاؤں گا ایسے ہی یہ بھی اللہ کے درد اندہ پر اڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ بغیر لے نہیں رہتا درد اندہ والے کو اپنے درد اندہ کی علاج ہوتی ہے سمجھ والے کو اپنے درد اندہ کا علاج ہے وہ ضرور دیکھ کر ہی بھیجے گا مگر انکسار شرط ہے۔ (۳) احکام میں دل ہوا اللہ سے غلط ہو کر اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ (۴) احکام میں لوگوں سے علیحدگی اور رب سے قرب ہوتا ہے جس سے کہ یہ لوگوں سے اور لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ (۵) احکام میں غصے کی آگ بجھ جاتی ہے۔ (۶) احکام میں رب سے انس اس پر توکل تھوڑے رزق پر رضا ہوتی ہے۔ (۷) احکام میں انسان تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ لوگوں سے میل جول کی حالت میں جھوٹ نصیحت وغیرہ سے گناہ ہوتے رہتے ہیں۔ ممکن کو صرف نمازیوں سے ہی ملاقات کا موقع ملتا ہے۔ (۸) احکام سے انسان رب کی رحمت خاص کے قتل ہو جاتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے چالیس دن کا احکام کر اگر انہیں توبہ توبہ دی گئی۔ ہمارے حضور علیہ السلام نے بھی عذر حرام چھ لے کا احکام فرمایا تب آپ کو نبوت اور قرآن کریم عطا ہوئے اگرچہ وہ موجودہ احکام سے کچھ مختلف تھے مگر ان میں دنیا سے علیحدگی تو تھی۔ (۹) صوفیائے کرام بھی خاص اہل کے لئے چلے کیا کرتے ہیں یہ بھی ایک قسم کا احکام ہے جس سے انہیں مستقل عکب ہوتی ہے۔ (۱۰) احکام میں انسان کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کی فکر ایک سال کے ذکر سے افضل ہے انسان اس زمانہ میں اپنے گناہوں اور رب کی رحمتوں کو یاد کر کے توبہ استغفار بھی کر لیتا ہے اور احکام ہی میں آنکھ زندگی کے لئے پھوکر اسے ہٹا سکتا ہے کہ اگلی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے۔

مسائل : مسوئیں رمضان کی صرے عید کے چاند دیکھنے تک احکام کی رعایت موکدہ علیہ کلتیہ ہے کہ اگر ہفتی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت چھوڑنے کے گناہ گار ہوئے اور اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب بری ہو گئے چاہے تو کہ مسوئیں رمضان کی صرے جتنے جب مسجد میں آئے تو عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے نکلے۔ مسئلہ : حکمت شہادیات اسلامیہ (بیشب پانچ روزہ) "فصل" وضو وغیرہ کے سوا کسی کام کے لئے بھی مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مسئلہ : مسجد سے مراد اہل مسجد ہے۔ جس نماز پڑھی جاتی ہے۔ خطرات وضو کی جگہ وغیرہ اس سے خارج ہیں۔ بلا ضرورت حکمت یہاں بھی نہ آئے۔ مسئلہ : حکمت کو مسجد میں کھانا پینا وغیرہ کی جائز کلام سب جائز ہے۔ مسئلہ : احکام میں عورتوں سے جملہ فن سے یوس و کثرت حرام ہے۔ مسئلہ : مرد اس مسجد میں احکام کرے جس جگہ نماز ہوتی ہو یعنی وہاں نام و مؤذن مقرر ہوں اور عورت مسجد بیت (گھر کی مسجد) میں احکام کرے یعنی گھر کی وہ جگہ جو نماز کے لئے غالب کرلی جائے۔

احکام کی بدلت : یہ تو آپ معلوم کر چکے کہ احکام سنت کی بدلت نو یا دس دن ہیں۔ اس میں روزہ بھی شرط ہے احکام فرض نذر کا احکام ہے اس کی بدلت کم از کم ایک دن اور رات ہے۔ اس میں بھی روزہ شرط ہے۔ مگر احکام قیل جسے عکس احکام کہتے ہیں۔ اس کے لئے نہ کوئی بدلت مقرر ہے نہ روزہ شرط انسان جب بھی مسجد میں آئے تو واجب ہے اس میں داخل ہو اور یہ کہہ لے کہ میں نے احکام کی نیت کی اس سے چار فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو جب تک مسجد میں رہے گا احکام کا لوہا پائے گا۔ دوسرے مسجد میں کھانا پینا بھی جائز ہو جائے گا۔ تیسرے مسجد میں سو بھی سکے گا۔ چوتھے مسجد میں دینی جائز بات بھی کر سکے گا۔ بار شریعت و شای و غیرہ)

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : روزہ کلفت شریعی دن ہے نہ کہ عقی یعنی صبح صلیق سے شروع ہو کر آفتاب ڈوبنے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ دیکھیں یہاں من اللہ علی اللیل نہ فرمایا بلکہ ختم کیلئے لی اللیل اور شلو ہو اور شروع کیلئے اتنی ہی مہارت۔ دوسرا فائدہ : کھانے پینے اور جملہ کا ایک ہی قسم ہے کہ ہر ایک سے کھانا واجب ہو گا کیونکہ یہاں من تینوں کو ایک ساتھ ہی رکھا گیا۔ تیسرا فائدہ : لیل روزہ بھی شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے کیونکہ "اتوا الصلوات" میں ہر روزہ داخل ہے اور اس کا پورا اگر فرض چوتھا فائدہ : علم نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ روزہ کی نیت غولائی کبریٰ یعنی نذر شریعی کے نصف (دوسرا) تک جائز ہے۔ پانچواں فائدہ : روزہ وصل یعنی روزہ پر روزہ رکھنا منع ہے۔ کیونکہ رات میں انتظار واجب۔ چھٹا فائدہ : حضور علیہ السلام پر یہ قسم جاری نہیں کیونکہ آپ ایسے روزے رکھتے تھے چنانچہ آپ نے لولا "سات دن کا پھر پانچ دن کا اور پھر تین دن کا روزہ رکھا ہے۔ جب صحابہ کرام نے بھی ایسا روزہ رکھا چاہا تو انہیں منع فرمایا اور فرمایا تم میں ہم جیسا کون ہے ہمیں تو رب کھانا پینا ہے۔ آنھوں فائدہ : مگر احکام مسجد میں ہو گا جیسا کہ لی الصلوات سے معلوم ہوا۔ نوں فائدہ : احکام میں بیوی سے جملہ اور جملہ کے کام یعنی یوس و کثرت وغیرہ حرام ہیں۔ جاتی بغیر شہوت چھوڑنا جائز۔ یہاں مباشرت سے جملہ ہی مراد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے سر مبارک میں نہالت احکام نکلی کرتی تھیں۔ دسواں فائدہ : اگر کسی کو بھی میں صبح کاشہ ہو جائے اور وہ کھائے تب بھی روزہ ہو جائے گا کیونکہ کھانا نہ کھانے کے لئے صبح کا تین ضروری ہے جیسا کہ تین سے معلوم ہوا۔

پسلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ رات میں نفاذ کیا جائے تو جس جگہ کئی کئی مکانات ہوں تو اسے وہاں روزہ کی کیا صورت ہے۔ جواب : اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ ایسی جگہ آبادی ہی نہیں کیونکہ وہاں سخت سردی ہے۔ دوسرا جواب اگر وہاں آبادی بھی ہو تو وہاں کے باشندے یا رمضان پائیگے ہی نہیں لہذا وہاں روزہ واجب ہی نہیں جیسے کہ مسکن سے طلوع کرام نے فتویٰ دیا کہ جس زمانہ میں بغدادی لندن میں عشاء کا وقت آتا ہے تو یعنی شفق غائب ہوتی ہے تو اس وقت پر نماز عشاء واجب نہیں کیونکہ انہوں نے وقت ہی نہیں پایا۔ یا جیسے کہ جس شخص کے ہاتھ وہاں نہ ہوں اس پر وضو کے فرض فقط وہ ہیں نہ وضو نہ اور سر کا مسح کیونکہ اس کے پاس باقی فرضوں کا عمل ہی نہیں۔ (مشی کتاب الصلوٰۃ) کہ جب فرمایا ہے لیکن عہد منکم انظر للعبادہ جو رمضان پائے وہ روزہ رکھے۔ انہوں نے رمضان پایا ہی نہیں۔ تیسرا جواب ایسے لوگوں پر روزہ کا نذر ہے واجب ہے اور ان پر یہ آیت ملتی ہے۔ وعلى الذين يطوفونه لیسوا طعام مسکن یہ جواب اعلیٰ حضرت نے دیا اور یہی قوی ہے۔ دوسرا اعتراض : جب نماز رمضان روزہ کا سبب ہے اور وہ انیس نہ ملا تو ان پر نذر یہ کیوں واجب ہو۔ نذر یہ تو روزہ کا فرض ہے۔ جواب : حدیث شریف میں ہے کہ وجہ کے تصور کا پسلاؤن ایک سال کا ہو گا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے اس دن حکمی وقت صحیح ہے مگر جو کہ وہ دن ایک سال کا ہے لہذا روزے بھی ضرور رکھے جائیں گے کیونکہ روزہ بھی نماز کی طرح فرض ہے۔ اگرچہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ اس کی بحث شامی کتاب الصلوٰۃ باب الوقت میں دیکھو۔ تیسرا اعتراض : اسلام میں ایک فرقہ تھا جس کا عقیدہ یہ تھا کہ جیسے دن غروب آفتاب سے جاتا ہے ایسی ہی طلوع آفتاب سے آتا ہے۔ لہذا سورج نکلنے تک کھانا نہ کھاؤ۔ مگر یہ فرقہ مٹ گیا۔ بعض اب بھی کہتے ہیں کہ جیسے آفتاب کے آثار نمودار ہونے یعنی پچھٹے دن آتا ہے ایسی ہی آفتاب کے آثار جاتے یعنی شفق غائب ہونے سے جاتا ہے لہذا اسی وقت روزہ نفاذ کرنا چاہئے۔ نہ کہ سورج ڈوبے اس کا کیا جواب ہے دن کے آنے اور جانے میں اتنا فرق کیوں ہے۔ جواب : دونوں فرقوں کا قیاس محل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی۔ عرف میں فجر میں اور مغرب رات میں شمار کیا جاتا ہے طلوع میں بھی اس کی بہت تصریح ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی کہا کہ ختم سحری کے لئے دراز عبادت اور شلو قربانی اور سفید اور کالے ڈورے کا ذکر کیا اور نفاذ کے لئے فقط الی الی انزلوا۔ اگر دونوں کا محل یکساں ہو تو قرآنی عبارت بھی دونوں جگہ یکساں ہی ہوتی۔ لہذا ان کا یہ قیاس باطل ہے۔ چوتھا اعتراض : چاہئے کہ رات بھی روزہ میں داخل ہو۔ جیسے کہ کئی ہاتھ دھوئے میں داخل ہے اس کے لئے ارشاد ہوا الی العراقل یسئل فریاد الی الی الی ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ جواب : ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کئی ہاتھ کی جنس ہے لہذا ہاتھ کے حکم میں داخل۔ اور رات روزہ کی جنس نہیں لہذا اس حکم سے خارج اور اگر رات داخل بھی ہوتی تو چاہئے تھا کہ صبح کے وقت روزہ نفاذ کیا جائے کہ عشاء میں تاک پوری رات اس میں آجائے۔

تفسیر صوفیانہ : اے راہِ محبت طے کرنے والو! تم اس ولوی کو طے کرتے ہوئے نفس کے حقوق بھی لو اگے جاؤ اور کھاتے پیتے جاؤ۔ یہاں تک کہ شبِ فرق کی غفلت ختم ہو اور صبحِ صلح طلوع ہو اور مشرقِ حضور سے شعلِ انور کا طور ہو اس وقت تم ندی سارے کام ترک کر کے راضی ہو لائق ہو جاؤ۔ پھر اب اس میں فتور واقع ہو اور کبھی غفلت کی رات آجائے تو پھر نفس کے حقوق لو اگر نہ اپنی زندگی یوں ہی گزار دو کہ پھر وقت ظہور ترک کرو تاہم بوقت غفلت لو اے حقوق تاکہ تسلا لوین بھی قائم رہے اور دنیا بھی یہ بھی خیال رکھنا کہ جب تم مساجد قلب میں اعتکاف سے ہو تو اس وقت نفس سے تعلق بالکل ترک کر دو

ورنہ تمہارا وقت غرض خلق ہو گا اور قلبی اشکاف ٹوٹ جائے گا ہم نے سارے احکام کھول کر بیان کر دیئے تاکہ تمہیں ہم تک پہنچنے میں تسلی ہو اور تم کو پہلے تو شرک سے بھر گناہوں سے اور پھر مشورت سے امن ملے پھر فضول باتوں کو بھی چھوڑ کر حقیقی تسلی میں جاؤ۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

چہ پاک آفریت بش پیش و پاک کہ نگ است بپاک رفتن خاک  
مر دوزخ بد گند لے پیرا کہ محل مایہ بود در سزا  
مکن مگر خلق بپس و صفا کہ فرست غرض است و وقت صفا

یعنی جب رب کے ہاں سے پاک آئے ہو تو پاک ہی جاؤ۔ پاک خاک میں اپنا جسم بپاک کر کے نہ لے جاؤ۔ اور جس تک ہر نیک گناہوں کا بوجھ زیادہ نہ چھوڑو۔ کیونکہ مسافر کے ساتھ ہمتا مسلمان اتنی ہی سعادت (اور امن علیہ وسع الہیمان) وصول فرماتے ہیں کہ انسان اپنی حد میں رہے تو انسان ہے اگر حد سے بڑھے تو جانور کہہ دیتے ہیں۔ شیطان ہے۔ بد راہی اپنی حد میں ہے تو آپ رہا ہے۔ حد سے آگے بڑھے تو ظالم ہے۔ سلطنت کی بھی حد میں ہوتی ہیں اور کھیتوں بانوں کی بھی۔ مملکت کی بھی حد کوئی اپنی حد سے نکل کر دوسرے کی حد میں داخل ہو کر ہے ایسے ہی مسلمان کیلئے بھی اللہ نے حدود مقرر کی ہیں بد مطلقاً نفسانی شیطان حدود چاہدہاں ہادی آگاہ مکن ہاتھ پاؤں کی حد میں مقرر ہیں۔ سچ بولتے رہے ایمانی حد میں رہے۔ جھوٹ بولا تو نفسانی حد میں داخل ہو گئے۔ کفر نکاتو شیطان حد میں چلے گئے۔ قرآن و کتب دینہ منورہ کو دیکھو تو روحانی حد میں رہے لیکن اگر اسی آگاہ سے حرام چیزیں دیکھیں تو نفسانی یا شیطان حد میں پہنچ گئے۔ اسی لئے ارشاد ہوا اِنَّكَ حُلُوْدُ اللّٰهِ جَانُوْر اَنَّكَ مَقْرُوْر كَرِهَ اَزَے کی حد میں رہتا ہے جو اس کی حد کو توڑنا ہے وہ من کا کفر ہو جائے وہ ناپس شیطان نفس اللہ شکاری جانور ہیں۔ اسلام اللہ تعالیٰ کلام اسلامی احکام اسی ہاتھ کی حدود ہیں۔ جو ان حدود میں ہے۔ شیطان سے محفوظ ہے جس نے انہیں توڑا وہ کسی چیز کا کفر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اپنی حدود میں رہنے کی توفیق بخشنے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْءُوا بِهَا إِلَى الْحُكْمِ لِتَأْكُلُوا

اور نہ کھاؤ مال اپنے درمیان اپنے ساتھ ناحق کے اور نہ لے جاؤ ان کو طرف حاکموں کی تاکہ

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے

فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۰﴾

کھاؤ تم کچھ حصہ داروں سے لوگوں کے ساتھ گناہ کے حاکم کہ تم جانتے ہو

دوسرا کہ تم لوگوں کا کچھ مال نہ جائز طور پر کھاؤ جان بوجھ کر

تعلق : اس آیت کا پچھلے آیتوں سے چند طرح سے تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں روزہ ٹکڑا کر قحط میں مغلطہ کھانے پینے کی ممانعت تھی اب بیجاہ طور پر کھانے پینے کی ممانعت کی جا رہی ہے۔ یعنی پہلے جائز بل کا بیجاہ طور پر کھانا حرام کیا گیا تھا اب بیجاہ بل کا کھانا حرام فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں رمضان کی راتوں میں کھانے پینے کی اجازت تھی

مکئی اور مطلق کا بھی حکم فرمایا گیا ہے تاکہ جاہل ہے کہ اس اجازت کے یہ معنی نہیں کہ تم ہر قسم کا ناجائز و ناجائز مل کھاؤ۔ بلکہ سوچ سمجھ کر حلال مل کھاؤ تاکہ قسمی حدود میں نور پیدا ہو۔ تیسرا تعلق: مجہول آیت میں فرمایا گیا تھا کہ تم مختلف کی حالت میں اپنی حلال خواہشیں (شوئیں) بھی پوری نہ کرو۔ سب بتایا جا رہا ہے کہ حرام خواہشیں بھی پوری نہ کرو اس کا حکم پیش ہتی اور اس کا رد نہ پیش موجود۔ چوتھا تعلق: مجہول آیت کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے قریب بھی نہ جاؤ اس میں حدود کا حلال ذکر تھا لیکن حدود کی کچھ تخصیص ارشاد ہو رہی ہے چونکہ کھانا پینا اہم کام ہے کہ اس کے درست ہو جانے سے عہدوں، معاملات، دعائیں وغیرہ درست ہو جاتی ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے کھانے پینے کی شرعی حدود کا خصوصی حکم سے اس آیت میں ذکر فرمایا۔

شکل نزول: عہدوں، حشری اور امراء اقیس کنڈی میں کچھ زمین کے متعلق جھگڑا تھا ان دونوں نے یہ مقدمہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا جس میں عہدوں تو مدعی تھے اور امراء اقیس مدعی علیہ عہدوں کے پاس کوئی گواہ نہ تھا امراء اقیس کو قسم کا حکم ہوا۔ انہوں نے قسم کھانے کی تیاری کی۔ حضور علیہ السلام نے وہ آیت کریمہ پڑھی کہ ان اللعن مغتروں ہمہ اللہ جس پر امراء اقیس قسم سے باز رہے اور وہ دونوں مدعی اور مدعی علیہ روئے لگے۔ جن میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ زمین میری نہیں میرے اس بھائی کی ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔ حضور علیہ السلام نے ان کو جنت کی خوش خبری دی۔ (احمدی و مدح الہیان)

تفسیر: ولا تاكلوا اموالکم بظلم با بطل اگرچہ تا کلو اکل سے بظلم کے معنی ہیں کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا وغیرہ ہر قسم کے استعمال کی ممانعت خصوصاً ہے۔ اسی لئے اموال کو جمع فرمایا گیا۔ اور اموال لکھنے سے یا تو خود اپنے ذاتی مل مرلوں پر یا ایک دوسرے کے مل نمک سے ظاہر ہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے کھل مرلوں۔ باطل بطل سے بظلم کے معنی ہیں جائز اور مست جملہ اس کی جمع ہو باطل اور باطل کی جمع ہوا میں ہے (کبیرا شریعت میں ہر ناجائز اور غلط چیز کو باطل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ شے باطل ہے یا اس سے خرچ اور آمدنی کے تمام ناجائز طریقے مرلوں شراب خوری عوام کاری مفصل شرعی یہ سب باطل خرچ ہیں اور رشوت، نصب، لوٹ، چوری، جھوٹی قسمیں، جوا، کمانت، خیانت وغیرہ ناجائز چیزیں یہ سب باطل آمدنیاں ہیں۔ یعنی نہ تو تم اپنے باطل طریق خرچ کرو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کھل ناجائز طریقے سے حاصل کر کے استعمال کرو۔ وتناولوا الى الحکام یہ لا تا کلو اور معطوف ہے اور لا کے تحت میں ہے اور لا تا اور لا سے بظلم کا رد ہے۔ ہر دو۔ اس کے معنی ہیں لا کھنا۔ ذل کو ذل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ کنوئیں میں لٹکا ہوا پھونڈا جاتا ہے۔ قتل دلوہ بظلمی رشتہ کو بھی اسی لئے لولاہ بولتے ہیں کہ جیسے ذل سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ ایسے ہی اس سے میراث پتے ہیں۔ یا مرلوں مقدمہ لے جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ مل حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حکام کے نذرانہ کو رشوت کہا جاتا ہے کہ وہ رشاد سے بظلم جس کے معنی ہیں ری۔ جیسے بذریعہ ری بھرا ہوا ذل کہتا ہے۔ ایسے ہی بذریعہ رشوت مل حاصل ہوتا ہے۔ (کبیرا بھلا مروج اموال ہے اور مرلوں مفصلت۔ حکام جمع حاکم کی اور اس سے یا تو شرعی قاضی مرلوں اور یا عالم حکام (احمدی) یعنی مل کے غلط مفصلت حکام کے پاس نہ لے جاؤ۔ لتا کلو من اموال الناس یہ ذلوا کے متعلق ہے یا مل بھی اکل یعنی کھانے سے مرلوں اخذ

یعنی لینا ہے کیونکہ کھانا اصل حصہ ہے۔ لریق کی تفصیل تحقیق ہم پہلے کر چکے۔ اس سے مراد یہی کچھ حصہ ہے۔ کیونکہ مقدمات میں متعلق کا سبب نقل نہیں لیا جاتا بلکہ بقدر معمولی پر ہی قبضہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے آگے 'من اموال الناس' فرمایا گیا یا تو من یا منہ ہے یا عینہ یا ثلثم لا کلوہ کے حقائق ہے اور اس سے جموں گوشتی جموں قسم ہموں کے مقدمہ کی پیروی فرمیک۔ ہر ناجائز بات مراد ہے یعنی حکام کے پاس مل کے جموں کے مقدمے اس لئے نہ لے جاؤ کہ حکام کو رش و خیر و دیگر لوگوں کا کچھ مل کھا جاؤ۔ و انتہی تعلقوں پر تدارک کے قائل سے مل ہے اور محکمہ کا مفسول پر شیعہ یعنی تم لینا جموں کا اور مقدمہ کا لفظ ہر ناجائز ہونے کیلئے معاملت حکام کے پاس نہ لے جاؤ۔

خلاصہ تفسیر : اسے مسئلہ قائم نہیں میں ایک دوسرے کے مابین پر ناجائز قبضہ نہ کرنا اور انہیں غلط طریقہ سے استعمال میں نہ لانا اور اپنے ظلم پر عدالت کے لئے جسوں نے مقدمات حاکموں کے پاس اس میں سے نہ لے جانا کہ انہیں کچھ دینا کرنا جھوٹی گواہی قائم کر کے یا غلط شہادت دینا یا گواہوں کو قید و محکوم کرنا یا ان سے غلط فیصلے لے کر لوگوں کے مابین ناجائز طور پر کھابو۔ حالانکہ تم یہ جانتے بھی ہو کہ ہم اس مقدمہ میں سچے ہیں۔

## حرام و حلال کی پہچان

[illegible]



جہ کہ لے یا حاکم جہتی کو ایوں ہے ہے خبری میں فیصلہ کرے تو وہ گنہگار نہیں خیال رہے کہ مسئلہ کی ہے خبری ستر نہیں ہے  
والہ کی ہے خبری نکال کر ہے۔

[illegible]

تفسیر صوفیانہ : اہل حق کیلئے یہ اکیلا اور حق مہلت کے لئے ہا ہے کہ ان سب میں بغیر رب کی اجازت اپنا عمل در آمد نہ کیا جائے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں اپنے اہل نازل یعنی نفسانی خواہش اور حرم و خصوصیت فصول غریبی سے استعمال میں نہ لانا۔ بلکہ حق سے کلمہ یعنی کائنات اور قیام مہلت اور جہانے عورت کیلئے خروج کرنا اور اہل فیصلے شریعت کے پاس لے جانا۔ جس نے حکام یعنی نفس اللہ اور شیطان کے پاس نہ لے جانا اور اس کی راستے سے غریق نہ کو نہ تکمل ذریعہ تقویٰ ہے لہذا اے کلمہ میں یہ مہلت کہ یعنی قطع روحی منفعت اور مصیبت پر صبر نہ کرنا۔ نہ تم جانوروں سے بدتر ہو گے اور تمہارا اہل کلام منہ ہو گا۔ (سورۃ البیان) جو بلا تحقیق برہن کمالے۔ حرام طلال کی تحقیق نہ کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہ کلمہ کہ کلمہ حق میں نہ لانا ہے اور یہ حوالہ نیاں بغیر تحقیق کے منہ میں ڈال دینا ہے۔ حکیم خانی نے کیا جواب کیا ہے۔

اس جمل پر مثل موار است کہ گسل فہرہ ہزار ہزار  
اس مریں دلہے ذمہ مطلب دلی مریں دلہے ذمہ حقاہ  
آخر کار بگذرہ اعلیٰ دہمہ ہانہ اس موار  
انسان کو یہ کوشش چاہئے کہ عدس کے حق سے ہلکا ہو کر دیا سے جائے۔

حکایت : لو شیروں کا جب انتقال ہوا تو اس کے نبوت کو تمام سلطنت میں پھیلایا اور ساتھ میں ایک شخص کو اذن دیا تھا کہ آج یہ بلا شہد دنیا سے جا رہا ہے جس کا اس پر کوئی حق ہو وہ اکر لے لے۔ اگر یہ مسافر ہلکا ہو جائے مگر ساری سلطنت میں کسی کا اس پر ایک سوہ بھی نہ نکلا۔ (دعہ طہیان)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ

پر چھتے ہیں وہ آپ کے تعلق فرماؤ وہ عادات وقت میں واسطے لوگوں کے اور حج کے اور نہیں ہے عبادی  
تم سے سنئے چاہئے کہ بھر چھتے ہیں تم فرماؤ وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے سنئے اور یہ کہ عبادی

بَانَ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنَ اتَّقَى وَأَتُوا

اس میں کہ آؤ حج گھروں میں طرف سے پچھتوں ان کے در تکیں عبادی وہ سے جو پر بیزگار ہو  
نہیں کہ گھروں میں پچھت توڑ کر آؤ اور اس عبادی تو پر بیزگاری ہے

الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اور آؤ گھروں میں طرف سے دروازوں ان کے اور ڈرو اللہ سے نکرتم کا عیب ہو۔  
اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاں پاؤ۔

تعلق : اس آیت کا پچھل آیتوں سے چند طرح سے تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھل آیتوں میں رمضان اور احکاف کا ذکر ہوا اور رمضان چاند ہی سے آتا ہے اور اس سے ہی جاتا ہے۔ احکاف بھی چاند کی تہہوں سے ہوتا ہے اس لئے لب چاند کے گھٹنے پونے کے قائمے بیان فرماتے وہ سرا تعلق: پچھل آیت میں فرمایا گیا کہ مل ملا طرحوں سے نہ کہو اور ملی معلومات کو تہہوں سے سمت تعلق ہے۔ قرض و فیو کی مدت اسی سے پوری ہوتی ہے۔ اس لئے لب چاند کو کہو۔ تیسرا تعلق: پچھل آیتوں میں روزوں اور احکاف کا ذکر تھا اب حج اور اس کے مسائل بیان ہو رہے ہیں کیونکہ یہ بھی رمضان کی طرح سال میں ایک بار آتا ہے۔

شان نزول : اس آیت کے دو جزوں کے دو شان نزول ہیں۔ پہلا تعلق سے والہج تک کا ایک شان نزول ہے اور لیس الہر سے تعلقوں تک دو سرا۔ پہلے جزو کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضرت معاذ بن جبل اور عتبہ بن غنم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حبیب اللہ چاند کا کیا حال ہے کہ کیسا نہیں رہتا۔ شروع تہہوں میں ذورے کی طرح ہاریک ہوتا ہے پھر پونے پونے پر رہا جاتا ہے اور پھر کہتے ہوئے پہلی کی طرح ہاریک۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری (وہ منہود

فرمانوں اور سرے جزو کائنات نازل ہوئے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کا حرام پابندی کر اپنے گھروں میں دو روزہ سے نہ آتے جاتے تھے بلکہ عیسوں کے پیچھے سے لوہے کے ٹکڑوں کے ٹھیکے توڑ کر اس طرف سے پہلنی قریش یعنی خزیمہ اور بنی عامر بنی قریظ کے لوگ دو روزہ ہی سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ ان قبیلوں کے ساتھ کوئی دو روزہ سے آتا جاتا تھا ہے عاجز کہتے تھے۔ ایک بار حضور علیہ السلام اور دیگر انصاری اہرام پہنچتے ہوئے دو روزے سے نکلے۔ لوگ رخصت ہو کر آج کے حضور علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم تو انصار سے ہو بنی قریظ سے نہیں۔ تم دو روزہ سے کیوں نکلے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی قریظ سے ہی ہوں۔ کیونکہ آپ کے دیں پر ہیں اور آپ کا فرمانہا اور نظام کا شکر سوائے کے ساتھ ہے ان کے اس سوارے میں آپ کی تائید میں یہ آیت کریمہ آئی جس سے اس واقعہ کو مطلقاً ایک (احمدی دورہ منظور)۔

تفسیر: مسئلہ تک عن الاصل اگرچہ پابندی کے بعد صحابہ نے اس سوال کیا تھا کہ یہ سوال سب کو پیدا ہو سکتا ہے اس لئے سب کو حکمی مسائل میں کریمہ کا بیان کیا گیا۔ اصل مسئلہ کی جمع ہے۔ پہلے دو سری واقعے کے پابند کہلائے گا۔ پہلے اس کے بعد قرآن اور دعویٰ کے پابند کو بدلتی ہوئی ہے۔ نبی علیہ السلام لوگ آپ سے ملے پابند کے حلقہ میں آتے ہیں کہ یہ پابند کہیں ہو تا ہے اس مسئلہ تک میں صحابہ کرام کی منقبت بھی ہے اور حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت بھی۔ منقبت تو اس طرح کہ سارے مسلمانوں پر اس پر چھنے والے صحابی کا احسان ہے۔ جس کے سوال کی وجہ سے یہ آیت مسلمانوں کو ملی۔ صحابہ کے سوجھ بوجھ و حکمت آیات کے شان نزول ہیں۔ تو رستہ و انجیل کی آیتوں کے شان نزول نہ تھے وہ سب یکسو آمد آگئی تھیں۔ قرآنی آیات کے شان نزول ہیں۔ جن سے صحابہ کے احکامات و آیتوں کو گول پر ہیں۔ لگے۔ نعت اس طرح کہ حضور سے سوال گویا رب تعالیٰ سے سوال ہے کہ پوچھتے ہیں حضور سے اور وہ لیدر ہے رب اللہ ہی موافقت للناس والنجی اگرچہ جو آپ محمد رب سے نہ ہو مگر قل فرما کر حضور سے کہلوایا کہ سوال بھی آپ ہی سے ہو تو اٹھ لی کا مرجع احاطہ ہے۔ اور موافقت میقات کی جمع جس کا لغوی معنی ہے وقت کسی کام کے لئے کہتے ہیں۔ میقات وقت معلوم کرنے کا کہ اور ذریعہ جیسے وہ سے سے میقات بھی وقت کی انتہاء کو بھی میقات کہہ دیتے ہیں جیسے فہم میقات رب حلال مینہ کا ختم ہے اور اہرام پہنچنے کی جگہ حلت غنم ہوئے کا ختم ہے اس لئے ہلال کو مینہ کا میقات اور ان میقات کو حج کا میقات کہا جاتا ہے۔ لہذا سے مراد لوگوں کے دینی اور دنیائی کلمہ ہاں ہیں جو کہ دینی معاملات میں حج کو ایک خاص فرض حاصل تھی کہ ساری عبادتیں زمین کے ہر حصہ میں ہو جہاں ہیں مگر حج صرف کہ حضور میں ہی تھا اور نہ ہے نیز حج کے سارے تمام جان کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر ایک سو سے کے معاملات سے واقف ہو سکتے ہیں نیز حج کے موقع پر طائی حبر کہ مخالفت اور حبر کہ جزو کی مذہبیت کرتے ہیں۔ سوار محبوب کے ذہن کو اپنی آنکھوں سے لکھتے ہیں نیز حج ہی سے لے کر عرب کی روزی و بابت ہے کہ وہاں پہلے لوگوں کوئی نہیں۔ حج پر زندگی کا دار ہے۔ اس لئے اسے علیحدہ بیان کیا یعنی آپ فرمادہ کہ یہ پابند لوگوں کے کاروبار اور عبادت خصوصاً حج کے وقت کی ملاشیں اور ان کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں کہ اس سے فرض کی مدت عورتوں کی مدت سالوں کے شمار لوگوں کی عمریں علیحدہ مصلحت اور عید بھڑمید کا پتہ لگتا ہے اور اسی سے حج اور اس کی تدابیر معلوم ہوتی ہیں اور اسی کے ذریعہ لوگوں حج کو لکھتے جاتے ہیں۔ جو کہ پابند کے ضمن میں حج کا کریمہ آگیا ہی لئے اس کے متعلق ایک ضروری مسئلہ بھی یہی فرمایا کہ لوگوں کو ان کی سخت لفظی پر

خبردار کیا گیا کہ اگر شہر ہو کہ ولس البرہان قاتوا البیوت من ظہورھا۔ بیت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں شب گزاریا گمراہی کو غمزدگی میں جو کہ رات گزاری جاتی ہے۔ اس لئے اسے بیت کہتے ہیں۔ یعنی مقام بیت۔ ظہور جمع غمزدگی ہے۔ یعنی کلی ہوئی چیز یا کھلا ہوا حصہ۔ چونکہ انسان کی پیٹھ اور گمراہی حکیمیت (پچھلی دیوار) بالکل ظاہر ہوتی ہے اس لئے اسے ظہور کہا جاتا ہے۔ یعنی موسم حج میں گمراہوں میں حکیمیت سے آگاہی نہیں بلکہ ایک ہی کاری حکیمیت ہے و لکن البر من اتقى بالآیہ اسم فاعل کے معنی میں ہے یا من سے پہلے ایک سو پڑھتا ہے اقل کا مفعول چھاپا ہے یعنی حقیقی بھلائی اس کی بھلائی ہے۔ گمراہوں سے بچنے کا حقیقی نیک۔ وہ ہے جو پرہیزگار ہو گمراہوں میں پیچھے سے آگاہی کرے لہذا قاتوا البیوت من اہواہا یہ امر باعث کاف ہے جس میں ان کے غلط عقیدہ کی تردید ہے اور ممکن ہے کہ وہ عرب کاہنوں کی رسم جانتے ہوئے ان کے لئے درود انڈوں سے آگاہی وقتہ واجب کر دیا گیا ہو۔ ایو اب باب کی جمع ہے باب درود انہ کو کہتے ہیں خود شر کاہن یا مکان کا یا کو غمزدگی وغیرہ کا بھی ذریعہ کو بھی باب کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے فاعلنا علیہم ایو اب کل غشی میں گمراہ کے اصل دروازے مرلوں جو آئے جاتے کیلئے ہائے جاتے تھے کہ وہ سورل جو حکیمیت میں بیٹھنے لگے جاتے تھے کیونکہ وہ قصبہ (سورل) تھے نہ کہ دروازے۔ یعنی تم بتاتے ہو گمراہوں میں درود انڈوں سے جاسکتے ہو یا خود درود انڈوں سے ہی جاتا کہ یہ غلط رسم ٹوٹے مگر ساتھ ہی خیال رکھنا وانکوا اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے شرعی احکام کو نہ بدلو اور نہ اس کے افضل پر اعتراض کرو لعلکم تفلحون تاکہ تم حقیقی بھلائی اور بہت پائیدار بنو۔ جن میں کامیابی حاصل کرو۔ خیال رہے کہ کفار عرب میں عہدات چار قسم کی رہی تھیں۔ بہت پرستی و شرک۔ کورہ عہدات سمجھ بیٹھے تھے۔ بعض حرام کاموں کو عہدات جان بیٹھے۔ جیسے غلہ کعب کا ٹکے بن طوق۔ بعض عہدات کاموں کو عہدات سمجھتے تھے جیسے گمراہوں میں پیچھے سے آگاہی کعب کے پاس تکیاں، سیشل، بھلا، بعض اچھے کام بھی عہدات کرتے تھے۔ جیسے کعب کی خدمت آپ زمرہ پناہ وغیرہ حضور انور نے پہلے وہ کام تو جبرائیل فرمادیے۔ تیسرے کام کو نرمی سے بند کیا۔ کعبوں میں رب نے ان دیو اہوں میں سورل کرنے کو کفر شرک یا حرام نہ فرمایا بلکہ نرمی سے فرمایا کہ یہ کام تنگی نہیں پورے تھے قسم کے کاموں کو ہتی رکھا مگر معمولی کام کسی نبی کی نقل بن گئے وہ عہدات ہو گئے جیسے مہوں کو نکھارنا طوق میں آکر کہ چٹو وغیرہ۔

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے چاند کے گھنے بوحنے سے حلق پوچھتے ہیں جو کہ ہر ایک علی مسئلہ ہے اور قدرت کا ارتقا۔ اور اس سے انہیں کوئی فائدہ بھی نہیں۔ لہذا آپ انہیں اس کی وجہ تو نہ بتاؤ۔ اس کی حکمتیں بتاؤ کہ اس کے گھنے بوحنے میں کیا فائدہ ہے فرمادو کہ یہ اس کا گھٹا بوحنہ ہی لوگوں کے سامنے مندی ہو رہی کہ وہ پوچھنے کا درجہ ہے اگر سورج کی طرح یہ بھی پیش یکساں ہی رہتا تو لوگوں کے گمراہی پھیل ہو جاتے اب اس سے اپنے سامنے مصلحت و عہدات اور خصوصاً حج کے وقت بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ سری قومیں اپنے اوقات کا تعلق صرف سورج سے رکھتی ہیں مگر اسلام نے نماز کے اوقات سورج سے وابستہ کئے اور زکوٰۃ روزے حج عہدات انہوں کی شیر خوارگی وغیرہ کے اوقات چاند سے تاکہ رب کی دونوں چیزوں سے فائدہ اٹھایا جائے اور ان تعلقات کی وجہ سے مسلمان سورج کی رفتار کی بھی پیمائش کریں اور چاند کی رفتار کی بھی۔ مگر جو کہ چاند سے زیادہ عہداتوں کا تعلق ہے اس لئے اسلام میں چاند کی تاریخوں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ جیسے نماز کے تعلق کی وجہ سے سورج کا طلوع غروب، نوافل وغیرہ کا بہت خیال رہتا ہے۔ ان سے یہ بھی فرمادو کہ حج کے موسم میں گمراہوں کے

دو انڈے پیکر کر دینا اور پیچھے سے سوراخوں کے ذریعہ ان میں آنا جانا جھٹائی نہیں بلکہ ایک بے فکر سا کام ہے۔ نیک تو وہ جو گناہوں سے بچنے نہ کہ دوزخوں سے بچنے کی فکر میں تو ہمیشہ دوزخوں ہی سے آیا جیسا کہ مغرب سے ڈرتے رہو تاکہ ہمیں دوزخوں میں گناہاں ملیں اس آیت کی نور تفسیر میں بھی یہی زیادہ مہتر۔ اس سے وہ مسلمان عبرت لیں جو کہ لازماً دوزخ چھوڑ کر جہنم کی بابنگ چڑھ چکے یا آگ جلائے اس پر دعویٰ بنا کر بیٹھے یا آج کل کے حرام گائے بھلے کو قوی کہہ کر انہیں اصل عبادت سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سمجھ لے گا کہ یہ حق کو حق دیکھنے اور حرام باطل کو باطل۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مسیحی مسیحی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی بھی خصوصیت ہے کہ اس نے اپنے نبی سے سوالات بحث کم کئے وہ سری سچوں کی طرح اپنے پیغمبر کو سوالات سے پریشان نہ کیا چنانچہ قرآن کریم نے ان کے کل جہنم سوالات نقل فرمائے۔ آٹھ سورہ بقرہ میں (1) رب کہل ہے (2) چاند کیوں گھٹا پڑتا ہے چاند آگے آتے ہیں ایک سورہ ناکہ میں کہ کیا کیا چیزیں حلال ہیں۔ ایک سورہ انفال میں کہ انفال کا کیا مصرف ہے۔ ایک سورہ نساء میں کہ دین کیا ہے ایک سورہ کاف میں کہ دوزخ زمین کے حالات کیا ہیں۔ ایک سورہ طہ میں پاؤں کے متعلق ایک سورہ بقرہ میں قیامت کے بارے میں۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : حضور علیہ السلام کی امت بڑی عزت والی ہے کہ اس کے سوالات کی رب تعالیٰ تدریجاً حیرت فرماتا ہے کہ خود جواب بھی دیتا ہے۔ اور ان کے سوالات کا بھی ذکر فرماتا ہے کہ یہ بات میرے سامنے پہنچاؤں گے اور بھی تمہیں جس کا یہ جواب دیا گیا تاکہ قیامت تک ان کا ذکر خیر رہے۔ دوسری بات یہ کہ سوالات جو جواب کے بغیر ہو جاتی تھیں وہ سرفا فائدہ ہر گز اہل میں حضور علیہ السلام کا یہ طور ہے کہ سوال تو ان سے ہو اور جواب وہ دے مگر پتہ جواب ان سے نہ لے لے۔ تیسرا فائدہ : قمری مہینے شمس میونس سے انفال ہیں کہ رب نے تاریخیں معلوم کر لیں ہیں چاند کو گھٹا پڑھانے شمس میونس کی جنتری زمین پر قمری میونس کی آسمان پر شمس میونس کی جنتری انسانوں نے اپنی قمری کی خود رب نے شمس تاریخیں ہے دلیل قمری تاریخوں کی دلیل موجود کہ جلال کوئی بھی چاند کی حالت دیکھ کر تاریخ کا پتہ لگائے ہے نیز شمس میونس میں موسم ہر مہینہ ہے۔ قمری مہینہ نہیں شمس میونس میں چاند سل کے بعد فرق کرنا ہے کہ چاند سل پر فروری 29 دن اور کچھ سال کے بعد ہندی سل پہلے 12 مہینہ کے 13 کا کرنا ہے تاکہ موسم میں ٹھیک رہیں۔ مگر قمری مہینہ ان معیروں سے آزاد ہے چوتھا فائدہ : اسلامی کالم قمری مہینہ سے ہوں گے لہذا انڈے 'زکوٰۃ' حج' عید وغیرہ سب میں قمری مہینہ مستعمل ہوں گے نہ کہ شمس کیونکہ چاند کو بیعت یعنی جنتری (وقت کا کلمہ) فرمایا گیا ہے چاند میں جلال ہے سورج میں جلال اور امت مسیحی علیہ السلام بھی مروجہ ہے اس کی تاریخیں بھی جلال پانچواں فائدہ : چاند کے گھٹنے پڑنے میں مسیحی مسیحی فائدے ہیں۔ (1) اس سے تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ (2) اس کی زیادتی کی انسانوں کے کمال و نذل کی علامت ہے کہ انسان بھی اس طرح کبھی عروج اور کبھی نذل میں ہو گا کہ پہلے معدوم ہو گا مگر کنور یعنی بچہ بھر قوی طاقتور یعنی جوان بھر بڑا ہو گا مگر بچہ کی طرح نذل۔ لہذا انسان اپنی زندگی دوسری کو نسبت جانے اور جو ہو سکے نیکی کرے۔ تنقی کسی قوم یا کسی شخص کا تمیز نہیں۔ نیز ایک چیز کا کمال و نذل کی علامت ہے۔ چاند بڑا ہو کر گھٹنے لگتا ہے ایسا کمال کمال کی آیت من کر بعض مطالبے سمجھ لیا تاکہ حضور انور کی وفات نزدیک ہے۔ کمال ہو چکا ہے لب نذل کی ہاری ہے۔ (3) اس سے

ستارہ پرست قوموں کو تنبیہ ہے کہ وہ جن میں پوجا کے قتل نہیں جن کی ترقی و تہذیب و سرے کے بغض میں بدو خمداری ہو گیا کریں گی۔ چنانچہ قاعدہ ہے کہ رسول کا ترجو بسوٹا چاہئے۔ دیکھو پوجنے والے نے چاند کی تبدیلی کی وجہ پوچھی تو اس کے لئے قاعدہ معذرت تھی مگر رب نے اس کی حکمت بتائی۔ جس سے انہیں بہت فائدہ ہوا۔ ساتویں قاعدہ ہے کہ کلمہ پھر دہریے چاہئیں کہ ان سے کوئی فائدہ نہیں دیکھو مکالموں کے پیچھے سے آنا مٹ تھا اس سے منع کر دیا گیا۔ آٹھویں قاعدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں چاند سورج سے افضل ہے اور چاند کے سینے نور چاند کی تدفین سورج کے میوے و نمکوں سے افضل ہیں کہ سورج نماز کے بقی ساری عبادت چاند کے میوے سے بدست ہیں اور حبرک تدفین چاند سے بدست ہیں۔ شب قدر نور عارف و فیہ چاند کی تدفین سے ہوتے ہیں۔ دیکھو مسجدیں دیگر عمارتوں سے افضل ہیں کیونکہ ان سے ربی عبادت ملا سمجھا دینا بدست ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ان کے صحابہ و اہل بیت پھر طاہر و نوریات و سوسوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ ایمانیات بلکہ ایمان سے بدست ہے۔ کلمہ قرآن ان سے ہی ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فیہ نہیں۔ کیونکہ حضور نے سائل کا جواب خود نہ دیا بلکہ رب نے دیا۔ پھر بھی چاند کے گھٹنے پونے کی وجہ نہ بتائی۔ اگر آپ کو علم فیہ ہو تو بلا تیر انتظاری خود ہی وجہ بتا دیجئے۔ (دوبندی) جواب: آپ نے بدلتی کلام کیا کہ رب پر ہے طبعی کلام اہل نگاہ اور یہ نہ کہ وہ سائل نے پوچھا تو کچھ تھا جواب کچھ اور۔ معلوم ہوتا ہے کہ رب کو بھی اس گھٹنے پونے کی وجہ معلوم نہ تھی۔ افسوس ہے کہ آج ہر علم و حکمت جانتے والا جانتا ہے کہ چاند کا نور آفتاب سے ہے اور چاند بھی گول ہے اور سورج بھی گول جب گول چیز کسی گول چیز سے روشنی لے تو آدمی روشن ہوگی اور تو بھی تاریک لہذا چاند بھی تو حادوثن نور آفتاب تاریک رہتا ہے۔ پھر چاند کبھی تو آفتاب سے قریب ہوتا ہے کبھی دور اس لئے کبھی تو اس کا پورا نور ان کی طرف زمین کی طرف ہوتا ہے۔ کبھی بعض حصہ نور کبھی پورا تاریک رہتا اس طرف ہوتا ہے اس لئے یہ اختلاف ہے۔ انہوں میں کلاس والے بچے کو یہ علم ہو مگر اعلم اللہ بین و لا یرین کو نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے جناب ان کو اس اختلاف کی وجہ کبھی علم نہ ہوا اس کا بھی کہ اس سوال پر آیت آئے گی۔ جس میں یہ جواب دیا جائے گا کہ وہ سر

اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے عبادت اہل کرنا جرم ہے۔ دیکھو کلمہ عرب نے گھر کے پیچھے سے آٹا عبادت جتنا جس کی تردید کر دی گئی لہذا شتم خواہان نور میلاد و فیہ کو عبادت یا بحث جواب دیا۔ (دوبندی) جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ ان کا یہ کام عبادت تھا جو عبادت نہیں بلکہ کلمہ ہے میلاد و شتم خواہان مٹ نہیں بلکہ اس میں صد ہا خدایاں ہیں قرآن خالق نعمت خالق خیرات و فیہ لہذا یہ بحث جواب دے رہے ہیں کہ کلمہ عرب میں عبادت فعل کو فرض جلتے تھے کہ جو اس پر پابندی نہ کرے اسے عاجز کہتے تھے اور واقعی چاند کلام کو فرض جانا سخت غلطی ہے کوئی مسلمان بن سور خیر کو فرض نہیں جانتا مگر کوہ ہلال جانتا ہے۔ کہ یہ وہیوں کی علامت ہے تیسرے یہ کہ رب نے کلمہ کے اس فعل کو شرک یا کفر یا حرام نہ فرمایا بلکہ صرف یہ فرمایا کہ اس کو بھلائی جانا غلطی ہے۔ بھلائی تقویٰ میں ہے۔ یہ تو بے فائدہ کلام ہے آپ کی طرح شرک و کفر نہ کما چوتھے یہ کہ اگر اپنی طرف سے کلمہ خیر اہل کرنا کلمہ ہے تو وہ سورہ مد و ہل کی تعلیم قرآن پاک میں اہل سب ہی کلمہ ہوں گے کیونکہ یہ بھی اس نکتہ میں نہ تھے بعد کی اہل ہے۔ میلاد پاک کی بدولت میں اپنے گھر کو آگ کیوں لگاتے ہو۔ پانچویں یہ کہ

کسی جائز چیز کو حرام جتنا سخت جرم ہے رب فرماتا ہے۔ کَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّ رِبَّيْجَ كَے نالہ میں مگر کے دو دواؤں سے آئندہ مہل تھا سے حرام جانتے تھے اسی لئے ان پر یہ حکم ہوا اتم لوگ بھی میلاد شریعت فیوہا مل و مہل چیزوں کو ناوہل حرام جانتے ہو تو انہیں کی طرح مجرم ہو۔ خیال رہے کہ جیسے مہل چیز کو فرض سمجھا جاتا ہے اسی طرح جیسے مہل چیز کو حرام جانتا بھی بدعتی ہے جس میں آپ حضرات گرفتار ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : روح سورج ہے اور دل ہاتھ کہ اس پر روح سے مختلف طرح روشنی آتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ قلبی نور کا اصل مختلف کیوں رہتا ہے۔ یکساں کیوں نہیں۔ اسے محبوب آپ لہو کہ یہ اختلاف سننی سمیل لفظ کا ہیقات ہے جس سے اس راہ کا پتہ لگتا ہے اس کے ذریعے روح متعلق جہنم بیت قلب کا طواف منافی کے منظور مودع کے مودہ کی سنی مودع کے مودع میں قیام ہوتا ہے۔ اس قلب کو روح رب کی طرف اور پشت دنیا اور ظاہری حواس اور بدن کی طرف ہے تم اس گھر میں بدن کی طرف سے نہ جلا کہ یہ اس کی بھیت ہے بلکہ دو دوازے سے جلا پر بیز کار وہ ہے جو شیطان و سوسن نفسی خواہشوں سے بچے۔ تم کو چاہئے کہ ان گھروں میں اصلی دو دواؤں یعنی روح کی طرف سے آؤ۔ جس سے حق کی طرف بھی راستہ جاتا ہے۔ اور مادی لفظ میں مشغولیت سے بچو تاکہ دواؤں کی کامیابی پائو۔ (ابن عربی)

دوسری تفسیر : صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی زندگی کے چار حصے کرنے چاہئیں۔ بچپن مکمل کر دیکھئے مگر بعد کی مر پڑنے مکمل حاصل کرنے کے لئے جو فانی کمانے کمانے کے لئے جو عیالدار کو سنانے اور سفر آخرت کی تیاری کے لئے جو عمر کا ہر حصہ خلقت میں گزرمے وہ سخت غلطی ہے پہل سفید پڑ گئے گویا سو بیٹا ہو گیا اب سولے کو وقت نہیں جاگ جلا چلا کھو تاہم چھوٹا گویا لوگوں کا ہیقات یعنی زندگی کی تقسیم معلوم کرنے کا آلہ ذریعہ ہے۔ روح رب کی ہر گھڑی ماضی کے متحرک ذریعہ ہے۔ مگر خیال رہے کہ ہر گھر کا راستہ اور دو دواؤں سے جلا ہوا ہوتا ہے بلایا ہوا تو اس دو دواؤں سے جاتا ہے مگر جو بھیت سے جلائے ہوئے کو ہلا جگا لیتی ہے اور جو رکوسزل اسی طرح ہر گھڑی کو دو دواؤں تقویٰ اور اس کا راستہ شریعت حلقی طبع اسلام ہے جو اس راہ اور اس دو دواؤں سے جلائے گا وہاں جگا پائے گا اور جو کوئی شیطان کی طرح مللا راہ اور جھوٹی پر بیز کاری سے جلا چلا ہے کھوٹے دیکر نکلا جلائے گا فریجہ ملو کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے گھروں میں ان کے دو دواؤں سے جلاؤ۔ صوفیاء کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ فتنہ کے گھروں میں ان کے دو دواؤں سے جلاؤ جو مہلوت نبوت کے سایہ میں کی جلائے۔ صوفیاء کے مگر کھو دواؤں سے اور جو مہلوت بغیر نبوت کے سایہ کے ہو دواؤں کھو دواؤں۔ انہیں کی مہلوت دنیا کھو دواؤں۔ مگر دو دواؤں سے ہمارے کھولے نہیں کھلتے۔ ان کا کھولنے والا کوئی اور ہی ہے۔ ہماری زمین کی اندرونی پیدل اور مہلوت کے متعین اگر کھلتے ہیں کہ یہاں تل کا چشمہ ہے یہاں فلاں چیز کی کن ہے ایسے ہی ہمارے دلوں کے خیر فرماتے کوئی باہری ہاں سکا ہے ہم خود نہیں معلوم کر سکتے۔ مگر صرف ظاہر سمجھنا تقویٰ نہیں تقویٰ حقیقی یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ اپنا باطن بھی درست کر لے کہ رب کی اطاعت کر لے نہ کہ باطنی۔ مگر کرے نہ کہ کفران۔ اسے یاد رکھے کبھی نہ بھولے اور رب کی پناہ میں یہ دلوں سے کرے تاکہ شیطان و نفس لادہ سے امن میں رہے۔ (از تفسیر روح البیان) یعنی ہمارے قرب کے گھروں میں صحیح راستے اور دو دواؤں سے آؤ تاکہ عزت پو کھلا راستے سے آنے کی کوشش نہ کرو کہ اس میں بھلائی اور خیر نہیں۔ تقویٰ اور خوف خدا کا انجام ہے فلاں جو

کامیابی۔ صوفیاء کے ہاں مومن کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ اصل ہلاکت ہو جائے انسان و اصل ہلاکت ہو کر اللہ کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ گھڑے کوڑے کوڑے کپڑے میں بدل دیتی نہیں کیونکہ وہ دھندلے ہو جاتا ہے۔ بجز اس کی غیب میں رہنے سے کپڑے پر ہیں مگر ہوا تو نہیں لیں اگر گھڑے کا پانی دریا میں ڈال دیا جائے تو اس میں بدل دیتی، طوفانی موج و طرپٹ سب کچھ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اند میں بھی آکر لوہو کر پڑا لڑیہ ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جب تک روح کا قلب دنیا نفس لہو کے بجز میں ہے جس سے تب تک اس میں ہوا تو ہے نہ روحانی مگر جب ان قہود سے آکر ہو جو اصل ہلاکت ہو جائے تو اس میں سب کچھ پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر خداوند نے ہم پر خود سے سارے کو نکال کر قشت جنگ سجھایا حضرت آدم ایک ٹہلی میں تخت بچھو اٹھائے یہ اسی ہوا لڑوہ بدل دیتی کا نتیجہ تھا۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

اور جنگ کرو اپنے اللہ کے ان سے جو جنگ کرتے ہیں تم سے اور نہ حد سے بڑھو۔ تحقیق اللہ نہیں ہند کرتا اور اعتد کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ اللہ ہند نہیں کرتا حد سے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ

حد سے بڑھنے والوں کو اور قتل کرو ان کو جہاں پاؤ تم ان کو اور نکالو ان کو جہاں سے بڑھنے والوں کو اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے لوہڑوں نے

مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ

نکالو انہوں نے تم کو اور فساد زیادہ سخت ہے قتل سے اور نہ جنگ کرو ان سے اس سبب کہ تم نہیں نکالتے تھے اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور سبب حرام کے پاس ان سے نہ لڑو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلَكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَامْتَلُواهُمْ كَذَلِكَ

والہ کے یہاں تک کہ جنگ کریں وہ تم سے جنگ اس کے۔ پس اگر جنگ کریں تم سے یہی جنگ کرو تم جب تک کہ تم سے وہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے۔

جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنْ اتَّهِمُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ان سے کفر اس کے بدلہ ہے کافروں کا یہی لڑو یہی تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر اگر باز رہی تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں حج کا ذکر تھا کہ ظہر میں ہوتا ہے۔ چوتھ یہ کہ اس وقت کفر کے بعد میں تھا کہ ان سے بغیر جاری جنگ کے ہوئے حج و عمرہ اقل اس طرح کے بعد حلو کا ذکر کر لیا گیا۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں حج کا ذکر تھا جس میں دھن و ہونہ و ریل کی قہاں کی پڑائی ہے۔ سب حلو کا حکم



آنے والے کفار سے نہ تو صرف جہنمی کفار سے ہی جنگ کرو جو جنگ کی تیاری کرتے رہے ہیں یا ان کفار سے تو جو ہر وقت ہوا  
 ہوا اسلحہ میدان جنگ میں اگر تم سے لڑیں۔ بچوں و عورتوں اور بزرگوں اور وہی کفار کو جنہیں جنگ سے کوئی واسطہ نہ ہوتا۔  
 ان صورتوں میں یہ اہمیت منسوخ نہیں کیونکہ جملہ کے لب بھی یہی احکام ہیں۔ خیال رہے کہ قتل فی سبیل اللہ اور بے لور  
 قتل فی سبیل اللہ کچھ اور قتل فی سبیل اللہ کی تین صورتیں ہیں۔ کفار سے جنگ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن  
 عثمان کے جملہ۔ مرتدین سے جنگ جیسے حضرت صدیق کا سفر میں ذکوہ اور میسر کذاب کے لوگوں سے جملہ باغیوں سے جنگ  
 جیسے عبد مرتضیٰ کے زمانہ کی جنگیں کہ اگرچہ انہیں جملہ نہ کہا جاسکے مگر قتل فی سبیل اللہ ضرور ہیں۔ ان حضرات صحابہ کی یہ  
 لڑائیاں اس اہمیت کی گھیریں ہیں۔ اور قتل فی سبیل اللہ کی بھی تین صورتیں ہیں۔ مرتد کا قتل، زانی کا جرم، قتل کا قتل  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتب کا قتل کہ حضور کا سب سے بڑا جرم تھا اگرچہ ہمارا ایمان پر لور ہو مگر یہ سب قتل عبد اللہ بن قح کے بیٹے  
 نے ایک گستاخی پر اپنے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک صحابی نے اپنی گستاخی کو قتل کر دیا۔ ولا تعجلوا یہ علو سے بنا۔  
 معنی حد سے بڑھنا یعنی حد سے نہ بڑھو اس کے بھی تین معنی ہیں۔ ابتداء کفار پر حملہ نہ کرو صرف ان کا حملہ دفع کرو اس  
 صورت میں یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ لب حملہ کرنے کی بھی اجازت ہے یا ذی لور مستحقین یا جنگ سے دور رہنے والے کفار یا  
 بچوں و عورتوں وغیرہ کو قتل کر کے حد سے نہ بڑھو۔ یہ احکام لب بھی باقی ہیں۔ تفسیر احمدی نے یہ بھی کہا کہ بغیر دعوت اسلام جنگ  
 نہ چھیڑو یا محتل کفار کا شکار نہ کرو یعنی ان کے ناک کن و غیرہ نہ کرو کیونکہ یہ حد سے بڑھنا ہے یہ احکام بھی لب تک باقی ہیں کیونکہ  
 ان اللہ لا یحب المعتصن اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور تم جو کفار و مشرکوں کے لئے لڑتے ہو نہ کہ  
 کسی ذاتی غرض سے لہذا کوئی کام اس کے خلاف مرضی نہ کرو۔ اور جب کفار مکہ جنگ چھیڑیں اور تم کو بھی جوب میں جنگ کرنی  
 پڑ جائے تو یہ حرام ہے اور بغیر کوئی فرق نہ کرو بلکہ واقتلوہم حيث تظنونہم یہ لفظ جنت سے بڑھنا جس کے معنی ہیں  
 پانا پکڑنا یا پکڑنے کی تدبیر کرنا یعنی حل یا حرم یا دگر وقت جب بھی لور حمل بھی ان کافروں کو پاؤ قتل کروالو کیونکہ حرم  
 شریف کی حرمت انہوں نے توڑی نہ کہ تم نے جنگ کی ابتداء ان کی طرف سے ہوئی نہ کہ تمہاری طرف سے لہذا اس کے ذمہ  
 دار بھی وہی ہیں نہ کہ تم لور پھر فتہ جنگ پری قیامت نہ کرو بلکہ واخربوہم من حيث اخرجوہم کہ یہ امر بھی جو چاہے  
 لور ہم سے مرو کفار کہ لور من حيث سے مرو کہ حرم ہے لور ہو سکتا ہے کہ حیث صحابہ ہو یعنی تم بھی ان کو کہ کر مٹنے  
 نکل دو۔ جیسے کہ انہوں نے پہلے تم کو نکالا تھا یا چونکہ انہوں نے تم کو نکالا۔ تم بھی انہیں نکل کر کہ کر مٹنے کی زمین شرک و کفر سے  
 پاک کرو۔ اس میں دیر پردہ مسلمانوں کی فتح کی بھی پیشین گوئی ہے لور اسکی بھی کہ غریب یہ ہمارا کہ شرک و کفر کی نبالت سے پاک  
 ہو جائے گا نیز اشارۃً یہ بھی فرمایا کہ بحالت جنگ اپنے کسی کافر و زنی رعایت نہ کرو اس وقت صرف کلمہ اسلام تمہاری مد نظر  
 ہو نیز اس حالت میں مل قیمت پر نظر نہ کرو اگرچہ تمہاری ہو مگر تو پھر سب مل تمہارا ہی ہے نیز کفار و مشرکوں میں ڈالے ہو یا  
 ہمارا جائیں یا کسی آؤ مکان میں چسپ جاویں حمل ہوں جس مل میں ہوں یا نہیں قتل کرو جب تک کہ وہ ہتھیار ڈال کر اپنے کو  
 تمہارے حوالہ نہ کر دیں کیونکہ طور ان جنگ میں بہت چالیں چلی جاتی ہیں۔ اسی ایک جملہ میں جنگ کے سب سے قوائم ہار شلو  
 فرما دے۔ چو کہ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ زمین حرم میں حملہ فکار کی بھی ممانعت ہے انسانی خون کی اجازت کیلوی تھی۔ اس لئے  
 فرمایا گیا کہ واللہ اھد من القتل عند الفتن سے بنا۔ جس کے معنی ہیں سونے کو بھی میں چاک صاف کرنا پھر ہر سخت

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں تم عداوت اور خصوصاً حج میں مشغول رہو اور اگر تمہیں اس کے لئے کسی قوم سے جنگ بھی کرنا پڑے تو دور گذرو نہ کرو۔ جنگ کے موقع پر جنگ کرو اور اس سے پہلے جنگ کی تیاری کرو جیسا کہ وہی تباری کہ فرض کے اسباب جمع کرنا فرض ہے لہذا کے لئے طہارت بھی فرض ہے مگر یہ سب کچھ فتنہ فساد میں زمین تقصیفی غولہاؤں کے لئے نہ ہو۔ بلکہ اللہ کے دین کی عزت اور عداوت کی آزداری کے لئے ان کفار سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کریں مگر خیال رہے کہ حد سے آگے نہ بڑھنا کہ نہ تو نفس کے لئے جنگ کرنا نہ ضرورت سے زیادہ نہ بے خبر غرور توں لوں یا غولے بچوں کو قتل کرنا نہ دبی اور مستحق کافروں پر ہاتھ صاف کرنا نہ بد عہدی کرنا کیونکہ یہ حد سے بڑھتا ہے اور اللہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا اور جنگ چھڑ جائے تو کسی کافر کی رعایت نہ کرو بلکہ جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو۔ اور جیسے کہ انہوں نے تمہیں کہہ مصلحت میں نہیں رہنے دیا تمہیں وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ اب عہد کرنے سے بدو کا تم بھی انہیں وہاں سے نکل دو۔ اگرچہ حرم شریف میں جنگ کرنا سخت بات ہے مگر ان کا حرم میں فساد مچانا فتنے پھیلانا وہاں قتل کرنے سے زیادہ سخت ہے اور بڑے فتنہ کو دبانے کے لئے توڑی سختی نہیں بلکہ اچھی ہے۔ یہاں یہ خیال رہے کہ جہاں تک ہو سکے حدود حرم میں ان سے جنگ نہ کرو۔ جب تک کہ وہ خود وہاں جنگ کی ابتداء نہ کریں اور اگر وہاں نہ کر جنگ سر آئی پڑے کہ اس کے بعد کوئی چارہ ہی نہ ہو اور وہ تم سے وہاں لڑنے ہی لگیں تو تم انہیں وہاں ہی قتل کرو کیونکہ ایسے بے غیرت کافروں کی یہی سزا ہے اور اگر یہ کافر اتنے گنہگار نہ ہوں بھی جنگ سے باز رہیں اور کفر سے توبہ کر لیں تو ان کے لئے دروازہ رحمت الہی بھی کھلا ہوا ہے۔

جلو : اللہ کی رخصت جنگ کرنا سترن عہدات ہے اس کے بے شمار عقلی اور نقلی فائدے ہیں۔ ہم پہلے ان میں سے کچھ عرض کرتے ہیں۔ (۱) جیسے کہ ملہ اردوں کا تھکن زکوۃ سے لورہ نیلا اردوں کا تھکن نماز سے لیا گیا کہ وہ لوہی میں اپنا بل وقت صرف کریں۔ ایسے ہی جائزہ لورہ کا تھکن جلو سے ہے کہ وہ وقت طلب اپنی جان بھی حاضر کر دیں۔ گویا میدان جنگ محبت کی کسوٹی ہے۔ (2) محبت دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے جلو سے یہ محبت مٹی ہے کیونکہ قادی جنگ میں جاتے وقت ملہ لورہ جان سب سے منہ پھیر کر رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ (3) یونانی شہل لورہ نئی آدمی میں عزت و آبرو سے رہ سکتا ہے۔ کمزور دوسروں کے رعب و کرم پر زندگی گزارتا ہے۔ دیکھ لو بعد ستنی مسلمان دس کدڑا ہیں لورہ ترک پانچ لاکھ سے بھی کم مگر دنیا میں جو عزت ان قہوڑوں کی ہے وہ ہم بہت سوں کی نہیں کیونکہ ان میں جلو ہے ہم اس سے محروم بلکہ ہماری جو کچھ رہی سہی عزت ہے وہ انہیں اسلامی سلطنتوں کی بدولت اللہ انہیں قائم رکھے لورہ ترقی دے جلو سے شہادت بھی حاصل ہوتی ہے لورہ سھت بھی کیونکہ جو جان کی سھت کر سکتا ہے وہ ملہ کی بھی کر سکتا ہے۔ (4) زندگی عہدات کے لئے ہے مگر عہدات آزادی سے لورہ آزادی جلو سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر ملہ پاس جلو کی طاقت نہ ہو تو زبردست قویں سبھیں بھی شہید کر سکتی ہے لورہ ہمیں نماز سے بھی روک سکتی ہیں۔ (5) جیسے کہ عہد رستی کے لئے بیمار یوں کے اسباب دور کرنا ضروری ہیں۔ ایسے ہی دینی قوت کے لئے غلبہ کفر کے اسباب مٹانا لازمی۔ یہ بات جلو سے حاصل ہوگی۔ (6) حدیث شریف میں ہے کہ بعد موت دنیا میں آسے کی کوئی تمنائیں کرنا مولہ جلہ شہید کے وہ عرض کرے گا کہ موتی مجھے پھر اس گرم رست کی تمنائے لورہ زخم کھانے کی آرزو لورہ پھر تھواری جھٹکار جو میدان جلو میں سنی تھی۔ مگر جو تھکہ رب تعالیٰ کسی کو پاس کر کے دوبارہ امتحان نہیں لیتا اس لئے انہیں دلہیں نہ کیا جلو سے گھوڑا اس کی تمنا کرتے ہیں۔ (7) جلہ شہید کو جان کنی کی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ چوٹی کے کانٹے جیسی چمک۔ (حدیث) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ رونا بھی میں جلو کڈوں لورہ شہید ہوں پھر زندہ ہوں۔ پھر شہید ہوں۔ پھر زندہ ہوں۔ پھر شہید ہوں۔ (مکتوۃ باب الملوک) (8) جنت کے سدرے جلہ دین کے لئے خاص ہیں جن سکور مہلانی حصہ کا نام فردوس ہے۔ اسی پر عرش الہی ہے لورہ اس سے جنت کی سرس نکلے ہیں۔ (مکتوۃ) (9) تیاری جلو کرے نواں اسباب قبر لورہ عذاب قبر سے محفوظ ہے اگرچہ اسے جلو میر نہ ہو۔ (شالی) (10) جیسے کہ بغیر غائی (محبت کو گھاس سے صاف کرنا) محبتی نہیں ترقی کر سکتی یونہی بغیر جلو مومن ترقی نہیں کر سکتے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: جلو محض رضا بھی لورہ دینی ترقی کی نیت سے چاہئے۔ ثانی لورہ قوی یا بیہودہ سیاسی جنگ جلو نہیں لورہ نہ اس میں کچھ ثواب جیسا کہ فی سبیل اللہ سے معلوم ہوا۔ موجودہ مسلمانوں کی تحریکیں زیادہ تر اسی لئے نکل رہی ہیں کہ ان کی غرض ملک گیری یا ذاتی عزت ہے جیسے کہ خاکسار تحریک کامل ہوا اسی لئے عام تحریک داسے شری پابندیوں پر نہیں رہتے اللہ نیت درست کرے۔ دو سرفائدہ: ہر کانفرس سے جلو جائز ہے خواہ وہ ملہ کرے یا نہ کرے جیسا کہ مکتوۃ نکم سے معلوم ہوا۔ تیسرا فائدہ: جس کانفرس کو جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو انہیں قتل کرنا منع۔ ایسے ہی مودوں کے ہاک کن کٹنا سخت جرم ہے کہ یہ حد سے بڑھتا ہے۔ چوتھا فائدہ: حرم شریف میں قتل لورہ جنگ ناجائز ہے۔ پہلی حملہ دفع کیا جاسکتا ہے۔ پانچواں فائدہ: اگر کوئی مجرم حرم شریف میں داخل ہو جائے تو اسے نہ تو وہاں قتل کیا جاسکتا

سکھ ہے اور نہ گرفتار بلکہ اسکا دل پانی نہ کر کے وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب وہاں کفر کی سزا دی گئی تو دوسرے جرم تو اس سے بگڑے ہیں۔ چھٹا قاعدہ : زمین حرم میں جرم کرنے والے کو وہاں ہی سزا دی جاوے گی۔ وہاں چڑی یا زنا کرنے والا۔ شرابی اور مرتد سزا پائے گا۔ (شاہی کتب الخ) جیسا کہ قاتل و مسموم سے معلوم ہوا۔ ساتویں قاعدہ : ہوں تو ہر مسجد کی حرمت دلی ہے کہ وہاں جہنمی خاندان کو داخل ہو تا حرام ہے۔ گندے بدبودار شخص کو آنا ممنوع۔ مگر مسجد بیت اللہ شریف کی حرمت بہت زیادہ ہے۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ جگہ آدم علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے اور کعبہ حضرت ابراہیم کی تعمیر و عمارت کی عزت و قیصر کرنے والے کی عظمت سے ہوئی ہے۔

کعبہ رابر دم کہ عزت سے فرود اس ز اخلاص ابراہیم بود  
دوسرے یہ کہ یہ مسجد حضور سید الانبیاء کی مسجد ولادت گاہ خاص ہے۔ تیسرے یہ کہ مطاف شریف میں قریباً چار سو خطیبوں کے مزارات ہیں۔ پانچویں یہ کہ عظیم کعبہ میں حضرت جابر و اسماعیل علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ چھٹے یہ کہ یہ مسجد اپنے میں کعبہ اللہ شریف کو لئے ہوئے ہے۔ جس مسجد میں کعبہ واقع ہے وہ تمام مسجدوں سے افضل ہے تو جس مسجد کعبہ میں مرید والے سرکار جلوہ گر ہو جائیں وہ مل تمام ہی دلوں سے بہتر ہو گا ہم نے عرض کیا ہے۔

سینہ میں جو آجوقین آئے مرے دل کی      سینہ تو دیندہ ہو دل اس کا ہو سدائی  
یہ دل ہو خدا کا گھر سینہ ہو ترا مسکن      پھر کعبہ و طیبہ کی پہلو میں ہو کیجائی  
جس شرمیں کعبہ بے وہاں مان ہے جس دل میں حضور ہیں وہاں انشاء اللہ خدا سے اس ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو صرف کفار کا حملہ روکنے کی اجازت ہے۔ لہذا اوسان پر حملہ کرنا سخت منع کیونکہ پہلی فرمایا گیا کہ تم صرف انہیں سے لڑو جو تم سے جنگ کریں۔ ان پر حملہ کرنا تم نے کہیں سے نکالا۔ (مرزائی) جواب : ہماری تفسیر میں اس کے چند جواب گزر گئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت حرم شریف کی جنگ کے بارے میں ہے اور جگہ کے لئے نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سے حربی کفار مراد ہیں۔ جو کہ ذی (مسلمانوں کی رعایا) اور مستامن نہ ہوں۔ تیسرے یہ کہ اس سے جنگجو کفار مراد ہیں۔ مندرجہ کے ہجاری یا کفار کی عورتیں بچے جنہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو۔ انہیں قتل نہ کیا جائے گا۔ چوتھے یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے کہ پہلے مسلمانوں کو صرف جزئی حملہ کی اجازت دی گئی اور پھر ابتدائی حملہ کی بھی۔ مرزائی لکھتا نہیں سمجھتے کہ سواجگ اللہ اور خندق کے باقی تمام غزوات میں حضور علیہ السلام نے ہی کفار پر حملے کئے۔ بدر، حنین، فتح مکہ میں کفار نے لولا حملہ نہ کیا تھا۔ نیز عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ خندق ویر موکہ فیہ میں بھی مسلمانوں ہی نے کفار پر حملے کئے کیونکہ جنگیں بجا ہوتی ہیں۔ نیز یہ کون سی عقل مندی ہے کہ کفار کو جنگ کی تیاری کی مستعد ہو جب وہ بچے لگیں سر بجا لوشواری ہے کہ جس قوم سے جنگ کا خطرہ ہو اس کی پوری سرکوبی کر کے جنگ کے قتل نہ رکھا جائے۔ چارے مرزائی حملہ کے راز کیا جاتیں۔ جن کے نبی کی نبوت و سروں کے زیر سایہ پکلی پھولی ہو جملہ مردوں کا کام۔ سلاطین کو کانٹے کا موقہ مستعد پہلے ہی سے ہار دے۔ دو سرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام قتل اور خونریزی سے ہی بچتا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوئی تو اس کی اشاعت میں یہ ظلم کیوں کرنے پڑتے اور مظلوم غیر مسلموں کو بلا قصور کیوں قتل کیا جاتا۔ (ستیا رتھ پر لکھ)

جواب: پڑت جی ہمہانتے ہیں کہ اسلام گوارے پھیلا۔ یہ ہی اس کی حقانیت کی دلیل ہے۔ ہر اچھی چیز گوارہ اور قوت سے ہی پھلتی ہے بری چیز خود بخود بڑھتی رہتی ہے۔ بد امنی، بیماری، حرام کاری خود بخود پھلتی ہے۔ مگر اس دوسرے سنی پھیلائے اور حرام کاری روکنے کے لئے بہت قوت اور دولت خرچ کرنی پڑتی ہے تمہارا دھرم گھاس پھوس اور بیماری کی طرح خود بخود پھیلا ہو گا اور اسلام تو بے شک طاقت اور جلو سے ہی پھیلا۔ پڑت جی تمہارے دھرم نے طاقتوروں کے سلیہ میں رہنا سکھایا۔ ہمارے اسلام نے خود طاقتورین کو دھرموں کو اپنے سلیہ میں رکھنے کی تعلیم دی۔ انہیں غلط اصولوں سے ہمدردی، ہمدردی سے دھرموں کا غلام رہا۔ آپ جو آرام کر رہے ہو یہ بھی برٹش گورنمنٹ کی گوارے کے سلیہ صدق ہے۔ اسلام نے بے قصوروں سے جنگ نہ کی بلکہ ہی آڑ لوی کے لئے آڑ کو ملایا۔

تفسیر صوفیانہ : روح سومن ہے۔ نفس امارہ اور شیطان، جنگجو کافر دل بیت اللہ۔ کیونکہ جنگی کھانسی ہے۔ سینہ اس کا رحم۔ یہاں روح سے خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ اے روح تو اپنے ساتھی ملائکہ وغیرہ کو لے کر شریعت کے ہتھیار اور طریقت کی ذوالین کے ذریعہ نفس و شیطان سے جنگ کر جو ہر وقت تیری پہلی کے فکر میں رہتے ہیں مگر وہ سنہ بڑھنا کہ نفس کے شرعی حقوق بھی مار کر اسے ہانک چکا کہ اس کی سرکشی مٹا کر اور راست پر لگا دے۔ اللہ تعالیٰ محبت اور توحید و عدالت کی حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے روح تو جہاں کہیں نفس اور اس کے افعال کو پائے اسے قتل کر ڈال جیسے کہ اس نے کعبہ دل اور حرم سینہ سے تجھے نکالنے کی کوشش کی اور اس کعبہ میں لڑتوں اور شووتوں کے بت رکھ دیئے تو بھی وہاں سے اسے نکال کر اپنا قبضہ کر اور اس دل کو بجائے بیت الاحسان (بیت خانہ) کے بیت الحرام بنادے۔ پھر جب یہ کافر نفس عاجزی کرے تو اس کعبہ میں آنا چاہے تو اس سے قتل نہ کر جب تک وہ تجھ سے جنگ نہ کرے کیونکہ لبوہ نفس تیرا دھار ہو گا نہ کہ دشمن غریب کعبہ دل کو کوئی بھول جوں سے پاک کر کے اسے خانہ خدا بنائے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ پہلے قرعی کافروں کو مارو پھر دھرمیوں کو انسانی کفار و کفر کے کافر ہیں مگر بہت قریب اور سخت تر کافر نفس اور شیطان ہے۔ وہ کفار تو مسیح وغیرہ سے بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ہنر دین برہم کے راضی نہیں ہوتا۔ مشہور شریف میں مولانا فرماتے ہیں۔

اے شہنشاہ کسٹم ماخضم ہوں!      ماہِ خمسے زوتر در اندرون  
کشتن میں کد عقل و ہوش نیست      شیر باطن معطر و غرگوش نیست  
سل شیرے دل کو صفا ہشکند      شیر آں است آنکہ خود را ہشکند

غیر کو مارنا آسان ہے اپنے کو مارنا بہت مشکل۔ قتل کفار سل مگر نفس باوجود کائنات خست و شوار۔ (تفسیر روح البیان و امین عربی) صوفیاء فرماتے ہیں کہ ساری زمین اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے مگر اسکی قسمیں بہت ہیں۔ بہت خانہ گوڑی عام زمین مسجد کعبہ معظمہ کی زمین سب اللہ کی زمینیں ہیں مگر ان کے فوائد و فضائل یکساں نہیں۔ اسی طرح انسانوں کے دل اللہ کی مخلوق ہیں مگر کفار کول جس میں کفر و غلو ہو۔ بہت خانہ ہے اور جن دلوں میں حسد، کینہ، طمع، بغل و غیرہ بھرے ہیں وہ گویا گوڑی ہیں جن دلوں میں غفلت ہے وہ عام زمین شومہ کی طرح ہیں جن دلوں میں اطاعت الہی کا جذبہ ہے۔ وہ مسجد ہیں اور جن میں عشق الہی، محبت مصطفوی ہے وہ کعبت اللہ یا حرم کعبہ میں تمام مسجدیں کعبہ کی طرف ہیں مگر مسجد حرام میں کعبہ واقع ہے لہذا یہ مسجد تمام

سہوں سے افضل اسی طرح طبعوں کے دل رب کی طرف ہیں مگر عشق کے دل میں رب کا نور رہتا ہے نظایہ دل ان دونوں سے افضل ہے۔ مولا فرماتے ہیں۔

در دل مومن بکجیم لے مہب! مگر مرا بولی دریں دلتا طلب  
لہو و دل دے جو کائنات میار ہے دل نہ دے جو پائخانہ المیار ہے۔ وما ظنک علی اللہ عزیز

**وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ آنَفْتُمْ**

اور جنگ کرو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے افتنہ اور ہو جاوے دین واسطے اللہ کے پس اگر باز آجائیں اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پر جاوے۔ پھر اگر وہ باز آئیں

**فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ**

تو نہیں ہے زیادتی مگر اوپر ظالموں کے

تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر

**تعلق :** اس آیت کا پچھل آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں حرم شریف میں جنگ کی ابتدا کا ذکر تھا اب اس کی انتہا کا ذکر ہے۔ جنگ و جدل کے تین حالات ہوتے ہیں۔ ابتدا اور ان جنگ کے حالات انتہا میں سے کسی میں ذرا سی ظلمی قوم کو جلا کر دیتی ہے۔ اس لئے رب تعلق نے مسلمانوں کو جنگ کے پہلے وہ حالات کی تعلیم دے کر اب جنگ ختم کرنے کی تعلیم دی۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اگر کفار حرم میں جنگ کریں تو تم بھی انہیں قتل کرو۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ فقط قتل ہی مقصود نہیں بلکہ اگر وہ جنگ و جہیز کر بعد میں ایمان لے آئیں تو بھی تم جنگ ختم کر دو۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اگر کفار باذن ہیں تو اللہ ظور رحیم ہے یہ نہ مظلوم ہو کہ کس چیز سے باز رہیں۔ اب اس کی شرح فرمائی جا رہی ہے کہ فتنہ سے۔

**تفسیر :** و قاتلوہم یہ قاتلوہم تکمیل لفظ پر مطلق ہے اور ظاہر ہے کہ جنگ چھڑ جانے کے بعد کا حکم ہے اور ہم سے مراد کفار مکہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس قاتلوہم سے ابتدا وہ جنگ مراد ہو اور ہم کا مرجع کفار مکہ یا عام کفار ہوں۔ اس صورت میں یہ آیت پچھلی آیت کی تلخ ہے کہ اس میں جہاد کی بلاقیہ اجازت دی گئی۔ یہی تفسیرات احمدیہ نے اختیار کیا یعنی جب کفار مکہ سے جنگ چھڑ جائے تو تم انہیں اس وقت تک قتل کرنا کہ مسلمانوں کو حرام اور حرم کی کوئی تہ نہیں تم سر حال ہو وقت ہر جگہ ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ حتی لا تکنون فتنہ بعض نے فرمایا کہ فتنہ سے مراد غلبہ کفار ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ان کی ایذا رسانی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے شرک کفر مراد ہے۔ کیونکہ یہی تمام فتنوں کی جڑ ہے یعنی تم کفار مکہ سے یہاں تک

خلاصہ تفسیر : جنگ پانچ قسم کی ہے۔ دو 'دین اسلام سے سیاسی جنگیں اور تین 'کفار سے مذہبی لڑائیاں۔ باغیوں،  
خارجیوں سے جنگ۔ پہلی قسم کی جنگیں ہیں۔ کفار عرب سے جنگ، کفار عجم سے جنگ، مرتدین سے جنگ۔ یہاں کفار سے پہلی دو  
قسموں کی جنگوں کا ذکر ہے یعنی کفار عرب سے جنگ یا کفار عجم سے جنگ اور طائفانہوں اور باغیوں، خوارج سے جنگ کی طرف  
اشارہ ہے اور ذاکوؤں، چھوڑوں، زانیوں کی سزا کی طرف بھی یعنی اے مسلمانوں تم کفار عرب سے یہاں تک جنگ کرو کہ اس  
زمین پاک میں شرک، کفر، بے دینی بالکل نہ رہے اور اس لحاظ میں خالص اللہ کا دین یعنی اسلام ہی رہ جائے۔ کیونکہ یہاں کفار  
سے جریہ یا صلح مقرر نہیں۔ اس زمین کا کفر سے پاک ہو جانی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ جگہ مہلت الہی کے لئے خاص ہے۔ پس اگر  
یہ بے دینی اور کفر سے باز آجائیں تو ان پر کوئی دست درازی نہ کرو۔ ہاں مجرموں کو سزا ضرور دو۔ ذاتی قاتل، مرتد، ضرور سزا کے  
مستحق ہیں۔

دوسری تفسیر : اے مسلمانو! قتار سے جنگ اس نیت سے کرو کہ زمین میں فتنہ اور فساد نہ رہے اور غلبہ دین الہی یعنی اسلام کو ہو جائے۔ پاتو اس طرح کہ قتار ایمان لے آئیں یا جزیہ قبول کریں۔ پس اگر یہ جنگجو لوگ اسلام لا کر یا جزیہ قبول کر کے جنگ

۷۰ نبائیہ دھنچہ کلمہ ذیل: کہ میں اپنے آپ سے اللہ کرتے اور خدا کا کلمہ فیہ کہ خواہ مریم

[illegible][illegible][illegible]

رہنے کی اجازت کیوں نہیں۔ یہ تو ایک قسم کا ظلم ہے۔ جواب: جیسے کہ شلی کل میں صرف شلی نوکر چاکر اور خدام رہتے ہیں کسی اور کو رہنے کی اجازت نہیں۔ جہاں زمین میں جو چاہے رہے ایسے ہی وہ زمین رب کی خاص زمین ہے۔ وہیں اس کے خاص بندے مسلمان ہی رہ سکتے ہیں۔ مگر چاروں مندر کے حدود میں فیروں کو نہیں رکھا جاتا۔ کیونکہ یہ ساتیوں اور عہدوں کے عقیدوں میں وہ جگہ خاص رب کی ہے ایسے ہی یہ ملک خاص اسی کا ہے۔ لہذا ہندی حکومتوں نے بھی انٹرنیشنل فیو ملائک کے لئے یہ قانون بنا دیا ہے کہ وہیں دوسرے ملک کے باشندے وطن بنا کر نہیں رہ سکتے۔ ایسے ہی یہاں بھی کیا گیا نیز زمین عرب صرف عربوں کے لئے ہے کیونکہ وہیں بیت اللہ واقع ہے۔ چاہئے کہ وہ جگہ سیاسی لڑائیوں اور جنگی اکھاڑتہ بنے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جبکہ وہیں صرف مسلمان آباد ہوں۔ مختلف قوموں میں فساد مچتی ہے۔ اسی لئے قدرت نے وہ زمین دینی طور پر تیار کی ہے۔ پاک صاف رکھی۔ شنگ ریگستان ہے تاکہ وہیں دنیاویوں کو جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ تیسرا اعتراض: مذہبی آزادی صاف رکھی جائے۔ جلدور حقیقت فیر مذہب والوں پر ظلم ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے مذہبی آزادی دی۔ انہیں کی محبت بعدوں پر مبنی تھی۔ اچھی چیز ہے۔ مگر فرق اس سے خلل ہے۔ انجیل نے اس کلمت اچھا سبق دیا۔ ہندو مذہب تو بھی رحیم والا ہے جس میں کوئی تو کیا باہر کا بھی قتل روا نہیں (نچری)۔ جواب: اخلاق اور چیز ہے اور کلی سیاست دوسری چیز ہے۔ اپنے ذاتی معاملات میں محبت، مہربانی، سلوک، بہتر ہے جس کی قرآن کریم و حدیث شریف نے جگہ جگہ تعلیم دی۔ فرمایا اطلع بالنس ہی احسن۔ برائی کا بدلہ بخلائی سے کہہ دو سہری جگہ فرمایا ان اللہ ناصر بالعدل والا حسانہ اللہ انصاف اور نیک سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اس جیسی بہت سی آیتیں ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا اصل من لظلمک و اعف عن ظلمک جو تم سے توڑے تم اس سے جو نہ۔ جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف دے دو۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیوں اور معافیوں کا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ یہ سب ذاتی معاملات ہیں۔ مگر عدل و انصاف کے قانون سرکشوں اور گمراہوں کو سزا دہ معاشوں اور بلا تلوں پر سختی کل قانون ہے۔ اگر ہر جگہ معافی اور مہربانی ہی استعمال کی جائے تو دنیا سے امن اٹھ جائے۔ پچھلے دشمنوں نے بھی کفار سے جنگ کی۔ یہ سبائی بادشاہوں نے دینی حقوق کے لئے اور انسانی آزادی ہٹا کر سب کو اپنے نظام ہٹانے کے لئے بڑی بڑی خونریزیوں اور لڑائیاں کیں اور کر رہے ہیں۔ انہیں میں مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم ہوئے ہندوؤں میں بھی بدیہیوں اور بد مذہب والوں سے سلسلہ قتل عام ہوئے۔ ہندوؤں کی مہابھارت اور کوروؤں پانڈوؤں کی لڑائیاں اب تک مشہور ہیں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے یہ معافی کے قانون غلط رہتی ہیں۔ ان پر عمل ناممکن مگر اسلام یہ کہ عملی مذہب ہے اس میں اخلاق کی بھی تعلیم ہے اور سیاست کی بھی۔ مسلمانوں کی لڑائیاں ان جنگوں کے مقابلہ میں سربلایت تھیں۔ حضور علیہ السلام کی ساری جنگوں میں 1000 آدمی مارے گئے۔ عورتیں بچے، بیماری، بیٹھ قتل سے محفوظ رہے مگر اب ہندوستان میں پہلے عورتوں بچوں پر ہی ہاتھ صاف ہوتا ہے۔ اور ہزار آدمی تو ایک منٹ میں مرتے ہیں اپنی آنکھ کاشتیر نظر نہیں آتے۔ مسلمانوں کی آنکھ میں نکلا صدمہ آ جاتا ہے۔ اس کی پوری حقیقت کے لئے تفسیر حقانی میں آیت دیکھو۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالموں پر عہدوں یعنی ظلم جائز ہے۔ ظلم تو کسی پر بھی اچھا نہیں۔ اور مجرم کی سزا جرم نہیں۔ پھر یہاں عہدوں کیوں فرمایا گیا۔ جواب: عہدوں کے معنی سبیل اور محبت کے بھی ہیں۔ جیسے ابا الا جلیہن قہیت ظالم عہدوں علی ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی عہدوں کے معنی سبیل ہیں۔ اور ممکن ہے کہ سزا ظلم کو مجازاً ظلم کہا گیا ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے نتیجہ کار کا کار بد ہے۔ یا جزام

نفس کے ساتھ ساتھ اس کا دشمن ہے۔

تفسیر صوفیانہ : نفس نے کعبہ میں پر قبضہ کر لیا اور حرم میں قبضہ پھیلایا۔ روح کو حکم ہوا کہ روح تو اس نفس سے پہلے تک جنگ کر کہ اس حرم کو کعبہ میں اس کا کوئی تسلط نہ رہے کہ نہ برے خیالات پیدا ہوں بلکہ وہ عبادت میں بے لطفی سب کی توجہ رب کی طرف ہی ہو جائے اور وہاں رحمتی سلطنت قائم ہو۔ شیطان اور طغیان کا یہی سے دخل جاتا ہے اگر نفس ان حرکتوں سے باز آجائے تو اسے روح تو بھی اس پر زیادتی نہ کر اور اگر پھر بھی یہ حدود شریعت توڑتا ہے تو اسے ظالم کو سخت سزا دے کر اس سے باز رکھ۔ فرض ہے کہ اسے اس حرم میں رکھ تاکہ مذہب الہی سے محفوظ رہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ روح انسانی بزار کا کھنڈ کے نزدیکی میں گھری ہے۔ نفس لہو، شیطان نیر، یار دنیوی کاروبار یہ وہ فکریہ ہے جو روح کو دل کو رب سے غافل کرنا ہے۔ روح کو چاہئے کہ شریعت کے ہتھیار، طریقت کی داخل، شیخ وقت کی مدد قرآن کریم، صبر کے ذریعے نفس پر جلا اکبر کرے۔ نفس کو مطلوب کرنے والا چاہتا ہے کہ اس کی مخالفت ہے۔ اگر وہ رکعت نماز سے روکے تو چھ لٹل چھوڑ کر اور کو کہ اگر آٹھ روکے گا تو بارہ چھوڑے گا اگر دس روکے تو ایک سو روکے گا اور اگر آٹھ روکے تو لے جائے خیرات سے روکے گا تو دس روکے گا خیرات میں نفس رام ہو جائے گا بلکہ کچھ عرصہ بعد ہی نفس لہو، طغیان، کراچی باتوں کا مشورہ دینے لگے گا۔ یہ سب طبع الباطن نے فرمایا تھا ان النفس الامارة بالسوء الا ما رحمہ ربی یہ نفس مروجہ جس پر لفظ کلمہ ہے۔ یہی تلخ کیا ہو نفس ہے۔ رہتلی بخشنے

## الشُّهْرُ الْحَرَامُ بِالشُّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ مِّمَّنْ اَعْتَدَى

مہینہ حرمت والا ہے بدلتے ہوئے مہینے حرمت والے کے ہے اور حکمتیں بدل رہی ہیں جو زیادتی کرے  
ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب سے تو حرم پر زیادتی کرے اس پر

## عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ

اوپر تمہارے ہیں زیادتی کرو اور آپ اس کے مثل اس کے جو زیادتی کی اور تمہارے اور ڈرو اللہ سے  
زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی۔ اور اللہ سے ڈر رہے ہو

## وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

اور جانو کہ متقین اللہ ساتھ ہے

اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : صوفیائیں مسلمانوں کو ہمیشہ حاکم اگر کھانے پر عہد کی اور ہمیں جنگ کرنی پڑی تو ہم پر تمیں گناہوں کے۔ حرم شریف اور احرام کی بے حرمتی کا اور حرام یعنی ذبح شدہ کی بے حرمتی کا پہلو ہمیشہ تو پہلی آیت میں دفع کر دیئے گئے کہ ہمیں وہی حملہ روکے اور جوابی حملہ کرنے کی اجازت ہے۔



مسلمانوں کے لئے ہیں۔ لہذا ایسا من حدود سے بڑھا کر ملو ہے جو صلح حدیبیہ میں فریقین میں ملے ہوئے تھے کہ آنکھوں میں دھنک کر دیکھیں مسلمانوں کو جس میں ہم کو مثل مسلمانوں کو ٹھہرائیں گے۔ اگر ان شرطوں کی حدود سے نکلتے آگے بڑھیں تو تم بھی ان ملے شدہ شرطوں کے خلاف کر سکتے ہیں۔ مگر حد سے بڑھ کر نہیں بلکہ مثل ما اعتدی علیکم اسی قدر جتنی اس نے تم پر کی۔ خیال رہے کہ یہاں مثل سے برابری مراد ہے نہ کہ مشابہت کیونکہ بعض جرموں کی سزا اس کی مثل دی جاتی ہے۔ جیت کا جواب جیت اور جوئے کا جواب جو تاہم بعض جرموں کی سزا اور طریقہ ہے۔ چوری کا بدلہ ہاتھ کاٹنا زنا کا بدلہ رجم یعنی سنگسار کرنا۔ پھر یہ برابری ہم اپنی مثل سے معلوم ہے نہ کریں بلکہ شریعت نے جو سزا جس جرم کے برابر قرار دی وہی اس کی برابری ہوگی لہذا ہاتھ کاٹنا اور رجم کرنا ان کی مثل ہے اگرچہ عاری مثل اس کی عاقبت محسوس نہ کرے۔ دینی کا ایک من کے ہاتھ کے برابر ہونا آنکھ سے مظلوم نہیں ہوتا لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ شریعت تراویح ہے مثل مثل آنکھ کے بیکار ہے۔ فرض یہ ہے کہ نہ تو تم جنگ کی ابتدا کرو اور نہ زیادتی کی سزا دے۔ وا اتقوا اللہ لعلکم تفلحوا۔ اور نہ روکو کہ نہ تو جرم سے زائد بدلہ اور نہ ناجائز کلام کرو لہذا ایک ٹھیکر کا بدلہ دو سے نہ لو۔ اور زنا کے بدلے زنا نہ کرو۔ و اعلموا ان اللہ مع المتقین یہ پیش خیال رکھو کہ پرہیزگاروں کے ساتھ رب ہے کہ ان کی ہمیشہ مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ اور شوکت دیتا ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! اگر قصاص عموماً کے وقت کفار بدعتی کریں اور تمہیں ان سے جنگ کرنا پڑ جائے تو تم ضرور جنگ کرو۔ اگر وہ تم سے کہیں کہ تم نے جنگ کر کے ہمارے قتل کی بے حرمتی کی تو انہیں جواب دو کہ ان میںوں کی حرمت عرضی اور بدلے کی ہے۔ اگر تم حرمت کرو گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر تم اس کا لحاظ نہ کر کے ہم سے جنگ کرو گے۔ اور اس بدلے سے ہمیں قتل کرنا چاہو گے تو ہم خاموش رہ کر قتل نہ ہوں گے تم ان میںوں کو ہمارے قتل کی آڑ میں غلط جرم پر ہی کیا موقوف ہے ساری حرمتیں اور عظمتیں بدلے کی ہیں۔ عزت کرو اگر اللہ تم پر جو کوئی زیادتی کرے تم اس کو ضرور جواب دو۔ مگر خیال رکھنا کہ تم بھی جواب میں حد سے نہ بڑھ جاؤ ورنہ پھر ظالم تم ہو گے اور مظلوم ہو۔ جیسا کہ پیش بلکہ ہر عمل میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ نے ہر نیکو کو کلمہ دیا ہے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بے لوب کا کوئی لوب نہیں۔ جن دیوبندیوں یا دیگر کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے لوبی کی ان کا لوب کتنا جرم ہے۔ کہتے ہیں کہ بے حرمتی کرنے والے کفار سزا کے مستحق ہوئے تو حبیب اللہ کے گستاخ دیوبندی و فوج عزت و عظمت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ والعزت للعاصی اسی طرح جو اپنے کو سید کے اور صاحب کہل یا اہل بیت اطہار پر تہمات کر کے وہ تعظیم کا مستحق نہیں وہ سید تو کیا مسلمان بھی نہیں اگر بیٹا حاکم نکاہو اور باپ اس کی بیکری میں بھرم ہو کر پیش ہو تو باپ باپ کا لوب نہ ہو گا۔ بلکہ اس پر شرعی سزا جاری ہوگی۔ استدلال یہ ہے کہ عزت و حرمت کا یہی اصل ہے کہ اگر یہ شرعی بھرم یا بے لوب ہو تو ان کا لوب کوئی نہیں یہ قانون است صورتوں پر ملتی ہے۔ دوسرا فائدہ : بدلے لینے میں بھی شرعی احکام کی پابندی لازم ہے بلکہ بہتر ہے کہ نفس کی خاطر بدلہ نہ لے بلکہ رب کے لئے لے۔ بلکہ شہ ظفر نے کیا نوب کہا ہے۔

نظر کوئی اس کو نہ جانتے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے بیش میں یاد خدا نہ رہی جسے بیش میں خوف خدا نہ رہا

تیسرا قاعدہ: بدلہ میں برابری ضروری ہے نہ کہ مثلث لہذا اپنی کابلہ چپت ہے مگر نہ کابلہ نہ زنا نہیں۔ چوتھا قاعدہ: اگر غاصب کے پاس حج ہلاک ہو جائے تو منطقی حج کا بدلہ دینا ہے اور غیر منطقی کی قیمت لہذا اللہ کے عوض ہلاکے اور ہلاک کے عوض قیمت پانچواں قاعدہ: اسلام میں ہل ہل قرآن کعبہ، رمضان، نماز و فیرو کا بھی لوب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی لوب مگر ان سب میں نبی کا لوب و احترام زیادہ ہے کہ ان کے قتل کسی کا لوب نہیں۔ دیکھو اس موقع پر خاندہ کعبہ کا بھی لوب و پیش تھا اور یہ حرام و بقعہ کا بھی لوب و احترام کا بھی مگر قرآن شریف نے ان تمام لوہوں کو حضور ہلاک و صلی اللہ علیہ وسلم کے لوب کے قتل قتل فرمایا اور فرمایا کہ جو کافر تم پر یا تمہارے نبی پر اس وقت حمل کرے تو تم جو لوب دو۔ ظاہر ہے کہ کفار کا حملہ مسلمانوں پر ضروری کی نسبت سے قتل و نہ کعبہ، لہذا بقعہ، احترام کا لوب تو وہ بھی کرتے تھے۔ لہذا عقلی نے یوسف علیہ السلام کے واسطے سے غلامی کا لوب دور کرنے کے لئے تمام جان کو سات سال کے قحط میں گزار کر کے سب کے کل واسطے کو یوسف علیہ السلام کے ہاں پہنچا دیا بلکہ ساتویں سال تمام لوگ گندم کے عوض اپنے کو آپ کے ہاتھ فروخت کر گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک بے لوب کافر سے فرمایا: مصعب بن عمیر کہو! الات بھلا صدیق اکبر کی پاک و ستھری زبان اور ایسی سخت کالی مگر احمیات تھیں۔

مسئلہ: چور کے گھر سے لہنا چاہا ہو لیل چرا اور چھپا کر لہنا جائز ہے۔ جبکہ اور طریقہ سے حاصل نہ ہو سکے کی حکم سہی یہ۔ کلبہ شریک بینه لہنا ہو۔

ترتیب فرضیت جملہ: اس جگہ تیسرا احمدی میں ہے کہ لولا حضور علیہ السلام پر صرف تبلیغ فرض تھی۔ جنگ و فیرو کی اجازت نہ تھی۔ حکم تھا لولا علیک الا الباغ۔ کفار کی سختی بھیلنے اور ان سے درگزر کرنے کی سخت تاکید تھی۔ حکم تھا لا اعلوا و اضعوا انہیں سلائی کی آیتیں کہتے ہیں۔ یہ تقریباً 70 بلکہ تیسرا اٹھن میں فرمایا کہ 124 ہیں۔ پھر یہ ساری آیتیں اس آیت سے منسوخ ہوئیں۔ لا اعلوا و اضعوا الا شہر الحرم لا تعلقوا العصور کن جس سے آٹھ مہینے جنگ جائز رہی اور چار محترم میلوں میں حرام۔ پھر یہ محترم کی حرمت بھی اس آیت سے منسوخ ہو گئی۔ لا تعلقوا العصور کن کا لفظ "اب حرم کے سوا ہر جگہ ہر وقت حربی کفار سے جنگ جائز ہے۔ ایک زمانہ میں ابتدا "جنگ کرنے کی بھی ممانعت تھی۔ صرف کفار کے حملہ کے جواب کی اجازت تھی پھر وہ بھی منسوخ ہو کر جنگ کی ہر طرح اجازت ہو گئی۔

پس اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کفار کا حرام کی عزت نہ کریں۔ تو مسلمان بھی نہ کریں۔ یہ عجیب تعلیم ہے کیا کہ کافر قرآن نماز مسجد فیرو کی بے لوبی کریں تو مسلمان بھی بے لوبی کرنے میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔ گنہ کا جواب گنہ نہ ہونا چاہئے بلکہ مجرم کو سمجھا کر سیدھے راستہ پر لگانا چاہئے۔ (ستیا رتھ پر کاش)۔ جواب: معترض بھی عجیب غلط ہیں۔ آیت کا تفسیر یہ سمجھنا آیت تو یہ فرمادی ہے کہ اگر کفار کسی بزرگ چیز کو علم کا بھلہ بنا کر مسلمانوں کو جنگ کا نشانہ بنائیں تو انہیں اس سے روک دو۔ اگر کوئی مسجد میں نمازی کو قتل کرنا چاہے تو یہ مظلوم نماز یا مسجد کا خیال نہ کرتے ہوئے

تفسیر صوفیانہ : جو وقت یا دن یا مہینہ یا سال اللہ کی پادشاهی میں گزر جائے وہی ہلالِ حرام، پھلِ حرام، وقتِ حرام ہے اور جو غفلت میں گزرے وہ غیر محرم، فرمایا گیا کہ اے صبح اگر نفسِ لہو حیرے ذکرِ اللہ کے محترمہ وقتوں میں تجھ پر حملہ کرے تو اس میں شور مارتے تو تو بھی اس کے آرام کے وقتوں میں حملہ کر کے اسے آرام نہ کرنے دے۔ دن کا بدلہ دن سے، مہینہ کا بدلہ مہینہ سے، سال کا بدلہ سال سے، سماعت کا سماعت سے کرے اگر نماز کے وقت سو گیا تو کام کے وقت لگا پڑے اور روزوں کے دنوں میں کھانا پینا ہوا کھانے کے دنوں میں روزے رکھ لے۔ اسی طرح نفسِ تجھ پر بختِ طور جس طرح غم کرے تو بھی اچھی طور اسی طرح بدلہ لے لے۔ نکل کا صحت سے غصہ کا بدبادی سے اور حرص کا تزکِ دنیا سے مشورت کا مصلحت سے بدلہ لے مگر اس میں زیادتی نہ کرنا کہ مجاہد سے نفس کو ہلا کسی کڑا لے۔ اس کو زندہ رکھ اور حق کی روپ رنگ پاد رکھ کہ لفظ ایسے مجاہدوں کی مدد فرماتا ہے اور جن کے ساتھ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان پر تین قسم کے حالات گزرتے ہیں۔ ماحولِ صحت، مشورت یا غضب کی حالت، شبِ نفسِ کتلہ کی طرف ساکل ہو۔ شب کی رحمت و کرم کی حالت۔ جب نفسِ تنگی کی طرف ساکل ہو تو تینوں حالتوں میں رب کا خوف چاہئے۔ ماحولِ صحت میں تو اس لئے کہ نفس و شیطان آپس میں لڑتا ہے اس طرح کر لوں گا ہے کہ ہم کو احساس بھی نہیں ہو تا کہ نظری بدگمانی، یہ وقت کے خطرے معمولات ہیں آدم علیہ السلام معصوم اور منع مقام محفوظ پھر احد کس طرح کریں۔ مشورت و غضب میں بھی خدا کا خوف کرے کہ جبکہ کلمہ چہرہ صحت میں ہو مگر اس کی سزا صحت سخت و راز ہوگی۔ حاکم فیصلہ کرتے وقت بھی دیکھ لو سو اتنے وقت کو اللہ کی تربیت و تعلیم کے وقت دشمن سے بدلہ لینے وقت خوفِ خدا اگر ہے۔ مہلوت کے وقت بھی خوفِ خدا کرے کہ نہ تو نفس کے ہکالے سے مہلوت سے رک جائے اور نہ مہلوت کرنے کے بعد فخر، تکبر کرے لفظ حق اسی قل کو ملتا ہے۔ اسی لئے وہ بختی ہو کہ جسکو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

## وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

اور خرچ کرو: حق راستہ اللہ کے لئے اور نہ ڈالو ہاتھوں اپنے کو طرف ہلاکت کے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو

## وَاحْسِبُوا أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اور سمجھو کہ اللہ پسند فرماتا ہے مجاہدانہ والوں کو اور مجاہدانہ والے جو جاؤ یہ تک مجاہدانہ والے اللہ کے محبوب ہیں۔

تعلق : اس آیت کا پھیل آنے سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پھیل آیت میں جملہ کا حکم دیا گیا کہ بغیر اختیار اور اسباب نہیں ہو سکتا اور یہ مسلمان ہی سے جمع ہو سکتا ہے لہذا اب حد قد اور غیرات کا حکم دیا جا رہا ہے گویا جہلی قرینی کے بعد ملی قرینی نکال کر ہے۔ دوسرا تعلق: پھیل آنے میں جملہ کا حکم تھا بعض گزور ملہ اور اپنے ضعف کی وجہ سے جملہ نہیں کر سکتے اب انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تم خود مجبور ہو تو کسی غریب بھادر کو مسلمان جنگ دے کر جملہ کر تو یعنی پہلے جملہ کرنے کا حکم تھا اب کرانے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ آیتوں میں حج کرنے کا حکم تھا اب غریبوں کو حج کرانے کا ذکر ہے یعنی اسے ملہ دوا اور مساکین پر جو خرچ کر کے انہیں حج کرو۔ چوتھا تعلق: پھیل آیت میں تقویٰ کا حکم دیا گیا۔ چوتھا تعلق مہلت بھی تقویٰ کا ذریعہ ہے لہذا غلبہ اس کا حکم ہے۔

شان نزول : اس آیت کریمہ کے شان نزول میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فتوحات اسلامیہ کافی ہو گئیں اور اسلام خوب پھیل گیا تو ہم نے مشورہ کیا کہ ہم آپ تک پہنچے گھر اور واپس واپس واپس سے غافل رہ کر شاعت اسلام میں مشغول رہے۔ اب جبکہ رب نے دین کو پھیلا دیا تو ان گھروں میں بیٹھ کر سودی کا ہر کاج کریں اور باقی زندگی آرام سے گزاریں۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں انہیں جملہ چھوڑنے اور گھر چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی کہ جملہ چھوڑ کر اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو فنانہ کرو۔ چنانچہ ابو ایوب انصاری آخر عمر تک جنگ کرتے رہے اور امیر معلویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قسطنطنیہ میں شہید ہوئے اور وہاں ہی شہر نہ کے نیچے دفن کئے گئے۔ مسلمان اب تک ان کی قبر شریف سے شفا اور برکت پاتے ہیں (مدح الہیان و کبیر احمدی)۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب مسلمان عموماً خدا کے لئے کھڑے چلنے لگے تو ایک جماعت فقراء صحابہ کی حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگی کہ ہمارے پاس نہ پیر ہے نہ قوشہ یہ فریضہ کیونکر لوہو۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ جس میں ملہ اور مسلمانوں کو ایسے فرماؤ کی مدد کرنے کی رغبت دی گئی (احمدی)۔

تفسیر : وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ 'انفاق سے بنا جس کے فعلی معنی اور معنوی تحقیق ہم شروع پارہ میں کر چکے ہیں اس کا سبب لو کہ جائز جگہ خرچ کرنے کو نفقہ یا انفاق کہا جاتا ہے۔ انفس خرچی کو اسراف اور تبذیر جگہ خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں۔ میں انفقوا افضل ظاہر نہ کر کے اشارة یہ بتا دیا کہ میں انفس 'علم عزت آہد جس چیز کی اسلام کو ضرورت پڑ جائے خرچ کر دے اور مگر کہیں لکھ نہ کی راہ میں۔ کمال اللہ سے دیں اور ساری دینی چیزیں مراویں۔ جملہ ذکوۃ حج عموماً غریبوں کی



خلاصہ تفسیر : اے مسلمان! بخیل نہ ہو بلکہ جلد 'ج' صدقات و کفالت و فیو میں اپنی جان و مال عزت و آبرو و ضرورت خرچ کرو اور بخیل یا بخل میں کر یا جلد چھوڑ کر یا ہلاکت کی جگہ بلا ضرورت جا کر اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ لوگوں سے سلوک کرو 'بیٹھ' اچھے کام کرو اور رب سے ایک گمان رہو۔ ایمان نہ ہو جلد 'لغہ' تعلق ایسے ہی ایک کاموں کو پسند کرنا یا ہے۔ خیال رہے کہ خرچ تین طرح کے ہیں لغہ کی رلو میں۔ دنیا کی رلو میں 'شیطان کی رلو میں' جس خرچ سے رضوان الہی مقصود ہو دنیوی کاموں کے لئے ہو یا دینی یعنی سبیل لغہ ہے اسی کا یہاں حکم کسی دنیوی جائز کام میں مدد ہے صرف کرنا جس میں رضوان الہی کا خیال نہ ہو دنیا کی رلو میں ہے اور گویا بیکار نہ اس پر مذہب نہ ثواب۔ حرام و حراموں میں مدد کے کاموں کا جائز موقع پر خرچ کر تعلق سبیل و شیطان یا تہذیب ہے یہ سخت گناہ کہ اس میں دیر بھی ہو اور رب کی بھی ناراضی۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بخل اور اسراف دونوں ہی ہلاکت کا سبب ہیں۔ ان دونوں سے بچ کر اور یہی حال اختیار کرنا چاہئے۔ دوسرا فائدہ : شہر کے منہ میں جانا 'سناپ' سے اپنے کو کوٹنا زبردستی یا غیرت کی طرح خود کشی کرنا حرام ہے۔ تیسرا فائدہ : خطرہ کی جگہ بلا احتیاط بلا ضرورت جانا جیسے بے اختیار میدان جنگ میں جانا منع کہ یہ بھی اپنے کو ہلاک کرنا ہے۔ چوتھا فائدہ : بھوک بڑھ کر مرن برت رکھنا حرام ہے کہ اس میں اپنی ہلاکت کا سامنا خود سنا کرنا اپنی زندہ مسلمانوں نے یہ حرکتیں ہندوؤں سے سیکھی ہیں اسلام یہ چیزیں نہیں سکھاتا۔

مسئلہ : جنس طاعون ہو وہاں نہ جاکو کہ اس میں بھی اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مگر جہاں تم ہو اور طاعون آجائے وہاں سے نہ بھاگو (تفسیر احمدی و خزانہ المرقن)۔ مسئلہ : خود کشی کرنے والے پر نماز جنتہ پڑھی جائے یا اپنے بچنے یا بچ کے قاتل پر نماز جنتہ نہ پڑھو۔ یہی ہے وہی کر دو 'آٹھ' مخصوص پر نماز جنتہ نہ پڑھو جن میں سے یہ فرض بھی ہے (در عقد صلوة البرکۃ)۔ مسئلہ : امت موسوی میں توبہ کے لئے خود کشی جائز تھی لاقتلوا انفسکم مگر ہمارے ہاں حرام تھ تو لاقی قاتل خود کشی نہیں کر سکتا بلکہ اپنے کو قاضی کے سپرد کرے وہ اسے قتل کرائے (از تفسیر احمدی)۔ مسئلہ : بحالت جنگ مسلمانوں کی چھوٹی جماعت کا لشکر کی بڑی جماعت پر حملہ کرنا خود کشی نہیں بلکہ یہ بڑی ہلاکتی ہے۔ تفسیر کبیر و فیو نے اس جگہ ایک روایت نقل کی کہ ایک لڑائی میں کسی مساجر نے اکیلے ہی لشکر کاٹ کر حملہ کر دیا لوگوں نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ یہ اپنے کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اب واجب ہندوی فرماتے گئے کہ نہیں یہ جلد ہے اور یہ آیت جلد چھوڑ دینے کے بارے میں آئی ہے۔ اس کا تھوڑا خوب جاننا ہوں کہ میرے ہی حلق اتری پہلے تو دس مسلمانوں کو سو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا حرام تھا بدمذہبوں کے مقابلہ سے بھاگنا حرام اور زیادہ کے مقابلہ سے نہ بھاگنا مستحب اور بھاگ جانا جائز۔ مسئلہ : سلطان اسلام کو چاہئے کہ فوجی گیسٹ کے موقع پر جنگ نہ کرے صلح و فیو سے حل دے (کبیر)۔ مسئلہ : سدا اہل خیرات کر کے خود فقیر بن جانا نیک نہیں کیونکہ اس آیت کے یہ معنی بھی سکے گئے ہیں کہ لغہ کی رلو میں خرچ کرنا مگر سب خیرات کر کے اپنے کو فقیر سے ہلاک نہ کرنا۔ مسئلہ : کوئی تکی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دے کہ بھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور بھی کوئی گناہ معمولی سمجھ کر نہ کرے کہ بھی معمولی چنگاری گھر جلا دیتی ہے۔ بعض گناہ صرف اسی لئے بخش دیئے جاتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ راستہ سے لانا ہٹا دیا تھا جیسا کہ لغت و انکی دہری تفسیر سے معلوم ہوں

**اعتراض :** پہلا اعتراض : اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ خیرات لے کر ج کر سکتے ہیں بلکہ حج یا عمو کے لئے سوال بھی کر سکتے ہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ غریب پینچ فرض نہیں اور حج نفل کے لئے سوال جائز نہیں۔ مگر فقراء صحابہ نے نفل عمو کے لئے صدقات کیوں لئے اور رب نے کیوں بولوائے؟ جواب : نفل کی قضا فرض ہے جس کا ذکر ان ضروری ہے جو کہ ان سب نے پہلے ہی عمو کا احترام باندھ کر بغیر ادا کیے ہوئے کھول دیا تھا جس کی قضا فرض ہو گئی تھی مگر اس سبب بعض کے پاس مال نہ رہا اور قضا واجب تھی۔ اب ان کے لئے صدقات لینا مکمل سوال کرنا بھی جائز تھا۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا منع ہے۔ (ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات عمار ثور میں ساتھ اپنے انگوٹھے میں کیوں کٹوا لیا اور خطرناک عمار میں کیوں گھس گئے۔) جواب : بلا وجہ جاننا مکمل ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضور طیبہ السلام کی حفاظت اور ان کے آرام کی خاطر کیا۔ اس میں جان جانا جان کی عقلی قیمت ہے اس سے بہتر جان کا کوئی مصرف ہی نہیں۔ تیسرا اعتراض : اگر سارا مال خیرات کرنا منع ہے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایسا کیوں کیا کہ سب کچھ حضور کی خدمت میں حاضر کر کے گھر میں اللہ رسول کا نام حضور اقدس جو اس پر عزم ہوا لوگوں کے لئے ہے جو غریب صیونہ کر سکیں۔ صدیق اکبر اور ان کے ہاں بچے صابریں کے سردار ہیں ان کے لئے یہ سب کچھ جائز ہے۔

خوبیا تو اب دانا دیکھ اندر سوختہ جان دور دامن دیکھ اندر

**تفسیر صوفیانہ :** رب نے مسلمانوں کا جان و مال جنت کے عوض خرید لیا۔ رب غریب اور مسلمان تجارتیں۔ ان کے جان و مال در حقیقت رب کی امانت ہے۔ میدان جنگ اوائے لانات کے مقلات فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمان! امید ہے کہ جان و مال کی امانت ہمیں خدا ہی جنت تم لوہ اس امانت کو روک کر جنت سے محروم نہ ہو جائے اور اپنے کو ہلاکت میں مبتلا نہ کرنا اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو۔ گھر کو شوقوں سے نل کو غفلتوں سے نوح کو غیر اللہ کے تعلقات سے سر کو مطالعہ کلمات سے بچو۔ نیز غفلت سے بھلائی کے ساتھ اور رب سے عبادت کے ساتھ مطالعہ کرو۔ بلاؤں پر صبر مفتوح ہے شکر ساری مشکلوں میں توکل رب کی قضا پر رضا اور ذات قدس میں قناعت اختیار کرو کہ یہی حقیقی بھلائی ہے۔ اللہ بھلائی کرنے والوں کو پسند کر کے انہیں اپنے دربار تک لایا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو چاہتا ہے کہ ملاحک کے ساتھ اڑے وہ موہنی میں سورج کی طرح پھنچا چھی میں رات کی طرح عاجزی میں دن کی طرح بیداری میں سبت کی طرح نور سکوت میں سرکاری کی طرح رہے (روح البیان) یاد دلاؤ ان کے لئے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہے۔ مگر دل والوں کو موت سے پہلے مرنا ماحول۔ شوق شریک میں ہے۔

مرگ ہے مرگے ہو مارا طال  
خنی لا تلقوا بالہکم مرست  
خنی را خود خنی طاعت کے شوق  
دل ہم احاء ہے من کہ است  
(روح البیان)

مرگ ہے مرگے ہو مارا طال  
چوں مرا سوئے ال عشق و ہواست  
زانکہ خنی از داند شیریں ہو  
داند ہون مرا شیریں شدہ است

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا

اور پھر اگر وہ حج اور عمرہ کو واسطے اللہ کے لیے اس کے لیے جائز پس جو جو سہل ہو سہی سے اور نہ  
اور حج و عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو سہل آئے اور

تَخَلَّفُوا عَنْكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا

منداؤ تم سرائے یہاں تک کہ پہنچ جائے حدی جگہ میں اپنی۔ پس جو جو تم میں سے بیمار یا بوساقت  
اپنے سر نہ منداؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس

أَوْ يَهْ أَذَىٰ مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ

اس کے تکلیف سر اس کے میں پس فدیہ ہے روزوں یا صدقہ یا قربانی سے

کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی

تعلق : اس آیت کا پھیل اتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق اس رکوع میں اصل مضمون حج ہے جنگ کا ذکر  
جملہ معترضہ کے طور پر آگیا۔ فقہ السبج جو عموماً پورا کرنے اور مجبوری کی حالت میں حدی دینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یعنی پہلے حج کی  
ابتداء کا ذکر تھا اور اب اس کی احتیاط کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پھیل آیت میں فرمایا گیا کہ حج کی رکاوٹ دور کرنے کے لئے اگر  
تمہیں جنگ بھی کرنا پڑے تو کوہ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر یہ رکاوٹ دور نہ ہو سکے تب کیا کرنا چاہئے اور احرام کیسے کھولنا  
چاہئے۔ تیسرا تعلق : پھیل آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب اس کا خصوصاً بیان ہو رہا ہے یعنی خرچ  
کر کے حج عموماً پورا کر لو اور اگر حج نہ کر سکو تو حدی پر کچھ خرچ کرنا۔

شان نزول : محل ابن اسیر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام حیرانہ میں تھے کہ ایک شخص آپ کی  
خدمت میں جب پئے اور خوشبو لگائے حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میں عموماً کہہ کر لو اکوں۔ یعنی یہ محرم تھا کہ یہ خبری  
سے سلا کپڑا اور خوشبو استعمال کر رہا تھا۔ اس نے یہ سوال کیا ہی تھا کہ یہ آیت کہہ اتری۔ محل فرماتے ہیں کہ مجھے بہت روز  
سے تمنا تھی کہ وہی اترتے ہوئے دیکھوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے چہرہ انور سے ہار اٹھائی۔ میں نے چہرہ پاک دیکھا آپ اس  
وقت خزانے لے رہے تھے اور منہ میں کچھ جھاگ سے تھے۔ جب یہ حالت ختم ہوئی اور وہی آچکی تو حضور نے فرمایا ساکن  
کمال ہے۔ اسے بجا کر حکم دیا کہ خوشبود حوالا اپنا بہ اتار دے۔ (بغیر کے کپڑے ہن اور جو حج میں کرتا ہے وہ عموماً میں کر  
(درستور)

تفسیر : وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ - اتموا اتم سے بنا۔ جس کے معنی ہیں پورا کرنا مکمل کرنا تاکہ کو پہنچا۔ یہاں ہر  
معنی بن سکے ہیں۔ حج کے ذریعے معنی قصد اور لوہ۔ حج کے ذریعے معنی سل اور برس ہے جو تکرار حج سل میں ایک بار  
ہوتا ہے اور اس میں بیت اللہ کا لوہ بھی کیا جاتا ہے لہذا اسے حج کہتے ہیں۔ عمرہ عمر سے بنا معنی زندگی جو تک یہ عبادت عمر بھر

میں ہر وقت کی جاسکتی ہے اس لئے مہو کیا جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ مہو معنی آپوی ہو۔ جو کہ بیت اللہ اس مہلت کے بدلت ہر وقت آپر رہتا ہے لہذا مہو کیا جاتا ہے ان معنوں میں۔ اور مسجد اللہ کے گھر کو کہتے ہیں۔ کہ کس طرح فرض نہ قاصر نہ مستحب تھا واللہ علی الناس حج البیت سے فرض ہوا اور مہو بھی مستحب ہے نہ کہ فرض یا حج مہو ایک ساتھ قسم کر لینی قرآن مستحب ہے یا سارے مستحبات اور سنتوں کے ساتھ لو اگرنا مستحب یا گھر سے اور مہو نہ کہ جتنا کسی سنت نہ کرنا ہی فرض سے غلط ہو یا مستحب ہے نہ نہ تو وہ ہے یہ حکم استنباط ہو اور ممکن ہے کہ اس معنی ہو۔ کہ مہو کی شروعات کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے پر راکرنا کا حکم دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ انصوا حج کے قطع سے واجب کے لئے اور مہو کے لحاظ سے استنباط کے لئے ہو۔ جیسے صلوات علیہ میں کہ ایک ہزار بار پڑھا فرض اور اس سے زیادہ مستحب یا مستحب خیال رہے کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا بلکہ لازم قائم کرنے کا حکم دیا۔ یعنی بیش پڑھا درست پڑھا خوب یا ایسی ہی رب نے حج کرنے کا حکم دیا بلکہ حج تمام کمال کرنے کا حج صحیح طور پر کیا جادے میں ایک ہزار بار توبہ نصیب ہوئی ہے بہت مشقت و خرچ سے نصیب ہوئی ہے مگر مکمل کیلئے لو اگرنا جادے نیز جو نفل میں حج کیا جادے۔

کہے کہ جو سارے میں حج مکمل نہیں ہو سکتا تو اس میں چاہے بھی اٹھارہ سو کہ اکثر حج میں اتمام کا حکم نہیں کرتے۔

حلق تو سارے کٹا دیں حج کرے کئی ایک ہزاروں میں تو ہے نہیں فاکھوں میں جادو کہ فرض حج مہو کے اتمام کی چند صورتیں ہیں۔ صحیح طور پر لو اگرنا حلق کئی سے کئی حج مہو کر کے یعنی قرآن میں کسی کا احرام باندھ لے تو پھر راکرنا یا حج میں گھر سے احرام باندھ کر جلا فیلو حضور کے پہنچنے کے بعد سے تا اس وقت تک کسی ماضی بھی حج کے اتمام ہی سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس نے حج کیا مگر یہی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر حاکمی حضور کی حیات میں حج ہو اس میں حضور احمد خلیفہ میں تھے ہی لے لی ہیں حج کتب پاک ماضی ہو یا ضروری نہ تھا۔ لہذا یہ بات نہیں فرض حج کے تحت پہنچے ہو ہو گئے اور تفسیر احمدی کی معنی اسے مسلک حج مہو شروعات کے ناقص نہ سمجھو۔ بلکہ پر راکرنا مگر خیال رہے یہ دعویٰ فرض سے نہ ہو بلکہ ماضی کے لئے ہو۔ کتب کی طرح قطع میلہ دیکھنے پر غور سے حج قرآن نے اپنی قوی چٹائی بیان کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ معجز ہے کہ اس میں تہارت یا نور کوئی نہ دعویٰ فرض بھی شامل نہ کہ۔ جو بھی حلق کرے نہ سب باتیں اتوا اور اللہ سے حاصل ہو گئیں۔ جو حج سے فتنان کا نام ملتی پڑ جاتا ہے لہذا وہ دوسرے سے ہم لڑی یا سام نہیں پڑا۔ نیز حج ہے لوگ حلق کی عزت عظمت خود مت بھی کرتے ہیں نیز حج میں ملکوں کی سیر بھی ہوتی ہے حج میں تہارت کا موقع بھی ہوتا ہے۔ اور بیش تھا کہ حلق میں ماضی سے حج کرے اس لئے فرمایا گیا کہ حج و مہو پر راکرنا مگر عزت خود مت تہارت میرا تفریح کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے لئے کہ کان احصو تم اس کا عدد و احصاء اور رواہ ضر ہے۔ معنی وہ کتنا ہی لئے چٹائی کو حیرت ہے کہ وہ ایک جگہ پڑی رہتی ہے۔ بعض نے کہا کہ حصر تو بیماری کے روکنے کو اور احصاء خمس اور بیماری دونوں کے روکنے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی دونوں ہی رکھو نہیں مرلو ہیں۔ یعنی اسے مسلک اگر تم احرام باندھنے کے بعد کسی دشمن بیماری کی وجہ سے روک لئے جلا کر گیا مہو لڑ کر سکو تو لھا احصو من الھدی یہاں بیگم بالواجب بالھدی و ام شیدہ ہے۔ احصو سے ہلا۔ معنی آسانی اور یہ تصور کے

معنی میں ہے۔ من یا تبغیہ ہے یا بایہ 'ھدی' ھدی کی جمع ہے معنی تحفہ پہنچانے کا طریقہ شرعی میں ہدیہ لاونٹ یا گائے یا بھیڑ بکری ہے جو خاندان کے لئے لے جانی جائے۔ گویا ہدیہ رب کی بارگاہ میں یہ تحفہ لے کر حاضر ہو گیا ہے یعنی اگر تم بعد از اہرام حج سے روک لئے جاؤ تو تم پر وہ ہدیہ واجب ہے جو تمہیں پیسہ ہو ولا تعطوا وہ وسکم۔ تعطوا۔ حلق سے بنا معنی موڑنا۔ ہدیہ سر منڈانے سے حلال ہوتا مگر وہ ہے یعنی تم اس وقت تک سر منڈا کر حلال نہ ہو۔ جب تک کہ حتی یباع الھدی مصلحہ ہدیہ اپنی جگہ پہنچ جائے۔ مصلحہ حلال سے بنا معنی نزول۔ یہ طرف زبان بھی ہو گیا ہے اور مکان بھی قرض کی مصلحت ختم ہونے کو مصلح الھدی کہتے ہیں۔ ہدیہ کی قربانی کی جگہ یا وقت کو کل ہدیہ کہا جاتا ہے۔ مذہب حنفی میں اس قربانی کی جگہ حرم ہے اس کو دم احصاء کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ سری جگہ ارشاد ہوا۔ لم یصلحوا الی البیت العتیق وہ آیت اس کی تفسیر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو معذور بعد از اہرام مکہ معظمہ پہنچ سکے تو وہ کسی کے ہاتھ ایک لاونٹ یا بکری یا بھیڑ کو لے کر اس سے بچ لے کہ تم یہ جانور کس نام سے کو ذبح کرو گے اس دن تک اہرام میں رہو یہ حسب و ہون آئے تب یہ اپنا سر منڈا کر اہرام کھولے اور مصلح اس کی تھا کہ۔ یہاں ہی ذبح کرنا جائز نہیں ہے اگر حدود حرم میں پہنچ کر معذوری پیش آئی تو وہاں خود ہی ذبح کر کے اہرام کھول دے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے صلح حدیبیہ میں کیا۔ لکن کان منکم مریضا۔ مریض سے وہ بیمار مریض ہے جسے سر منڈا لینی پڑ جائے۔ یعنی بحالت اہرام سر منڈا اہرام مگر جو بیمار ہو۔ او۔ افی من راہہ قوی سے مریض عام سر کی تکلیف ہے ذمہ ہوا یا وہ سر یا شقیہ یا ہوں وغیرہ کوئی بھی وہ تکلیف جو بغیر سر منڈانے سے دور ہو یعنی جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو وہ حرم تک ہدیہ پہنچنے کا انتظار نہ کرے بلکہ پہلے ہی سر منڈا لے کر اس کے بعد لائونٹ یا بکری یا بھیڑ یا وہ پویشیدہ ہے۔ لھاد۔ جس کے معنی ہیں ڈھکنا ہوتا ہے ہوتا کسی پر قرین ہو جانا یہاں بدلہ مریض کیونکہ وہ بھی جرم کو مصلحت ہے۔ یعنی اس پر اس کو بھی بدلہ واجب ہے وہ کیا من صام او صلیحہ او نسکیا عنین روزے رکھے یا تین صلح گیوں چھ مسکینوں پر صدقہ کرے یا لاونٹ۔ گائے بکری عنین میں سے جو چاہے ذبح کرے او اختیار کرے۔ مجبور و سر منڈا لے کر اسے کو اختیار ہے کہ ان میں سے جو چاہے کرے۔

خلاصہ و تفسیر: اس جملہ میں حج کے مذہب ضروری مسئلے بیان ہوئے۔ ایک حج و عمرہ کا ہر راکھ و سرے اہرام باندھ کر وہ معذوری نہ کر سکے۔ بلکہ پہلا مسئلہ ہے اور تک تک و سر ایسی اے مسلمان حج و عمرہ شروع کر کے ضرور پورا کر دینا بہتر ہے کہ حج و عمرہ ایک ساتھ ختم کر دینی قرین کر دے یہ افضل ہے۔ اب اگر تم حج و عمرہ کا اہرام باندھ کر بیماری یا دشمن کی وجہ سے لڑا سے معذور ہو جاؤ۔ یعنی ضرور ہو جاؤ تو تم پر جو بھی ہدیہ پیسہ ہو واجب ہے اور اس میں یہ کہ لاونٹ یا گائے یا بکری کسی ذریعہ سے حرم میں پہنچ دو اور لے جانے والے سے کوئی دن یا تاریخ مقرر کر دے کہ وہاں پہنچ کر ہدیہ ذبح کرے۔ تم اس وقت تک سر و فیو منڈا کر اہرام نہ کھولو۔ جب وہ تاریخ آئے تو سر منڈا کر لے لو کوئی سخت بیمار ہو جائے کہ بغیر سر منڈانے آ رہا نہ ہو سکے (جیسے سر سام و فیو) یا اس کے سر میں بخون تو حاسی یا درد سر کی تکلیف ہو۔ وہ پہلے ہی سر منڈا لے اور اس کے عوض یا عنین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو تو حاسی حاصل کیسوں صدقہ کر دے اور یا لاونٹ یا گائے بکری ذبح کر دے۔ خلاصہ یہ کہ اس پر دو چیزیں لازم ہوئیں ایک احصاء (حج سے رک جانا) کی قربانی جو حرم میں ذبح کی جائے تو سرے تاریخ مقررہ سے پہلے اہرام کھولنے کا قصد ہو کہ یہاں ہی لڑا گیا جائے۔



حج کے مسائل : حج وہ ہے فرض اور حج وہ ہے۔ حج اکبر اور حج اصغر یعنی عنوان حج عمر میں ایک ہندو اور پر فرض ہے اور وہ  
 منع حج کے لئے عینہ اور تدبیریں مقرر ہیں۔ مگر عمر میں نہیں۔ جب چاہو کر لو۔ عمر میں احرام شرط ہے اور طواف اور صفا  
 وہ کے دور میں وہ نماز کن۔ یعنی طواف صرف یہ ہے کہ حرم سے باہر احرام باندھ کر طواف کرے اور صفا وہ کے دور میں وہ نماز  
 احرام کھول دے۔ حج میں عین فرض ہیں اور پانچ وجہیں۔ احرام، عمرات میں، طواف، زیارت اور منیہ میں  
 طواف، صفا وہ کی سنی کرنا اور عمر میں ہر ٹکڑا طواف اور احرام کرنا اور سر منہ اٹھانا کٹانا تفسیر امیری و فرماں (طواف) حج کی  
 تفسیر منیہ و اقل تیسے میں بیان ہوں گی۔ باقی مسائل کے لئے کتاب بہار شریعت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

[illegible]

مسئلہ ۱۰۔ عورت کے لئے سر منہ اتارنا جہل کتنا حرام ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی سی فعل بنائیں۔ صرف اہرام کھولنے وقت ہاتھوں کا کچھ ٹوپی ہی صبر کنندہ ہیں۔ مسئلہ: حج کے علاوہ مردوں کے لئے جہل رکنا حرام

نہی ہے اور سرمنڈا ہندو مرتضوی مگر جب تک بدعت شریف میں وہ لوگوں کی علامت سرمنڈا لافانی مٹی ہے اس لئے اس سے بچ کر بعض حصہ کو لایا منڈا بطور بعض رکھنا کہہ رہے ہیں اگرچہ یہی بدعت نہیں مسئلہ: مسودہ کو مورتوں کی طرح لے کر رکھنا چلی پڑھا مورتوں کی طرح مانگ لانا کہہ رہے۔ مسئلہ: حج کا فرض چھوٹ جانے سے حج جاتا رہا ہے۔ مگر وہیہ بہت بہت سے لڑکیوں وہیں کہ مسودہ جانے سے مسودہ لازم ہے۔ جبکہ لڑکا فرض میں جانے تو لڑکا نہ وہیں جانے تو بہت مسودہ لایا۔

[illegible]

تفسیر صوفیانہ : حوام کا حج بیت اللہ کا قصہ اور اس کی زیارت ہے اور طراس کا حج رب البیت کا قصہ اور اس کی ہر گم کی

حاضری ہے۔ انہی خاصہ الی وہی سہلین۔ عوام مقلد پہنچ کر دیوای لباس اور نہتیں بھوڑ کر لباس اتر رہے ہیں اور خواص اولیٰ سے لے کر سب سے لے کر لوگوں کی محبت ترک کر رہے ہیں۔ لانہم عدو لی الا وہ العلمین۔ عوام ہمارے قریبی کرتے ہیں مگر خاص لوگ اپنے نفس کی بہن خواص میں بھی بعض رتبہ کرا کر جاتے ہیں۔ جیسے حضرت سیدنا امیر المومنین علیہ السلام کو کون کون کا چور اور شام میں ہونے پر خواص انہیں اس چار کے لئے بلائے جاتے ہیں۔ سبحن اللہ اسوی بعدی لانا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی۔ مسجد حرام و مسجدوں کے چار کی بات ہے۔ مگر حضور کے چار کی بات نہ آپ کی اختلاوت کی مسجد (مکہ) یعنی عرش اہل ہے۔ یہ اختلاوت ظاہری ہے حقیقی اختلاف کان لایب لوجہ او اعلیٰ میں وہ کی بجلی میں ہے اور عہد قتل فی اللہ ہو کر باقی ہوا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کا صبر ہو تو آپ نے اعلیٰ کی قربانی دی۔ حبیب اللہ کا روکنے والا کون تھا۔ ہاں نہ انصار تھے نہ اس قربانی کی ضرورت۔ ما ذاع البصر و ما طعی اس کے بعد چلی مقلات کا مہو ہو جس میں حبیب محبوب کے دور میں خاص رات تھی (الارض علیہا من نوازلہ)

دوسری تفسیر: اے توحید والے کے مقلد اور توحید مقلد کے مہو کہ نہ لے تو یہ چار سمجھو تو ہی پورے کر لے مقلات ملے کر تہو اللہ سے اللہ کی طرف اللہ میں اللہ کے لئے جہاد اگر کافر نفس لارہے تو اسے تو اس نفس کی قربانی کہہ کہہ میں بھیج دے اور جیسی قربانی تھے آسان ہو کر مال خود نفس کی یا اس کی مقلات کی اور غلبہ تک کہ یہ نفس اپنے قریبی کا میں نہ پہنچ جائے تب تو سونہ مقلات یعنی دل کو قبول سے جسم کو دیوی تعلقات سے اور خیال کو عبادت سے خلل نہ کہ جب یہ نفس قتل ہو جائے تب یہ سب اہل کفر و کفر ہو کر رہے۔ مگر جو کوئی بیمار ہو یعنی اس کی استعداد کو کمزور اور عقل و غوی کو مرض سے بیمار ہو گیا اس کے سر میں تکلیف ہو یعنی بے خیالات کا مہو ہو جس وجہ سے اس زمانہ کو ملے کر کے اور عقلی قلب پر قیامت کرنا چاہے تو اس پر فدیہ لازم ہے کہ جائز خطے اختیار کرے اور ناجائز چھوڑ دے۔ عبادت اور تعلقات نفس میں مشغول ہے اور فزین علی۔ مقلات ذلت کا کہہ مقلات کی طرف کرنا ہے۔ شامی میں ہے کہ کہہ معظمہ بعض لفظ و فعل کی نوازلہ کے لئے جانا ہے اہل حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔

لوہ ہدائے ہیں ہوتے ہیں جو کہہ پے لہد  
ملے انقلاب میں کرتے ہیں کہہ کا طرف  
ایم لوہم اور رہو ہمیں کے استقبال کے لئے کہہ گیا اس پر ہمت سے ملے قیہ جی ہیں۔ (الرشای جلد دوم باب اللہت)

وَإِذَا أَمَّنْتُمْ فَمِنْ تَمَشُّرٍ بِالْعَمُورَةِ إِلَى الْحَبِجَةِ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

جب جب امن سے ہو تم جس جو تمشع حاصل کرے ساتھ عرب کے طرف کی کے کہہ میں پورے ہو جو تمشع  
پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو تمشع کا فائدہ اٹھائے اس پر قرآن ہے جیسی پسترا آئے

فَمَنْ لَمْ يَحِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجَّةِ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ مِنْ تِلْكَ

یہ حد سے بھی کم نہ ہو اس پر غصہ نہیں ہوتا دن کے پنج بجے اور سات جب رات نہ ہو  
پھر سے مختار نہ ہو تین روزہ پنج کے دن میں رکھے اور سات جب پہلے گھر پہنچے

عَشْرَةَ كَأَيِّلَةٍ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا

میں پورے۔ ۱۰ واسطے اس کے ہے کہ نہ ہوں گھر والے اس کے موجود مسجد حرام والی میں اور  
۱۰ روزہ میں جو سب ۱۰ حکم اس کے لئے ہے جو سب کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے

اللَّهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

خود حق اللہ سے اور جانو تحقیق اللہ سخت عذاب والا ہے۔

قد تھے وہ اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تعلق : اس آیت کا مکمل آیت سے چار طرح تعلق ہے پہلا تعلق یہ جملہ کچھ آیت کو ۲ ہے۔ اس میں تعلق  
کے احرام کو لئے کا طریقہ بتایا گیا تھا اس میں حج کرنے کے احکام لکھے جا رہے ہیں۔ دوسرا تعلق کچھ ۲ میں حج و عمرہ  
پر ارکان یعنی قرین یا قریبی کا طریقہ بتایا گیا ہے اس کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے۔ تیسرا تعلق کچھ ۲ میں عدم اصدار  
(بہنہ حج سے رک جانے کی قرینی کا طریقہ بتایا گیا ہے عدم حج یعنی حج کے شریک کی قرینی کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔

تفسیر : ۱۰۱۱ مستحب اس سے پہلے جس کے سنی اطمینان بظاہر کا تعلق پہلا اصدار کے مقابل میں دلا گیا کہ کس کو بھی گواہ  
ہوئی ہے وہ بھی خیال رہے کہ اس میں سے صرف اصدار کے بعد اس میں حاصل ہو بھی مراد نہیں بلکہ خود اصدار کے بعد ہو  
اس طرح کہ دشمن راستہ سے یا پھر جلی رہے یا پہلے سے کہ کوئی دھندلہ دشمن ہی نہ آئے یعنی نہیں جبکہ تو دشمن کے  
خوف سے اس میں آجیو یا پھر سے فضا پا جیو اور حج کا وقت پتی ہو یا پہلے سے اس کو روک دینا میں ہو کہ کوئی غرض نہیں نہ  
آئے فمن تمنع بالعمرة الى الحج تمنع مناع سے پہلے معنی نہیں لیا لیس حاصل کرنا سلطان اس لئے منع کئے  
ہیں کہ اس سے منع کیا ہے۔ شریعت میں عموماً حج کے ساتھ ملتا منع کلاتا ہے۔ اس کی جگہ تفصیل فقہاء لکھ کر تفسیر میں  
عرض کی جا چکی ہے یہی بخوبی سنی مراد ہیں یا شری اور ہی میں قرونہ منع دونوں داخل ہیں تو کس دور ہی میں قرینی یا پھر  
ہے کہ ان دونوں میں حلقی مودع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پہلا دور قرینی یا حج کا سلسلہ ہے یا پھر یہ دور حج کا حلقی یا شہید یعنی وہ  
کوئی عموماً کے ذریعہ حج تک قرب الی کا طبع حاصل کرے اس طرح کہ کس سلسلہ یا حج کے پہلے عموماً کے احرام پہنچا کر  
حج سکنہ مکمل سلسلہ سے کرے کہ عموماً کا احرام پہنچا کر جائے اور عموماً کے احرام سے مکمل جائے اور حج کے وقت تک حلق  
رہے یا حج کا احرام پہنچا کر حج کرے تو گویا یہ عموماً ہی کا طبع کا ذریعہ ہے اس تفسیر سے پہلا دور قرینی کے معنی خوب واضح ہو گئے  
(عمومی و معنی و معنی اطمینان و فیوض) یہ تمام صورتیں غیر حدی دیکھنے کی ہیں۔ اس کا ذکر عاصم تفسیر میں لکھا لکھ

آئے گا۔ استحو من الہدیٰ یعنی علیہ پوشیدہ ہے اور من الہدیٰ مانا کہ وہ یعنی اس کی قربانی و بسبب جو بھی میرا ہو۔ لونث یا گائے یا بکری۔ خیال رہے کہ مذہب حنہ کی میں یہ فکر یہ کہ قربانی ہے۔ لہٰذا لو سویں ذی الحجہ کو کھنکھائی ہوگی اور خود کرنے والا بھی اسے کھانکے گا۔ گویا یہ حج جو عموماً کے جمع ہونے کا شکر یہ ہے جیسے کہ قرآن کی قربانی اور عام قربانی سلام شامل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک گویا کفار کی قربانی ہے۔ یہ نیکہ اس نے میقات کو چھوڑ کر مکہ سے حج کا ارہاد خاص کو انہی کے عرض قربانی دلائی گئی۔ لہٰذا لو سویں ذی الحجہ سے پہلے ذبح ہوگی۔ اور قربانی کرنے والا اس میں سے کچھ نہ کھائے گا۔ جیسے کہ دیگر کفارات کی قربانیاں لیکن آیت کی عبارت مذہب حنہ کی عبارت کرتی ہے کہ گناہ استحو من الہدیٰ من قحیح کے عذاب میں ہے اور قحیح لہٰذا کی لغت ہے نہ کہ حرم اور لغت کا شکر یہ ہوتا ہے نہ کہ جہاد۔ لیکن لہٰذا بعد جو کوئی قربانی کا بغور نہ پائے کہ ذی الحجہ کی میرا نہ آئے یا اس کے پاس قیمت نہ ہو یا کوئی ہزاری قیمت سے بہت مہنگی حج رہا ہو (کیر یا عمام لکھنا اہام فی الحج میں ہاتھ علیہ پوشیدہ ہے یا عجم اور صیام یا صوم کا صدر رہے لکھنا اس کا مفہول یہ مضطرب ہے اور یا صوم کی جمع اور غفلت کی سبب یا صیام صدر کے متعلق ہے اور یا عجم فعل پوشیدہ کے کس حج سے مروج کے مینے ہیں۔ یعنی شوال کو یغزو اور غفلت کی سبب یا صیام کے۔ مگر چاہئے کہ یہ روزے حج جو عموماً کے احراموں کے درمیان میں ہوں۔ لہٰذا لنگا تار رکھے یا طیمہ اگرچہ یہ عین روزے شوال سے ذی الحجہ تک ہر وقت رکھ سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ساتویں آٹھویں نویں ذی الحجہ میں لگا تار رکھے۔ لکھنا وجہہ اقا وجہہ۔ بعد کا عطف لکھنا ایام پر ہے اور اس کو بھی صیام ہے وہی قحیح ہے جو ٹٹھ کو قحیح وجہہ میں عتاب سے اخلاص ہے کہ ہم بعد عتاب قحیح اور وجہہ حاضر اگرچہ رجوع کے معنی پلٹنے ہیں مگر یہ لکھنا سے قحیح ہونا مراد ہے کہ گناہ قحیح ہو کر ہی ذی الحجہ ہوتے ہیں۔ سبب سے سبب مراد یا گائے یعنی جو قربانی نہ پائے وہ تین روزے تو حج کے میچوں میں حج سے پہلے لو اگرے اور سات روزے حج سے قحیح ہو کر تین اور سات کل کتنے ہلاک عشوة کا مطلب یہ ہے کہ سوئی ہوئے۔ جو گناہ چھٹی عبارت سے صوم پر لکھنا تھا کہ یہ ولو قحیح کے معنی میں ہو اور مطلب یہ ہو کہ یا تو حج سے پہلے تین روزے رکھ لو۔ اور یا حج کے بعد سات یعنی اگر پہلے رکھو تو تین اور بعد میں رکھو تو سات۔ جیسے ہی قحیح و شکر و ریح کا اطلاق ہو لو معنی ہو ہے نہ کہ جمع کا۔ نیز احتمال تھا کہ شاید صبح سے مراد صبح سے روزے ہوں نہ کہ صرف سات۔ نیز احتمال تھا کہ کوئی کتاب غلطی سے صبح کو جمع کہ جائے یا نہ صبح کو جمع (نہ پڑھ لے۔ نیز احتمال تھا کہ صبح (سات) سے لگے تین روزے ل کر سات مراد ہوں۔ یعنی تین تو حج سے پہلے اور چار حج کے بعد۔ کل سات۔ عین تمام وہیوں کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کل دس ہونے۔ پھر شاید کوئی دویم کہ اگر من روزوں کا ٹولہ قربانی سے کم ہے اور اس سے جمع ناقص ہو گا اس لئے فرمایا گیا کہ کلا کہ یہ دس روزے قربانی کی طرح ہی کامل ہیں کہ ان سے جمع بھی کامل ہو گا۔ فلک لمن لم یکن اھل حافری المسجد الحرام لکے سے جمع کی طرف اشارہ ہے۔ اھل سے گھرا لے یعنی ہل بچے مراد ہیں۔ حاضر عتاب کا مقتل ہے۔ معنی موجود۔ یہاں تکم ہو یا وہاں کا شکر ہو یا مراد۔ مسجد حرام سے حرم شریف بلکہ سارے داخل میقات مراد ہے۔ یعنی یہ جمع ان لوگوں کو چاہئے جو میقات کے اندر رہا نہ ہوں۔ اور یہ حج کے لئے آئے ہوں (امری و فیو) کہ گناہ یا میقات والوں کو نہانہ حج میں عموماً کا معنی ہے۔ چھ گناہ ہر کے لوگ ہمارے ہیں نہیں آتے انہیں ایک ہی سفر میں حج عموماً کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ لہٰذا اے ہر وقت کر سکتے ہیں۔ وہ نہانہ حج میں عموماً کر کے پردیسوں کی تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ و اتقوا اللہاے مسلمانوں کو اے عبادت میں رہنے والے۔ اس کے





مسئلہ : ہدنی عہد کاغذ یہ ملی عہد ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ ملی عہد کاغذ یہ ہدنی عہد ہو جاتی ہے تو کچھ قسٹ والے پر قرنی کاغذ ہے مگر قدرے تھوڑے پر اس کے عوض دس روزے 'قرنی' ملی عہد ہے اور روزہ ہدنی عہد سے سری جگہ قرآن نے روزے کاغذ ایک مسکن کا کھانا قرار دیا۔ لہذا ایسے کی طرف سے حیلہ امتداد کرنا جائز ہے کہ اس میں سیت کی بھوٹی ہوئی لٹاؤں کاغذ یہ مل سے دیا جاتا ہے۔ ساتواں قاعدہ: وہ عہدوں کا جمع کرنا حرام نہیں بلکہ بہت اعلیٰ درجہ کی عہد ہے دیکھو ج بھی عہد ہے اور عموماً بھی عہدوں ہدوں کے جمع پر شکر یہ قرنی سے لیا کر لیا گیا۔ لہذا غنیمت جو جائز ہے کہ اس میں وہ عہدوں کا جمع ہے۔ آٹھواں قاعدہ: خدا کی نعمت کا شکر یہ کرنا ضروری ہے۔ دیکھو ج عہد کے داخل کی نعمت کا شکر یہ قرنی سے کر لیا گیا لہذا محفل میلاد عید معراج مثلاً اس دن عہدوں کوئی جائز ہے۔ مسئلہ: حج کے میقات پہنچے ہیں۔ لیکن لوگوں نے دلوں کے لئے 'سلم پال' عہدوں کے لئے ذوالحلیفہ 'معلق دلوں کے لئے ذات حق مشاہدوں کے لئے جنت' عہدوں کے لئے قرن میں حدود کے اندر رہنے والوں کو میقاتی کہتے ہیں۔ انہیں کے لئے جمع مع ان سے باہر رہنے والوں کو داخل کئے ہیں جن کے لئے جمع فی سب طلال۔ مسئلہ: اس آیت میں جمع کا ذکر ہے کیونکہ قرن جمع کی شکل یا اس سے جوہ کہہ۔ اس لئے اس میں قرنی واجب کی گئی۔ مسئلہ: جو قرن یا جمع کو جمع سے پہلے یعنی نویں ذی الحجہ تک تین روزے نہ رکھ سکے اس کو قرنی ہی دینی ہے۔ جیسے بھی ہو سکے۔ مسئلہ: خفیوں کے نزدیک سب سے افضل قرن ہے مگر جمع بھراؤ۔

اعتراض : پہلا اعتراض: اس آیت سے جمع کا جواز بلکہ اس کا ہر ہر مظلوم ہول مگر مرضی اللہ حد لے اپنی خلافت کے زمانہ میں جمع کو بند کر دیا اور فرمایا کہ واحد حضور کے زمانہ میں تھے میں ان سے منع کرنا ہوں اور کرنے والے کو سزاؤں کا ایک حد طاع۔ دوسرے حصہ انہوں نے قرن پاک کی صریح مخالفت کی (راضی) جواب: حد طاع کا جواب تو ہم انتہام اللہ طاع کی آیت میں دے گے کہ یہ حضور پاک کے زمانہ میں ہی منسوخ ہو چکا تھا حج کے ہر جمع سے منع نہ کیا۔ بلکہ خاص اس جمع سے جو صحابہ کرام نے حج واد کے موقع پر کیا تھا یعنی حج کا حرام ہونا کہ اس پر عموماً کہہ کھل جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس کو بہت گنتہ جانتے تھے۔ اس رسم کو توڑنے کے لئے ضرورتاً حضور علیہ السلام نے یہ کر لیا۔ عرضی اللہ حد لے فرمایا کہ اب ایسا جمع کوئی نہیں کر سکا کیونکہ اس وقت نہ ہی اور واقعی مسئلہ بھی یہی ہے (تفسیر کبرا)۔ ان کے فرزند عہد اللہ ابن عمر اس زمانہ میں بھی موجود جمع کیا کرتے تھے۔ دوسرا اعتراض: تفسیری مظلوم ہوا کہ اہل بیت ہدی ہے مگر حد میں آتا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ انما یصلی اللہ لہذب عنکم الوجہ اہل البیت مثل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فاطمہ زہرا حسن و حسین و علی رضی اللہ عنہم کو کبیل شریف میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں پاک فرما دے۔ حضور کی ہدی ام سلمہ نے بھی اس کبیل میں آنا چاہا مگر انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ انک انت علی خود ہی رہو تم بھی خیر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل بیت میں ہدی داخل نہیں تھی داخل ہے۔ جواب: یہ حد شریف سے ہی کلام کی تہذیب کرتی ہے کہ ام سلمہ سے حضور نے فرمایا کہ تم تو خیر ہو یعنی اس آیت میں داخل ہی ہو اور حمیم رہنے پاک فرما دیا۔ تفسیر کے لئے دعا کی چند ضرورت نہیں۔ میں رحمت الہی کو وسیع کرنے کے لئے اپنے دیگر اہل قربت کو بھی اہل بیت کہہ کر ان کے لئے طہارت لگا رہا ہوں۔ کچھ حضرت علی کو بھی اسی کبیل شریف میں داخل فرمایا۔ دوسرے دن حضرت عباس کے

گمراہ کارن کو اور ان کے بچوں پر بھی یہی کرم فرمایا۔ حالانکہ سیدنا علی اور اہل علی علیہم السلام حضور کی اولاد نہیں۔ جیسے کوئی بدشاہد زور سے کہے کہ تم اپنے اہل قرابت کو اہل پاس لادو ہم ان سب کو انعام دیں گے۔ وزیر اپنے ہندو سبوں بلکہ عہدہ داروں کو بھی لے جا کر کہے کہ حضور پر بھی میرے قریبی ہیں انہیں انعام سے نوازا جائے۔ یہ وزیر کا کرم ہے۔ ایسے ہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرشتہ گنج کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی حبیبی اور اولادوں کی اہل بیت ہیں۔ تیسرا اعتراض: حج تو بہترین عبادت ہے ہر گنج کی آمد کو نذرانہ کے ذکر پر کیوں ختم فرمایا گیا سیدنا دار صمد و قیامت کا ذکر ہو نا چاہئے قلعہ اب کا ذکر گناہوں کے ساتھ مناسب ہو تا ہے۔ ہر گناہ اس لئے کہ حج مقبول رہے کی رحمت کا باعث ہے اور حج مہود اس کے نذرانہ کا سبب ہے عذاب کا ذکر فرمایا گیا کہ حج مقبول ہوا اگر حج مہود سے چھوڑ دینا عذاب بہت سخت ہے۔ خیال رہے کہ حج مقبول کی علامت تین ہیں حج کے بعد عیش کے لئے دل نرم ہو گا گناہوں سے نفرت ہو جائیگا اہل کی رحمت ہو جائیگا حج مہود کی علامت ان کے برعکس ہیں صلہ رحمہ ہو جائیگا گناہوں کی طرف میلان متکیوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اے ذات اقدس کے حاجیہ اور ولوی سلوک طے کرنے والوں کو جب تم غصہ ناراضی سے اس پر اور تمہیں سے جو کوئی نئی مشقت کی لذت چمک کر چلی ذات کا حج کرنا چاہے اور ان دونوں کمالات سے متعلق نفع حاصل کرے۔ تو اس پر اپنے دل کے لائق قربانی واجب ہے اور جو کوئی کمزوری غصہ اور اس کے سکون کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے۔ تو اس پر پہلے تو تین روزے یعنی عقلی اور دینی اور خیالی و جسمی سے ہر روز ضروری ہے کیونکہ یہی چیزیں بھی انسان کو لوہے سے لپے کر لیتی ہیں اور سات روزے اس حج سے فائدہ دے کر یعنی دو روزے سے کثرت کی طرف توجہ سے تفصیل کی طرف لوٹنے وقت واجب ہیں۔ دو سات روزے کیا ہیں یہ انہیں جو اس ظاہری اور غیبی مشقت کے فضیلت سے چھوڑ کر غلط سیدوس روزے سے متکامل ہونے والے ہیں۔ صحت عقلی میں ہے کہ لفظ عقلی اپنے لفظ کے کل ہو جاتا ہے جس سے وہ متکلم ہے آنگہ ہو جاتا ہے جس سے وہ حکم ہے لفظ حق یہ تمام لفظوں اس کے لئے ہیں جس کا قلب اور روح ہر گناہ میں پہلے سے موجود ہوں بلکہ دور سے چل کر انہیں ولوی و محبت طے کر کے عقلی قدم رکھیں جو حاضرین ہر گناہ میں انہیں نہ ایسے عباد کی ضرورت ہوتی اتنی ریاضات کی طاقت وہ تو شروع ہی سے داخل ہیں اور جملہ نفسی محبتیں میں سے ہیں۔ تم ان پر اپنے کو قیاس نہ کرو اور لفظ تک پہنچنے میں گناہوں کے بوجہ سے بچو کہ اس سے راحت میں بہت تکلیف ہوگی۔ اس لفظ اب بھی سخت ہے اور راحت بھی ٹھیک۔

سو ذریعہ ہر گناہ سے ہر  
تو پیش لا حقوت در طو کوب  
کہ عمل عاجز بود در سفر  
کہ سودے نہ دارد فضل ذریعہ چوب

الْحَبْءُ أَشْهَرُ مَعْلُومَاتٍ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَ الْحَبْءَ فَلَا رَفْثَ وَلَا فُسُوقَ وَ

حاجت جہت میں جانے ہونے۔ جس جو فرض کرے حج ان کے حج کو پس نہیں ہے جامع اور نہ فسق کی باتیں اور  
حج کے کئی جہتیں میں جانے ہونے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے ساتھ صحبت کا نہ کرے اور



نکتہ : آئمہ خاتون کو استقرار عمل بدرحسین ذی الحجہ منی شریف میں ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی رسی کر کے آئے اور مقاربت کی عمروہ درحقیقت وجہ تھا جسے کفار کہنے لگے اس صلہ ذی الحجہ قرار دے کر حج کیا تھا اسی حساب سے وریح اللیل تک لوہا پورے ہوئے ہیں اگر صلہ ذی الحجہ ہو تا وریح اللیل تک چار بار ہو گئے یعنی اسے مسلسل اربع کلوت دی ہو چکے اور دس دن ہیں جو جنہیں پہلے سے معلوم ہیں۔ رسی یہ انت کس حج تو فقط نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے پھر اس کلوت از منی سے کیے گئے ہوئے۔ اس کی وجہ ازناہ اللہ اعز من و عذاب میں عرض کی جائے گی۔ لیکن فرض لھن الحج فرض کے منتفی معنی ہیں کتنا گھوٹا ہے کہ کٹنے کا اثر حج میں لازم ہو جاتا ہے اس لئے لازم اور ضروری کو بھی فرض کہہ دیتے ہیں یا فرض کے معنی ہیں جدا کرنا جیسے سورۃ انفلاہ و فوطھا چہ تک ضروری چیز بھی غیر ضروری سے جدا ہوئی ہے اس لئے اسے فرض کہہ دیتے ہیں۔ یہاں فرض معنی واجب ہے یعنی جو کوئی ان چیزوں میں احرام بکبیر یا حدی تیار کر کے اپنے پرچ فرض کرے۔ خیال رہے کہ حج تو رب نے عمر میں ایک بار فرض کیا۔ مگر جب بھی کوئی احرام باندھ لے اس پر ضرور فرض ہو جاتا ہے جیسے عکبر تحریر سے لازم۔ لا رلت ولا لسوق ولا جلال لی الحج یہ جزائیہ ہے اور یہ جملہ منی کی چیز رفت کے معنی ہیں۔ جملہ عمر یہاں جملہ عمر اس کے اسباب پورے و فیوہ بلکہ عورت کے سامنے اس کا تذکرہ بھی اسی میں داخل ہے۔ لسوق کے معنی ہیں شریعت کے حدود تو زنا اور گناہ کرنا۔ جیسے نیت گناہ گنہ و غیرہ۔ جہاں مخالفت کا صدور ہے اس کا لفظ جہاں معنی نقل (بٹلو لپٹا) ہے۔ لہذا کو جہاں کہا جاتا ہے۔ جھڑا کو اسی لئے جہاں کہتے ہیں کہ اس میں ہر ایک سو سرے کو اپنے جہاں میں لپٹتا ہے۔ یہاں یا تو نوکر چاکر یا صاحبوں یا کریمہ و امروں وغیرہ سے۔ جھڑا اگر عام لوہے یا تانبے حج کے ہمارے میں اختلاف کرنا کہ کوئی کہے کہ اس صلہ حج غلط ہوتا۔ چاہے چھوٹا ہے کوئی کہے کہ حج صحیح ہو لیا اس میں حج کی مخالفت کرنا حج کی شنی بد معنی اگرچہ گناہ عیسیٰ واپس گناہ حج کا حرام باندھ لے اس پر جملہ بلکہ جملہ کی باتیں گناہ گنہ و غیرہ سے سخت منع بلکہ مکہ معظمہ حج کرنا کہ خود انہی پناہ کہ جیسے وہاں ایک سنگی کا ٹوٹ ایک ٹکڑا کہ کبھی ایسی وہاں ایک گناہ کا ٹکڑا بھی ایک ٹکڑا کہ کسی لئے وہاں گناہ سے سختی اور دوما قتلوا من خود جو کہ تم بھائی کر کے صدقہ و خیرات فرضی، نقلی نماز، طواف، ہر گناہی میں خشوع و حضور و فیہ معلوم اللہ اللہ اسے جانتا ہے جنہیں اس کا جو دے گا اس جملہ کے وہ مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسے حاجی حج کے لئے میں جو بھائی ہو سکے کہ گزرد یہ موقع پھر میسر ہو یا مشکل ہے یا اسے انسان اپنی زندگی میں جو ہو سکے غیر کلو ہر دم کو آخری دم گھو تمہارے عمل سے نہ تو ہم بے خبر ہیں نہ تمہارے نراہوں میں کی ہے نہ ہم بھیل ہیں جنہیں اجرت اپنی شان کے لائق دیں گے نہ کہ تمہارے عمل کے لائق۔ اس کے سوا خیال رکھو کہ وہ تڑو دوا اس کا لہ ہے زلو معنی یہاں اور زیادتی کرنا و نراہ کھل ہوا تو شہ کو اس لئے زلو کہتے ہیں کہ وہ کسی قدر زنا لیا جاتا ہے تاکہ کام آئے۔ تڑو دوا کے معنی ہیں تو شہ ساتھ لیا معنی

ج کے لئے توشہ ساتھ لے لیا کرو۔ لان نحو الزاد النضوی یہاں یا تو توشے سے بیک ٹوشہ سے بچا کر لیا ہے یا پرہیزگاری یعنی حج میں اگر گناہوں اور بیک سے بچا کر توشہ ہے یا دعویٰ توشہ اطمینان قلب اور تقویٰ کا ذریعہ ہے یا یہ توشہ تقویٰ آخرت کا توشہ واعظوں یا ولی الالباب اسباب کی جمع ہے معنی اصل اس لئے حلقہ کو لایا گیا ہے یعنی اسے اصل اور ایضاً ہم سے خوف کرتے رہو۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمان! عموماً کی طرح حج ہمیشہ لو انہیں ہو سکا بلکہ اس کے لئے دعویٰ مقرر دینے ہیں جو ہمیں پہلے سے معلوم ہیں۔ اب بھی زندہ جاویدت کی طرح پہنوں میں مدد مل کہ کس حج کو آگے بچھنے نہ کہ لے کر کوئی فن بیچوں میں اتر رہا ہے کہ اپنے حج لازم کرے اسے چاہئے کہ نہ تو اپنی ہی سے جمل کرے نہ جمل کے اسباب یعنی دوسرے فیہودہ اس کا کہہ کسی کی چٹل یا بیعت فیہودہ کسی سے لوائی جھڑا اور دنگ لے لے یا نہیں بیک ہی بری ہیں مگر حج میں بہت بری اور صرف لگے سے نچنے پر ہی قناعت نہ کرنا بلکہ یہاں تک کہ تم جو نیکی بھی کرو گے وہ ہمارے علم سے باہر نہیں۔ ہم ضرور اس کی جزا دیں گے اور لفظ پرہیزگاری سے بچو کہ توشہ نہ لاؤ اور متوکل بن کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ۔ توشہ ضرور ساتھ لو۔ بہترین توشہ گناہوں سے بچنا ہے ہم سے ڈرتے رہو۔

قائدے : اس آیت سے چند قائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ حج میں شوق الہی کا تصور ہے۔ اس لئے اس میں بعض وہ طالع چیزیں جو جذبہ عشق کو کم کریں حرام کر دی گئیں۔ اپنی بی بی سے جمل۔ علامہ باہر صلاہا لیاں پہننا جس لئے حرام ہوا تاکہ جذبہ عشق کی آگ لٹھڑی نہ پڑ جائے اور رب کی محبت میں غیر کی محبت کی ملامت نہ رہے۔ دوسرا قائدہ حج میں اسلامی مسلمات و کھانا منکوحہ ہے۔ اسی لئے شہو گداز امیر و فقیر ایک ہی دودھ یعنی کنفی میں لٹھ کے سامنے حاضر کر دیئے گئے اور لاجد فی فرا کر ایسوں و زیدوں کو اپنے نکاحوں کی بارہا ملکہ جھڑکنے سے بھی روک دیا گیا کہ وہاں سب کی عزت و آبرو محفوظ ہے۔ تیسرا قائدہ حج کس حج روحانیت کی آخری حلقہ ہے اور گنہگاروں میں تکرار کی پیدا کرتا ہے۔ اس لئے لا لیسوقی فرا کر ہر ہولے ہوئے گنہ سے روک دیا گیا۔ چوتھا قائدہ حج کس حج محبت الہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا کہ تم صرف لگے سے باز رہو۔ پانچواں قائدہ کہ گناہوں میں کوشش کو روکنا چاہیے۔ چوتھا قائدہ کہ طاق رب کے سامنے ہیں اور میوں بھی گوارا نہیں کرنا کہ میرا مسلمان بیکساں لگا پھرے لگا انہیں حکم دیا کہ ہماری دی ہوئی نعمتیں یہاں لا کر کھاؤ۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ چھٹا قائدہ: غریب پر حج فرض نہیں کیونکہ توشہ لانے کا حکم ہے اور توشہ میں سواری کا کر لیا اور راستہ کا خرچ سب سے داخل ہیں۔ ساتواں قائدہ: مل کھانا یا اہم فرض ہے کیونکہ یہ صدائے گناہوں سے روک دیتا ہے دعویٰ توشہ دعویٰ توشہ کا ذریعہ ہے۔ آٹھواں قائدہ: محترم جگہوں اور محترمہ قوتوں میں گناہ کا زیادہ عذاب ہے۔ دیکھو وائی جھڑا عشق و نور عیشی منع مگر عبادت حج زیادہ گناہ جیسے کہ سو کو ریشم پہننا ہر وقت منع مگر نماز میں سخت گناہ پہننے کا منع مگر قرآن کہ پہننے پر گناہ زیادہ باعث عذاب۔ اس لئے حرم شریف میں جیسے ایک نیکی کا ٹولہ ایک لاکھ کے برابر نوحی وہاں کا ایک گناہ لاکھ کی طرح۔ نواں قائدہ: حرام کے اسباب بھی حرام ہیں جو کہ جب احرام میں جمل حرام ہو تو جو رتوں کے سامنے اس کا ذکر کرنا بھی حرام کر دیا گیا۔ دسواں قائدہ: نقل مہلت شروع کر دینے سے فرض ہو جاتی ہیں دیکھو نقل حج دوسرا شروع کر دینے سے فرض ہو گئے۔ رب

سے فرمایا میں تو عرض لیکن الحج

مسئلہ : حرم کو حلال تو حرم مگر نکاح حرام نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس رضی اللہ عنہ سے حالت احرام ہی نکاح فرمایا (صحیح)۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج رب نے فرض نہیں کیا بلکہ انسان قبل لہذا کی طرح خود اپنے ہی فرض کر لیا ہے کیونکہ پہلی فرض کھال انسان ہے۔ جو اسبذ حج میں ایک بار ہی فرض ہے جب چاہے لو کہے مگر احرام پہننے سے وہ یمن ہو جائے جیسے لہذا مثلاً کھوت ساری رات ہے مگر جس وقت شروع کر دی گئی تب لازم ہو گئی۔ لہذا اگر جیسے خدا کی طرف سے ہے اور اس کا تقرر بعد کی طرف سے ہے جن پر حج فرض میں وہ بھی احرام پہننے سے فرض ہو جاتا ہے۔ دوسرا اعتراض : حج تو چند روز میں ہوا اور اس کے کیا معنی کہ اس کھوت از حلال مینے ہیں۔ جواب : اس کے چار جواب ہیں ایک یہ کہ وہ یمنوں میں احرام بٹا کر ہفت جاز ہے کہ رمضان میں حج کا احرام بٹا کر ہفت جاز ہوا اور شوال میں بٹا کر ہفت جاز ہے۔ چنانچہ وہ یمنوں میں حج کے بعض حکم یعنی احرام ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ان میں حج کھوت قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کوئی ایک سفر میں یمنوں میں ہو کہ حج کر سکے وہ صحیح ہو جاتا ہے۔ رمضان میں ہو کہ نہ وہ صحیح نہ کھائے کھانوں کے لئے سے یہ لہذا قس حج ہے۔ تیسرے یہ کہ کھوت کھوت کے لئے ہیں ایک حد جاری کے لئے یہ سارا کھوت کے لئے۔ سارا رمضان روزہ کھوت ہے مگر اس کی واقعی جاری روزہ کے لئے مقرر ہیں اور دن روزہ کے لئے ایسے ہی عید کا چاند رکھتے ہی حلقہ سن کر جاری کرتے ہیں اور کھولے مایوں کے لئے اپنے مکانوں میں کی مرستہ منتقلی قلمی و فیو کرانے ہیں اس لئے وہ یمنوں کو قس حج قرار دیا۔ تیسرا اعتراض : تو چاہئے کہ شوال سے پہلے احرام بٹا کر ہفت جاز ہو پھر حلقہ رمضان و فیو میں احرام کیوں جاز نہ کرتے ہیں۔ جواب : اس لئے کہ ساری جگہ فرمایا گیا ہے یسلونک عن الاہلۃ کل ہی موافقہ الناس واللعی میں سارے قس یمنوں کو حج کھوت قرار دیا گیا اور اس آیت میں صرف از حلقہ یمنوں کو یہ دونوں آیتیں اس طرح حج کی گئیں کہ ہفت احرام بٹا کر ہفت جاز اور ان یمنوں میں بٹا کر ہفت۔ چوتھا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج متاخرے جاز ہیں۔ اگر یہ مہلت ہوتے تو حج میں یمن کی ممانعت نہ کی جاتی۔ لہذا جناب فی الحج سے ہر دینی اور دنیوی جھڑا سخت منع کر دیا۔ غرض رب فرماتا ہے ولا تنازعوا فیہا ولا تقاتلوا و تذهب بکم انہم میں جھڑانہ کہ وہ دنہ بدل ہو جاتے اور تمہاری ہوا کھڑی نہ کی۔ جواب : دینی متاخرے بہترین مہلت ہیں۔ رب نے فرمایا و جادلہم بالنی ہی احسن نوع علیہ السلام کی قوم نے یمن سے عرض کیا تھا یوحنا جادلنا لا کثرت جادلنا۔ حق یہ ہے کہ جھوٹ پر اڑنے بالہ عزت کی طلب کے لئے جھڑاوت ہی چیز ہے مگر اقلہ حق تبلیغ دین کے لئے متاخرے فیو بہتر۔ یمن جھڑوں سے دنیوی جھڑے سزا ہیں اور حج میں ہی کی ممانعت ہے (کیا)۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے بیت غنہ کے لئے چند مہینے مقرر ہیں ویسے ہی حج رب الیت کے لئے بھی ایک ہفت مقرر یعنی دنیوی زندگی کہ موت کے وقت باہر موت کو خوش کرنا یا یاد اور جیسے کہ اس حج کے لئے بیعت یمن ویسے ہی اس حج کے لئے جوفی کا زمانہ مقرر کہ بلوغ سے چالیس سال تک کی عمر میں ہو کچھ ہو سکے کمالے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد

صورتی نہایت مشکل ہے مگر اس حلق کے لئے ضروری ہے کہ نہشت یعنی شوقی لپکاٹ اور لہری یعنی غضب و فہمے اور جہل یعنی دیوانہ و غیو سے دور رہے اور شیطن و وسوسوں سے بھاگے۔ مگر نہشت سے لود لہری یعنی فرشتہ کی نصیحتیں پورا کرے۔ اس میں جتنی ترقی کرے گا اسی طرح میں رہے گا نیز اس طرح کے شریعت کی سواری اور تقویٰ کا لہر ضروری ہے۔ پہلے لہر اختیار کرنا کہ بھلائی کی محبت میں ہر کوئی لاپرواہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں جس نہشت سے اس کا فائدہ نہ ہو سکے۔ ایک یہ کہ کمال تقویٰ والے حرام سے چلتے۔ دوسرے بڑا ہی بدلتے غضب و فہم سے محفوظ رہے۔ تیسرے مسلمانوں خصوصاً اپنے ساتھیوں کے اچھا و بُرا کہ ضروری ہے کہ حلق طریق سے پہلے اپنے کو عقل کے حلق سے پاک کر دے۔ اس لئے دور کہ پہلی نہشت کے شعور و ہمارے جانے سے پہلے عقل و کیزوں کی عقلی اور دہری لہری بننا ضروری ہے۔ اس دہری کی ماضی سے پہلے بھی اپنا کعبہ غالب اور روح کی عقلی مسئلہ ہے۔ دوسرا علم و دہری لہری بننا ضروری ہے۔ اس حلق عقلی میں طرح کی ہے۔ عقل شیطنی و کھوسا میں کی طرف رہی کر لے ہے اس حلق سے شیطنی لہری ایک عقل عقلی جو دنیاوی کھوسا چلتی ہے۔ اسی حلق سے ماضی اچھا و بُرا ہے۔ عقل و عقل جس کے زیر و زب کی طاقت آخرت کی چاری نصیب ہوئی ہے۔ عقل لہری لایلبس میں اس حلق و عقلی و عقل سے غلبہ ہے جسے آگے بڑھنا لہری اور کے یکساں ہے ایسے ہی عقل بڑھنا عقلی اور دور عقلی کر م کے یکساں ہے اسی لئے ارشاد ہوا کہ اس حلق و عقلی کا رول ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن تَرْتِكُمْ فَلَإِنْ أَفَضْتُمْ مِّنْ

جیسے ہے اور نہایت تہہ بیکر کا شکر کرد فضل طرف سے رتبہ کے پس جب ہو عزت سے تم پر نہ گندہ پس کر رہنے رہ کا فضل توں کر دے جب تم عزت سے ہاتھ تو اٹھنے کی یاد کرو۔

عَرَفْتُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَ

تو دیکھ کر وہ اند کا نزدیک مشعر حرام کے۔ اور یاد کرو اس کی میری طرح کہ حیات دی تم کو مشورہ ایک ہر سال اس کو کر رہے آگے کہیں بات لال اور ایک سر سے تمام جیسے بڑے تھے

إِنْ كُنْتُمْ مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۚ ثُمَّ أَفِيضُوا مِّنْ حَيْثُ أَفَاضَ

تجسین تھے پہلے سے البتہ جیسے بڑاں سے۔ پھر چلو تم جہاں سے کہ چلیں وہاں اور نکالنے پھر بات ہے کہ اسے قرطیبو تم بھی وہیں سے پھر جہاں سے وہاں چلے رہے

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

سفرت کر وہاں سے تجسین تھے وہاں جہاں سے۔

اور وہاں سے ماضی کا مگر بہشتک اللہ تجسین وہاں جہاں سے۔

**تعلق :** اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں حج میں جھگڑے سے منع کیا گیا تھا جس سے شبہ ہو تا تھا کہ شاید حج میں تجارت بھی منع ہو کیونکہ اس میں بھی قیمت طے کرنے میں جھگڑے ہوتے ہیں۔ اس وہم کو دفع کرنے کے لئے اب فرمایا جا رہا ہے کہ تجارت جائز ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ حج میں حمل نہ کرو۔ نیز سب سے پہلے پڑھنا، سر ہٹا کر رکعت سے باز کام منع کر دینے کے۔ خیال ہو تا تھا کہ تجارت بھی حرام ہوگی۔ اس آیت میں یہ وہم دفع کیا گیا۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں حج میں توشہ لینے کا حکم دیا گیا اور توشہ میں سواری بھی داخل ہے اور سواری کر لیے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے لہذا اب تجارت کی اجازت دی جا رہی ہے تاکہ کر لیے کی بھی اجازت ہو جائے۔ چوتھا تعلق: پہلے فرمایا گیا تھا کہ حج در معمولتہ کے لئے ہر راکو جس سے وہم ہو تا تھا کہ اس سفر میں سواوائے حج کوئی دنیوی کام جائز نہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ نہیں تجارت بھی کر سکتے ہو۔ مگر اصل مقصود لوائے حج ہو۔ پانچواں تعلق: پہلی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ توشہ لے کر حج کو آؤ اب اس حکم میں وسعت دی گئی کہ اگر کوئی صاحب کمال شخص کا نام لکھا حج کر آوے تو بھی حج میں جہری توفیق ہوگی۔ بیک منع ہے۔ بہت سے قریب فرما رہے ہیں کہ ہر طائفے میں اپنے سفر سے کمال بھی کرتے ہیں حج بھی۔ ہم نے بعض مقلی درزی دیکھے جو جاتیں کرتے گینے سہنے ہوئے گئے حج کر آئے۔

**شان نزول :** اس کے شان نزول کے متعلق چند روایتیں ہیں۔ (۱) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ زمانہ حج میں تجارت سے سخت پرہیز کرتے تھے بقرعہ کا ہاتھ دیکھتے ہی بازار کے قریب بھی نہ جاتے تو حج میں تجارت کرنے والے کو کہتے تھے کہ یہ طاق نہیں داتی ہے۔ یعنی کمالی کرنے والا (اس سے دعا ہے کہ عسائی مرنے) بلکہ بعض تو اس شان میں مسلمان نوازی، کنوؤں کی مدد اور دوسرے نیک کام بھی بند کر دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ صرف حج ہی کا زمانہ ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ہم لوگ لونٹ کر لیے پر چلتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہمارا حج نہیں ہو تا کیا یہ حج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھی ایک عیسائی سوال پیش ہوا تھا جس پر یہ آیت کریمہ اتری تھی۔ لہذا حج میں تجارت مزدوری کر لیے کا کاروبار جائز ہے۔ (۳) عرب میں حکاکہ جو نوروذ الجبل بلے بلے ہزار تھے۔ جن حج کے موسم میں بڑے بڑے کاروبار ہوتے تھے اس پر ان کی گزر لوقات تھی جب اسلام دنیا میں تشریف لایا اور لوگوں کے دلوں میں تقویٰ کا جذبہ پیدا ہوا۔ تب انہوں نے حج میں تجارت بھی گناہ سمجھی اور حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (تفسیر کبیر روح البیانی و بخاری وغیرہ) مگر ان تینوں روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ساری ہی صورتیں جمع ہو گئی ہوں۔ جن پر یہ آیت کریمہ اتری ہو۔

**تفسیر :** لیس علیکم جناح جناح جمع سے بنا ہے جس کے معنی ہیں میلان۔ فان جعلوا للسلام گناہ کو جناح ہی لئے کہتے ہیں کہ یہ حج راستہ سے ہٹا رہا ہے۔ یعنی اسے حاجیو تم پر گناہ نہیں بعض نے فرمایا کہ اگر گناہ کبیرہ کو یہ دیا صحیحہ وغیرہ کہتے ہیں تو گناہ صغیرہ کو جناح یعنی درستی سے قدرے ہٹ جانا اسی صورت میں اس آیت کے یہ معنی ہوتے کہ زمانہ حج میں کمالی کرنا گناہ کبیرہ تو کیا گناہ صغیرہ بھی نہیں بلکہ کبھی یہ کاروبار باعث ثواب بن جاتے ہیں۔ کہ بغیر کاروبار حج ناممکن ہے اگر کہ معطلہ منی عرفتہ وغیرہ میں وہاں نہیں ہوں تو جناح کمال سے کھائیں اگر وہاں سواریاں اور خیمے کر لیے پر نہ دیئے جائیں تو

تہاں عرقہ وغیرہ کیے نہیں اور وہاں کس جگہ نہیں۔ غرضیکہ تہارت کر لیں پھر موقوف ہے۔ نیز اہل مکہ کا زمانہ حج پر ہے اس زمانہ میں وہ نکلتے ہیں مسل بحر کھاتے ہیں اگر حج میں سارے کام ممنوع ہوں تو اہل مکہ کا زمانہ نہیں کر سکتے۔ ان قہوتوا لعلہ "من ویکم" اس سے پہلے ہی پوشیدہ ہے۔ جبکہ کالہ بھی ہے جس کے معنی حد سے لگنا گوشش کرنا طاش کرنا اور عزت ہیں۔ یہاں آخری معنی مروی ہیں۔ لعل کے معنی ہیں لڑائی، غولہ کسب سے حاصل ہوا ہیر کسب ہو کہ تہارتی نئے وغیرہ اصل قصود (حج سے) لایا ہے۔ اس لئے انیس یہاں لعل فرمایا اور لعل میں تہارت کر لیں مظلوموں کی لڑائی ضعیفوں کی مدد بھی غرضیکہ ہر جائز اور منع کام سب ہی شامل ہیں یعنی حاجتوں پر اس میں گنت نہیں کہ وہ حج کے ساتھ ہی اللہ کا لعل تہارتی لعل وغیرہ بھی طاش کر لیں۔ ہذا زود عندہ عمنہ نہ کریں اور حج میں خصوصاً اس سے بھی لڑائی گویا کا تہانا اس سے روزی کا مانع نہ ہو۔ مگر ضروری ہے کہ یہ تہارت لعل حج میں نقصان نہ پیدا کرے اس لئے اس کے ساتھ ہی ذکر لعل اور عرقہ سے دعا لگ دو فیو کلین ہو کہ لا ظا الضم من حرقات الضم قاتر سے خط جس کا لعل ہے نہیں معنی زور سے بہت آنسو بہنے کو بھی نہیں کہتے ہیں۔ نہیں من لعل مع کسی جگہ سے لوگوں کے ایک دن لعل کو بھی اسی لئے نہیں کہہ دیتے ہیں کہ وہ مثل سحیفی کے بہہ رہے ہیں بلکہ بڑی مہنتی کو لعل اور سپرد کرنے کو تھوڑا سا کہا جائے ہو کہ عرقہ سے لوتے وقت منالوں کا پے پتہ جھوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں انقسم فرمایا گیا۔ عرقہ عرقہ کی منع ہے۔ جس کے معنی ہیں جائز پھانسیا وغیرہ اور اقران۔ اسطرح جس اس میدان کا کام ہے جو کہ کمرہ سے نو میل حاصل پر مزدقہ سے آگے واقع ہے۔ اسی جگہ فہرے کا نام حج ہے جو کہ یہ ظم نہیں بلکہ اس جنگل کے ہر حصہ کا نام ہے۔ اس لئے غیر حصر ہے اور فقط تا یہ غیر حصر نہیں کر سکتی۔ اس کی وجہ تسمیہ اور فضائل وغیرہ منشاء لعل غلامہ تفسیر میں بیان کئے جائیں گے یعنی پس جب تم عرقہ سے نکلو تو سیدھے منی یا مکہ معظمہ آ جاؤ لا ذکوا اللہ عند الصعوا الحرام ذکر لعل سے تکیہ متبع رب کی حمد و ثناء و دعا وغیرہ سارے ہی ذکر مروی ہیں۔ عند سے معلوم ہوا کہ مشر حرام کے پاس فہرے یا وہ مشر ہے اگرچہ سارے مزدقہ میں فہرے یا جائز ہے۔ مشر شعور یا شعاع سے خط اس کے معنی ہیں نشان اور علامت حرام معنی محترم اور عزت والا۔ مشر حرام مزدقہ میں ایک ہاڑ کا نام ہے اسی کو قرع اور مقیدہ بھی کہتے ہیں۔ نہ نہ جاہلیت میں لوگ عرقہ سے دھنیں ہو کر تمام رات اس پر آگ جلاتے تھے۔ اسلام نے عہد ہوا کہ یہ یہود ہات ہے۔ یہاں اگر لعل کا ذکر کرو۔ پھر ذکر بھی اپنی رائے سے نہیں بلکہ واذکروہ کما حدکم لے ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں بتایا۔ عاجزی و زاری اور غم و غصہ کے ساتھ پہلے جملہ میں متاثر کر کلین قہار اور اس میں طریقہ ذکر کا کہ مشر حرام کے پاس ذکر کرو اور یہاں کہ جیسا کہ اس نے تمہیں بتایا و ان کنتم من لہد کمن الضالین قبلہ میں وہ کام حج یا تو اسلام ہے اور یا ہدایت جو کہ حدکم سے معلوم ہو چکے۔ وہ جواب دہ ہے یا عاقلہ اور کون ان سے بھٹان کا نام یعنی کعبہ پوشیدہ ہے یعنی اس میں شک نہیں کہ تم ہمارے بتائے یا اسلام سے پہلے تھے تھے کس حج کرتے تھے مگر لعل طریقہ سے مہلات میں عادات شامل ہو گئی تھیں عبادت کی رسموں کو اس میں داخل ہو گیا تھا ثم المصوا من حدث الاض الناس۔ ثم صرف ترہیب ذکر کی کہ نہ کہ واقعہ کی ترہیب کے لئے۔ کیونکہ عرقہ سے دعا لگی فلا کر تو پہلے ہو چکا۔ المصوا میں قریش سے خطاب ہے۔ اور اس سے قریش کے علاوہ دیگر لوگ مروی ہیں۔ کیونکہ اسلام سے پہلے قریش تو مزدقہ میں ہی فہرے جلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم کے رہنے والے ہیں۔ حدود حرم سے باہر نہ جائیں گے اور دیگر لوگ

خلاصہ تفسیر : اے حاجو! تم یہ نہ سمجھنا کہ جملہ وجدال و فیروہ کی طرح حج میں تہارت بھی مستح ہے۔ میں اس کی قسمیں اجازت ہے کیونکہ تہارت اور کر لیا و فیروہ کے انبیج ناممکن ہے۔ لہذا تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ حج کے ساتھ ہی ساتھ تہارتی طبع سمیت مزدوری و فیروہ اور خدائے دیگر فضل بھی حاصل کر لو۔ تو جب تم قدام ارکان ہوا کر کے عرفات سے چلو تو مزدقہ میں اگر مشعر حرام کے پاس بھی ٹھہر کر لٹہ کلا کر لیا کرو جیسا قسمیں اس نے بتایا تم پہلے بنکے ہوئے تھے۔ مہلات بگاڑ کر کرتے تھے۔ لاطیوں میں پھنسے تھے۔ اس نے قسمیں دہایت دی پھر اے قریش یہ بھی طوب یاد رکھو کہ تم مزدقہ سے ہی مستلوث آگیا کرو بلکہ دو سروں کی طرح عرفات جا کر سب کے ساتھ وہاں سے ہی لوٹا کرو کہ یہ سنت ابراہیمی ہے اور لٹہ سے لپٹے گناہوں اور غلطوں کی معافی مانگو کہ وہ تو غفور رحیم ہے اور یہ حرم کی زمین وہ ضرور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ استغفار ہر طرح کا چاہئے زبانی بھی کہ زبان سے استغفر اللہ پڑھا کرے یہ ہمارے جد امجد کی سنت ہے کہ آپ نے دنیا میں اگر پہلی مہارت کی کی۔ جتنی استغفار یعنی براہ راست و شرمندگی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بھی کرو۔ اور کئی استغفار بھی کرو کہ آئندہ عمل میں تہذیبی اور جاوے حلق کو چاہئے کہ اپنے حج کی یادگار میں کوئی گناہ چھوڑ دے کہ کبھی وہ گناہ نہ کرے۔



اعتراف و اقرار کرتے ہیں۔ اس لئے اسے عرفہ کہتے ہیں یعنی اقرار کرنے کی جگہ نیز حضرت کہو حوالے اسی میدان میں کھڑے ہو کر اپنے قصور کا اقرار ان الفاظ سے کیا **وَمَا ظَلَمْنَا اَلنَّاسَ تَابِ اِرْثًا لِّهِ** ہوا **اَلَا اِنِّ عَرَفْنَا اَنفُسَنَا** تم نے اپنے کو لب پہچانا (کیسا) ممکن ہے کہ عرفہ معنی غریب سے بٹا ہو جیسے کہ روزہ دار کے منہ کی رو۔ رب کو منگنے سے زیادہ پیاری ہے۔ ایسے ہی ملائی کا عرفہ والا بیدار ہے پیارا ہے اسی لئے اسے عرفہ کہا گیا۔ چونکہ حج و عمرہ سے پہلے کفار کو اسلام کے سٹ جانے کی امید تھی مگر حج و عمرہ میں عرفہ کے دن وہ اس سے ایسے ہوئے۔ رب نے فرمایا **اَلْیَوْمَ نَمُسُّ الْفَنِّ** کھروا اسی تارن نور اسی جگہ میں جو آیت کریمہ بھی اتنی **اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِی وَ رَضِیْتُ لَكُمْ اَلْاِسْلَامَ** دینا۔ جس میں دین کے کمال ہونے نعمت کے پورا ہونے اور اسلام کے پسندیدہ دین ہونے کی خوشخبری دی گئی۔ اس لئے اس دن کا نام یوم النحر یا یوم النحر رکھا گیا۔ چونکہ پانچ یعنی حج اسی تارن میں ہو گیا ہے اور پانچ یعنی حج یعنی عید الاضحیٰ کا نام یوم النحر بھی ہوا۔ رب نے فرمایا **وَالْفَصْحُ وَالْوَقْرُ** قسم ہے جنت اور طاق کی۔ اور یہ دن یوم النحر ہے کائنات ہے اور چونکہ نویں تارن ہے لہذا اطلاق بھی۔ اس لئے اسے یوم النحر اور یوم النحر بھی کہا جاتا ہے نیز رب نے فرمایا **وَاَعَادَ وَ** عہود قسم ہے اس دن کی جو لوگوں کے پاس حاضر ہو اور لوگ بھی اس میں ہار گئے اسی میں حاضر ہوں اور یہی دن ہے۔ اس لئے اس کا نام شہد مشہود بھی ہوا (کیسا)۔

**یوم النحر** : دوسری ذی الحجہ کا نام ہے۔ نحر کے معنی ہیں قربانی فصل لہ یک وانحر چونکہ اس دن میں ہر جگہ عید اور منی میں خصوصاً قربانیاں ہوتی ہیں لہذا اس کا نام یوم النحر ہوا۔

**مزدلفہ** : یہ ذلف سے بنا۔ معنی قرب و لغویون الی اللہ زلفی یہ باب اقل کا نام یا محل یا مقول ہے چونکہ ف کلمہ زلف اس لئے اقل کی متبادل بن گئی۔ اس کے معنی ہیں قریب کرنے والی جگہ۔ چونکہ یہاں حاجیوں کو قرب الی حاصل ہو گیا ہے نیز کوم طبع اسلام حضرت حو سے پہلی ہار اسی مقام پر قریب ہوئے لہذا اس جگہ کا نام مزدلفہ ہوا (کیسا)۔

**فضائل** : ان دنوں اور ان منکات کے بے شمار فضائل ہیں جن میں سے ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔ (1) سیدنا مہدی فرماتے ہیں کہ حضور طبع اسلام نے فرمایا بقرعہ کے عشرہ میں ہر روز کا ثواب ایک سال کے برابر ہے اور آٹھویں ذی الحجہ کا دن ایک سال کے برابر اور نویں کا دن ایک سال کے برابر (2) حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضور طبع اسلام نے فرمایا کہ آٹھویں ذی الحجہ کے روزہ رکھنے والے کو رب تعالیٰ میرے ب کا ثواب اور نویں کے روزہ دار کو جیسی طبع اسلام کا ثواب عطا فرمائے گا (کیسا) (3) حضور طبع اسلام نے عرفت میں حاجیوں کی بخشش کی دعا فرمائی تو حقوق اللہ معاف کر دیے گئے۔ پھر حوقل میں دعا کی تو حوقل معاف بھی کر دیے گئے (مکتوبہ) (4) نویں ذی الحجہ کو شیطان مست لیل اور حقیر ہوتا ہے۔ (5) ایک حج متبول میں حملوں سے اخل ہے۔ (6) عطاء کرام فرماتے ہیں کہ جس لونٹ پر ساعت حج کر لئے جائیں اللہ اسے جنع کے باغوں میں چمے کی اجازت دیتا ہے۔ (7) امام شافعی نے فرمایا کہ ایک عورت نے ایک لونٹ کی ری کو نور میں جانا چاہا مگر وہ نہ چلی۔ سمیت کو خش کرنے پر بھی کھایا نہ ہوا۔ ہاتھ سے کواڑ آئی کہ یہ لونٹ کی وہ ری ہے جس پر دس ہار حج کیا گیا۔ اسے آگ کیو مگر جلائے (مدح البیان)۔ (8) آٹھویں ذی الحجہ کا دن ایک سال کے گناہوں کا عہد ہے اور نویں کا دن دو سال کے (کیسا)۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ محض مہلت سے قوی مہلت بہتر ہے لیکے لئے سے جماعت کی نواز افضل کہ ایک کی قبول تو سب کی قبول ہو۔ دیکھو قریش کا مزلہ سے لوٹ آنا گویا ان کی محض مہلت تھی اور عرقت سے وہ لوٹیں ہو تا قوی مہلت تھی۔ رہنے انہیں عرقت سے لوٹنے کا حکم ہوا تاکہ مہلت قوی رہے جس میں امیر فریب، سردار تخت سب یکساں ہوں۔ دیکھو اور دنیا کی چیزیں باعث امتیاز ہیں آخرت اور وہاں کی چیزیں اسی امتیاز کی اٹھانے والی گھر بیچ کر امیر، مفتیر، مکان، لباس، غذا وغیرہ میں ممتاز ہو جاتے ہیں مگر مسجد میں پہنچے ہی سب یکساں۔ حج میں اس یکساہت کو دیکھو نمونہ قائم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ اسی لئے حکم ہوا کہ جہاں سے سب آئیں وہاں سے تم بھی آؤ۔ دوسرا فائدہ۔ تہارت بہت بہتر چیز ہے کہ حج بھی مہلت میں بھی اس کی اجازت دی گئی۔ تہارت ہی سے دنیا کا کھانا اور یہی ذریعہ حج اگر سوار ہوں کر لے پرنی جائیں اور احرام کا لباس اور قربانی کے جانور نہ خریدے جائیں تو حج کیو گھر ہو۔ اسی لئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بابا تہارت، غربائی، تہارت مسلمانوں کا خاص فن تھا۔ انہوں نے کہ وہ اس کو بھی کھینچتے۔ تیسرا فائدہ۔ نوازے مہلت کے وقت قوی امتیاز اور دعویٰ پڑائیاں عروہی کا باعث ہیں۔ دیکھو قریش کو حکم ہوا کہ تم بھی عام لوگوں کے ساتھ عرقت ہی پہنچاؤ۔ اور ان کے ساتھ ہی رہیں ہو اگر۔ چوتھا فائدہ۔ بیشہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ جماعت سے علیحدگی ہلاکت ہے۔ پانچواں فائدہ۔ عرقت مزید اور مسجد فیروہ کی زمیں کسی کی ملک نہیں۔ ہوشیار بھی فقیر کو کسی سے نہیں جھگڑا۔

حکایت : مشہور ہے کہ ایک دفعہ سلطان ہارون الرشید نے اپنی بیوی زبیدہ خاتون سے کہا کہ اگر تو حج شام تک میری سلطنت سے باہر نہ نکل جائے تو تجھے خلاق۔ بعد میں سلطان دست بچھڑائے اور زبیدہ بھی پریشان ہوئیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں حجاز سوار ہوا نہ تھیں اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب میں تھی۔ امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے زبیدہ کو فرمایا کہ تو مسجد میں مل جا کہ وہاں سلطان کی بدشاہت نہیں۔ سلطان نے امام پر زور دیا کہ وہاں نہ جاؤ۔ چھٹا فائدہ۔ حلال پیچھے اور حلال تہارتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ گلے بجلانے کا بیشہ اور شراب فیروہ کی تہارت حرام ہے اسی لئے یہاں فرمایا گیا "فصلاً" من و مکہ۔ رب کا فضل یعنی حلال کھانی تلاش کرو۔ ساتواں فائدہ۔ حج میں تہارت جائز مگر اس شرط سے کہ لوگ حج میں اس کی وجہ سے کوئی نقصان نہ ہو اور اصل قصود حج ہونہ کہ تہارت۔ پھر بھی طہا فرماتے ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ اس سے بچے اور حج خالص کرے (روح البیان)۔ آٹھواں فائدہ۔ اگرچہ سدا مزلہ حاجیوں کا قیام گاہ ہے مگر مضر حرام کے پاس غصہ پڑا ہوا ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت میں ذکر لفظ کا حکم دیا گیا۔ ایک سی کلن تھا جواب۔ پہلے تو ذکر کی جگہ بتائی گئی اور پھر اس کا طریقہ بتایا کہ سے ذکر کرنی۔ اور سے سے ذکر کرنی۔ پہلے ذکر سے مغربہ مشاوح کر اور سے سے ذکر سے ماہر عاتیں مراد پانچو گاہ کفار کسہاں رات۔ پھر آگ جلاتے تھے یہ رسم توڑنے کے لئے ذکر لفظ کا بدھ حکم دیا گیا۔ دوسرا اعتراض : "ثم المشوا" واذا کو وہی معطوف ہے اور تم ترتیب چاہتا ہے تو لازم آیا کہ قیام عرقت مزدلفہ کے بعد ہو۔ جواب۔ اس سے پہلے لاؤ کروا اللہ لاؤا العظمیٰ جزائین کر آچکا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ مزدلفہ کا قیام عرقت کے بعد ہے۔ ثم المشوا سے محض قریش کی رسم توڑنا مقصود ہے نہ کہ جان ترتیب۔ بعض لوگوں نے یہ فرمایا کہ تم



اگر نہیں ہے واسطے اس کے: حج آخرت کے کوئی حصہ  
اُس کا کچھ حصہ نہیں

شرفِ نزول : اہل عربینج سے ہمارا ہو کر ایک جملہ کرتے تھے جس میں اپنے باپ داداؤں کے احوال کی بھرپور خبریں ملتی تھیں۔ ان میں سے پہلے سے اس کے لئے قصیدے اور غزلیں چار ہوتی تھیں۔ ہر ایک دوسرے سے بڑھتی بڑھتی گزرتی گزرتی لوگ اپنے وطن کی حالت کا اظہار بھی اسی موقع پر کرتے تھے کہ بہترین غزلیں جا کر لاتے تھے۔ امراء و جنس کے قصیدے انہیں ملنے کی یاد دلاتے تھے۔ یہ بڑی رسم مٹانے کے لئے یہ کہتے کہ اتنی باتیں ہمیں میں چاہئے ہمارے لوگوں کی ضرورت سے کم کر رکھی گئے کا حکم دیا گیا اور دستور۔

تفسیر: ۱۵۱ نصیم مناسککبیل تطبیق ہے نصیم لفظ سے یہاں اگر قضا ہے کہم سے حلق ہو۔ تو فراغت کے معنی میں آتا ہے۔ چھ لفظا نصیم الصلوة اور اگر دوسرے کے کامیاد سوں کی ذلت کے حلق ہو تو معنی اہرام ہو گا۔ جیسے نصیم مع صوت اور جیسے و نصیم الی منی احوال میں یہ کہ خود اپنے فعل سے حلق ہے اس لئے پورا کہ اور نصیم ہو بھی مراد ہے کبیرا مناسکک کی جمع ہے۔ اس کا وہ ہے تک معنی عبادت میں یا تو طرف کے معنی میں ہے اور یا معنی صدر ہے کہ حج میں سمت سی جگہ جانا پڑتا ہے اور سمت سی عبادت ہوتی ہیں۔ اس لئے جمع لانا ایسا یعنی اسے مایہ واجب تم ان خبرک متکلات سے نصیم ہو کر آجیاد خوف عرفات اور قیام مزدلفہ وغیرہ عبادت پر رے کرنا تو اپنے باپ دلوں کی قرینیں نہ کہ بلکہ لاذ کو وا اللہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ حکم دہوتی ہے اور ذکر سے مراد لفظ کے بعد کی تکبیریں ہیں یعنی تکبیر خرق یعنی پہلے حصہ واجب ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد عافیں اور لوائے شکر ہے جو کہ قریب قریب واجب ہی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ امر استحبی ہے یعنی لوائے حج کے بعد بجائے اپنی اپنی عبادت اور خاندانی فرائض کرنے کے لفظ نکڑ کر کہ نکڑ کو کم آجیاد کہہ میں ذکر سے گزشتہ ذکر مراد ہے اور تک طرفہ ذکر کی شبہ کے لئے ارشاد ہوا تھا ہا ہ سے نسب خاندان مراد ہے یعنی جیسے جوش و خروش اور محنت سے تہلوگ اپنے خاندانی فرائض کرتے تھے اب بجائے اس کے عظمت عبادت میں کوشش سے لفظ نکڑ کر کہ۔ یہی معنی اس آیت کے مثل نزول کے مطابق ہیں۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذکر سے موجود ذکر مراد ہو اور آجیاد سے میں باپ یعنی جیسے بچہ مصیبت میں ہر وقت میں باپ بھی ذکر کرتا ہے ایسے ہی

تم رب کا ذکر کیا کرو یا جیسے تم اپنے رب کے لوصاف لآخر یہ ذکر کرتے ہو۔ ایسے ہی رب کے صفات کا ذکر کیا کرو یا جیسے کہ تم اپنے کو ایک باپ کا بیٹا کہتے ہو اگر تمہیں کوئی دباپ کی بولالہ کے تو اس سے لڑتے ہو ایسے ہی اپنے کو ایک رب کا بندہ کہو یا جیسے کہ کچھ ہر مصلحت کے وقت اپنے باپ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ایسے ہی تم بھی ہر ضرورت میں رب کی طرف رجوع کرو یا جیسے کہ تم اپنے باپ کی قسمیں کھایا کرتے ہو بھائے ان کے رب کی قسمیں کھایا کرو یا جیسے کہ تمہیں باپ کی برائی کسی سے نہیں سن سکتے۔ ان کا اچھا ذکر چاہتے ہو ایسے ہی رب کو محبت نہ لگا بلکہ اسے اچھی صفاتوں سے یاد کرو مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے۔ ۱۰۰ اذکر اللہ ذکرا " تو معنی مل ہے اور اذکر پہلے ذکر پر مشغول ہونے کی وجہ سے مجبوراً " اذکر اللہ کی تفسیر اور ہو سکتا ہے کہ لہذا کہہ کر محض ہو اور ذکر مصدر مجہول۔ بالشد مطلق ناقص پر شہد کی خبر ہو یعنی لیکن اذکر اللہ اذکر میں کوئی نوازل پر شہد ہو۔ (روح المعانی)۔ یعنی بلکہ خدا کا ذکر اپنے باپ دونوں کے ذکر سے بھی زیادہ کرو۔ کیونکہ باپ دونوں کی غلط تفریق۔ جھوٹ ہے اور سچی تفریق۔ سچی۔ غریبکہ اس میں جھوٹ بھی خطرناک اور سچی بھی۔ رب کی جتنی بھی تفریق کہہ دی ہو کی اور اس پر تو باپ ہی ملے گا۔ خیال رہے کہ اگرچہ ذکر اللہ ہر وقت ہی چاہئے مگر اس کی خصوصی نعمتوں پر خصوصیت سے ذکر کرنی بھی ہو تاکہ جو زبان اللہ کے ذکر میں تر ہے وہ وہ دن میں نہیں چلے گی۔ دوسرے ذکر کرتے ہیں بل کا ذکر کہ دست بکار ہو مگر بل یا اس میں رہا یا دل میں میرا کرے۔ تیسرے ذکر کر لکھ لکھ کہ ہر عضو اللہ کی یاد کرے ہر عضو کا ذکر علیحدہ ہے اس کی مفصل بحث لازم کوونی اذکر کہ میں گزر گئی۔ میں تک تو کفار عرب کی غلط رسم کو رد کا گیلہ لب ان کی غلط دعویٰ کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے کہ یہ بے وقوف رب سے دعا بھی مانگیں تو بھی غلط لعن الناس من بقول ظاہر یہ ہے کہ فاس سے ملتی مرلوں کو دین سے کفار اور بقول سے ان کی دعا یعنی حاجیوں میں سے کفار ملتی یہ کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے عام لوگ مرلوں ملتی ہوں یا غیر ملتی۔ اور بقول سے بھی عام دعائیں مخصوص۔ اور دین سے جمل مسلمان اور عام کفار مرلوں ہو (کیر و روح المعانی) یعنی بعض بے محل لوگ دعائیں صرف دنیا پر فکر رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ربا اتنا لی الدنيا خذ لیا ہمیں جو کچھ دنیا ہے وہ دنیا میں دے دے۔ عہد اللہ میں جہاں فرماتے ہیں کہ بعض مشرکین عرقا میں کہتے تھے۔ اے اللہ ہمیں لوٹ ملے۔ تمہاری نظموں و لوزیاں دے۔ اپنے گناہوں کا بھی ذکر نہ کرتے تھے۔ حضرت اس فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا میں بارش اور دھنوں پر غور کرتے تھے ان سب کے مطلق ارشاد ہو رہا ہے (تفسیر کبیر)۔ وما لہ لی الا حرة من خلای خلقی خلقی معنی ملائی ہوئے یا خلقی معنی پیدا کرنا ہے نصیب اور حصہ کو اسی لئے خلق کہتے ہیں کہ وہ حصہ دار کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ اس کے لائق ہے (روح المعانی)۔ یعنی ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جنہیں وہاں کی طلب نہ ہو۔ اگر اس سے کفار مرلوں تو خلق سے ساری رحمتیں مقصود اور اگر جمل مسلمان بھی اس میں شامل ہیں تو خلق سے کمال حصہ مرلوں۔

خلاصہ تفسیر : اے لوگو تم لوگوں کے اپنے باپ دونوں کی تفریق میں مشغول نہ ہو بلکہ خدا کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ عبادت پر فکر کرنا ضروری ہے اور ایسے اہتمام سے رب کو یاد کیا کرو۔ جیسے پہلے اپنے باپ دونوں کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ تمہارے باپ دونوں کے لوصاف بتائی ہیں۔ رب تعالیٰ کے حقیقی تمہارے باپ دونوں کے صفات تمہارے ہیں۔ اس کے بے شمار نسب پر فخر کیا بلکہ جتنے نسب کی جڑ رب کا ذکر تھا وہ ہے۔ اس لئے اس کا نسب ذکر کرو یا

تو اس کی ذلت و مضلت کے چرچے کو یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گیت گھایا اس کے دشمنوں کا بیڑی سے ذکر کرو یا اپنے گناہ و گنہگاروں کے تذکرے کو کہ یہ سب ہوا وسط یا بلا وسط اللہ ہی کا ذکر ہے اور لاف کروا اللہ سب کو شال ہے معلوم ہو کہ معنی شریف میں میلاد شریف کے چلے کر بہت بہتر ہے۔ مگر ذیل رکھو کہ دعائیں بھی کم معنی نہ کیا کرو ورنہ دہرہ دہرہ میں بھٹے کہتے صرف دنیا لگتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا یا ہمیں دنیا ہی میں جو کچھ دیکھ چکے ہو۔ ان کی سید عالم قبول ہو یا نہ ہو اور وہ دعویٰ نصیب یا نہیں یا نہ پائیں آخرت سے تو محروم ہوئی گئے ان کے لئے وہاں کوئی حصہ نہ رہا چاہے کہ جسے وہ ہر میں بذی الجہ کو رہا ہو۔ رہا ہوا نے اس دعا کی وہ ہر ایک بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ اس میں صرف دنیا لگائی گئی ہے آخرت کا ذکر بھی نہیں ملا کہ دنیا تو کھیتی ہے آخرت اس کا پھل۔ پھل کے بغیر کھیتی بیکار ہے۔ سو سرے یہ کہ اس دعا میں دنیا کی بھلائی نہ لگائی گئی بلکہ کہہ دیا کہ ہر خیر و شہادے ملا کہ دنیا کی خیر مانگنا چاہئے۔ زندگی نمل ہو کہ خیر بھی ہوتی ہے شر بھی خیر زندگی اچھی ہے شری۔

## حج کرنے کا طریقہ

یہاں تک کہ اصل حج حقیقی بیان ہوئے۔ اب ہم مختصر مکمل طریقہ عرض کرتے ہیں جو کہ حج کل عام حلقی بغیر حدی و ولا تہج کرتے ہیں وہ بھی کا طریقہ عرض کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان کی کامنٹیاں مکمل ہے جو کہ کامنٹ سے آگے حلقہ میں ہی آجاتا ہے وہاں پہنچ کر صرف عموماً حرام ہند سے یعنی غسل و وضو کر کے مودے سے کپڑے یعنی صرف ایک چادر اور تیند پٹے۔ اور عورت سے ہوئے ہی پٹے مگر نہ نہ لگے۔ پھر وہ رکعت نفل احرام کی نیت سے پڑھ کر تکیہ کے احرام بندہ گیا کہ کمرہ حج کر عموماً کی نیت سے طواف کعبہ کرے اور مضاموہ کے درمیان دو ذکر احرام مکمل ڈالے وضو ختم ہو کہ پھر ساتویں یعنی الحج کو کہ معظمہ سے عروج کا احرام بند ہے۔ حرم شریف میں بعد فکر خطبہ ہوتا ہے۔ جس میں طریقہ حج بیان ہوتا ہے۔ پھر طواف قدیم اور مضاموہ کے درمیان سنی کرے۔ انھوں بذی الحجہ کو نماز فجر پڑھ کر مٹی روانہ ہو جائے اور وہاں نوں کی فجر تک قیام کرے پھر فجر پڑھ کر حرقت روانہ ہو۔ راستہ میں مزدلفہ پڑے گدو ہل نہ ٹھہرے سید عارفات پہنچے۔ اور بہتر ہے کہ جبل رحمت کے پاس قیام کرے اگر جماعت سے لڑا میر ہو تو غلو صحرارہ طبر کے وقت میں لو اگرے اور اگر اکیلے پڑھے تو اپنے اپنے وقتوں میں پھر اگر ہو سکے تو خاص جبل رحمت پہ کھڑے ہو کر سوچ چھپے تک دعائیں مانگتا ہے۔ بہتر ہے کہ ان دنوں کے پاس کھڑا ہو جس میں کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا قبلہ رخ رہے۔ آلتب داوینے کے بعد بغیر نلا مغرب پڑھے ہوئے مزدلفہ روانہ ہو جائے وہاں پہنچے ہوئے مشاء کثرت آجائے گا اب مزدلفہ میں مغرب و مشاء ملا کر مشاء کے وقت میں پڑھے۔ طواف جماعت سے ہو یا اکیلے اور بہتر ہے کہ جبل قروح یعنی مشر حرام کے پاس ٹھہرے۔ یہاں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے چنے کے دانے سے کچھ بڑے عظمیٰ و عظمیٰ لے لے۔ تمام رات میں رہے فجر کی نماز پڑھیں۔ عی میں پڑھ کر دعائیں مشغول ہو جائے۔ روشنی ہو جائے پھر آلتب لگتے سے پہلے معنی کی طرف روانہ ہو۔ یہ دوسویں بذی الحجہ ہے۔ یعنی بقرعہ کلون مگر حلقہ پر لڑا بقرعہ صاف ہے مٹی میں سب سے پہلے حوہ عقبہ کی ری کرے۔ یعنی اسے سات ٹکڑے پھر قربانی کرے۔ پھر سر مزدلفہ۔ اب حج کا احرام بھی مکمل گیا۔

سوا حورتوں کے جماع کے ساری چیزیں حلال ہو گئیں۔ بہتر ہے کہ دسویں ہی کو طواف کعبہ کر کے پھر منیٰ میں لوٹ آئے اور چاہے تو گیارہویں یا بارہویں کو کرے۔ منیٰ میں تیرہویں ذی الحجہ تک ٹھہرنا بہتر ہے اور بارہویں تک ضروری کہ گیارہویں اور بارہویں کو بعد نماز عصر تیس جنموں کی ری کر لیا کرے کہ پہلے جرہ لونی کو پھر بیچ والے جمو کو پھر جرہ عقبہ کو سات سات ٹکڑا کرے پھر کہ مکہ لوٹ آئے۔ جب وہاں سے وطن کی طرف چلے تو طواف وداع کرے اور زمزم کلاپی ضرور پہنے بلکہ چادر مزم پر کھڑا ہو کر کونچوں میں جھانگے اور حشرم سے لپٹ کر روئے اور دوبارہ آنے کی دعائیں کرے اور کعبہ معظمہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہو الٹے پوس باب الوداع تک چلے۔ مدینہ پاک کی ماضی کے کوب انشاء اللہ جاہ و کی کی تفسیر میں بیان ہوں گے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ حج فرض میں پہلے حج کرنا پھر مدینہ پاک حاضر ہو کر فضل ہے اور حج مکہ میں پہلے ماضی اور بارہویں مگر میرے مرشد برحق صدوق اعظمی نے فرمایا کہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ہذا ہے عشق کلا ہے کہ پہلے مدینہ پاک حاضر ہونا کہ وہاں سے روانگی حج کے لئے ہو نہ کہ وطن کے لئے یعنی وطن کے لئے مدینہ نہ چھوڑو۔ اللہ پاک اس قل کو حل فرمادے۔ اور وہاں کی داعی ماضی نصیب فرمائے جو کوئی یہ کتب پڑھے جب بھی مدینہ پاک حاضر ہو مجھ فقیر بے نوا کی طرف سے شہادت سرائی کی بارگاہ میں ضرور صلوة و سلام عرض کرے اللہ اسے ثواب دے گا خیال رہے کہ روحہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عظمیٰ شرع واجب ہے۔ اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا مگر عظمیٰ شوق اہم فرض بلکہ حج کی روح ہے کیونکہ کعبہ اور منیٰ انیس کے صدقہ میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

ہوتے کمال عظیم و بقاء کعبہ و منیٰ      لولا کہ والے حاجی سب تیرے گھر کی ہے

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ عبادت کے بعد دعا اور ذکر کرنا بہتر ہے۔ دوسرا فائدہ۔ حج کے بعد ذکر الہی کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے نماز عید اور نفل وغیرہ کے بعد بھی دعا بہتر ہے بعض دینی بزرگوں نے اس سے دو کئے ہیں۔ دوسرا فائدہ۔ بلند آواز سے بلکہ جماعت کے ساتھ ذکر اللہ کرنا ب کو پسند ہے کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ جیسے اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے تھے ویسے بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر رب کا ذکر کرو۔ اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ اپنے باپ دادوں کا ذکر بھی کرتے تھے بلند آواز سے ہی کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد مع صحابہ کرام کے اس قدر بلند آواز سے ذکر الہی کرتے تھے کہ سارا محلہ گونج جاتا تھا۔ جن آیات روایت میں حری ذکر سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں خاص حالات مرلوں۔ جیسے جب کہ حرم میں ریا کا اندیشہ ہو یا دشمن کے ملک میں حری ذکر سے کوئی جنگی مصلحت فوت ہوتی ہو لہذا انہ تو آیات متعارض ہیں نہ آیات و روایات متعارض۔ تیسرا فائدہ۔ رب ایسا کریم ہے کہ تم راہ مانگنا پسند فرماتا ہے۔ جن لوگوں نے اس سے فائدہ دیا مانی ان پر بار امنی کا ظہار فرمایا اور بتایا کہ دین و دنیا دونوں چیزیں مانگو۔ چوتھا فائدہ۔ طالب دنیا میں سے محروم رہ جانا ہے اور دنیا بھی بظہار نصیبی ملتی ہے۔ یہاں انیس کے حق میں فرمایا گیا کہ غرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں مگر طالب دین۔ غفلت قلبی دین بھی پائیے ہے اور دنیا اس کے پیچھے جاتی ہے۔ پانچواں فائدہ۔ نبی محمد اور باپ دادوں پر پورا جہاد کا طریقہ ہے اور رب کو پسند۔ اس کی بجائے اللہ اللہ کرنی چاہئے۔

پسلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب کی یاد و یادِ لہو کی یاد کی طرح چاہئے۔ مگر یہ ممکن ہے رب کو اور صفوں سے یاد کریں اور انہیں دیگر صفت سے۔ جب رب بے شکل ہے تو اس کو کون بھی بے شکل ہی چاہئے۔ جواب : یہاں طریقہ ذکر کی مثال ہے نہ کہ ذکر کی معنی جس مشغولیت اور محبت و شوق سے فن کار کرتے ہو اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ شوق و ہذب سے رب کو یاد کیا کہ۔ دوسرا اعتراض : کیا دنیا کی دعا کرنے والے آخرت سے بالکل محروم ہیں اگرچہ گنج ہے تو بہت سے مصیبت زدہ مسلمان دنیا کی دعا کرتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہے؟ جواب : اس کا جواب فقیر سے معلوم ہو گیا کہ ہاتھوں کا تار مروا دیں جو دماغ آخرت اس لئے نہ کرتے تھے کہ وہ اس کے قائل ہی نہ تھے۔ وہ تو واقعی آخرت سے بالکل ہی محروم اور یا اس میں کم ہمت مسلمان بھی شامل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت میں کمال مسلمانوں کا صاحب نہ بنائیں گے جو دین و دنیا دونوں ملتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : صاحبِ دل کو چاہئے کہ اپنا وقت عزیز کار بہتوں میں صرف نہ کرے ذاتی پروا نہیں اور کسی قبول یا عزت یا عمل پر اثر قبول کو خراب کرتا ہے۔ جیسے کہ طالب علم سبق پڑھ کر آپس میں ٹکرا کر کرتے ہیں ایسے ہی طاعتِ ذات کو چاہئے کہ اپنے ہم پیشوں کے ساتھ رب کو یاد کرے کہ اس سے صفائی میں ترقی اور نورانیت میں برکت ہوتی ہے بعض کم ہمت صوفیوں نے بے مبرے وہ بھی ہیں جن کا یہ سارا کار و بار محض دکھاوے کے لئے ہے۔ کہ ڈی اور قصوف کا لباس خفا لوگوں کے شمار کا بلبل ہے وہ بزبانِ حل ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں دنیا ملے۔ ایسے کم ہمتوں کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ پھول بلبل کو ہی ملتا ہے کیونکہ وہ گندگی پر نظر نہیں کرتی۔ کم ہمت کو بے کفایت میں غلامت اور گندگی ہی ہے یہی صوفی شکل کو بے کفایت ہے (ازہمین عربی)۔

دوسری تفسیر : جیسے کہ پچھلی باب کے ہم پر زبان کھولتا ہے کہ پہلے باطن ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی صوفی کو چاہئے کہ پہلے رب پر ہی نظر کرے۔ پھر یہ بھی خیال رکھے کہ جیسے سیکھا ہوا علم بغیر مشقِ حادہ رہتا ہے ایسے ہی ملے کیا ہو گا وہ سلوک بھی بے پرواہی سے بھول جاتا ہے۔ لہذا طریقت کا حج کر چکنے کے بعد بھی اس سے غافل نہ ہو جاوے۔ شیطان اور نفس بھی عہدات کو ملاحظہ بنا کر ہر بار کہہ دیتے ہیں۔ رب کی یاد گاہ میں خفا دنیا کی طلب لے کر حاضر ہونا محرومی ہے۔ بہت توبہ ہے کہ وہاں حورو و قصور حصہ و فیو کی خواہش لے کر بھی نہ جاوے۔ اس کی یاد گاہ میں ہی کو حاصل کرنے کی خاطر حاضر ہو۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ماسوا اللہ دیا ہے۔ جنت بھی اسی لئے مانگو کہ وہاں لٹائے صوفی اور دیر ار خدا ہو گا نہ اس لئے کہ وہاں حورو و قصور اور نرس ہیں۔ غرضیکہ طالبِ دنیا رب کی رضا سے محروم۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ طالبِ مولیٰ رب تعالیٰ کو ہر عمل میں ایسے یاد رکھے جیسے پچھلے گوارے میں ہر وقت مل رہا ہے کہ یاد رکھتا ہے کہ ہر وقت پچھلے کا وہیں رہتا ہے اور ہر چیز رو رو کا نکلا ہے ایسے ہی مومن ہر وقت خدا کو یاد رکھے اور بیش ہر صوفی بڑی چیز اس سے رو رو کرنا گئے ہال کے رونے سے نہیں جنتا ہے اور بچے کے رونے سے ملے گا وہ وہاں ہستان میں جوش مارتا ہے ایسے ہی مومن کی گریہ و زاری سے ایمان کا مومن جنتا ہے اور روئے رحمت الہی جوش میں آتا ہے فاذا کروا اللہ کف کر کم اہاء کم

نہ گریہ اور کے خند و چمن      نہ گریہ و خند کے جوش و شہد لہن

تفسیر : و منهم من يقول هم كالمرج طغی ہیں۔ اور من سے مراد مسلمان یعنی حابیوں میں سے مسلمان یہ وعارض کرتے ہیں 'فقلول فرما کر یہ بتایا گیا کہ دعائیں زبانی عرض و معروض ضروری ہے صرف دل میں اپنا قصد سوچ لینا کافی نہیں کیونکہ اسی عرض و معروض میں بندے کی عبودیت اور رب کی ربوبیت کا اظہار ہے اور یہ اظہار ہی دعا کا مقصد اصلی ہے۔ اگر ایم علیہ السلام کا آگ نموں میں جلنے وقت کچھ زبان سے عرض نہ کرنا اس لئے تھا کہ وہ وقت امتحان کا تھا نہ کہ اظہار عبودیت کا اس وقت دعا کا نہ کرنا ہی قرین مصلحت تھا لوں میں اظہار عبودیت کے لوازمات کا تذکرہ ہے کیونکہ 'منہم کی ضمیر یا تو جملہ جن کی طرف لوٹ رہی ہے یا جملہ کی طرف نہ کہ امتحان دینے والوں کی طرف لفظ الفقلول بالکل واضح ہے ہونا انا لی اللہنا حسنة' ہونا ہے پہلے 'یا پوشیدہ ہے چرکہ پہ چرکہ دعا یہ ہے۔ اس لئے خدا کو رب کے ہم سے پکارا کیونکہ پالنے والے سے ہی نعمتیں مانگی جاتی ہیں۔ خیال رہے کہ خاص دعائوں پر رب تعالیٰ کو اس کے مخصوص ناموں سے پکارنا بھی مناسب ہے جیسے یا غفار مجھے بخش دے۔ اے ستارہ مجھ بھی کے عیب چھپالے و غیرہ مگر عموماً 'وہاؤں میں البہم میں اندہ تو رب کذا' نام ہے اور ہم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے قول میں ہم ہے۔ جیسے مالک، ملک، منان، مجید و غیرہ اور یہ نام اس لئے استعراق طلب کئے گئے ہیں کہ تو ہے ہمارا رب، ہم ہیں تیرے پالنے والے ہمیشہ رب سے مانگائی کرتے ہیں۔ نہر مہل اپنے گندے پالے سے غرت نہیں کرتا بلکہ اسے پاک و صاف کرتا ہے۔ پس گندے بچے سے بھانگی نہیں بلکہ اسے شلاد حلا کر گلے سے لگا لیتی ہے۔ ایسے ہی اے

سلاہم ہیں گناہوں سے بھرے ہوئے گندے۔ تو ہے ہم کو پاک فرمانے والا ہم کو نہ دیکھ بلکہ اپنی شان و شوکت پر نظر فرمادہ اسی لئے کہ ہم علیہ السلام نے جو پہلی قبول دعا مانگی اس میں دنا ہے یعنی دنا ظلمنا انفسنا۔ اتنا میں تظلم کیا کہ دعا صرف اپنے واسطے نہ ہوئی چاہئے سب کے لئے ہو چکے دنیا آخرت سے پہلے بھی ہے اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ بھی۔ اس لئے اس کا ذکر پہلے ہوا۔ حسنتہ قبیح کا متخل ہے۔ جس کے معنی ہیں بھلائی اور خبی۔ اس کے اطلاق میں دنیا کی ساری خوبیوں آئیں۔ تندرستی رزق مہل کی توفیق اس میں دین فرضیکہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

اے خالق ہر بلند و بہت شش چیز عطا بکن زہتی  
علم و عمل و فراغ دینی ایمان و امن و تندرستی

و فی الاخرۃ حسنتہ آخرت ہے اس زندگی کے علاوہ ساری ہی باتیں مرلو ہیں۔ موت 'قبر' مشرعل سے گذرنا جنت اور وہاں کی نعمتیں وغیرہ اور ہر جگہ کی بھلائی۔ اسی کے مناسب خاتمہ بالخیر تزیین کی بھلائی 'غذاب' قبر سے نجات 'بمنزح' کی بھلائی 'ہول' قیامت سے امن 'مشرعی' بھلائی 'مصلطہ' پر آسانی وہاں کی بھلائی فرضیکہ آخرت کی ہر بھلائی اس میں شامل ہے۔ جو کہ بھلائی کا حاصل کرنا غیر معیشت سے بچے ناممکن ہے اس لئے عرض کیا و فلما غذاب النار ہم سب کو آگ کے غذاب سے بچا۔ اس غذاب میں بھی بہت گناہیں ہیں۔ 'قبر' مشر' پھر لٹاؤ وغیرہ۔ ہر جگہ آگ کا ہی غذاب ہو گا۔ اس سے بچ گئے تو ہر جگہ خیریت سے رہے نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ نکلتی غذاب ہے کہ کہیں تو آگ کے قریب سے گرمی ہے اور کہیں اس کی دوری سے ٹھنڈک۔ جیسے دھوی گرمی اور سردی سورج کے قریب دور دور ہونے سے ہے اس لئے یہاں آگ نکلتی ذکر ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آگ سے بچا کرو وہاں ٹھنڈے طبقے میں داخل دے۔ نیز جنم کہنے میں قبر اور مشر کا کہنا آئنا و لٹیک ظاہر ہے کہ اس میں دو سری جماعت یعنی مومنین کی طرف اشارہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے دونوں جماعتیں مرلو ہوں۔ یعنی یہ مسلمان یا دونوں جماعتیں لاہم نصاب معا کسوا' لاہم کے مقدم کرنے سے حصر نکات یہ ہو گا کہ ہر شخص اپنے عمل کا بدلہ خود ہی پائے گا نصاب کی تخرین یا عموم کے لئے ہے یا 'تکلیفی' معا کا سن یا تبعیہ ہے یا بیانیہ۔ کسوا کا لفظ کسب ہے معنی کھٹک ہر قطع بخش کام اور کمائی کو کسب کہا جاتا ہے۔ یعنی ہن مسلمانوں کو اپنے کلبے ہوئے اہل کا یا باؤب ملے گا یا ان دونوں گروہوں کو اپنے اپنے اہل کا حصہ ملے گا کفار کو عمروی اور مومنوں کو کرم الہی یا یہ کہ ہن مسلمانوں کو ہن کے اہل کا حصہ حصہ دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں تو ہے ہی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہوس سے دنیا بڑھ نہیں جاتی اور راحت سے نکلتی نہیں۔ واللہ صریح الحساب سربیع سے ہے۔ معنی جلدی اور تیزی۔ حساب کا لفظ محاسب ہے جس کے معنی ہیں تیار کرنا گمان کرنا جز اور کلی ہو محاسبات کے حساب کتاب کو اسی لئے حساب کہتے ہیں کہ اہل سے بقدر ضرورت مل طبع ہو جاتا ہے اور داخل طبع اس عبارت کے چند معنی ہیں۔ (۱) اللہ قیامت کے دن ایک گن میں سارے ہی دعویٰ کا حساب لے لے گا۔ (۲) اللہ قریب حساب لینے والا ہے قیامت دور نہیں۔ (۳) اللہ بہت جلد سزا اور جزا دے گا ہے۔ عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ قیامت میں طریقہ حساب یہ ہو گا کہ ہر ایک کے نامہ اعمال اس کے دائیں یا بائیں ہاتھوں میں دے دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا افرأ کبیک کلہ ہنسک الیوم علیک حساباً تو اپنا نامہ اعمال خود ہی پڑھ کر خود ہی حساب لگالے (کبیر) مگر یہ تقسیم ایک آن میں ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ سارے حساب میں اتنی دیر بھی نہ لگے گی جتنی لونٹنی

دہنے میں (کیرا) راہوزن اعمال اور کفار کی جس قدر جہ اس کے علاوہ ہے مگر یہ بھی بہت جلدی ختم ہوگی۔ تفسیر کبیر نے یہ بھی کہا کہ یہ جملہ دنیوی حساب کے متعلق ہے یعنی رب تعالیٰ روزانہ سب کی روزیاں بائٹا ہے لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ ہر ایک کی سنتا ہے مگر اتنے بڑے حساب میں نہ اسے کچھ دشواری ہے نہ لکھنے اور شمار کرنے کی حاجت۔ روزانہ کاتب حساب تن کی آن میں ملے ہو جاتا ہے۔ اب اس کا تعلق نصیب سے ہر راہ راہو گیا کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے اور آخرت میں بلا تکلف فیصلہ آسانی سے مل جائے گا کیونکہ اللہ بہت جلد حساب فرماتے والا ہے۔

خلاصہ تفسیر : دعا اور قسم کی ہے۔ دعا صراحہ "لور دعا اشارہ" صراحہ "دعا تو یہ ہے کہ بندہ صاف صاف عرض مدعا کر دے اشارہ" دعا کی تین صورتیں ہیں۔ رب کی حمد کرنا کہ کریم کی شامی دعا ہے۔ حضور پر درود شریف بھیجنا کہ کریم کے محبوبوں کو دعائیں دینا بھی دعا ہے۔ ہمارے بھاری ہمارے بچوں کو دعا دیتے ہیں اپنے مجز و نیاز مندی کلیان کرنا کہ یہ بھی دعا ہے۔ یہ چاروں قسم کی دعائیں قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ پہلی قسم کی دعا کا تذکرہ۔ قرآن شریف میں چاروں طرح کیا ہے۔ ایک تو اپنے محبوبوں کی دعائیں نقل فرمائیں۔ جیسے فرمایا کہ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا مانگی لا الہ الا انت یا موسیٰ دو سب طبعی اسلام نے یہ دعا مانگی انت ولی لی العسا والاخوة دوسرے یہ کہ اپنے حبیب کو خاص دعائیں کا حکم دیا جیسے قل اللہم ملک الملک الخ من دونوں طریقوں کا نشاء یہ ہے کہ مسلمانوں تم بھی یہ دعائیں مانگو کہ ان میں حفاظ اور زبان دونوں کی تاثیریں جمع ہیں۔ گولی کے ساتھ بغدق کی تاثیر ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ خود ہم کو دعا کے حفاظ بنائے۔ چوتھی یہ کہ ہم کو عام دعائیں کا حکم دیا کہ جو چاہو مانگو۔ فرمایا ادعونی استجب لکم۔ پہلی سلاطین بیان فرمایا گیا ہے یعنی محبوبوں کی دعائیں کی نقل لے کر شلو ہوائے مسلمانوں کو کہتوں کھڑے کر تو سن چکے۔ جو لوگ کہ آخرت کے لئے نوالے بہت ہیں۔ دوج میں آکر یہ دعا کرتے ہیں کہ سولی ہم دنیا ہی نہیں ملے۔ ہم تو یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے۔ یعنی پہلی قسم کی قسم کی نعمتوں سے ملال کر۔ اور انہیں ذریعہ آخرت بنا اور نزع قبر حشر ہمارا پر گزر اور جنت میں بھی ہر مقام کے مناسب نعمتیں عطا فرما کہ خاتمہ بخیر دے۔ حساب قبر میں کامیابی بخش "عشر میں اپنے حبیب کے دامن کے سایہ میں رکھ۔ ہمارا پر نور دے۔ جنت میں جو دو قصور ہمارے رضائے رب غور عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے چھلے کہ دنیا میں بدو رخ کے کاموں سے بھیجی۔ قبر میں وہاں کی گرم ہوائے محفوظ رہیں۔ میدان قیامت میں سورج کی تپش سے امن میں رہیں اور ہمارا پر آگ کی تیزی سے سلامت نکل جائیں ایسی دعا لکھنے والوں کو ان کی کمائیوں کا ہر راہ راہ لے ملے گا اور اللہ پر یہ بہت کوئی دشوار نہیں کیونکہ وہ بہت جلد حساب فرماتے والا ہے۔ اعمال کی شمار اس پر سزا اور جزا کا تقسیم فرماتا ہے کے نزدیک کوئی مشکل نہیں۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : مومن کی دنیا بھی بہتر ہے کیونکہ وہ اسے بھی دین ہی کے لئے حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے دنیوی بھلائیاں مانگنے کا حکم دیا گیا۔ دوسرا فائدہ : باری ذات سے صرف چھوٹی چیز مانگا کر اس کی تنگ ہے اسی لئے رب نے حکم دیا کہ ہم سے دین و دنیا کی بھلائیاں مانگو۔ تیسرا فائدہ : دعا اور اعمال بھی کسب میں داخل ہیں۔ دیکھو رب نے دعا کو کسب و اعمال میں داخل فرمایا۔

دعا کے جواب : دعائیں چند باتوں کا خیال رکھیں۔ (۱) نہ تو صرف دنیا ہی کی دعا لگائے اور نہ صرف آخرت کی بلکہ دونوں کی۔ (۲) یہ نہ کہے کہ سوتی اگر تو چاہے تو دے دے بلکہ جزم اور وثوق سے مانگے کہ دے دے۔ دعا کے وقت قبولیت کی پوری امید رکھے۔ باوجود اس کی دعا غیر قبول ہے۔ (۳) کبھی بھول کر بھی اپنے لئے دعا نہ کرے کہ شاید یہی باعث قبولیت کی ہو۔ (۴) رب سے بدلہ نہ مانگے لعل مانگے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بیمار صحابی کی سزا پر سی کے لئے تشریف لے گئے۔ من کو سخت بیمار اور کمزور پایا۔ فرمایا کیا تم نے اپنے لئے دعا کی تھی۔ عرض کیا کہ یہ کما کر تھا کہ خدا لیا مجھے گناہوں کی سزا دینا ہی میں دیدے۔ آخرت کے خطاب سے بچا لے۔ فرمایا سبحان اللہ اس کا تر کون برداشت کر سکتا ہے۔ تم نے یہ دعا کی ہوئی دعا اتنا (الحج) جامع دعائیں مانگے جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ۔ یہ دینا اتنا جامع دعا ہے۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ ایک شخص جس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا خطاب ہوا۔ آپ نے اس کے لئے یہ دعا کی دینا اتنا (الحج) اس نے عرض کیا کہ اور دعا کیجئے آپ نے پھر یہ دعا کی اس نے کہا کچھ زیادہ دعا کیجئے۔ آپ نے پھر یہ دعا کی اور فرمایا کہ اب اس کے بعد یہی کیا چیز جو مانگوں۔ دین دنیا کی ساری بھلائیاں اس میں آگئیں۔ (۵) حج میں خصوصاً طواف میں خاص کر رکن یمنی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا ضرور مانگے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رکن اسود پر اسی دن سے ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ جب سے آسمان و زمین بنے اور آسمان آسمان کہ رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رکن یمنی پر ستر فرشتے آسمان کتے رہتے ہیں۔ خدا لیس دینا اتنا پڑھا کرو۔ (۶) دعائیں اچھی عبارت سے بچے خشوع و خضوع کی کوشش کرے۔ اچھی عبارت کبھی جلباب میں جاتی ہے۔ (۷) دعا صرف اپنے لئے نہ کرے سب مسلمانوں کو شامل کرے۔ (۸) صرف معیت ہی میں دعا نہ مانگا کرے بلکہ رنج و راحت، غم و خوشی، ہر وقت اپنے ہاتھ اس بارگاہ میں پھیلائے رکھے۔

پسلا اعتراض : اس دعا میں آگ کے خطاب سے بچنے کی دعائیں ارشاد ہوئی یہ کیلئے نہ کہا گیا کہ ہمیں آگ سے بچا لے۔ جواب : اس لئے کہ جہنم کو جاتے وقت ہر شخص ہمارا گزرے گا جس کے لیے آگ ہے اور جہنم میں جتنے کے بعد جنتی لوگ جہنمی گناہوں کو نکلنے کے لئے دوزخ میں بار بار جائیں گے مگر مذہب پالنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو مذہب سے نکلنے کے لئے ہی لئے آگ سے بچنے کی دعا کی گئی بلکہ مذہب آگ سے بچنے کی دنیا میں آگ نصرت بھی ہے مذہب بھی ایسے ہی دوزخ کی آگ۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اپنے ہی اصل کا بدلہ ملے گا۔ مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ لولہ کے اصل کی بل بپ کو بھی جزا اور سزا ملتی ہے۔ جواب : لولہ بھی اپنی کٹائی ہے اور دن کی نیکیاں اور بد اعمالی اصل میں بل بپ ہی کا سبب ہے۔ بچے کو نیک و بد بنانا نہیں کا کام ہے۔ بچے کی نماز کا جواب بل بپ کو بھی اس لئے ملا کہ انہوں نے ہی اسے نمازی بتایا تھا۔ اس کے لئے جواب بھی ہو سکتے ہیں۔ تیسرا اعتراض : من آیات میں دو جہانوں کا ذکر ہوا ایک تو طائین دنیا۔ دوسرے طالب کو نہیں مگر تیسری جماعت کا ذکر نہ ہوا یعنی نکاح طلبہ دین جو آخرت ہی کی دعا کریں۔ دنیا پر نظر نہ اٹھائیں۔ جواب : ایسے لوگ موجود ہی نہیں کہ جنہیں دنیا کی بالکل طلب نہ ہو۔ کم از کم اصل کی توفیق اور ایمان تو طلب کریں گے اور یہ چیزیں بھی دنیا کی بھلائی میں سے ہیں۔ نماز کے لئے غذا، کپڑا، پانی سب ہی درکار ہیں۔ خدا انہوں کو کھڑا کرے کیا کیا۔ چوتھا اعتراض : اس دعا سے معلوم ہوا کہ دیں و دنیا کی ہر مصلحتی بڑی بھلائی صرف اللہ سے مانگنا چاہئے۔ تم لوگ بیویں تمہیں

دلوں سے لولہ دولت ملگتے ہو۔ اس آیت کے منکر ہو۔ جواب: نور تم بھی منکر ہو کیونکہ تم بھی حاکم سے دلو حکیم سے دلا ملگتے ہو ایموں سے چمکے کرتے ہو جناب اللہ کے بندوں کو وسیلہ سمجھ کر ان سے کچھ مانگنا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا ہے۔ حضرت ربیعہ نے تو حضور سے جنت مانگی جو عطا فرمائی مگر پانچواں اعتراض: تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیامت کا حساب ایک آن میں ہو جائے گا حالانکہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ قیامت کلون بچاس ہزار سال کا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حساب میں بھی اتنی ہی وقت صرف ہو گی۔ جواب: اس دن حساب کے سوا اور بہت سے کام بھی ہوں گے۔ مدت وقت تو حساب کے انتظار میں صرف ہو گی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں۔ پھر آپ کے سجدہ فرمانے اور بہت شفاعت کھولنے میں پھر آپ کو دلو مانا۔ بتا۔ تخت شعی یعنی مقام محمود پر جلوہ گری فرمانے اور لوگوں کو وہ نظارہ دکھانے اور سب کی تعریف کرنے اور حق کی نصحت خدائی میں پھر شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔ رب تعالیٰ کے ظہور رحمت کے لئے بھی وقت ہی دور کار فرضیکہ حساب تو تھوڑے وقت میں مگر اس کے علاوہ دیگر کاموں میں بہت وقت اور حقیقت تو یہ ہے کہ۔

فقط اتنا سبب ہے اعتقاد ہم محشر کا کہ حق کی شان مجیدہ دکھائی جائے والی ہے۔  
دورہ عظیم خیر بولناک عطا کو حساب کی کیا ضرورت۔ چھٹا اعتراض: معاذ کیسوا سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل کی جزا ملے گی نہ کہ کل کی کیونکہ من جبینہ ہے۔ جواب: ہم تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ یا تو یہ من جبینہ ہے یا جبینہ یا نبی کی صورت میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ جبینہ کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ حق کے بعض اہل کی جزا ملے گی کہ دنیا میں بھی ملے۔ اور آخرت میں بھی۔ مگر بعض کی خطا آخرت میں۔

تفسیر صوفیانہ: ہے وقوف لوگ بلخ میں پہنچ کر وہاں کے چوں اور کائنوں اور میزی و فیو میں مشغول ہو کر پھول کو بھول جاتے ہیں اور دل بھلائے والی چیزوں یعنی گھاس پتے وغیرہ پر پھول جاتے ہیں مگر عقد پھول اور وہاں کی گھاس دونوں چیزیں ملے کر گلہ ستہ بنتے ہیں۔ ایسے ہی ہے وقوف لوگ بلخ عالم میں آکر اصل پھول یعنی آخرت کو بھول گئے۔ اور گھاس پھوس یعنی غذا اور لباس پر ہی مطمئن ہو کر اس کی طلب میں لگ گئے مگر اصل وصول دونوں ہی چیزوں کے طالب رہے۔ انہوں نے دنیا و آخرت یعنی قلب و قالب سب نعمتوں کو جمع کر لیا اور دعایوں مانگی کہ خداوند اہمیں دنیوی بھلائی یعنی جسمانی ظاہری نعمتیں عافیت، صحت، وسعت، رزق، فراغت، لطافت اور بدن کی استطاعت اور وجاہت، ارشاد، اخلاق وغیرہ عطا فرما اور آخرت کی بھلائی اور قلبی بھلائی یعنی کشف، مشاہدہ، قربت و وصل، بھی دے اور ہمیں فراق کی آگ سے بچا کر وصل کے بلخ میں پہنچا۔ ان مودوں کو مطابق نیات کے مقلات، اگر ملت، درجہات خیرات اور حسنت عطا ہوں گے کہ ہم حساب سے بہتر رحمت ہی عطا فرماتے ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک دنیوی نعمتیں تو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت ہے اور اخروی بھلائی قبر میں بشارت اور صراط پر سلامتی ہے۔ رب تعالیٰ اپنے کلاموں کے طفیل ہم ہاتھوں کو بھی یہ نعمتیں عطا فرمائے۔ علماء کے ہاں دنیا و دین کے دو مہمان نہانہ کلام ہے یعنی ماں کا پیٹ اور قبر کا غار اور حنہ سے دو چیز مراد ہے جس کا انجام اچھا ہو اگر انجام خراب ہے تو وہ قحط ہے۔ صوفیاء کے ہاں غفلت کا ہم ہوتا ہے اور پیداری کا وقت، آخرت ہے اور جو چیز دل کو مفید ہو وہ حنہ ہے اور جو دل کو معرہ وہ قحط ہے۔ حق کے ہاں اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ اے رب جب ہم پر نفس کا ظہور ہو اور غفلت طاری ہو اس وقت میں بھی

ہم کو بھلائی دے یعنی یہ فضلت دل پر نہ چھا جائے دل اس سے محفوظ رہے تو یہ فضلت بھی منیع ہے کہ تقاضا بھرتی ہے اور یہ امری کا زمانہ آخرت ہے اس وقت میں ہم کو حسد یعنی عجز و نیاز نصیب فرما۔ قیوم یعنی خود تکبر سے بچا لے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ خوف خدا اور مشق جب مصطفیٰ دنیا کی بھلائی ہے اور دیدار خدا اور قرب جب مصطفیٰ آخرت کی بھلائی ہے یہ نعمتیں مل گئیں اس نے سب کچھ پایا خدا نصیب کرے۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ

اور ذکر کرو اللہ کا اسی دنوں گنتے ہوؤں کے۔ پس جلدی کرے۔ دو دن کے پس نہیں ہے گناہ

اور اللہ کی یاد کرو گنتے ہوؤں دنوں میں۔ تو جو جلدی کرے دو دن میں پہلا جاوے اس پر کچھ

عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا

تو پر اس کے اور جو دیر لگائے پس نہیں ہے گناہ اوپر اس کے واسطے اس کے جو ڈرے اور ڈرو

گناہ نہیں اور جو وہ جلتے تو اس پر گناہ نہیں۔ پر بیز محار کے لئے اور اللہ سے

اِنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

اللہ سے اور جانو کہ حقیقی تم طرف اس کے جمع کئے جاؤ گے۔

ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اکٹھا ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیتوں میں دو قوف عرق اور مشعر و ام میں ٹھہرنے پر یہ کلا کر کیا گیا بلکہ وہی کی دہائی گئیں۔ لب منی میں ٹھہرنے اور وہی مارکن ہوا کے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں غلط دعویٰ کی اصلاح فرمائی گئی۔ لب قیام منی کے متعلق جو غلط فہمی تھی اسے دور کیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں دعا کا طریقہ اور اس کے الفاظ بلکہ قبولیت کی جگہ بتائی گئی۔ لب قبولیت دعا کو وقت اور اس کا زمانہ بتایا جا رہا ہے۔

شان نزول : بعض مشرکین نے فرمایا کہ بعض اہل عرب منی میں تین دن یعنی تیرہویں تک ٹھہرنا ضروری سمجھتے تھے اور جو کوئی بارہویں ذی الحجہ کو لوٹ آتا ہے گناہارتا ہے اور بعض کا خیال اس کے برعکس تھا وہ کہتے تھے کہ بارہویں کو چلا آنا ضروری ہے۔ تیرہویں تک وہیں ٹھہرنا گناہ۔ ان دونوں کی تردید کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ دونوں باتیں جائز ہیں نہ یہ گناہ ہے نہ وہ (خرائن العربیہ و احمدی)۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! سو میں بتا رہا ہوں کہ بعد کاہوں سے فارغ ہو کر ہی واپس نہ لوٹ جاؤ۔ بلکہ چند روز اور بھی مٹی میں قیام کر کے فتنہ مٹا کر کہہ دو کہ غلاموں کے بعد بحیرہ تشریق کو لو اور قربانوں پر بھی بحیرہ کو لو اور غمبوں کی رمی میں بھی ہر سنگ پر بحیرہ کو۔ مگر اب تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ جسے چاہی ہو لو اور دونوں ہی رو کہو ہیں سے واپس نہ آنا چاہیے۔ وہ بھی تمہارے نہیں۔ واپس جا سکتا ہے اور جو زیادہ ثواب کی نیت سے وہاں تیر ہو میں ذی الحجہ تک قیام کرے تو اس پر بھی گنہ نہیں مگر یہ اس کے لئے جو تعویذ اختیار کرے۔ اگر کھیل کود یا دیگر بے کار باتوں یا گناہوں کی نیت سے وہاں ٹھہرے۔ تو اس نیت کا ضرور گنہگار ہو مگر وہ خیال رکھنا کہ اپنے حج کے دعوے میں آئندہ گناہوں پر دل نہ ہو جائے۔ بلکہ ہمیشہ رب سے ڈرتے رہے۔ جان رکھو کہ حشر و نشر حسب و کتاب اخیر

ی میں ہو مگر وہ تم سب سے آخر کار رب کی ہر گاہ میں حاضر ہو گئے۔ لیکن یہ کہ اس سے پہلے تم سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جائے جو نیکیاں بہاد کر دے۔ اس لئے یہ تو فی اختیار کرو۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : لوہیں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر گاہ نماز پڑھنا صحت کے بعد ہر گاہ ایک بار عجیر کہنا واجب ہے اور تین بار مستحب۔ دوسرا فائدہ : دسویں ذی الحجہ کے بعد دو دن یعنی گیارہویں اور دسویں کو منی میں قیام کرنا واجب ہے اور تیرہویں کا قیام مستحب لیکن جو بار دسویں کو لوٹنا چاہے وہ تیرہویں کی صبح صلاحت سے پہلے ہی وہاں سے چل دے تیرہویں کی صبح صلاحت تک ٹھہر جائے اس دن کی ری بھی واجب ہو جاتی ہے۔

مسئلہ : گیارہویں اور دسویں میں زوال کے بعد ری کرے۔ مگر تیرہویں میں زوال سے پہلے بھی ری کر کے لوٹ سکتا ہے۔ مسئلہ : قیام منی کی تندرستوں میں راتیں بھی منی میں ہی گزارنا ضروری ہیں ہر چہ وہاں لوہیں پہلے لوہوں کو اجازت ہے کہ دن میں ری کو جلا کریں اور راتیں گھری میں گزارا کریں۔ تیسرا فائدہ : کسی قبل پر بھول کر نذر لپ لپ نہ بھولے۔ کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے اور وہ الہی بقی ہے۔ تو فی شدہ توام کی طرح نیکیوں کی بقی رکھنا ہے۔ جیسے کہ توام میں کوئی چیز نہیں بگڑتی۔ ایسے ہی تو فی سے نیکیاں بہاد نہیں ہوتیں۔ چوتھا فائدہ : حبرک مقامات اور حبرک آثار میں دعا مستحب ہے اور زیادہ قتل قبول۔ اسی لئے منی میں خوب دعائیں ملتی ہیں۔ عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ منی کو اس لئے منی کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام قبول توبہ کے بعد عروقت سے یہاں پہنچے تو حضرت جبریل نے فرمایا کچھ تمنا کرو۔ آپ نے جنہ کی آرزو کی۔ وہ اس کا نام منی ہو یعنی ما منہ (خواہش) کی جگہ (درست)۔ لیکن یہ کہ اس لئے منی کہا جاتا ہے کہ منی کے دنوں میں روزہ حرام ہے۔ یہ دنوی خواہش ملت یعنی حلال غذا اور حلال حاصل کرنے کا زمانہ ہے۔ پانچواں فائدہ : جیسے حج کو جلا ثواب لپے ہی وہاں سے واپس میں بھی ثواب ہے۔

## مہینہ پاک کی حاضری

اس کا پر ایمان تو نشاء اللہ جاء وکی کی تفسیر میں ہو گا۔ یہاں اس کے کچھ ضرائح و مسائل تفسیر و دستور وغیرہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے اور وہاں کی حاضری نصیب فرمائے۔ حق یہ ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ و اطہر کی حاضری واجب ہے جس سے عموماً ہر مانتا بھی ہے اور یہ کسی بھی بعض لیل دل تو کہتے ہیں کہ مہینہ پاک کی حاضری حج کی جان ہے جس کے بغیر حج کا قالب تیار ہوتا ہے مگر اس میں جان نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستظروا اللہ واستظروا لہم الرسول لوجدوا اللہ تواباً ورحیماً یعنی انہ محبوب اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے آستانہ پر آجائیں پھر اللہ سے سحلی مانگیں اور تم بھی ان کی سفارش کرو تو وہ اللہ کو بخشے و لا مسوان پائیں گے۔ اسی لئے بعض مکہ والے بھی ہر سال حج کرتے ہیں تو بعد حج ہر سال مہینہ پاک بھی حاضری دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ بغیر حاضری کے حج قبول ہی نہیں ہوتا۔ (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے حج کیا

لور میری زیارت سند کی اس نے مجھ پر ظلم کیا (دار تفتی)۔ (2) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر شریف کی زیارت کی۔ اس نے گویا میری زندگی میں میری ملاقات کی (یعنی وغیرہ)۔ (3) فرماتے ہیں جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی (ابن خزیمہ وغیرہ)۔ (4) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جو صرف میری زیارت کے لئے آیا نہ کہ دنیوی غرض سے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس کا قیامت کے دن شفعہ بنوں (طبرانی)۔ (5) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو حرمین میں سے کہیں مرے وہ قیامت میں اس سے ہو گا (یعنی علیا لسی)۔ (6) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو مدینہ پاک میں رہے اور یہاں کی ہادیں پر صبر کرے وہ قیامت کے دن میری اس میں ہو گا اور میں اس کا گواہ ہوں گا (بخاری)۔ (7) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی میری قبر پر آکر مجھے سلام کرے اللہ اس پر ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کے دین و دنیا کے کام سنبھال رہے گا اور میں اس کا قیامت میں شفعہ بنوں گا (یعنی)۔ (8) محمد ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو حضور کی قبر شریف کے پاس روئے ہوئے دیکھا اور فرماتے تھے کہ یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں میں نے حضور سے سنا کہ فرمایا میری قبر شریف اور منبر شریف کے درمیان جنت کا بلخ ہے (یعنی)۔ (9) انس ابن مالک قبر انور کے پاس ایسے کھڑے ہوتے تھے جیسے نمازی نماز میں (ابن ابی الدنیا)۔ (10) سلیمان ابن سہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ عشقِ روضہ پاک پر آکر سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ سنتے ہیں۔ فرمایا ہاں! بلکہ ہر ایک کا جواب بھی دیتا ہوں (یعنی)۔ (11) عمر ابن عبد العزیز نے روضہ پاک کی طرف تھامد بھیجا کرتے تھے تاکہ حضور کو سلام پہنچا آئیں (یعنی)۔ (12) جو کوئی روضہ پاک پر کھڑے ہو کر ایک بار آیت ان اللہ و ملککما لعلیٰ پر سے اور ستر بار صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد کے تو فرشتہ جواب دیتا ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ظلال۔ لوریہ بھی کہتا ہے کہ لب تیری کوئی حلاوت نہ رکے گی (ابن ابی الدنیا) (یعنی)۔ (13) ابی حرب بیان فرماتے ہیں کہ ایک بدوی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور روضہ پاک پر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ میرے میں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں گناہوں اور خطیوں کا بوجھ اپنے سر پر لایا ہوں۔ خود نہ آیا بلکہ مجھے قرآن کریم نے بھیجا ہے کہ فرمایا ولو انهم اذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاعف عنهم وكن لهم رحما وكن فيهم رحما۔ آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ رب سے میرے گناہ معاف کرا دیجئے۔ پھر پڑھنے لگے۔

يا خير من نلت لي التوب اعظم  
لطاب من طبعن الفاح والا كم  
نفسى اللما للبر الت ما كنه  
له العلاف و له الجود والكرم

(یعنی)

جس کا ترجمہ حضرت مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ نے یوں کیا۔

اے بہتر ان سب سے کہ جو زہر میں مدون ہوں!

جو معطر من کی خوشبوؤں سے گورستان کی خاک!

میں جاں اس قبر پر قربان کہ جس میں آپ ہیں

اس میں ہو جود و کرم اور مہربت اے جان پاک!

بعض روایتوں میں ہے کہ حق حبس ہلال پر خیمہ طاری ہوئی۔ خواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خود اور ہدی سے کہہ دو کہ تو بخشا گیا۔ رب تعالیٰ ہم کو بھی وہی کی مقبول حاضری نصیب فرمائے۔

مسئلہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سفر سے اپنے گھر آئے تو کچھ نہ کچھ لے کر آئے۔ اگرچہ کچھ ذیلیعی ہوں (دوستوں اور اہل حق)۔ لہذا اٹلی کو چاہئے کہ حرمین شریفین کے حقے لے کر گھر آئے۔ کچھ نہ کچھ لے کر اپنے توہمت پاک کی خاک شغلی لے آئے۔ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتھوں میں سلام عرض کرنے کو کہا وہ اس کا سلام ہم لے کر حضور پہنچائے کہ اس میں کوئی چیز نہ ہے مگر کار صلی اللہ علیہ وسلم بارہا فرماتے ہیں۔ مسئلہ : جب بھی سواہر شریف میں سلام عرض کرے تو ہاتھ باندھ کر لیا کر لے کر آئے۔ جیسے نمازی نماز میں کھڑا ہو تب سے گورنچی نگاہ کے نرم آواز سے صلوة سلام عرض کرے وہی چہرہ چلا کر صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب ہے۔ مسئلہ : جب بھی سواہر شریف میں حاضر ہو تو یہ کچھ کر حاضر ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر نور میں زندہ ہیں مری ہر حرکت ہر لہو کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو بچلے گناہ یاد کر کے عرض کرے کہ یا رسول اللہ یہ منہ اس قتل نہ تھا کہ حضور کے سامنے ہو مگر سواہ حضور کے نبیوں کا محاکمہ کیا ہے انہوں نے سب میں ہم ہوں کا سواہ تمہارے کوئی نہیں۔

سلا اعتراض : اگر اس آیت میں ذکر اللہ سے تکبیر تشریف یہ قربانی کی تکبیریں مراد ہوں تو چاہئے کہ مسلمانوں کو اختیار ہو کہ بقرعید کے بعد دو دن تکبیریں اور قربانی کریں یا تین دن ملائکہ تکبیر تشریف تین دن یعنی تیرہویں تک ضروری ہیں اور قربانی کی مدت صرف بارہویں تک ہے۔ پھر اختیار کے کیا معنی؟ جواب : یہ اختیار معنی میں ٹھہرنے اور وہی مراد کر تکبیریں کرنے میں ہے یعنی جو چاہے وہی دو دن مراد کر تکبیریں کرے اور جو چاہے تین دن مراد کرے۔ دو سرے اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اختیار پرہیزگاروں کے لئے نہ کہ گنہگاروں کے لئے۔ کیونکہ خلا انہم علیہم لمن اتقى کی قید لگائی گئی ہے۔ جواب : روح اللہی میں فرمایا کہ لمن کلام حلیہ ہے۔ یعنی پرہیزگاروں کی رعایت کے لئے یہ اختیار دیا گیا کہ ان میں سے بعض تو بارہویں کو جا کر کچھ تنگی کریں گے اور بعض تیرہویں تک رہ کر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لمن میں لام صلہ لکھی ہو مگر لا الہ میں گناہ سے عام گناہ مراد ہوں یعنی ملحق خولہ بارہویں تین دن معنی سے روئے ہو جائے تو وہ تیرہویں۔ اس پر گناہ کوئی نہ رہا۔ اور وہ سارے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا گویا کہ آج ہی وہی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو مگر یہ درجہ پرہیزگار ملحق کا ہے جو کہ انظام کے ساتھ مل ملحق سے معراج مقبول کرے۔ عہد اللہ ابن عباس نے یہی تفسیر کی (روح اللہی)۔

تفسیر صوفیانہ : اے مسلمانو! تم حج ذات سے فارغ ہو کر دونوں توہنہ مرتبوں میں ذکر الہی کر لیا کرو۔ اور وہ مراتب مرتبہ روح مرتبہ قلب اور مرتبہ نفس ہیں جو کوئی صرف مرتبہ روحی اور قلبی کا ذکر کرے اور مرتبہ نفس پر توجہ نہ کرے۔ اس پر بھی کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس مقام پر ترقی بلا تاخیر ہے اور جو کوئی مرتبہ نفس کا بھی ذکر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ مگر یہ اجازت اس کو ہے جو نفس میں اگر اس کے دوسو سال سے بچا رہا ہے۔ کیونکہ یہی مدت قدم پھل جاتے ہیں اور یہی کے جلب بہت تاریک ہیں اور ان تینوں مقامات میں اللہ سے ڈر رہو کہ کبھی غفلت میں نہ آ جاؤ۔ اپنا تعلق رب سے رکھو۔ قلب روح اور نفس میں پھنس کر نہ رہو اور یاد رکھو کہ تم رب کے پاس حاضر کئے جاؤ گے تم ہی کو بڑا خطرہ ہے۔ مخلصین ہر وقت خطرہ

میں ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ یا رسول اللہ گناہوں کو خوشخبری دے دو کہ میں غور میں ہوں اور صدقین کو ڈر لو کہ میں غور ہوں۔ یہاں غلبہ نہیں ہے زیادہ غلو میں ہیں (ابن عربی)۔ روح البیان نے فرمایا کہ حلق قیامت میں ہے گناہ آئے گناہ بشریکہ حج کے بعد باقی عمر گناہوں سے بچا رہے حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حلق بنیائے بے رغبت اور آخرت میں رابطہ ہو جائے۔ یہاں محض مغرور ہے اور وہ عاص کی مقبول۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ ایسی کے وقت حاجیوں سے ملاقات کریں اور اپنے لئے دعا و مغفرت کرائیں۔ مقبول حج کی پہلی شرط مل طہل ہے۔ جس کو یہ میسر نہ ہو وہ قرض لے کر حج کرے اور اپنے منکوکہ سل سے یہ قرض واکرے۔ حکیم ابو القاسم رحمت اللہ علیہ قرض سے اپنی ضروریات پوری کرتے اور سلفی و عینہ سے قرض لیا کرتے تھے (روح البیان)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُتَّهَدُ اللَّهُ عَلَى

اور لوگوں میں سے وہ ہے کہ تمہیں اس کی زندگی دنیا کے اور گواہ بناتا ہے وہ اللہ کو پورا پورا

مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ الَّذِي الْخَصَّامُ ۖ وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ

اس کے جو بیچ دل اس کے ہے اور سخت دشمن ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو کوشش کرے یہی زمین

فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثُ وَالنَّسْلُ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ۚ وَإِذَا قِيلَ

کے تاکہ فساد پھیلے یہی اس کے اور بچ کر سنے کھیتی اور نسل کو اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد اور جب کہ جلد سے

لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُ جَهَنَّمَ وَلَبِئْسَ الْبِهَادُ ۚ

اگر کہہ کہ اللہ سے تو بیکار اس کو عزت کا فساد کے ہی کافی ہے اسے دوزخ اور اللہ بڑا ہے وہ بستر

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں کفار اور مسلمانوں کی دعوتیں کا ذکر

ہو۔ اب منافقین کا ذکر ہوا ہے کہ کفار تو رب سے ایسی بیوردہ عافیتیں کرتے ہیں اور منافقین آپ سے ایسے بیوردہ کلام۔

دو سرا تعلق : پہلی آیت میں بتایا گیا کہ کعبہ اجسام میں پہنچ کر کفار تو دنیا سازی کی دعائیں اور مسلمان دونوں دین کی دعائیں

مانگتے ہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ کعبہ اولیٰ یعنی ہارمہ مطلق صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے واسطے دو قسم کے ہیں بعض مصل

زہن سے ملتی باتیں کرنے والے اور دل میں کافر یعنی منافقین اور بعض قلب کا بدلہ دین دونوں سے ممکن۔ تیسرا

تعلق : پہلی آیت میں حج کے تسبیح احکام بیان ہوئے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ حج کے بعد منورہ ہارمہ محبوب میں ضرور

حاضری دو کہ اس کے بغیر حج بے جان ہے بلکہ حج اگر نفل ہو تو گھر سے منورہ کی نیت سے چلو مگر خیال رکھنا کہ راستے میں



ہات پر لٹھ کو گولہ تانے یعنی کتال ہے کہ خدا میرا گولہ کہ میرے قلب میں آپ کی بیعت ہے یعنی اپنی اعلیٰ محبت پر خدا کو گولہ  
 تانے۔ اس قرأت کے یہ معنی ہیں کہ لٹھ اس کے قلبی نطق پر گولی بننا ہے۔ اس صورت میں لٹھ اس کی تفسیر ہے (روح  
 المعانی)۔ و هو اللہ العظام جو کائنات میں ہے۔ لٹھ سے بڑا معنی ختم۔ عزرا قوما لٹھ گولہ کی آس پاس ختم  
 رگوں کو لٹھ کہتے ہیں۔ لٹھ معنی بہت ختم۔ ختم یا تو لٹھ ہر لٹھ کی طرح صدر ہے۔ معنی ختم یا ختم معنی ختم کی  
 جمع۔ جیسے صہب کی جمع مطلب اور ختم کی جمع ختم۔ پہلی صورت میں اختلاف کی ہے اور دوسری صورت میں منطوق یعنی اور  
 دوسری معنی میں بہت ختم ہے یا دقتوں میں سے ختم ختم ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ و اظا تولى معنی فی الارض۔  
 اظا یا شرطیہ ہے یا غریب۔ تولى یا تولى سے بڑا معنی پشت پھیرنا اور چلنا یا تولى سے معنی غلبہ اور ماکہن یا ماکہن یا ماکہن  
 سنی سے تانے۔ جس کے معنی دوزخ کے بھی ہیں اور کوشش کرنے کے بھی۔ لا حوا الی ذکر اللہ الارض سے  
 مراد ساری زمین عرب ہے اسی لئے اس کا ذکر بھی کیا گیا یعنی جبکہ آپ کی مجلس سے چٹ پھیرنا اور غلبہ ہے تانے تو ساری زمین  
 میں دوزخ اور کوشش کرنا پھر تانے یا اگر یہ ماکہن جائے تو تمام زمین میں کوشش کرے کہ لٹھ لٹھا و یهلك العزت  
 والنسل لام معنی کے ہے اور اس کا تعلق سنی سے ہے لٹھ کے معنی ہیں بگاڑنا اور لٹھ پھیلنا۔ پہلی مسطوروں کے دلائل میں  
 شہادت ذالک انیس لٹھ سے ذرا لٹھ اور کٹھ کو مسطوروں سے جنگ کرنے کی رسمتیں اور انیس طرح جنگ کھانا مرلو ہے۔  
 یہ لٹھ لٹھ سے بڑا معنی بڑا کٹھ حشر کے قلبی معنی ہیں زمین چیرٹ کھیتی کو اسی لئے حشر کہتے ہیں کہ اس میں زمین چیر کر  
 لٹھ لٹھ ہیں۔ نسل کے قلبی معنی ہیں علیحدہ ہو جانا تیزی سے نکل جانا الی وہم منسلون لولہ کو اسی لئے نسل کہتے ہیں کہ  
 باپ کی چٹھ لٹھ کے بعد سے قلبی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں کھیتی سے لٹھ کی کھیتیوں اور نسل سے جاور مرلو ہیں کیونکہ  
 انیس نے مسطوروں کے کھیتوں کو بٹایا اور ٹھوں کو ذبح کیا تھا مگر تفسیر کیر لے یہ بھی فرمایا کہ حشر سے مراد جو زمین اور نسل سے  
 مرلو بنے ہیں۔ یعنی یہ غیبت آپ سے غلبہ ہو کر کوشش کرنا پھر تانے کہ جنگ کرنا زمین میں لٹھ پھیلنے اور دوزخوں میں  
 کو ہلاک کرادے کہ جنگ میں حق پر بھی بیعت آئی ہے یا زمین میں گولہ کرنا ہے تاکہ اس کی شہادت سے ہارش رک  
 جائے۔ جس سے کھیتیوں اور جاور ہلاک ہو جائیں یا مسطوروں کو کانٹہ لٹھ کی کوشش کرنا ہے اور حق کے کھیتوں کو آگ لگانا ہے  
 اور جاوروں کو قتل کرنا ہے۔ واللہ لا یحب الظالمین اللہ میں غلام نہیں ہے یعنی لٹھ پہلی لٹھ کی کسی قسم کا لٹھ  
 پسند نہیں فرماتا۔ لٹھ اس کی ہر جگہ میں مودد ہے۔ و اظا قلیل لہ انقی الصیاق لٹھ لٹھ ہے یا شرطیہ ظاہر ہے کہ  
 کسی مسطور نے اس کو یہ صیقت کی تھی۔ اور ممکن ہے کہ اس کی بختی قلب کی حالت میں جاری ہو۔ یعنی جب اس سے کہا جاتا  
 ہے کہ تو لٹھ سے ذرا لٹھ حرکتوں سے ہڑتال یا اس کی بد بختی اس درجہ کی ہے کہ اگر اس سے کہا جائے تو خدا اسے خوف کرے  
 بجائے اسے قتل کرنے اور لٹھ سے ہڑتال کے کا ختم العزۃ بالانقیاد لٹھ کے معنی ہیں۔ لٹھ عزت سے مرلو ہے  
 خدا اور ہلاکت کی بخلی کے معنی میں ہے یا لٹھ کے معنی ہیں مگر لٹھ کرنا عزت سے مرلو ہے۔ لٹھ اور لٹھ معنی ہیں۔ لٹھوں  
 صورتوں میں انہی سے مرلو آگے گولہ ہیں یا لٹھ کے معنی ہیں لازم پکڑنا عزت سے مرلو ہے لٹھ اور غور لٹھ یہ لٹھ اور انہی سے  
 مرلو پھٹے گولہ یعنی اس کو خدا اور زمین گولہ پر لٹھ لٹھ ہے کہ خدا میں اگر زیادہ گولہ کرنا ہے یا اس کی آمد اور چٹھ لٹھ لٹھ اور بھی

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ دنیوی کاموں کے حلقہ میں کی باتیں آپ کو بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنا اطمینان بدلنے کے لئے اپنی اعلیٰ محبت اور بڑی غلوں پر قسمیں کھا کھا کر رب کو گولہ تار کر آپ کو اطمینان دلاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمنی میں بہت سخت ہے اور تمام دشمنوں سے بڑھ کر موزی یا اگر اسے حکومت مل جائے تو سب کو بچہ چل جائے کہ یہی عجب قوم زمین میں لسلو پھیلا ڈالے اور انسانوں اور کھیتی باڑیوں کو چہ کر ڈالے یا جب آپ کی مجلس سے غائب ہوتا ہے تو زمین میں اس کی بھٹی کو شش ہوتی ہے کہ فسلو ہوا کر دے، کھیتوں کو بھی بھلا کر تا ہے اور جانوروں کو ہلاک۔ لفظ تو کسی قسم کا فسلو پسند نہیں فرماتا۔ پھر یہ موزی اس کا پیار ایک ہو سکتا ہے۔ اس کی سختی قلب کا یہ حال ہے کہ جب اسے کوئی نصیحت کے طور پر کہتا ہے کہ رب سے ڈر۔ تو وہ خدا میں آکر اور بھی نزاع مگلے کرتا ہے۔ ایسے عہدی کو دلایں کلن ہے اور وہ تو بہت برا لکھتا ہے برے آدمیوں کو بری ہی جگہ چاہئے۔ خیال رہے کہ لفظ عقلی نے بعض عقول کو فیض

دینے والا ہوتا اور بعض کو لینے والا آسمان ہوا۔ سورج دینے والی مخلوق ہے اور زمین ٹھیک ہلکا تمام جانوروں انسان لینے والی مخلوق ہے۔ دینے والوں میں بڑے دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضور نے ہی ایمان، عرفان، فکر، قرآن، رحمت سب کچھ عطا فرمایا مگر لینے دینے کے لئے جیسے یہ شرط ہے کہ دینے والے میں دینے کی طاقت ہو ایسے ہی یہ شرط ہے کہ لینے والے میں لینے کی صلاحیت ہو۔ زمین خود ہوا سے لیس نہیں لیتی۔ چمکنا سورج سے روشنی نہیں لیتا کیوں نہیں لئے کہ دینے والا تو نور دار ہے مگر لینے والے میں نور نہیں ہے وہ کمزور ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دینے کا نور ہے مگر منافقین و کفار میں لینے کی قوت نہ تھی محروم رہے آج جو کہتے ہیں کہ نبی ولی کچھ نہیں دے سکتے وہ اپنی کمزوری اس طرف منسوب کرتے ہیں انہیں کتنا چاہئے کہ ہم نبی ولی سے کچھ نہیں لے سکتے۔ یہ بد نصیب تو خدا سے بھی کچھ نہیں لے سکتے۔ غرضیکہ حضرت صدیق و فاطمہ میں لینے کی طاقت تھی۔ انہوں نے سب کچھ لے لیا۔ ابو جہل وغیرہ میں یہ طاقت نہ تھی وہ محروم رہے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : دنیوی غرض سے دینی کام کرنا بھی دنیا ہی میں داخل ہے۔ دیکھو انہیں کاکل پڑھنا چاہی ہو ہے۔ حضور علیہ السلام کی تعریف کرنا۔ ان سب چیزوں کو رب نے حیوۃ دنیا یعنی دنیوی کاموں سے عطا فرمایا۔ اعمال کا سفر اچھی نیت ہے۔ دوسرا فائدہ : کھلے کافر سے منافق بدتر ہے کہ اسے رب نے اللعالم لخصام یعنی سخت تر دشمن فرمایا۔ تیسرا فائدہ : قول کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے نہ کہ فقط جھوٹی قسموں سے۔ رب نے انہیں کے قول کی اس کے عمل سے تردید کی اور اس کی قسم کو جھوٹ قرار دیا۔ چاہئے کہ اپنے اعمال قول کے مطابق رکھو۔ چوتھا فائدہ : بدترین شخص وہ ہے جو فصاحت کی بات یا رب کا نام سن کر لاشعور میں آجائے۔ حدیث شریف میں اسے گناہ کبیرہ فرمایا گیا کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عمر اللہ سے ڈرو۔ آپ نے فوراً اپنا منہ مبارک زمین پر رکھ دیا اور معتور ہو کر کہو رب کے نام پر اپنی ضد کرنے والے کے حلق فرمایا گیا کہ اسے جہنم ملنی ہے۔ اگر کسی کو سخت غصہ ہو اور کوئی رب یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لے دے تو چاہئے کہ فوراً غصہ جاتا رہے۔ پانچواں فائدہ : گناہوں کی نحوست سے کبھی ہارش بھی نہ ہو جاتی ہے۔ جس سے بے گناہ انسانوں اور جانوروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اس کا وہل گناہوں پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا۔ چھٹا فائدہ : ہر جگہ ارجح سوانہیں اور ہر ملٹی پلٹیں کر لے لو گناہ سے نہیں۔ ساتواں فائدہ : غمناک ہے کہ جو چیزیں اسلام میں خلق نہیں ان کا نام آج پالیسی ہو گیا۔ عیب بہرین گئے۔ آج مذہب قومیں غم کرنے اور دوسروں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں۔ موجودہ مسلمان قرآنی راستہ چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو گئے۔ مسلمانوں میں بہت سی تحریکیں اسی قسم کی ہیں جن کے دعوے لیے چڑے مگر مقصود عیاشی، خود غرضی، قوم فرودشی، غرضیکہ ہم میں منافقوں کے صفات آگئے۔ مذمت قوم کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت قوم کے سخت دشمن ہیں کہ سوچنا کہ کسی عہد پر پہنچ کر اپنی ہی قوم کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ آٹھواں فائدہ : حکومت کا مقصد دین کی عقلیت، مطلق کی ہمدی، زمین کی آبادی اور شہر لایا ہے نہ کہ اپنی بڑائی اور غلٹ خدا کی جہی۔ نواں فائدہ : الحمد للہ سچے مومن کو قسمیں کھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ منافق لوگ قسمیں کھا کر اپنا ایمان ثابت کرتے ہیں۔ اصلی سونے والا قسمیں نہیں کھاتا نقلی سونے والا ہر طرح غریب اور کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے۔ دسواں فائدہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی منافقوں سے دھوکا نہ ہوا اور۔ آپ نے کسی منافق کو کبھی مسلمان یا

متکی جیسا کہ قول 'سے معلوم ہوا یعنی آپ کو ان کا صرف قول پسند ہے نہ خود وہ پسند ہیں نہ ان کے اہل نہ ان کا ولی حل۔  
دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصص صحابہ کی تقرییں فرمائیں کہ صدیق جنتی ہیں۔ حسین جنتیوں کے سردار بھی کسی منافق  
کی تقریب نہ کی جیسے رب نے بھی شیطان کے اہل مہولت کی تقریب نہ کی تھی۔

سہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم فیہ نہیں اور نہ آپ کو لوگوں کی جنت کی خبر  
دیکھو رب نے فرمایا کہ آپ کو منافقین کی باتیں بڑی پسند آتی ہیں اگر آپ ان کے دل سے واقف ہوتے تو ان کی باتیں کیوں پسند  
فرمائیے (دعوت بند) نیز رب فرماتا ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم ۱۷۱ عجب منافقوں کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ صاف  
فرمایا کہ حضور منافقوں کو نہیں جانتے تھے۔ جواب : اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ صیچک میں ہر مسلمان یا قرآن  
پڑھنے والے سے خطاب ہے نہ کہ خاص بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ شان منزل خاص ہو مگر آیت کی عبارت عام ہے۔  
دوسرے یہ کہ یہ خطاب حضور علیہ السلام سے ہی ہو۔ مگر یہ آیت ہی بتا رہی ہے کہ آپ کو علم فیہ ہے کیونکہ یہاں یہ نہ کہا گیا کہ  
آپ کو لئے والے کو پسند کرتے ہیں بلکہ ہوں فرمایا کہ آپ کو اس کی میٹھی باتیں بجلی معلوم ہوتی ہیں۔ باتیں تو اس کی واقعی بجلی  
نہیں وہ خود بھلائے قادر و قادر کے سامنے کوئی گناہ پائی پی رہا ہے روزگار کو پائی بھلا معلوم ہو تب نہ کہ چنیدلہ۔ یہاں بھی بات  
بجلی معلوم ہوتی ہے نہ کہ بولنے والا۔ اگر کافر قرآن شریف پڑھے تو مسلمان کو قرآن شریف تو اچھی معلوم ہو مگر کافر راجب  
منافق بدگمان میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ واقعی اللہ ایک ہے آپ بچے رسول ہیں۔ اسلام سچا دین ہے تو ان کی باتیں  
واقعی اچھی نہیں اور اچھی ہی معلوم ہوتی تھیں۔ اگرچہ وہ میرے معلوم ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ بھلا معلوم ہو یا نور بات  
ہے۔ اور اس کی بات کو قبول کرنا ۱۷۲ سے راضی ہونا دوسری چیز۔ رہا رب کافر یا کہ منافقوں کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں یہ  
منافقوں پر غضب ظاہر فرمانے کے لئے ہے۔ جیسے ملائی بیٹے کو باپ مارنے لگے یا پچھلے تو باپ کے کہ اس مودود کو تو نہیں  
جانتی اسے تو میں ہی جانتا ہوں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کو نہ جانتے ہوتے تو آج ہم کو کیسے پتہ لگتا کہ فلاں فلاں  
منافق تھے اور فلاں فلاں غصص صحابہ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اللہ کو پسند نہیں فرماتا۔ تو کفر  
اس نے مسلمانوں کو جملہ کا کہیں حکم دیا۔ یہ بھی تو اللہ ہے نیز رب تعالیٰ خود بھی بہت چیزوں کو جملہ بڑا کرتا ہے یہ بھی تو اللہ  
ہے (ستبار تھ پڑاں)۔ جواب : اللہ کے معنی ہیں کسی چیز کو بلا وجہ بگاڑنا۔ مصلحت اور حکمت سے بگاڑنا اللہ نہیں بلکہ  
اصلاح ہے۔ بلا وجہ کسی کو قتل کرنا اللہ مگر قاتل کو پھانسی دینا اصلاح ہے۔ کسی کا ہاتھ کاٹنا اللہ مگر گئے ہوئے ہاتھ کو چیرنا  
پھاڑنا کاٹنا اصلاح۔ لہذا اسلامی جملہ اور بعض مفید قوموں کا زوال اصلاح ہے اسی طرح انسان کی غذا کے لئے جانور کا خون لٹا  
نہیں میں اصلاح ہے کیونکہ وہ انسان ہی کے لئے ہے۔ جیسے کھیت کاٹنا اور ہلنے کے پھل توڑنا۔

تفسیر صوفیانہ : بعض جھوٹے صوفی اصول کا لباس پہن کر ایسی عمدہ باتیں کرتے ہیں کہ لوگ انہیں قطب ہدایت سمجھیں  
اور قرآن و حدیث پڑھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ دوح اور قلب کے سخت دشمن ہیں ان کی دشمنی شیطان و غصص سے  
بھی زیادہ سخت ہے اور ان کی یہ خدا کی باتیں سب دنیوی مسلمان جمع کرنے کے لئے لڑ لڑاؤ ہیں اور ان  
کی یہ ساری باتیں دنیا سازی۔ جب سوچہ پائیں تو اپنے عقیدہ کی اصل کی تکستی بڑا کر دہائیں اور دہی سنی مستعد کو بھی غراب کر

ویں۔ یہ محبت الہی کے دعوے اور حقیقت منسبہ کار ہیں۔ ایسے منسبہ خدا کے پیارے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ رب لہو اور  
نہلوی کو پسند نہیں فرماتا۔ جب کوئی اللہ کا بندہ ایسے جھوٹے صوفی کو خدا سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے مریدوں کے صلے پر  
معم کرو تو اسے اور خدا چڑھ جاتی ہے اور زیادہ گنہ کرتا ہے ایسا شخص خواہش ملت نفس کے جنم میں گرفتار ہے جو اسے بھی نہیں  
لکل سکھایا یہ اس کے لئے کافی عذاب ہے (از ابن عربی)۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اے بے ایمان آدم روئے بہت

میں ہر دست ناپاک دلو دست

بہت سے شیطان انسانی لباس میں ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے۔ پانی پنا چھان کر مرشد کرنا جان کر۔ صوفیاء فرماتے  
ہیں کہ انسان دو کاندہ ہے۔ زندگی دو کھن اہل اس کے سودے ہیں۔ اگر اہل اچھے ہیں تو ان کا خریدار خدا ہے اور قیمت جنت  
رب فرماتا ہے ان اللہ اشتوی من المسلمین انفسہم (الخ) اور اگر اہل غراب ہیں تو شیطان خریدار ہے وہ دلع اس کی  
قیمت جیسے سوے ویسے خریدار شراب کی دکان پر شرابی خریدار۔ صبیح و سطح کی دکان پر لذی خریدار۔ فن جوٹوں کی دکان پر  
غریب بھوت دھوکے کے سودے ہیں۔ اس کے پاس سے جسے طے گا بھی طے گا۔ اور فرماتے ہیں کہ جو عقل دل کے تحت ہو وہ  
جذباتی و عقلی عقل ہے۔ جس سے ایمان عرفان و فیوض بنتا ہے اور جو عقل جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آزلو وہ شیطان  
عقل ہے۔ جس سے ظلم بنتا ہے۔ محققوں کی عقل شیطان تھی کہ رب نے فرمایا وهو اللہ العظام جب تک کعبہ پر  
حضور کھڑے نہ تھا کعبہ بت خلتہ تھا اور جب حضور کھڑے آگیا تو خدا اعلان کیا جس عقل دل پر حضور کھڑے ہو وہ عقل کعبہ ذات  
الہی ہے اور جو ان کے راج سے آزلو ہے وہ پانڈہ شیطان ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ

اور لوگوں میں سے وہ بھی جو غصہ دیتے ہیں جان اپنی تلاش کرتے ہوئے رضا اللہ کی اور اللہ

اور کرلی آدمی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہتے ہیں اور اللہ

رَدُّوف بِالْعِبَادِ ۝۹۰

بہت مہربان ہے ساتھ بندوں کے

بندوں پر مہربان ہے

تعلق : اس آیت کا کجلی آیت سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : کجلی آیت میں متفقین کا ذکر ہے اور اس میں مصلحت  
مومنین کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : کجلی آیت میں مومنین اور کافر کا ذکر ہے اور دنیا کے مومنین و کفار کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق : کجلی  
اور کافر کا ذکر ہے جو دین کے لئے دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور گھر بار مل لولہ سب پر لالتا رہیں۔ تیسرا تعلق : کجلی

تفسیر : و من الناس من يفرى بالله ما من مرلو سو منين ہیں۔ خیال رہے کہ قطعاں سے مرلو بھی تو سارے انسان ہوتے ہیں۔ سو من ہوں یا کافر متنی ہوں یا قہر نور بھی مرلو صرف کفار ہوتے ہیں۔ تہہ قطعاں ہنگو تو ہیں کاهو تہہ نور بھی اس سے مرلو صرف سو من دہرہ کافر ہوتے ہیں تہہ قطعاں عظمت کاهو تہہ سو کھو بھی چہ آیات سے پہلے بھی و من الناس آیا تھا و دہاں اس سے کفار مرلو تھے یعنی دنیا میں پھنس کر آخرت کو شہوت نفسانی میں پھنس کر طرہ و متلی کو بھول

جانے والے نور میں اس سے مراد صلیب ہیں یعنی عشق مصطفوی میں گرفتار ہو کر دنیا و دنیا کو بھول جانے والے حضرات نور  
فردوسِ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ جیسے وہودہ یعنی بھسوا یعنی خریدنا یعنی خرچ کرنا حضرت صیب کا اپنا  
مل خرچ کر کے اپنی جان پر لایا گیا گواہی دینا کہ اسے اپنے کو خریدنا ہوا۔ حضرت علی یا حضرت زہرا رضی اللہ عنہما کے لئے اپنی جان کو خطرو  
میں ڈالنا گواہی دینا کہ وہ رب کے ہاتھ فروخت کرنا ہوا یا عام مجاہدین کا جہاد تبلیغ نیک اعمال کرنا اپنی جان خرچ کرنا ہے یعنی  
مسلمانوں میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اپنے کو کفار سے بھروسہ میں خرید لیتے ہیں۔ جیسے صیب یا مسلمانوں سے بعض وہ ہیں جو  
اپنے کو بھروسہ جنت خدا کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے ہیں اور اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جیسے حضرت علی یا حضرت زہرا یا  
مسلمانوں میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جان 'دونہ' نماز و فیہا نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں مگر منافقوں کی طرح دنیوی مال و  
سے نہیں بلکہ ابتلاء مروضات اللہ ابتلاء بشری کا مضمحل نہ ہے۔ اور مروضات صدر یعنی رضا جیسے دعوات یعنی دعا  
(روح الصلحی) ابتلاء کا لہو مٹی ہے یعنی چاہا اور ہوا ہونا جیسے دنیوی نعمتیں مختلف طریقوں سے تلاش کی جاتی ہیں۔ آگے سے  
زبان سے قلم سے اور ہانگ دوڑ کر کے بھی حکام و سلاطین سے مل کر اسی طرح رضا الہی تلاش کرنے کے بہت طریقے ہیں  
اسے عیالات سے بھی تلاش کرتے ہیں۔ ریاضات سے بھی اسی طرح مجاہدات سے بھی کبھی ترک عیالات سے اسے ڈھونڈتے  
ہیں اور جان بوجھ کر ان حضرات نے اسی موقع پر آخری طریقہ سے رضا و تلاش کی تھی۔ یعنی ان کا یہ بار رضا رب کی  
طلب کے لئے ہے نہ کہ کسی نفسانی مال و حق میں۔ تو یہ یوہاری بھی یاد رکھیں کہ واللہ وہ وف بالعباد و عوف۔ رات سے صبح  
یعنی بڑی رحمت۔ پھر عیونِ قبول اگر اور بھی زیادتی کے معنی پیدا ہوئے۔ عیون سے یا تو عام بندے مر لوں یا یہ تو کچھ یوہاری  
جنسوں نے رضائے الہی کے عوض اپنا سب کچھ دے ڈالا یعنی اللہ اپنے ایسے پیارے بندوں پر بہت سی مہربانی ہے کہ اس نے ان  
کی یہ تجارت قبول فرمائی۔

خلاصہ تفسیر : منافقین کا تو اصل تم سن چکے وہ سب ہی باجی ہیں مگر ان میں بعض بہت سی خبیثت کبھی مخلصین کا مل بھی  
سنو کہ یہ سب ہی اچھے ہیں مگر ان میں بعض تو ایسے جہاز بیلور ہیں جو محض رضائے الہی کی طلب میں اپنی جان بھی فروخت کر  
ڈالتے ہیں اور پھر ملک کے سپرد کر کے اسی کی مرضی پر صرف کر دیتے ہیں۔ وہ بھی یاد رکھیں کہ ایسوں پر اللہ بھی بہت سی مہربانی  
ہے کہ اس نے نہایت قدر و عزت سے ان کی جان و مل کو خرید لیا اور اسے اپنی خاص ملک کا کر پھر بلو وکیل انہیں کے حوالہ کر  
دیا اب وہ جو کچھ کریں گے صاری طرف سے کریں گے ان کا کام ہمارا کام ہو گا گواہی دینے والے وہ ہیں کرانے والے ہم سمجھ لائے  
اس سے بڑھ کر جان کی اور کیا قیمت ہو سکتی ہے کہ وہ رب کی ہو جائے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : حضور کی محبت میں جان و مل صرف کرنا اور حقیقت  
رب سے سوا اگر کچھ ہے حضرت علی یا صیب یا دیگر حضرات نے جو کچھ بھی کیا۔ حضور ہی کے عشق میں تو کیا خدا کر پنے اسے  
مروضات اللہ فرمایا اللہ لب بھی مسلمانوں کا حضور کی محبت و عشق میں جان و مل خرچ کرنا رب سے ہی تجارت ہے۔ فریاد  
حضور کی اطاعت رب کی اطاعت ہے حضور کی سننا رب کی سننا ہے۔ حضور کی نافرمانی رب کی نافرمانی ہے۔ حضور پر یا حضور کے  
خدا ام پر یہ خرچ کرنا رب کے ذمہ کرم پر قرض ہے۔ رب فرماتا ہے من لا الذی یفوض اللہ قرضاً حسناً۔ بلا تشبیہ

ہوں سمجھو کہ ہمارے پیارے بیٹے کلوست ہمارا دوست ہے اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے حتیٰ کہ جو ہمارے پیارے بچے کو قتل کرنے کا ہم پر قرض ہو تاکہ ہم توحید و فیتو میں دن رات اس کا شکار ہو رہا ہے۔ عالم شہادت عالم غیب کا نمونہ ہے۔ دو سر فائدہ: کوئی غیر صحابی صحابی کے رجب کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہمیں اپنی کسی نیکی کی قیامت کی خبر نہیں۔ من حضرت کی نیکیوں کی رب کی طرف سے رسیدیں بھی آگئیں اور انہیں قبولیت کا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا۔ بلکہ ہماری نیکیوں سے ان کی خطائیں اٹھل۔ جن کی سبلی کا قرآن میں اعلان ہو گیا۔ تیسرا فائدہ: جیسے کہ غریبہ ارچہ کا مالک ہے ایسے ہی رب تعالیٰ مسلمانوں کی جان و مال کا مالک ہے یعنی خالصت کی ملکیت سب ہی ہے۔ اس پر کوئی ڈوب نہیں یہ تکیہ اختیار ہے جس پر نہ ہر مذہب۔ چوتھا فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ اپنا آرام 'مل' 'لولہ' 'عزت' 'جان' یا 'پانچویں چیزیں اسلام کی ملکیت سمجھے۔ جس وقت جس چیز کی اسلام کو ضرورت ہو تو فوراً حاضر کرے۔ پانچویں فائدہ: ہر قسم کی نیکی کرنے والے اس آیت میں داخل ہے شرطیکہ ایک نئی سے کرے (کیر)۔

پہلا اعتراض: جان مال سب اللہ کا ہی ہے پھر بچے خریدنے کے کیا معنی؟ کیونکہ تجارت میں مال بیہواری کا ہونا چاہئے اور قیمت خریداری۔ جواب: اس معاملہ کو تجارت فرمایا مسلمانوں کی عزت افزائی ہے۔ اس کی مثال بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ مالک اپنے اس نظام سے کوئی چیز خریدے جسے تجارت کی اجازت دے دی ہو۔ اسے بھی تجارت ہی کہا جاتا ہے اگرچہ نظام اور اس کا سارا مال موتی کا ہے۔ دو سر اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا کہ بعض لوگ اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اپنی جان کا سودا کرتے ہیں تو رب تعالیٰ ان سے پہلے راضی نہ تھا اگر بیزار تھا تو وہ لوگ مومن کیسے ہوئے تھے اور اگر راضی تھا تو حاصل چیز کو حاصل کرنا تلاش کرنا محبت ہے۔ جواب: اللہ تعالیٰ کی رضا بہت قسم کی ہے رضا عامہ یہ تو ہر مسلمان کو نصیب ہوتی ہے۔ اگرچہ گنہگار ہو اس لئے آخر کار گنہگار مومن بھی جنتی ہو گا۔ رضائے خاصہ یہ متقی مسلمان کو میسر ہے۔ رضاء خاص خاص یہ ابراہیم و اخیار کو نصیب ہوتی ہے جیسے باپ اپنے غلام کو بیٹے سے بھی راضی ہوتا ہے اسی لئے اس کا کہہ نہیں بداشت کرتا اور لائق بیٹے سے بھی اور کلمہ پخت سے بھی اور اس فرزند سے بھی جو والدین کی مرضی میں نکلا ہو مگر یہ رضائیں علق ہیں علقہ تعالیٰ ان حضرت سے پہلے بھی راضی تھا کہ وہ مومن صحابی تھے اور لب جس رضا کی جستجو میں وہ لوگ جان کی بازی لگا رہے ہیں وہ رضائے ہے جو عشق کو میسر ہوتی ہے۔ مومنین کی رضائے اور ہے مستحقین کی رضا کچھ اور مگر عاشقین 'خاشعین کی رضا کچھ اور۔ رب فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عند ظک لمن یرضی وہ

تفسیر صوفیانہ: عام مسلمانوں نے تو اپنی جائیں جنت کے عوض فروخت کر دیں۔ مگر خاص اولیاء اللہ نے رضائے الہی کے عوض۔ تو گویا عام جانوں کی قیمت جنت اور نفس اولیاء کی قیمت رضائے الہی ہے ایسے خواہ اس کو چاہئے کہ وہ من شریعت سے نکل کر سید من محبوب میں مسافریں کر حاضر ہوں اور اسی کی رلو میں پہل دیں کہ فہم معنوی ہوں۔ حدیث شریف میں ہے طوبی للفریاد یعنی من مسافروں کو خوشخبری ہو۔ یہ مسافروں ہیں جو غفلت سے رشتہ توڑ کر خالق سے جوڑ بیٹھے اور عبادت و شہادت میں عوام کے مخالف ہو گئے۔ جیسے کہ ظاہری پاکیزگی ظاہری رزق پر مبنی ہے۔ ایسے ہی باطنی و خوب باطنی رزق یعنی معرفت کاملات و ابدیات میں برکت ہے اور اس سے دل زندہ اور نفس مراد ہو جاتا ہے۔ اسی سے انسان قید نفس سے چھوٹ کر موت اختیار ہی حاصل

کہے موتوا قبل ان تموتوا پر عمل کرتا ہے۔ مولا نافرمانے ہیں۔

اے بائیس شہید معتد مردہ در دنیا و زمرہ سے دور

اس بندہ کو چاہئے کہ غلط سے غلط کی طرف مروج کرے۔ جو رب کی طرف بھاگے اور اس کے عمل کو الے اور مشاہدہ جلیل میں فرق ہو جائے۔ وہ قل اللہ تم فوہم کے اسرار سے واقف ہو جاتا ہے۔ لولا ترک میل بھر ترک لولا کر کے آخر کار نفس سے منہ موڑ بیٹھتا ہے۔ ترک میل پر توحید الفعل کی اور ترک لولا پر توحید مفلت کی چلی ہوئی ہے اور ترک نفس پر عمل توحید ذات جو کہ عقل درجہ ہے۔ عاقل کو چاہئے کہ ذکر اللہ کے معنی سے آئینہ قلب کو صاف کرے کہ یہی طالب کو مطلوب تک اور مسافر کو حیل حصول تک پہنچاتا ہے۔ تاجر کو چاہئے کہ بل خریدار کے حوالہ کرے۔ ایسے ہی عاشق پر لازم ہے کہ اپنا سب کچھ رب کے سپرد کر دے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے داخل ہو جاؤ بیچ اسلام کے پورے اور نہ پیچ دی کرو قدموں کی شیطانی کے

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہوؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو یہ شک

الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ

شیطان وہ واسطے تمہارے دشمن ہے کھد ہوا پس اگر پھسل جاؤ تم جہے سے اس کے کڑائیں

وہ تمہارا کھد دشمن ہے اور اگر اس کے بعد بھی پھسلو کہ تمہارے پاس

الْبَيِّنَاتُ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

تمہارے پاس قسطنٹیناں ہیں ہمارے کہ تحقیق اللہ عزت والا حکمت والا ہے

دشمن حکم آپ کے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی رغبت دی گئی اور دوسری میں مل و لولا پر لات مار دینے کے فضائل بیان ہوئے اب تقویٰ میں بے باطلو اور غلط افراط سے روکا جا رہا ہے کہ بلکہ جو حلال چیزوں سے محروم ہو جائے اور شرعی اجازتوں سے فائدہ نہ اٹھائے پرہیزگاری نہیں۔ گویا پہلے تقویٰ کی تعریف تھی اب اس کی حد بندی۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں منافقین کا بیان کیا گیا کہ ان کا ظاہر اسلام کے موافق اور باطن اس کے خلاف ہے۔ اب مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنا ظاہر و باطن دونوں اسلام کے موافق رکھو۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں ایک تجارت کا ذکر ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی جائیں رب کے ہاتھ فروخت کیں۔ اب انہیں بتا دینے کا حکم ہو

شان نزول : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے بعض ساتھی اسلام لانے کے بعد بھی شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے۔ منجہ کی تعظیم کرنے اس حد تک کہ سے بچتے تھے۔ لونڈ کے حدود اور گوشہ سے پرہیز کرتے تھے۔ ان کا ذلیل حاکم و جس اسلام میں موسوی نہیں تھے ہاتھیں اور توبہ میں سخت معافی کے بعد لوہے میں اسلام کی غلط فہمی اور دین موسوی پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ آیہ متل ہوئی۔ جس میں انیسواں سے دو گایا (مومن شریعت)۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ آیہ منافقین کے حق میں آئی انیسواں گئی سے منع کیا گیا کیونکہ مکر فرشتہ مہین کی روایت قوی ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے نہ کہ منافقین سے۔ منافقین کا اللہ تعالیٰ اسوا میں داخل کیا گیا ہے۔ بعض کا ذلیل ہے کہ اس آیہ کا نزول بعد کے بارے میں ہوا۔ اور اس میں ان کو جو اسلام ہی گئی (کہیں)۔

[illegible]

یعنی سب کی سب اس کی نسبت توحید کی نہیں بلکہ مہمان کی ہے یا تو غلو کی خمیر سے مل جاتا ہے یعنی تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ یا پھر بے اسلام میں آ جاؤ اور اس کے سارے احکام ہوں۔ عقائد اہل ہر حیثیت سے مسلمان بنو۔ خیال رہے کہ اسلام گویا عمارت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا کہ اسلام کے ستون نمازیں ہیں جو کوئی عمارت سے باہر رہ کر اس کی دیوار کی آڑ لے لے نہ اگرچہ سایہ حاصل کرے گا مگر گرمی سردی ہارشی چھوڑی سے محفوظ نہیں رہ سکتا جو مکان میں داخل ہو جائے اس طرح کہ مکان ہر طرف سے اسے ایسے گھیرے جیسے مرکز کو دائرہ کہ سر مکان کی محبت نہ چھے اس کا فرش آگے پیچھے دائیں بائیں اس کی دیوار میں تو اب مکان اسے سزا دی گئی پوری وہ فیروز سے چمکے گا مگر سناٹا بنے گا پھر کہ اسلام کی آڑ لے لی۔ جس سے وہ قتل سے محفوظ ہوگا۔ مگر شیطان جو روزہ و ریح کی سردی گرمی سے نہ بچ سکے۔ سو من اسلام میں اس طرح داخل ہو سکے کہ دل میں اسلام کے عقائد آجائے۔ دل میں عشق ہی اسودا اعضاء میں اسلام کے احکام ہو۔ خلد قلبی ہر طرح محفوظ ہو سکے۔ اسی لئے لڑنا ہو کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ یعنی محل اس کی آڑ نہ ہو۔ ولا تتبعوا خطوات الشیطان یہ لہجہ سے بنا معنی پیچھے چلو۔ خطوات (خروج کے پیش سے) کی جمع ہے معنی دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔ محل اس سے راستہ مرو ہے جو کہ شیطان راستہ بہت ہیں۔ اس لئے جمع فرمایا گیا۔ یعنی شیطان کے پیچھے مت چلو یا شیطان کے بنائے ہوئے راستے پر نہ جاؤ اور اس کے دوسروں اور شبہات میں نہ آؤ۔ کیونکہ اے لکم علو مبین وہ تمہارا اگلا ہوا دشمن ہے کہ تمہارے وہ آدم علیہ السلام کی بھی مخالفت کرے گا ہے اور اب بھی تمہارے پیچھے پڑا ہے۔ گم کے مقدم کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانوں خاص کر مسلمانوں کا زیادہ دشمن ہے کہ وہ انہیں کی بدولت جنت سے لگا۔ فرشتوں اور جنات سے اسے اتنی ضرورت نہیں۔ نیز جو بھرے گھر میں ہی جاتا ہے۔ مسلمانوں کے دل جو کہ نور الہی سے معمور ہیں اسے انہیں کی زیادہ فکر ہے۔ کفر کا پہلی سے یہ افتراق کرنا کہ ان سے مطمئن ہو کر خیال رکھو کہ فان زلتمہ فقل زلزل سے بنا معنی ہلکا چکی جگہ کو زلہ اسی لئے کہتے ہیں کہ پھسلن ہے یعنی اگر تم عقیدوں میں یا فرائض و واجبات مستحکم کسی عمل میں بھی سیدھے راستے سے ڈگمگائے (کیسا) من بعد ما جاء تکم الہدیت یہ جسکی جمع ہے معنی کل دلیل و اثر اس سے قرآنی آیتیں مرو ہیں یا حقایق اسلام کے عقلی و نقلی و عملی یا حضور علیہ السلام کے مہجرات یا خود حضور علیہ السلام کی ذات پاک کیونکہ ان کی ہر لہجہ رب کی دلیل نور و کمال مظہر و ابطل ہے یعنی اگر تم قرآن کریم یا مہجرات یا اسلام کی حقایق سے کلام یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے کے بعد بھی اسلام سے ڈگمگائے تو لا علموا ان اللہ عز و جل حکیم و مدبر بھی نہ کرنا کہ تم رب کی کلام سے باہر ہو وہ تم پر ہر وقت غالب ہے اور تم ہر دم اس کے بعد میں۔ اپنی حکمت سے ہی تمہیں بلکہ ملت سے کر تمہاری سخت کڑ فرمائے گا جس جرم کے بعد وہ ظنہ خود در جہم یا ستودہ فیہ آئے تو اس میں اشارة فرمایا جاتا ہے کہ یہ گندہ کش دیا جائے گا اور اگر بعد میں عن زندقہ یا عن زندقہ فیہ آئے تو مطلب ہوتا ہے کہ اس جرم کی سزا ملے گی۔ یہاں وہ سری جانب اشارہ ہوا ہے یعنی یہ گندہ کش ملحق نہیں اس پر کڑ ہوگی۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! اگر تم سے بچو اور چلے بن سے دور رہو۔ اسلام میں ظاہر و باطن پورے طور سے داخل ہو جاؤ۔ مسلمان ہو کر دوسرے مذہب یا کفر کی رعایت کیسی۔ مضبوط مسلمان بنو اور لو حق کو چھوڑ کر شیطان راستے اختیار نہ کرو اور نہ

اس کے قدموں پر چلو کیونکہ وہ صرف تمہاری کھلاؤ دشمن ہے چونکہ تمہاری وجہ سے وہ ذلیل ہو کر جنت سے نکال دیا گیا۔ پس وہ تمہیں بھی جنت سے دور رکھنا اور ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ دولت ایمان تمہارے پاس ہے جس کی وہ مانگ میں ہے تم غفلت سے کام نہ لو۔ یا اے وہ لوگو جو مشق کے دن ایمان لائے تھے لب پرے مسلمان بنو کہ دنیا میں اسلام لائے کیونکہ اسی فطری اسلام پر جزا و ثواب۔ وہاں تمہیں اسلام سے روکنے والی کوئی چیز نہ تھی لب پہلا اسلام لائے تاکہ جزا و ثواب سے روکنا نہ ہو۔ حق تعالیٰ نے بھی ایمان لائے ہوئے پر لب پہلے مسلمان بنو کہ قرآن آخری نبی پر بھی ایمان لائے کہ اس کے بغیر تمہارا نبی کتب گنہگار رسول پر بھی ایمان ناقص ہے کیونکہ انہوں نے یہ بھی نبوی تھی کہ قرآن اور آخری نبی آئیں گے اگر تم نے انہیں نہ مانگا تم نے ان آیات کو نہ مانگا اور اگر قرآن نبی کتب میں تو تو روئے انجیل کی وہ آیات بھی غلط ہو گئیں جن میں اس قرآن کی آمد کی نبوی مکی ہے یا اے منافق جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر دل سے ایمان لائے اس کے بغیر اسلام ناقص ہے اسلام کے دو رکن ہیں دل سے تصدیق زبان سے اقرار جب تم نے دل سے تصدیق نہ کی تو تم مسلمان کیسے بنے یا اے غفل مسلمانوں تم سب مسلمان بن جاؤ کہ اپنا طور طریقہ بھار کھو کہ تمہیں دیکھ کر تمہارے بچے بلکہ تمہارے نوکر چاکر بلکہ تمہارے پڑوسی محلہ والے مسلمان ہو جائیں سب کو اسلام کے رنگ میں رنگد۔ جیسے صلح حدیبیہ کے بعد جو مکہ سے کافر و چاروں کے لئے مدینہ منورہ آ جاتوہ مسلمانوں کے اخلاق دیکھ کر مل سے مسلمان ہو جاتے تھے فریقہ اس کی علامت تفسیر پانچ ہیں۔ آگے اور شلو ہو رہا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ اسلام کی کلی ہوئی دلیلیں آج ہیں۔ قرآن کریم صاحب قرآن حق کے معجزات سب کچھ پہنچ گئے لب بھی اگر تم سیدھے راستے سے ڈرنا گائیے تو یاد رکھو کہ اللہ بہت غلب بھی ہے۔ تم اس سے بچو نہیں سکتے اور حکمت و تدبیر بھی ہے کہ بدوین کو جنت میں اور پرہیزگاروں کو جہنم میں نہ بھیجے۔ ہر ایک کو اس کا حق ہے غفلت و حکمت ہے تو انیکسین کر کو تاکہ اچھی جزا پڑے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : بدوینوں اور بدوینوں کی رعایت کرنا سخت جرم ہے۔ دیکھو لوٹ لاکھ لاکھ اور ہفت کے دن شمار کرنا اسلام میں واجب نہیں بہت سے مسلمان نہیں کہنے مگر چونکہ عبد اللہ ابن سلام وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ رعایت کرتے ہوئے اس سے بچنا چاہیے۔ قرآن الہی آگیا اور اس رعایت کو شیطان راستہ کہا گیا۔ مسلمان ہو کر کفر کی رعایت کیسی؟ دو سر فائدہ : محلل میلاد شریف وغیرہ فرض واجب نہیں۔ مگر کوئی بدوین رعایت کیا وہایت کی رعایت کرتے ہوئے اس نے بچے اور بچے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ واجب نہیں اور بدوینوں کے نزدیک حرام ہے۔ لہذا اس سے بچنا بہتر۔ وہ بھی اسی آیت میں داخل ہے۔ مسلمان اس بلا میں بہت گرفتار ہیں۔ غلط رحم فرمائے۔ تیسرا فائدہ : اس آیت میں بہت سی وسعت ہے سارے اسلامی عقیدے اور سارے اعمال اس میں داخل و اڑھی منہ اشترکین کا سہاں پنہ و لا کفار کے سے ہم رکھو و لا سب اس میں داخل ہیں۔ عقیدے بھی اسلامی اختیار کرو اور اعمال بھی صورت بھی مسلمانوں کی سی ہو اور سیرت بھی نام بھی مسلمانوں کا سار کھو اور کام بھی زندگی بھی اسلامی ہو اور موت بھی مثالی بھی اسلامی ہو اور رسم و رواج بھی۔ غرضیکہ مروجین اسلامی ہو اس کی پوری تفصیل کے لئے اہل کتب مسلمان زندگی کا مطالعہ کرو۔ قلب کا قلب پر قلب کا قلب پر اثر پڑتا ہے۔ جز بھی درست کرو۔ اور شاخیں بھی تاکہ ایمانی پھل کھاسک۔ چوتھا فائدہ : ہر

مسلمان اپنے اہل قربت خصوصاً بلی بچوں کو سچا مسلمان بنانے کی کوشش کرے کہ اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تم صرف اکیلے ہی مسلمان نہ ہو۔ سب مل کر مسلمان ہو جاؤ۔ وہ سری آیت میں ارشاد ہوا **لَوْ اَنَّكُمْ وَاهِلُكُمْ قَارَا**۔ پانچوں فائدہ: گناہ کبیرہ سے بھی بچے اور صغیرہ سے بھی۔ صغیرہ کو ہلکا جانا ہے تو قوی ہے کیونکہ یہاں فرمایا گیا **لَا اَنْ زَلَمْتُمْ** اگر تم بھل بھی جاؤ۔ جس میں عفت میں بھی داخل ہیں۔ چھٹا فائدہ: بے خبری رب کے ہاں پکڑ نہیں۔ دلائل آنے کے بعد جو پہلے اس کی پکڑ ہے۔ ساتواں فائدہ: دلائل سے بے خبر رہنا مذہب نہیں کیونکہ یہاں دلائل آنے کا ذکر فرمایا گیا کہ جلتے کا آج اسلام کے دلائل سے شکر موجود ہیں جو اس سے غافل رہے وہ اس کا قصور ہے۔ آٹھواں فائدہ: غیر ممنوع چیز کو منع جانا ہے دینی ہے دوسری ڈیجی بھی اس میں داخل ہیں کہ تمام امور غیر جنہیں شریعت نے حرام نہ کیا انہیں حرام جانتے ہیں وہ بھی اس سے جہت پکڑیں۔ حلال چیز کو حرام کر لینا تقویٰ نہیں بلکہ حرام سے بچنا، نیک کام کرنا تقویٰ ہے۔ اس سے وہ لوگ جہت پکڑیں جو نکاہری فقیرین کو گوشت، کھل جو فیو سے بچتے ہیں۔ مگر محوٹ، نہایت بھنگہ فیو سے نہیں بچتے۔ تقویٰ تو حضور کی پیروی میں ہے۔

**اعتراض:** پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ سرے سے مذہب کی رعایت سے ہے۔ مگر حلی بارہا فقیروں کی رعایت کرتے ہیں اور شافعی مذہب حلی کی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حلی امام جب اس کے پیچھے شافعی بھی لڑ پڑھتے ہوں تو عورت یا ذکر کے پھوسنے سے وضو کر لے یہ رعایت کیسی؟ جواب: کفار کی رعایت جرم ہے یہ چاروں مذہب حق ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب ”جام الحق“ میں دیکھو۔ فقہاء کے اختلاف سے بچنا مستحب ہے۔ دوسرا اعتراض: زلتم سے معلوم ہوا کہ خطا ہو گئی کی پکڑ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ میری امت سے بھول چوک معاف ہے۔ جواب: خطا ہو گئی کی معافی ہے نہ کہ بدعت کی۔ یہاں اصل مقصود یہ ہے۔ یعنی جو لٹل سے رہے مگر اختیار کر لے اس کی پکڑ ہے۔ غلط یہ ہے کہ نسیان یعنی بھول چوک اور خطا معاف ہے مگر مسئلہ سے بے خبری معاف نہیں یا گناہ صغیرہ ہلکا جان کر کرنے سے معاف نہیں۔ مثلاً ایمان پر آکر ڈالتے وقت شیطان پہلے مستحب کی دیوار توڑتا ہے۔ پھر اجابت کی پھر فرائض کی پھر عبادت کی پہلی دیوار مضبوط کر دیتا یا غلط یہ عقیدہ اختیار کر لینا معاف نہیں۔ معاف اور جہت ہے پکڑ کسی اور چیز پر ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا صرف اسلام ہی کو پسند کرتا ہے تو مسلمانوں کا خدا ہونا کہ سارے جہان کلمتے چاہتے کہ سب بندوں کو پسند کرے (ستیا تھ پر کاش کہ جواب: اسلام رب کی اطاعت ہے اور کفر اس کی نافرمانی اور اطاعت کو پسند کرنا نافرمانی سے نافرمان ہونا عین انصاف ہے۔ شاہد آریوں کا بھگوان گائے چھینواؤں اور گائے کھانے والے مہلیاں سب ہی کو پسند کرتا ہو گا۔ اسلام میں ایسی ہیر مگری اور جہت راج نہیں۔ چوتھا اعتراض: دل میں ایمان چاہنے والوں نے شکل پر پابندی کیوں لگادی؟ جواب: صورت اور میرت حدوں درست کرنا ضروری ہیں۔ اچھا کھانا جو عیسائی برتن میں کھاتا۔ صورت شافعی ہیں اور دلی جڑ حدوں کی ہی اصطلاح کو ”اسلامی زندگی“ کا مطالعہ کرنا پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت بڑی ہی چیز ہے۔ کھوجن لوگوں نے ترک گوشت کو ضروری جانا پر حجاب آگیا ایسے ہی جو کوئی غیر شرعی چیز کو ٹوہل جلتا کر لے رہا شرف علی تھانوی تفسیر کہ جواب: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی غیر ممنوع چیز کو ممنوع جلتا ہے وہ بے دین ہے لوث کا گوشت منع نہ تھا اسے حرام جلتا تھا ہوا۔ امور غیر میلاد و فیو منع نہیں۔ انہیں منع کھانا بے دینی ہے۔

بدعت نہ اچھی چیز ہے۔ جیسے قرآن کے اعراب چارہ رسد پر بند۔

تفسیر صوفیانہ : اس آیت میں عام لوگوں کو عام خطاب ہے اور خاص لوگوں کو خاص۔ خطاب عام تو وہ ہے جس کی تفسیر حدیث شریف میں ہوئی کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ بے مسلمان سلامت رہیں اور موسم وہ جس سے لوگ امن میں رہیں۔ خطاب خاص خاص لوگوں سے ہے کہ اسے لوگوں کو اپنے ظاہری و باطنی سادے مضامین کو اسلام میں داخل کر دے کہ سب سے رخصت اعلیٰ کا کام ہے۔ آگے سے ایمانی چیزیں دیکھو۔ کان سے ایمانی آوازیں سنو۔ حد سے اسلامی غذاؤں کھاؤ اور شراب کا اسلامی اجازت پر کام میں لگو۔ ہاتھ سے ایمانی چیزیں پکادو۔ اور سر سے ایمانی جگہ میں جاؤ۔ بلکہ کسی عضو کو بھی دیکھ کر کام میں خرچ نہ کرو۔ اسی طرح باطنی اجزاء کہ نفس کو کفر سے نکل کر اسلام میں داخل کر دے اور وہی ملامتیں چھوڑ کر اچھے صفات پیدا کرو تاکہ اوچھی الی وہیک کا خطاب پڑے اسی طرح قلب کو نفسانی ملامت سے بچا کر روحانی ملامت سے موصوف کر دے۔ روح کو اللہ تعالیٰ سے متصف کر دے۔ مومن کو اللہ سے پہلو کر دے۔ کائنات سے لپٹ کر کائنات کی اللہ کے ہاتھ پائے پھردے۔ ظاہری کام تو ملاحضات کے بھی درست تھے۔ باطنی سببنا مومنوں کا کام ہے۔ اللہ اور خود و شیطان راستے ہیں اس سے بچو اور شیطان تمہاری غفلت کا دشمن ہے وہ تمہارا نظری اور پچھلا چلتا ہے اس کی کوشش ہے کہ تم نور سے تاری میں آ جاؤ۔ اسے مسلمان بنا کر تم چلیات دیکھ کر بھی رول مونی سے حاصل کئے تو یاد رکھو کہ رب کی بارگاہی عزت سے وہی تک پہنچنا ہر ذلیل اور کہت کا کام نہیں اور وہ عکس و فلا بھی ہے اعلیٰ کو اپنے تک پہنچانے کا وہی کام نہیں۔ اگر اعلیٰ کا شوق ہے تو اپنے میں اعلیٰ پیدا کرو۔ اس کام کی تفسیر یہ دو شعر ہیں۔

بھی کو دیکھتا تیری سنا تھا میں گم ہوا      حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں  
سر کھلنے کی تمنا ہے تو سر پیدا کر      حیر کھلنے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر

دوسری تفسیر : مومن بکثرت اعلیٰ درجہ پر ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا آجائے اور اسلام اس کی رنگ و رنگ میں سرایت کر جائے یعنی آگ میں گئی تو صرف گرم ہو کر پک گئی مگر آگ بندہ بن سکی۔ کوئلہ میں آگ گئی تو کوئلہ خود آگ بن گیا کہ اس کا کام رنگ و روپ سب آگ کا سا ہو گیا تھا خاص ہو گیا تھا یا کپڑے پر پہنچا تو اسے جلادیا۔ ایسے ہی اگر تم میں اسلام آگیا تو تم سر اور نور ہو جاؤ گے کہ جس میں بنو گے آگ لگدو گے۔ جلد و تن ہو گے وہاں ملے لگ جائیں گے جس جگہ پہنچے جاؤ گے وہ جگہ نور بن جائے گی۔

جس طرف کو اٹھ گئیں عالم متور ہو گئے      میں تری آنکھوں کے صدفے تن میں کتنا نور ہے  
چو راہ میری کو غری میں چوری کرنا ہے اگر نور ایمانی رنگ و رنگ میں رنج جائے تو شیکھان چوری نہ کر سکتے صوفیاء کرام کا نفسی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس چار چیزیں ہیں۔ جسم، دل، دماغ، نص اور اسلام میں بھی چار چیزیں ہیں۔ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اسلام میں پورے آجائے گے معنی یہ ہیں کہ جسم پر شریعت، دل میں طریقت، دماغ میں حقیقت اور نص میں معرفت رنج جائے اس وقت مومن تو آئینہ ہو تا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دار آئینہ کا نوا ہے اصل کی نقل ہوتا ہے کہ اصل پر جو حرکت سکون طاری ہو تا ہے وہی آئینہ کے عکس پر طاری ہو تا ہے۔ اسی طرح مومن کے جسم و دل و دماغ

مدح پر وہ اولاد ملتی ہوتی ہیں جو اس بندے کے واسطے سرکاری کی طرف سے وارد ہوں۔

تیسری تفسیر: مسئلہ اہم اپنے جان و مال رب کے ہاتھ فروخت کر چکا اب اسے پروا بھی کرو کہ ہر کام میں اسی کی اطاعت کرو۔ شیطان تمہارا فطری دشمن ہے کہ وہ تمہاری ہے تمہاری۔ وہ تمہارے پاس دو ستارہ عقل میں آکر تمہیں خیانت پر آمادہ کرے گا۔ خیانات میں خیانت نہ کرنا۔ اگر تم نے تسلیم سے سر پھیرا تو خدا غالب ہے تمہارا پانی جڑ تم سے لے گا وہ پھر تمہیں کچھ ٹوکے گا (ابن علی) صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا پھسلن بھی ہے اور یہاں اندھیرا بھی جب رستہ میں پھسلن اور اندھیرا دونوں ہوں تو مسافر کو ایک سلامی بھی چاہئے جس کی ٹمک سے وہ گھٹنے سے بچے اور روشنی کی بھی ضرورت ہے تاکہ غارِ خار و غیموں میں پھنس نہ جائے۔ عشق مصطفوی دنیا کی شمع ہے اور شریعت مصطفوی یہاں کی لامی اگر مسافر کے پاس یہ دونوں چیزیں ہیں تو انشاء اللہ بخیریت منزل مقصود پہنچ جائے گا لیکن اگر ان دونوں سے الگ رہا تو پھسل کر غار میں گرے گا غار میں الجھے گا کسی لئے رب نے فرمایا لَنْ يَنْفَعَكَ دِينَكَ مِنْهُمَا مَا جَاءَ تَكُنَّ الْبَهِتَ لَنْ يَنْفَعَكَ

ذوہ عشق نبی از حق طلب سوز صدیق و ملی از حق طلب

یعنی جب تمہارے پاس یہ دونوں چیزیں پہنچ دیں تم پھر بھی حق سے کام نہ لو اور پھسل جاؤ تو تمہاری سخت پکڑ ہوگی۔ یہاں بیعت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے کیونکہ حضور حق و باطل یکسوہ میں مبیعت فرماتے ہیں جیسے کوئی کھرے کھوٹے سونے میں اسی لئے حضور کا ہم بیعت بھی ہے یعنی روشن دلائل کا مجموعہ کہ آپ کی ہر بات ہر لواء روشن دلیل ہے جو آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کی بی بی کی کہ وہ ایسی سبب و قوف ہے۔ جیسو عوہ میں بیٹھ کر لڑنے سے کتب پڑھنے والا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ

نہیں انتظار کرتے ہیں مگر اس کا کہ آئے ان کے پاس اللہ نیچے سحابوں بادلوں کے اور  
کا ہے کے انتظار میں رہا مگر یہ بھی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے

وَقَضَى الْأَمْرَ إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

فرشتے اور فیصلہ کیا جائے معاملہ کا۔ اور طرف اللہ کے ہی رہا ہے جانتے ہیں معصدا ت۔

انہی اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کرنے سے روکا گیا تھا۔ اب اس کی سزا اکابین ہو رہا ہے کہ اگر انہوں نے اب بھی گمراہی اختیار کی تو عذاب کی سزا دی جائے گی۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیتوں میں بتایا گیا کہ حقانیت اسلام کی روشن دلیلیں آچکی ہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ جو اب بھی ایمان نہ

لئے شاید اللہ اور فرشتوں ہی کے دیکھنے کا مختصر ہے مگر اس کا دیکھنا ان کے لئے بہتر نہیں بلکہ فیصلہ ہی ہو جائے گا۔ تیسرا تعلق: تجلی آیت میں رب کے قرعہ اور حکمت کا ذکر ہے۔ اب اس کی قدر سے تفصیل ہو رہی ہے۔

تفسیر: جل بطرون مل سول معنی نئی ہے۔ بطرون غلط سے ہے جس کے معنی ہیں دیکھنا، غور کرنا، انتظار کرنا۔ تیسرے معنی مرلوں ہیں۔ یعنی کفار اس قدر دلائل سن چکے کہ بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتے۔ اب انہیں اور کسی چیز کا انتظار نہیں۔ الا ان ما نھم اللہ ظاہر ہے کہ یہاں امر اللہ اب پر شہد ہے کہ اللہ جل جلالہ آئے سے پاک ہے۔ یعنی مگر کہ ان پر اللہ کا عذاب یا عظیم ہلاکت آ جائے۔ اور ممکن ہے کہ کوئی مصلحت پر شہد نہ ہو اور ہاتھ بڑھتا ہو یہ کام فرمایا جا رہا ہو کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم بغیر رب کو دیکھنے آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب علیہ السلام یہ تو آپ پر ایمان لانے کے لئے بھی اسی بات کے منتظر ہوں گے کہ رب کو دیکھیں مگر آپ کو مانیں (دیکھنا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے قیامت مرلوں ہو۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رب تعالیٰ بلوں میں سے عرش سے کرسی کی طرف جلی فرمائے گا (مستور)۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ہاتھ لانے کے معنی میں ہو اور نئی نظر میں نئی معنی ہو یعنی یہ اسی انتظار میں ہیں کہ اللہ ان پر کالے بول اور ملائکہ بھیجے (دیکھنا) غلطی ظلال من الضلال غلط ظلال کی جمع ہے جیسے قلعہ کی جمع قلاع۔ سلیہ کو ظلال اور سلیہ کرنے والی چیز یعنی سابقین کو عذاب کہتے ہیں۔ مگر قرآن کریم میں یہ عذاب ہی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے عذاب يوم الظلال جیسے ظلال من النار یا جیسے موج كالظلال غم غم سے بنا معنی چھینا اور ڈھچکا۔ رنج کو اسی لئے غم کہا جاتا ہے کہ وہ دل کو اذیت پہنچاتا ہے۔ اصطلاح میں غم اکثر سفید بول کو اور بھی ہر بول کو کہہ دیتے ہیں (روح المعانی)۔ یعنی اللہ کا عذاب سابقین کی طرح چھائے ہوئے بلوں میں آئے۔ من یا یہ ہے۔ اور غم ظلال کلیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ من لینا یہ ہو۔ والہ لکنکما یہ لفظ اللہ پر معطوف ہے اور اس سے عذاب کے فرشتے مرلوں ہیں۔ یعنی یا تو اس پر عذاب ہی آ جائے یا عذاب کے فرشتے۔ و لکنی الا موسیٰ ہاتھ پر معطوف ہے اور قضا معنی پورا کرنا ہے۔ ہر سے مراد ان کی ہلاکت کافران یا حساب و کتاب یعنی ان سب کا کام تمام کر دیا جائے یا قیامت کا حساب و کتاب تمام ہو جائے والی اللہ توجیع الا مولیٰ اللہ کے مقدم کرنے سے صبر کا ثمرہ ہو۔ اور امور سے خلق کا عذاب اور ان کے سارے اہل مرلوں ہیں۔ یعنی ظلمت کے اہل ان کے سارے حساب و کتاب کا رجوع صرف اللہ ہی کی طرف ہے نہ کہ کسی اور کی طرف۔ عدول کو چاہئے کہ اس سے اریں اور ہی کی عبودت کریں کیونکہ اس کی پکڑ سے کوئی چھڑانے والا نہیں۔

خلاصہ تفسیر: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار کھانیت اسلام کے دلائل سن کر ہلاک قرآن اور صاحب قرآن کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ تو اب صرف اسی انتظار میں ہیں کہ عذاب کے بول ان پر چھا جائیں۔ جنہیں یہ رحمت سمجھ کر خوش ہوں اور اس سے ان پر عذاب آئے اور عذاب کے فرشتے بھی ان پر اتریں اور ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اب مجھ عذاب اور کوئی چیز انہیں بدایت نہیں دے سکتی۔ مگر عذاب دیکھ کر ایمان لانا یا کار۔ تمام کاموں کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ یہ کس کے بھوتے پر اس کی مخالفت کر رہے اس کی پکڑ سے انہیں کون بچائے گا۔

دوسری تفسیر: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار دنیا میں تو ایمان لانے کے نہیں۔ اب انہیں قیامت کا انتظار ہے۔ جبکہ

رب تعالیٰ بلولوں میں عرش ہے کرسی پر جلی فرمائے گا اور حساب کے فرشتے ان کے سامنے آئیں گے اور کلمہ کے عذاب اور مومنوں کے ثواب کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تب یہ پتیلیں گے اور چلائیں گے اور ایمان بٹائیں گے اور دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے مگر اس وقت کی ساری کوششیں بیکار ہوں گی۔ تمام معاملات کا تعلق پروردگار سے ہے۔ لوہری سے سارے احکام جاری ہوتے ہیں پھر کس کے محو سے پر اس سے باز رہے ہیں۔

قائدے : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ : بد بخت کے لئے دلائل دیکھ رہے ہیں اس کا انجام عذاب ہے۔ جیسے کہ اصلی اور علامتی نور مل کر چیز نظر آتی ہے کہ نہ اندھا کہہ دیکھ سکے نہ اندھیرے میں انکھیاں آکھ لور سورج جیچہ رخ کی دونوں روشنیوں ضروری ہیں ایسے ہی دل اور دلیل دونوں کی روشنی چاہئے۔ بے بصیرت اور بے رہبر کبھی مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ دوسرا قاعدہ : بدوقوف بھی ملنا جائے گا مگر اس وقت جب سنا کام نہیں آئے۔ ہر کار عذاب یا موت دیکھ کر ایمان لائے گا مگر بے فائدہ۔

انچہ ولا کہ کہ بلول! لیک بعد از غربی بسیار  
تیسرا قاعدہ : جن آیتوں کے ظاہری معنی نہ بن سکیں ان میں تدریل ضروری ہے۔ چونکہ رب کے لئے آثار اور جلالا ممکن تھا  
یہاں تدریل کہ عذاب کا آثار لویا گیا۔ بلکہ بعض علماء نے اسے تشابہات میں قرار دیا (روح البیان)۔

پہلا اعتراض : یہاں بلول کی قید کیوں لگائی گئی کہ اللہ کا عذاب بلولوں میں آئے۔ جواب : اس لئے کہ بلول سے رحمت یعنی بارش آتی ہے۔ لوہر سے عذاب آتا ہے۔ تکلیف اور ناخوشی کا سبب ہے۔ جہاں خیر کی امید ہو وہاں سے بلا آنے میں بہت محنت ہوتی ہے۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام معاملات کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے مگر عذاب سری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی قیامت میں خلعت رجوع کرے گی۔ ان دونوں میں مطابقت کیونکر ہو؟ جواب : وہ بھی رب ہی کی طرف رجوع ہے شکی حاکم کے پاس جاکر حقیقت پوچھ لے کے پاس جانا ہے کہ وہ اسی لئے مقرر کیا ہوا ہے نیز ان کے پاس جاکر غرض سے ہے کہ وہ رب تک پہنچیں جیسا کہ ہم اللہ جہاں وی کی تفسیر میں عرض کریں گے۔

تفسیر صوفیانہ : جو لوہر محبت کا سفر لوہر سے ہمک جائے اور رب کے قائم کئے ہوئے نشانات دیکھے وہ اسی کا سفر ہے کہ رب تعالیٰ صفات قریہ کے پردے سے جلی فرمائے اور آسمانی بلاؤں کے فرشتے اس پر نازل ہوں اور جو ناگاہی اور محرومی اس کے قدر میں تھی اس کا فیصلہ ہو کر غور میں آجائے۔ چاہئے کہ گھٹنے کے بعد بھی رب کے قائم کئے ہوئے نشانات کے ذریعے راستہ کا پتہ لگالے۔ محبوہاں خدا انشک ہدایت ہیں۔ اور اس سے غافل کہنے والی چیزیں پس من و البھن خدا چاہئے کہ اس راستہ میں کاملین کے قدم بہ قدم چلے (الروح البیان و ابن عربی)۔

دوسری تفسیر صوفیانہ : جو چیزیں ظاہری حواس سے معلوم نہ ہو سکیں ان میں دلیل و کھلائی ہے اور دل و کھلم ہے مگر دلیل سے دل جب ہی دیکھ سکتا ہے جبکہ دل میں خود روشنی یعنی بصیرت ہو بغیر بصیرت دلیل بیکار ہے جیسے سورج جو کھاتا ہے اور آکھ دیکھتی ہے مگر کب جبکہ خود آکھ میں بھی روشنی اور بصارت ہو دیکھو مجربات نبوت کی دلیل ہوتے ہیں مگر وہ صحابہ کے کام آئے

اور جملہ ان سے قاعدہ انہما کا پھر جیسے آنکھ کی بعض بیماریاں آنکھ کی روشنی متعلق کر دیتی ہیں ایسی ہی حدود بعض مکیہ و مدینہ وغیرہ کو لے کر حاکم کر دیتی ہیں اور جیسے بعض سرے و دائیں آنکھ کی برائی بد حال کر دیتی ہیں۔ ایسی ہی خاک و لولہ اول کی بصیرت زیادہ کر دیتی ہے۔ مولا فرماتے ہیں۔

سرہ کن در چشم خاک لولہ کبہ بنی و لبتہ تا امتہ  
یہ زرب کے اس کے رسول کے فرماں ہدایت کے نشان ضرور ہیں۔ مگر یضاح کے بغیر یہ سب غیر مفید۔ جیسے پار کے بغیر بجلی کی قندیل بیکار ہے۔ مولا فرماتے ہیں کہ یہ بھی یضاح اس دل پر آتا ہے جہاں نرمی و عاجزی فروختی ہوئی ہے۔ مٹی نرم ہو کر تین تین ہو سکتی ہے مگر ہارم ہو کر دشمن کا پر نہ بننا ہے۔ "ہارم" ہو کر کاشت کے قتل ہوئی ہے انسان کلل نرم ہو جائے تو وہ بولی خوش قلب بن سکتا ہے۔ یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ جن بد بختوں کو تیساری فصاحت کا ہنہ دے کہ وہاں یضاح نہ ہو تو اس پر ملاحظہ ہی آئے گا۔

سَلِّ يَنْبِيَّ إِسْرَآئِيلَ كَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةً

مادر جو بنی اسرائیل سے کتنی دیں ہم نے ان کو نشانیاں عظمیٰ ہوئی  
بنی اسرائیل سے پھر جو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں اور جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی

اللَّهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

کی وجہ سے اس کے کہ آئیں ان کے پاس۔ پس تحقیق اللہ سخت عذاب دہا ہے۔

ضمت کو بدل دے تو بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ رب کی قائم کردہ دلیلوں پر غور نہ کرنا اور اس کی نعمتوں کی تقدیری کرنا بدعتی کی دلیل اور سزا الہامیہ ہے۔ اب ایک دھڑکا اس کی شہادت دی جا رہی ہے کہ پہلے بنی اسرائیل نے بھی یہی حرکتیں کیں۔ دیکھ لو ان کا کیا حال ہوا۔ اس سے ہجرت نکال دیا۔ خدا سراسر تعلق : پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ عز و حکیم ہے یعنی اس کا فیصلہ نہ تو رشوت یا زبردست سفارش سے عمل سکتا ہے کیونکہ وہ عز و حکیم ہے اور نہ کوئی قتل و قتل اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے کیونکہ وہ حکیم ہے لہذا اس کی نکار سے بچنے کی کوئی سبیل نہیں۔ اب اس کے ثبوت میں گزشتہ بنی اسرائیل کو اللہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق : پہلی آیتوں میں شرکین و کفار کی رعایت نہ کرنے والے مسلمان کو ہدایت کی گئی تھی۔ اب اہل کتاب کا ایک دھڑکا اس پر لایا جا رہا ہے کہ اپنی موجودہ نعمت بدحوکہ نہ کھاؤ۔ ہمیں دے کر جینا بھی آتا ہے۔ چوتھا تعلق : پادشاہوں کا قصہ ہے کہ پہلے قانون کی اشاعت کرتے ہیں مگر خلاف ورزی کرنے والوں کی سزا کا اعلان پھر اس سزا کی مثل کہ ان قوم نے خلاف قانون حرکت کی تو انہیں یہ سزا ملی۔ رب تعالیٰ نے پہلے قانون بیان فرمایا کہ مسلمان ہانتہ مسلمان نہیں مگر خلاف ورزی کرنے والوں کی سزا الہامیہ کیا اب یہی سزا کی مثل دی جا رہی

ہے کہ بنی اسرائیل نے اسلام میں کفر طواغیت میں یہ سزا لی۔

تفسیر: صل بنی اسرائیل، صل اسئل سے بدلہ درمیانی ہرزہ کا زبرد سین کو دے کر سلا ہرزہ گرا دیا گیا تخفیف کے لئے۔ یا تو حضور علیہ السلام کو خطاب ہے یا ہر قرآن شریف پڑھنے والے کو اور اس سول سے پوچھا حاکم نہیں بلکہ ان سے اقرار کرنا مقصود ہے۔ جیسے کوئی آقا فخرین نظام کے سامنے کسی سے کہے کہ تم اس کعبت سے پوچھا کہ میں نے اس پر کتنے احسانات کئے اور اگر ہر مسلمان سے خطاب ہے تو مقصد یہ ہے کہ اے مسلمانوں ان بنی اسرائیل کی تواریخ کا مطالعہ کرو۔ ان کے علماء سے دریافت کرو کہ ان پر ہم نے کیا احسان کئے اور انہوں نے کیسی ناشکریاں کیں تاکہ ہمیں جہرت ہو۔ وہ سب کی حالت سے تم جہرت ہو تاکہ وہ سرے تمہاری حالت سے جہرت نہ لیں۔ بنی اسرائیل سے یا تو عام موعود بنی اسرائیل مرلو ہیں یا ان کے نام خود ان علماء یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اے مسلمانوں اور ان بنی اسرائیل سے یہ تو پوچھا۔ ان لوگوں کا کہہ ہی دو مٹی نام تو ہے یہ سود اور فساد کی کیونکہ انہوں نے کہا تھا انا هدانا الذکر اور یہاں انہوں نے کہا تھیں انصار اللہ اور قوی نام ہے۔ بنی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد لفظ یہود میں سارے موسوی داخل ہیں خود کسی قوم سے ہوں اور لفظ نصاریٰ میں سارے عیسائی داخل خود کسی جماعت کے ہوں مگر لفظ بنی اسرائیل میں صرف اولاد یعقوب داخل ہوگی۔ چو کہ اولاد نبی ہوتا رب تعالیٰ کی جی نعمت ہے۔ اسی لئے لفظ تعالیٰ انہیں اس خطاب سے پکارا ہے۔ یہ لوگ ایک نسل میں سارے جمل سے داخل رہے ہیں۔ صرف اولاد انبیاء ہونے کی وجہ سے رب فرماتا ہے۔ انا فضلکم علی الطمین، کم اتھم من اہل بیتہ کم اصل میں کما تھلف کر اگر ہم کو ساکن کر دیا گیا کھ شیعہ اور مستغنیہ ہے۔ اس سے حد کا سوال یا اس کی خبر دی جاتی ہے۔ معنی کتا اور لانا ظاہر یہ ہے کہ یہ مستغنیہ ہے (کبیر) آیت سے مراد تو گنہگار و غیبیوں کے مجربات ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا پر بیاضا فرعونوں پر مینڈک، خون، بچوں و فیروہ کھڑا رب تعالیٰ کے فعلات جیسے فرعون کا خرق کرنا، دریا کا چرہ ہمید ان حیر میں ان پر بادل سے سایہ کرنا، من سلوی اتارنا، پہاڑ اکیرنا، موسیٰ علیہ السلام سے رب کا کلام فرمانا، توریت دینا، ان کے لئے حجر سے پانی جاری کرنا، فیوہ تمام چیزیں اگرچہ ان کے ہاں ہوں تو انہیں مگر نہ کہ یہ ان کی اولاد تھے تو گویا ان کو بھی ہمیں یہ آیت سے توریت شریف یا توریت کی آیتیں یا قرآن پاک یا رب تعالیٰ کے دلائل قدرت مرلو ہیں نہ کہ یہ تمام چیزیں مگر حق سے نجات دینے والی ہیں اس لئے انہیں نعمت بھی فرمائی گئی تھی ہم نے انہیں کتنی بہت سی کھلی نکلیاں یا کھلی ہوئی نعمتیں عطا فرمائیں مگر ان بد نصیبوں نے صرف لاپرواہی نہ کی بلکہ انہیں بدل بھی ڈالا۔ مگر یاد رکھیں کہ و من بدل نعمۃ اللہ تبدل سے بنا معنی بدل دینا کسی چیز کی حالت بدل دینے کو تغیر کہتے ہیں اور اصل بدل دینے کو تبدیل۔ نعمت اللہ سے مراد توریت کی آیتیں ہیں کہ انہوں نے ان میں تحریف کی یا پھیلی نعمتیں جو ان کی ناشکری کی وجہ سے بدل دی گئیں۔ من سلوی کے عوض ساگ پلٹ دیا گیا۔ مصر کی بد شہادت کے عوض وہ سب کا نظام ہٹا دیا گیا۔ نبوت کی بقدری کی وجہ سے ولایت بھی ہاتھ سے گئی وہ فیوہ نعمت سے محروم رہے، فرشتہ ہمیشہ آرام مرلو ہیں۔ جس کی ناشکری میں یہ دن رات مشغول یعنی جو کوئی لفظ کی دی ہوئی نشانی یا آیتیں یا کتابیں یا دلائل بدل دے یا گنہگار کے انہیں بدلوائے من بعد ما جاء قد بے خبری میں نہیں بلکہ ان کے پہنچ جانے انہیں پہنچ لینے کے بعد جان بوجھ کر تو فان اللہ شہید العظام اللہ کا کذب بہت سخت ہے جس سے ہٹکارنا ممکن۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! تم موجودہ بنی اسرائیل سے تو پرچھو کہ ہم نے انہیں کتنی تکلیف دی تھی اور ان پر کتنی رحمتیں کی تھیں۔ ہزاروں ظہر من میں بھیجے تو ریت 'زور' انہیں پر اندریں۔ آسانی بھیجے انہیں کو بیٹے۔ لولیاہ من میں پیدا کئے۔ نیز فرعون کی مصیبت سے انہیں کو نجات دی۔ دولت 'عزت' 'شوک' 'مشت' مسطحت انہیں عطا ہوئی۔ من و سلوٹی انہی پر اتزل مقام تپہ میں صدا ہا طرقتہ سے ان کی مدھیری کی۔ انہیں کی خاطر فرعون اور فرعونوں کو فوق کیا۔ مگر انہوں نے ہمیشہ رب کی نصیحتیں نہ لیں۔ گناہ کر کے بد لو انہیں سوئی علیہ السلام سے بہت پرستی کی اجازت مانگی۔ تو تھانے سے انکار کیا۔ انہیں حرم قسم کی جتنیں لگائیں اور خطبوں کو قتل کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کی کوشش کی۔ کنہوں کو بدل ڈالا۔ من و سلوٹی خود کہہ کر بڑ کر پافرجیکہ ہمیشہ لوہے سے ہی چلے۔ جس قدر ان کی باز برداری کی گئی۔ اسی قدر انہوں نے ملے ملے انداز سے نافرمانی کی۔ اور جو کوئی ہتھیاری کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے سزا بھی سخت دیتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ لب من کا کیمیل ہے مگر من کی آنکھ لب بھی نہیں کھلتی۔ مسلمانوں سے ہجرت بکاد اور ان کی صفات سے بچو۔ خیال رہے کہ تبدیلی نعمت عین طرح ہوتی ہے۔ (1) نعمت قبول نہ کرنے سے۔ (2) اس کو ظاہر یا خفیہ بدل دینے سے۔ (3) اس کا شکر لو نہ کرنے سے۔ بنی اسرائیل نے یہ تینوں ہی حرکتیں کیں۔ لہذا انہیں یہ ہوا کہ بجائے عزت و عظمت کے نصرت علیہم الفتنہ والصلۃ۔ ان پر ہمیشہ کی ذلت اور خواری و ذل دی گئی کہ انہیں کہیں ٹھکانا ہی نہیں ملتا اور قیامت تک کے لئے ان پر جنتی کرنے والے بدشاہ مقرر ہوتے رہیں گے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : پوچھنا ہمیشہ جاننے کے لئے نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ بے علمی کی دلیل۔ رب تعالیٰ بھی قیامت میں کفار سے ان کے گزشتہ اعمال کا سوال فرمائے گا۔ فقلا من یعد اس آیت سے نصیحت حاصل کریں کہ پوچھنے کو بے علمی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ وہ سر لقا فائدہ نعمت کی ہتھیاری ہاس کے چمن جانے کا زور ہے۔ ہر نعمت کی قدر کرنی چاہئے مگر ہر نعمت کی قدر جدا ہے۔ تیسرا فائدہ : انبیائے کرام کی صفات گشتہ اور ان کی شان میں بگو اس مکان نعمت اہلی کی تبدیلی ہے اور ہر وہ نہ حرکت نہ معلوم بدیہوں 'دو بدیہوں کو یہ میل کس صفائی سے یہ جہم قتل معافی نہیں۔ چوتھا فائدہ : تبدیلی نعمت بے علمی سے جرم ہے اور جان بوجھ کر سخت جرم ہاسی لئے گنہگار ہے۔ اسی عالم جاہل سے بدتر ہے اور اس کا لب بھی سخت پانچوں فائدہ نصیحت کے لئے گزشتہ قیاس سننا سنا سیکھنا ضروری ہیں تاکہ لوگوں کو ہجرت اور نصیحت حاصل ہو۔

تفسیر صوفیانہ : رب تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے پر دروازہ ملکوت کھول دیتا ہے اور اسے ملک اور ملکوت کی بعض نشانیوں دکھاتا ہے۔ اگر وہ اس صل میں گم رہے تو آگے نہ بڑھتا ہے مگر کبھی بعض بندے اس حالت پر غرور خود کرنے لگتے ہیں۔ اور انکار کر لیت اور حق ملکوت نفسانی شہوت کے لئے کرتے ہیں۔ یعنی اپنے اس کمال کو دنیا حاصل کرنے کا زور دے دیتے ہیں۔ اس صورت میں ان کی یہ نعمت چمن جاتی ہے اور ان کا اصل بدل جاتا ہے۔ ان کا کمال جاگرتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح فرمایا کہ رب تعالیٰ کسی قوم کا صل اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنا صل خود نہ بدل لیں۔ اسی طرح جو کوئی گناہ صلیو کر کے توبہ نہ کرے تو پھر آئندہ گناہ کبیرہ کی جرات اس میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کی بھی پوچھ لو نہ کرے تو نہ پوچھ

انہی نعمتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جو مال پر شیخ طریقت اپنے علم اور تقویٰ کو دنیا ساری کھڑے کر دیتا ہے وہ بھی علم کے فوائد سے محروم رہتا ہے اور یہ علم اس کے لئے وہاں جان بن جاتا ہے اور وہ واحد اللہ علیٰ علمہ کے تحت آتا ہے یہ تمام صورتیں تہدیلی نعمت کی ہیں یہ نہ سمجھو کہ یہ آیت صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے ہے۔ عیسٰیؑ رب کی پناہ کو اور لہجے طہو عمل پر مجبور نہ کہو (ازدواج طہیان)۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں پر اگر غر کیا جائے تو نعمتیں ہیں اور اگر شکر کیا جائے تو نعمتیں بنی اسرائیل کے لئے وہ نعمتیں طلب کہاٹھ اس لئے ہیں کہ انہوں نے ان پر غر کیا۔ شکر نہ کیا تہدیلی نعمت کے معنی یہ ہیں کہ بعد ایسی حرکتیں کرے جس سے رب تعالیٰ نعمتیں چھین لے یا تو اس طرح کی نعمتیں پا کر رب سے غافل ہو جائے ایک شعر نے کیا خوب کلام

ظفر کوئی اس کو نہ جائے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے بیش میں یاد خدا نہ رہی جسے بیش میں خوف خدا نہ رہا

یا اس طرح کہ رب کی نعمتوں کو لہجے کمال سے سمجھ نہ کہ عطاء اللہ الجلال سے قہر ان اس لئے ہلاک ہو اگر اس نے اپنے فطرتوں کے حلقہ کھتا تھا انما اوتینہ علی علم مجھے یہ فراموشی علم کی فراموشی کی وجہ سے ملے اگر ان پر خدا کا شکر کرنا نفع میں رہتا بنی اسرائیل کو رب تعالیٰ نے تمام مال پر بزرگی دی تھی وہ سمجھے کہ اس میں ہمارا کمال ہے اس لئے وہ بزرگی ذلت سے بدل گئی۔

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

زینت دکھائی واسطے ان کے جنہوں نے دنیا کی زندگی دنیوی اور دل بھی کرتے ہیں ان سے جو ایمان لئے اور جو

کافر وہ دنیا میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہشتے ہیں اور کفر والے ان سے کفر ہونے لگے

اَتَقْوٰ قَوْمَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَوٰلٰہٗ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ہے بڑے گار ہونے اور پر ان کے ہیں دن قیامت کے۔ اور اللہ رزق دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب کے۔

قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

تعلق : اس آیت کا پچھل آیتوں سے چھ طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھل آیتوں میں سورہ کامل بیان ہوا کہ انہوں نے رب کی نعمتیں بدلیں۔ اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ ان تمام بدکاریوں کی وجہ محبت دنیا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھل آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ مکمل لئے جانے والے طلب یا قیامت کے انتظار میں ہیں۔ اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ ان کی غفلت اس حد تک پہنچی گئی کہ اپنی دنیوی نعمتوں کو دلیل حقانیت سمجھنے لگے اور مسلمانوں کی بے سوسلانی کو اسلام کے باطل ہونے کی دلیل بنانے لگے۔ ایسے مفلکوں کی بدولت کی کیا امید۔

شان نزول : حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ابو جہل اور دیگر سرداران قریش حضرت بلال و عمار و خباب وغیرہ

قرآنِ مسبین کا ذکر اڑاتے تھے کہ اگر رب ان سے راضی ہو رہا ہے تو انہیں فقیر اور ہمیں امیر کیوں کیا اس پر آیت اتری (کہ وہ روحِ طہی) مگر یہ قول کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ سورہ بقرہ کی مدد یہ ہے اور اس صورت میں یہ آیت ممکنہ ہوگی کہ اولیٰ دوم و تیسری قوی ہیں اور یہ آیت مدد دیتی ہے لیکن اس سے پہلے یہود نصاریٰ کا ذکر ہو رہا تھا اب بھی انہیں کا چاہئے کہ وہ آیت کچھ بے ربط ہی ہو جائے گی۔ واللہ وہ رسولہ الطہ ایک روایت یہ ہے کہ جب ماجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے جن میں بعض بے مدد تھے مگر وہیں پہنچ کر ایک دم غریب ہو گئے کیونکہ سارا مال مکہ ہی میں چھوڑ گئے تھے تو روز سائے یہود نے انہیں بے عقل کہہ کر ان کا ذوق اڑایا کہ یہ کون سی عقیدہ ہے کہ امیری پر لات مار کے دین کی خاطر غریبی لے لی جائے تب یہ آیت اتری۔ حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو اپنے کو عقیدہ اور غریب مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر ان کا ذوق اڑاتے تھے۔ لیکن ہے کہ اس کا نزول ان سارے ہی موقوف ہو گیا۔

تفسیر: ذن للظن کلوا الحویۃ النفا۔ ذن کا مصدر ژنن اور کھاؤ ذن یا زمین ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا حسن نما ہر کثرتِ قیل سے ہوا عقل سے یعنی نہشت و نہایت ظاہر ہے کہ نہشت دینے کا وہاں عقل ہے۔ جو سری آیت میں ارشاد ہوا انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لعلوہم یعنی ہم نے زمین کی چیزوں کو خوشنما کیا تاکہ لوگوں کا حقان لیں۔ وہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے بعض نے کہا کہ نہشت دینے والے شیطان یا کفار یا فس ہیں۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں ہے ذن لہم المظن ما کانوا یظنون اور وہ سری جگہ ہے ذن لکثر من المظن کل اولادہم ہو کا انہم جس سے مظلوم ہوا کہ دنیا کو خوشنما دکھانا شیطان یا بتوں کا کام ہے۔ کیونکہ یہ محبت ہے اور رب تعالیٰ محبت سے پاک۔ اس کا جواب تو انتہاء اللہ ہم امرض و جواب میں دیں گے۔ یہاں انکا کہہ کر فرمایا گیا ہے کہ کلظن کلوا جس میں سارے ہی کفار داخل ہیں شیطان بھی اور سردار بھی اور مددگار بھی تو چاہئے کہ نہشت دینے والا کوئی اور ہونے کہ خود کفار۔ ورنہ وہ لازم آئے کہ دنیا اور دونوں سے بھلا دینا سے یعنی قریب القضا حقیقہ چیز دنیا و قبروں کے درمیان کی چیز کلام ہے یعنی مال کے بہت اور قبر۔ پھر یہ دنیا اور دنیا میں آگیا مرگیا دنیا سے چلا گیا۔ یہ زندگی بدلنے کے مقتل بہت حقیر ہے اور بدلنے آخرت کے مقتل معمول ہے۔ حویۃ دنیا سے دنیوی زندگی اور اس کے سارے سارا مسلمان مر لوں اور نہشت دینے سے ان چیزوں کا خوشنما ہونا ضروری ہے جس سے کفار کے دل بدھواں ہو جائیں یعنی کافروں کے لئے دنیوی زندگی اور مال کی شپ بپ بپ خوشنما ہو گئی کہ ان کو آرامت و راحت مظلوم ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ زندگی زمین قسم کی ہے۔ دنیا میں زندگی دنیوی زندگی دنیا کی زندگی دنیا میں زندگی ہر مومن کو حاصل ہے کہ یہ دنیا میں رہتا ہے دنیا اس میں نہیں رہتی اور دنیا کی زندگی باطل کی ہے کہ دنیا اس کے دل میں اتار جائے اور دنیوی زندگی کفار کی ہے کہ دنیا اس کی زندگی بن جائے۔ جیسے سند میں موتی بھی ہے مچل بھی اور پانی کی موج جو جلیے بھی مگر موتی سند میں ہے وہیں عارضی ہے وہیں سے نکل کر شعی تک جس پہنچتا ہے۔ مچل میں دھرا سہبت کر گیا کہ پانی سے لگتے ہی مر جاتا ہے۔ جلیے کی زندگی میں پانی ہے مومن دنیا میں موتی کی طرح رہتا ہے۔ مچل کی طرح کافر جلیے کی طرح جس میں تیسری زندگی کا کر ہے اسی درجے و مسطرون من اللین امواک مسطرون۔ مسطرون سے ہٹ۔ جس

کے معنی ہیں کسی کو اپنے ماتحت کر لیتا کسی پر تسلط اور اس کا مذاق اڑاتا۔ یہاں دوسرے معنی مرلو ہیں۔ مومنین سے یا تو فقرہ مرلو ہیں یا سارے مسلمان۔ یعنی یہ کفار اپنی دنیا پر پھول کر غریب مسلمانوں سے مذاق اور دل لگی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے دنیوی لذت چھوڑ دی۔ یہاں کی راحت و کرلٹ پر لات ماری اور اپنے کو عبادت کی مصیبت میں بہنسیا۔ خیال رہے کہ کبھی قریہ کے بعد ب آتی ہے اور کبھی من مکر من سے سخت مذاق اور دل لگی مرلو ہوتی ہے۔ واللھن اتکوا لولھم يوم اللھم۔ جملہ یا تو اصل ہے اور تو حال یا طبعہ جملہ ہے اور وہ اذابت ایسے تقویٰ سے یا تو بڑے عقیدوں سے چتا مرلو ہے۔ یعنی ایمان اور یاد کاروں سے چتا مرلو یعنی پر ویز گاری۔ فوق سے یا تو جگہ کی بلندی مرلو ہے یا درجہ کی۔ اور ممکن ہے کہ اس سے زیادہ مذاق مرلو ہو یعنی قیامت کے دن مسلمان یا پر ویز کار لوہی جگہ یعنی جنت میں ہوں گے اور کفار چھ یعنی جہنم میں یا دنیا میں ان کو عتقا مسلمانوں پر رعب ہے۔ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کو ان پر بلندی ہوگی یا آج کفار مسلمانوں سے معمولی سا جوہر چند روزہ مذاق کرتے ہیں۔ آج کفار مسلمان کا سچا روائی اور سخت مذاق اڑائیں کہ انہیں جوتے کھاتے ہوئے دیکھ کر ان پر ہنسا کریں گے۔ دنیوی بلندی اس پر مفور نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کا دار قسمت پر ہے نہ کہ کل اور مقبولیت پر کیونکہ واللھ یوزق من یشاء بقدر حساب یہاں برزق سے دنیوی رزق مرلو ہے یا آخرت کا۔ اگر دنیوی مرلو ہو تو برزق یا معنی مستقبل ہے یا معنی مل۔ حساب سے یا اندازہ مرلو ہے یا حساب کتاب یا گن اور خیال۔ یعنی اللھ جس کو چاہے گایسے رزق دے گا کہ اس کے خیال و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ انہیں فیریب مسلمانوں کو عرب و عجم کا لنگہ بندے گا اور ایسی ہی ہو لیا آخرت میں انہیں بغیر حساب کتاب رزق دے گا کہ دنیوی رزق کا حساب بھی ہے۔ جتنی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں یا مسلمانوں کو اللھ دے گا کہ ان سے حساب نہ لگ سکے کیونکہ عرب میں ہزار تک گنتی ہے اور انہیں کوڑوں روپے ملیں گے یا جسے چاہے اللھ ہے حساب دے۔ حساب لگا کر دیتا ہے جسے اپنا اثر نہ گھٹنے کا اثر ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جسکی بعض نعمتیں اہل کے عوض ہوں گی اور بعض محض رب کے فضل سے عوض دلی نعمتیں حساب سے اور فضل دلی ہے حساب یا بعض کو اہل سے جنت ملے گی اور بعض کو فضل خدا اہل ہے۔

خلاصہ تفسیر : کافروں کی نگاہ میں دنیا بڑی آراستہ کردی گئی کہ وہ انہیں بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے اور ان کے دل اس پر فریفت ہیں۔ اس لئے وہ دنیا کی خاطر دین کی بدولت نہیں کرتے اور اسی محنت میں ان مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں جنہوں نے دین کی خاطر دنیا چھوڑی اور انہیں یہ قوف ہاتھ ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن مسلمان ان سے کہیں اعلیٰ و افضل ہوں گے۔ اور اس مذاق کا بدلہ وہاں اچھی طرح لیں گے۔ دنیوی رزق پر پھول کر رب کو نہ بھولنا چاہئے۔ کیونکہ یہ چلتی پھرتی چاندنی ہے اور اس کا تعلق اللھ پر ہے نہ کہ اپنے کل اور مقبولیت سے۔ جسے رب چاہتا ہے بے شمار مل دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غریب ہلاتا ہے۔ پھر ایک سی قوی بھی دولت مند ہوتا ہے اور کبھی فقیر۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ سب کو قوف سار اور چلاک فقیر اس کو مقبولیت کی نشانی بتا سکتا ہے۔ ہمارے ہمارے اور اہل اسلام کچھ دن تکلیف میں رہے۔ فرحیدہ مومن کی دنیا اور ہے کافر کی دنیا کچھ اور۔ مومن کی دنیا آخرت کا ثمر ہے جس کا پھل اسی جہنم لے گا کافر کی دنیا اس کی تمام کوششوں کا نتیجہ ہے مومن کو دنیا سے محبت کرنا عبادت ہے۔ کافر کا اپنی دنیا سے محبت کرنا غفلت۔

لوقہ دست در جہاں بسیار ہے ہر لوقہ عاقل خوار

غفلت کے چار درجہ ہیں جن میں سے پہلے دو قتل طالع ہیں اور تیسرا اطلاق۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان گنہ کر کے غلام ہو جائے۔ دو سر درجہ یہ ہے کہ انسان گنہ بھی کرے اور غلام بھی نہ ہو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ گنہ کرے اور اس پر خوش ہو کہ میں نے بہت اچھا کیا۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ گنہ پر خوش ہو اپنے کو بلور کہے اور گنہ سے بچنے والوں کو حیو و ذلیل جانے لگن کی ٹیکوں کا ذوق اڑائے۔ یہ درجہ لا اطلاق ہے۔ اس آیت میں کفار کے اس آخری درجہ کو بھی ذکر ہے اسی غفلت کو رب تعالیٰ نے یہی کفر قرار دیا اور قافل کو کافر کیونکہ یہ درجہ کہ گنہ کو اچھا جانتا ہے کہ بر اور نیک کاروں کا ذوق اڑاتا ہے کفر ہے۔ اللہ مظلوم رکھے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: محبت دنیا اور اس کے مقابلہ میں دین سے بے رغبتی کفار کی نشانی ہے۔ دو سرا فائدہ: غیب کافر ہی کی وجہ سے لائق اذنا حرام ہے اور ایمان کا ذوق اڑا کر۔ کیونکہ اس میں ایمان کی توہین ہے۔ تیسرا فائدہ: کفار کا ذوق اڑانا ایسے ہی ذوق کے عوض ذوق کرنا جانتا ہے۔ فوہم کے ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ مسلمان قیامت میں ان سے بڑھ چڑھ کر ذوق کریں گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے: *ويعطون من اللعن* کھروا۔ چوتھا فائدہ: جہنم اور جہنم لہجے ہے۔ اس طرح کہ وہاں سے جہنم نکلنے کی جیسا کہ فوہم کی دو سری تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ سہ اولیٰ جگہ ارشاد ہوتا ہے: *على الايات* انظر انظر پانچوں فائدہ: دنیا بوجہ ملنے اور جمع کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ کچھ آخرت کے لئے جمع ہوئے کہ یہ بات سمجھتی کہ ہے۔ پھر ہاتھ نہ آئے کہ زیادتی دنیا کبھی طاقت کا باعث ہے۔

حکایت : عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک یہودی سفر کر رہا تھا۔ آپ کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ آپ نے وہ یہودی کو سپرد کیاں اور خود کسی کام کیلئے قریف لے گئے وہاں لوٹ کر روٹیاں مانگیں اس نے وہ حاضر کیں۔ کیونکہ ایک چھپا کر کھا چکا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تیری روٹی کہاں گئی۔ اس نے کہا مجھے آپ نے وہ دی دی تھیں۔ ہر جگہ کوشش کی مگر اس نے اقرار نہ کیا اور بے شمار جھوٹیں کہیں کھا گیا۔ کچھ دور چلے گئے کہ سونے کی تین اینٹیں پڑی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک اینٹ تیری ایک یہودی اور ایک روٹی کھانے والے کی۔ تب وہ بولا کہ حضرت روٹی میں نے ہی کھائی تھی آپ وہ تین اینٹیں اس کے حوالے کر کے چل دیئے۔ وہ ان کی حفاظت کے واسطے وہیں بیٹھ گیا۔ تین چار دنوں کے لئے اسے آگیر ہو رہا کہ کھانا۔ ان میں سے وہ اس کی عمرانی کے لئے بیٹھے اور ایک چور کو بازار کھانا خریدنے بھیجا۔ اس کے پیچھے ان دونوں نے حضور کیا کہ جب تیسرا آدمی بازار سے لوٹے تو اسے قتل کر دیا کہ زیادہ سونا ہمارے ہاتھ آئے۔ اس تیسرے نے خود کو کھانا اور ان دونوں کے لئے کھانے میں زہر ملا دیا کہ سارا سونا اس کے ہاتھ آئے۔ جب لوٹا تو ان دونوں نے تو اس تیسرے کو مار دیا اور ہر جگہ کھانا کھا کر خود بھی لیٹ رہے۔ وہ سرے دن عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں سے گزر رہا تو دیکھا کہ وہ سونا جیسے ہی پڑا ہے اور اس کے پاس چار آدمی بیٹھ کی ہنر سو رہے ہیں (روح البیان) یہ دعویٰ ہوس کا انجام ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب نے دنیا کفار کی آنکھ میں خوبصورت بنائی۔ مگر یہ دھوکا ہے۔ اگر دنیا واقعی اچھی تھی تو اس میں پسند والے گنہگار نہ ہوتے۔ اور اگر یہی تھی تو اسے دلقہ بھٹا سخت معیوب۔ جواب:

ہری چیز کو اچھا کہا جھوٹ بھی ہے اور صیب بھی لیکن اس کی برائی بتا کر اور خوش فہم بنا کر سامنے رکھ کر جھوٹ نہیں بلکہ بہترین  
 امتحان ہے۔ رب نے یہی کیا ہے غزوہ بدری چیزیں غلام استعمال سے ہری ہو جاتی ہیں۔ اگر ان کے ذریعہ یوں کیا جائے تو بہتر ہے۔  
 گھروالے نے لفظ کھانا مسلمان کے آگے رکھا اور بتایا کہ میرا کھانا تم کھاؤ۔ ہڈیاں کتے کو اڑا دو۔ ہاتھوں کے چھلکے پیسے کھادو۔ اگر  
 بے وقوف مسلمان ہڈی چھلکاسب کھا جائے اور ضرورت سے زیادہ کھا کر تیار ہو جائے تو اس میں خود اس کا قصور ہے نہ کہ مکان  
 والے کا۔ یہی عمل کھانا کا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ یہاں خوشنما ہونے سے مسلمان رتا مروت ہو جیسا کہ تفسیر کبیر نے فرمایا۔ دو سرا  
 اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا کہ پرہیزگار کھانا سے افضل و اعلیٰ ہوں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کھانا بھی جنت میں ہوں  
 گے۔ مگر مسلمان ان سے اعلیٰ جیسے کہتے ہیں کہ فلاں محل میں فلاں سے لوٹا ہے۔ یعنی بلند درجہ لوگوں مگر ایک زیادہ۔ جواب: اس  
 کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ ہاتھ اس سے فوری جگہ مراد ہے۔ یعنی جنت بالہ نق میں اعلیٰ یا عزت میں اعلیٰ یعنی جنتی بدلہ دنیا میں کھانا  
 کو مسلمانوں پر حاصل ہے اس سے زیادہ مسلمانوں کو ان پر حاصل ہوگی۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ  
 پرہیزگار قیامت میں کھانا سے افضل ہیں مگر کھانا مسلمان ان سے افضل نہیں بلکہ ان کی طرف سے عذاب میں جملہ جواب  
 تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اعلیٰ سے مراد مومنین ہیں یعنی شرک و کفر سے بچنے والے پرہیزگار مروت و کھانا بھی کچھ دن جہنم  
 میں رہ کر اسلاف پاکر جنتیوں کے ذمہ میں ہی شامل کر دیئے جائیں گے۔ گویا وہ بھی عقی متقی ہوں گے۔ چوتھا اعتراض: اس  
 آیت سے معلوم ہوا کہ خدا ان غیر متعلق ہی رزق دیتا ہے تو پھر تنگی کرنا بیکار ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی مرضی پر چلا کریں  
 کیونکہ رزق تو انہیں پیشہ سے کما سکتا ہے۔ کلاسیک پر کلاں۔ جواب: لولا تو حساب کے معنی استحقاق ہے ہی نہیں۔ اس کے وہ معنی  
 ہیں جو ہم تفسیر میں عرض کر چکے اور اگر ان بھی لیا جائے تو بھی صحیح ہے۔ اہل تور ضابطی کے لئے ہیں نہ کہ وہ خود ہی رزق حاصل  
 کرنے کے لئے۔ چڑت ہی اگر رزق اہل سے ملتا رہا یہاں پہلے پیشہ بھوکے مرتے۔ ہم نے تو کھانا کھا ہے کہ قصداً جیسے اختیار  
 ملے اور نہ بیٹھے ہیں اور جگہ جگہ چڑت اور رہن و تو امیہوں کی رسولی میں مدد کیا ہے ہیں وہ ان کی کھائی کر رہے ہیں۔ کہیں  
 چڑت ہی یہ کیا مسئلہ ہے؟ اور ہوش کی بھڑ۔ خدا پر واقعی اپنا اتالی حق کسی کا نہیں۔ اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے کہ کھانا کا  
 رزق ان کی عینوں کا بدلہ ہے مگر مسلمانوں کا رزق ایسا نہیں ان کا بدلہ آخرت میں ہے۔

تفسیر صوفیانہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ حیوۃ دنیا وہ ہے جو ظلمات میں گزرے یہی کھانا کو بیماری ہے اور اگر یہ زندگی  
 آخرت کی بیماری میں گزرے تو وہ حیات آخرت ہے۔ مومن اس زندگی کو پسند کرتا ہے کافر کی وجہ سے مودہ ہے مومن کی یہ پابند  
 محبوب۔ خیال رہے کہ دنیا کی بلالہ لری کو رضائے اعلیٰ کی ملاست سمجھنا چوری حیات ہے۔ ہر اہل کے تین محل ہوتے ہیں راست  
 میں جانے کی حالت اس وقت جو وہ لہا پر چلا رہی ہوئی ہے وہ اپنے پرانے سب سے لوتے ہیں۔ دوسرے کے گھر پہنچ کر چمات ہو جاتی  
 ہے کہ بلانے ہوئے لوگ تو کھانا کھاتے ہیں مگر انہی لوگ وہاں دسترخوان پر پھٹنے بھی نہیں دیتے۔ پھر کھانے کے بعد جو اسے  
 گھولے وہ لہا کے خاص خدمت مانی دھوبی و غیرہ خاص عزیزوں کو دیتے ہیں۔ دنیا ایک ہرات ہے جہاں کی کھیر دوست دشمن  
 سب ہی لوٹ رہے ہیں۔ یہاں کی دولت محدودیت اعلیٰ کی دلیل نہیں کہ کھیر میں جو زیادہ لوٹ لے وہ لہا کا محبوب نہیں ہو جاتا  
 آخرت میں تلاش کے جو اسے جنت کی نعمتیں انہی کو ملیں گی جو دنیا میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدا کا خاص پیارے

ہیں۔ اسی لئے فرمایا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اُولٰٓئِہِمْ یَوْمَ الْقٰیْمَةِ یہ بھی خیال رہے ہمارے دل کی طرف سزا میں ہیں جن میں سے سخت تر سزا ہے۔ اس آیت میں بیان ہوئی کہ دنیا کی طرف سزا ملے ہو جائے اور اللہ والوں کو ذلیل جتلا جب تک گنہگار کے دل میں انسان کی فطرت رہتی ہے ذمہ دہ ہے۔ جب یہ فطرت اٹھی اور یہ سمجھ کر آدمی میں کیا کہ انسان میرا کیا کر سکتا ہے۔ تب ہی بارگاہ نام ہے۔ مثل مشور ہے کہ گنہگار کی جب موت آتی ہے تو ہستی کو بھاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں خدا طوہد کہ رلق کس درد      میث اندر طعنه پاہل دود

مولانا اللہ کی فطرت انسان کی نشانی ہے۔ ان پر جرات ہے ایمانی کی علامت گنہگار مسلمان اگر جنم میں بھی گنہگار کے لئے گئے تو بھی کفار سے لوہری رہیں گے یعنی جنم کے لوہے فطرتوں میں یہ لوگ ہوں گے جن میں مذہب ہمارے فطرتوں میں کفار میں مذہب زیادہ دینا اور کافران صیحت سے خالی نہیں کہ حرام رزق کا مذہب ہے اور حلال کا مذہب ہمارے فطرت والوں کا رزق ان دونوں صیحتوں سے پاک وہ حرام سے محفوظ ہیں نور حلال کے مذہب سے ہے خوف کیونکہ وہ دنیا کے لئے رزق حاصل ہی نہیں کرتے۔ ان کا کمال دنیا آخرت کے لئے ہے۔ گناہوں میں نہ کر بھی جنعتی میں ہیں اور مدح ظہیر میں نہ اکثر اقبال نے خوب کمال دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں      کر گس کا جہاں نور ہے شاہیں کا جہاں نور

کافرو دنیا حاصل کرنے میں صرف سلفی قانون کا خیال رکھتا ہے کہ میں قانونی زندگی نہ آجوں۔ مومن تحصیل دنیا میں رحمانی قانون کہ نظر رکھتا ہے کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اس لئے مومن کی دنیا بھلا ہے اور مومن کو بھی کافرو دنیا بھی ملتی اور خود کافر بھی ملتی۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ

تھے لوگ ہات ایک۔ پس بھیجا اللہ نے پیغمبروں کو بشارتیں دینے اور ڈرانے والے اور ان کی ساری ساتھ

روح ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے غرضی دیتے اور ڈر سنا تے اور ان کے ساتھ بھی

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا

ان کے ساتھ کتاب ساتھ حق کے تاکہ فیصلہ کرے درمیان لوگوں کے جو اختلاف کیا اس میں اور

كِتَابَ الْاِمَارَةِ كَرِهَ لَهُمْ اَنْ يَّخْتَلَفُوْا فِي مَا اَنْزَلَ مِنْ اَمْرِ لَّيْسَ بَاِمْرٍ مِنْ اَمْرِ اللَّهِ اَلَا اَنَّ اَمْرًا

اختلاف فیہ الا الذین اؤثروا من بعد ما جاءتهم البینات بغیاً

بغیاً اختلاف کیا اس میں مگر انہوں نے جو دینے گئے وہ کتاب جو مجھے سے اس کے کہ آئیں ان کے کھڑک نہیں

ڈاٹ      جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس وہ حق مسلم آچکے آپس کی سرکشی سے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاٰذِنِهِۦ

سرکش سے اور میان اپنے پس ہدایت دی اللہ نے انہیں جو ایمان لائے اُس کی اختلاف نہ کیا اُس کے حق کے  
قرآن نے ایمان والوں کو وہ حق بات سمجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ساتھ حکم اپنے کے اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے طرف راستے سیدھے کے۔

اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ معذرت کفار کی ضد  
حب دنیا کی وجہ سے ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلے ہی سے ہوتا آیا ہے کہ لوگ ایک ہی دین پر تھے۔  
حدود اور حب دنیا کی وجہ سے فن میں اختلاف پیدا ہوئے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ کفار مسلمانوں کا مذاق  
اڑاتے ہیں مگر انجام کار مسلمان ہی اعلیٰ رہیں گے۔ اب گذشتہ واقعات سے اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی  
آیت میں کفار کی ضد دنیا کا ذکر فرمایا گیا اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ ضد دنیا باری کی طرح خود بخود ہی لوگوں میں پھیلی ہے مگر اسے  
کم کرنے اور دل میں حب آخرت پیدا کرنے کے لئے بڑی کوشش کرنا ہوتی ہے ورنہ وہ اپنے اس مرض سے فطرتاً ہی  
لئے ہزار ہا انبیاء بھیجے۔

تفسیر : کان الناس امتہ "واحدۃ" کن ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔ معنی تھا اور عقلی کے لئے بھی جیسے کان  
الاسان کلوا "بھی معنی صادر بھی آتا ہے جیسے و کان من الکافرون شیطان کافروں میں سے ہو گیا۔ یہاں کن  
دوسرے معنی میں نہیں ہو سکتا لہذا یا تو پہلے معنی میں ہے یا تیسرے معنی میں یعنی لوگ ایک جماعت تھے یا ایک جماعت ہو گئے۔  
کہ سب کافریں گئے تھے لہذا آیت بالکل واضح ہے اسے دوام کے لئے سمجھنا غلطی ہے۔ انسان میں اختلاف اس قدر اتنا ہے  
اور اس سے سارے انسان مرلو یعنی بیشق کے دن ہلی کہنے والے سارے ہی مومن تھے اسی ایمان پر دنیا میں آئے پھر یہاں  
مختلف مجتہدیں یا کفر مختلف ہو گئے۔ جیسے بارش کا پانی سارے کھارے صاف و شفاف آتا ہے۔ پھر زمین پر آکر کچھ دوسری سے مل کر سیلا  
گدا ہو جاتا ہے کچھ صاف جگہ گر کر صاف ہی رہتا ہے یا عری ہے اور اس سے خاص لوگ تصور کیا تو مصلیٰ السلام کی اپنی اولاد  
اور یا آدم علیہ السلام سے اور یس علیہ السلام تک کے لوگ یا اس سے کشتی نوح کے لوگ مرلو ہیں کہ یہ سب مومن تھے۔ ہود  
علیہ السلام کے زمانہ تک ایمان پر متفق رہے (مدح العلانی) امتہ اسم سے بنا معنی قصداً بالمطاعت۔ متعلق جماعت کو اس لئے  
امت کہتے ہیں کہ ان میں بعض بعض کی مطاعت کرتے ہیں یعنی دنیا میں آتے وقت تک سب لوگ ایک گروہ یعنی مومن تھے یا  
آدم علیہ السلام سے اور یس علیہ السلام تک سب ایمان پر متفق تھے یا طوفان نوحی کے بعد سے ہود علیہ السلام تک سب مومن  
تھے۔ ان تمام صورتوں میں امت واحدہ سے مومن جماعت مرلو ہے۔ عبد اللہ ابن عباس و دیگر مفسرین رضی اللہ عنہم نے یہ بھی  
فرمایا کہ اس سے جماعت کفار مرلو ہے (وہ منثور) یعنی ایک زمانہ وہ بھی گزر رہا ہے جب گذشتہ ترخیموں کا دور نبوت و نبی سے غائب

ہو گیا تھا اور سب کا فریاد تھا۔ یہی قول حضرت من اور طاہا کی ہے (کیا) بعض لوگ توقف کرتے ہیں کہتے ہیں کہ سب لوگ تھے تو ایک ہی جامعہ سے فرمیں کہ کھڑے ہاؤس میں۔ بعض نے یہ بھی فرمایا کہ کان الناس سے ہوتی مراد ہیں۔ یعنی سارے یودی پہلے ایک ہی دین ہوئے تھے (کیا) لہٰذا اللہ البین مبہین و سلطون مار کھلے کھلے میں اسعد احمد سے مراد سلطون ہوں تو یہ ایک عبادت بھی ہے۔ یعنی پہلے تمام لوگ موسیٰ تھے مگر بعد امتداد سے اختلاف کر چکے کہ بعض کا فرہو گئے تب اللہ نے ظہیر بھیجے اور اگر اسعد احمد سے کفار مراد ہوں تو کوئی عبادت پر شہد نہیں یعنی لوگ سب کا فرہو چکے تھے۔ لہٰذا اللہ نے اس کی دیکھ لی فرماتے ہوئے ان میں ظہیر بھیجے۔ خیال رہے کہ یہ فاضل صاحب دلائل نہیں کرتی بلکہ حلیہ ہے اور نبین سے لوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے ظہیر مراد ہیں۔ کیونکہ اختلاف کا فیصلہ کرنے پر ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگ موسیٰ تھے مگر اختلاف کر چکے۔ لہٰذا اللہ نے ظہیر بھیجے دے کے لئے ظہیر بھیجے یا ایک نذر میں سارے لوگ کا فرہو چکے تھے۔ یہ سب نے ظہیر بھیجے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ہرے حلق لیا تاکہ ہر قسم کے اس نے جس میں یہ فرمایا مگر حضرت انعام کرام کے لئے ہاتھ لگا کر لیا تاکہ ہر سل یا جہاں سے وہ ہے ان حضرت کو رسول بنا دیا۔ یہی ہم کو رسول نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہم لوگ یہاں آئے سے پہلے یہ کہہ دے تھے۔ یہاں اگر سب یہ کہہ دیتے حضرت سب یہ کہہ کر یہاں آئے اس لئے ہم تو دنیا کے ماحول کے مطابق ہوتے ہیں۔ حضرت ماحول کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ ماحول کو اپنے مطابق کر لیتے ہیں۔ سو کہیں یہاں فرمایا کہ لوگوں کا فیصلہ فرماتے کے لئے ہی بھیجے گئے مظلوم ہو اگر انہیں فیصلہ کرنا پہلے ہی سکھایا گیا تھا کئی مظلوم میں ہم بھی سوار ہیں اور حضرت انعام بھی مگر چہاڑ گئے کو سوار ہیں اور حضرت ہارنگ نے کہہ بھی خیال رہے کہ حضرت انعام نے خصوصی بظہر تہ ذہرت کی اور عمومی بھی نیز مصلحتوں کو بظہر عمی میں انہیں ڈار لیا بھی۔ کسی کو مذہب سے کسی کو فتنہ بہار سے کسی کو فرق و راستہ اور ایسی طرح کسی کو جمع کی کسی کو جوہر قسور کی کسی کو وہ اور پھر قہور کی بظہر عمی میں۔ والذیل معہم الکتاب والحق الکتاب میں مظلوم نہیں ہے۔ اس میں بھیجے بھی داخل ہیں۔ یہ کہ ہر ظہیر ہی کتاب یا مصلحت۔ لہٰذا اللہ بعض مستقل کتاب یا مصلحت کے لئے اور بعض ظہیروں نے اہل حق کتاب کی تخلیق کی اس لئے یہاں ہم فرمایا لیتے کہ ظہیر اور کتاب دوسرے فرمایا لیتے کہ حق تاکہ مظلوم ہو کہ ہر ایک میں ظہیر کتاب نہ آئی۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کتابیں کل ہمار ہیں۔ تو یہ تو یہ اور انجیل قرآن اور صحیفوں میں اختلاف ہے۔ روح اللہ نے فرمایا کہ کل روح ہے۔ گوہر ظہیر مظلومیں دس، شیش ظہیر مظلومیں تیس، سور میں ظہیر مظلومیں پچاس۔ اور موسیٰ علیہ السلام تو یہ سے پہلے دس۔ الحق و اقرار کے حلق ہے یا کتاب کی صفت۔ یعنی سب نے ان ظہیروں کو یہی کتابیں بھی عطا فرمائیں کہ یا کتاب قانون ہیں۔ اور حضرت ان تو ان میں کو ہادی فرماتے والے لہٰذا حکم من الناس ہے انعام کے بھیجے کی حکمت کلوان ہے۔ حکم ہے۔ دس کے معنی ہیں یہ کہ۔ مصلحت و کثرت فیصلہ کرنا لازم کہ ہر حکم کہہ دے سب اس کے بعد ہی آئے تو حکم کے معنی ہیں یہ کہ۔ اور اگر معنی ہو تو معنی فیصلہ ہیں۔ لہٰذا یہاں کا فیصلہ ایسا معنی فیصلہ ہے اس کا اصل یا کثرت ہے یا کتاب یا ظہیروں کو کتاب دے کر اس لئے بھیجا گیا تاکہ اللہ یا کتاب یا ظہیر لوگوں میں فیصلہ کر دیں۔ لہٰذا احتضوا لہ۔ ما سے مراد حق ہے اور یہی حیرت اس طرف لٹکتی ہے۔ یعنی اس حق میں فیصلہ کر دیں۔ جس میں یہ لوگ حلق کر اختلاف کر چکے تھے۔ ما اختلاف لہ۔ الا اللہ اور توبہ کا مرجع کتاب ہے یا اس کتاب کی حق یا نہیں یا توبہ۔ انعام سے یا

معنی دین سے علماء اہل کتب مرویوں جنہیں کتاب کا علم و اکیلا کہ نہ کہ حقیقتاً کتب علماء کو ملتی ہے۔ یعنی یہ کتابیں تو اختلاف مٹانے اور فیصلہ کرنے کے لئے آئی تھیں۔ مگر علماء اہل کتب نے خود ان کتابوں میں ہی اختلاف ڈال دیا۔ اور کتب کے مقصد کو بدل دیا اور پھر لکھ دیا ہے کہ دعوے سے نہیں بلکہ من بعد ما جاء نهم البتہ حقائق کے معنی ہیں روشن نشانیوں۔ اور یہاں اس سے آیات کتب کے علاوہ دیگر دلائل مرویوں۔ جس سے حق و باطل ظاہر ہو گیا (کیا یہی معنی ہے روشن دلائل دیکھ کر بھی وہ کتب میں اختلاف کر بیٹھے ہمارے "صہم آپس کے حسد اور سرکشی کی وجہ سے کہ ہر فرقہ کے راہب نے اپنی بات اپنی چاہی اور اپنی بڑائی کی کوشش کی دلائل سے آنکھیں بند کر لیں۔ جب اہل کتب کا بھی اختلاف حد کو پہنچا تو لہذا اللہ الفتن امنوا یہاں اہل ایمان سے یا تو اہل کتب کے موثرین مرویوں (کیروندع الہیان) اور یا مسلمان۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور ہم خلاصہ تفسیر میں عرض کریں گے۔ لما اختلفوا لہ من الحق ما سے مروی حق ہے۔ اختلفوا اہل کتب اور فہ کی خمیر یا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی جس حق میں اہل کتب اختلاف کر بیٹھے اور اس کی طاقت کر کے کھو بیٹھے رہنے مسلمانوں کو اس کی ہدایت سے دی ان کے سپنے کل سے نہیں بلکہ ما خدا اپنے حکم اور کرم سے۔ یہ حدی کے متعلق ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہدایت رب کے بخشش ہے واللہ یعلم من یشاء الی صراط مستقیم اللہ اپنے کرم سے جسے چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے کسی کا اس پر زور نہیں۔

اس معلومت پر زور ہذا نیست تا نہ غشہ غشہ غشہ

خلاصہ تفسیر : اس آیت کا مضمون سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت قوم نوح علیہ السلام کے دور میں دس قرن کا فاصلہ ہے۔ ہر قرن اسی برس کا۔ اس حسب سے آٹھ سو سال کا فاصلہ ہو (لا بدع الہیان)۔ اور اگر سو سال کا قرن ہو تو کل ہزار سال ہوئے۔ اس زمانہ میں کل دس ذخیر آئے۔ ہر قرن میں ایک (دو مشور اور دس علیہ السلام تک لوگ عموماً موسیٰ و ہارون) اگرچہ قاتل مکرلو ہو اور کچھ لوگ اس کے ساتھی بن گئے۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کل ہشت چیل چکا تھا اور آپ ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے (روح المعانی) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ پہلے وہی ہیں جو کفار کی ہدایت کے لئے آئے۔ اگلے ذخیر موثرین ہی کو ہدایت پر رکھنے کے لئے آئے تھے پھر طوفان نوحی میں سارے کفار ڈوب دیئے گئے۔ صرف کشتی والے مسلمان بچے۔ اور اب پھر دنیا میں اسلام ہی رہ گیا۔ ہو علیہ السلام تک یہی حالت رہی جیسا کہ ہم تفسیر میں روح المعانی سے نقل کر چکے۔ پھر یہ حال رہا کہ کوئی ذخیر اگر اصلاح کر دیتے۔ موسیٰ علیہ السلام پہلے صاحب شریعت ذخیر ہوئے جن کے بعد بہت عرصہ تک لوگ ہدایت پر قائم رہے اور نہ مگر جوئے ہوئے ذخیر بھی آئے رہے۔ پھر لوگوں نے ان کتابوں میں بھی غلط خط کر دیا اور ان کی تعلیم کا زور دیا۔ یہاں تک کہ دنیا میں اند جبرقی چھا گیا تب۔

یایک ہوئی فیرت حق کو حرکت  
لوا خاک اہل کی وہ رویت  
ہوئے پہلوئے آئمہ سے ہویدا  
دعائے ظلیل اور نور مہیا

خیال رہے کہ گذشتہ کتابیں اور گذشتہ دین بدل جانے اور قرآن و اسلام نہ بدلنے کی چارہ ہمیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی دین میں ان کے نبی کی حدیثیں جمع نہ کی گئی تھیں۔ اسلام میں قرآن کے ساتھ احادیث رسول بھی محفوظ ہوئیں۔ حدیث رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قرآن کی شرح ہیں۔ جن کے بغیر قرآن کا جتنا ممکن ہے، اگر حدیث نہ ہو تو صلوٰۃ و زکوٰۃ اور قیام احکام کی تفصیل کون کرے۔ وہ سرے یہ کہ کسی دین میں ان کے عہد کا میلاد نہ ملتا کیا اسلام میں اول سے ہی میلاد شریف کا دلچسپ رہا اس میلاد شریف کی وجہ سے کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ خدا کہہ سکا نہ خدا کا بیٹا کہہ سکا نہ جو خود ہو نہ جو خدا ہے نہ وہی کی گود میں پرورش پائے وہ عہد اللہ ہے۔ اللہ نہیں ہے۔ میلاد میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا ہے وہ لوگ کہنے لگے نبی کو خدا کہہ بیٹھے خدا کا بیٹا۔ اسی لئے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی ولادت شیر خوار کی تھی کہ وہ عین فرشتے تھے۔ تیسرے یہ کہ ان قوموں میں کتاب اللہ کی جلالت کا قرآن کی طرح مدح نہ تھا۔ ہمارے ہاں مدح اور ہجرت نمازوں میں اور عقیدہ نبوی میں جلالت قرآن کے لئے خاص طریقہ ہوا کہ لئے ہماری تمام مسائل کے لئے علامہ ہاشم رفر آریہ کے لئے صوفیاء پیدا کئے یہ میں جلالت قرآن کے لئے خاص طریقہ ہوا کہ لئے ہماری تمام مسائل کے لئے علامہ ہاشم رفر آریہ کے لئے صوفیاء پیدا کئے یہ جماعتیں ان لوگوں میں موجود تھیں ان دور سے قرآن و اسلام مخلوط رہا اور وہ دین و کتب پہلے گئے اب بالکل نکال دیا گیا ہے۔ اسی کا اس آیت میں بیان ہے۔ اب فقیر سمجھو کہ آدم علیہ السلام سے نورس علیہ السلام تک تقریباً سارے لوگ مومن تھے۔ پھر زمانہ نورس سے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو اللہ نے حضرت نوح و غیرہم کو ڈالنے اور خضر فریضی بنانے کے لئے کتابیں اور پھیلے کر بھیجے۔ تاکہ لوگوں کا اختلاف دور کریں۔ مگر انہوں نے جو آیتیں کتابیں۔ جھڑا بنانے کے لئے آئی تھیں ان کتابوں نے انہیں میں اختلاف ڈال دیا اور انہیں کی حد کی وجہ سے روشن دلائل سے آنکھیں بند کر لیں۔ جب ان کا اختلاف حد کو پہنچ چکا تو رب نے قرآن انا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کو اس حق کی ہدایت دی۔ جس میں کل کتاب تلف تھی۔ چنانچہ عیسائیوں کا قبلہ مشرق بیت المقدس تھا اور یہودیوں کا مغربی مسلمانوں کا قبلہ دونوں سے اٹھل یعنی خلا کہہ ہوا۔ ان میں سے بعض کی لقا میں رکوع تھا اور سب سے متب اور بعض میں اس کا برعکس مسلمانوں کی نماز میں دونوں۔ ان میں سے بعض لوگ نماز میں بہت جوت بھی کرتے تھے اور بعض نماز میں چلتے پھرتے تھے۔ اسلامی نماز میں یہ کوئی عیب نہیں۔ دونوں کے دونوں میں وہ لوگ اختلاف ہی کرتے رہے۔ اصل مینہ یعنی رمضان کوئی نہ پاسکا وہ مسلمانوں کو ملا جنت کے پورے عہد میں بھی جھڑا رہا۔ یہودیوں نے شیخ اور عیسائیوں نے تو انہیں پکڑ لیا۔ مگر صحیح دن یعنی جمعہ مسلمانوں کے سوا کسی کے ہاتھ نہ لگا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے حلقہ جھڑے ہی رہے کہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا بنایا اور یہودیوں نے ان کی کنواری پاک و لدہ مریم خاتون کو عیب لگا دیا۔ مسلمانوں نے حق بات کہی کہ عہد اللہ و رسول۔ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں۔ جھڑا ہی رہا۔ کسی نے انہیں یہودی کہہ کسی نے عیسائی۔ قرآن نے ان کی صفائی بیان فرمائی کہ ما کان ابراہیم یهودیاً ولا نصرانیاً۔ الخ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی لوگ قسمت لگانے سے باز نہ آئے۔ قرآن کریم نے ان کی شانیں لوگوں کو بتائیں کہ فرمایا و ما نکلو سلیمان و فرعون۔ فریقہ اسلام اور ہائی اسلام علیہ السلام کتب پر احسان ہے۔ ان کے لئے اللہ اکبر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دنیا میں آخر ہیں۔ اور قیامت میں اول ہوں گے۔ اور جنت میں اول ہم ہی جائیں گے۔ کل کتاب کو پہلے کتاب ملی اور ہمیں ان کے بعد۔ وہ نے اس حق کی ہمیں ہدایت کر دی۔ جس میں وہ تلف رہے۔ جو حق وہ بزرگ جان ہے جو رہنے ہمیں ملنا چاہیے۔ یہ لوگ پیچھے رہے کہ جنت یہودی لیا اور انہیں عیسائیوں نے (دوستوں)۔

دوسری تفسیر : ایک زمانہ میں سب لوگ کافر ہو گئے تھے۔ اللہ نے دیکھ کر فرمائی کہ ان میں ڈالنے والے اور خضر فریضی دینے والے وغیرہ ہیں اور انہیں کتاب بھی ملنا چاہی تاکہ ان کے اختلاف کا فیصلہ فرمائیں اور ان کے جھڑے چکائیں۔ پھر اٹل

کتب نے ان کتبوں میں ہی جھگڑا لڑا دیا اور محض حد سے روشن دلائل کی پروا نہ کی اور دین حق کو چھوڑا۔ لہذا اس نے مسلمانوں کو دین حق سے بھلا دیا اور انہوں نے چھوٹا قلم ایت رب کے ہاتھ ہے جسے چاہو۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ایت کی بنیاد فضل الہی پر ہے۔ اور گمراہی کی بنیاد حد اور ضد پر ایت رب کی مطالبہ اور گمراہی اپنے بھوس کی تقلید۔ کیونکہ گمراہی کے لئے بنیاد اور ایت کے حلقہ باندھ کر لیا۔ دوسرا فائدہ ہر عقیم اچھی نہیں۔ گمراہی کا متفق ملنا چاہئے۔ جیسا کہ وہ سری قیصر سے معلوم ہوا کہ پہلے سب لوگ کفری حلقہ تھے۔ اسی حلقہ کو توڑنے کے لئے انبیاء بھیجے گئے۔ عرب میں بھی اسلام سے پہلے اسی عقیم و متفق کا دور دورہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے اسی حلقہ کی دو جگہیں اڑا دیں۔ موجودہ مسلمان اس آیت سے جبرت نکالیں اور ہر عقیم و متفق کے نذر لی نہ ہیں۔ ایت اور ایمان پر متفق مت مبارک ہے۔ قیصر لافائدہ۔ ہر خطیر کے ساتھ کتب یا مجتہد ضروری ہے۔ غولناہا ہو یا نہ کتب اور خطیر لوگوں کے فیصلہ کے لئے ہی تشریف لاتے ہیں۔ ان کے فیصلوں پر راضی نہ ہو غائب ہوتی ہے۔ جو حلقہ لافائدہ تھا ایت کا اختلاف غائب ہے جیسا کہ یودو نصاریٰ میں ہوا۔ حقیق کا اختلاف رحمت جیسا کہ آئمہ دین میں ہے کہ اس میں ضد کا دخل نہیں۔ بلکہ اس سے دین کی حقیق ہو گئی۔ اس کی حقیق ہماری کتب "ہدایا الحق" میں ملاحظہ کرو۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ علماء کا اختلاف بڑی بڑی چیز ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اس اختلاف کو برائی سے بیان فرمایا مگر حدیث شریف میں ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے تو حدیث و قرآن میں تضاد ہے۔ جواب : یہاں تضاد حد کی بناء پر اختلاف کی برائی بیان ہوئی اور حدیث شریف میں حقیقی اختلاف کی قرینہ ہے۔ جس کی بناء حقیق مسئلہ ہو۔ اس لئے رب نے فرمایا "بعضا"۔ انہم لہذا حدیث و قرآن میں تضاد نہیں۔ دوسرا اعتراض : مسلمانوں میں بھی بڑے اختلاف ہیں۔ حقیقی مشافہہ فیوض اختلاف ہے جو نئی قدریوں، "حشیوں" میں اختلاف کوں معلوم اور اسلام میں فرق ہی کیا ہوا۔ جواب : ان اختلافوں میں وہ طرح فرق ہے ایک یہ کہ ان دونوں کے اختلاف حد کے تحت ہے۔ یہ اختلاف حقیق کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے اختلاف اصل دین میں تھے۔ خدا کی ذات و صفات انبیاء کے ذات و صفات کتب لفظ کی تھوڑا ان سب میں اختلاف تھے۔ خدا ایک ہے یا تین حضرت عیسیٰ خود خدا ہیں یا خدا کے بیٹے۔ انجیل ایک ہے یا چار حضرت سلیمان نبی ہیں یا نہیں۔ وغیرہ۔ ہمارے اختلاف صرف فردی مسائل میں ہیں۔ فرمیکہ وہاں اختلاف عقائد و مسائل کا اختلاف مسائل لہذا وہ اختلاف غائب تھا۔ یہ اختلاف رحمت ہے۔ تیسرا اعتراض : مسلمانوں میں بھی بہت فرق دینی اختلاف رکھتے ہیں۔ جیسے مرزائی، پکڑاوی وغیرہ۔ ان دونوں اور اسلام میں کیا فرق رہا۔ جواب : یہ ایک اسلام میں یہ اختلافات بھی موجود ہیں مگر یودو نصاریٰ میں تو سارے فرقے بدین ہو گئے تھے ایک بھی حق پر نہ رہا تھا۔ اسلام میں تا قیامت ایک فرقہ الہستہ البراوت حق پر رہے گا اور غالب رہے گا۔ اصل اسلام نہ مٹ سکے گا۔ لہذا اس اختلاف اور اس اختلاف میں بڑا فرق ہو گیا۔ جو تھا اعتراض : پہلی قیصر سے معلوم ہوا کہ لوگوں کا دور پس علیہ السلام سب مومن رہے تو کیا کافیل اور اس کے ساتھی بھی مومن تھے؟ جواب : قیصری میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں اس سے عام لوگ مراد ہیں نہ کہ سب لوگ۔ یعنی اس زمانہ میں عام لوگ مسلمان ہی تھے۔ سو چار کافروں کا اعتبار نہیں اور اگر اس سے سب لوگ مراد ہوں تو ان سے یہ متفق یا علیہ السلام کی شہنشاہی

دلوں کی طرف اشارہ ہے پانچویں اعتراض: دوسری تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزر رہا ہے جب کسی پیغمبر کی نبوت نہ تھی اور دنیا میں سب کافری تھے۔ ملائکہ قرآن کریم فرماتے ہیں کہ کل قوم حادہ ہر قوم میں ہادی اور رہبر ہوئے۔ جواب: کوئی وقت نہ تھا کہ نبوت سے خلل نہیں۔ کسی نہ کسی نبی کی نبوت دنیا میں ضروری ہے یہی کبھی ایسا بھی ہوا کہ نبوت ظاہر نہ رہی لوگوں نے اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی علیہ السلام کلام ربانی زمانہ اس کو فترۃ کہتے ہیں۔ نبوت کا ہر دور جز ہے سانادہ سری جز۔ اس آیت میں ہونے والا کہ ہے اور سال بنانے کا چھٹا اعتراض: دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ پہلے سب لوگ کفر خلق ہو گئے بعد میں پیغمبر آئے۔ ملائکہ چاہتے ہیں کہ پہلی پیغمبر آئے تاکہ کفر پر اشفاق نہ ہو نہ جواب: اس آیت کے یہ معنی نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ چونکہ لوگ کفر خلق ہو گئے تو خدا کا پیغمبر آئے۔ ف جزا ہے نہ کہ قطعیت۔ نبی آتے ہی رچے تھے مگر ایک نبی کے بعد لوگ جلد ہی گمراہ ہو جاتے تھے یہ ہمارے آئین کی شان ہے کہ قیامت تک ان کا دین باقی ہے۔ ساتواں اعتراض: کیا اس گمراہی سے پہلے نبی نہ آئے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگ گمراہ ہوئے تو نبی بھیجے گئے۔ جواب: تفسیر میں گزر چکا کہ سال و پیغمبر مراد ہیں جو کفر مٹانے کے لئے آئے۔ ان سے اگلے پیغمبر مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رکھنے کے لئے آتے تھے نہ کہ کفر مٹانے کے لئے ان کے زمانہ میں کفر خدای نہیں۔

نوٹ: ان دو شواہد کو دیکھتے ہوئے قارئین نے اس آیت کی تحریف کی اور اس کے معنی یہ کہے کہ لوگ ایک ہی گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کسب سے یکساں ہی معاملہ ہوتا رہا کہ سب میں نبی آئے رہے یہ نہیں کہ بعض لوگ نبوت سے محروم رہے اور ہر نبی نئی کتاب لے کر ہی آئے یہ نہیں کہ کوئی کتاب سے محروم رہا۔ دیکھو بیان القرآن معارف محمد علی لاہوری مرزا کی۔ یہ تفسیر نہیں بلکہ آیت کی تحریف ہے الحمد للہ ہماری اس تحقیق سے آیت پر کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔ تفسیر کبیر وغیرہ نے سال سے تحقیقات فرمائی ہیں۔ وہاں مطالعہ کرو۔

تفسیر صوفیان: جیسے کہ میں نے پہلے سے پہچان لیا تھا کہ وہاں سب گمراہ ہیں اور عرض کرتے ہیں ایسے ہی ہر پیکر دین ظہرت اور عقیدہ توحید پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر دنیوی محبتیں اسے بگاڑتی ہیں۔ عالم اجمال میں سب دین حق پر تھے اور وہ طہنات میں سب متفق۔ عالم تحصیل میں اگر طبیعت اور نفس کی محبت سے اختلاف پیدا ہوا۔ اور بعض کلام و دین رب سے قلبہ بن گیا۔ رب نے پیغمبروں کو اسی لئے بھیجا کہ انہیں اختلاف سے اتحاد کی طرف اور کثرت سے وحدت کی طرف ہر اوت سے محبت کی جانب رجوع دیں۔ نیکوں نے ان کی اطاعت کی جس سے وہ اعلیٰ علیین میں پہنچے۔ بد لوگ مخالفت کر کے اسفل السافلین میں گئے۔ گویا انبیائے کرام کے ذریعے دو دو گروہ ہو گیا اور باطنی کاپانی (از روح الہیہ و روح العانی و فیروہ)

دوسری تفسیر: مشتق کے دن سب ہی ملتے کہ کر بلا ہر مومن تھے اور سارے ایک گروہ معلوم ہوتے تھے۔ فساد الہی یہ تھا کہ ایسی چھٹی قائم فرمائی جائے۔ جس سے آنا بھوسی سے علیحدہ ہو جائے۔ اور کمرے کھوٹوں سے ممتاز ہو جائیں لہذا ان میں انبیاء اور کتابیں بھیجیں جنہوں نے صحت دل سے ملتے کیا تھا۔ اپنی اصلی منزل پر رہتے رہے اور ان کی اطاعت کر کے وہ ارباب سے مشرف ہوئے۔ جنہوں نے بدولت سے متفقانہ طریقہ پر ملی کیا تھا ان کی اصلیت لب ظاہر ہو گئی غرضیکہ انہی کے کرام کی ذات کمرے کھوٹے میں فرق کرنے والی ہے۔ اس آیت نے بتایا کہ کتاب اللہ بھی رب کی طرف سے آئی ہے اور رسول اللہ

بھی مکر حق و باطل کا فیصلہ صرف کتب اللہ سے نہیں ہو تا بلکہ رسول اللہ کرتے ہیں وہ پہلے فرمایا لعنکم اللہ ایہ الناس اگر رسول اللہ نبی لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادیں سو ساری جگہ فرمایا انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لعنکم اللہ ایہ الناس اے محبوب ہم نے تم پر حق کے ساتھ قرآن اس لئے انکرا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ صرف کتب سے ایمان نہ آتا ہے بلکہ رسول کے ذریعے پھر ہوتے ہیں۔

دی بخ اندر کتب لے بہ خبر علم و حکمت از کتب دیں او نظر  
کتب دل کا در ہے نور نبوت سورج کا دروں دروں لوہوں کے انبیاء علیہم السلام سے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بے شمار نعمتیں بخشی مگر سب نعمتوں سے اعلیٰ یہ نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ملتی ہے جس پر رب کا خاص کرہ ہو اگر حیل کا راستہ معلوم نہ ہو تو سوز کا برس دینا سب بیکار ہیں اگر راستہ غراب ہو مستقیم نہ ہو تو یہی ایسی بات کہ مسافروں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ غرضیکہ یہ دعا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ احسن اسی کا ہے جو راستہ ملے رنگین میں رہ رہتی ہو بڑی رحمتیں صرف یہی کی وصول کرتے ہیں دنیا رنگین ہے جلد راق کا پتہ نہیں چلو دو وہ اس پر جس نے ہمیں مل رہا ہے وہ کھلا۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

کیا تم نے کیا تم نے یہ کہ داخل ہو جاؤ تم جنت میں حالانکہ اب تک نہ آئی تم پر مانند ان لوگوں کے جو گزرے کیا اس مکان میں ہو کہ جنت میں پہلے جاؤ گے اور ابھی تم پر انہوں کی سی رواد نہ آئی

قَبْلَكُمْ مَثَلُ الْبَاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزُلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ

پہلے سے تمہارے۔ کہ پہلی بار سختی اور ضرر اور شدت اور جھنجھوڑے گئے یہاں تک کہ کہنے لگے رسول پہلی انہیں سختی اور شدت اور بڑا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ إِلَّا أَنْ نَصْرَ اللَّهُ قَرِيبٌ ۝

اور وہ جو ایمان لائے ساتھ ان کے کہ کب ہے مدد اللہ کی خبردار حقیقت مدد اللہ کی قریب ہے۔

اس کے ساتھ کہ ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو یہ شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہے ہمارے۔ اب ہدایت لینے کا طریقہ دیا جا رہا ہے کہ اس کے لینے کے لئے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ یہ ملت نہیں مل جاتی۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ دنیا سے اختلاف مٹانے کے لئے مسلمانوں کو قرآن کریم طارفاً لیا اور انہیں سب سے افضل و اعلیٰ بنایا گیا اب فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں تم اس دینی فعالیت کے برقرار رکھنے کے لئے سخت مصیبتیں اور مستحکم جھجھکے پر آمادہ ہو جاؤ کہ دنیا کی اصلاح آسان نہیں۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ گمراہوں کی گمراہی اور ان کے جھگڑے ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ اب سے نہیں لب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ والوں کی استقامت اور دین حق کی تبلیغ کے لئے کوشش اور مخالفین کے مقابلہ میں صبر بھی ہمیشہ سے ہی ہوتا رہا ہے اور یہ کہ

تہاں مختلف میں اس سے یکجہ ہوتا۔

شأن نزول : غرض اسلوب میں مسلمانوں کو ختم مسیحیوں کا سامنا تھا۔ صوبی اور ہر کسی کی تکلیفیں ختم نہیں کتا۔  
 اہل یہودیہ میں اس میں غلطی ہو چکی تھی کہ غلطی کی کہ غلطی کا کار مسلمانوں کی ہوا نہ جلتے۔ قرآن کریم نے  
 فرمایا و بطلت الطوب العاجزہ خود بخود خود بخود نصرتی اور منافقین کی اور دشمنی بھی اس میں ہوتی ہے۔ آیت  
 کہ۔ انہی میں مسلمانوں کو گزند نہ لوگوں کے و اقلیت سنا کر صبر و لایا گیا کہ وہ دشمنی نہیں ہو۔ عہدہ ان میں  
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں میں اپنا گھر بدل دے اور مشرکین کے قبضہ میں ہوا نہ کہ نہ پہنچے تو یہاں ہونے  
 کا ہر طریقہ لوگوں میں شروع کریں اور ہر طرح ان میں اپنا گھر بنائیں۔ مسلمانوں کو ایک گھر بنانے کا ہر طریقہ سب سے  
 یہ غم خوار اس سے آیت انہی میں فرمایا کہ اگر وہ ہوں جس میں عیسائیوں کا ختم ہوا ہے۔

تفسیر : ام صبحم ان تصلوا الجفہ ام رد پہلی سوال کے لئے آتا ہے۔ کہتے ہیں کیا گھر میں نہ ہے ہاں  
 میں بھی ایک عبادت گاہ ہے جس کے ہر وہ ہے۔ یعنی کیا گزند نہ ملے مسلمانوں کا طریقہ اختیار کر کے ایسا کہ  
 وہ کہے کہ بغیر عہدہ حصہ ہوا کہ بعض نے فرمایا کہ ہم معنی میں ہے مگر پہلے سنی سے خطاب ہے۔ مسیحیوں میں  
 خطاب ہے۔ کہ نہ ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ خیال فرمایا اور نہ فرماتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس خطاب میں  
 حضور علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ اس کا خطاب یہ ہے کہ خطاب ظاہر ہے مگر مسلمانوں کو سنا ہے۔ خیال ہے کہ اس  
 قسم کے مصلحتیں ماسکین کو شوق دینے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس کا ہر وہ نہیں کہ اس کے دل میں یہ خیال ہو اور نہ  
 عہدہ اس آیت سے یہ لازم نہیں کہ حضرات صحابہ کو یہ خیال ہو اور نہ چاہتا ہوں کہ یہ خیال ہو۔ آیت ہر وہ ہے ہاں  
 ہر وہ خیال ہو۔ حضرات خطاب نے حضرت سے پہلے یہاں کیس کہ لے لے نہیں دے اور کے گھر ہر وہ بھی اس آیت  
 کے نزول سے پہلے ہی تو یہاں ہی ہر وہ رہیں گی و لہذا ما تکم یہ و لہذا ما تصلوا کی تفسیر میں۔ بعض  
 لوگوں نے فرمایا کہ لہذا ایک ہی خط ہے اور بعض کے نزدیک یہ اور ہے کہ یہاں سے لے کر یہاں تک صلی اللہ علیہ وسلم  
 لہذا کہ اصل معنی صلت ہے اور یہاں معنی کہ وہ ہوا ہے۔ لہذا صلی اللہ علیہ وسلم لہذا کہ اصل معنی صلت ہے  
 قدین سے گزند نہ ہوں کے ہر وہ یہاں رہیں یعنی کیا نہیں کہ گئے کہ جس میں بھی جگہ تک کہ لب تک تو یہاں کی  
 سی سببیں اور تفسیر نہ ہوں۔ مستہم الہا ما و الصوامع بلہ شل کلہا ہا ما و ہا کے سنی میں ہے۔  
 معنی شہد فقیری و مسکنت یعنی یہ تکلیف جس کا ہر وہ یہاں ہے۔ ہوا۔ ہر وہ معنی غلامی سببیں یعنی  
 ان کو ہر وہ معنی غلامی غلامی ہر وہ کہ ہر وہ یہاں ہے۔ ہوا۔ ہر وہ معنی غلامی سببیں یعنی  
 کا ہر وہ یہاں ہے معنی ہر وہ یہاں ہے ہر وہ یہاں ہے ہر وہ یہاں ہے ہر وہ یہاں ہے ہر وہ یہاں ہے ہر وہ یہاں ہے  
 ہیں۔ تفسیر کیر نے فرمایا کہ یہ ذل ہے معنی یہاں کہہ کرنے سے ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے  
 قل سے لعل اور صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے  
 و اللہ اعلم بالصواب کی کتاب اور قل ہے۔ یہ قرآنی اور اطرافی مانت میں ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے کہ ہر وہ یہاں ہے

تک مسیحی نہیں کہ ہے قرار ہو کر وغیرہ اور ان کے ساتھی مسلمان پکارا فحشستی نصر اللہ حتی کے ہر ایک فعل پوشیدہ ہے اور مد سے مد مد مراد ہے جس کو مد مد تھا یعنی اللہ کی مدد موجود لب کب آئے گی اور اس سے بڑھ کر کون سی صیوت کا نظارہ ہے۔ الا ان نصر اللہ لرب ظاہر ہے کہ یہ جملہ ان وظیفوں کی مدد کا لب ہے۔ یعنی تب ہم نے ان سے فرمایا کہ مت گھبرو اللہ کی مدد بہت قریب ہے اور ممکن ہے کہ موجودہ مسلمانوں سے خطاب ہو یعنی اے مسلمانوں گھبرو نہیں مدد اہل بہت قریب ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمان کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جنت جیسی اہل نصرت پر مبنی بغیر نصرت حاصل کر لو اب تک تم یہ نہ سمجھتے تھے کہ آئیں جو تم سے انگوٹ پر آجکیں تم تو ان سے اہل ہو۔ تمہیں چاہئے کہ میرا چاہو نہ بیش کہ اور کسی مدد میں ان سے پیچھے نہ رہو۔ انہیں تو اللہ مدد دینی ہوئی مسیحیوں اور تکلیفیں بہت پہنچیں اور انہیں بلاؤ لگا لگا کر مہار خفت مصیبتیں کسانا ہوں اور شدت کی انتہاں مد تک پہنچی کہ ان بہتوں کے رسول اور ان کے فرماہو اور مومن بھی طلب حد میں جلدی کرنے لگے اور یہ قرار ہو کر نکالے گئے کہ مولا اب میری مدد کب پہنچے گی اور اس سے بڑھ کر کون سی صیوت آئے گی مگر اللہ رسول بڑے صابر ہوتے ہیں اور ان کے ساتھی بھی بلو جو ان انتہائی مصیبتوں کے وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور دنیا میں کامل نہ بدل گئے۔ تب انہیں تسلی اور خوشخبری دی گئی کہ مت گھبرو رب کی مدد قریب ہے۔ ان حالات کو دیکھو اور میرا اختیار کرو۔ بخاری شریف میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام خانہ کعبہ کے سایہ میں چادر مہار کا ٹکڑہ لٹکے قریب فرما تھے ہم نے حضور سے اپنی مصیبتوں کی شکایت کی اور عرض کیا کہ حضور ہمارے لئے دعا کیا کریں میں فرماتے تو آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ زمین میں دل بدینے جاتے تھے۔ آری سے جہ کہ وہ کھڑے کو بیٹے جاتے تھے۔ لوہے کی ٹنگھیلوں سے ان کے سر کے گوشت فوج لئے جاتے تھے مگر انہیں کوئی مصیبت دین سے نہ ہو کہ مکتی تھی۔ قسم رب کی یہ دین پورا ہو کر رہے گھوٹا میں اس دن لوگ کھڑے رہے ہو گا کہ صفا سے حرمت تک لوگ بدو عزک جائیں گے۔ مگر تم جلدی کرتے ہو (وہ حضور فرماؤں انہیں) اللہ اللہ کہ صلابہ کر اہم نے انتقامت اور میری مجلس قائم فرمادیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیبیوں کے سوا رہیں ویسے ہی ان کے صلابہ اصحاب انبیاء کے سوا اگر ان کی صبر انتقامت کے ہوتے تو تاریخ کا مطالعہ کرو اور قرآن پاک میں بھی ان کی بہت تفریخیں کی گئی ہیں۔

قائدے : اس آیت سے چھ قائدے حاصل ہوئے پہلا قائدہ تنگی کی رہبر مدینے کے لئے گذشتہ لوگوں کے کارنامے سلاست اب ہے۔ دوا علیہ کلید دستور اسی آیت سے اخذ ہے۔ دوا سر قائدہ تنگی میں دوا سولہ کی حرص کہ ہر سب سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا نیز بلکہ باعث لب بدیوی حرص گناہ ہے۔ تیسرا قائدہ بغیر عمل جہ کی خواہش کرنا صلاحت ہے۔ ہر ملک صلاحت اور رب کی رحمت حق ہے مگر صلاحت اور رحمت حاصل کرنے کے لئے نیک عمل بھی ضروری ہیں۔ چوتھا قائدہ انسان کو چاہئے دینی صلاحت میں پیشہ نہ رہے کہ دل میں تنگی نہ پیدا ہو۔ پانچواں قائدہ دنیوی منہج اور پریشانی کامل پر اثر ہو مگر غلط نہ ہو۔ جیسے کہ زہری اور نقصان دہ چیزوں کا اثر انہما کر اہم کے جسم پر ہو سکتا ہے۔ ایسی ہی سولہ کی پریشانیوں کا اثر ان کے دل پر بھی ہو سکتا ہے۔ سولہ کی پریشانی ان کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتی۔ چھٹا

قائد: دینی تکلیفیں رب کی مرضی کی علامت ہیں۔ ایسے ہی پہلو کے آرام و رضا بھی کی دلیل ہیں۔ مست و فہر رب کے پیادوں کو غم و درد فتنوں کو راحیں مل جاتی ہیں بلکہ دوح و پھان شریف نے شروع سورہ کتب میں فرمایا کہ من بعدکم ثم انی کا

نہ ہے۔

سلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلالہ خفت مشقت میں ملتی تو چاہئے کہ مسلمانوں کے ہونے کے لئے نہ لہ  
مسلمان باوجود مسلمان ہونے ہی فوت ہو جائیں وہ جتنی نہ ہوں کہ انہوں نے کوئی مشقت، بیماری نہیں۔ جواب: حصول خفت  
نہیں قسم کلبہ۔ کسی دوسری مثال اپنے عمل سے پیر ہو تو کسی سے۔ دوسرے کے مثال ہو تو حلالہ خفت مشقت کے فضل  
کرم سے ہو وہ بھی ہے پہلو کسی خفت کا کرے حلالہ فضل دوسری چیز ہے۔ دوسرا اعتراض: بعض مسلمانوں کو بیکار  
طرح آرام رہتا ہے وہ تکلیف مشقت سے آشنا بھی نہیں ہوتے تو چاہئے کہ وہ جتنی نہ ہوں۔ جواب: اس آیت میں  
مسلمانوں کو صاحب جملے پر آمادہ کیا گیا ہے کہ اگر اوقات آپڑیں تو گھبراہٹیں نہیں آگے رب کی مرضی ہے کہ وہ معیشت بیکار نہ  
جیسے نام حسین بیٹہ آرام سے رہے مگر جب معیشت آپڑی تو نہایت خفت و غم سے جھیل گئے۔ معیشت بیکار رہے اور  
جھیلنے کے لئے آمادہ نہ ہو سکے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بچے وغیرہ بھی معیشت سے گھبراہٹے اور رب  
کے وعدہ و وعید میں شک کر کے کہنے لگے کہ مذکب آئے کی۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا و ظنوا انہم قد کذبوا  
حالانکہ گھبراہٹ بھی جرم ہے اور رب کے وعدوں میں شک کرنا سخت جرم اور انتہائی کرم محسوم ہیں۔ جواب: اس کے  
چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تفسیر میں گزرا کہ تکلیف کی بے چینی نقصان شریعت ہے۔ نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اعتراض تو  
ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ انتہائی کرم ہے اور رب کو آمادہ جلد کا اثر ہو تاخلف نبوت ہے۔ دوسرے یہ کہ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ اس  
آیت کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں نے تو کہا تھا کہ مذکب آئے گی اور انتہائی کرم نے کہا گھبراہٹ نہیں معقوب آئی ہے۔ یعنی وہ  
عصاؤں کے وہ قول ہیں۔ لب کوئی اعتراض نہیں۔ تیسرے یہ کہ معنی لفظ مذکب کا کہ میں بکھر رہا تھا۔ حلالہ ہے کہ سولی  
لب تو تکلیف انتہائی پہنچ چکی۔ (اگر بعد فرماتے گا وہ آیت جو معترض نے پیش کی اس کے معنی لفظ کتب اس کے معنی یہ ہیں  
کہ انتہائی کرم کو قوم کے حلالہ کا اثر ہو گیا کہ ایسا نہ ہو دوسرے میں وہ آئے سے لوگ سمجھیں کہ وہ بیوقوفانہ ہم سے لفظ وہ  
کہا تھا جو تھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام باخیر عمل خفت حاصل کرنا چاہتے تھے اسی لئے وہ اپنے  
اس درجہ سے روکھور فرمایا ام حبیبہ میں جواب: کبھی سوال کے جواب میں ممانعت کی جاتی ہے بلکہ شخصہ لفظ کاہنہ کر کے  
پہلو بھی ایسی ہے جیسے کوئی اپنے عزیز و قرب سے کہے کہ کیا تم لوگ یہی بھولنا چاہتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ نہ بھولنا۔ ایسے ہی  
پہلو فرمایا گیا کہ یہ خیال نہ کرنا۔ حضور کے صحابہ نے حضور کی اطاعت اور اسلام کی خدمت میں وہ مصیبتیں جھیلیں جن کی مثال  
نہیں ملتی۔ حضرت بلال نے اسہ ابن ظہب کے ہاتھوں کیسے دکھ دیکھے۔ حضرت عمار بن یاسر نے اپنی آگھوں سے اپنی ہڈی کو کھار  
کے ہاتھوں پر جسے کھل حضرت حضور ابن اس نے جنگ احد میں اپنے ذمہ کا کرہام شدت نوش کیا کہ صورت نہیں پہنچتی  
جاتی تھی صرف ہڈیوں کے پر ہوں سے پہنچا گیا۔ آخر میں حضرت سید الشہداء صاحب حسین نے ہر قسم کے صبر کے ہونے قائم  
کے وہ تو اول تائیدات مثل نہیں رکھتے۔ فرجیدہ حضور کے صحابہ کچھلی امتوں کے صحابہ سے ہر طرح کے رہے کسی طرح

پہچنے رہے۔

تفسیر صوفیانہ : اے رومیت کے مسافر کیا تم یہ خیال کئے ہوئے ہو کہ دیدارِ الٰہی کی مشقت میں بغیر مشقت داخل ہو جاؤ اور جس پچھلوں کی سی دشواریاں اور پیش نہ آئیں یہ بھی خیال نہ کرنا پچھلے مسافروں کو ترک دنیا ترک وطن فقیری مسکینی کی سخت مشقتیں اور پہلے راحت مصلحت نفس اور مہلکت کی سخت تکلیفیں اور پیش آئیں اور ان کو شوقِ محبت سخی مصیبتوں سے ہلا ہلا ڈال دیا تاکہ ان کی استعداد اور قابلیت پوری پوری ظاہر ہو جائے۔ یہاں تک کہ رہبر اور مسافر دونوں اور ازی و فراق اور مشقت جملہ امور دوری و حمل شوق و وصل اور راستہ کی دشواری سے گھبرا کر وہاں سے ہٹا دیتے تھے کہ موتی تو ہی ہمیں جبر سے سفر طے کرنے کی قوت اور مشقتیں ہدایت کرنے کی طاقت دے۔ جب ان کی مشقتیں انتہا کو پہنچیں اور طاقتیں ختم ہو گئیں تب ان کے کان میں نہیں آتیں کہ موت گھبراؤ حمل قریب ہے اور رب کی مدد آنے والی ہے اور تب ہی آثارِ جلال ظاہر ہوئے۔ چاہے جب تم رنجی کامیابی حاصل کرنے میں بڑی مصیبتیں جھیل جاتے ہو اور مشقتی پہاڑی کے وصل کے لئے بڑا دھن مشقتیں ہدایت کرتے ہو تو یہ احمق کامیابی ہے اور محبوب حقیقی کو وصل ہے۔ یہاں ہر وہاں کا کام نہیں۔ بہت ٹھوٹک بجا کر آزمائش کر کے لال کو بلایا جاتا ہے۔

محبوب یہ کہتا ہے کہی آنے نہ پائے اور جو کوئی آجائے تو پھر جانے نہ پائے  
اے اچھو ہمہوں کو بھی اپنے ساتھ لے لو۔ جو اقبال کو بھی آسمان پر پہنچاتی ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَتَفْقَهُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ وَالْيَتَامَىٰ

پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا ہے وہ جو خرچہ کرتے ہیں فرمادو جو کچھ خرچہ کرتے ہیں ہمدانی سے ہیں واسطے ماں باپ  
تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچہ کرتے ہیں۔ تم فرمادو جو کچھ مال نیکی میں خرچہ کرو تو وہ ماں باپ اور

وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ

اور قرابت داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے اور جو کچھ کرو گے  
قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو

خَيْرٌ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝

جہاں ہے تحقیق اللہ اس کو جاننے والا ہے۔

جہاں کر رہے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

تعلق : اس آیت کا مکمل آٹھ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں مسلمانوں کو جانی قربانی کے لئے  
اللہ کیا ایسا نہیں ملتا قربانی کرنے پر حوجہ کیا جا رہا ہے تاکہ نقد نعمتوں میں مشغول ہو کر اللہ کی کامل نعمتوں سے غافل نہ ہو  
جائیں۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں مسلمانوں کو اشد "آئے ولی مصیبتوں کی خبر دی گئی۔ جس میں جملہ بھی داخل ہے اور

جملہ میں مل کر عروج کرنے کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اب انہیں خیرات کے مصروف طے جاری ہے ہیں تاکہ انہیں رونا خدا میں عروج کرنے کی عادت پڑے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں ربانی احسان کا ذکر فرمایا گیا۔ اور اس احسان کی معنی مورد میں ہیں۔ ایک تو آئی ہوئی مصیبت پر گھبراہٹ جلد سے کٹاں ہوئی نعمت کو اس کی رضا کے لئے بخوشی عروج کرنا تکمیل احسان میں پہلے احسان کا ذکر تھا اور بعد سے احسان کا کہہ۔

شان نزول: حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا عروج کو اور کس پر عروج کروں۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتاری (خزائن دور مشرق و مغرب) سیدنا محمد علیہ السلام نے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک بچہ ہے کیا کروں۔ فرمایا اپنی جان پر عروج کر عرض کیا کہ میں فرمایا اپنے گھر و گھلوں پر عروج کر عرض کیا تمہیں میں فرمایا اپنے ظلم پر عروج کر۔ عرض کیا چاہا میں۔ فرمایا اپنے دل پہ عروج کر۔ عرض کیا میں میں فرمایا اپنے رشتہ و دھندوں پر عروج کر عرض کیا چاہا میں فرمایا رونا میں میں عروج کر میں کی تائید میں یہ آیت اتاری (کبر و عظمت)۔

تفسیر: مسئلہ نمک ما فا مفلون اگرچہ سوال کرنے والا ایسی شخص تھا مگر یہ کہ یہ جواب سب کے لئے نذر آہ ہے اس لئے سب سے کو سائل قرار دے کر جمع کا مینہ لرایا گیا۔ چونکہ سائل نے سوال ضروری سے کیا تھا کہ وہ بتائی سے اس لئے فرمایا گیا کہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں یعنی پوچھتے آپ سے ہیں مگر جواب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ سے یہ حضور اصل ہم سے ہی پوچھتا ہے ایسے ہی جو حضور سے ملے گئے تو اسے نہ رہا بتائی ہے کہ حضور سے ملے گئے حقیقت وہ بتائی سے ہی مانگتا ہے۔ چونکہ اس آیت کا نزول اس صحابی کے ایک سوال پر ہوا ہے اس لئے ان کے سوال کا بھی ذکر فرمایا تاکہ تباہت مسلمان ان کے احسان سمجھ سکیں۔ جن کے سوال کے صدقے سے انہیں یہ آیت ملی بعض قیامت کی بعض صحابہ کے عقل ہوئی ہے۔ جیسے بعض احکام بعض صحابہ کے صدقے سے ملے۔ مگر حکم کے احکام حضرت عائشہ صدیقہ کے عقل و حیل و حیل میں رات بھر کھانے پینے کی اہلیت حضرت عمرؓ میں قیس کی عقل و حیل کی بدلت میں عورتوں سے محبت کی اہلیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقے سے تو ان آیات کے نزول میں ان صحابہ کا مسئلوں پر احسان ظہور ہے۔ جن کے سبب یہ آیات اتاریں۔ لایا تو ایک ہی لفظ ہے اور مقتنون کا مفعول۔ لایا۔ مستطاب۔ ہے اور ذرا معنی لذی۔ اس صورت میں مابعد لایا کا لایا اور لایا لگے فعل سے مل کر اس کی خبر کیرا لایا سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ کس قسم کا لیل عروج کریں اور ممکن ہے کہ دونوں ہی سوال ہوئے ہوں کہ کیا عروج کریں اور کس عروج کریں مگر ایک سوال کا ذکر فرمایا۔ مقتنون کا لفظ سے بڑا معنی حلق کرنا اور کھیرنا ہے کہ عروج میں بھی جمع شدہ مل کھیرا جاتا ہے اس لئے اسے لفظ کہتے ہیں۔ یعنی اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا عروج کریں یا کیا ہو مل پر عروج کریں لال ما اللعق من بعد ما موصول ہے اور من بعد اس کلمہ غیر سے یا تو زیادہ مل مراد ہے یا مل حلال۔ مدح الہیہ نے فرمایا کہ ہر مل کہ خیر میں عروج ہو جائے وہ خیر ہے۔ خیر میں چھوٹا مل ہیں۔ مل حلال بھی کہ عروج کیا ہو مل۔ نیت خیر سے عروج کا مل۔ اہل ضرورت سے چاہا مل۔ ذمہ کی و عذر رستی میں مل ہو مل کے مرتے وقت کی خیرات کا ثواب کو حاصل ہے۔ اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت سے خیرات کیا ہو مل۔ رونا اللہ کی

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خرچ کرنے کے حقل پر چہتے ہیں کہ کیا خرچ کریں اور کیا خرچ کریں ان میں دونوں سوالوں کا جواب ہے وہ کہ اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال روایں میں خرچ کرو۔ مگر جبکہ خرچ کرو۔ غلط مصرف پر خرچ کرنا فضول یا نقصان دہ ہے۔ لہذا اپنے مال باپ کو دو۔ کیونکہ ان میں کہ وہ تم سے تمہارے قریب ہوا مال کو دو کیونکہ ہر شخص کو اپنے قریب ہوا مال کے حلق کی زیادہ خبر ہوتی ہے اگر تمہارے قریب ہوا مالوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھر میں تو اس میں تمہاری بھی زیادہ ہے۔ معوجہ ہے کہ تمہاری ضرورتیں آپس میں ہی پوری ہو جاتا کریں۔ گوارث غریب تقویٰ میں کو بھی دو کیونکہ ان کا کوئی اثر کوئی نہیں جو ان کی حاجتیں پوری کرے اور سندھ خود کھانے پر قادر ہیں اور مسکینوں اور رونا گیوں کو بھی دو تاکہ ان کی فوری ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اس پر ہی کیا موقوف ہے۔ جہاں تک ہو سکے ہر مظلوم کی کو خوش کرو تمہارے کسی کام سے روکنا غافل نہیں۔ وہ تمہیں ضرورت لونا۔

قائم ہے : اس آیت سے چھ قاعده حاصل ہوئے۔ پہلا قاعده : اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال عرق کرنا چاہئے خیرات کر کے خود ملک میں جتنا اور بیکس آگنا بھارت ہے۔ دوسرا قاعده : طفل مال عرق کرنا چاہئے پاک بارگاہ میں پاکسل بھیجے۔ تیسرا قاعده : ہر قسم کا مال عرق کرنا ہے۔ بھوکے کو کھانا، نگے کو کپڑا، محتاج کو روپیہ و درود۔ زمین دوائے زمین کی خیرات کریں کہ مسجد و مدرسہ بنائیں۔ چوتھوں قاعده لفظ خیر سے حاصل ہوئے۔ چوتھا قاعده : عرق میں قربت اور

حاجت کی ترتیب کا خیال رکھئے۔ زیادہ تر یہ پہلے خرچ کرے اس کے بعد دوسرے کے رشتہ دار پر اسی طرح سخت ضرورت مند کو پہلے دے۔ پھر معمولی حاجت مند کو جس کے کل قربات کا اعتبار نہ لیتے ہوں اور نہ خودوں کو خیرات دے سکا قبول نہیں کیونکہ یہ لہو لہو اگرچہ ترتیب کے لئے نہیں مگر اس کی ترتیب کا حکم سے خلاف بھی نہیں۔

مسئلہ : مالِ مالِ مال کو ذکوۃ غلو اور کوئی صدقہ واجبہ نہ دیا جائے نہیں۔ ایسے ہی بیوی اور اپنی اولاد کو (اور خزانہ و عرق) مسئلہ یہاں مختلف سے صدقہ نقلی مرلو ہے۔ اور اگر صدقہ واجبہ مرلو ہو تو یہ آیت حکم ذکوۃ سے منحرف ہے۔ (در مشورہ مسئلہ) اس جیمہ اور مسائل کو صدقہ واجبہ دے سکتے ہیں جن کے پاس مال نہ ہو۔ مگر جیمہ اور مال اور مسائل جو اپنے ساتھ مال رکھتا ہو صدقہ واجبہ نہیں لے سکتا یا انچوں قاعدہ: انسان کو جس نیکی کا موقع ملے کر اگلے بلا سمجھ کر چھوڑ نہ دے۔ ممکن ہے کہ معمولی نیکی کے لئے نجات دلا دے۔

پہلا اعتراض : اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ سولہ پہلے کیا خرچ کریں مگر جو مال ہو یا کیا کہ کمال خرچ کرے۔ یہ جو مال سولہ کے مطابق نہیں۔ جو مال: اس کے چھوٹا مال ہے۔ ایک ہے کہ سولہ دے دے اور نہ لوگوں کے جواب دینے لگے۔ پہلے سولہ کا جواب من غیر ہے یعنی طائل اور اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خرچ کرے۔ اور دوسرے کا جواب لفظ اللہ سے اخیر تک۔ دوسرے یہ کہ سولہ اگرچہ ایک ہی ہے مگر وہ سراج مال اسی لئے دیا گیا کہ یہ زیادہ ضروری قسط تیسرے یہ ان کا سولہ معمولی تھا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بچا ہوا مال خرچ کرنا چاہئے انیس جواب میں سخت ضروری ہلت چلی گئی۔ جیسے یہاں طیب سے پہنچے کہ کیا کھوں۔ طیب جواب دے کہ جو بھی کھو جو کس سے زیادہ مت کھنا اور وقت ہی کھانا یہ نکتہ نکیر مال جواب ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت میں خیرات کے بارے میں موقع کیلئے بیان کیا۔ بھکاری اور غلاموں کے آزاد کرانے کا ذکر نہ فرمایا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ جواب: "وما تعلقوا منی احد منکم" سارے موقع آگئے بعض مراد طور بعض اشارہ۔ تیسرا اعتراض: قرآن کریم سولہ کی کمال نقل فرماتا ہے۔ چاہئے کہ صرف مسئلہ فرمایا کرے یہ کیا کہ لوگ یہ پہنچتے ہیں آپ جو جواب دیں کلام کو یاد اور فرماتے سے کیا کہ جواب: قرآن پاک تو رت و انجیل کی طرح ایک دہن آیا تاکہ بقدر ضرورت اس کی آیات اتریں سولہ نقل فرماتے میں اس ضرورت کا اعتبار ہے کہ لعل ضرورت پر یہ آیت آئی نیز اس سے مسلمان سائلین کی عزت بڑھ گئی۔ قیامت تک ان کی یاد گار قائم ہو گئی جب بھی کوئی اس آیت کی تفسیر کرے ان کلام بھی لے اس میں محبوب کے غلاموں کی عزت افزائی ہے۔ چوتھا اعتراض: جب مسئلہ یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خیرات کرے تو ایک بار حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا دارا گھر لوٹا میں کہیں خیرات کر دیا یہ عمل اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: یہ حکم عام لوگوں کے لئے عام حالات میں ہے جو آج سب خیرات کر کے کل بیک مانگے گناہ گار ہے جو ابو بکر صدیق جیسا صدقہ شاکر ہو کل ہو اس کے بل سنے بھی انیس سرکار جیسے حوکل ہوں ان کے لئے یہ حکم نہیں۔

سولہ مالِ مالِ مال کو ذکوۃ غلو اور کوئی صدقہ واجبہ نہ دیا جائے نہیں۔

پانچواں اعتراض: من غیر کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اپنی اور اپنے بل بچوں کی ضرورت سے بچا ہوا مال مالِ مالِ مال پر خرچ

کہا جائے ملائکہ ان کا حق تو سب پر مقدم ہے۔ جواب: بلکہ ہر ایک مسلمان سب پر مقدم ہے مگر حق قائل ہی پر حق کے بعد ہے۔ یہی اگر گمراہی بھی ہو تب بھی اس کا اثر خلوہ پر واجب ہے لیکن اگر کسی ایک پر تو حق کا اثر خلوہ پر واجب نہیں۔ نیز یہی اپنے عقد میں خلوہ کا مسلمان کا حق کے ذریعے کو اس کی ہے مگر ہر ایک پر واجب نہیں کر سکتے۔ ہر مل حق قائل ہی کا مقدم ہے۔

تفسیر صوفیانہ : یہاں صریح سے مطلب ہے کہ اے روح توجہ فرمیں کشف الہامیائے اسے ماحتملوں پر صرف کر جسم نفس تھوڑے والدین کی طرح ہیں کہ انہیں کے ذریعے تو اس عالم میں آئی پہلے ان پر علوم ربانی عطا کر کے ان کی اصلاح کر کے دیگر اہل قربت قلب و دل کو بھی اپنے علم سے فائدہ پہنچا کر ان سے حقے قوت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ جنم میں گئے تو وہی معیت میں گرفتار ہوگی تیری نجات ان کی نجات سے ہے۔ پھر اپنے خیالات افعال و حرکات و سکنات پر بھی اپنا علم صرف کر۔ حقے ان سے بھی بہت قوی تعلق ہے۔ جب ان سب کی اصلاح کر لے تب دوسرے مسافروں پر فائدہ اگے دیکھیں گے کہ اپنی اور اہل قربت مریدین و متوسلین کی دیکھیں گے۔ رب کی بارگاہ میں تھانہ آ۔ اپنی جماعت کو ساتھ لا کر رب کا فریاد من لواظہکم و اہلکم فاراد اپنے کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچا۔ اس کے ماسوا جس کی مدد خدا سے کسی قسم کا بھی تو سلوک کرے گی۔ رب حقے اس کی جزا دے گا۔ چاہئے کہ تیرا فیض خاص نہ ہو عام ہو۔ درس کی ترقی اس کے شاگردوں کی کامیابی سے ہے۔ تیری ترقی بھی تیرے ساتھیوں کی ترقی میں ہے۔ غرضیکہ پہلے اپنی پھر دوسروں کی اصلاح کر۔

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ

فرمان کیا گیا اور پر تمہارے جہاد حلاکہ وہ ناگوار ہے واسطے تمہارے اور قریب ہے یہ کہ بڑا سمجھ کر کسی تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُرا لگے

خَيْرَ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ

چیز کو حلاکہ وہ بہتر ہو واسطے تمہارے اور قریب ہے یہ کہ پسند کر دو تم کسی چیز کو حلاکہ وہ بُری ہو واسطے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور تمہارے حق میں بُری

لَا تَعْلَمُونَ

تمہارے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیتوں میں پہلے تو مسلمان کو جانی قربانی کیلئے آمادہ کیا گیا پھر جانی قربانی کا سبب صاف عکسرایا گیا۔ اب جانی قربانی یعنی جہاد کا صاف عکسرایا جا رہا ہے کہ نہ جہاد جہاد جہاد کا معنی صرف ہے گویا یہ آیت پہلی آیتوں کا اثر ہے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ تم جو بھی بھلائی کرو گے۔ رب اس



عجلت کی مشقت نفس کو ناگوار ہے۔ خیر سے منع نور قائم بخش مراد ہے۔ یعنی قریب ہے کہ تم کسی چیز کو بجا چہند نہ کرو اور وہ در حقیقت تمہارے لئے فائدہ مند ہو۔ وحی ان تعہوا عینا وهو لکم مصلحت سے دلی میلان نور طبیعت کا رجحان مراد ہے۔ شئی سے تمام لذت منور و حرام چیزیں مراد ہیں شر کے نقلی معنی ہیں پھیلا۔ کہا جاتا ہے کہ شرارت اشراب میں نے کپڑا سوکھنے کے لئے پھیلا دیا (کیرا) آگ کے شعلوں کو شرارت کہتے ہیں کہ وہ بھی پھیلتے ہیں جو کہ برائی و مصیبت سے جلد بچل جاتی ہے اس لئے اسے شر کہا جاتا ہے۔ یعنی صحت ممکن ہے کہ تم کسی منور چیز کو بجا چہند نہ کرو اور تسکین دل و حواس مل ہو اور وہ تمہارے حق میں مصیبت ہو۔ خوب یاد رکھو کہ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون اللہ تسکینی معنی برائی بدلتا ہے۔ تم نہیں جانتے تم تو ظاہر ہر حال میں جانتے ہو۔ حقیقت کا علم رب کو ہے لہذا اس کے احکام ہر وقت قبول کر لیا کرو۔

خلاصہ تفسیر : ہر قسم سے پہلے مسلمانوں کو جلدی اجازت نہ تھی اور ہر قسم کا کلمہ و غیر کلمہ کلمہ سے پریشان کیا اور مسلمانوں کی زندگی بدھ ہو گئی تب انہیں بدلہ لینے کی اجازت دی گئی کہ جو تم پر ظلم کرے اور لوٹے تم بھی اس سے بدلہ لو اس پر بھی ظالمین ظلم و ستم سے باز نہ آئے۔ اور ایمان والوں کو ہر جگہ اور ہر طرح مستی شروع کیا تب انہیں جلدی عام اجازت دی گئی۔ یہ نسبت عام اجازت بلکہ فریضہ کی ہے۔ چونکہ جنگ میں جانی و مالی قربانی کرنا ہوتی ہے اور یہ نفس پرست شئی ہے نیز مسلمانوں کو لب تک جنگ کی عادت نہ تھی۔ لہذا ارشاد کیا کہ اے مسلمانو تم پر رخصت میں کفار سے جنگ کے فرض کیا گیا۔ جسیں جلد گروں ضرور ہے مگر رب کے حکم پر سر جھکاؤ صحت ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناگوار ہو مگر حقیقت میں وہ تمہارے لئے مضر ہو اور ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں بھلی معلوم ہوئی ہو مگر اصل وہ تمہارے لئے مصیبت ہو۔ لہذا تم رب کے حکم کی اطاعت کرو۔ اپنی پسند و ناپسند کا خیال نہ کرو۔ کڑی دوا مریض کو ناگوار ہے مگر صحت اسی میں ہے۔ اگر شروع بیماری میں ہی مطلع نہ کر لیا گیا تو آئندہ مرض لا علاج ہو جاوے گا اگر ابھی تم نے کفار کا دور نہ توڑا تو آئندہ تمہاری زندگی نا ممکن ہو جاوے گی اور پھر کفر کا سیلاب روکنے کے لئے کفار کی تلوار تلوار سے آرم پر ہوتی ہے ہم حقیقت کو جانتے ہیں لہذا تم ہمارا حکم پامال نہ کرنا۔ اس وقت کی تکلیف تمہیں آئندہ آرام دے گی اور اس وقت کا آرام بعد میں صحت و صیحت ذال و بیکار خیال رہے کہ اسلامی جنگیں چند قسم کی ہیں حربی کفار سے جنگ۔ مرتدین سے جنگ۔ باطنیوں یا طورانج سے جنگ۔ عہد مدنی میں اکثر جنگیں مرتدین سے ہوئیں اور عہد نبوی و حنفی میں کفار حربی سے جنگیں رہیں اور عہد مرتضوی میں باطنیوں یا طورانج سے جنگ ہوئی۔ ان جنگوں کی انتظام و انتظام بدلتا ہے۔ جن کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو اور خواص و باطنیوں کا فرق ہماری کتب اسیر معلوم ہے ایک نظر میں دیکھو۔ قرآن کریم میں عساکر سے جنگ کا ذکر ہوتا ہے پہلے بھی حربی کفار سے ہی جنگ مراد ہے جس میں کی چیز سے جنگ ایسی تھی جیسے عساکر ملک کی یا کوس سے جنگ کہ یزید دین کا پورا داکو تھا اور حضرت حسین دین کے محافظ۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : جلدی سے اجازت ہے۔ اس میں عقل و نقلی ہے شہر فائدے ہیں جو ہم پہلے تفصیل دے رہے ہیں کہ پہلے چند عقل فائدے عرض کرتے ہیں۔ (۱) جلد سے دنیاوی رخصت کم اور حقی کی طرف میلان زیادہ ہو گیا ہے جو کہ اطاعت کی اصل ہے۔ (۲) سپاہیانہ زندگی بقاء کا راز ہے نہ کہ پیش کی زندگی۔ کثرت صلہ جن سپاہی کے مل بوتے پر زعم و تباہی ہو اور سپاہیانہ زندگی جلد سے حاصل ہوتی ہے۔ (۳) اگر دشمن کو ہماری پہلی کاپہ مل جاوے تو

ہم کو ہیں دے کیونکہ طاہر و کھور سے ہر بات منواسکتی ہے لیکن اگر ہم طاعت و رے تو دشمن و تواری طاعت پر مجبور ہو گلیا ہم سے داری رہے گا۔ (۵) جیسے انسان میں آگ اپنی ہوا منی چارو دشمن جمع ہیں۔ انہیں کے داخل کلام طرح ہے اس کلام کے قیام کیلئے تو وہ طاعت کی ضرورت ہے۔ صد ہا مقدمات اسی طاعت کیلئے استعمال کر لی جاتی ہیں۔ اگر جسم میں طاعت نہ ہو تو ہر بیماری و مالتی ہے۔ زہر، عمو، منجیب، گر تپ ہے۔ ایسے ہی دنیا میں ظلم، انسان جمع ہیں اور ایمان کے بعد دشمن۔ اگر مسلمانوں میں طاعت نہ ہو تو وہ دشمن ہلاک کر لیں لہذا ضروری ہے کہ ایسی مقدمات کا استعمال رہے اور وہ جلد ہے۔ (۶) آج جو روپ دلوں کو عزت ملی ہے اور حکومت بھی صرف اس لئے کہ ان کے پاس تو ہے۔ سو وہ مسلمان ہی لئے کھور ہو گئے کہ ان میں جلد کی طاعت نہ رہی۔ (۷) مگر عمو کو کثرت النکاح سے خود رو گھاس کو انکیز دیا جسم اور بھیگی کی طرح ہے۔ طاعت کثرت کو راکھ کو ایمان کی بھیگی کی حالت ہے اور یہ بات جلد ہی سے حاصل ہوگی۔ (۸) جلد ہی سے اس دن لکھ لکھایا ہے۔ اسی سے نسل انسانی کی چاروچوڑوں کو سڑوں ملک کی امن ہے۔ وہ سراقا کثرت ہر بات میں حل کو حل نہ دیا پانچ سے سی ہائیں چارو خلاف حل ہوتی ہیں۔ مگر مفید اس آیت سے ہی تعلیم پانچ ہر بات نکلیں۔ شریعت کے امر اور مظلوم کو چھلے مگر حل کی طاعت بری۔ طاعت اللہ و رسول کی کرو خود حل میں آئے یا نہ آئے۔ تیسرا قاعدہ: جس کی بے پرواہی پر طاب نہیں بلکہ اگر اسکی طاعت کر کے رب کی طاعت کی جلدے تو زیادہ ڈوب ہے۔ سو کھور سوی میں غصہ پائی سے وہ ضرورت میں سہ کی ماضی جس پر گروں ہے مگر ان پر ڈوب زیادہ ہے کہ جو کوئی اپنے جس کو مجبور کر کے یہ کام پائی واکرے تو اہل ڈوب پائے۔ چوتھا قاعدہ: حل انسانی برائی بھائی کے پچانے میں کافی نہیں اس کے لئے شریعت کی ضرورت ہے اسی لئے انعام کرام کو بھیجا گیا۔ کھور اس آیت کے جس سارے ماقول سے خطاب ہے۔ ہو سکتی ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو تو وہ جلد ہی۔ اس لئے حل کو ان چیزوں کو کھور نہیں۔

مسئلہ : جلد فرض ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جلیں۔ اگر کسی ملک پر کثرت حل کریں تو وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہیں۔ اگر وہ مقابلہ سے عاجز ہوں تو ان سے قریبی مسلمانوں پر فرض۔ ورنہ فرض کثرتی کہ اگر کسی نہ کیا تو سب کثرت کھور اور بعض نے کر لیا تو سب بری۔ جیسے کہ لڑا جتا دیا جواب سلام مسئلہ: جلد کی بد کر بھی فرض کثرتی ہے اگر اس کو ضرورت ہو۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے مظلوم ہوا کہ سب مسلمانوں پر جلد فرض ہیں۔ کتب علیکم الصوام اور کتب علیکم القتال یکساں جلد میں ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ روئے تو فرض میں ہوں اور جلد فرض کثرتی۔ جواب: اس کا جواب فقیر میں گزر گیا کہ سب لیا تو خاص ان مسلمانوں سے خطاب ہے جن پر کثرت نے عملہ کر دیا ہو۔ ان پر واقعی فرض میں یا قتال سے جگ اور جنگ میں مدد دلوں ہی مرلوں واقعی مسلمانوں پر لازم ہے کہ جلد کی اد لو کریں اگرچہ دھلے خیر سے ہی ہو۔ دوسری جگہ قرآن کریم نے فرمایا وما کان المشکون لیسفوا کافہ سب مسلمان جلد میں نہ جلیں۔ روئے کے حلق جبکہ قرآن کریم نے فرمایا وما کان المشکون لیسفوا کافہ سب مسلمان جلد میں نہ جلیں۔ روئے کے حلق کوئی ایسی آیت نہ آئی لہذا وہ فرض میں رہا اور جلد فرض کثرتی۔ (۱) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں قرآن نہ لے گئے۔ صحابہ کرام ہی کو بھیج دیا اور یہاں تک حضرات کو مجبور کر خود جلد میں قرآن لے گئے۔ آپ کا یہ فعل اس آیت کی تفسیر ہے اگر جلد فرض میں ہو تو ہر جلد میں سب جلد کرے۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے مظلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حکم جلد پندھا

حلا کہ حکم اسی سے ملنا ضروری ہے۔ جوابدہ: اس کا جواب تفسیری میں گزر گیا کہ انہیں حکم سے ملنا انہی نے تھی بلکہ دشمنوں کی زیادتی اپنی کمزوری اور علوت جنگ نہ ہونے کی وجہ سے جملہ شق معلوم ہوا تھا یہ ناگواری باعث ثواب ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں۔ دیکھو یہ نے عام خطاب فرمایا کہ تم نہیں جانتے اس میں حضور علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو بھی فوائد جملہ کی خبر تھی (دیکھو) جوابدہ: اس آیت میں اول سے آخر تک مسلمانوں سے ہی خطاب ہے۔ انہیں کو جملہ کراں معلوم ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام کو کبھی بھی اس سے ناگواری نہ ہوئی بلکہ آپ نے بیش اس کی رہتندی اور نقصا کل بیان فرمائے۔ اگر آپ کو بھی فوائد جملہ کو فہم تھی تو امت کو کیسے معلوم ہوئے کیا کسی دیکھو نبی پر وحی آئی تھی اور اگر مان لیا جانے تب بھی اس آیت میں یہ کہل ہے کہ حضور کو فوائد جملہ کی خبر ہی بھی نہ گئی تھی بلکہ ظلم تو اللہ کا ہے اس کی عظمت سے حضور کو ملنا۔

تفسیر صوفیانہ: اے مسلمانو! تم پر جس لارہ شیطان سے جملہ کرنا فرض ہے چو نکہ تم غلطیات میں مبتلا ہو۔ اس لئے کہ جس میں فی ظلم ناگوار ہے۔ جس کے جلب میں سے اچھی چیز تو بری معلوم ہوتی ہے اور بری چیز اچھی۔ یہی تمہارا اصل ہے۔ جب یہ جلب اچھے گاتب جس میں جملہ کا فائدہ معلوم ہو گا۔ تم جس فی لذت کو پسند کرتے ہو اور وہ حقیقی لذت کو پسند۔ یہ جس کا اثر ہے اس پسند کی میں بھی رہت ہے کہ رب نے مہلوت کو تمہارے لئے شق اور مکنہ کو پسند رکھا تاکہ تم غفلت جس سے ثواب پہلو۔ جس کی موت میں قلب کی زندگی ہے اور قلب کی موت میں جس کی حیات۔ خیال رکھو کہ جس میں اور وہ جس تمہاری خودی آڑ ہے۔ جب آڑ کو چھوڑنا تو سلسلہ خود ہار یا رہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بنی و بیکہ فی قد پر امنی  
موتی تمھ میں اور مجھ میں میری خودی آڑ ہے اپنے فضل سے میری خودی دور کر دے تاکہ میں نہ رہوں تو ہی ہو۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اقلونی اقلونی ! ثقت  
نخرو و شمشیر و شد ممکن من!  
ان فی قلبی حیاتہ فی حیات!  
مرگ من شد نرم و ز گدوں من  
عاشق خود بخود جلتے ہیں انبار کو جبرانہ کرکھینا جاتا ہے قلب مدوح خود جا رہے ہیں۔ جس لوہر سے کڑا تھا ہے اسے جبرانہ لے چلو۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ما انصوف قل و جدن الفرح فی الشار حد ایمان اخرج!  
جملہ در زنجیر ہم و لثناء سے روندہ اس رہ بغیر اولیاء

نواہن مصری فرماتے ہیں کہ چھ چیزوں سے غفلت فراب ہوئی۔ بیت کا فائدہ مشہور کاظمہ ایسی امیدیں غفلت کو رہتی رکھنے کی کوشش۔ خواہشات کی پیروی اور سنت سے بے پردہی۔ بزرگان دین کی مہلوت سے غفلت اور ان کی عیب جوئی کی کوشش۔ فدا نفس سے ایسا جملہ کہ اس میں یہ محبوب نہ رہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مہلوت کی گرفتاری بھی رب کی رحمت ہے جس سے ثواب زیادہ ہو جاتا ہے جس کمال مہلوت میں لگے اس کو قرب اسی زیادہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں جملہ قرۃ یعنی فی

اصولہ طور پر نماز یا عبادت گاہی ہو مگر وہ جس کو مجبور کر کے عبادت پر قائم رہے اس کا ثواب زیادہ ہے۔ مگر فرشتوں کو عبادت کا ثواب نہیں کہ وہ اپنی گرائی طبع نہیں۔ نیز ہر موت موت سے قبر میں عبادت و نماز کو کرتے ہیں مگر ان پر ثواب نہیں بلکہ زندہ انہیں ہی ثواب کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی گرائی طبع و فطرت میں لوگ ذکر کرتے کریں گے مگر اس ذکر پر ثواب نہیں کہ وہ اپنی طبع و فطرت میں ہی جاتا رہا۔ نیز ان کی گرائی طبع زیادتی ثواب کا موجب ہے اور وہ وہو کو حکم سحاب کی طرف ہے۔ برائی یا تنقیص نہیں ہوں ہی بہت شکی کی صورت میں ہیں۔ اسے پہچاننا جیسا کہ اللہ کا میلان اگر کسی برائی کی طرف میلان ہو مگر اس سے رہے طبع و فطرت اس پر اہل ثواب ہے حضور فرماتے ہیں کہ جیسے حینہ عورت زینہ کے لئے پہنائے اور وہ خوف اللہ کی بنا پر اس سے الگ رہے تو قیامت میں عرش کے سایہ میں ہو گا۔ میلان نبی و اشیاء میں ہو ہی میلان ملو ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے ہار یکساں لار کی چیز دیکھنے کیلئے خود دیکھنا اور دیکھنا آگاہی ہے ایسے ہی عقل و مشق و ملاحظہ کی حقیقت میں ایکساں کا ضروری ہے جس سے اصل حقیقت پا سکے و نہ ٹھو کریں کلمہ کی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَ

پوچھتے ہیں کہ حج کی حالت میں جنگ سے بچنا اس کے۔ فرمادو جنگ کرنا: حج اس کے بڑا  
تم سے پوچھتے ہیں کہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرمادو اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے

صَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٍ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَأَخْرَاجُ أَهْلِهِ

ہے۔ اور روکنا راستہ سے اللہ کے اور انکار کرنا اس کا اور مسجد حرامت والی سے۔ اور نکالنا رہنے والوں کا  
روکنا اور اس پر ایوان لڑنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بچنے والوں کو نکال دینا اللہ

مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ

اس کے اس سے بہت بڑا ہے نزدیک اللہ کے اور فتنہ بہت بڑا ہے قتل سے اور رہیں گے وہ جنگ کرتے  
کہ نزدیک: حج اس سے حج بڑا ہے اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور بیشک تم سے لڑتے

يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا

تم سے یہاں تک کہ پھر وہیں تم کو دین سے تیار کرے اگر طاقت رکھیں  
رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تیار کر دین سے پھر وہیں اگر تم سے پڑے

تعلق : اس آیت کا پہلا آیتوں سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں فرمیت جملہ کافر قہر و قوت  
جملہ کے تعلق کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں گویا عبادت کے بعد اس کے قواعد بیان ہوئے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں  
فرمایا گیا تھا کہ کبھی ظاہر کچھ اور ہو گا کہ کچھ اور لایا ہی کے تعلق ایک دوسرا بیان ہو رہا ہے جس میں سحاب کرام کا ایک

کام بظاہر کئے قیام حقیقت میں ٹولہ۔ تیسرا تعلق: کھلی آیت سے معلوم ہوا کہ جلوس ضروری چیز ہے۔ لہذا غشی کفار کا کہہ رہا ہے مگر جلوس ضرورت ثابت ہو جائے۔

**شکل منزل :** ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر سے دو مہینہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروں کی زبانی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ مساجد کا سرواڑا کر کفار کی خبر لینے بھیجا اور انہیں ایک فرماں ملے کہ کہو اور فرمایا کہ اسے انہی نہ پڑھو۔ وہ دن کارستہ کے کھل کر پڑھا حضرت عبد اللہ نے ایسی کیا جب وہ دن کے بعد فرماں ملے کہو اور تو اس میں لکھا تھا کہ تم اپنی غلا بھیج کر قریش کے قلعہ کی خبر لو اور اپنے ساتھ جانے پر کسی کو مجبور نہ کرو۔ جو چاہے جائے وہ چاہے نہ جائے۔ حضرت عبد اللہ نے یہ فرماں اپنے آلہوں ہاتھوں کو سنایا۔ وہ سب آپ کے ساتھ ہی روانہ ہو گئے جب قریح محل میں پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص اور حبیب بن خزیمہ کاؤٹ تم گیا جس کی تلاش میں وہ دونوں صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی چچ عکاشہ اور ابو صفہ سمیل نامزد تھے۔ خلد بن بکیر آپ کے ساتھ روانہ ہو کر اپنی غلا میں پہنچے کہ مکہ اور طائف کی دور مہلتی محل ہے۔ یہ جلوس آخری کی آخر تک نہیں تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد قریش کا ایک قلعہ طائف سے تھوڑی مسافت پر ہونے میں سے گزر رہا تھا جس میں عربین حضری اور حکم بن کعب اور نوفل بن عبد اللہ تھے۔ یہ لوگ صحابہ کرام کی جماعت کو دیکھ کر ڈر گئے عبد اللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ آج جلوس آخری کی آخری تک نہیں ہے۔ اگر ابھی اپنی پر عمل نہ کیا گیا تو آج شام کو رعب کا چاند ہو جائے گا جس میں جنگ حرام ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس قریشی قلعہ پر حملہ کر کے عمو بن حضری کو قتل کر دیا اور وہ کو کر قتل کر کے اور مل قیمت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ خلد بن جحش نے اس حملہ کے دن رعب کی بلی تھی۔ چاند اترتا تھا اور انہیں بت نہ لگا اور اس دن کو تیسویں جلوس آخری سمجھے۔ اس پر کفار عرب نے شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے حرام کی بھی عکستہ کی۔ ہوتے ہوتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو بھی ملی۔ تو آپ نے عبد اللہ سے فرمایا کہ ہم نے تم کو کفار کی خبر لے کر بھیجا تھا کہ جنگ کر لے۔ تم نے جنگ کیوں کی۔ حضرت عبد اللہ سخت پریشان ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو یہ بل قیمت قبول فرمایا اور نہ ان قیدیوں کے حلق کچھ فیصلہ کیا۔ حضرت عبد اللہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے جو کچھ ہوا ظلی سے ہوا ہم اس دن کو جلوس آخری سمجھے ہمیں چاند کا پتہ نہ لگا اس واقعہ پر یہ آیت کریمہ اتری۔ جس میں عبد اللہ کی تائید اور کفار کی سخت تردید کی گئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور نے بل قیمت تقسیم فرمایا اور قیدیوں کا فیصلہ فرمایا۔ یہ اسلام میں پہلی جنگ تھی اور پہلی قیمت اور پہلے قیدی من و قیدی میں سے حکم بن کعب بن مسلمان ہو گئے اور وہ مکہ میں قید ہوئے اور حکم بن عبد اللہ اسلام نہ لایا۔ (مدح البہان دور مشورہ غیوہ)

**تفسیر :** مسئلہ تک اس فصل کا مصلحت یہ ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں سے خطاب تھا اور انہیں کے سوا کفار کے جو اہل بیت تھے اور کفار ہیں۔ کیونکہ آئندہ کفار ہی کے حالات بیان ہو رہے ہیں۔ یعنی اے محمد یہ عبد اللہ اور ان کے ساتھی پہلے کفار عرب آپ سے پہنچتے ہیں۔ عن النہر العوام حرام سے محترم مہینہ مراد ہے جس میں جنگ و جدل ناجائز ہے چار مہینے ہیں۔ رعب کہتے ہیں کہ وہ جو اور عرم یعنی یہ لوگ محترم مہینے کے حلق پہنچتے ہیں مسلمان تو مسئلہ دریافت کرنے کی نیت سے اور کفار حملہ سرکشی کے لئے قتال لہذا یہ شر حرام کابل اشمل ہے۔ یعنی جنگ کے حلق





قائد ہے : اس آیت سے چند قائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ہر گھڑی میں اپنے مقبول و محبوب ہیں کہ ان کے فضل پر امتراض ہو تو رب تعالیٰ ان کی منافی بیان فرماتا ہے کہ میں وہ کتابدار نہیں ہیں تم ظلی پر ہو۔ دوسرا قائدہ : حضرت کی عزت بیان کی عزت مدنی کی نیست و انتقام پر امتراض ہو تو رب نے ان کی منافی بیان کی کہ فرمایا وما لاحد عنده من نعمه تجوزی الا انحاء وجہ رب الاعلیٰ صحابہ کرام کے صدقات پر لوگوں نے براکاری کا اہرام لگا کر فرمایا ومنہم من ملوک فی الصفات من ان کے بارے میں فرمایا انی استغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم اگر آپ شہید بھی ان کے لئے وہ مہلک مہلک کریں ہم نہیں بخشیں گے۔ حضرت جو اسے زمری نے تو منہ سے کھرا لیا۔ رب نے ان کی منافی بیان فرمائی کہ الا من اکرمہ و قلب مطمئن بالایمان۔ دوسرا قائدہ : صحابہ کرام کے اعمال ان کی بیعتوں پر امتراض کرنا طریقہ کفر ہے اور ان کی منافی بیان کی منافی ہے اللہ اللہ۔ تیسرا قائدہ : صحابہ کرام کے حب کھل دیکھ ہے جسے حضور کے دشمن لعل منہم بلکہ منہم پر مال ہے۔ تیسرا قائدہ : اللہ تعالیٰ دشمن صحابہ کے حب کھل دیکھ ہے جسے حضور کے دشمن ولید بن مغیرہ کے دس حب کھلے۔ مثل بعد فلک زہم اپنے ہی یہاں ان مہلک مہلک کے ہاں صحابہ ان فرما کے چوتھا قائدہ : بدعتی سے کچھ پرچھا بھی گنا ہے کفار کا یہ سوال عداوت تھا۔ جس پر جواب دیا چنانچہ اس کا کفر بھول چکے اور خطا معاف ہے۔ عداوت ابن جہل نے خطا ہمارے میں جگہ کر لی جو کہ گناہ تھا مگر رب نے ان کی حمایت کی۔ چھٹا قائدہ : متعرض کو چاہئے کہ امتراض سے پہلے اپنے پر بھی نظر کر لے۔ اپنے محبوب بھی دیکھے۔ حب دار کدو سوں کی حب جوئی کرنا برا ہے۔

دہ قحی اپنے جو بیوں کی ہم کو خیر رہے دیکھتے اوروں کے حب و ہر  
پڑی اپنی برائیوں پر تو نظر تو جان میں کئی برا نہ ہا

دو سہوں کی حب جوئی اور اپنے بیوں سے چشم پوشی کفار کا طریقہ ہے۔ ساتواں قائدہ : زمین حرم کی عزت ساء حرام سے بدھ کہ ہے وہاں گناہ کرنا سخت جرم ہے مگر کفار کی نگاہ میں کسی کی عزت نہیں دیکھتے کہتے ہیں مسلمانوں کی ہڈی کیلے کرتے ہیں۔ آٹھواں قائدہ : کافر مسلمان سے کبھی بھی محبت نہیں کر سکتا۔ دسواں مسلمان کے ایمان کا دشمن ہے انکو راضی کرنے کی کوشش بے کار ہے سب کو راضی نہ کر دے کہ وہ۔

مسئلہ : ماہ حرام میں ممانعت جگہ منسوخ ہو چکی۔ اب ہر وقت کفار سے جنگ جائز ہے۔ رب فرماتا ہے لا اسلخ الاہر العرم لا تلو التمر کن حث وجہ تہوہم حب صلح کے پہلے گزروا جوں ہی مشرکین کو حملہ پڑے گل کہو (دفعہ ظلی) عداوت ابن عباس سنیاں ثوری وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اہل پر عام علماء حق (کبیر) بلکہ دفعہ ظلی نے فرمایا کہ اس آیت کے منسوخ ہونے پر امت کا تعلق ہے۔ مسئلہ : خطا اجتہادی معاف ہے بلکہ اگر مجتہد معاصرتہ کرے تو وہ ثواب پائے گا۔ ایک اجتہاد کدو سرے صحت کھو اگر ظلی کرے تو تب بھی اجتہاد کا ایک ثواب ضرور پائے گا۔ کدو کدو عداوت ابن جہل رضی اللہ عنہ نے اجتہاد ظلی کی مگر اس حملہ کا ثواب پانچواں کوئی جنگ میں کب کب فرمایا ہے اور دوسری طرف لڑا پڑا ہے تب بھی لڑا کا ثواب پانچواں کدو خطا اجتہادی معاف ہے۔ نواں قائدہ : حق پر لڑنا منہ نہیں با حق جنگ کرنا ہم بھی ہے اور منہ

بھی دیکھو قرآن کہ ہم نے کفار کی ایسے اور سلی کو قتل فرمایا کہ عبداللہ بن جحش کی جگہ کو قتل ہا کر عالم دین کی حق گوئی پر لوگ قتل ہوا کریں تو ہر لوگ کفر کا ہونے لگے کہ یہ عالم جو لوگ ملے حق کو قتل کر گئے ہیں وہ اس نعمت سے عبرت حاصل کریں۔

پسلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام باقی تھے دیکھو عبد اللہ بن جہل کی اس جنگ کو روک دینے کا کیرہ فرمایا اور گنہ گیرہ کرنے لگا۔ پھر اہل حق تمام صحابہ کو قتل کیوں مانتے ہیں۔ (راہنمائی جو لکھتا ہے) اس کے چند جواب ہیں ایک تو وہی جو تیسری گزرا لکھ میں قتل سے جان بچ کر کلمہ حرام میں جنگ کرنا ہوا ہے اور عبد اللہ بن جہل کی یہ جنگ لفظی سے تھی اسی لئے روئے کیرہ نہ فرمایا۔ بلکہ بلکہ لفظ قتل کو کلمہ حرام سے یہ کہ یہ جنگ واقعی گنہ گار تھی مگر جنگ کرنے والے گنہ گار نہ ہوئے۔ رہے جنگ کو گنہ فرمایا۔ چنانچہ گنہ گار نہ کلمہ فعل کا گنہ ہوا بلکہ بات ہے۔ اور اہل کا گنہ گار ہوا بلکہ ساری بات۔ دوزخ میں گناہ گار ہے مگر محفل کر کلمہ لولا گنہ گار نہیں۔ کفر کی بات منہ سے نکالنی گنہ ہے مگر مجبور کے منہ سے نکل دینے سے وہ مجبور گنہ گار نہیں۔ یہی نیکوں کا عمل ہے کہ عمل کا نیک ہو بلکہ وہ ہے اور عال کا نیک ہو بلکہ وہ ہے اور عقوبت قرآن میں نیکوں میں مگر منافق و کفار یہ دونوں کام کریں نیک کار نہیں۔ تیسرے یہ کہ فاسق وہ جو گنہ گیرہ سے توبہ نہ کرے۔ توبہ کرنے والا قتل ہے گنہ کے ہو جائے۔ ہم نے صحابہ کرام کو قتل کیا ہے نہ کہ مصوم۔ یعنی وہ حضرات گنہ گار قائم نہیں رہے حضرت اوز سے زنا کا قصور ہو گیا مگر خود سزا لے کر تائب ہوئے اور مشقیوں کے سردار رہے۔ غرضیکہ مصوم محفوظ اور عللہ اللہ میں بڑا فرق ہے مصوم وہ جو گنہ گار نہ ہو جسے اچھا اور فرشتے محفوظ وہ جو گنہ گار نہ ہو جسے جیسے بعض بولیا وہ بعض صحابہ فوراً عللہ اللہ جو گنہ گار قائم نہ رہے جیسے تمام صحابہ۔ دوسرا اعتراض : قرآن پاک نے اس جگہ کفار کے اعتراض کا جواب تو نہ دیا بلکہ سحر میں کے عیب گنہ گار کے تم اپنے عیب کو دیکھو یہ قول جواب ہو جانے کی علامت ہے کہ جب سحر میں کا جواب نہ دیا تو اس کو دھارنا دی جاویں (آریہ) جواب : یہاں اعتراض کے جواب دیئے گئے ایک "قتل نہ کیرہ" سے اور دوسرے "دھار" سے پہلے جملہ میں نکتہ کلمہ جواب ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ وہ دھار نہ اس لئے میں جنگ کرنا گنہ ہے مگر وہ لوگوں سے خطا یہ کام سرزد ہوا یہ حضرات گناہ گار نہیں۔ اور دوسرے میں سحر میں کی اصلاح کہ اگر ہمیں اعتراض کرنے کا شوق ہے تو پہلے خود پاک و صاف ہونے کی کیرہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ : شیطاں کفار ہیں اور بعض مومن راہِ محبت طے کرنے کا نیک نامہ حرام ہے اور عیسویت الحرام۔ ایرانی خیالات اس حرم کے ہتھیارے فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ سلوک الی اللہ کی حالت میں جولو ش کیا ہے۔ فرمادہ کہ ایسے بڑک موقع پر یہ جولو بہت بڑی مست و جرات کا کام ہے۔ کیونکہ ایک وقت میں مد کام یعنی راستہ طے کرنا اور ڈاکوؤں سے جنگ کرنا بہت شاق ہے مگر اے مسلمانو! شیطاں کا قلبی ہتھیاروں کو حرمِ قلب سے نکالنا اور انہیں جہالت کے راستہ سے روکنا بہت سخت جرم ہے۔ اسی طرح شرک و کفر سرکشی کا بہت بڑا قتلِ نفس ہے بھی سخت ہے لہذا تم بواضتہ مجاہدہ کی تلواریں کر شیطاں و نفس سے ہر وقت جنگ کرتے رہو۔ کبھی خیال نہ کرنا کہ یہ تمہارے دوست بن جاویں گے یہ تو تمہارے ایمان کے پیچھے پڑے ہیں جب تک کہ تمہیں راہِ ہدی سے پھیر کر راہِ ہوی نہ لگو دیں انہیں جھکن نہ توڑے گا لیکن اگر تم شریعت کی تلافی میں رہے تو انشاء اللہ انہیں تم پر رحم نہ ہو گا صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تمام گناہوں سے سخت تر گناہ



اٹار دیا قصداً مگر شریعت میں اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جانے کو ارتداد کہا جاتا ہے۔ اور وہ تو خاص اس کے معنی کے لئے ہے۔ منکم میں ہر مائل ہلنے مسلمان سے خطاب ہے کیونکہ سب اور دین الہی کا اسلام تو مستحکم ہے مگر ان کا ارتداد تو معتبر نہیں۔ جن حصہ دین کی تحقیق سورہ فاتحہ میں کی جا چکی۔ یہاں اتنا سمجھو کہ اصول عقائد کو دین اور فردعات کو مذہب کہتے ہیں۔ کسی مسئلہ شرعی سے رجوع رہنا فری عقیدہ کا اقرار ارتداد تو نہیں کہلائے گا۔ دین کو مسلمان کی طرف نسبت کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اسلام ہی سب کا اصل دین ہے۔ پس پرہیزگار ہو کہ کفر عارضی بدلی ہے۔ نیز صرف اسلام انسان کے ساتھ جاتا ہے ہلے تمام دین مرتے وقت ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ مسلمان مرتے وقت بھی مومن ہو تا ہے اور قبر میں بھی ایمان پر قائم رہتا ہے۔ توحید رسالت اسلام کو پہچانتا ہے مگر کافر مرتے وقت اپنا دین چھوڑ دیتا ہے۔ فرشتوں وغیرہ کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس وقت کا ایمان معتبر نہیں اور تکبیر کے سوال پر کہ رب تیرا کون ہے دین تیرا کیا ہے رب ہی کو پہچان سکتا ہے نہ اپنے اس دین کو جو اس نے دنیا میں اختیار کیا معلوم ہو اگر اسلام ہی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ ہلے دین یہاں رہ جاتے ہیں اور جو پر فرمایا گیا ہے۔ یعنی تم مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی اپنے اصل دین یعنی اسلام سے پھر جائے۔ نصرت و هو کا لہر یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے اور وہ تو حلیہ یعنی پھرو مرتے وقت تک اسلام میں نہ ہوا بلکہ بحالت کفری مر گیا تو لاہ و لنک حبطت اعمالہم اولئک سے معنی کی طرف اشارہ ہے جو کہ من سے ایک جماعت مر لو تھی۔ اس لئے اشارہ جمع لایا گیا حبطت مبتداً حیوٹ سے بنا کے معنی ہیں جانور کا تیز یا دھارہ کھارہ تاکہ اس سے بیٹ پھول جائے یا معتز گھاس چر کر تیار ہو جائے اصطلاح میں ضبط اور برہلو ہو جانے کو ضبط کہتے ہیں کیونکہ یہ برہلو بھی برہلو کی طرح ہلاک کر دیتی ہے۔ اعمال سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو اس نے بحالت اسلام کیں۔ کیونکہ ارتداد سے صرف نیکیاں برہلو ہوتی ہیں نہ کہ گناہ جیسے کہ اسلام لانے سے نہایت کفر کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ نہ کہ نیکیاں لی العسا والاخوة اس کا تعلق حبطت سے ہے۔ دنیا سے مراد موت سے پہلے کی حالت ہے اور آخرت سے بہرہ خور محشر مرلو۔ یعنی ان مرتدین کی نیکیاں دنیا میں بھی برہلو کہ نہ اس کا نکل قائم نہ وہ اپنے قرابتدار کی میراث پائے اور نہ اس کی کوئی اولاد کرے بلکہ مرتد ہو کر زندہ رہنے کا بھی حق نہیں اور آخرت میں بھی برہلو کہ اس کی نیکیاں قبر میں کلمہ آمین نہ مشر ہیں۔ نہ ان پر کوئی ثواب ملے نہ ان کی نماز جائزہ ہو نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جلاوے۔ اتنی نہیں بلکہ واولئک اصحاب النار ہم لھا خلون عار سے مراد دوزخ ہے۔ کیونکہ اس کے اکثر طبقوں میں آگسی ہے اور بعض میں ٹھنڈ کہ۔ غلو سے منکلی مرلو ہے یعنی مرتد بھی دو مرتے کفار کی طرح جہنم میں پیشہ ہی رہیں گے۔ بلکہ اس کے احکام زیادہ سخت ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو کفار تو تمہیں دھمکانے کی کوشش کرتے ہیں تم خیال رکھنا کہ تمہیں سے جو بھی ان کے دھمکانے میں آکر اسلام سے پھر ملے اور پھر بحالت کفری مر جائے تو اس کی ساری نیکیاں دین و دنیا میں برہلو ہیں کہ نہ تو دنیا میں اس پر اسلامی احکام جاری ہوں اور نہ آخرت میں۔ دنیا میں تو اس کا خون محفوظ نہ رہے گا۔ جملہ پلایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ اس کا لہر بھی غیر محفوظ ہو گا کہ ہر شہد اسلام ضبط کر لے گا۔ نہ اس کا کوئی وارث ہو اور نہ وہ کسی کا اس کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی اور آئندہ وہ کسی سے بھی نکاح نہ کر سکے گا۔ مسلمانوں پر اس کی بددعا حسدیت کو باحرام ہو گا اور مرتے بعد اس کا جنازہ نہ ہو گا مسلمانوں کے

قبرستان میں دفن نہ کیا جائے گا۔ اسلامی کفن بھی نہ ملے گا اس کو پھیل ثواب بھی نہ کیا جائے گا۔ اور حشر میں اس کی کوئی ٹکی کلم نہ آئے گی جس سے عموماً ہو کہ یہ حشر میں رہے گا۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : مرتد وہ ہے جو اسلام سے نکل جائے یا تو اس طرح کہ کلم کلا بیلانی یا آریہ ہو جائے اور یا اس طرح کہ وہ تو اپنے کو مسلمان ہی کہتا رہے مگر کسی عقیدہ اسلامی کے انکار کی وجہ سے شریعت اسے کافر فرمائے۔ جیسے کلابی، عمری، رافضی اور توہین پیغمبر کرنے والے اور بدی و فسق کی وجہ سے سارے عقائد اسلامی کے ماننے کا نام اسلام ہے۔ ان میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے اور یا اس طرح کہ مسلمان کے منہ سے کفریہ کلم نکل جائے۔ یہ بھی ارتداد ہے۔ دیکھو مگرین زکوٰۃ اور مسلمہ کذاب کو بھی ان لینے والوں نے سارے اسلامی عقائد کا انکار کیا تھا صرف زکوٰۃ کی فریضت کا رد سواں نے حضور کی قسم نبوت کا انکار کیا تو حضرت صدیق نے ان پر حکم ارتداد لو کہ ان سے جنگ کی گئی تھی۔ ان میں ہی شیطان نے سارے عقائد اسلامی کا انکار کیا تھا صرف نبی کی اہمیت کی مرتد ہو کر رہ گیا ہے۔ لا تعظوا قلوبہم بعد ایمانکم اور فرماتا ہے ان تعبطوا احسانکم وانتم لا تعصرون فریضہ ارتداد تو کیلئے یہ ضروری نہیں کہ بالکل اسلامی عقائد کا انکار کرے بلکہ اس کی جن صورتیں ہیں اور وہ تینوں صورتیں اس آیت میں داخل ہیں۔ دوسرا فائدہ : بچے اور دیوانے کا ارتداد صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ اہل ارتداد کی سزا ہے اہل عقل قرآنی مبنی اور ان دونوں کے اہل ہی مستحکم نہیں جس کے اہل مستحکم ہی کا ارتداد بھی مستحکم۔ تیسرا فائدہ : مرتد کا جو عمل ارتداد سے غیر مقبول یعنی اگر وہ بھلائی ارتداد کو کوئی جانور مذبح کرے تو حوا اور لور نماز روزہ لو کہے تو بے کار۔ کیونکہ یہ بھی اہل ہیں۔ یہی طرح مرتد کا نکاح بھی صحیح نہیں کہ یہ بھی ایک عمل ہے۔

مسئلہ : دنیاوی احکام میں مرتد کے اہل صرف مرتد ہونے سے ہی باطل ہو جاتے ہیں لہذا اگر حلقی مرتد ہو کہ وہ بارہ اسلام لائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نماز پڑھ کر مرتد ہو اور وقت نماز باقی تھا کہ اسلام لے آیا تو اس نماز کی قضا کرے۔ ہاں گزشتہ نمازوں کی قضا واجب نہیں مگر ان پر ثواب کی بھی امید نہیں۔ دوبارہ اسلام لانے سے یہ مسئلہ اٹھ جائے گا۔ ثواب دہن نہ ہو گا۔ (موضع ایمان دکتب فقہ) مسئلہ : مرتد کی لذت کفر میں نیکیاں ہے بلکہ مگر کفر کی نیکیاں ایمان پر موقوف رہتی ہیں یعنی اگر کافر لذت کفر میں صدقہ خیرات کرے اور بعد میں اسلام لے آئے تو اس کا ثواب جائے گا لیکن مرتد اس ثواب کا مستحق نہیں۔ مسئلہ : لذت اسلام کی چھوڑی ہوئی نمازیں ارتداد لو کہے بعد قضا کرنی پڑیں گی یہ تمام مسائل شامی و مالکیمی میں دیکھو۔ مسئلہ : ارتداد لو کہے انہی احکام موت پر موقوف ہیں یعنی اگر مرتد اسلام لا کر مرنے سے پہلے گناہ صغیرہ میں مرتد ہو سب کی بکال۔ مسئلہ : مرتد کو بدشاہ اسلام قتل کرے گا اور مرتد عورت کو قید و اسب مسئلہ : کافر اصلی سے جزیہ لیا جاسکتا ہے مرتد سے نہیں۔ مرتد کے لئے دوزخ کی صورتیں ہیں یا اسلام لے لے جیسا کہ اہل حدیث سے ثابت ہے۔

پہلا اعتراض : اس سے معلوم ہوا کہ مرتد وہ ہے جو اسلام میں آکر کافر بنے۔ تو چاہئے کہ یہ انہی رافضی اور کلابی و فیرو مرتد نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اسلام میں بھی آئے ہیں حالانکہ فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ مرتد ہیں۔ جواب : بچے کا اسلام معتبر ہے مگر معتبر نہیں غذا ان لوگوں کا بچہ کلم پڑھ کر مسلمان تو ہو جاتا ہے اور کلم پڑھ کر کافر نہیں ہو تا مگر جب بالغ ہو

کر کفر بلکہ یہ تو اب اس چین کے اسلام سے نکل جاتا ہے لہٰذا وہ مرتد ہے۔ لا سرًا عنہما: کسی قہری سے معلوم ہوا کہ  
 ہر کوئی کسی عقیدہ اسلامی کا انکار کرے وہ کافر ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جس نے لالہ لالہ لالہ پڑھ لیا وہ جنتی ہو گیا نیز امام  
 اعظم فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہو۔ نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ جس شخص میں 99 باتیں کفری ہوں اور ایک بات بھی ایمان کی  
 ہو۔ اسے کافر مت کہو۔ کسی حدیث حدیثہ ثقہ کے خلاف ہے۔ (نچری)۔ جواب: یہ حدیث مشرکین کے حلق ہے جو  
 توحید کے منکر تھے۔ ان کا کہہ پڑھتی تھی کہ اسلام کی خلافت تھی مگر جو توحید والے اور قسم کا کفر کریں ان کو یہ علم نہیں ان کے  
 لئے وہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا ایک قوم پیدا ہوگی جو بہت لمبی اور قرآن خواں ہوں گے محمد بن سے ایسے نکل جائیں  
 گے۔ جیسے خیر کلن سے۔ دیکھو مسلم بخاری اور مشکوٰۃ باب قتل مرتدین۔ نیز فرمایا کہ میری امت کے 73 فرتے ہوں گے صرف  
 ایک جنتی باقی سب دوزخی یا یہ کسی حدیث اس وقت کی ہے۔ جب اسلام میں کوئی احکام نہ آئے تھے صرف کلمہ طیبہ پڑھنا  
 کافی تھا جسے عمل ہجرت فرجیت لڑنے سے پہلے کا لہٰذا ہر جب کچھ شرعی احکام بھی آگئے تب یہ حدیث رشاد ہوئی من صلی  
 صلوٰۃ ائنا واکل فصحتنا بعد ہجرت جب لمبی مسلمانوں کی شکل میں منطبق بھی ہو گئے تو یہ حکم آیا واللہ یعہد انہم  
 تکذیبون پھر آنحضرت کے حلق جب مسلمانوں میں صد ہا فرتے ہوں گے ان کے حلق اور رشاد ہو کہ میری امت کے تیر فرتے  
 ہوں گے ایک جنتی باقی دوزخی فریضہ کہ یہ مختلف سطوح مختلف زمانوں کے لحاظ سے ہیں۔ اگر فقط توحید یعنی اسلام کے لئے کافی  
 ہو تو چاہئے کہ آریہ مسلمان ہوں۔ فقہ میں اہل قبلہ وہی کہلاتا ہے جو سارے عقائد اسلامیہ کا لئے دلا ہو۔ صرف کعبہ کی  
 طرف تہذیب و جنس والے کو اہل قبلہ نہیں کہتے دیکھو شرح فقہ اکبر مصنف حاکمی قاری متفقین بھی کعبہ کی طرف تہذیب دیتے تھے کیا  
 وہ مسلمان تھے یہ کہنا ہے کہ جس میں ایک بات بھی ایمان کی اور وہ مومن ہے یہ کسی عالم نے کہا ہے فقہانہ فرماتے ہیں  
 کہ جس مسلمان کے کلام میں 99 معنی کفر کے نکلتے ہوں اور ایک معنی اسلام کے تو نیک گناہ کہتے ہوئے اس سے اسلامی کے  
 معنی مر لو۔ اور کہتے والے کو کافر نہ کہو۔ اگر کسی حدیث بات صحیح ہو تو دنیا میں کوئی بھی کافر نہ ہو آئیے کہ مشرکین بھی دنیا میں ہی  
 اور جہنم کو برا جانتے ہیں اور عمل و فساد کو اچھا تو چاہئے کہ وہ مسلمان ہوں کیونکہ یہ بھی ایمانی باتیں ہیں۔ تیسرا اعتراض:  
 اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقط مرتد ہونے سے اہل ضبط نہیں ہوتے بلکہ بحالت ارتداد اور مرتد سے پھر بھی حلی و کفایت  
 ارتداد اور اہل کیوں باطل کہتے ہیں۔ (شافعی)۔ جواب: یہاں ضبطی اہل اور پیشہ کا جنسی ہو جہنم کفر پر موقوف رکھا گیا  
 ہے اور واقعی ان دونوں کا مجموعہ موت کفر پر موقوف ہے۔ لا سری جگہ قرآن نے فرمایا ومن مکفر بالامان لہ حد ضبط  
 حصہ یعنی جو بھی ایمان لے کر کافر ہو اس کے اہل ضبط ہو گئے۔ یہاں موت کی قید نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں کی اس طرح جمع کیا  
 گیا کہ اہل کی ضبطی صرف مرتد ہونے سے ہے اور جنسی ہو جانا کفر کی موت سے۔ چوتھا اعتراض: مرتد کو قتل کرنا اور مرتد  
 کو قید کرنا ظلم ہے نہ سب میں آزادی چاہئے نیز یہ مسئلہ قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ مولویوں کی ایک بات ہے۔ رہا فرماتا ہے  
 لا اکراہ فی الدین میں جبر نہیں۔ پھر مرتد کو اسلام پر مجبور کیوں کیا جاتا ہے۔ (کھڑائی)۔ جواب: اسلام نے مذہبی  
 آزادی دی ہے کہ جو چاہے مسلمان ہو یا نہ ہو لیکن مسلمان ہونے کے بعد اس پر قائم رہنے کا حکم ہوا۔ اسلام مجبور کرنے کی  
 اجازت دیتا ہے ہی آزادی نہیں بلکہ قسری اجازت دیتا ہے۔ مرتد حکومت ایہ کہلاتی ہے جس کی سزا یا تہذیب یا قتل۔ نیز قرآن کریم  
 نے لڑاکوؤں کے قتل کا حکم دیا۔ لڑاکو مسلمانوں کا اہل لڑنا ہے اور مرتد لوگوں کا ایمان۔ جب ایمان مل سے اہل تو اس کی سزا بھی

قتل چاہتے ہیں کہ جو دین اسلام بخود دے اسے قتل کر دے۔ صاحب کرام نے بھی اس پر مت عمل کیا۔ من مسئلہ کو مولویوں کی ایسا کتا بندہ ہے۔ منکوتہ شریف میں اس کا ایک باب اور صاحب قتل قتل ہوا۔ گاہی افسوس اور افسوس دہرے سارے جسم کو غراب کر دیا۔ مرد بھی مسلمانوں کا گاہی افسوس ہے۔ تہمت لانا کر کے یہ سنی ہیں کہ کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہ کر دے کہ مسلمان رہنے پر بھی مجبور نہ کر دے۔ خیال رہے کہ مرد کے قتل کی اصل قرآن مجید سے ملتی ہے۔ رب تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے یہود سے فرمایا تھا تو ہوا الی یارنکم فلا یطووا لکمکم رب کی ہار گھسی تو یہ کہ نور اپنے کو قتل کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ بنی اسرائیل میں ہو کر مرد ہوئے تھے۔ پھر ہرج کہ انہیں اپنے کو قتل کے لئے نہیں کہنے کا حکم دیا اور گزشتہ جہاں کے حکام جب باختر تھے تو قرآن میں قتل فرمائے جاویں وہاں کے لئے بھی وہاں پہل چسے وہاں کے زوار شریف کے حکام خاص قتل فرمائے کہ ان النفس بالنفس والعن بالنعی بالنعی اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کرام کے مرد ہو جاتے اور افسوس سے رب تعالیٰ نے انہیں خطاب کر کے مرد پر خطاب کیا کہ فرمایا چاہیے جو میں تمام صاحب مرد ہو گئے۔ (روافض) جو لب: اس اعتراض کے عین جواب ہیں۔ ایک اور ہی نہ حقیقی طور ہی جواب ہے کہ ہر اہل بیت کے ایمان کی بھی خبر نہیں کہ وہ اس عیش میں تمام صاحب اہل بیت سے خطاب ہے کسی کو طبع نہیں فرمایا کہ وہ تمام اکابر و سب اکابر ایمان منکوک تھے۔ حقیقی جواب یہ ہے کہ وہاں قانون میں کما کسی سے جائے اور عطا کی اور کو جائے۔ رب تعالیٰ نے جب نبیاء کرام سے وعدہ پیش کیا تو ان سے فرمایا لیکن تو لی بعد ظلم لا ولنک ہم المسلمون جو اس وعدے ہر گز نہ مانع یعنی کافر ہو گئے۔ پھر نبیاء و مسوم ہیں جن کے گناہ بھی انتہائی نہیں ہمارے یہ کہیں فرمایا جناب وہاں ہم کو سنا حضور ہے کہ جب مسوموں سے یہ فرمایا تو ہم کس شکر میں ہیں۔ ایسے ہی ملے ہے۔ تیسرے کہ یہی خطاب صاحب سے ہے ہی نہیں بلکہ وعدہ اہل سے ہے۔ ہر کوئی باختر نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: : رہا ملوک سے صدور اور خضع ہے۔ مسافر کو چاہئے کہ اسے ملے کہ وقت کسی طرف صوفیانہ کہے ہو کوئی شک نہ ہو اہل کی کوئی چل پڑے۔ اس کی گزشتہ محبت پر ہو گئی ہو ملے کیا ہو اور مستحق پکار رہا گندہ نیاس میں لاکھ لاکھ اور نہ آخرت میں وصال یا حاصل ہے۔ یہ بیش جالب اور خطاب کی آگ میں جلیں گے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اور تو کی وجہ جہیں نہ ہو ہے۔ سورہ حقیقی کے پاس شہان نہیں آسکے کہ گندہ خود سے قتل کر دے۔ یہ معجز کی ہار گھسی حاضر ہے اسی لئے کہا جائے کہ علم عمل سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ قلب کی محبت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن کل طیب تمام اہل سے زیادہ دینی ہو گا کہ یہ علم ہے اور وہ حقیراں مل۔

براہیت: : ہر مسلمان کو چاہئے کہ سورۃ کافرون پڑھ لیا کرے انتقام بخدا اسلام پر قائم ہے گناہ اکثر ذکر اہل میں مشغول رہے اور بد مذہبوں کی محبت سے بچے۔ اچھی محبت اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ انہما بخیر فرمائے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ذکر حق کن پاک غلام راہور چشم زمیں رہا از ہی کر گس جود

کوئی شخص اپنے پر اٹھو نہ کرے۔ کھان پی غیر زلوہ تھا۔ مگر یہی صحبت سے کافر ہو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو تو رستہ چھیننے سے منع فرمایا گیا۔ حالانکہ ان سے شیطان بھاگتا ہے تو کیا ہمارا ایمان غارتی ایمان سے قوی ہے ہم کو بھی چاہئے کہ نہ ہر صحبت میں بیٹھیں اور نہ ہر سالہ کتاب کا مطالعہ کریں شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

لکہ دارد تن شوخ در کسر در کہ داند ہمہ خلق را کسر ہر  
جیسے جڑ کاٹ جانے سے شاخیں سوکھ جاتی ہیں۔ ایسے ہی ایمان جاتے رہنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

**إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجْهَهُمْ لِيَسْبِيلَ اللَّهِ**

حقیقی دو لوگ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا۔ حج راستہ اللہ کے۔

وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ دیے اور اللہ کی راہ میں لڑے

**أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝**

یہ لوگ امید رکھتے ہیں رحمت اللہ کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝

وہ رحمت الہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چھ طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اسلام سے پھر جانے والوں کا عذاب بیان کیا گیا۔ سب ایمان پر قائم رہنے والوں اور پرہیزگاروں کے ثواب کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ارتداد لوٹیکیاں مٹاؤں گے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام پر قائم رہنا نیکو عمل کرنا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا تھا کہ باہر حرام میں بے خبری سے جنگ کرنا گناہ نہیں۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ بلکہ اس میں ثواب کی امید ہے۔

شان نزول : عہد اللہ ابن جیش کی جماعت کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے۔ اس لئے اس روز جنگ کر لیا گناہ تو نہ ہوا مگر اس جہاد کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ یہ خیال دور کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ اتاری (غرائض) کبیر اور روح نے فرمایا کہ خود عہد اللہ ابن جیش نے ہی ہزار گناہ نبوت میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ اس جنگ سے ہم پر کوئی گناہ تو نہ ہوا۔ مگر کیا کچھ ثواب کی بھی امید ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر : ان الذين امنوا اس سے سارے مسلمان مرلو ہیں اگرچہ اس کا نزول ایک خاص جماعت کے بارے میں ہے اور سب ایمان سے ایمان پر قائم رہنا مرلو ہے۔ (روح البیان) یعنی وہ لوگ جو مرتد نہ ہوئے بلکہ آخر تک ایمان پر قائم رہے۔ کیونکہ یہاں ایمان ارتداد کے مقابل ارشاد ہوا ہے۔ ارتداد لو کے معنی تھے مومن نہ رہنا۔ ایمان سے پھر جانے والا عمل ایمان کے معنی

قائدی : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ: ایمان خالصہ اسید سے حاصل ہو تب ہی حکومت کے لئے نیک کاموں کی اسید کا ذکر کیا ہے کہ یقین کیونکہ کبھی یقین بہت سے 4 خونی پیرا ہو جاتی ہے جو ایمان کے خلاف ہے۔ دوسرا قاعدہ: عمل سے اجر و ثواب نہیں بلکہ ثواب عمل فضل رہتی ہے عمل تو اعمال ہی کے لئے ہے اس لئے راجح رحمتہ اللہ

ارشاد ہوا یعنی وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ رب سے اپنے عمل کی اجرت نہیں مانگتے وہ رب کے بھکاری ہیں مزدور نہیں۔ (ترجمہ) تیسرا فقرہ: امید غفلت سے افضل ہے۔ مدح الہیان نے فرمایا کہ اوستہ لکھا تھا کہ اللہ کے لئے امید و نرا آتم ہے جو تھا فقرہ: صاحب کرام کی امید خوف پر غالب تھی یہ دیکھ کر میں رحمت کی امید کا کرتو فرمایا مگر قبلی اہل کے خوف کا کرنے ہوا۔ رب کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ پانچواں فقرہ: بغیر ایمان و اہل رحمت کی امید کا سخت لٹل ہے یہ دیکھ کر میں اہل کے ہمد امید کا کرتو فرمایا کیا انسان پہلے چاہے کہ ہے پھر کھیت کی ہر طرح خد مت کرتا ہے پھر رب کی رحمت سے پیداوار کی امید کرتا ہے یہ امید بھی ہے جو کاشکھ نہ چاہے نہ کھیت کی خد مت کرے اور رب کی رحمت سے پیداوار کی امید کرے وہ ہے وقوف ہے یہ امید نہیں بلکہ یہ اھوسی ہے رحمت کی امید اچھی ہے یہ اھوسی بری ہے بعض مدد اور ہے غیرت دن رات ہے وحزک گناہ کرتے ہیں اور جب انہیں بدیہت کی جائے تو کہہ دیتے ہیں اہل کی کیا ضرورت خدا غفور رحیم ہے۔ انہیں اس آیت سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ چھٹا فقرہ: گناہ گار کو بھی رحمت الہی سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ تمہارے گناہوں سے اس کا رحم زیادہ ہے۔ جب بھی توبہ کی نیت کرے رب کو راضی کر لے۔ ساتواں فقرہ: اس سے معلوم ہوا کہ خطا و عیبت پر پکڑ نہیں ہوتی بلکہ اس پر توبہ ہے وہ کھوں حضرت کا غضب میں جنگ کرنا اور حقیقت جرم تھا مگر جب تک خطا و عیبت اس پر بھی توبہ کھوہ فرمایا کیونکہ اگر کوئی جنگل میں خطا و عیبت پر توبہ نہ کرے کعب کھڑے پائے گئے جب بھی وہ نماز کا توبہ پائے گا خدا صاحب کی آہیں کی جنگیں ان لوگوں کے لئے ہمت توبہ کی ہوں گی ان میں سے کوئی بھرم نہ ہو گا۔

حکایت : مدح الہیان نے فرمایا کہ ایک دن ابو عمرو رحمت اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک جوان کو پولیس نے گرفتار کیا ہے لوگ اس کی گرفتاری پر خوش ہیں مگر اس کی ماں اس کے پیچھے دوڑتی جا رہی ہے۔ ابو عمرو کو اس بو حیا پر رحم آیا اور حیا سے دیکر اسے بھڑا لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بے جا مدح ہے اسے کیوں بھڑا لیا کچھ دن بعد پھر بو حیا کے دو دروازے سے گزرے تو وہاں سے دو لڑکیں آواز مانی سمجھے کہ شاید اس کا بیٹا پھر گرفتار ہو گیا بو حیا سے پوچھا اس نے کہا وہ مر گیا اور غرت وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری موت کی کسی کو خبر نہ دے گا تو میں نے سب کو ستایا ہے اور میری انگوٹھی جس پر اسم اللہ لکھی ہوئی ہے میری ساتھ دفن کوں طور دفن کے بعد میرے لئے دعائے مغفرت کرے جب میں قبر پر دعا کرنے لگی تو قبر سے آواز آئی کہ اے ماں تو نہیں جا میرا رب مجھ پر رحم سے زیادہ مہربان ہے۔

رحمت حق بلند سے پیدا

رحمت حق بلند نے پیدا

خدا کی رحمت قیمت نہیں مانگتی بلند چاہتی ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ رحمت الہی کی سرحد ہی امید رکھیں جو مومن بھی ہوں اور مجاہد و مجاہد بھی تو ہم لوگ جنہیں نہ ہجرت نصیب ہوئی نہ جہاد۔ رحمت کی کیونکر امید کریں؟ جواب : اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حق تینوں صفوں سے خالی ہو وہ رحمت کی امید نہ کرے اور جس میں ان میں سے کوئی بھی صفت ہو وہ امید کرے۔ اسی لئے وہ جبکہ قدیم فرمایا گیا یعنی مومن و مجاہد اور مجاہد سب ہی رحمت الہی کے امیدوار ہیں۔ کیونکہ عہد اللہ میں جہل کے فتنوں میں ملے مجاہد تھے گویا یہ تفسیر مستند و مصلوہ ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مومن ہو مگر مجاہد و مجاہد نہ ہو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی مومن



سے کڑیاں لایا تھا سپاہی نے اس کو چٹا بھی لور کڑیاں بھی چھین لیں۔ شیخ نے کہا اگر تمہیں اسم اعظم یاد ہو تو اس سپاہی کو کیا سزا دیتے جو ان ٹپ کر یوٹاکہ میں اس عالم کو ہلاک کر ڈالے۔ شیخ نے فرمایا کہ وہ کڑیوں والا مظلوم ہڈی صلی میرا شیخ ہے اسی نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے جب اتنا صبر لور رحم ہو تو اسم اعظم سکھایا جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

ظلم جان از شیطان باز کن      بعد از انش با ملک فہد کن!  
تا تو تاریک و طویل و حیرہ      دلی کہ ہلچل میں ہمیشہ  
فردہ کو لور افزود و کمال      آن بود کورہ وہ تو کسب ظلم  
دوغن کا یہ چراغ ماسک      آب غرائش چہ چراغے راکش

ظلم لارو بچہ ہے شیطان اس کی دلیہ۔ جب تک دورہ ہے کامروں میں اس کا شمار نہ ہو گا سچہ کلیہ دورہ چھوڑا کر بھر کسی ترقی کی مسید رکھو دوغن چراغ گل کر دے دوروغن نہیں پانی ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ

پر پچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے سے۔ فرمادو کہ بیچ ان کے  
تم سے شراب اور جوئے کا حکم پر دیتے ہیں۔ تم فرمادو کہ ان دو چیزوں میں بڑا گناہ ہے

لِلنَّاسِ وَآثَمُ فِيهِمَا الْكِبْرُ مِنْ تَفْعِهِمَا

اور تفعی میں واسطے لوگوں کے اور گناہ ان کا بڑا ہے تفعی سے ان کے  
اور لوگوں کے کچھ دنیاوی تفعی بھی اور ان کا گناہ ان کے تفعی سے بڑا ہے۔

تعلق : اس آیت کا پچھل آجوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھل آجوں میں جلو کر تھا جس سے دین و قوم ملت کا ہٹا ہے لب شراب لور جوئے کی برائی بیان ہو رہی ہے جس سے قوم دین و ملک کی برائی ہے یعنی اہل چیزوں کی برائی بیان ہو رہی ہے۔ دوسرا تعلق: پچھل آجوں میں جنگ کا حکم دیا گیا اور عوام لوگ جنگ کے وقت سپاہیوں کو شراب پلانے کا کام مست ہو کر خوب لڑیں لور جنگ کی ہی خاطر جوئے سے مل جمع کر لے تھے تاکہ جیتا ہوا ایل لڑائی میں کام آئے۔ لہذا اب ان دونوں ہی چیزوں کی برائی بیان ہو رہی ہے تاکہ مسلمان جلو کے لئے ایسی گندی چیزیں اختیار نہ کریں۔ تیسرا تعلق: پچھل آیت سے معلوم ہوا تھا کہ بے خبری کا قصور معاف ہے چو کہ شراب پی کر بے خبری طاری ہو جاتی ہے لہذا فرمایا جا رہا ہے کہ نشہ کے قصور معاف نہ ہوں گے۔ کیونکہ عبد اللہ بن جہش کی بے خبری غیر اختیاری تھی لور شرابی کی بے خبری اختیاری ہوتی ہے۔ لہذا شرابی کے جرموں کی سزا ہے۔ نکتہ: سوئے ہوئے لور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن اگر شرابی نشے میں طلاق دے تو ہو جائے گی۔

تفسیر : مسئلہ نمک مہر نہ بین مہاس فرماتے ہیں کہ صلابہ کرام سے یہود کر کوئی حاجت نہ دیکھی مگر جنسوں کے حضور طیبہ اسلام سے صرف تہو سولات کہے۔ قرآن کریم نے ان سب کو سہ سوال نقل فرمایا۔ اور یہ سوال ان کے لئے بھی لازم و ملزوم ہے۔ مسلمانوں کیلئے بھی مستحب ہے (مدح الہیان) ان سولات کے نقل فرماتے ہیں ان پانچوں کی عزت افزائی بھی ہے اور تا قیامت مسلمانوں کو اس کا احسان مستطاب بھی کہ مسلمان ہو سبھیں کہ یہ آیات انھیں بزرگوں کے فضیل میں ملیں۔ اگرچہ ہمارا خالق رب تعالیٰ ہی ہے مگر یہ کہ میں باپ ہماری بیوہ ائیل کلاریہ سے اس لئے ہیں ان کا بھی احسان ہے۔ فریڈکس باپ سے جان لی تو وہ اعلیٰ حسن و انساب کے ذریعہ قرآن پاک ایمان لایا اس لئے ان حضرات بھی ہمارے حسن اعظم ہیں۔ اگرچہ میں پانچوں کے لئے وہ صاحب ہے مگر یہ کہ اس سوال کا نقل سبھی سے قیام اس صلابہ کے مل میں یہی خواہش تھی کہ یہ چیزیں حرام ہو جائیں۔ جیسے صدیق اکبر و غیرہ سیدوں حضرات حقیقت میں سب کے لئے اچھے تھے اور ناسخوں کا کام اپنی کام ہوتا ہے۔ لہذا مسئلہ نمک صحابیایا عن العصور والصور فرماتے ہیں اے صاحبک کہ ہمارے چھاپے اس لئے ہمارے کہ فرما کیا جاتا ہے۔ ولصور من العصور من تہو سولات کی تفسیر ہوئے ہوئے اس کے کو غیر کہتے ہیں یہ کہ شرب بھی محل کو مباح ہے نہ اے فرما کیا جاتا ہے۔ عرب میں فر صرف انگریزی شرب کو کہتے ہیں۔ دیگر قحی شرب کو شرب اس لئے انگریزی شرب کی حرمت قطعی ہے اور سبھی کی عقلی اور انگریزی شرب بر محل و مطلق حرام ہے اور نہ نقدے بیان ہے۔ مگر شرع کی حرمت میں اختلاف بعض کے نزدیک ہے۔ ہر طرح حرام ہیں اور بعض کے نزدیک غلہ کی۔ یہ کہ حرام و نہ نہیں نیز شرب انگریزی بھلت نلیط ہے اس کام کو کرنا۔ تفسیر میں آئے کہ میر میر نے ہا محلی اسٹیج نگہ دئے میں اسٹیج سال بھی آہا، ہے اور نقل بھی جاتا ہے۔ یہ حدود میں ہے جیسے مرجع اور مودہ تفسیر کیر نے فرمایا کہ میر کے سٹیج میں تقسیم کر دیا۔ ہا محلی لئے لونت کو بھی میر کہتے ہیں کہ اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ نیز عرب والے لونتوں کو لاری سے تقسیم کرتے تھے۔ لہذا اے میر کا کیا خیال رہے کہ ہر دو طرف مل بہر بیت جوا ہے۔ لہذا انہیں مطلق کازی نہ شیر کہ بچوں کا تیر بیس اور بانسوں سے کیلئے جب کہ وہ طرف مل کی شرب ہو اور سہ یہ سب جوا ہے اور حرام ہے۔ یعنی اے کیوب صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے شرب اور جوئے کے احکام پر مچتے ہیں کہ ان کا مشعل اور ان کی تہمت ان کا قہر ہر دو ان میں نہ لوں کہتا حرام ہے یا حلال فریڈکس یہ ساری باتیں ہی پانچواں مسودہ تھیں۔ اگلے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال سارے سولات کے حلقہ قلا مدح الہیان کہ قل لہما انہم کبر۔ لیسا کلا رج شرب جو امدادوں ہیں۔ اثم سے مراد جنسی گنہ ہے نہ کہ صرف ایک گنہ کبر سے ہر گنہ کی بدلی مراد ہے۔ یعنی فرمادے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس شرب اور جوئے میں بڑا گنہ ہے۔ خیال رہے کہ میں نہ تو شرب اور جوئے کو حرام کیا اور نہ گنہ کہ فرمایا گیا کہ ان میں گنہ ہے۔ کیونکہ اس وقت تک یہ وہی حرام نہ ہوئے تھے۔





مسئلہ : فتویٰ یہ ہے کہ برتنے والا پکی چیز یعنی انگوری شراب اور ماویٰ و فیوہ مطلقاً حرام ہیں۔ من کا ایک قطرہ بھی پونا جائز نہیں۔ (شای کلب لا شرہ) مسئلہ : انگوری شراب اور دیگر لٹے کی پکی چیزوں میں چند فرق ہیں۔ (۱) شراب انگوری حرام قطعی ہے اس کا سکر کافر ہے۔ (۲) اس کا کسی طرح بھی استعمال جائز نہیں۔ جسم پر اس کی مالش بھی نہیں کر سکتے۔ (۳) اس کی تجارت بھی حرام ہے۔ (۴) اس کی کوئی قیمت نہیں یعنی اس کے ضائع کرنے والے یا نصب کرنے والے پر کوئی عذاب نہیں۔ (۵) یہ نہایت غلیظ ہے۔ (۶) اس کے چنے والے کو اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ اگرچہ نشے کی حد سے کہی نہ ہو۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر اس کا ایک قطرہ کوئی شخص میں گر جائے پھر اس جگہ سے دھو کر دے تو اس میں پڑھون نہ کوں۔ اور اگر وہ اس میں گر جائے پھر شک ہو کہ وہاں گھاس ہے تو میں اپنے جانور کو نہ چرواؤں۔ (اموی سورۃ مائدہ و شای کلب لا شرہ) مسئلہ : انگوری شراب کے علاوہ دیگر شرابیں بھی حرام ہیں مگر ان میں اتنی سختی نہیں۔ انہیں نشہ سے کم مہل جاننے والا کافر نہیں۔ اس کے چنے پر بغیر نشہ حد واجب نہیں اس کی نہایت غلیظ نہیں غلیظ ہے۔ من کی تجارت جائز ہے کیونکہ وہ چنے کے سوا دیگر کاموں میں آسکتی ہے۔ (تفسیر اموی سورۃ مائدہ) مسئلہ : نشہ کی شنگ چیزیں جیسے بھنگ اور ایون و فیوہ سے نشہ لینا بھی حرام ہے لیکن وہ اہل کھانا جائز۔ اسی لئے بچوں کو کھلائی جاتی ہے۔ دیگر استعمال میں بھی آسکتی ہے۔ یہ نہیں نہیں۔ اس سے نشہ پڑھ (اسی کوڑے) واجب نہیں۔ (شای) مسئلہ : بھنگ میں ۱۲۰ فصلان ہیں (شای ہاور ایونی کے خارج شراب ہونے کا ہمیشہ ہے۔ مسئلہ : تباکو اور حق ۱۵۱۵ میں دو مقل میں اکلا ہو۔ اسے بطریق نشہ استعمال کرنا حرام ہے۔ اگر نشہ نہ ہو تو مہل مگر اگر بھی اس سے پہلے ضرر ہو جب تک کہ منہ میں اس کی بو آئے سمجھ میں آتا ہے۔ اس کی پوری تحقیق شای کلب لا شرہ میں دیکھو۔

پسلا اعتراض : اس آیت میں شراب کے ساتھ جو اکیں بیان ہوئے جوابدہ : چند مہل سے ایک یہ کہ خوری کو بھی جیت کر شراب کا نشہ ہو تا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ یہ بھی شراب کی طرح مہلوات سے مائل کرتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ بھی شراب کی طرح مہل کو ہلا کر تہیں میں فطریہ کرتا ہے۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ شراب اور جوئے میں یکو جتنے بھی ہیں۔ مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام میں کوئی نفع نہیں اس آیت اور حدیث میں مطابقت کیونکر ہو؟ جوابدہ : اس آیت کے نزول کے وقت شراب مہل تھی حرام ہونے کے بعد اس میں کوئی نفع نہ رہا (اموی پوری آیت) اب اس کے ظاہری نفعے بھی در حقیقت نقصان ہیں۔ اس کے ذریعہ کھانا ہوا ہیرہ حرام۔ تیسرا اعتراض : جب اس آیت کے نزول کے وقت شراب مہل تھی تو اسے کھانے کیوں کہا گیا یا مہل میں بھی کھانہ ہوتا ہے؟ جوابدہ : اس کا جواب تفسیر میں گزر چکا کہ یا تو کھانہ سے دنیوی نقصان مراد ہیں یا دیگر وہ کھانہ جو شراب سے بھی بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے آپس کے بھگڑے لٹو و فیوہ۔ چوتھا اعتراض : کتب فقہ و فیوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ کے نزدیک سولے شراب انگوری کے دیکر شراب حد نشہ سے کم مہل ہیں۔ بشرطیکہ محض فرح و سرور کے لئے نہ ہو۔ اس کی کھانہ؟ جوابدہ : اس کا جواب انشاء اللہ سورۃ مائدہ ساتویں سیواہ میں دیا جائے گا پانچواں اعتراض : پہلی ائمہ کے مقل نفع ہوا گیا تھا کہ ائمہ کے مقل تو ثواب بولنا چاہتے تھے یہ مقابلہ کیونکر درست ہوا؟ جوابدہ : اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ پہلی ائمہ سے مراد کھانہ نہیں کہ اس وقت شراب جو حرام ہی نہ ہو تھا بلکہ اس سے مراد نقصان ہے۔ لہذا اس کا مقابلہ نفع سے مستحق موزوں ہے۔



وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاعْتَمَرْتُمْ اِنْ

اور اللہ جانتا ہے بگاڑنے والے کو اصلاح کرنے والے سے اور اگر چاہتا اللہ البتہ مشقت  
ہیں اور خدا نوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سزا دینے والے سے اور اللہ جانتا تو ہمیں مشقت میں

اللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

میں ڈانٹا تم کو حقیق اللہ غالب حکمت والا ہے  
خدا ان کے ساتھ اللہ زبردست حکمت والا ہے

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں اشارہ فرمایا گیا تھا کہ جملوں میں جوئے وغیرہ سے حاصل کیا ہوا سودیہ صرفہ نہ کرو۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ کونسا مال وہاں خرچ کرو۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ جوئے اور شراب وغیرہ حرام کاموں میں سودیہ صرفہ نہ کرو۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ کھانے اور کتنا سودیہ خرچ کرو۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں اپنے مال کا بچاؤ بتایا گیا تھا۔ اب قیموں کے مال کی اصلاح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یعنی پہلے اصلاح نفس کا حکم تھا۔ اب قیموں کی اصلاح کہ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں حقوق اللہ مارنے سے روکا گیا۔ اب حقوق العباد یعنی قیموں کھال مارنے سے روکا جا رہا ہے۔

شان نزول : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ دینے کی رغبت دی۔ تب آپ سے دریافت کیا گیا کہ اس کی مقدار ارشاد فرمائیے کہ کتنا مال روہ خدا میں خرچ کریں۔ تب پہلا جملہ نازل ہوا۔ (خزائن المرقوم) کہ ساری روایت یہ ہے کہ معاذ بن جبل اور عجلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا حبیب اللہ! ہمارے پاس غلام بھی ہیں اور ہلے بچے بھی۔ ہم ان پر کتنا مال خرچ کریں اس پر پہلا جملہ نازل ہوا۔ 2 عرب میں یہ عہدستان کی طرح قیموں کے مال کھا جانے میں احتیاط نہ کی جاتی تھی۔ اس لئے انھیں فرمایا گیا تھا کہ جو لوگ قیموں کا مال کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں الکاحے بھرتے ہیں۔ جسے من کر مسلمان ڈر گئے اور بہت احتیاط کرنے لگے کہ قیموں کا کھانا الگ پکاتے۔ ان کا پانی الگ رکھتے۔ اور انکا بچا ہوا کھانا خرچ نہ کرتے۔ کبھی وہ سڑک ل جاتا تو پھینک دیتے۔ اتنی احتیاط مسلمانوں پر گر گئی تھی۔ جس کی شکایت انہوں نے بارگاہ نبوت میں کی۔ عبد اللہ ابن رواحہ نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ! اس صورت میں لوگ قیموں کی پرورش چھوڑ دیں گے۔ تب آیت کا دوسرا جملہ وسئلونک عن النہی نازل ہوا (کیونکہ روح المعانی وغیرہ)۔

تفسیر : وسئلونک ما فاہنلفون یہ جملہ پہلے وسئلونک پر معطوف ہے۔ اور فقہ سے یا تو روہ خدا میں خرچ کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ پہلے شان نزول سے معلوم ہوا یا گھرا میں خرچ کرنا جیسا کہ دوسرے شان نزول سے معلوم ہوا۔ اگر خیرات مراد ہو تو پھر یا تو صدقہ واجب یعنی زکوٰۃ مراد ہے یا صدقہ نقلیٰ (یعنی اسے یا تو مال کی نوعیت مراد ہے یا نقد مراد یعنی اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کس قسم کا یا کتنا مال روہ الہی میں یا اپنے گھرا میں خرچ کریں) قل العلو ضر کے معنی ہیں آسان و



پرورش میں ہوں کہ ان کے دل کیسے خرق کئے جائیں۔ لہذا اصلاح لہم خبر اس مختصر جملہ میں ہے شکر احکام بیان ہو گئے۔ اصلاح صلح سے بنا ہے معنی درستی۔ لہذا کا مقتل اس کا مصداق الیہ پوشیدہ ہے اور خبر کے بعد لکم پوشیدہ اصلاح سے جانی۔ نفسانی روحانی ساری درستیوں مرلو ہیں قیاموں کو علم و لوب سکھانے نہیں لازمی پرہیزگار ملک انکشاف امتیاز سے خرق کرنا لکہ ان کے دل کو بفتح تہارت میں لگانا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ (روح المعانی) یعنی فرمودہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ قیاموں کی اصلاح کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور ان کے لئے بھی کہ تم تو ثواب پورے کے پورے کی ہستی روحانی درستی ہو جائے گی چنانچہ بھی تو ملی اصلاح علیحدہ کرنے سے ہوتی ہے اور بھی اپنے دل کے ساتھ ملا لینے سے لہذا اور شکر ہوا کہ وان تعالوا لعلو ہم فاعوا انکم یہ غلط ہے۔ باب جس کے معنی ہیں چند چیزوں کے اجزاء آپس میں ملا دینا اس لئے دست اور شریک اور پڑوسی کو غلط کہتے ہیں۔ لہذا اقلیت سے مراد شرکت یا آپس میں مل جل کر رہنا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مل ملا کر مرلو ہے اور بعض نے کہا کہ نکاح مرلو (کبیر روح المعانی) اخوان ہم مخدوف کی خبر ہے اور یہ لڑائی جمع ہے معنی بھائی۔ لڑوہ ہے جو مل بھاپا ایک میں شریک ہو۔ مگر مجازاً ہم قبیلہ ہم پیشہ ہم مذہب اور بیادوں کو بھی ملج کھاتا ہے یہاں یا تو ہم مذہب مرلو ہے یا ہم قبیلہ یعنی اگر تم ان قیاموں کو اپنے ساتھ ملا لو۔ ان سے نکاح کا رشتہ قائم کر لو کہ خود اپنے سے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کر لو۔ یا ان کا دل اپنے دل سے بحد و خرق ملا تو جانتے ہو کہ کس قدر تمہارے دینی اور قبیلہ کے بھائی ہیں اور اگر ایک بھائی کامل دوسرے بھائی کے خرق میں آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر خیال رہے کہ واللہ اعلم بالصواب من المصلح یہاں علمیا معنی معرفت ہے اور یا معنی تیز۔ اسی لئے اس کا مفعول ایک ہی آیا۔ اور اس کے بعد من بھی ملایا گیا۔ اس میں دھما بھی ہے اور وہ عید بھی۔ یعنی اگرچہ رب نے تمہیں تہارت اور کھانے پینے میں ان کا دل ملا لینے کی اجازت دے دی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ فسوئی کون ہے اور مصلح کون ولو شاء اللہ لا یتکم شہاء کا مفعول پوشیدہ ہے۔ حاجت حاجت سے بڑا حس کا لہو منت ہے اس کے معنی ہیں ناقص برداشت مشقت۔ رب فرماتا ہے۔ عزیز علیہ ما یتکم بھی معنی ذلت اور عاجزی بھی آتا ہے جیسے منت الوجہ لگی القیوم۔ یہاں پہلے معنی مرلو ہیں یعنی اگر وہ چاہتا تو تمہیں قیاموں کے متعلق سخت مشقت میں ڈال دیتا کہ ان کا یہاں علیحدہ رکھنے کا حکم ہوتا۔ جس میں تم کو سخت دشواری ہوتی مگر اپنے کرم سے غلطی کی اجازت دی ان اللہ عزیز حکیم عز عزت معنی غلبہ سے بہا اور حکیم حکمت سے یعنی اللہ سب پر غالب ہے۔ کوئی اس کے احکام ردک نہیں سکتا اور حکمت والا ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اور کتنا مال رو خدا میں خرق کریں۔ آپ فرمادو کہ ضرورت سے بچا ہوا مال خیرات کو جسکی تمہاری دل پر چوٹ نہ لگے۔ لہذا تعالیٰ اسی طرح سارے احکام صاف صاف فرماتا ہے تاکہ تمہاری اور اخروی کام سوچ سمجھ کر کرو کہ نہ تو دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھو اور نہ آخرت کو بھونڈو۔ یہاں کے لائق مالک خرق کو اور وہاں کے لائق مالک بھیج دو۔ اے محبوب علیہ السلام لوگ آپ سے ان قیاموں کے بارے میں پوچھتے ہیں جو کبھی کبھی پرورش میں ہوں کہ ان کا خرق علیحدہ رکھیں یا شامل۔ کیونکہ وہ شامل رکھنے میں ڈرتے ہیں کہ قیاموں کا دل کھانے کی ممانعت سے متبرور ان کی مصلحت ہے۔ اگر خرق شامل کرنے میں ان کی مصلحت ہے تو وہ ہی بہتر ہے لہذا تم اگر انہیں اپنے ساتھ ملاؤ

کوئی دار نہیں کیونکہ جس سے کوئی مال میں اور مال ساتھ ہی رہتے ہیں۔ ان کا خیال رہے کہ غلط فہم کی صورت میں اور اس کے لئے  
 وہاں کو جاننا ہے۔ لہذا ایسی شرکت نہ کر جس میں قیہوں کا تعلق ہو کہ خود اساتذہ کا خیال ہو۔ جیسا کہ ان کا خیال ہو۔ اور اگر وہ چاہتا  
 تو اس کے بارے میں خود کا خیال کر قیہیں سمجھتے ہیں اور غلط فہم کا خیال نہ رہے۔ مگر حکیم بھی ہے اس  
 لئے زہاد کا خیال نہ کیا ہے۔

قائدی : اس کلمہ سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ : سادہ لیل لیلوت کرنا صحیح ہے کہ اس میں اپنی اور اپنے  
 بچوں کی حق نگلی ہے۔ دوسرا قاعدہ : جس طرح کلمے میں غلطی ہو مگر غلطی ضروری ہے ایسی ہی غلطی کرنے میں بھی ہے۔  
 مگر غلطی ضروری نہیں کہ جس میں غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 ہے اور غلطی میں غلطی کرنے کی صورت میں ہے۔ مگر قیہوں کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 اپنے غصے اور غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 غلطی کی نیت سے غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 جاتا ہے کہ کلمہ ایک طرح ہے اور غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 سے ڈرنا نہیں دے سکتے۔ اس کلمہ کی کوئی غلطی نہیں کر سکتے۔ جس کے غلطی میں غلطی کرنا حرام ہے۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 کی صورت میں غلطی نہ کی جائے۔ مگر غلطی کی نیت میں غلطی کی جائے اور غلطی کے لئے غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 کر سکتے ہیں۔ اور غلطی میں غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 تعلیم متعلق کسی چیز میں غلطی نہ جس سے اپنی روزی کا کلمہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 چیزیں اس طرح سے معلوم ہوئیں۔ یعنی قیہوں کی صورت میں غلطی نہ کہ غلطی کا خیال نہ ہو۔

مسئلہ : بعد اس میں عام رواج ہے کہ میت کی حالت اس کے حوالے سے کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے جیم بچے بھی  
 ہوتے ہیں۔ اسی میں سے عام رواج کی روٹی بھی کرتے ہیں۔ یہ حرام ہے۔ چاہے کہ پہلے تقسیم ہو۔ اور اس میں غلطی کا خیال نہ ہو۔  
 حصہ سے یہ سب غلطی کریں۔ پہلی قاعدہ : جیم کو طہر و طہر کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 یہ اس کی صورت ہے۔ چھٹا قاعدہ : جیم کے بل کو تہارت میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 ساتویں قاعدہ : چند ساتویں کا اس میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 ہر ایک آٹھویں قاعدہ : دسویں جاز ہے اور دسویں غلطی نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 رائے میں غلطی بھی ہوگی تو بھی غلطی نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 ہے۔ دیکھیں میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام

مسئلہ : حوالے سے غلطی کا خیال نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام  
 صاحب کتنا ضروری ہے لہذا اپنے لئے اور زمین و مکان میں اس کی شرکت نہ کر۔ مسئلہ : میں اگرچہ مسئلہ جیم کا حکم بیان ہوا  
 مگر کفار قیہوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کے بل و فیوض کی صورت میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر غلطی کا خیال نہ ہو تو غلطی کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی غلطی میں غلطی کرنا حرام

مال العتم الا جانی ہی احسن مسئلہ: کافر جیم کو اسلام کی قبول کرنا اسلام کی طرف ساکل کرنا متر ہے کہ یہ بھی اس کی اصلاح ہے مگر اسے جبراً مسلمان نہیں کر سکتے کہ دین میں جبر جائز نہیں۔ مسئلہ: جیموں کی پرورش بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دو اہلکوں کو ملا کر فرمایا کہ جنت میں ہم اور جیم کھانے والا اس طرح رہیں گے جو سری روایت میں ہے کہ جو کوئی محبت سے جیم کے سر پر ہاتھ بھیرے تو اسے ہر بل کے عوض نیکی ملتی ہے۔ (دور ہدین) مسئلہ: جیم کا پالنے والا اگر غریب ہو تو اس کے بل سے حق پرورش لے سکتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خزانہ کے بل کو بل جیم اور اپنے کو بل جیم سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ضرورت پڑتی ہے تو اس میں سے کھانا ہوں ورنہ نہیں۔ مسئلہ: چند مسلمانوں کا مل کر کھانا ہٹ برکت ہے۔ دیکھنے کھانے میں بے برکتی۔ چاہئے کہ گھر کے بل بچے یا دوست و احباب مل کر کھانا کھایا کریں۔

پہلا اعتراض: یہاں جیموں کو بھائی کہنے سے معلوم ہوا کہ صرف مسلمان جیموں کے ساتھ ہی سلوک کرنا چاہئے اگر یہ عام ہو تو انہیں بھائی نہ کہا جائے جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جو نگہ بھائی سوا مسلمان جیموں کے لئے ہی تھا اس لئے انہیں بھائی فرمایا گیا۔ دوسری آیت میں ہر جیم کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ فقیر سے معلوم ہو چکا۔ دوسرے یہ کہ بھائی غلط سے جاتی شرکت دونوں ہی مراد ہیں اور کافر جیموں سے جو نگہ خلج جائز نہیں لہذا انہیں بھائی فرمایا گیا۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ بھائی دعوہ خلافت پر مبنی ہے۔ کہ نگہ اس نے طاقت سے زیادہ تکلیف دینے کا دعوہ فرمایا ہے۔ لا یكلف الله نفساً الا وھما اور یہاں فرما رہا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہمیں طاقت سے زیادہ تکلیف دے دیتے۔ (امکان کذب دیوہی) جواب: حنت کے معنی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں بلکہ بھاری احکام مراد ہیں جیسے جیم بچوں کا حساب کتاب الگ رکھنا اور جس کا دعوہ ہے وہ طاقت سے زائد احکام کی تکلیف نہ دینا ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ خیال رہے کہ طاقت سے زیادہ کی تکلیف کسی نبی کے دین میں نہیں دی گئی۔ خلافت سے نہ کہا گیا کہ تم فرشتہ بن جاؤ یا آسمان پر پہنچ جاؤ یا رب کی خدائی سے نکل جاؤ وغیرہ بل بعض دعوہ میں بھاری و سخت احکام تھے جیسے بنی اسرائیل پر جو تھالی بل زکوٰۃ یا نجس کپڑے کا جلاں وغیرہ اسلام میں یہ بھی نہ رہے۔ اب احکام خلافت آسان ہیں اسی لئے ہم کو اس دعا کی تلقین دی گئی ولا تجعل علما اصراً کما جعلت علی الفہم من قبلنا

تفسیر صوفیانہ: ایمان و فروع کی اصل پر مبنی ہے جو اپنے وطن سے لائی ہے اور بدن اور نفس اس کا پھانسی لیل و نوح کو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ تو اس فاضل بل یعنی جسم و نفس کو روٹاؤں میں غرق کر ڈال تاکہ اس کے عوض آخرت میں نہ بگڑے نہ وہ جسم اور اچھا نفس پاسے۔ اور اسے دور تو یہاں مسافر ہے۔ رب نے اس راستہ میں بہت سی نشانیوں قائم فرمادی ہیں جس سے حیل مقصود کا پتہ لگتا ہے تو اس راستہ کو بہت سوچ سمجھ کر طے کرنا کہ حیل مقصود پر پہنچے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ خواہم کی خیرات پہنچے ہوئے بل سے ہے اور خواہم کی خیرات اپنے سارے بل سے اور خواہم الناس کی خیرات بل مولا جسم مولا جان سب سے ہے۔ حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک بار سارے بل و لوندہ میں دے دیا۔ غار میں جان بھی قربان کر دی۔ لولہ کو بھی حضور پر پی قربان کر ڈالا۔ ان کے لئے یہ ساری چیزیں خواہم ہی داخل تھیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

موسیا قلوب و انسا دیگر اند سونت جان و روئی دیگر اند



لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿١٤١﴾

ماسے برکن کے تاکڑہ نصیب ہے بھڑی پو

ہیں نہ کہ کسی نصرت نامی :

تعلق : اس آیت کا مکمل آئینوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں حلال و حرام ہیں مگر کیا یہ اور اب حرام و حلال عورتوں کو کرے کیے مگر عورتوں سے بھی طبع حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اگر تم قیصوں کو اپنے ساتھ ملاؤ جانتے ہو تو ان سے نکاح کر لو اہل میں شریک ہو۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ جتنی حرکت یعنی نکاح شریک قیصوں سے جانتے ہو گا تو اپنے قیصوں سے نکاح کی اجازت دی گئی تھی اور اب اس میں پانچوں نکاحی جلدی ہیں۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں قیصوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم تھا اب شریکین سے نکاح کی ممانعت کیے مگر ایسے نکاح سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ خیمہ ہی ہو گا اور اہل نکاح کا بچہ گویا عکبا خیمہ ہے زانی اس کا لپٹ میں۔ اسی لئے بچہ رقی کی میراث پرورش سے محروم ہے گویا پہلے قیصوں کی پرورش کا حکم تھا اور اب نوکاد کو خیمہ بنانے یعنی نکاح سے ممانعت ہے۔

شکل نزول : حضرت ابو مرثد غنوی ایک بلور مٹائی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہہ کر مجھ سے آگاہ کیا کہ  
 قہر کے ساتھ ان حبیب مسلمانوں کو نکل جائیں جو ہجرت نہ کر سکے وہاں ایک شرکاء عورت تھی جس کا نام قاضیہ تھی۔ اسے  
 نذر جلاوت میں ان کے ساتھ نکلتے تھے۔ اور وہ نکلتے تھے میں اور سارے بھی تھے۔ عہدے ان کے کہ ان کی غیرتی تو  
 وہ ان کے پاس آئی اور وہ صلی کی طلبگار ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے حق! میں مسلمان ہو چکا ہوں اور وہ مسلمان نہ تھے وہ کہنے  
 تب اس نے آپ سے نکاح کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں اپنے قبضے میں نہیں ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 نظام ہوں۔ ان سے عہدہ بھی تھے۔ نکاح بھی نہیں کر سکتے۔ جب کہ ہمارے نبی میں حاضر ہوئے تو سارے لوگ عہدہ عرض کر کے  
 نکاح کے حلقہ درولات کیا تب اس وقت کا پورا جملہ ولا لکھو اور ان کے قتل ہوں (امری و غزوات) (2) ایک حکم حضرت  
 عہد اللہ میں وہ اس نے کسی غلطی اپنی جتنی ہوتی کے طرہ سے دیکھا یا پھر شیلین ہو کر یہ کہ نبوت میں حاضر ہوئے اور یہ عہدہ عرض کیا  
 حضور نے اس لوہڑی کے حالات درولات کئے کہ وہ کیسی ہے آپ نے عرض کیا کہ وہ عہدہ و رسالت کی قائل لڑی اور وہ نہ اور  
 ہے۔ تب حضور نے فرمایا کہ اے عہدہ وہ تو سوت ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ رہی کہ ہم میں سے آؤ لو کہ آپ نے نکاح میں  
 لوں گے پھر یہی کہ اس پر لوگوں نے عہدہ کو طے دینے کہ نکاح میں شرکاء عورتیں جو میں بھی تھیں اور سارے بھی تم  
 سے نکاح کرنے پر تیار تھیں تم نے انہیں یہود ذکر ایک جتنی لوہڑی سے کہیں نکاح کر لیا۔ تب اس آیت کہ وہ سارے جملہ ولا معہ  
 معونہ ہمارے قتل ہوں (امری و غزوات) (3) (4) (5) (6) (7) (8) (9) (10) (11) (12) (13) (14) (15) (16) (17) (18) (19) (20) (21) (22) (23) (24) (25) (26) (27) (28) (29) (30) (31) (32) (33) (34) (35) (36) (37) (38) (39) (40) (41) (42) (43) (44) (45) (46) (47) (48) (49) (50) (51) (52) (53) (54) (55) (56) (57) (58) (59) (60) (61) (62) (63) (64) (65) (66) (67) (68) (69) (70) (71) (72) (73) (74) (75) (76) (77) (78) (79) (80) (81) (82) (83) (84) (85) (86) (87) (88) (89) (90) (91) (92) (93) (94) (95) (96) (97) (98) (99) (100) (101) (102) (103) (104) (105) (106) (107) (108) (109) (110) (111) (112) (113) (114) (115) (116) (117) (118) (119) (120) (121) (122) (123) (124) (125) (126) (127) (128) (129) (130) (131) (132) (133) (134) (135) (136) (137) (138) (139) (140) (141) (142) (143) (144) (145) (146) (147) (148) (149) (150) (151) (152) (153) (154) (155) (156) (157) (158) (159) (160) (161) (162) (163) (164) (165) (166) (167) (168) (169) (170) (171) (172) (173) (174) (175) (176) (177) (178) (179) (180) (181) (182) (183) (184) (185) (186) (187) (188) (189) (190) (191) (192) (193) (194) (195) (196) (197) (198) (199) (200) (201) (202) (203) (204) (205) (206) (207) (208) (209) (210) (211) (212) (213) (214) (215) (216) (217) (218) (219) (220) (221) (222) (223) (224) (225) (226) (227) (228) (229) (230) (231) (232) (233) (234) (235) (236) (237) (238) (239) (240) (241) (242) (243) (244) (245) (246) (247) (248) (249) (250) (251) (252) (253) (254) (255) (256) (257) (258) (259) (260) (261) (262) (263) (264) (265) (266) (267) (268) (269) (270) (271) (272) (273) (274) (275) (276) (277) (278) (279) (280) (281) (282) (283) (284) (285) (286) (287) (288) (289) (290) (291) (292) (293) (294) (295) (296) (297) (298) (299) (300) (301) (302) (303) (304) (305) (306) (307) (308) (309) (310) (311) (312) (313) (314) (315) (316) (317) (318) (319) (320) (321) (322) (323) (324) (325) (326) (327) (328) (329) (330) (331) (332) (333) (334) (335) (336) (337) (338) (339) (340) (341) (342) (343) (344) (345) (346) (347) (348) (349) (350) (351) (352) (353) (354) (355) (356) (357) (358) (359) (360) (361) (362) (363) (364) (365) (366) (367) (368) (369) (370) (371) (372) (373) (374) (375) (376) (377) (378) (379) (380) (381) (382) (383) (384) (385) (386) (387) (388) (389) (390) (391) (392) (393) (394) (395) (396) (397) (398) (399) (400) (401) (402) (403) (404) (405) (406) (407) (408) (409) (410) (411) (412) (413) (414) (415) (416) (417) (418) (419) (420) (421) (422) (423) (424) (425) (426) (427) (428) (429) (430) (431) (432) (433) (434) (435) (436) (437) (438) (439) (440) (441) (442) (443) (444) (445) (446) (447) (448) (449) (450) (451) (452) (453) (454) (455) (456) (457) (458) (459) (460) (461) (462) (463) (464) (465) (466) (467) (468) (469) (470) (471) (472) (473) (474) (475) (476) (477) (478) (479) (480) (481) (482) (483) (484) (485) (486) (487) (488) (489) (490) (491) (492) (493) (494) (495) (496) (497) (498) (499) (500) (501) (502) (503) (504) (505) (506) (507) (508) (509) (510) (511) (512) (513) (514) (515) (516) (517) (518) (519) (520) (521) (522) (523) (524) (525) (526) (527) (528) (529) (530) (531) (532) (533) (534) (535) (536) (537) (538) (539) (540) (541) (542) (543) (544) (545) (546) (547) (548) (549) (550) (551) (552) (553) (554) (555) (556) (557) (558) (559) (560) (561) (562) (563) (564) (565) (566) (567) (568) (569) (570) (571) (572) (573) (574) (575) (576) (577) (578) (579) (580) (581) (582) (583) (584) (585) (586) (587) (588) (589) (590) (591) (592) (593) (594) (595) (596) (597) (598) (599) (600) (601) (602) (603) (604) (605) (606) (607) (608) (609) (610) (611) (612) (613) (614) (615) (616) (617) (618) (619) (620) (621) (622) (623) (624) (625) (626) (627) (628) (629) (630) (631) (632) (633) (634) (635) (636) (637) (638) (639) (640) (641) (642) (643) (644) (645) (646) (647) (648) (649) (650) (651) (652) (653) (654) (655) (656) (657) (658) (659) (660) (661) (662) (663) (664) (665) (666) (667) (668) (669) (670) (671) (672) (673) (674) (675) (676) (677) (678) (679) (680) (681) (682) (683) (684) (685) (686) (687) (688) (689) (690) (691) (692) (693) (694) (695) (696) (697) (698) (699) (700) (701) (702) (703) (704) (705) (706) (707) (708) (709) (710) (711) (712) (713) (714) (715) (716) (717) (718) (719) (720) (72

تفسیر : ولا تکتھوا العطر کما تکتھوا۔ نکح سے نکاح کے معنی ہیں جمع ہو جانا، داخل ہو جانا، ملا جملہ کرنے ہیں۔ نکح العطر الاثر۔ اور نکح العطر العین۔ یعنی ہڈی، زمین سے مل گئی اور غیر آگوش میں آگئی مسطرع میں علاج کو بھی نکح کہتے ہیں اور عطر نکح کو بھی کہہ کر نکح سے عطر نکح مل جاتے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ عطر نکح کا معنی اجنبی



استعمال ہمارے معنی میں ہے۔ معنی (۱) مملوک یعنی غلام، مسن مہد کب (۲) غلو، (۳) عبودیت گزار (۴) خدمت گزار، تابع اور حدیث میں ہے جس عبد اللہ کا یہ پہلی پہلے معنی میں ہے۔ (غلام) یعنی مسلمان غلام بھی اگرچہ ظاہر حقیر ہے لیکن آزاد طور بلکہ کافر سے افضل ہے کہ زور ایمان سے آراستہ ہے ولو اعجبکم یہاں بھی دو تہذیبوں اور لو شرط ہے۔ یعنی اگرچہ وہ کافر اپنے مل عزت اور جلوہ جلال کی وجہ سے ہمیں اچھا معلوم ہو۔ کفار سے نکاح حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کا دعویٰ الی النار انوکھا دیکھنے سے ملے گا کفار کی طرف اشارہ ہے اور یہ خون سے رغبتوں کا اور عار سے بیب جنم یعنی کفر مراد ہے۔ یعنی یہ کفار تم سے مل کر کفر کی طرف رغبتیں کریں گے۔ لہذا ان سے دوری ضروری۔ خصوصاً وہ کفار جو اپنے کو مسلمان کہیں اور ہوں کافر جیسے مرزا قادیانی وغیرہ کہ ان کا نقصان کھلے کفار سے زیادہ ہے کہ ان کھلوں کو تو انسان اپنا دشمن سمجھتا ہے مگر یہ دوست کی صورت میں آتے ہیں۔ کفر یہ عقیدے اسلامی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اس آیت کی۔ سے وہ لوگ جہت نکلیں جو بلاد حجاز میں مرتدین کو لڑکی دے بھی دیتے ہیں اور ان کی لڑکیاں لے بھی لیتے ہیں پھر خود بھی یہودین ہو جاتے ہیں اور اولاد بھی بے دین ہوتی ہے۔ اس لئے سب کا وہاں ان لوگوں پر ہی پڑتا ہے۔ واللہ يدعو الی الجحیم والسفرة بعض مفسرین نے فرمایا کہ اللہ سے پہلے ایک مصنف پیدا ہوا ہے یعنی اللہ کے دوست (مسلمان) مگر ظاہر یہی ہے کہ کچھ پر شیعہ ہیں۔ یہ عوام سے یا تو بلا مراد ہے یا رغبتوں کا جنت اور عذابت سے اس کے اسباب مراد ہیں (ایمان پر استقامت اور نیک اعمال) یعنی اللہ کے ہمارے مسلمان ایمان اور نیک اعمال کی رغبت دیتے ہیں لہذا انہی سے بڑا شلوی کرو کہ ان کا میل جہل و حسد ہے اللہ جنت اور بخشش کی طرف جلا رہا ہے اس لئے اس نے نکاح کفار سے ہمیں روک دیا جو جہنم کا درجہ ہے۔ یا قطعاً اس کا تعلق یہ عوام سے ہے اور بے نیکی کی۔ اور خون سے مراد اور وہ ہے یا تو فتنے یعنی اللہ اپنے اور وہ کرم سے یا مسلمان رب کی فتنے سے جنت کی رغبت دیتے ہیں و یمن ائمتہ للناس یمن کے معنی ہم پہلے بتا چکے۔ آیات سے یا تو احکام کی آیتیں مراد ہیں یا ساری آیتیں۔ اور اس سے یا صرف مسلمان مراد ہیں یا سارے لوگ۔ معنی رب تعالیٰ اپنی ہدایت دیتے والی آیتیں لوگوں کے لئے خوب مفید مفسر بیان فرماتا ہے۔ فاعلم ہذا کو وہی یہ لفظ تذکرے سے رہا جس کا وہ ہے ذکر معنی فصاحت قبول کرنا یعنی تاکہ لوگ ان احکام میں غور کر کے فصاحت قبول کریں۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں کافر عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ کیونکہ نکاح محبت و اقربائی مگر کی آبادی اور بھل بچوں کی پرورش کے لئے ہو تا ہے۔ اختلاف دین کے ہوتے ہوئے یہ تین باتیں ممکن ہیں۔ نہ شوہر بڑی کا دل ملے گا اور مختلف کی وجہ سے گھر میں رشتہ بھی نہ ہوگی اور بچوں کی پرورش میں بہت جھگڑا پیدا ہو گا۔ یہ تو انہیں اپنے دین پر لانا چاہیے گی اور باپ اپنی طرف کھینچے گا۔ لہذا اس صورت میں نکاح کا مقصد ہی حاصل نہ ہو گا۔ سمجھو لو کہ مسلمان عورت اگرچہ لوٹوئی ہو شرک سے افضل ہے خود وہ آزاد ملکہ اور حبیہ اور حسب نسب والی ہو اگرچہ ہمیں شرک مل و جمل کی وجہ سے پسند نہ آجائے کیونکہ صورت سے سیرت سزاوار اے مسلمان اپنی بچیوں کا نکاح کفار سے نہ کرے۔ اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے ہونے دو۔ جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئے۔ کیونکہ مسلمان عورت کا کافر کی بڑی بدن کردار سخت ہے غیرتی ہے۔ خیال رکھو کہ مسلمان اگرچہ غلام ہو۔ حقیر و غریب ہو پھر بھی آزاد ملکہ اور عزت و جلوہ والے شرک سے افضل ہے کہ دولت ایمان



مسئلہ اگرچہ اہل کتب عورتوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہے مگر مترشہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ عورت سے نکاح حلال پر ہوتا ہے یا حلال پر یا حقیر ذلت قدیم تمہیں اور یہی اختیار کہ کافر ویدوار کمال سے آئی۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ حضرت حنفیہ نے یہاں تک سے نکاح کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ فوراً اطلاق دے دو۔ کہنے پر چماکہ کیا یہ حرام ہے۔ فرمایا حرام تو نہیں مگر سخت خطرناک ہے اور نہ اتنی گنج ہے۔ عیسائی عورتوں نے مسلمانوں کو قوی اور دینی سخت نقصان پہنچایا۔ ضروری ہدایت۔ اپنی بیچوں کے لئے خوش اخلاق تہہ رست کلو ویدوار غلوہ تلاش کہ محض ملہ لڑکی نہ دے دو ورنہ بعد میں سخت پریشانی کا سامنا کرے گی۔ بچہ کا پیدا اسکول میں باپ کی گود ہے۔ تو بعد از اخلاق میں باپ کی اولاد بھی تو اسی جوتی ہے۔ قاطر ذہرا جیسی میں ہو تو زمین چھے فرزند ہوتے ہیں۔ اکثر اقبال نے کالمی ایٹ لڑکیوں کو قاطب کر کے کیا خوب کہا۔

اگر چہ زردیٹھے پڑھنی جس میں ہو و جین تو نہ میری

تیرے ہاں پنہاں شوازیں۔ صبر کہ در آفرین شیبے گھری

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعت جگر قاطرہ اثر ہوا کے لئے حضرت علی جیسے مسکین کو منتخب فرمایا جن کے گھر میں بجائے دولت کے اللہ رسول کا نام ہی تھا مگر انکا یہ دولت ایمانی سے مالا مال تھا۔ نیز شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی منورہ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کیا جن کے پاس اس وقت نہ گھر تھا نہ وہ پہنسی مسافر تھے۔ کیاں کھلویں اور وقت ایمانی تیر گھر میں ایسی ہونیں لاؤ جو قرآن مجید و صحیح ساتھ لائیں۔ ریڈیو سینما نہ لائیں۔ ان کے آٹے سے گھر لٹھ کے ذکر سے بھر جائے۔ دوسرا قاطرہ ہفت بیروں کی صحبت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اپنا راز دہن بتایا انہیں اپنے گھر کے اختیارات و سختی بہانہ۔ دیکھو نکاح کفار سے اسی لئے منع فرمایا گیا کہ اس میں کفار کو مسلمانوں کے راز دہن ہونے اور ان سے غلط کام شروع نہ کرے۔ نہانہ قانونی میں حضرت امیر مظلوم نے اپنا فکر ایک کافر رکھا تھا۔ قانون اعظم نے پوچھا کہ یہ کیا عرض کیا کہ اس قسم میں کوئی مسلمان پڑھا لکھا نہیں ملے۔ فلا الجور اسے رکھ لیا گیا۔ کہنے نے فرمایا اگر یہ مر جائے تو کیا کوئے۔ عرض کیا پھر کوئی اور بدعت کر لوں گا۔ فرمایا کہ وہ بدعت اب ہی کر لو۔ قرآن کریم نے بھی اس کی سخت تاکید فرمائی کہ فرمایا لا تصلفوا بطائفہ من دونکم کفار کو اپنا مشیر نہ بنو کیونکہ لا یألوکم خیالاً قیصر لفاۃ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزلو عورت سے نکاح کرنے پر قدرت ہوتے ہوئے بھی بدعتی سے نکاح جائز ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس میں آزلو شرک سے نکاح کرنے کی طاقت ہو وہ بھی اس سے نکاح نہ کرے۔ خلوہ مسلمان بدعتی ہی سے کہے اور ظاہر ہے کہ جس میں آزلو شرک سے نکاح کی طاقت ہوگی اس میں آزلو سونہ سے بھی نکاح کی طاقت ہوگی کیونکہ ان میں ایمان و کفر کا فرق نہیں کہ مل کہ اس سے مذہب خفیہ کی پوری تائید ہوتی۔ (تفسیر کبیر)۔

پس اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار سے نکاح حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کفری اور فحش دین گے۔ جس سے ان کا ایمان خلوہ میں پڑ جائے گا پھر کتبہ عورت سے نکاح کیوں حلال رہا یہ سارے اندیشے تو اس میں بھی موجود ہیں۔ جواب : کیونکہ اہل کتبہ مقابلہ مشرکین مسلمانوں سے کچھ قریب ہیں۔ تو حیدر رسالت دینی انہیں کتبہ کہاتے ہیں قریب متعلق ہیں اور عورت عورت کے ماتحت ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ مسلمان کی صحبت سے وہ ایمان قبول کر لے یا کم از کم



تفسیر صوفیانہ : روح اور نفس گویا دو جہن ہیں۔ جن کے ملنے سے عمل پیدا ہوتے ہیں۔ نفس طاعت مومن روح اور نفس لادہ کافر کا حکم ہو رہا ہے کہ روح کو نفس لادہ سے نہ ملاؤ جب تک کہ یہ اپنی سرکشی چھوڑ کر طاعت نہ ہو بلکہ وہ جسے کہیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو مگر حقیقت فیث ہے کہ روح کو بد کاری کی رغبت دیکر جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ لادہ سے چھوڑ کر فرما ہوا رہا۔ پھر اس سے غلطی کرے۔ نیز حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ ارواح مختلف شکل ہیں۔ ہر روح اپنے ہم جنس سے محبت اور غیر جنس سے نفرت کرتی ہے۔

کہ ہم جنس ہم جنس ہوا  
کوتہ کوتہ کوتہ کوتہ کوتہ  
ہائے کپاک لوگ فیث سے رشتہ محبت میں ہیں کہ جنہوں کا نفس شکی طرف سے ہے۔  
علا اعلیٰ یقین ملتی شود کے دم ہا مل قرن حق شود  
طیبات کہ ہوئے طبعاً مومنین راضیت است ہیں  
میں کاغذی کہتے ہیں۔

جذب ہر جنس را ہم جنس دیں جن بر جنس است عاشق جلدوں  
غیر جنس کی محبت کا انجام یا ایمان کی جہی ہے یا جھگڑ اور لڑائی۔ قیامت میں ہر نفس اپنے پیارے کے ساتھ ہو گا۔ (روح طہران)

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْرِضُوا آلِئْسَ لَكُمْ مِنَ الْمَحِيضِ

اور پوچھتے ہیں آپ سے حیض سے تعلق۔ فرما دو کہ وہ گندمی ہے پس الگ رہو اور قتل سے زمانہ حیض میں اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرما دو وہ ناپاک ہے کہ حد قتل سے الگ رہو حیض کے دنوں میں لورا کن

وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اور قریب ہوؤ ان کے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جاویں تو آؤ ان کے پاس جہاں سے کہ مسک کیا ہے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہو میں پھر صبح پاک ہو جاویں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے نہیں

أَمَرَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٠﴾

تم کو اللہ نے۔ حقیق اللہ دوست رکھتا ہے توبہ والوں کو اور دوست رکھتا ہے خوب پاک جو سنے والوں کو۔ اللہ نے حکم دیا۔ بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے سحر جہ کو۔

تعلق : اس آیت کا بھیل آنحوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: بھیل آیت میں مجازاً نکاح سے محافضت قہی اور لب مجازاً دلی سے روکا جا رہا ہے یعنی وہی فرمایا گیا تھا کہ شرکت سے نکاح نہ کرو۔ لوریں مل رہا ہے کہ خانہ عورتوں سے محبت نہ کرو۔ دوسرا تعلق: بھیل آیت میں نفس عورت یعنی کافرہ سے نکاح کی محافضت قہی لوریں گندی عورت یعنی

شانِ نزول : عرب کے سودی اور گھوس خانہ عود قریب سے مسجدِ نبوت کہتے تھے کہ ان کے ساتھ ٹھکانا ایک مکان میں رہنا اور انہیں کہتے تھے یہاں تک کہ ان کی طرف سے کتنا اور ان سے کلام کرنا اسی عرصہ پہنچتے تھے کہ وہاں کے یہودی خانہ عودوں سے مسجد بھی کہتے تھے۔ مشرکین عرب یہودیوں کی چٹان پلٹے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو روک کر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنس کے احکام پوچھے۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ جس میں مسلمانوں کو یہودیوں کی انفرکٹور جیسا یہودی کی تفریق سے منع کر کے اور یہودی راستہ بتایا گیا کہ تم جنس کے تینانہ میں ملانے کو۔ اس کے سوا سارے بد توئے بد توئے۔ (ابن کثیر و جامع تفسیر و تراجم)۔

تفسیر : مسئلہ نمک عن المحض میں مسلمانوں کے چھ سوال نقل کئے گئے۔ پہلے تین سوال بغیر وقت کے اور باقی تین سوال یعنی خیرات، عقیقوں سے معاملات اور حیض کے احکام وقت سے بیان ہوئے جس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تین سوال تو غلط فہمی میں تھے اور یہ تین یک وقت ہوئے۔ (کیر و مدح علیہ و فیہ)۔ سوال نقل کرنے میں صاحب کرمہ کی عزت عزالی ہے کہ انیس باب سے جواب حاصل کرنے کا فرما حاصل ہوا۔ حیض کا وہ حیض ہے جس سے ایسی حالتیں آتی ہیں جو حرام سمجھے جاتے ہیں کہ اس میں پانی نہ کر آتا ہے بلکہ عربی کو دلو کو کسی سے بدل دیا کرتے تھے۔ شریعت میں حیض عورتوں کے لیے اور نبی کریم کا ہم سے دور رہنا ہے ہندو شرمگہ جلدی ہو تا ہے۔ اس کی بدلت کم لاکم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ حیض صدر بھی ہے اور طرفینہ و منک بھی ہے۔ حیض جس سے صدر رہے اور اگلا بھیض عرف کیونکہ سوال حیض کے حلقہ تھوڑے کہ زیادہ حیض کے حلقہ کہا جاتا ہے۔ ماضی میں جیسے جاہ و عیال اور بہت مینا۔ اگرچہ سوال میں اصل ہے مگر جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال احکام کے حلقہ تھا کہ جاننے کے احکام کیا ہیں یعنی اسے نبی علیہ السلام لوگ آپ سے حیض کے احکام پوچھتے ہیں۔ قل ہو اذیٰ ہو کامرہج وہی حیض صدر ہے۔ قوی کے معنی ہیں گندی یا پھنسی ہو یا تکلیف و وجہ سخت تکلیف کو ضرر اور معمولی کو قوی کہا جاتا ہے چہ کہ حیض کا خون گندہ بھی ہے اور اس سے نفرت بھی آتی ہے۔ نیز جس حالت میں حمل کرنے سے عورت کو تکلیف ہو کہ آٹھ اور اس حمل کی لولہ بھی کو زخمی اور بے غیرت اور بے حیا ہونے کا وقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے قوی کہا گیا۔ علیٰ میں نبی است قوی قریبہ یعنی ہیں مگر اکثر نبی است ظاہری گندی کو کہا جاتا ہے۔ خیانت اور بدلی گندی کو اور قوی دونوں قسم کی گندیوں کے مجموعہ کو بلکہ اس کو جو طہرہ گندے ہونے کے معنی اور اس میں بھی ہو۔ اختلافہ کا خون اور ویشابہ فیوہ نفس ہے قوی نہیں مگر حیض قوی ہے۔ اسی لئے یہی حیض محبت کو حرام کر دیتا ہے۔ حالت حیض عورت کی شرم



اللہ عنائے موی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو غسل سے پہلے منکحہ استعمال کرنے کا حکم دیا تاکہ اس سے طہارت کی بدولت جلتی رہے (روح المعانی) فرمیدے کہ یہ کلمہ مذہب حنفیہ کے خلاف نہیں لاکوہن ظاہر یہ ہے کہ یہ امر باہت کا ہے۔ کیونکہ ممانعت کے بعد امر ہی لئے آتا ہے۔ جیسے والا حائضہ طہارۃ لاصطادوا اور ممکن ہے کہ آنکھ کے علاوہ اسوجہی ہو۔ یعنی پس جب کہ عورتیں خوب پاک ہو جائیں یا پاک ہو جائیں تو تم ان سے جماع کر سکتے ہو۔ یا حضور جلع کو من حیث امرکم اللہ حیث کے معنی 'جگہ میں' عبد اللہ ابن عباس اور ہلدو قندہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں جہتیں (روح المعانی) یعنی حضور اس جگہ میں جماع کرے۔ جلع خد کی ایازت ہے فرج میں نہ کہ درمیں یا جاذبہتوں سے جماع کرے۔ کہ اگر عورتیں روزہ دہریا اہل بیت میں ہوں تو ہرگز جلع نہ کرنا ان اللہ بحسب التواضع' تو آپ کے معنی ہیں بکثرت یا اچھی طرح تو بہ کرنا۔ یعنی لفظ بہت تو بہ کرنا تو بہ کرنا تو بہ کرنا ہے و بحسب المتطہرین اور بہت پاک ہونے والوں کو بھی بہت کرنا ہے جو کہ حیض اور شرک دونوں گندہ گندہ ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے حیض کے احکام پوچھتے ہیں کہ کیا حائضہ عورت سے بیویوں کی طرح ہاتھ دھو رہیں یا بیسائیوں کی طرح ان سے جماع بھی کر لیا کریں۔ آپ فرمادو کہ وہ عورتیں حیض میں گندی نہیں تاکہ ان کو دور کر دیا جائے۔ بلکہ حیض گندی یا گندہ فانی یا تیار یا پیدا کر کے لڑائی جڑ ہے کہ اس سے مو کو آنکھ نہ فویدہ ہو جائے کھارے یہ ہے اور اگر اس محبت سے حل قائم ہو جائے تو ممکن ہے کہ بچہ کوڑھی پیدا ہو۔ حدیث میں ہے کہ حیض کی لولہ کو ہضم ہو جاتا ہے۔ (دستور اور خون مکمل کرنے آئے کی وجہ سے عورت کو بھی تکلیف پہونے جاتی ہے۔ لہذا حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک کہ وہ پاک نہ ہو لیں۔ محبت نہ کرو۔ پھر جب ان کا حیض بند ہو جائے اور وہ پاک ہو لیں تو تم وہاں جماع کرو جلع لفظ نے بکثرت ہی نہیں شرمگاہ میں کو نہ کہ درمیں اور جو لوگ طہارتی میں حائضہ سے جماع کر چکے وہ خوب تو بہ کریں۔ لفظ طہاتی خوب تو بہ کرنا تو بہ کرنا ہے اور آنکھ کا فہرہ اور حائضہ ہر قسم کی عورت سے دور رہیں۔ لفظ طہاتی خوب حائضہ سے جماع کرنا ہے کہ جو کوئی حائضہ عورت سے محبت کر بیٹھے تو وہ بگڑے ہوئے ہو۔ اگر شہواہ حیض میں جب کہ سرخ خون آتا ہے جماع کیا ہو تو ایک دن یا یعنی آدھائی روپے خیرات کرے اور اگر اخیر حیض میں جب کہ طہارت نکلتا آتا ہے جماع کیا ہو تو آدھائی روپے خیرات کرے (مسکوٰۃ شریفہ روح المعانی) کو ایمین فرماتے ہیں کہ اسی طرف اشارہ ہے۔ خیال رہے کہ چند عوارض وہ ہیں جن کی وجہ سے عورت سے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ جیسے نسب' سرکاری رشتہ' رضاعت' اختلاف مذہب' لی الکفر والاسلام' قتل حق غیر جیسے دوسرے کی منکوحہ یا مستعد ہو۔ طہارت کی موجودگی نکاح میں اپنی منکوحہ سے کہنا فیہ اور چند وجوہ وہ ہیں جن کی بنا پر اپنی بیوی سے محبت حرام ہو جاتی ہے جیسے حیض خاص' نہ وہ عورت فیہ و ان میں سے ہر ایک کے ماقبہ ہزار مسائل ہیں۔ اس آیت میں وجوہ بیان ہوئی جس سے اپنی بیوی سے محبت حرام ہے۔ یہ وجوہ تو عمومی حرمت کے تھے۔ ایک خصوصی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر نکاح ہے اگر کسی نکاح سے حضور حاضر ہیں تو وہ نکاح حرام اگر کسی کے اپنی بیوی کی محبت سے عارض ہیں تو وہ محبت حرام۔ کہو حضرت علی کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں وہ سری عورت سے نکاح حرام رہا کہ وہ حضور عورت کی بنا پر اسباب حضور حضرت کعب بن مالک

پر زمانہ پانچ گھنٹے میں خون کی پوری حرام ہو گئی کیوں صرف حضور انور کی ناراضی کے باعث یہ ہے۔ حضور کی سلطنت مظہر نور  
القیار خدا لود۔

**حیض و نفاس :** عورتوں کو تین قسم کے خون آتے ہیں۔ ایک ہواوری اسے حیض کہتے ہیں۔ یہ رحم سے آتا ہے اور اس کی  
دست کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اس حالت میں عورت سے جماع کرنا حرام۔ نیز عورت پر نماز حلال۔ روزہ  
قضا کرے۔ اسے قرآن پاک پڑھنا۔ پڑھنا مسجد میں آنا طواف کرنا سب ناجائز۔ اس کا خون کہیں سرخ کہیں پیلا کہیں کالا کہیں سفید  
ہو تا ہے۔ اس میں سخت بدبو ہوتی ہے۔ حائضہ سے صحبت کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہے اور باقی اور احکام حدیث شریف  
سے۔

**نفاس :** وہ خون ہے جو عورتوں کو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔ اس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کم کی کوئی  
حد نہیں۔ چونکہ یہ خون بھی رحم سے ہی آتا ہے اس لئے اس کے احکام بھی حیض کے سے ہیں۔ بعض عورتیں بچہ پیدا کرنے  
کے بعد چالیس دن نماز نہیں پڑھیں خواہ خون آئے یا نہ آئے وہ سخت لفظی کرتی ہیں۔

**استحاضہ :** ایک بیماری ہے جس سے کوئی رگ کھل جاتی ہے اور عورت کو شرم گھاسے خون آنے لگتا ہے یہ خون جو نیکہ رحم  
کا نہیں۔ اس لئے احکام بھی حیض و نفاس کے سے نہیں۔ اس حالت میں اس سے صحبت بھی جائز ہے اور اس پر نماز وغیرہ بھی  
فرض۔

**مسئلہ :** اگر ہواوری خون تین دن سے کم آئے تو استحاضہ ہے۔ ایسی ہی اگر دس دن میں بیٹھ جائے تو زیادتی استحاضہ۔ مسئلہ  
: بچہ کرنے کی صورت میں اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں بن گئے ہیں تو وہ خون نفاس ہے۔ دورہ استحاضہ (رد المحتار) مسئلہ : اگر  
عورت کے سناپ یا کوئی اور جانور پیدا ہو تو اس کا خون نفاس نہیں بلکہ حیض ہے کیونکہ یہ جانور اس کا بچہ ہی نہیں بلکہ یہ غراب  
غذا ہے اسی لئے نہ اس بچہ پر نماز جتنی ہو اور نہ دیگر انسانی احکام جاری ہوں۔ جیسے کہ کبھی بیٹھ سے کھڑے نکلے ہیں۔ ایسی ہی یہ  
بھی ایک چیز ہے۔ (رد المحتار) مسئلہ : تفسیر و مشور نے عبد الرزاق کی روایت نقل کی کہ سنی اسرائیل کی عورتوں سے حیض  
شروع ہوا مگر ہم پہلے یہاں میں بیان کر چکے کہ حضرت خواتم سے ہی شروع ہوا تھا کہ یہ فن کے گندم کھانے اور کھانے کا  
اثر تھا مسئلہ : اگر حیض چار دس دن پر ختم ہوا تو بدبو لگتی اس سے صحبت کر سکتے ہیں۔ غسل کا تقاضا ضروری نہیں۔  
اور اگر دس دن سے پہلے مگر عورت کی عادت کے موافق بند ہو تو صحبت جب حلال ہوگی جب کہ عورت یا تو غسل کرے یا اس پر  
نماز کلوقت گزر جائے۔ مسئلہ : اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت کر بیٹھا تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور بہتر ہے کہ  
کچھ خیرات بھی کر دے۔ مسئلہ : بھارت حیض عورت حرام نہیں بلکہ اس سے صحبت کرنا حرام ہے۔ یعنی حیضی بچہ حلالی ہو گا کہ  
عورت ہی حرام ہوتی تو بچہ حرام ہوتا۔ حیض و نفاس میں آٹھ چیزیں عورت پر حرام ہو جاتی ہیں نماز روزہ عطلات قرآن قرآن  
کریم چھوٹا مسجد میں آنا طواف صحبت۔ ان کے علاوہ باقی نیک اعمال کر سکتی ہے۔ گلہ طیبہ دیکھو عاتیں۔ درود شریف بقیہ  
ارکان حج سب کچھ کر سکتی ہے۔ عطلات قرآن میں بھی یہ آسانی ہے کہ قرآن کریم کی جے بچوں کو کر سکتی ہے۔ الفاظ قرآن بہ  
نیست دعا پڑھ سکتی ہے وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے کہ عورتوں کے مہلک علقہ ہیں کہ کبھی ایسی ظاہری حیض آتا ہے اور کبھی پاکہ مہلک ہوتی ہیں اور مہلک کے مطابق ان کے احکام بھی جدا ہوتے ہیں۔ ایسی ہی نفس انسانی کے علقہ مہلک ہیں۔ کبھی اس پر حرص و محبت ہو جس اور دنیاوی شہوتوں کا غلبہ ہو آتا ہے۔ یہ گویا نفس کا باطن حیض ہے اور کبھی نفس حرج و مرج لالہ ہو تا ہے یہ اس کی طہارت کو قوت اور جیسے کہ عورت مہلک حیض لاتا وہ دنہ اور صبح میں حاضر ہونے سے محروم ہے۔ ایسی ہی نفس ان مہلکات میں قرب الہی اور ترقی اور جلت سے محروم۔ جیسے کہ حالت حیض میں عورت سے محبت کرنا حرام۔ ایسی ہی اس حالت میں مہلک صراحت کا نفس سے انقطاع ناجائز جب تک کہ قلب اس کی اصطلاح نہ کر دے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حیض میں خون نہ سنا ہے اور اس حالت میں نفس سے حرص و ہوا ابھی ہے۔ اس ہوا کے غلبے سے عقل کدر ہو کر قوی یعنی گندگی غالب آجاتی ہے اس لئے کہا گیا کہ قہر ہو اور اگر مٹا کر گدلا کر دیتا ہے۔ اور اس وقت نفس حقیقی بدلہ اور ناز سے محروم ہو تا ہے (مہلک طہارت) گویا کہ فرمایا جاتا ہے کہ لوگ آپ سے حیض یعنی قلم مہلک شری کے احکام پر چلتے ہیں۔ فرمادو کہ یہ گندگی ہے جس سے صاف قلب غریب کرتے ہیں لہذا اس وقت اپنے دل اور صراحت کو نفس سے بچو جب تک کہ نفس قضاے مہلکات سے مٹا کر ہو کر تہ۔ اور مہلکات کے پہلی سے غسل نہ کر لے اور حضور پاکہ کے قائل نہ ہو جائے۔ جب نفس خوب پاکہ صاف ہو جائے تب اس سے انقطاع کو مگر بعد شریعت میں رہ کر نفس کے موحول سے بچتے رہو اور اس کی اصطلاح کرتے رہو۔ لہذا عقلی ان لوگوں کو کہ نہ فرمایا ہے جو جہلی اور عقلی لو صاف سے تہ نہ کرتے رہتے ہیں اور اور معرفت کے ذریعہ غلبہ کائنات کو جو پاکہ صاف رہتے ہیں۔ (مہلک عقلی)

يَسْأَلُكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِنَفْسِكُمْ

ہماری جملہ کتبیں اس واسطے نمبر سے پس از کم کتب میں اپنی جیسے ۴۱۰۔ اور آگے کے واسطے نمبر ۱۰۰  
نہاری درجہ میں نمبر سے ملے کتبیں ہیں تو ان اپنی جگہ میں جس طرح ۴۱۰۔ اور اپنے جگہ کا نام پڑے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُقَلَّدُونَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

کے لئے فرد اللہ سے اور ہمارے غریقِ ظمِ ملتے والے جو کسی سے لئے کو مستغنی در مسئلوں کو +

گروہ اور خدمت کے تحت رہو اور جان رکھو کہ قیس اسی سے ملنا ہے اور عہد بشارت دو سال میں کیا

**تعلق :** اس آیت کا بچہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: بچہلی آیتوں میں نکاح عور محبت میں مسلمانوں پر لکھا جائے گا۔ بچہلی آیتوں میں نکاح عورتوں سے نکاح عورتوں میں حلال نہ کرے۔ لہذا لوگوں کی خود ساختہ پابندیوں کو دور فرمایا جا رہا ہے کہ کفار نے جو بلاوجہ بعض صورتیں حرام سمجھ رکھی ہیں یہ غلط ہیں۔ گویا بچہلی آیتیں بھی پابندی کے لئے نہیں اور یہ آیت ہے جلائے عیال کے اٹھانے کے لئے۔ دوسرا تعلق: بچہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ حکم الہی کے مطابق عورتوں سے محبت کرنا اب اس کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق: بچہلی آیت میں محبت کے وقت کے ذکر تھا اب اس کی کیلیات کا ذکر ہے۔

**شان نزول :** یہود عرب کہتے تھے کہ جو کوئی اپنی بی بی کے ساتھ بچے سے فرج میں حمل کرے تو بچہ ہوا۔ (جینا پیدا ہوا) مگر اہل عرب کا بھی یہی خیال ہو چکا تھا۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ ہار گئے نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا حبیب اللہ میں تو ہلاک ہو گیا کہ میں اس طرح محبت کر بیٹھا تھا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں اس کی ہلکے ہر طرح محبت کرنے کی اجازت دی گئی۔ بشرطیکہ فرج ہی میں ہو۔ (تفسیر کبیر وغیرہ)۔

**تفسیر :** نساء وکم حوث لکم نساء سے مراد اپنی عیسیٰ اور لونڈیاں ہیں۔ نساء کم فرما کر یہ بتایا گیا کہ خیار دوسری غیر عورتوں پر نظر نہ اٹھاؤ۔ تمہاری کمیتیں صرف تمہاری اپنی بیویاں اور لونڈیاں ہیں۔ اسی ایک لفظ میں ہی تقویٰ کا سبق دے دیا گیا۔ زانی کے نفع سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ زانی کا بچہ شرعاً نہ ملے گا۔ نہ زانی کو اس کی پرورش و نکل جو فیو کا حق ہوتا۔ میراث کا مستحق کیونکہ یہ بچہ اس کے کھیت کی بیوہ اور نہیں اپنے کھیت کی بیوہ اور اپنی ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کھیت کی۔ حث صدور ہے معنی حث (محنت و توجہ) حث اور زنا میں یہ فرق ہے کہ حث زمین تیار کرنے اور بچہ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور زنا میں حث کی حالت اور اگنے کو۔ اسی لئے قرآن کریم نے حث کو بندوں کی طرف اور زنا کو رب کی طرف منسوب فرمایا کہ افواہ جہم ما تعرون۔ اہ تم تیرے عہدہ ام نحن الزادعون چونکہ عورت کا ایک عضو یعنی فرج کھیت کی طرح ہے۔ لہذا خود عورت کو بطریق مباہلہ حث کہہ دیا گیا جس عورت کو کھیت ہے اور نطفہ بیج اور لولہ پیدا ہوا۔ نیز کسان کو اپنی زمین میں غم ریزی کا حق ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کی زمین میں نیز بعض زمینیں بہت زرخیز ہوتی ہیں بعض کم اور بعض بالکل بے غم نیز کوئی زمین اچھے پھل دیتی ہے کوئی بے پھل زمین کثیر لورست کو شے پیدا کرتی ہے زمین بے پھل بدیل پھل وغیرہ اسی طرح ہر شخص کو اپنی بیوی سے تعلق رکھنے کا حق ہے نہ کہ دوسرے کی زوجہ سے اور بعض عورتیں زیادہ صاحب لولہ ہوتی ہیں بعض کم اور ہاتھ بعض عورتیں غیث بچے جنتی ہیں بعض طیبہ و صلح کن و جوہر عورتوں کو کھیت فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ ملک کھیت کو ملک سے نکل سکتا ہے مگر کھیت خود ملک کی ملک سے نہیں نکل سکتا اسی طرح عورت کو طلاق دے سکتا ہے عورت خود خلوع کے نکل سے نہیں نکل سکتی۔ فریاد عورتوں کو کھیت کہنے میں بہت حکمتیں ہیں کھیت کی بیٹہ ہر طرح نگرانی کی جاتی ہے اس طرح عورت کی نگرانی خلوع کے ذمہ لازم ہے چونکہ حث صدور ہے اور صدور میں واحد جمع برابر ہیں۔ اس لئے نساء کے لئے حث واحد لایا گیا۔ یعنی اسے مسلمانوں تمہاری عیسیٰ تمہاری کمیتیں ہیں جن سے تم لولہ حاصل کرتے ہو۔ لا تعونا حوثکم چونکہ پہلے حث سے پہلی عورت مراد تھی۔ اس لئے پہلی عورت کو نساء کے معنی یہ ہو جانے کہ اپنی عورتوں کے پاس

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں یہ خیال غلط ہے کہ بعض فرقہ سے صحبت مکمل ہے اور بعض فرقوں سے حرمت اس طرح مفید ہے اور اس طرح معز۔ عورتیں تو تمہاری بھین ہیں۔ جیسے کسان جس طرح بھی کھیت میں بیجاں دے پید لاور ہو جاتی ہے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ اسی طرح تم پر بھی کوئی پابندی نہیں جس طرح چاہو اپنے کھیت میں کوہ۔ شریف کھیت یعنی فوج میں ہو نہ کہ وہ جس کدہ کھیت ہی نہیں۔ پھر ان مصلحت میں مشغول ہو کر آخرت نہ بھول جاؤ۔ وہاں کے لئے اعمال نیچے جاؤ۔ صحبت سے پہلے بھی نیک عمل ذکر اللہ وغیرہ کر لیا کرو۔ جسے شک میں ہے کہ جس صحبت میں ہم لگاؤ نہ پڑھی جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (جس کے نتیجہ پر لولا ہو گیا ہو) ہے اور ساری روایت میں ہے کہ انسان کی موت سے اس کے سارے عمل بند ہو جاتے ہیں سوائے تین کے۔ ایک صدقہ جاریہ یعنی کتوں مسجد وغیرہ۔ دوسرے علم فیض دینی کتب اور دینی شاگرد وغیرہ۔ تیسرے نیک لولا جو اس کے مرے بعد دعائے خیر سے پاؤ کرتی رہے لہذا تم نیک لولا کی امید پر جمنا کہ لولا ہر عمل میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ چھین رکھو کہ تمہیں اس کے پاس جانا ہے۔ دنیا سافر خانہ ہے یہاں کے ہر فرد میں مشغول ہو کر اپنی منزل کھنٹی نہ کرو۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ متقی مسلمانوں کو خوشخبری دے دیں کہ اگر وہ نیت خیر رکھیں تو ان کے

دنوی کام بھی باعث ثواب ہیں۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے دنیا کو بھی کھیت فرمایا ہے کیونکہ وہ آخرت کے لئے کھڑا ہے۔ دنیا کھیت ہے اہل اس کا ہم قیامت و موت نرم گرم ہوائیں ہیں اور آخرت کی سز و جزا اس کی پیدل و پیدل۔ نیز عورت کو قرآن کریم نے سوا کلا اس بھی فرمایا ہن لباس لکم و انتم لباس لھن حدیث پاک میں یہودی کو دنیا کی بہترین حلل اور ایمان کی اصل قرار دیا یہ تمام صفت عورت میں موجود ہیں بشرطیکہ سالہ ہو۔ خبیث عورت خلعت کو بھی غیبت پہنچتی ہے۔ یہودی ہی کے ذریعہ لولہ ہے اور لولہ ہی سے بلاء نسل ہے لولہ ہی آخرت کا پھیرا و گوشہ ہے۔ اسی لئے اسلام میں عورت کو بڑی اہمیت حاصل ہے جسے کھیت کو سوا گرم ہوا سے پہلایا جاتا ہے۔ ایسے ہی عورتوں کو نیک و بد نگاہ سے بچانا لازم ہے۔ عورت کی بیوی غلبی ہونا چاہیے نگاہ ہے۔ رب تعالیٰ جنہ کی عورتوں کے متعلق فرماتا ہے۔ حور مفعولت لی العظام اور فرماتا ہے لصور الطرف لم یطعنن انس لبھم ولا جانس لئے اپنے اور اپنی لولہ کے لئے نیک و صلح یہ وہی تلاش کرنی چاہئیں۔

فائدہ : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآن کریم نازک مضامین اس تہذیب سے بیان فرماتا ہے کہ بہانہ غلط۔ عورت سوا کے تعلقات بہت نازک ہیں۔ انکو نہایت تہذیب کے ساتھ ایک ہی نقطہ میں فرمایا۔ شعرائے عرب قحش گوئی میں مشہور تھے مکہ کے مضامین لکھ کر من پر فخر کرتے اور محرموں میں فخریہ پڑھتے تھے۔ دیکھو عربوں نے یہی اور امراء اقیس کے قصیدے۔ ایسے ملک میں اس تہذیب کا نمونہ پیش کرنا قرآنی مجوزہ ہے۔ دوسرا فائدہ: واقعہ کو چاہئے کہ دنوی باتیں بتاتے وقت آخرت کا بھی ذکر کرے تاکہ لوگ اس سے فاضل نہ ہو جائیں۔ دیکھو اس کھیت میں خلعتوں کو غسل کی عام اجازت دے کر نیک اہل اور تقویٰ کا حکم دیا اور بتایا کہ جنہیں رب سے ملنا ہے۔ اس کی فکر رکھو۔ تیسرا فائدہ: انسان کو چاہئے کہ صرف شہوت پوری کرنے کے لئے ہامیت نہ کیا کریں بلکہ نیک لولہ حاصل کرنے یا سکون قلب کے لئے تاکہ عہدت بالراحت ہو۔ اس بہت سے انتشاء اللہ ثواب بھی پائیں گے۔ چوتھا فائدہ: جس چیز پر شریعت نے پابندی بند لگائی ہو۔ اس میں پابندیاں کھین لگاتے ہو۔ لولہ پابندیوں اور پابندیوں کا اہل کار فیض میں پابندیاں لگاتا کہ یوں کہ جائز اور اس طرح کو تو پابندیاں سخت ملے۔ جب شریعت نے آزادی دی تو تم پابندی لگاتے والے کون؟ ہم سے ایک پابندی نے کہا کہ لولہ جتنا کہ بعد الگ الگ دھار لگتا جائز اور مل کر لگتا حرام ہم نے کہا بہانہ لولہ آپ عجیب حرام ہے کیا شراب الگ الگ پینا حلال ہے اور مگر وہ حرام و مباح جتنا کہ پوری تحقیق ہماری کتاب ”ہدایہ الحق“ میں دیکھو۔ پانچواں فائدہ: یہی کے ساتھ صرف فرج میں صحبت جائز ہے ورنہ حرام۔ چھٹا نکتہ سے ایک یہ کہ یہاں فرمایا گیا کہ اپنی کیتیریوں میں آؤ اور فرج ہی تحقیق ہے نہ کہ وہ سر سے کہ یہ مسئلہ جنس کے بعد بیان کیا گیا وہاں فرمایا گیا تھا کہ جو کہ جنس پابندی ہے لولہ اس میں عورتوں سے بچو اور ظاہر ہے کہ وہ جنس سے بچ کر پابند لولہ وہاں ہامیت کھین ملے ہوگی۔ دونوں جگہ حسب طبع ایک ہے تو ہم بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ اس کھیت کا نشان نعل تھا ہا ہے کہ یہاں فرج میں ہامیت کا مارو ہے۔ کیونکہ سوا اس کے متعلق قبل اس آیت سے وہی ہامیت کا لولہ لولہ نشان نعل کے بالکل خلاف ہے۔ چھٹا فائدہ: ہامیت سے پہلے ہم لولہ پڑھتی سنت ہے۔ مگر خیال رہے کہ ستر کھینے سے پہلے پڑھی جائے۔ یہی حکم پانچواں لکے کہ پانچواں میں داخل ہونے سے پیشتر عورت پڑھی جائے۔ (شای)

مسئلہ : حرام کام پر ہم لٹھ کھڑے ہیں۔ (طلبہ شاہی) اللہ ازہار ہم لٹھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے گا۔ ساتوں فائدہ دینی کاموں میں مشغول ہوتے وقت بھی آخرت کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ دل میں غفلت نہ پیدا ہو۔ اسی لئے ہمارے ہاں حضرت علیؑ فرمایا گیا وقلوا لا تقسم آئینوں کا تقسیم : اسلام بہت اہل دین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مسلم اور قرآن کریم عمل پر اہمیت اور کامل دستور اہل کہ اسلام نے ہم کو صرف مہلکتی نہ سکھائے بلکہ معمولی معمولی مہلکت کے بھی تعلیم دی تاکہ مسلمان کسی قوم کی شاگردی نہ کریں اور زندگی وہ انسان کا کوئی پہلو غفلت نہ رہنے پائے۔ دیکھیں میں ہم کو دینوں سے محبت کرنے کے طریقہ بھی سکھا دیئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو وہ کتاب پڑھانے کے طریقے بھی سکھائے انہی شریعتیں مسافر کے لئے دہی ہوئیں مفید ہوتا ہے جس میں ملاری خود مہلکت چوری کدی گئی ہوں اور اس کا سواغہ بھی تو ہوا اور ہم مسافر ہیں دنیا پر دین دین گواہ ہوئیں جس میں دین اسلام بہت محترم ہوئیں ہے کہ میں زندگی کے ہر شعبہ کا انتظام ہے اور ہمارے اس کا سواغہ بہت تو ہوا۔

پس اعتراض : عورتوں کو کھیت سے مشغول ہونا یہ حکم دیا کہ جس طرح ہاہوں کے پاس جاتا۔ انسان کی شہوت بھڑکتا ہے۔ ہستیا جھ پکاش۔ جواب : جیسے میں پہلے نامہ بچوں کو ہر کام سکھاتے ہیں اور وہ لڑائی بھڑکتی ہیں ایسی ہی قرآن کریم ہر دینی اور دینی کام سکھاتا ہے تاکہ مسلمان دوسری قوم کے علاج نہ رہیں۔ اگر یہ مسائل نہ سنا جائے تو یہ کھیت سے بچتے مگر ایسی تنصیب سے بیان فرماتا ہے کہ قربان جائے۔ مہلکی زبان خود ایسی منہب زبان ہے کہ اس میں گوارے کے چالیس نام' خرم سے کہ اسی نام ٹونٹ کے دسیوں نام مگر اندام لٹائی اور محبت کرنے کا صبر بھی نام کوئی نہیں۔ کتابیہ اور اشارات سے ہی کام چلایا گیا جس سے اس کی تنصیب اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔ ہندی زبان میں اندام لٹائی اور محبت کے دسیوں فحش اور مفلح نام ہیں جو بڑاری گلیوں میں سنے جاتے ہیں جس سے پتہ لگتا کہ ہندی لٹائی گندی اور بڑا ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم نے تو تنصیب کا رنگا رنگ قائم کر دیا۔ نہ دنیا میں ایسی منہب کتاب کوئی ہے اور نہ وہ ہم پڑھنے کا طرہ سروسن کی تنصیب سکھانے کے لئے ان کی کتاب بیتا جھ پکاش کی کچھ عبادت نقل کرتے ہیں۔ لڑا ان پاک کی تنصیب پر اعتراض کرنے والے آریہ لٹے غور سے پڑھیں اور شرم سے سر جھکیں۔ بیتا جھ پکاش ہے قہار گراہو حلق منہکار صلف۱۲۲ میں محبت کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جب دیر (مہلکی) کار ہم میں کرنے کا وقت ہو۔ اس وقت عورت مردوں کے ساتھ حرکت رہیں اور آگ کے سامنے آگ اور آگ کے سامنے آگ۔ یعنی سیدہ حائیم اور لٹائی دل خوش رہیں اور جو صلہ ہوں' مہلکے جسم کو ڈھیلے پھوڑے عورتوں کو بچنے۔ اندام لٹائی بکڑ کر دیر (مہلکی) اگر شن کر کے رجم میں قائم کرے۔ آریہ کی تنصیب اور ان کی دینی کتاب کامل ہے۔ منہب کوئی ان گندی عبادتوں کو پڑھنا کیلئے بھی گوارا نہیں کرتے۔ اسی تنصیب پر قرآن پاک پر اعتراض کرنے کا شوق ہے۔ شرم' شرم' جمل پڑھتی تھی گے۔ یعنی بارہ مردوں سے لڑا کرنے کا طریقہ لکھتے ہیں۔ آریہ دھرم میں بدلتا ہے کہ نام ہے۔ وہی اور بھی وہاں مہلکتیں ہیں۔ لڑا سر ۱۱۱ اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے ساتھ دین میں بھی ہمارے جتن ہے کہ گھر میں فرمایا گیا اہل شہنم جمل ہاہو (بعض شیعہ) بدلتا ہے۔ اس کا تحصیل جواب فقیر اور قاضیوں میں گزر گیا کہ اہل کے معنی ذات ہیں جب بھی پڑھتے اور اگر اہل کے معنی میں تو اہل دین ہیں شیعہ وہ لکھتے ہیں جمل کیس

سے چاہو۔ آگے کی طرف سے پانچپے کی طرف سے فرج میں جملع کرو۔ اس لئے میں فرمایا گیا کہ اپنی کمیتوں کے پاس آؤ۔ سورہ موم میں ہے کہ انہی لوگ ہٹا لے مریم تمہارے پاس یہ پھل کھلتے آئے یہی معنی میں ہیں کہ جمل سے چاہو نہ یہ کہ جمل چاہو۔ تیسرا اعتراض: تفسیر روح المعانی میں اس آیت میں ہے کہ عبد اللہ ابن عمر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیویوں میں ورس صحبت جائز ہے چنانچہ ان پر کیا فتویٰ ہے؟ جواب: یہ من دونوں حضرات پر محض مستن ہے۔ اسی روح المعانی نے اسی جگہ فرمایا کہ امام مالک کے ساتھی اس روایت کا انکار کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عمر کے حلق تفسیر کیر نے اسی جگہ فرمایا کہ امام حضرت بنی نے ان سے یہ روایت کی مگر یہ روایت غلط ہے اور سب لوگوں نے بیخ کی اس روایت کا انکار کر دیا اور حضرت بنی نے فرمایا کہ میں نے یہ روایت نہیں کی۔ لوگوں نے مجھ پر مستن ہاندہ دیا۔ دیکھو تفسیر در مشور اور خود عبد اللہ ابن عمر کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ جن میں وہ اس سے سخت منع فرماتے ہیں۔ اس کی تحقیق در مشور میں ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ قوم لوط پر اسی وجہ سے عذاب الہی آیا یہ فعل فلو لڑکے سے ہو یا عورت سے یکساں ہا مشط لب ہے۔ کوئی امام اس کا قائل نہیں اس قسم کی تمام روایتیں محض غلط اور بے بنیاد ہیں۔ چوتھا اعتراض: در کی طرح فرج بھی نہایت کی جگہ ہے کہ وہاں سے عیش و نشاط آتا ہے تو چاہئے کہ فرج میں بھی صحبت نہ کی جائے نیز حیض کی طرح استحافہ بھی گندگی ہے اس میں صحبت کیوں حلال ہے؟ جواب: در سے ملی ہوئی آنت ہے جس میں پاخانہ رہتا ہے مگر عیش و نشاط کا مقام یعنی مثلاً فرج سے دور ہے لہذا فرج میں عیش و نشاط نہیں بلکہ وہ اسکا راستہ ہے فرج پاک جگہ ہے در گندی نیز استحافہ کا خون نہ تو حیض کی طرح گندہ ہے نہ بیماری پیدا کرنے والا کیونکہ یہ رحم سے نہیں آتا نیز کبھی استحافہ پیشہ رہتا ہے لہذا اس میں صحبت حلال اور حیض میں حرام۔

تفسیر صوفیانہ: جس کو بیوی اور روح اس کا شوہر۔ اولیٰ سے فرمایا جا رہا ہے کہ نفس تمہاری آخرت کی بھتی ہے اس میں عمل کر کے آخرت کے لئے بیچو لولو اور جس طرح چاہو اس میں بھتی ہاڑی کرو مگر ایسے کام کرو جو نفس کے لئے بیخ اور اسے کال ہانے والے ہوں اور اللہ سے خوف کرو کہ اس کے سوا کوئی دیکھو اور یقین رکھو کہ تم نکلنی لڑھو کر غریب رہ پ سے طاقت کھلے والے ہو اور مسلمانوں کو ایسے ثواب کی خوشخبری دے دو جو نہ آنکھوں نے نہ کھانہ کھن نے نہ سننے کسی کے وہم و گمان میں آیا (روح المعانی) صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسان کو زمین میں بھتی ہاڑی کرنے کا حق ہے مگر اسے زمین پر رکھ کر لیا معطل کرنے کا حق نہیں اگر کہے گا تو عزم ہو گا حکومت کا بھی اور عوام کا بھی اسی طرح اس نفس سے اہل سلطہ کو روئے کا حق ہے لیکن اسے بدکاری کے ذریعہ پرہیز کر دینے والا ہے معطل دیکھو رکھنے کا حق نہیں اگر کریں گے تو پکڑے جائیں گے۔ رب فرماتا ہے

الْحَسْبُ لَنَا وَاللَّهُ لَمَّا لَا تُجْعَلُونَ لَوْ حُضِرَ صَلَّيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَاتے ہیں ان لفظک

حلیک حقا کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے زمین نفس میں ایک اہل کے قہر پڑے رہو آنکھوں کے آنسوؤں سے اسے پانی دیتے رہو۔ توبہ استغفار کی ہول سے اسے سرسبز رکھو یہ آنکھیں ہنسی کھیت کا گنوں ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہاں چوں وہ لب چشم تر نا دون سخن تو مدد ثرا

نیز توبہ کی ہول رنجی سے اس کھیت کی معطل کرتے رہو کہ گند کی گھاس کو ڈالے خراب بہانہ کو بے پھر فرماتا لہذا اس میں



کی مٹی اور فرمایا گیا کہ تم حلال چیزوں میں اپنی طرف سے پابندی نہ لگاؤ اور قسم میں بھی گویا ظلم پابندی ہی ہوتی ہے۔ لفظ البقرة ضرورت قسم کھانے سے دو کجا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: جیسے کہ عرب میں بیض اور ہامصہ کے حلق بعض لفظ ہاتھ مشورہ تھیں۔ ایسے ہی طلاق کا بھی لفظ دواج تھا کہ وہ ایماہ (صحت سے قسم کھا لینا) کو طلاق کہتے تھے۔ لفظ انجیل انجیل میں ان کی دو غلطیاں دور فرمائی گئیں اب تیسری لفظی یعنی ایماہ کا لفظ استعمال ملایا جا رہا ہے۔ چہ نکہ ایماہ ایک قسم کی قسم ہے لفظ اہلور قصیدہ پہلے قسم کے مسائل بیان ہو رہے ہیں۔ پھر ایماہ کے۔

شان نزول: عہد اللہ ابن رواحہ کی، بن ہشیر ابن نعمان کے نکاح میں تھیں۔ ان میں بھڑی میں کچھ مشتاق ہو گئی جس سے ان کی بہابی اپنے بھائی عہد اللہ کے گھر آئیں۔ عہد اللہ ابن رواحہ نے قسم کھائی کہ نہ میں بھی اپنے بھائی ابن نعمان کے گھر جوں اور نہ بھی ان کی بھڑی سے مشتاق کروں۔ کچھ روز بعد ہشیر ابن نعمان نے اپنی بھڑی سے صلح کرنی چاہی۔ لوگوں نے عہد اللہ سے کہا کہ آپ صلح میں ہر صلح کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں قسم کھا چکا ہوں۔ اس لئے یہ کام نہیں کر سکتا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں نیک کام کرنے سے قسم کھا لینے سے ممانعت فرمائی گئی۔ (مدح المعلق و فرج و فیو) (2) پھر عہد اللہ رضی اللہ عنہ کے خلیہ زون بھائی صلح فریب آدمی تھے جن کا سارا خرچ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک دفعہ ان پر حضرت صدیق اکبر ناراض ہو گئے اور قسم کھائی کہ آئندہ انہیں خرچ نہ دوں گا کیونکہ حضرت صلح نے حضرت عائشہ صدیقہ کو تست لگانے ہوں کی کچھ حلیت سی کی تھی اس پر صدیق اکبر ناراض ہوئے کہ میرے علیہ سے انکار کر رہے اور میری بیٹی کو تست لگاتے ہیں میری ان کی عزت و آبرو ایک اگر میری بیٹی کو تست لگی تھی تو ان کی بیٹی کو لگی تھیں یہ میرے کیسے من ہیں کہ میری اولاد کے بھی یہ دھمکیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معلق)۔

تفسیر: **وَلَا تَصْلُوا اللَّهَ عَرَضَهُ لَا يَصْلُوهُ سِوَا الْمُسْلِمِينَ** کو خطاب ہے اور لفظ اللہ سے پہلے اسم پر شہد ہے۔ عرَضہ عرض سے ملتا ہے جس کے معنی ہیں آواز حائل اور صلح کاٹنے والی چیز۔ اسی لئے قرآن کریم کو عرض سوال کو اعتراض۔ چہ زالی کو عرض اور مقابلہ کو معارضہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز راستہ کے چھ میں رکھ دی جائے تو گزرنے سے روکتی ہے۔ اعتراض و مقابلہ بھی روکتے ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اصل کو بھی اسی معنی میں عرضہ کہا جاتا ہے۔ نکتہ کو بھی اسی لئے عرضہ کہتے ہیں کہ اسے سامنے رکھ کر رہا جاتا ہے۔ یہاں تاو معنی آڑ ہے یا معنی نشانہ۔ ایمان جمع یمن کی ہے معنی دایاں ہاتھ۔ چہ نکہ دایاں ہاتھ یمن سے قوی ہوتا ہے اور قسم سے بھی ایک جہت قوی ہو جاتی ہے اس لئے اسے یمن کہا جاتا ہے یعنی اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ ہر بار اس کی قسمیں کھانا کرنا اللہ کے نام کو نیک کاموں کے لئے آڑ نہ بناؤ کہ نیکی سے قسم کھا کر اللہ میں کہہ دیا کہ کہ ہم یہ نیکی کیسے کریں ہم تو قسم کھا چکے ان تہروا و تظروا و تصلوا بن الناس محمودا سے بڑھ کر معنی پہلے یمن کے جانچے۔ یہاں بھلائی نیکی اور احسان کے معنی میں ہے اور یہ ساری نیکیوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد تقویٰ اور اصلاح کا ذکر کرنا نام کے بعد خاص کا ذکر ہے یہ عبارت یا تو ایمان کا بیان ہے یا لا تظلموا کی صفت معنی اللہ کے نام کو احسان کرنے پر پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے کے لئے آڑ نہ بناؤ کہ قسم کھا کر یہ نیکیاں چھوڑ دو۔ خیال رہے کہ یہ تقویٰ میں کئی طرح فرق ہے ایک یہ کہ نیکیاں کرنا ہے اور دوسری یہ کہ نیکیاں کرنا ہے اور نہایت خیر سے یعنی محض رب

تعلیٰ کو راضی کرنے کے لئے کرتا فتویٰ مواد کی نیکیاں برتاؤ ہیں مگر فتویٰ نہیں۔ تیسرے یہ کہ نیکیاں کرنا ہے اور عدم قبولیت سے دارا فتویٰ ہے کہ جو دربارہ دونوں کا جملعہ ہونا چاہئے۔ قابلیت کے ساتھ قبولیت بھی چاہئے قبولیت کے بغیر قابلیت مصلح و مکار ہے یا یہ مطلب ہے کہ خدہ کی قسمیں لیا جائے کہ کھلیا کہہ تاکہ تم بھلائی کرو اور مصلح بنو اور لوگوں میں صلح کرو تاہم قسمیں لیا جائے کہ تم نے صلح نہ فرمائی ہو تاکہ قسمیں فتویٰ اور پر ویز مکاری حاصل ہو۔ لہذا صحیح مطلب اور لفظ قسمیں اور قسمیں ہائیں مختلف ہے اور قسمیں ہائیں اور ارادوں سے خبردار ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں تم لفظ کے ہم کو اپنی قسموں کا لٹکانہ نہ بناؤ کہ جسے کسی چیز کو نکتہ بنا کر مطلق کہلے اس میں ہمارا حرج لگتا ہے۔ دوسری غی رب کی ہمارا قسمیں نہ کہو۔ یہ قسم اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ تم بھلائی کرو اور پر ویز مکار ہو اور لوگوں میں صلح کرو۔ کیونکہ قسم نہ کھانے سے قسمیں ہر جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رہے مگر قسم کھانے پر طول و ترالہ تم پر پابندی ہو جائے گی۔ جس سے تم بہت سی نیکیوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ پیشہ سوچ سمجھ کر کام کیا کرو کہ لفظ قسمیں ہائیں کو مختلف ہے اور قسمیں ہائیں کو جانتا ہے۔

دوسری تفسیر : اے مسلمان لفظ کے ہم کو بھلائیوں کے لئے آزاد نہ بناؤ کہ قسم کھا کر نیکیوں اور فتویٰ اور لوگوں میں صلح کرانے سے باز نہ رہو تم کو تو چاہئے کہ نیکی میں کوشش کرو نہ کہ اس سے باز رہنے میں یا در کھو کہ لفظ قسمیں ہائیں ہر بات کو مستحکم قسمیں ہائیں کو جانتا ہے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بہت قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ اس سے روپ کے ہم کی صورت میں سے جاتی رہتی ہے نیز قسم کی بد میں کوئی عزت نہیں رہتی۔ نیز جو کوئی بھی قسمیں کھانے کھلی ہو جائے گا، جملہ قسموں سے بھی نہ ڈرے گا۔ تیسرا فائدہ : لفظ لٹکانہ قسموں سے رزق کھاتا ہے اور تیسری آئی ہے (پہلی) وہ سرافقہ قسمیں کھانے والے کی بات لڑاں کل قبول نہیں ہو سکتا ہے۔ لا قطع کل خلاف مہین تیسرا فائدہ : نیکی سے باز رہنے پر قسم نہ کھانا۔ مسلمہ فتویٰ و نسلی میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مصلح کسی باغی قسم کھانے اور اس کے سوا میں بھلائی دیکھے تو چاہئے کہ اپنی قسم توڑ کر ایک کام کرے اور قسم کا لٹکانہ دے دے۔ چوتھا فائدہ : قسم پوری کرنا بھی باغی ہے مگر لٹکانہ قسم توڑنا ضروری ہے۔ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں مل باغی کی خدہ معذہ کروں گا تو اس قسم کو توڑ کر ان کی خدہ معذہ کرے۔

مسئلہ : کھانا قسم توڑنے سے پہلے چاہئے نہیں۔ پہلے قسم توڑو اسے پھر کھانا دے۔ کھانا دے کر سو کھانا میں آج کل مسئلہ مل فروخت کرنے کے لئے قسمیں کھانا اور دوسرا شریف پڑھا نہ تھا۔ مسئلہ : سات جگہ دوسرا شریف پڑھا نہ تھا۔ عورت سے محبت کرتے وقت۔ استہاکہ وقت 'مل بیچے کے وقت' کھانے 'توبہ' لڑا اور چمیک (اشی کتاب الصلوٰۃ)۔ مسئلہ : غیر احتیاری کاہر قسم نہ کھانے چاہئے کہ خدہ کی قسم کل بارش ہو گی یا پھر سون نہ آئے گا۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ لٹکانہ قسمیں نہ کھانے۔ دوسری قسمیں غریب کھانے۔ چوتھا کہ لٹکانہ کے سوا اور قسموں پر شرعی حکام جاری نہیں ہوتے۔ اسی لئے اس سے صلح کیا گیا۔ مثلاً لٹکانہ اس کی عفت گل آیت میں آئے گی

جو ۷۷ تمہارے دلوں سے گئے اور اللہ بخشے والا جہلم وہ ہے :



مگر اس پر قسم داری پکڑ فرمائے گا کہ آسمان کی قسم پر دینوی سزا یعنی کفارہ لازم کرے گا اور گزشتہ کی قسم پر اخروی سزا یعنی گناہ بعض ظاہر میں ہے کہ یہاں سزا کا تعلق صرف اخروی گناہ سے ہے۔ اور قسم سے محبت کی قسم یعنی قسم آسمان کی قسم اور اس کی سزا یعنی کفارہ کفر سورۃ مائدہ میں ہے کہ وہاں فرمایا گیا **لَکِن یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا خُذُوْکُمْ بِمَا عٰطٰیْکُمُ اللّٰہُ وَلَکَیْکُمْ اَعْلٰی حَقِّہٖ** اس پر رب پکڑ فرمائے گا واللہ علوہ حکم غفور غفرے بنا معنی (پہچان) اور علیم علیم معنی (جہوداری) سے یہاں یعنی اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت حکم فرمانے والا ہے کہ اس نے لغوی قسم پر عام مطلق کا طعن فرمایا۔ اگر اس پر بھی پکڑ فرماتا ہے تو کہنے والا کون تھا۔

خلاصہ تفسیر: اے مسلمانو رب تعالیٰ تمہاری قسموں پر پکڑ نہیں فرماتا کہ جو تمہارے خیر میں کسی بہت کوچی سمجھ کر قسم کھا جاتے ہو۔ یہاں پکڑ ان قسموں پر فرمائے گا جو جان بوجھ کر جھوٹی کھا جائے۔ کہ ان میں سے بعض پر کفارہ اور بعض پر صرف گناہ لازم کرے گا۔ رب تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت حکم فرمانے والا ہے اسی لئے تمہارے لئے آسان احکام جاری کئے۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: ہر قسم پر پکڑ نہیں بلکہ بعض پر ہے۔ اور جن پر ہے ان میں بھی بعض پر دینوی گرفت یعنی کفارہ اور بعض پر اخروی یعنی صرف گناہ

مسئلہ: کسی چیز کے ہونے کے ارادہ پر اپنے ذمہ کچھ لازم کر لینا ضرر ہے جیسے خدا یا اگر میرا پیارا اچھا ہو جائے تو میں سو دیکھ خیرات کروں گا۔ کام ہو جائے پر جو کچھ عبادت کی جگہ کی وہ شکرانہ ہو گی نہ کہ سزا اور کسی کام کے نہ ہونے کے ارادہ پر اپنے ذمہ کچھ لازم کر لینا لازم ہو جائے کلام یحییٰ یا قسم ہے قسم طرہ کی ہے لغوی اور شرعی۔ قسم لغوی وہ ہے جو اپنی جان یا مال یا اولاد وغیرہ کی قسم کھائی جائے جس پر شرعی احکام مرتب نہ ہوں صرف کلام کی توثیق کی جائے قسم شرعی وہ جو رب کی ذات یا خصوصی صفات کی کھائی جائے جس پر کفارہ وغیرہ شرعی احکام مرتب ہوں قسم کی تین نوعیتیں ہیں حلال کو حرام کر لینا بھی قسم ہے خدا کی ذات و صفات کی قسم کھانی بھی قسم ہے۔ کسی کام پر عورت کی طلاق یا نظام کی آزادی یا مال کی خیرات کو مطلق کر دینا کہ اگر میں تجھ سے ہوں تو میری بیوی کو طلاق یا میرا نظام آزادی میرا مال صدقہ یہ بھی قسم ہے۔ مگر یہ سب قسموں میں تو شرعی کفارہ واجب ہو گا تین روزے وغیرہ مگر آخری قسمی قسم میں وہی سزا بھگتنا پڑے گی جو اپنے پر لازم کی کہ اگر طلاق مطلق کی تھی تو طلاق ہی بڑ جائے گی۔ پھر قسم بھی اپنے کام پر ہوتی ہے، کبھی دوسرے کے کام پر جیسے قسم خدا کی کل تو آئے گا یا رب کے کام پر جیسے قسم خدا کی کل ہارش ہو گی ان تینوں قسموں میں اگر منٹ ہو جائے تو کفارہ لازم ہو گا وہ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ قسم والوں کو یہی کرنا بہت ثواب ہے یا بعض بڑے ایسے ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو رب ان کی قسم پوری فرما دے۔ اس سے یہی قسمیں مراد ہیں۔ مسئلہ: قسم تین قسم کی ہے۔ لغوی، مقوس، منعقدہ، لغویہ ہے کہ کسی گزرتے ہوئے معاملہ پر اپنے خیال میں گناہ جان کر قسم کھائے مگر اللہ اس کے خلاف ہو۔ یہ معاف ہے نہ اس پر کفارہ نہ گناہ۔ مقوس یہ ہے کہ کسی گزرتے ہوئے کام پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے اس میں گناہ ہو گا کفارہ نہیں مثلاً کسی کو خبر ہے کہ زید نہیں آیا اور پھر قسم کھاتا ہے کہ آگیا یہ اگر اللہ میں سچی بھی ہو۔ تب بھی ارادہ جھوٹ کی وجہ سے اس پر گناہ ہو گا کیونکہ کسبت لغوی حکم میں داخل ہے کہ اس نے جھوٹ ہی کے

اروے سے قسم کھائی تھی۔ منقہ یہ ہے کہ کسی آکھہ چیز پر قسم کھانے میں قسم کو اگر توڑے تو اگر آکھہ ہو بھی ہے اور کفار بھی ہے بلازم (مؤمنان اور کفار)۔ مسئلہ: بے اختیاری قسم پر ایم صاحب کے ہیں کفار واجب ہے اور ایم شامی صاحب کے ہیں نہیں شاک کسی کو کفار کئے کی وجہ سے۔ وہ اس پر بنا ہے کہ کیا کفار میں کفار نہ کیا تو اس پر کفار واجب ہے اور گزری بات کو سچا سمجھ کر قسم کھانے میں کفار واجب نہیں مگر ایم شامی کے نزدیک یہ ممکن ہے یعنی بے اختیاری قسم کھل جانے پر کفار نہیں اور گزری ہوئی بات کو سچا سمجھ کر قسم کھانے میں کفار ہے۔ (کفر) کفار میں ایمان نہیں مہاجر تھی۔ اور یہی مسلمین ایمان پر اور ایم قلوب مدی تمام یہ منہ رمت کفار طبع کے موافق ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ کرامہ سے یہ نکرہ۔ ایم شامی کے موافق رضی اللہ عنہما۔ ایم اعظم فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی کسی کا یہ قسم کھا لے اور ہماری اس کے غیر میں دیکھے۔ تو قسم کا کفار ہے۔ اور یہ تو کام کرے۔ اس حدیث میں یہ قسم کا کفار واجب کیا تو؟ اور وہ سے ہو یا بغیر اور نہ قسم مطلق و متعلق کی طرح کھل کر نہیں۔ لہذا اچھے مطلق و متعلق ہر حال ہو جاتے ہیں اور وہ سے ہو یا بغیر اور نہ قسم بھی ہر حال ہوتی ہے اور وہ یا بغیر اور نہ قسم سے اس کا یہ راکن خصوصاً نہ کہ نہ کہ خود کفار توڑے اور پھر اگر آکھہ کی بات میں ممکن ہے گزری ہوئے چیز پر قسم سے یا اگر نہ قسم غوس پر کفار واجب نہیں نیز اس آیت سے معلوم ہو کہ دلی باروں کی بکرا ہے لہذا اجماع پر لئے کے اور وہ پر قسم کھانے کا کفار ہو گا۔ (کفر) اور سر قاعدہ: چونکہ قسم کھانے کے متعلق دو قسمیں تھیں۔ ایک منقہ دو سری غوس اس لئے یہاں کفار کا بھی ذکر ہوا۔ مطلق کا بھی یعنی منقہ کی بکرا یعنی کفار ضروری اور قسم غوس کی متعلق کی امید معلوم ہو کہ اس پر کفار واجب نہیں۔ کیونکہ بخشش وغوی کھائی ہوئی ہے نہ کہ شرعی حقوق کی۔ تیسرے قاعدہ: یہاں کسبت فرمایا گیا اور سورہ فاتحہ میں وعدہ تم آؤ شہادہ۔ کیونکہ یہاں دو قسم سرو ہیں جن میں دلی باروں کو غل ہے۔ ایک غوس دو سری منقہ اور وہاں صرف منقہ ہی مراد۔

مسئلہ: قسم یا تو رہ کے نام کی کھائی جاتی ہے اس کی صفت مشہور ہے جس پر قسم کھانے کا دل چاہے عدالت میں قرآن کی قسم صحیح ہے کیونکہ قرآن کلام اللہ ہے جو کہ خدا کی صفت ہے۔ اور یہاں اس قسم کا دل چاہی ہے۔ مسئلہ: غیر خدا کی قسم نہ کھانے جیسے کہ بے اختیار اپنے سر اور ہاتھ کی قسم۔ مسئلہ: بعض روایات میں ہے کہ غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کو مجبور جان کر ان کے نام کی شری قسم کھانا شرک ہے۔ مسئلہ: اپنے پر عمل کو حرام کرنا بھی قسم ہے شاکرانی کے کہ اگر میں تم سے بولوں تو تم پر مدنی حرام۔ اس میں کفار واجب ہو گا۔ مسئلہ: کفری قسم کھانا حرام ہے۔ خطبہ کفار اگر میں یہاں کروں تو کافر ہو ملاں۔ اس میں بھی کفار واجب ہو گا کفار لازم نہ آئے گا بلکہ کفر کو بلا جان کر کے کفار حق کفار ہے۔ یہی اس حدیث اور اقوال ملا کا مطلب ہے۔ جس میں اس فعل کو کفر کیا گیا۔

پہلا اعتراض: کہارے کام سے معلوم ہو کہ غیر خدا کی قسم منع ہے۔ مگر یہ کہ رپ نے انحراف طور میں ہمارا اور حضور علیہ السلام کی عہد پاک کی قسمیں فرمائی ہیں۔ خود حضور علیہ السلام نے بھی یہاں فرمایا دلی میرے وعدہ کی قسم۔ شعراء بھی ایسی قسمیں بہت استعمال کرتے ہیں جو اب۔ وہ کی قسمیں ان چیزوں کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہیں نہ کہ قوت کام کے لئے۔ نیز حضور علیہ السلام اور ان کے خلفاء کی ایسی قسمیں صرف قوت کام کے لئے نہ کہ شرعی حکام کے لئے جو کہ یہ لغوی قسمیں

تفسیر صوفیانہ : قلب گویا من ہے اور اعضا ظاہری کھینچی باڑی کے گناہ اور اہل اور اتواں کو عزم اگر عزم کھینچی کے گناہ میں رہے زمین میں نہ پہنچے تو ہرگز نہ لگے گی۔ زمین میں پہنچ کر پہلے پھولے گا۔ ایسی ہی اگر عمل اور قول کا تعلق دل سے نہ ہو گا تو پھل یعنی ثواب حاصل نہ ہو گا لہذا انسان بھی جو نیکی بغیر باطنی ارادہ کے کرے اس کا زیادہ فائدہ نہیں۔ ایسی ہی ہے ارادۂ دل جو بات منہ سے نکل جائے اور دل اور اعضا پر اس کا اثر نہ ہو وہ قتل قبول نہیں۔ رب نے فیصلہ فرمایا ہے کہ کبر ملنا عند اللہ ان علولوا ما لا تعلقون اگرچہ یہ آیت قسم کے متعلق نہیں ہے مگر سمجھو اس سے بیدار ہو جائے ہیں اور اپنے قلب و قالب کی دورستی کرسکتے ہیں۔ اگر کبھی ظاہر نیکی کا قلب پر اثر ہو جائے تو رب تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ بخل دیتا ہے۔ کیونکہ وہ غور بھی ہے اور حلیم بھی۔ مگر اس کے کرم پر دو حوکانہ کھانا چاہتے۔ اہل سے غافل نہ ہو جاویں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قسم تین طرح کی ہے مفید، باطل، مفہوم، اچھی بات اچھے کام کی قسم کھانا مفید ہے۔ جیسے رب کی زندگی حضور کی اطاعت کی قسم کھانا کہ قسم خدا کی میں نیک۔ بدہنوں گا۔ گناہوں کی قسم باطل ہے جیسے قسم خدا کی میں جو لو کھیلوں مگھور عیث کام کی قسم۔ تو پر نہ ثواب نہ عذاب جیسے قسم رب کی میں روٹی کھاؤں گا۔ اسی طرح ہر کام تین قسم کے ہیں مفید، باطل اور لغو بلکہ انسان کی زندگی بھی تین قسم کی ہے بعض کی زندگی اپنے لئے مفید، بعض کی ملک و قوم کیلئے مفید، بعض کی زندگی بقیامت ساری خلق کے لئے مفید، حضور کی اور حضور کے صدقہ سے ان کے صحابہ و بعض اولیاء کی زندگی تمام مخلوق کے لئے بوالہو تک مفید ہے اور جو زندگی گناہوں بد کاموں میں گزرے وہ باطل ہے اور جو غفلت میں گزرے وہ عیث یعنی لغو ہے۔ پھر باطل و معر زندگی بعض کی تو صرف اپنے لئے معر ہے۔ بعض کی ساری خلق کے لئے معر ہے، بعض کی زندگی تمام خلق کیلئے باطل و معر ہے رب تعالیٰ مفید زندگی نصیب کرے۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُدٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنْ

واسطے ان کے جو ایلا کہتے ہیں عورتوں اپنی سے انتظار ہے چار ہینز کا پس اگر جو عا کر میں  
 جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جاسنک انہیں چار ماہ کی جھٹ ہے پس اگر مدت میں پھر



معنی کوئی کرنا لا یا لونکم خیالا۔ یا ولا یا قتل لو الفضل مسکب ایلاء کسی کے حق مارنے کی قسم کو کہتے ہیں شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے پاس چارہ تک نہ جانے کی قسم کھالے۔ کیونکہ اس میں بھی عورت کے حق سے کوئی کی جاتی ہے۔ اس لئے ایلاء کھانا ہے۔ (کیسے یہ بھی ممکن ہے کہ ایلاء بولی معنی قرب سے بٹھ ہنر سلی کی وجہ سے اس کے محل میں ترک قرب یعنی عورت کے نزدیک نہ جانا ایلاء اپنے بعد علی ہائے ہے یہاں سے کیا کہ اس میں عورتی کے معنی لفظ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کے بعد من اور علی دونوں آسکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ من معنی علی ہے۔ بعض کے نزدیک معنی منی ہے۔ بعض کے خیال میں زائدہ (رفع الحلی) لیکن پہلا قول زیادہ قوی ہے۔ نہا سے مراد یہاں ہیں۔ کیونکہ اپنی لفظی سے نہ ایلاء ہونہ طلاق تو جس ان معنی اھو ترہیں کے معنی ہیں انتشار کر پور ٹھہرنا۔ فل عرب کہتے ہیں۔ سلاو صندہ مجھے ٹھہرنے کی گھانٹا نہیں ار۔ حد اشرا اس کا طرف ہے گویا یہاں طرف کی طرف اضافت ہے۔ یعنی جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم اٹھا لیتے ہیں۔ انہیں اس مسئلہ میں سوچنے اور غور کرنے کے لئے چارہ انتظار لاحق حاصل ہے۔ طان لاء وا یہ لفظ منی سے بنا معنی اصل کی طرف لوٹنا۔ اسی لئے شام کے سایہ کوئی کہتے ہیں اور صبح کے سایہ کو غل کہہ شام کا سایہ و صوب کے بعد لوٹ کر آیا۔ جنس کے سایہ کو بھی غل ہی کہا جاتا ہے نہ کہ منی۔ و غل محدود کہ وہاں و صوب میں مل قیمت بھی اسی لئے کہلاتی ہے۔ یعنی یہاں اگر ایلاء کرنے والے شوہر اپنی قسم سے رجوع کر جائیں اور توڑ دیں کہ عورت سے عدت ایلاء میں صحبت کر لیں تو فان اللہ غلور وحمہ لہ بخشید لا امرین ہے۔ کہ صرف کفار ہی کا حکم پورا اس ایلاء کی وجہ سے جو عورت کو تکلیف پہنچی اس کی مطلق فرمادی۔ وان عزموا الطلاق عزم اور عزیمت کے معنی ہیں کوئی سخت کام کر گزرنے پر دل مضبوط کر لیا اسی لئے قسم کو بھی عزم کہہ دیا جاتا ہے۔ طلاق طلق سے بنا جس کے معنی میں کھانا پورہ چھوٹا اسی لئے چلنے کو طلاق ہے قید چیز کو مطلق اور تیز زبانی کو طلاق لسان اور فہم کہہ کو طلق الوجد کہتے ہیں۔ شریعت میں نکاح کی سندش آزاد کرنے کو طلاق کہا جاتا ہے۔ گویا نکاح میں طلاق تھا اور اس میں طہرہ کر پور چھوڑا یعنی لور اگر یہ ایلاء والے طلاق ہی کا رلوہ کر بیٹھے کہ نہ اپنی قسم توڑیں لور نہ اس عدت میں اپنی عورت کے پاس جائیں تو فان اللہ صعب علیہم لہ تعالیٰ شوہر کی بات کو سخت ہے لور اس کی نیت کو جانتا ہے اس کی طلاق صحیح ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسئلہ جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم کھالیں۔ انہیں اب پہلے کی سی آزادی نہ ہوگی۔ بلکہ صرف چار مہینے کی مدت ہے تاکہ اس میں بیوی کے معاملہ میں خوب غور و خوض کر لیں۔ اگر اس مدت میں اپنی قسم سے رجوع کر جائیں کہ اس سے صحبت کر لیں تو لہ غلور وحمہ لہ ہے۔ ان کی اس حرکت پر آخرت میں کوئی پکڑ نہ کرے گا صرف کفار و منافقین کے لئے کافی ہو گا اور اگر وہ لوگ خوب سوچ سمجھ کر طلاق ہی کا رلوہ کر لیں تو لہ تعالیٰ ان کی باتیں سنتا بھی ہے لور ان کے دلوں کے ارلوہ کو جانتا بھی ہے۔ خیال رہے کہ مدت ایلاء کا خرچہ مکان و خیمہ عورت کو مو یعنی اس کا خلوہ دی دیا کہ کیونکہ نکاح اس زمانہ میں قائم رہتا ہے لور قصور مو کا ہو تا ہے لور اگر مو قسم توڑے تو کفار بھی مو پر ہی ہو گا کہ اس نے قسم کھائی ہے لور اگر نہ توڑے لور چارہ کے بعد طلاق واقع ہو جائے تو عدت کا خرچہ بھی مو کے ذمہ ہو گا اور اگر عورت حلال ہو تو بچہ کے ساتھ مل کا خرچہ بھی مو کے ذمہ ہو گا کہ بچہ رہے گا کہ اس کے پاس لور خرچ دیا گیا ہے فرمیکہ ایلاء میں ہر طرح قصصن سوئی کا ہے۔ ان تمام

پسندوں کا خدو اچھا نہ نکلا اس کا معنی کم کرنا ہے یہ بھی اسلام کی عورتوں کی طرف سے فرجہ اسلام نے عورتوں کو لایگی  
نکلی دی۔

گرتے ہوئی کو کس نے نکلا میرے بھیر گرتے ہوئی کو کس نے نکلا میرے بھیر  
اس آیت سے چھٹا کدے حاصل ہوئے پہلا قاضی کا حکم اسلام ازل سے تھا کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
ہے جس کی قسم چاہے تو عورتوں سے سوچے اور وہ چاہے تو اس نے اپنے ہاتھوں میں بھی عورتوں کی قدر آڑو لگے اور اس  
کے متعلق عورتوں کے دین میں عورتوں کی کوئی صورت نہیں تھی۔ کیا وہ اظہار بھی قسم ہو سکتی تھی جیسا کہ عورتوں کی  
مسئلہ عورتوں میں سے پہلی تھی۔ لا ملا اس سے کہہ کر کوئی ایسی عورت کو نکالنے کے سوا کسی اور سب سے پہلے عورتوں سے اور  
وہ اس سے بڑا کرانہ ہے اور وہ کوئی اس عورت کی ہوتی ہے وہ کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے۔ یعنی  
طیہ اسلام کو کہ لیا کہ اگر عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کی ہوتی ہے کہ عورتوں کی ہوتی ہے  
نکلی کہ یہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کی ہوتی ہے کہ عورتوں کی ہوتی ہے۔ عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
نکلی اسلام میں طہ طہ کدے سلم نے نکالنے لیا کہ عورتوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے  
اسلام میں عورتوں کے ہاتھوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
عورتوں کے ہاتھوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
آج کل عورتوں کی ہوتی ہے کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
آخر قرآن میں عورتوں کی ایک ہی صورت یعنی عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
لیں۔ تیسرا کدہ اسلام میں عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
ضرورت نہ ہو کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
چوتھا کدہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
پنجم کدہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
چھٹا کدہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
ساتھ کدہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے

مسئلہ : اسلام ہے کہ کوئی عورت اپنے عورتوں کے لیے کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
میں پہلے کدہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
نکھڑو نہ نکالے کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
ہو اس مسئلہ۔ مسئلہ : ہر اس عورت کی عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
ہو اس مسئلہ۔ مسئلہ : ہر اس عورت کی عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
قسم عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
قسم عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
قسم عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے  
قسم عورتوں کے ہاتھوں میں سے نکالنے کے لیے عورتوں کے ہاتھوں میں سے

محبت پر قدرت ہو گئی تو محبت ہی کرنی پڑے گی۔ (اموی و خزائن) مسئلہ: ہر قسم کا عہدہ ملوث کر کے صرف توبہ ہی کرنے کا تہہ سلف ہے۔ (روح المعانی) مسئلہ: عود کو چلنے کے کم از کم چاروں میں ایک ہمارائی ہو ہی سے ضرور محبت کرے بلکہ عورت کو بھڑک کر سجدہ میں سڑیں نہ رہے۔ عروضی لفظ عد نے ایک عورت کو شب کے وقت سے کہتے ہوئے تاکہ اگر وہ بکا خوف نہ ہو تا آج میری چارپائی سے کو لڑائی ہوئی تو آپ نے اپنی بی بی یعنی حضور کی بیوی حضرت سے ہر جھاک عورت غیر ہو گئے دن صبر کر سکتی ہے نہیں لے لیا کہ چارپائی سے درجہ چھوڑ کر حضرت عمر نے قانون جاری کیا کہ کوئی اپنی چارپائی سے نہ ادا ہر نہ رہے۔ اس وقت میں اسے ضرور چھٹی دی جاوے۔ (درمغلو و شای) بلکہ زیادہ قارونی میں حضرت کعب بن سولہ اموی نے ایک عابد و زاہد عود کو عہدہ کا کہ تین دن تو شب بیداری میں گزارا۔ پھر تھوڑے دن اپنے بیوی سے قطع رکھ کر اس پر حضرت عمر نے انہیں عہدہ کا حکم عطا فرمایا اس کی پوری بحالہ دستور میں دیکھو۔

پہلا اعتراض: طلاق کا تہد صرف عروسی کیل دیا عورت کو بھی چاہئے تھا یہ تو خلاف افساف ہے۔ (آریہ) جواب: اس کے بعد جواب ہیں۔ ایک مقدمہ فراموش نہ کرو عورت کا تہہ اس کی اصل پر غالب ہے و عدوش میں اگر سجدہ سب کے کر گزرتی ہے اور وہ میں چھٹی ہے عود کے ضرور قدرتی طور پر اصل غالب ہے۔ طلاق جو تک بڑک چیز ہے جس پر آئندہ زندگی کو اس قدر لڑ لڑا عود کے کسی قبضہ میں چاہئے ہیں اگر بھی ظلم کرے اور طلاق نہ دے تو حاکم غیر اس سے طلاق دلو لے۔ وہ سب سے کہ عود عورت کا حکم ہے کیونکہ اس کے ذمہ عورت کے سارے اغراضات ہیں اور ظہور کی حاکم کے قبضہ میں چاہئے۔ پڑھتی بھر تو تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ صرف عورت ہی بچے کیل دیتی ہے اور اس ہی کو حیض و غصہ کیل آتا ہے ہر کسی کو یہ عوارضات نہ ہوتے تو عورت عودوں کو ہوتے۔ وہ سب اعتراض: طلاق یہی چیز ہے اس سے گھر بگڑتا ہے۔ اسلام نے اس کی اہلالت ہی کیل دی؟ جواب: کبھی ضرورت کی وقت یہی چیز سے بھی مسئلہ کر پڑتا ہے۔ بعض صورتوں میں عورت اور عود کی زندگی بڑھ جاتی ہے ٹھیک میں راحت ہوتی ہے ضرورت اس کی اجازت دی گئی۔ پڑھتی یہ اعتراض تو یہاں ہے کہ کوئی کہے کہ پانچویں عود گندگی تک ہے بھڑک جاتی کی اجازت ہی کیل دی گئی۔ پڑھتی اگر وہ نہ بڑھے تو سدا اگر گندہ آکر گئے تیسرا اعتراض: اس آیت میں عود طلاق کے ساتھ لڑنے کے لئے اور جاننے کو کہ عود اس سے معلوم ہو کہ ایماہ خود طلاق نہیں بلکہ مدت گزرنے پر طلاق ہوگی کیونکہ کلام مناجا ہے نہ کہ ارلہ (کیس) جواب: اکثر لوگ طلاق کے وقت سخت باتیں بھی عد سے نقل جاتی ہیں اور یہ ارلہ سے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے لفظ سے یہ فرمایا کیل نہ اگر طلاق کی ضرورت ہوئی تو انہی طلاق کا کر نہ ہو نہ۔ (اموی) چوتھا اعتراض: جب ایماہ عورت پر ظلم ہے تو اسلام نے کچھ فرق کر کے اسے باقی ہی کیل رکھا ہے مگر وہاں تک جواب: کلام کا ایلا ظلم تو اسلام کا ایماہ عورت کی اصلاح ہے۔ رب فرمایا ہے واھجروا من فی السطاج بالظلم بیروں کو ان کی خواب گاہوں میں چھوڑ دینی ان کا تہہ کلام کہ ان سے کلام سلام نہ کہ اس سے عورت خود بخود سیدھی ہو جائے گی۔ ان لفظ نہ نہ کر ایمان ہے کلام سلام ترک کر لیا یہ اصلاح ہوئی۔ پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ شریعت میں ایماہ چارپائی ہو تا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف ایک لہ ایماہ کیا تھا اپنی تمام انداز سطرات سے۔ جواب: وہ فتویٰ ایماہ تھا کہ شرعی اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایماہ کی مدت پوری

چنانکہ دیو اور دھند جی ہندی  
کڑی محبت تر پاشی کہ ہندی (سرخ پیمین)

پیدا کیا اللہ نے یہی راہوں ان کے اگر ہوں وہ ایمان لائیں ساتھ اللہ اور دن پھیلے کے  
اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا اور اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہی

الْأَخِرَ وَيُعَوِّلُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ

اور شوہر ان کے زیادہ حق ہے ساتھ پس کرنے ان کے نکاح اس کے اگر ارادہ کرے دوستی کا اور واسطے  
اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر طلاق جائز اور عورتوں کا

مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ

ان عورتوں کے مثل اسی کے ہے جو اوپر لکھے ہے ساتھ عورتوں کے اور واسطے مردوں کے اور عورتوں  
بسم حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر تفویض ہے

عَزَّ وَجَلَّ

کے درجہ ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے :

اور اللہ غالب حکمت والا ہے :

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں ایلاء کا ذکر ہوا جس کا نتیجہ بھی  
طلاق ہوتا ہے۔ اور اب طلاق کی عدت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے دو سرا تعلق : پہلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ ایلاء میں چار مہینے  
انتظار ضروری ہے جس سے شہید ہو سکتا تھا کہ شاید یہ مدت ہی طلاق کی عدت ہو گئی ہو۔ اب فرمایا گیا کہ نہیں۔ عدت علیحدہ  
گزارنی ہوگی۔ تیسرا تعلق : طلاق چند قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) طلاق بالایلاء (۲) طلاق بالوسط۔ (۳) طلاق بالخلع۔  
پہلی آیت میں طلاق کی پہلی قسم کا ذکر ہوا۔ اب دوسری کا ذکر ہوا ہے اور خلع کا ذکر آگلی آیت میں آتا ہے۔ چوتھا تعلق :  
پہلی آیت میں ایلاء کا ذکر ہو گیا کہ گویا شوہر کی طرف سے بد سلوکی ہے۔ اس آیت میں عورتوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ اس  
بد سلوکی کے عوض کوئی ناجائز کام نہ کریں۔ جیسے اپنا حمل چھپاؤ وغیرہ۔

شکل نزول : حضرت امینت یزید قصاصیہ فرماتی ہیں کہ زمانہ نبوی میں مجھے میرے شوہر نے طلاق دی اور اس وقت تک  
عدت کے احکام اسلام میں نہ آئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں طلاق کی عدت مقرر نہ تھی اس موقع میں یہ آیت کریمہ اتاری اور  
سب سے پہلے عدت طلاق انہوں نے ہی گزاری۔ (درمستور)

تفسیر : والمطلقات یہ فقط طلاق سے مراد جس کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے۔ اس میں الفیلام صریح ہے اور اس سے خاص  
طلاق والی عورتیں مراد ہیں۔ کیونکہ یہ عدت صرف مدخل بہا (جس سے شوہر کی خلوت ہو گئی ہو) غیر حائلہ قتل حیض آزاد  
عورت کے لئے ہے۔ اگر اتنی شرطیں نہ ہوں تو یہ عدت بھی لازم نہیں نیز اس سے مراد عورت مراد جو نکاح میں آکر نکل جائے۔  
خلع طلاق سے یا سو کے مرتد ہو جائے یا اس طرح کہ عورت اپنے سر کو رسالے لے لیا اس طرح کہ شوہر اپنی ماں سے زنا  
کر لے فریاد کہ جس طرح بھی نکاح کے بعد بدلتی ہو۔ وہ سب اس میں داخل ہیں (امری) اسی لئے یہاں مطلقاً جمع فرمایا گیا  
یعنی ہر قسم کے نکاح سے نکلنے والی عورتیں خلوع کی زندگی میں نکاح ختم ہو جانے کی تصویر تھیں ہیں۔ طلاق نکاح کا مرتد و ایلاء

مطلق "خیار طلع" خیار حق "معم" کا ہے اس سے زانیہ اور ایسا صورت کا ہے سزا جیو فیہ سے زانیہ اور ایسا۔ طلع من لولیاں صورتوں میں یہی صورت واجب ہوگی جو یہاں مذکور ہے بشرطیکہ یہ وقت طاعت غلوت گیمہ کے ہو ہوں بلکہ اکثر مرد کے جنس۔ خفیہ فیہ ہونے کی وجہ سے طلع نکاح کیا گیا اور یہ طلع اور غلوت ہوا تب بھی یہی صورت ہے۔ یعنی من باللسن یہ خبر عقلی امر ہے تاکہ اس پر ضرور عمل ہو۔ یہ لفظ تربص سے بنا جس کے معنی ہیں انتظار کرنا مگر یہاں اگلے ہی وجہ سے اس کے معنی ہوئے نہ کہ افسوس افسوس کی جمع ہے معنی جان یا االت۔ یعنی ہر قسم کی طلاق دلی عورتیں اپنے آپ کو طلع چلی سے روک کے رہیں۔ خیال رہے کہ عورت ہمیشہ عورت پر ہوتی ہے۔ مرد نہیں کہہ سکتا کہ عورت کے حلال ہونے کا عمل ہو تب نہ کہ مرد کے۔ ہاں چند صورتوں پر مرد کو حلقہ عورت کی عورت کا انتظار کرنا ہے تاکہ اس کی عورت کے مرد دلی عورت نہیں کر سکتا۔ اگر مرد حلقہ کی بہن یا غلہ یا بہر بھی یا بھائی، یعنی وہ فیہ ان عورتوں سے طلع کرنا چاہتا ہے جن کا طلع نکاح میں درست نہیں یا کسی کی چار چوہاں جنس ایک کو طلع دی وہ عورت میں جنس۔ اب پانچوں سے طلع نہیں کر سکتا کیونکہ عورت بھی حکم طلع ہے اگر اب اسی حالت میں طلع کرے تو پانچ چوہاں نکاح میں ہو جائیں گی یا نہ۔ جنس یہ دلی عورتیں تمام حرام ہیں۔ لفظ قرودہ لفظ سے پہلے وقت یا مدت پر مشدد ہے اور وہی اس فعل کا ظرف قرودہ قرودہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جمع ہو یا عورت اور ایک محل سے نکل کر دوسری حالت میں داخل ہو۔ (ذکرہ فیہ) اصطلاح میں اس کے معنی جنس بھی ہیں اور طبع بھی طبع سے نزدیک یہاں معنی جنس ہے۔ اور لام شافعی رضی اللہ عنہ حد کے نزدیک معنی طبع مگر ہمارا مذہب قوی ہے جس کی وجہ سے لفظ فوانید میں بیان ہوں گی یعنی طلاق دلی عورتیں جنس کی مدت اپنے کو دے کرے طلع سے روکیں۔ اور دوسرے کلیہ طلع قبول کرنے سے روکیں نیز عورت کے نکاح میں ہونا منکر کرنے اور غلوت کے گھر سے نکلنے سے روکیں کہ عورت جنس یہ تمام کام حرام ہیں عورت کا مرد اخراج طلع دینے والے مرد پر واجب ہے عورت کسی وقت بھی گھر سے باہر نہ جائے۔ وقت والے کی یہی بیان میں کام نکاح کرنے کے لئے جاسکتی ہے مگر رات کو دلی گھر میں کوئے کی۔ ہاں یہی صورت میں دو گھنٹے پہلے اور پچھلے اور خوشبو لٹے سرد لگانے سے بڑھ کر اس زمانہ میں سوگ واجب ہے یہ تمام مسائل ایک لفظ جو حسن سے حاصل ہوئے اس لئے قرآن کریم نے یہاں نکاح کا ذکر کیا کہ اس صورت میں یہ مسائل حاصل نہ ہوتے۔ فرجیکہ یہ کلمہ بہت جامع ہے ولا محل لهن ان یتکن محل طلع معنی مہار سے بخور۔ ممکن کہ سے معنی یہاں اور پردہ اللہ یعنی طلاق دلی عورتوں کو یہ جائز نہیں چھپائیں ما خلق اللہ فی اوحامہن "ما سے مراد محل اور حیض دونوں ہی ہیں۔ (مدح الہیہ و صفیہ) اور حرام رحم کی جمع معنی رحمت و کرم عورت کی بچہ دلی کو اس لئے رحم کہتے ہیں کہ وہ داریہ رحمت و رحمت ہے کہ اس سے رشتہ دار ہوں قائم ہیں۔ یہی معنی یہاں ملے ہیں یعنی عورتیں مدت میں جلدی کرنے کی غرض سے اپنے محل یا حیض کو نہ چھپائیں۔ چونکہ عورت میں عورت کا قول اکثر مستحب ہے اس پر کوئی وغیرہ لازم نہیں اس لئے لا۔ ممکن میں انہیں سے روئے حق ہے۔ خیال رہے کہ عورت من مسائل میں سے ہے جن میں ایک عورت کا قول بھی مستحب ہے۔ مطلق کا چارہ عورت طلع فیہ میں ہے کہ نکاح سے حرام و طلع صحبت کافری ہے اور نکاح سے ہی آنکھ نسل واجبہ ہے۔ اگر عورت عورت میں طلع دلی سے کام لے کر نکاح پر حوائج تو گنتیں بھی حرام ہوں گی اور آنکھ نسل بھی حرام ہوگی۔ اس لئے لفظ ہو کہ ان کن یؤمن باللہ والیوم الاخر یہ اصل کی شرط ہے مگر اس سے قبل لکھا مقصود نہیں اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ سو من عورتیں تو نہ چھپائیں

اور جسکی اور بڑی عورتیں چھاپا کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ چھاپا شدن ایسا ہے کہ عورت کے لیے جسے کوئی کے کہ اگر تو مسلمان ہے تو باپ کو مست لے لے بعض نے فرمایا کہ اس شرط کی جزا یہ شیعہ ہے اور لا محل اس کی طبع طور مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو نہ چھاپیں۔ کیونکہ یہ عقل نہیں۔ (روح المعانی) لڑکی اس سے ڈرنا منظور ہے۔ وعلیہن اعلیٰ وعلیہن اعلیٰ جو عورتوں کی حق ہے جسے ہم کی جمع عورت اور فعل کی جمع لڑکیوں سے زائد ہے۔ اس کے معنی ہیں سوا مالک اور وہ روشتہ کی عورتوں سے پرورش یافتہ۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ بعل سے بنا معنی صحبت کرتا ہے جو کہ شوہر عورت کا سردار بھی ہے اور اس کا مالک بھی اور اس کا اختیار اور صحبت کرنے والا بھی۔ لہذا اسے محل کہا گیا۔ حق اسم مختصیل معنی باہم قائل ہے۔ کیونکہ طلاق رجلی میں رجوع کرنے کا اختیار صرف شوہر ہی کو ہوتا ہے۔ پھر مختصیل کے کیا معنی۔ (روح المعانی) فقیر کیر نے فرمایا کہ حق اپنے حق معنی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر عورت اپنی عدت کے حلقہ فلا خبیثے کہہ کر سرے سے طلاق کا چاہے یا کرے اور اس کی طلاق اپنی کچھ مال جائے تو پہلے اس پر سرے شوہر کے سوا شوہر ہی عورت کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ ابھی عدت باقی ہے مگر اس سے باق طلاق رجلی میں رجوع کرنا مراد ہے۔ اور با طلاق رجلی میں شوہر ہی عدت کا طلاق کا حقدار ہے کہ اگر وہ پھر طلاق میں ملتا چاہے تو عورت کا خلاف فرض ہے کہ انکار نہ کرے کیونکہ اس کا تعلق پہلے سے ہے اور سرے سے نیا کام ہو گا یا یہ مطلب ہے کہ طلاق رجلی میں عدت کے اندر رجوع کر لینے کا اور طلاق ہند میں عورت سے عدت میں دوبارہ طلاق کرنے کا صرف یہی خلاف کو حق ہے کہ یہ عدت کے اندر بھی طلاق کر سکتا ہے۔ سرے سے طلاق رجلی کے بعد ہی عدت کے گناہ کو طلاق دینا رجوع یا دوبارہ طلاق کب کرے جب کہ ان اراحو ااصلا حال اور ان کا حال باطل یعنی شوہر ہیں۔ اصل سے اس میں اور وہ حق مراد ہے اور یہ گناہ نہ ہونے کی شرط ہے نہ کہ رجوع جائز ہونے کی یعنی شوہر رجوع کے بعد اگر جب ہوں گے جب کہ حق کی نیت عورت کے ساتھ سلوک کرنے کی ہو گی نہ کہ فتنہ پرستان کرنے اور عدت دراز کرنے جیسا کہ مذکورہ جہالت میں لوگ کرتے تھے کہ عورت کو طلاق دیکر عدت ختم ہو تو عدت رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتے تھے تا کہ عدت دوبارہ شروع ہو اگر اس نہایت سے یہ لوگ بھی کریں گے تو سخت گناہگار ہوں گے ولہٰذا مقل الذی علیہن بالسر والعام طلع کا ہے اور علیٰ اہرام کلور من سے عورتوں کے حقوق مراد ہیں جو شوہر ہوں گے نہ ہیں اور طیس سے وہ حقوق مراد ہیں جو شوہر ہوں گے حق کے ذمے۔ اور مثل سے نہ تو براہی مراد ہے اور نہ کیفیت حقوق میں تشبیہ خصوصاً یعنی نہ تو یہ مطلب ہے کہ نہ جن کے ایک سو سرے پر حق برابر ہیں کہ ایک مینہ شوہر ہی کو کار کھلائے اور سرے مینے ہی شوہر کو اور نہ یہ مطلب ہے کہ جسے عورت شوہر کی خدمت کرتی ہے ایسے ہی شوہر بھی عورت کی خدمت کیا کرے کہ اس کے لئے کھانا تیار کیا کرے کپڑے دھوئے بلکہ فتنہ و لیب ہونے میں تشبیہ ہے کہ جسے کچھ حقوق سوا کے عورت پر لازم ہیں۔ ایسے ہی کچھ عورتوں کے بھی مسائل پر لازم ہے۔ کیونکہ یہ اپنی ہے نہ کہ لوطی۔ لہذا دونوں کو چاہئے کہ ایک سو سرے کے حق کا لحاظ رکھیں اس کو واضح کرنے کے لئے لڑ شد ہو اگر ولہٰذا حال علیہن لاجتہاد ظاہر ہے کہ وہاں سے مراد شوہر ہیں اور طیس کا مریخ ہوا ہے۔ کیونکہ نہ جن کو یاد کر رہا ہے اس صورت میں درج سے مراد زبانی حقوق ہے اور ممکن ہے کہ وہاں سے مراد طیس سے عورت مراد ہو۔ اس صورت میں درج سے مراد خفایت ہو گی وہاں رطل کی قطع ہے وہاں رطل سکون جیسا کہ اب سے بنا معنی قوت اسی لئے پاؤں کو رطل کہتے ہیں کہ اس میں چلنے کی قوت ہے اور قوی ہفت کو کلام مراد لوطی ہونے کے کہ



اسلام نے عورت کو نیچے سے لوہر اٹھایا۔ اس کے حقوق بھی قائم کئے۔ مگر جو تکہ بالکل برابری کرنے میں مگر کا نظام قائم نہیں رہ سکا۔ کلی طور خانگی نظام کے لئے کوئی امر ضرور چاہیے۔ اگر ملک میں کوئی بادشاہ نہ ہو سب برابریوں تو اس کی برابری یعنی ہے۔ ایسے ہی اگر گھر میں کوئی حاکم نہ ہو سب یکساں ہوں تو گھر کی چھ لادزی ہے۔ اس لئے مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا۔ کیونکہ مرد میں قوت، شہامت، عقل وغیرہ زیادہ۔ نیز اس کے ذمہ بیوی کا سارا خرچ بعض حقوق تو مشترک ہیں اور بعض خاص حقوق مشترک وہ قسم کے ہیں ایک حقوق شرعی جس کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور جن کے لواکر نے پر ماکم مجبور کر سکتا ہے دوسرے حقوق اخلاقی کہ جن کا لو اگر ضروری مگر من کمالہ امت میں دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ عورت کے حقوق شرعی مرد پر چار قسم کے ہیں۔ (۱) کھانا کہ جیسا خود کھائے اسے بھی کھائے۔ (۲) کپڑا کہ جیسا خود پہنے اسے بھی پہنائے اور حسب حیثیت اسے آرام میں رکھے۔ (۳) مکان کہ حسب حیثیت اسے رہنے کے لئے جگہ دے۔ (۴) مہامت۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار مہامت کرنا سخت ضروری ہے کہ اگر نہ کرے تو عورت کو طلاق لینے کا حق حاصل ہے۔ اسی لئے ناموسی بیوی حاکم کے ذریعہ طلاق حاصل کر سکتی ہے اور ہر چار مہینے میں کم سے کم ایک دفعہ مہامت کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم پچھلی آیت میں مرد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بیان کر چکے۔ تفسیر دوسو سو میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کی بے توجہی کی شکایت کی شوہر نے عرض کیا کہ میں اس کے حقوق زوجیت لو اگر تاہوں عورت نے عرض کیا کہ مہینے میں صرف ایک بار آپ نے مرد کو تنبیہ نہ کی بلکہ من کے لئے دعائے محبت فرمائی۔ جس کی برکت سے من میں بہت محبت پیدا ہو گئی ہاں ہر وقت میں ایک بار محبت ضروری ہے۔ جمعہ کی شب میں زیادہ افضل۔ حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ کی شب حمل کرنے والے کو دو ثواب ملتے ہیں اپنے غسل کا اور عورت کے غسل کا بھی (دوستو) ایسے ہی مرد کے بھی عورت پر کچھ حقوق ہیں۔ جس کے لواکر نے پر مرد عورت کا خرچہ بند کر سکتا ہے۔ (۱) عورت کو ضروری ہے کہ مرد کو اپنے پر قابو دے بشرطیکہ کوئی شرعی قرابلی حیض وغیرہ نہ ہو۔ (۲) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کی بے اجازت اس کے گھر سے نہ جائے۔ (۳) عورت کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر میں اسے نہ آئے دے جس کے آنے سے شوہر ناراض ہے۔ یہ حقوق شرعی تھے رہے حقوق اخلاقی وہ بے شمار ہیں عورت مرد کے لئے کھانا تیار کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر غیر خد کو مجبور کرنا جائز ہو تاہیں عورتوں کو حکم دینا کہ اپنے شوہروں کو مجبور کریں اس کے گھر کو آرامت رکھے۔ اس کی رضا کے لئے بیٹھ سنا کرے اس کی بغیر اجازت نقلی مرد سے اور نقلی نماز میں مشغول نہ ہو۔ فرضیکہ اس کی ہو کر رہے مرد کے لئے ضروری ہے کہ بیماری میں اس کا علاج کرے۔ کبھی کبھی اس کو ٹیکے و دلوں سے ملانا ہے۔ یہ بعد بعد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے اچھا لباس پہنتا ہوں کہ جب پہلے کپڑے میں وہ مجھے بری معلوم ہوتی ہے تو میں اسے کب اچھا معلوم ہوں مگر اور آپ نے یہی آیت پڑھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم قیامت میں مجھ سے قرب چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو راضی رکھو۔ بلکہ عورت کی خوشنودی کے لئے اس کے ٹیکے والوں بلکہ اس کی سیلیوں سے بھی سلوک کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے قرباں کرتے جس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سیلیوں میں تقسیم فرماتے تھے لہذا انہو کو چاہئے کہ بیوی کے انتقال کے بعد عجب دوسوں، ہائیسوں، بری صدقہ وغیرہ اس کے ایصال ثواب کے لئے کرے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ زندگی میں اپنی بیوی کو جن عورتوں سے محبت و میل ہو وہ قاتلہ کا کھانا نہیں جیسے اسے بعد موت اچھائی سے یاد کرے اس کے لئے دعا مغلطرت کرے اس کے ہاں باپ و اہل قرباں کا کھانا کھائے احترام کرے جبکہ حضور نے

**فائدے :** اس کثرت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: عدت طلق میں سوگ ضروری ہے جیسا کہ  
 فاضل سہن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر اگر طلاق طلاقہ ہو اسی لئے طلاق و بیعہ کے  
 کو بول یعنی عورت کا شوہر کا ایک تیسرا فائدہ: طلاق کی عدت حیض سے ہے نہ کہ طہ سے چند روز سے۔ (1) عہد غائبہ میں  
 وہاں مہاجر معین ہو کر وہ تمام لوازم کن بی بی کنی شہرہ سفینہ قوری وغیرہ سے ہے۔ (2) (3) (4) (5) (6) (7) (8) (9) (10) (11) (12) (13) (14) (15) (16) (17) (18) (19) (20) (21) (22) (23) (24) (25) (26) (27) (28) (29) (30) (31) (32) (33) (34) (35) (36) (37) (38) (39) (40) (41) (42) (43) (44) (45) (46) (47) (48) (49) (50) (51) (52) (53) (54) (55) (56) (57) (58) (59) (60) (61) (62) (63) (64) (65) (66) (67) (68) (69) (70) (71) (72) (73) (74) (75) (76) (77) (78) (79) (80) (81) (82) (83) (84) (85) (86) (87) (88) (89) (90) (91) (92) (93) (94) (95) (96) (97) (98) (99) (100) (101) (102) (103) (104) (105) (106) (107) (108) (109) (110) (111) (112) (113) (114) (115) (116) (117) (118) (119) (120) (121) (122) (123) (124) (125) (126) (127) (128) (129) (130) (131) (132) (133) (134) (135) (136) (137) (138) (139) (140) (141) (142) (143) (144) (145) (146) (147) (148) (149) (150) (151) (152) (153) (154) (155) (156) (157) (158) (159) (160) (161) (162) (163) (164) (165) (166) (167) (168) (169) (170) (171) (172) (173) (174) (175) (176) (177) (178) (179) (180) (181) (182) (183) (184) (185) (186) (187) (188) (189) (190) (191) (192) (193) (194) (195) (196) (197) (198) (199) (200) (201) (202) (203) (204) (205) (206) (207) (208) (209) (210) (211) (212) (213) (214) (215) (216) (217) (218) (219) (220) (221) (222) (223) (224) (225) (226) (227) (228) (229) (230) (231) (232) (233) (234) (235) (236) (237) (238) (239) (240) (241) (242) (243) (244) (245) (246) (247) (248) (249) (250) (251) (252) (253) (254) (255) (256) (257) (258) (259) (260) (261) (262) (263) (264) (265) (266) (267) (268) (269) (270) (271) (272) (273) (274) (275) (276) (277) (278) (279) (280) (281) (282) (283) (284) (285) (286) (287) (288) (289) (290) (291) (292) (293) (294) (295) (296) (297) (298) (299) (300) (301) (302) (303) (304) (305) (306) (307) (308) (309) (310) (311) (312) (313) (314) (315) (316) (317) (318) (319) (320) (321) (322) (323) (324) (325) (326) (327) (328) (329) (330) (331) (332) (333) (334) (335) (336) (337) (338) (339) (340) (341) (342) (343) (344) (345) (346) (347) (348) (349) (350) (351) (352) (353) (354) (355) (356) (357) (358) (359) (360) (361) (362) (363) (364) (365) (366) (367) (368) (369) (370) (371) (372) (373) (374) (375) (376) (377) (378) (379) (380) (381) (382) (383) (384) (385) (386) (387) (388) (389) (390) (391) (392) (393) (394) (395) (396) (397) (398) (399) (400) (401) (402) (403) (404) (405) (406) (407) (408) (409) (410) (411) (412) (413) (414) (415) (416) (417) (418) (419) (420) (421) (422) (423) (424) (425) (426) (427) (428) (429) (430) (431) (432) (433) (434) (435) (436) (437) (438) (439) (440) (441) (442) (443) (444) (445) (446) (447) (448) (449) (450) (451) (452) (453) (454) (455) (456) (457) (458) (459) (460) (461) (462) (463) (464) (465) (466) (467) (468) (469) (470) (471) (472) (473) (474) (475) (476) (477) (478) (479) (480) (481) (482) (483) (484) (485) (486) (487) (488) (489) (490) (491) (492) (493) (494) (495) (496) (497) (498) (499) (500) (501) (502) (503) (504) (505) (506) (507) (508) (509) (510) (511) (512) (513) (514) (515) (516) (517) (518) (519) (520) (521) (522) (523) (524) (525) (526) (527) (528) (529) (530) (531) (532) (533) (534) (535) (536) (537) (538) (539) (540) (541) (542) (543) (544) (545) (546) (547) (548) (549) (550) (551) (552) (553) (554) (555) (556) (557) (558) (559) (560) (561) (562) (563) (564) (565) (566) (567) (568) (569) (570) (571) (572) (573) (574) (575) (576) (577) (578) (579) (580) (581) (582) (583) (584) (585) (586) (587) (588) (589) (590) (591) (592) (593) (594) (595) (596) (597) (598) (599) (600) (601) (602) (603) (604) (605) (606) (607) (608) (609) (610) (611) (612) (613) (614) (615) (616) (617) (618) (619) (620) (621) (622) (623) (624) (625) (626) (627) (628) (629) (630) (631) (632) (633) (634) (635) (636) (637) (638) (639) (640) (641) (642) (643) (644) (645) (646) (647) (648) (649) (650) (651) (652) (653) (654) (655) (656) (657) (658) (659) (660) (661) (662) (663) (664) (665) (666) (667) (668) (669) (670) (671) (672) (673) (674) (675) (676) (677) (678) (679) (680) (681) (682) (683) (684) (685) (686) (687) (688) (689) (690) (691) (692) (693) (694) (695) (696) (697) (698) (699) (700) (701) (702) (703) (704) (705) (706) (707) (708) (709) (710) (711) (712) (713) (714) (715) (716) (717) (718) (719) (720) (721) (722) (723) (724) (725) (726) (727) (728) (729) (730) (731) (732) (733) (734) (735) (736) (737) (738) (739) (740) (741) (742) (743) (744) (745) (746) (747) (748) (749) (750) (751) (752) (753) (754) (755) (756) (757) (758) (759) (760) (761) (762) (763) (764) (765) (766) (767) (768) (769) (770) (771) (772) (773) (774) (775) (776) (777) (778) (779) (780) (781) (782) (783) (784) (785) (786) (787) (788) (789) (790) (791) (792) (793) (794) (795) (796) (797) (798) (799) (800) (801) (802) (803) (804) (805) (806) (807)

مسئلہ : عقدہ عورتیں چند قسم کی ہیں اور ان کی مدتیں ٹیڑھی۔ (۱) جس کو غلط سے پہلے طلاق دے دی جائے۔ اس پر عدت واجب نہیں۔ (قرآن شریف) رب فرماتا ہے اِذَا النِّكَاحُ الْمَمْنُونُ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ لِمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا۔ (۲) عدت کی مدت بچہ کی پیدائش سے۔ رب فرماتا ہے وَاُولَاتِ الْاِحْصَاءِ اجْلِهِنَّ اِنْ يَضْمَنْ حَمْلُهُنَّ مِلَّةً عِدَّتُهُنَّ كِى عِدَّتِ يَرِىْ هُوَ كِهْ دِهْ اِسْہَہْ حَمْلُ جِن دِی۔ (۳) چھوٹی بچی یا بزرگی عورت جسے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ رب فرماتا ہے وَالْیَءِ یَسْنُ مِنَ الْحَمِضِ مِنْ نِسَائِكُمْ اِنْ اُرْتَبِتُمْ لِعِدَّتِهِنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَاللّٰی لَمْ یَحْضْ لَوْ بَدِیْ مَكْرُوْدَہْ كِى عِدَّتِہْ حَمِضُہْ۔ آواز بوجی جو قتل حیض ہو 'عدت بھی نہ ہو' اسے طلاق بھی غلط کے بعد دی گئی ہو۔ اس کی عدت تین مہینے ہیں اسی کا ذکر یہاں ہے۔ پانچویں قاعدہ: عقدہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت شرط نہیں بلکہ وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ یہاں عورت ہی کو حکم ہے کہ وہ اپنے کو دوسرے نکاح سے روکے۔ اگر ولی نکاح کا دوسرا ہو تو یہاں ہی کو حکم ہو گا کہ تم عورتوں کو نکاح سے روکے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے تو چاہئے کہ ہم مرد حضرت خاتمہ ذہر لو عاتکہ صدیقہ سے افضل ہوں مگر یہ غلط ہے کہ ہم کو ان کے قدم کی خاک سے کوئی نسبت نہیں۔ جو لب اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں راجل سے مراد خلوند ہیں نہ کہ عام مرد یعنی خلوند کو یہی برتری ہے اور واقعی حضرت علی کو جناب خاتمہ پر فوقیت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان دونوں پر پاک پرستی فضیلت ہے۔ دوسرے یہ کہ راجل میں انضمام جنسی ہے جس سے اس کی جمیعت باطل ہو گئی اور معنی یہ ہوئے کہ جس مرد یعنی حقیقت مرد حقیقت عورت سے افضل ہے نہ کہ تمام مرد۔ تمام عورتوں سے جیسے کہا جاتا ہے کہ انسان اشرف المخلوق ہے یعنی جس انسان مرد ساری جنس سے افضل نہ کہ افراد افراد سے لہذا لازم یہ نہیں آتا کہ ابو جہل حضرت جبریل سے افضل ہو۔ دوسرا اعتراض : منصف جملہ خبر ہے یہاں جملہ انشائیہ یعنی امر کیوں نہ فرمایا گیا؟ جواب : اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جملہ فعل کرانے کے لئے امر کے موقع پر قبول دیتے ہیں گویا یہ کلام یعنی ہونے کی وجہ سے ہوئی چکا جس کی لب خبری جاری ہے۔ جیسے کہتے ہیں ر تکلفہ یا اندلفہ میں بھی پہلے امر کے خبر استعمال ہوئی۔ دوسرے یہ کہ اگر یہاں امر فرمایا جاتا تو مطلب یہ ہوتا کہ طلاق والی عورتیں مردوں سے عین حیض کا انتظار کریں اور خبر میں مردانہ بلکہ خبری بھی قید نہ رہی لہذا اگر عورت کو بہت عرصہ کے بعد طلاق کی خبر ہوئی تو اس کی مدت سے خبری میں گزر گئی۔ کیونکہ امر ر عمل بغیر خبر مردانہ نہیں ہو سکتا اور جملہ خبریہ میں نہ مردانہ ضروری نہ خبریہ (کیسے) تیسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی مدت تین طہروں نہ کہ حیض کیونکہ یہاں ٹکٹ ٹکٹ کے ساتھ فرمایا گیا اور عربی فقہاء کہتے ہیں کہ عین سے نو تک کھدو خلاف قیاس نہ کہ کے لئے مونث اور مونث کے لئے نہ کہ آتہ ہے۔ اور حیض مونث ہے اور طہر نہ کہ لہذا اگر قرآن سے حیض مرد ہو تو ٹکٹ قود بغیرت کے فرمایا جاتا معلوم ہوتا کہ یہاں طہر مرد ہے۔ (شافعی) جواب : حیض اگرچہ مونث ہے مگر لفظ قود مذکر اور عربی میں لفظ کا لفظ ہوتا ہے نہ کہ معنی کا جیسے کہ طلعتہ اگرچہ مرد کا نام ہے مگر لفظ مونث ہے



تعلق کی نعمتیں رک جائیں تو فوراً کسی اور مردانہ پر نہ پہنچے بلکہ میرے کام لے لوں دو کر آنکھوں سے آنسو بہا کر وہ کوراضی کرے جو امت کے ہاتھ سے تو پہلو رو اڑا نہ بجائے اور وہ تعلق سے رجوع کی درخواست کرے۔ یہ دیکھ کر وہ خالق و مخلوق کے درمیان غلط فہمی ہو کر جلدی نہیں فرماتا۔ ہم اس کے گنہگار فوراً پکڑ نہیں فرماتے بلکہ بہت سہولت دیتے ہیں۔ جبکہ خالق و مخلوق ہو کر جلدی نہیں فرماتا۔ ہم اس کے برعکس ہو کر جلدی نہیں کریں۔ یہی اثر شہ نکلنے سے تعلق عہدت کسیں ہو چکا کہ ہے۔ مولیٰ بہار ہے کہ اسے وہ اتنے سے بجائے و توافقی حرم کو چھوڑ لوں ہم سے بہت مانگو جو صبح و شام ہمارے دروازے پر آتا ہے ہم سے نہیں نکلتے۔ (مدح جلیان) اسی طرح شیخ کامل اور مدنی استاد کے حقوق کا بھی لحاظ رکھے کہ ان کی بہت چیزیں پر فوراً ان سے بدلہ نہ ہو جائے۔ اور کسی اور کو کلام نہ ہو۔

الطَّلَاقُ مَزْنٌ قَامُوسًا بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيزٍ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ

طلاق دو دنوں سے پھر روکنا ہے ساتھ بھلائی کے یا چھوڑنا ہے ساتھ احسان سے اور پسین معلول ہے یہ طلاق دو بار کسی سے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور نہیں روا نہیں کہ جو

لَكُمْ أَنْ تَلْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا

دوسلے تھوڑے یہ کہ تو تم اس میں سے جو دیا تم نے ان کو کچھ بھی مگر یہ کہ ڈریں وہ دونوں یہ کہ نہ قائم رکھیں کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ داپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں

حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

حدود اللہ کی۔ خوف کرو تم یہ کہ نہ قائم رکھیں حدوں کو اللہ کی پس نہیں ہے کہ ان دونوں پر ننگے۔ پھر اگر نہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک اپنی حدوں نہ کریں تو ان پر نہ کہنا نہیں اس میں جو بدلہ

فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ

اس کے کہ فدیہ سے عورت اس کا یہ حدیں ہی اللہ کی پس نہ آگے بڑھو ان سے۔ اور جو آگے بڑھے دے کہ عورت چٹی ہے، حد کی حدیں ہی ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور جو اللہ کی حدوں سے

حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۰﴾

حدوں سے اللہ کی پس نہ ہو وہی ظالم ہیں

آگے بڑھے تو وہی ظالم لوگ ہیں

تعلق : اس آیت کا مکمل تعلق سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : طلاق کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایماہ اور طلاق رجعی کفر کا مکمل آیت میں ہول لب طلاق رجعی کی حد اور طلاق کالیان ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : مکمل آیت میں طلاق رجعی کے کچھ احکام بیان ہوئے لب اس کے کچھ بقیہ احکام بیان ہو رہے ہیں۔ تیسرا تعلق : مکمل آیت میں فرمایا گیا کہ طلاق

شکل نمبر ۱ : نذہ جلیت میں بعض لوگ اپنی بیوی کو پریشان کرنے کے لئے طلاق دے دیتے اور جب مدت قریب ختم ہوتی تو رجوع کر لیتے اس رجعت کی کوئی انتہاء نہ تھی خواہ وہ عمر بھر بھی صد اطلاقیں دیتے رہیں اور رجوع کرتے رہیں۔ چنانچہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ میں تمہ کو طلاق دے گا اور رجوع کرتا ہوں گا کہ ہر بار جب مدت گزرنے کے قریب ہوگی رجوع کروں گا حضرت عائشہ صدیقہ پہ من کر خاموش ہو رہیں پھر حضور علیہ السلام سے اس کے متعلق عرض کیا کہ آپ اس آیت کا پسلا جملہ ہاسن منکج جمل ہولہ (دوسرے متعویذ کی رو سے) فرمائیے کہ (2) جیلہ جنت عبد اللہ ابن ابی حضرت عائشہ بن قیس کے نکاح میں تھیں اور اپنے شوہر سے سخت نفرت کرتی تھیں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت لائیں اور کسی طرح بھی ان کے پاس جانے پر راضی نہ ہوئیں۔ تب حضرت طاہرہ کو بلا کہ یہ سب وہ لفظ کہا ایک انہوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ میں نے ان کو ایک پہل دیا ہے اگر یہ میرے پاس نہیں رہتا چاہیں اور مجھ سے علیحدگی ہی چاہتی ہیں تو وہ پہل مجھ کو واپس کر دیں میں انہیں آزاد کر دوں جیلہ نے کہا کہ مجھے شکور ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی بددیہی۔ تب اس آیت کو پچھلا جملہ دلا حل سے آخر تک اتر کر آپ نے فرمایا کہ زیلولی کی ضرورت نہیں۔ صرف ان کا بغیر ہی بدیہی کر دو۔ چنانچہ انہوں نے پہل واپس کیا اور حضرت طاہرہ نے طلاق دے دی۔ اس طلاق کو طلع کہتے ہیں۔ (خرائن و معراج ابن ہودہ متعویذ فیہ) اسلام میں یہ پہلا طلع ہو یہود و نود شریف کتب و متعلق پہل و طلع میں ابن ابی صائب کا نام حیرت سلی بتایا اور فرمایا کہ ان کے شوہر طاہرہ بن قیس نے ایسا لاکہ ان کی ہڈی ٹوٹ گئی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر طلاق کی طلبہ ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

تفسیر: الطلاق موتی، الطلاق میں انقسام عدی ہے اور اس سے یا تو اس طلاق رجعی کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر  
مکمل آیت میں اشارہ سمجھنا احق ہو لیکن اس صورت میں مرتب سے دو بار مردوں اور اس سے طلاق رجعی کی حد تک  
مقصود اور اس کا طلاق مکمل آیت سے ہے یعنی وہ طلاق رجعی جس میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ وہ عدیوں کے تیسری کے  
بعد طلاق منقطعہ جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا۔ یہی معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ آیت طلاق  
رجعی کے احکام کے بعد ہے چاہئے کہ رجعی کی حد تک اس ہی پہ اطلاق حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے اس صورت میں  
طلاق عورت کی صفت ہے۔ طلاق خلع و مکارہ کا نام ہے اور صدر و بدولی عورت کی صفت یعنی طلاق و مکارہ کا نام ہے اور  
طلاق یا عورت کامل مگر طلاق عینی حاصل صدر یہ عورتوں کی صفت ہے یہ بھی باطل ہے کہ اس انقسام سے طلاق شرعی  
کی طرف اشارہ ہو۔ اور طلاق سے طلاق و مکارہ کا نام ہے کیونکہ آگے اس کا لفظ قریح نکلا کہ لفظ عدیوں بھی صدر  
ہی ہیں اس صورت میں مرتب سے مرد و بارہ گاہیے لاجع البعد کو تن اور طلاق عینی حلیق ہو گا جسے اسلام عینی  
حلیق۔ یعنی طلاق شرعی طبعہ و طبعہ نہ کہ ایک مدت میں یہ بھی خبر عینی امر ہے لا ساک و معروف اساک مکہ

[illegible]

خوش ہو یا بدی یا حاکم یا عاتق المسلمین فلا ولینک ہم الظالمون ہم سے صبر کا فائدہ ہو یعنی حد سے بڑھنے والے ہی ظالم ہیں نہ کہ حد کے اندر رہنے والے۔

**خلاصہ تفسیر :** طلاق رجس جس میں مرد کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ وہ طلاقیں ہیں پھر یا تو موبہللی کے ساتھ عورت کو روک لے کہ رجوع کر لے یا نکلی کے ساتھ پھوڑے یا تیسری طلاق دیکر یا رجوع نہ کر کے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ شرعی طلاق الگ الگ حدود فقہ طلاق سے ہے نہ کہ ایک ساتھ اس کے بعد مرد کو وہ حق ہیں موبہللی سے روکنا اور احسان سے پھوڑا نہ نکالنے کے واسطے نہ روکے اور پھوڑے وقت عورت کے سارے حقوق لو اکڑے۔ پھر اس کے موبہ بیان نہ کرے نہ عورت مرد کے موبہ کا اعلان کرتی پھرے بلکہ دونوں ایک دوسرے کے موبہ چھپائیں۔ وہ نے جو رجوع مرد کے حطلق فرمایا ہن لباس لکم وانتم لباس لهن وہاں تھما لباس یعنی عیب پوش ہیں اور تم ان کے لباس موبہ پوش ہو یہ صفت بہر حال رہتی چاہئے اگرچہ اب نکاح ختم ہو گیا مگر اتنے روز ساتھ رہنے کا حق یہی ہے کہ وہ فوں میں سے کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے۔ اور نہ شوہر! تمہیں یہ جائز نہیں کہ تم عورتوں سے موبہ فیرو دی ہوئی چیز واپس کر لو پہلی عیب خوف ہو کہ میں بدی آئیں کے شرعی حقوق توا نہ کر سکیں گے۔ اس صورت میں طلاق کرنے پر کوئی گناہ نہیں جس کی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو بطور فدیہ کچھ مل دے کہ طلاق حاصل کر لے۔ اس طرح کہ عورت تو موبہ کمال دے اور موبہ عورت کو طلاق دے۔ یہ بھی آپس کے تفسیر سے ہو گیا یہ مطلب نہیں کہ طلاق میں عورت سے مل دے یا غلہ نہ راضی ہو یا نہ ہو طلاق ہو گئی یا عورت نے خود اپنے پر طلاق واقع کر لی جیسے آج بعض بیوانوں نے سمجھا ہے کہ وہ یہ عورت میں داخل کر دیا اور طلاق ہو گئی۔ مولا اللہ نہ یہ بلکہ عاتق اللہ نہ شوہر کو لینا گناہ یہ اللہ کی قائم فرمائی ہوئی ہے یہ ہیں۔ ان کے اندر وہ آگے نہ جھکے جو لوگ اللہ کی حدود کو توڑ کر آگے نکل جاتے ہیں وہ بڑے ظالم ہیں۔

**فائدے :** اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: اپنی مطلقہ بدی کی غیبت نہ کرے اور نہ اس کے ظاہر کیا پوشیدہ عیب ظاہر کرے۔ بعض لوگ طلاق دے میں طلاق دینے کی وہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ عورت سخت زبان و رازنا فرمان ہے یا بد چلن ہے یا مجھے اس عورت سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ یہ فائدہ ہے شاید مجھے نہ ہو دیکھا دے یا کسی اور سے موبہ دے و فیرو فیرو سخت ناجائز ہے وجہ لکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں صرف طلاق کے الفاظ کھوسوچ کہ تم نے تو اس کے موبہ گناہ سے اس نے تھما دے موبہ کس کا فائدہ لکھے۔

**حکایت :** ایک بزرگ کے گھر میں اکثر جنگ رہتی تھی۔ لوگوں نے اس لڑائی کی وجہ پوچھی۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے خانگی معاملات سے تمہیں کیا تعلق۔ کچھ دنوں بعد انہوں نے طلاق دے دی۔ لوگوں نے پوچھا اب تو تباہ۔ تم میں لڑائی کیوں ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ غیر عورت کی عیب جوئی کا مجھے کیا حق ہے۔ وہ سراسر فائدہ لڑنے میں بھی شرعی حدود کا لحاظ چاہئے۔ دیکھو میں پھوڑے پر بھی احسان کی پابندی لگا دی۔ تیسرا فائدہ: سخت ضروری ہے کہ طلاقیں علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے دو تین طلاقیں دے و ناجزام ہے۔ دیکھو میں فرمایا گیا۔ الطلاق موئن جس سے معلوم ہوا کہ طلاق رجس الگ الگ ہوں۔ تیسری کے بارے میں آگے ارشاد ہو رہا ہے۔ فان طلقھا (زوج الیہا ہو کہیں) چوتھا فائدہ: اگرچہ چند طلاقیں

ایک دم حرام ہے۔ لیکن اگر کسی نے ایک دم دے دیں تو قیام واقع ہو جائیں گی۔ جس پر قرآنی آیت اور حدیث محمدیہ اور  
 اتول طلاق کو لے کر ہیں۔ رب فرماتا ہے ومن بعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدوی لعل اللہ یصلت بعد ذلک  
 امواہن کا مطلب یہ ہے کہ کبھی طلاق دینے والا طلاق دیکر شرمندہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا علاج نہیں کر سکتا اگر ایک دم تین  
 دینے سے ایک ہی واقع ہوئی تو درست کے کیا معنی (نہوی کتاب النکاح)۔ اس جگہ بھی یہی ارشاد ہوا کہ طلاق کی حد میں توڑنے  
 والا یعنی طلاق ایک دم دے دینا ظالم ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اگر ایک طلاق واقع ہوئی تو یہ ظالم کیونکر  
 ہوگا۔ (2) طبرانی و بیہقی نے روایت کی کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ رضیہ کو ایک دم تین  
 طلاق دے دیں بعد میں خبر ملی کہ وہ ست روٹی ہیں تو فرمایا کہ اگر میرے والد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہو تاکہ جو  
 کوئی ایک دم تین طلاق دے دے تو وہ عورت بغیر طلاق کے اسے جائز نہیں تو میں اس سے شروع کر لیتا۔ (3) ابن ماجہ میں ہے  
 کہ طلاق تین قیس کو حق کو شوہر نے تین طلاق دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو جائز کہلا دیا (4) مالک و شافعی  
 اور ترمذی و بیہقی نے مسند ابی ہاشم سے روایت کی کہ ابو ہریرہ اور عبد اللہ ابن عباس کی خدمت میں ایک سوال ہوا کہ جو  
 کوئی اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے ہوا اگر کسی  
 اور تین حرام کر دیں گی کہ بغیر طلاق نکل جانی درست نہ ہوگا۔ عبد اللہ ابن عباس نے اس کی تائید فرمائی۔ (5) بیہقی نے بسام  
 حدیث سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ثلاثی سے یا جلن بوجہ کر تین طلاق دے دے تو وہ  
 عورت اس پر حرام ہوگی۔ (6) اسی بیہقی نے مسلمہ ابن جعفر انس سے روایت کی کہ میں نے امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہ  
 سے پوچھا کہ کیا آپ یہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی تین طلاق ایک دم دے اسے ایک ہی ہوگی۔ فرمایا مسند اللہ ہم نے یہ بھی نہ کہلا  
 تین دے گا اس کی طلاق تین ہی ہوں گی۔ (7) مسلم کتاب النکاح میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ قانون منظور آیا  
 کہ ایک دم تین طلاق تین ہی ہوں گی۔ (8) اس کی شرح نہوی میں ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع کیا اور ظاہر بات ہے کہ  
 صحابہ کرام بھی طلاق تین نہیں کر سکتے۔ (9) نیز جب شوہر کو تین طلاق دینے کا حق ہے تو کیوں ہے کہ وہ تین دے اور ایک  
 نہ دے بلکہ کاغذ صرف مستحب ہو چکا ہے۔ (10) فصل کے حرام ہونے سے قانون نہیں بدلتا۔ تین طلاق ایک دم میں طلاق سخت  
 منع ہے مگر بعد سے طلاق واقع کیوں نہ ہوں جو رے کی چھری سے جان و زن کا حرام ہے لیکن اگر کوئی کرے تو باوجود عین  
 حلال ہو جائے گا۔ اس کی پوری بحث تفسیر روح البطل میں اسی جگہ اور نہوی شرح مسلم کتاب النکاح میں دیکھو۔ (11) جسور طلاق  
 خصوصاً چاروں امام امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ ایک دم تین طلاق دینے سے تین ہی  
 واقع ہوں گی۔ لہذا مسند ابی ہاشم کی خلاصہ کرنا گریہ ہے۔ پانچواں فائدہ: ہوں تو یہ۔ یعنی کسی کو کچھ دے کر لڑ جائے  
 بیوی منع ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی کو کچھ دیکر دلہن لے۔ وہ اس کے حق کی طرح ہے جو کر کے چاہنے لے  
 (بخاری و مشکوٰۃ) مگر شوہر بیوی میں سے جو کوئی دے دے ہرگز دلہن نہیں کر سکتا جیسا کہ اس آیت سے معلوم  
 ہوا کہ شوہر بیوی کو دیکر کچھ نہ لے سوائے طلاق کے۔

مسئلہ : چند چیزیں برہ کی دہی مجاز کر دیتی ہیں۔ (1) زیادتی۔ (2) موت۔ (3) عرض۔ (4) ملک سے نکل جانا۔ (5)

[illegible]

پہلا اعتراض : اس کی کیلوج ہے کہ موہر طلاق دینے میں کوئی پابندی نہیں اور عورت پر طلاق لینے میں بل کی پابندی ہے  
انصاف تو یہ تھا کہ دونوں کا یکساں مل ہو۔ (آریہ) جواب : اس لئے کہ نکاح کے وقت عورت کو مولو لیا گیا نہ کہ  
عورت سے موہر۔ پھر عورت کا سارا خرچہ موہر کے ذمہ ہوا نہ کہ عورت کے ذمہ موہر کا سبب جب کہ عورت بخلورہ سے ہے  
دھن کی کہ نکاح سے نکلتا چاہتی ہے تو اس کا خرچہ واپس دے۔ عورت کا نکاح پر خرچ ہی کیا ہوا تھا تاکہ عورت سے دلایا جائے مسئلہ

خلع میں اضافہ ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ طلاقیں الگ الگ دی جائیں لہذا جو کوئی چند طلاقیں ایک دم دے دے تو چاہئے کہ ایک ہی طلاق واقع ہو۔ (2) مسلم کتاب طلاق میں عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے من کو تین طلاقیں قرار دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ من طلاقوں کو تین مانا صحابہ کرام کا قیاس ہے جو کہ حدیث مرفوعہ کے متعلق معتبر نہیں نیز حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رکنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ حضور علیہ السلام نے من کو رجوع کرنے کا حکم دیا نیز عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو جنس میں تین طلاقیں دی تھیں جو حکم نبوی سے واپس لی گئیں تو اگر تین طلاقیں واقع ہو جائیں تو رجوع کیسا نیز جو کوئی اعلان میں چاروں قسمیں ایک بار کھائے تو وہ ایک ہی قسم بنی جاتی ہے یا عمرو پر ساتوں تنگ کر ایک دم بار دے تو وہ ایک ہی رہی جاتی جائے گی اور چھ تنگ کر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ نیز جو کوئی درود شریف اس طرح پڑھ دے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرة تو اس کا درود ایک ہی ہو گا نہ کہ ہزار تو چاہئے کہ اگر تینوں طلاقیں ایک دم ہی دے دی جائیں تو ایک ہی واقع ہونے کہ تین۔ من و لاکل سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہوں گی۔ (فیر مقدس) انشاء اللہ اس تفصیل سے فیر مقلد بھی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جیسے ہم نے من کی بدولت میں بیان کر دیا۔ جواب: (1) اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاقیں ایک ہوں گی لہذا تو طلاق مرتن کے معنی میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ طلاقیں رجوع و تنک ہیں پھر پہلے معنی کی بنا پر بھی حکم یہ ہو گا کہ طلاق الگ الگ دی جائے یہ مطلب کمال سے نکلے گا کہ ایک دم چھ طلاقیں دی ہوئی ایک ہی ہوں گی مسلم کی روایت صحیح ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جو لوگ طلاق اس طرح دیتے تھے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق طلاق۔ من چھلی دو طلاقوں سے پہلی ہی طلاق کی تاکید کرتے تھے۔ الگ طلاق کی نیت نہ کرتے تھے لہذا طلاق ایک ہی واقع ہوتی تھی۔ لب بھی اگر کوئی ایسے ہی اس نیت سے طلاق دے تو بھی ایک واقع ہوگی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تین طلاقیں ہی دینے لگے۔ اور مسئلہ کی صورت بدل گئی۔ لہذا آپ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ حکم دیا کہ لب طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی ورنہ صحابہ کرام کا خلاف حدیث پر اجماع کیسے دیکھو نووی و مروج العالی وغیرہ نیز ابو داؤد میں انیس عبد اللہ بن عباس کی روایت اس طرح ہے کہ جو کوئی غلوت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاقیں تین دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور لب بھی یہی حکم ہے کہ جو کوئی غلوت سے پہلے یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق ایک ہی واقع ہوگی۔ کیونکہ اس عورت کی عدت نہیں۔ پہلی طلاق بولتے ہی وہ نکاح سے بالکل ہی خارج ہو گئی۔ لب طلاق کس پر پڑے۔ طلاق کے لئے قیام نکاح چاہئے۔ مسلم کی حدیث کا بھی یہی مطلب ہو سکتا ہے نیز ہم اس آیت کے فوائد میں بتا چکے کہ عبد اللہ بن عباس کا پلندہ سب یہ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔ اور جب درودی کلمہ سب اپنی روایت کے خلاف ہو تو معلوم ہو گا کہ وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ ہے نیز رکنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی صحیح روایت یہی ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو ایک ہی طلاق دی تھی۔ تین کی روایتیں بالکل ضعیف ہیں۔ دیکھو نووی شرح مسلم کتاب طلاق۔ نیز طلاق کو اعلان کی گواہیوں اور ری کے چھروں اور درود شریف پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ وہاں فعل حضور ہے نہ کہ فعل کا اثر اعلان کی ہر قسم ایک گولہ کے قائم مقام ہے۔ جب زبانیں گولہ چار چاہئیں تو اس کا قائم مقام یعنی قسمیں بھی چاری ہوں۔ ایسے ہی عمروں کے چھروں سخت کی بیوی ہے اور چھ نکہ حضور علیہ السلام نے ایک ایک کر کے سات بار بار دے دیں تو چاہئے کہ ہم بھی

ایسی باتیں درود شریف میں بھی ٹولہ بتدریج ملتا ہے۔ ہزار بار درود شریف پڑھنے میں زیادہ محنت ہے اور ایک دفعہ الف  
موتہ کہہ دینے میں اتنی محنت نہیں لگتا اس کا اثر بھی گفتگ اور طلاق میں فعل مقصود نہیں نہ اس پر کوئی ٹولہ ہے بلکہ اسے ان  
مسکوں پر قیاس کیل کر کے ہو۔ نیز طلاق میں احتیاط یہ ہے کہ تینوں واقع ہو جائیں۔ طلاق سے بچنے میں غور و خوض نہیں مگر حرام  
کرنے میں سخت غور و خوض ہے اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوں اور ہم عورت کو علیحدہ کر دیں۔ تو اس میں کیا حرج ہو۔ لیکن اگر طلاق  
تین ہو چکی ہوں۔ اور ہم اسے رکھ لیں تو ہم حرام کار ہیں لہذا اس سے علیحدگی ہی بہتر۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم  
ہو کہ غلو نہ اپنایا ہو لہذا بیوی سے واپس نہیں لے سکتا کہ لڑکا باطل لکھ ان لا تاخذوا منہا انتصوا منہا تو چاہئے  
کہ اور کوئی بل عورت کے پاس ہو تو لے سکتا ہے یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ جواب: آیت کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہاریوں کو دے  
چکے ہو وہ بھی واپس نہ لوچہ جائیکہ اللہ مر لیل جو پہلے ہی سے ان کا ہے کہ اس کے لینے کا رسول ہی واپس ہو نہ خیال رہے  
کہ عورت کی ملکیت چار قسم کے مل ہوتے ہیں ایک تو اس کا بل جو اسے میراث یا اپنی جائز کٹائی سے طلاق سے اس کے بچے کا  
بل جیڑو فیو۔ تیسرا اس کے ساس سر کلوا وامل جو وقت نکل از پود فیو دیا جاتا ہے جسے چھو لگاتے ہیں۔ چوتھے خود غلو  
کلوا وامل جو غلو غلو ان میں سے کوئی بل اس سے واپس نہیں لے سکتا چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ  
مواہب دیا وامل عورت سے بھی اور کسی طرح نہ لے تو چاہئے کہ اس کے مرے بعد میراث بھی نہ لے اور اگر وہ اپنا موہو  
بخوشی دے وہ بھی نہ لے کیونکہ لا باطل مطلق ہے۔ جواب: بل جیڑو وامل واپس لے کر لو ہے۔ میراث کی صورت میں غلو  
نے خود واپس نہ لیا۔ بلکہ شریعت نے دلایا اور خوشی دینے کے حلق وہ آیت کریمہ ہے فان طین لکم عن ہیء منہ  
ملسا فکلوه حیثا صرنا اگر یہ بات بخوشی تمہیں کچھ دے دیں وہ تم کھاؤ ورجعہ چاہیو یا عید اللہ لیکن ہاں فرماتے ہیں  
کہ وہ مل مبارک ہے کوس میں شفا ہے۔

تفسیر صوفیانہ : اللہ و لے ایک بار درجوں پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہیں چھوڑتے بلکہ چشم پوشی کرتے ہیں اور جب بار بار  
خطا کرتے ہیں اور ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو بھی کوئی اور مصلحتی کے ساتھ علیحدگی اختیار کرتے ہیں گویا ان کے ساتھ رہنا  
بھی مصروف سے ہوتا ہے اور علیحدگی بھی احسان سے۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ خضر علیہ السلام نے دو بار موسیٰ علیہ السلام سے  
درگزر کی اور تیسری بار میں جب علیحدگی اختیار کی تو یہ فرمایا ہذا لواق منی و منک یہ ہماری قسمی ہدائی ہے اور حق  
محبت لو اکرے کے لئے ان کے سوالات کے جوابات دیکر واپس کیا۔ یہاں بھی حکم فرمایا جا رہا ہے کہ اے رسول اپنی زوجہ یعنی  
ہنس لادہ کو آگے سے چھوڑ کر لولا اس سے درگزر کر کہ عارضی علیحدگی اختیار کر۔ اور جب ہنس اپنے جرم سے باز آجائے تو  
رجوع کر لے مگر جب ہنس لادہ کی سرکشی اس قدر بڑھ جائے کہ اس کے ساتھ شرعی حقوق لوانہ ہو سکیں تو پھر اس سے گزشتہ  
گناہوں کا فائدہ نہ لے کر اور اس کے حقوق لو اکر کے اس سے علیحدگی اختیار کر لے یعنی اسے اپنے غلو دل میں نہ رکھ کیونکہ  
ہمراہی بیوی سے ممکن کی آلودی نہیں بلکہ ہمراہی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر پاکدامن بیوی اپنی طبیعت کے خلاف ہو  
تو اس کے ساتھ بھلا کر باجاء ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

ہر کہ زن طلاق شوم را دلو طلاق  
از مزید طلاق قدم بیرون نہ  
بمقتضی نہ بود بزرگ میں نلی طلاق  
تد وحت کند قسم وصل استحق

حکایت : ایک بزرگ کی بیوی بہت غلامہ تھی عمرہ اس کے عظم پر مبر کرتے اور اس کی خدمت کرتے تھے جب وہ مر گئی تو لوگوں نے انہیں دوسرے نکاح کا شورہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا خدا کر کے میں اس مصیبت سے چھوٹا ہوں۔ اب مجھے سوچ کر۔ ایک ہفتہ بعد خواب میں دیکھا کہ آسمان سے کچھ لوگ اتر رہے ہیں اور ان کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ مخوس ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم مجھے مخوس کیوں کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ پہلے تمہارے اہل بھائی کے ساتھ جاتے تھے۔ اس ہفتہ میں تم اس سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے اٹھتے ہی کہا کہ دو سوا میرا جلد نکاح کر تو چنانچہ اس کے بعد وہ پیشہ دریا تین بیویاں رکھتے تھے۔ (روح البیان)۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۖ فَإِنْ

پس اگر طلاق کرے اس کو تو نہیں حلال ہے واسطے شوہر کے اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے عورت شوہر سے سہا اس  
بیمرا اگر تیسرا طلاق کرے وہی تو ابیدہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا

طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ

کے پس اگر طلاق دے جس نہیں ہے گناہ کو پہلے دو دن کے یہ کہ رجوع کر لیں اگر گمان کریں یہ کہ قائم رکھیں حدیں  
اگر طلاق دے دے تو ان دو دنوں پہلے نہیں کہہ سکتے کہ آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں بنائی گئی ہیں اور یہ

اللَّهُ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

اللہ کی اور یہ حدیں ہیں اللہ کی فرمائیں واسطے اس قوم کے کہ جانتی ہے :

اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے ، ان کی حدود کے لئے ہے :

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت میں طلاق رجعی اور ہائے کے احکام بیان ہوئے۔ رجعی کے احکام تو پہلے جملہ میں اور ہائے کے احکام نکلے کے ضمن میں دوسرے جملہ میں۔ اب طلاق کی تیسری قسم یعنی طلاق مطلقہ کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ وہ طلاق تک شوہر کو روکنے اور چھوڑنے کا حق ہے۔ اب چھوڑنے کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیتوں میں طلاق پر کچھ پابندیاں لگائی گئی تھیں کہ فرمایا گیا تھا کہ صرف دو طاؤس تک شوہر کو رجعی کا حق ہے۔ اب اسی مسئلہ طلاق پر ایک اور بڑی پابندی لگائی جا رہی ہے۔ اور اشارہ ہو رہا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد عورت نکاح سے بالکل غی ملیدہ ہو جائے گی نہ کہ جاہلیت کی طرح سو طلاق میں

آزاد نہ ہوں گے کہ جیسا ہیں۔ چہ رہیں اور رجوع کرنے ہیں۔

**شان نزول :** عائشہ بنت عبد الرحمن رضی اللہ عنہا اپنے دو سب کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے تین طلاقیں دیں انہوں نے عدت گزار کر عبد الرحمن ابن زبیر قرظی سے نکاح کر لیا۔ وہ کچھ دن حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دو سرے شوہر کی شکایت کرنے لگیں کہ وہ بامسویہ ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹنا چاہتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں تب ہی آیت اتری۔ اور حضور علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ جب تک کہ وہ سر شوہر صحبت نہ کرے تب تک تم پہلے شوہر کے پاس نہیں جا سکتیں۔ اور جو نکاح بقول تمہارے یہ بامسویہ ہیں وہ اتم الہی رضی اللہ عنہ کے لئے حلال نہیں۔ (در مشکوٰۃ و معراج طحاوی)

**تفسیر :** فان طلقها اس کا تعلق رجعی اور ظلی کی دو طلاقوں سے ہے اور ف مطلقہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ تیسرا یا چوتھا نکاح ہو جائے یعنی پس اگر شوہر نے نہ دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی تو وہ دو طلاقیں جو فرض مل ہیں (ظلی یا ظاہری) یعنی رجعی۔ ف سے اشارہ اس جانب ہے کہ پہلی دو طلاقوں کی طرح یہ تیسری بھی طہرہ ہی ہوتی چاہئے نہ کہ ایک دم فلا تفعل لہ من بعد اس کا مقابل طلاق دلی عورت ہے اور نہ کامرئج اس کا شوہر بعد کا طہرہ لے۔ چاہئے نہ کہ تیسری طلاق کے بعد وہ عورت اس شوہر کو کسی طرح حلال نہیں نہ تو رجوع سے اور نہ دوسرے نکاح سے حتیٰ تکفیر زوجا عہدہ حتیٰ حرمت کی حد ہے۔ نکاح کا مطلقہ ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں صحبت اور شری معنی ہیں عقد حسب اس کا مفہول اجنبی ہو تو معنی نکاح ہو سکتا ہے۔ اور حسب اس کا مفہول نذر یا نذر ہو تو معنی صحبت تکفیر امرتہ کے معنی ہیں عورت سے نکاح کی تکفیر نذر کے معنی ہیں اپنی بیوی سے عزل کیا۔ یہاں یہ کہ نذر جائز ہے۔ اس لئے صحبت کے معنی میں ہے۔ (کیا اگرچہ وہ رجعی یا ظاہری شوہر نہ ہو مگر جو نکاح آئندہ بنے وہ طلاق اس لئے اسے نذر کہہ دیا گیا اور اگرچہ صحبت کی بنا پر نکاح ہے نہ کہ عورت کا اس کا کام نہ صحبت کرنا ہے مگر جو نکاح عورت اپنے پر شوہر کو قبول دیتی ہے اس لئے یہاں نکاح کو اس کی طرف نسبت کیا گیا اور ممکن ہے کہ نکاح معنی نکاح ہی ہو اور صحبت کی قید حدیث شریف سے لٹک جائے مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ شان نزول کے مطابق ہیں یعنی طلاق دلی عورت اس شوہر کو اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ سرے شوہر سے صحبت نہ کرے۔ فان طلقها یہاں ظلی کا مقابل دو سرے شوہر ہے۔ ان فرما کر اور اشارہ کیا کہ اس کی طلاق مشکوک چاہئے نہ کہ قطعی فلا جناح علیہما ان یتراجعا۔ طہرہ کامرئج یہ عورت اور اس کا پہلا شوہر ہے۔ اور نہ رجوع کا طہرہ لے ہے معنی لوٹنے یہاں عورت کا شوہر کی طرف اور مرد کا عورت کی طرف سے نکاح سے لوٹنا مراد ہے۔ یعنی اگر شوہر ظلی بھی بعد صحبت سے طلاق دے دے تو جب شوہر اول اور اس عورت کو دوبارہ ملنے نہیں مگر شرطیکہ ان لنا ان یتراجعا۔ حدود اللہ عن کے حقیقی معنی ہیں مگر ان کے ہاں بھی معنی ظلم بھی آتا ہے یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کیونکہ آئندہ کا کسی کو یقین نہیں۔ حدود اللہ سے نذر میرے کے شری حقیقی مراد ہیں۔ یعنی اگر حدود ان کے یہ ممکن کریں کہ آئندہ شری حقیقی لو آکر نکلیں گے۔ خیال رہے کہ یہ جو نذر جو شری شرط نہیں بلکہ مکلف سے بچنے کی شرط ہے کہ اگر بدعتی سے بھی رجوع کیا تو نکاح تو ہو ہی جائے گا مگر نہایت محکم ہو گا و لکن حدود اللہ ظاہر یہ ہے کہ تک سے ان سارے احکام کی طرف اشارہ ہے جو اب تک بیان ہوئے اور حدود سے یا تو شری احکام مراد ہیں یا حد بدعتی۔ یعنی یہ تمام احکام اللہ کے احکام ہیں ان کو بدعتی لے کر لا سخت مگر یہ ہاں یہ حد کی طرف کی ہو سکتی ہیں۔ جو انہیں تو لے

اس کی خیر نہیں ہر چیز کی خیر ہی میں ہے کہ ہر چیز اپنی حد میں رہے۔ دریا حد میں ہے تو خیر ہے حد سے باہر ہو کہ طوفان آیا آگ چلے گئی حد میں رہے تو خیر ہے اس حد سے نکلے کہ گھر جلا کر چور لے مکمل کی حد پار کی تو چور ہی ہوئی دشمن کی فوج اپنے پلاؤ میں گھسی کہ جنگ ہوئی ہوں ہی اگر غزوے طالع و حرام کی حد توڑی کہ شامت آئی آج مسلمانوں پر ہی ٹھہری ہے کہ وہ حد میں توڑ چکے ہیں ملک حدود اللہ بہت مشکل کاغذ ہے ویسا للہوم معلومون ہیں۔ تبیین سے بتا۔ جس کے معنی ہیں خوب جان کر لیا آہستہ آہستہ جان کر لیا واقعی طلاق کے احکام خوب وضاحت سے بیان ہوئے اور آہستگی سے آئے تاکہ لوگوں کو دشواری نہ ہو کیونکہ عرب عورتوں کے معاملہ میں بہت آزد و واقع ہوئے تھے وہ ایک دم پوری پابندی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے طلاق کے احکام بہت آہستگی سے آئے نیز جتنی تفصیل سے طلاق و نکاح کے احکام بیان ہوئے اتنی تفصیل سے دوسرے احکام بیان نہیں ہوئے کہ نکاح و طلاق پر نسل و نسل کا کیا ہے۔ تقوم کلام نفع کا ہے اور ہو سکتا ہے کہ صلہ کاہن اور حطون سے علماء یا سمجھدار لوگ یا مسلمان مرد ہیں کیونکہ احکام سمجھ علماء کافی کام ہے لہذا اعرام مسلمان صرف قرآنی آیات سے خود مسائل نہ معلوم کریں بلکہ علماء سے پوچھ کر عمل کریں مسئلہ قرآن و حدیث کلی ہو گا مگر اس پر عمل علماء کی ہدایت سے ہو گا طبیب و ملکی کی کتب دیکھ کر خود علماء نہ کہو بلکہ کسی طبیب و ملکی کے مشورہ سے عمل کرو تو قرآن و حدیث تو طبیب و ملکی کی کتابیں ہیں یہ تو ضرور کسی کے مشورہ سے قتل عمل ہیں سمندر میں موتی نکالنے کے لئے خود چھلانگ نہ لگاؤ بلکہ سمندر کے موتی کسی جوہری کی دوکان سے خریدو۔ نیز مسلمانوں پر ہی یہ احکام جاری ہوں گے نہ کہ کفار پر۔ ان کو مذہبی آزدی دی جائے گی ان کے نکاح و طلاق پر ہم جبراً شرعی قانون جاری نہ کریں گے خیال رہے کہ قوم لفظاً واحد اور معنی جمع ہے۔ اسی لئے حطون جمع فرمایا گیا یعنی رب تعالیٰ ان قوانین و احکام کو صاف صاف مسلمانوں یا سمجھدار اہل علم کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ اس پر عمل کریں۔

خلاصہ تفسیر : اگر خلوع اپنی بیوی کو دو طلاقیں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ دو طلاقیں بیوض مل ہوں یا بلا مخلوفہ تو یہ عورت اسے کسی طرح طالع نہیں۔ جب تک کہ دوسرے شوہر سے محبت نہ کرے مگر اگر دوسرا شوہر بھی محبت کر کے اسے طلاق دے دے تو اب پہلی حالت کی طرف لوٹ جانے میں ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ انہیں یہ گناہ عائد ہو کہ آئندہ زوجیت کے شرعی حقوق یہ دونوں لوگ کریں گے اگر جھگڑے اور فساد کی نیت سے دوبارہ نکاح کیا تو سخت گناہ ہوئے۔ یہ سارے کام اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں کہ سمجھداروں کے لئے اسے خوب واضح طور پر بیان فرمایا ہے جو ان سے آگے بڑھے مجھ سخت سزا کا مستحق ہے۔

قائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ : طلاقیں الگ الگ چاہئیں نہ کہ ایک دم جیسا کہ ف سے معلوم ہوا دوسرا قائدہ : طالع دوسرے شوہر کی محبت سے ہو گا نہ کہ موتی کی محبت سے جیسا کہ لہ جائیغوب سے معلوم ہوا۔ یعنی اگر کوئی عورت کو طلاق مضطرب دے گئی اور اس کے بعد موتی نے محبت کر لی تو اس سے شوہر کے لئے طالع نہ ہوگی۔ تیسرا قائدہ : اگر طلاق دینے والا شوہر طلاق مضطرب کے بعد اپنی بیوی کو عہد لے تو اس سے جتنی ملک بھی محبت نہیں کر سکتا جیسا کہ لہ تعل کے عموم سے معلوم ہوا۔ (روح المعانی) چوتھا قائدہ : ہاں عورت کے نکاح میں دلی کی شرط نہیں کیونکہ یہاں نکاح کا قائل عورت ہے۔ اگر ہاں عورت کا نکاح دلی ہی کرا تو یہاں یوں فرمایا جاتا کہ تین طلاق کے بعد پہلے خلوع کے لئے طالع نہیں

مندی کہ اس کے اولیاء سے خلوع سے نکاح کر لوں بہت نکاح کی طرف کرنے سے مطوم ہو اگر یہ عورت خود بھی نکاح کر سکتی ہے لہذا یہ ایک اختلاف کی دلیل ہے پانچویں قاعدہ: نکاح شرط طلاق سخت کر دیا ہے بلکہ نامہ ہونے کے نزدیک قاعدہ ہے جیسا کہ طاق کے ان سے مطوم ہونے پر چھٹا قاعدہ: طلاق میں سے شوہر کو طلاق کی بھی شرط ہے۔ جیسا کہ تنبیح کے بعد مذکور ہے۔

مسئلہ: : طلاق تین طرح کی ہیں۔ (۱) رجعی۔ (۲) بائنہ۔ (۳) مطلقہ ایک بارہ طلاقیں رجعی ہیں کہ حدت میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ خود عورت رضی ہو یا نہ ہو۔ وہ بارہ نکاح کی ضرورت نہیں مہم طلاق (۱) مطلقہ ایک بارہ ہے ایسی ہی ایک کئے سے بھی طلاق ایک ہو جاتی ہے کہ اس میں رجوع جائز نہیں۔ وہ بارہ نکاح لازم ہے طلاق کی شرط نہیں۔ تین طلاقیں مطلقہ ہیں کہ اس میں طلاق میں ضروری مسئلہ: طلاق کی صورت یہ ہے کہ عورت حدت گزار کر دے شوہر کو پہلے یا قریب طلاق سے نکاح کرے۔ پھر یہ بھی محبت کر کے طلاق دے پھر اس طلاق کی حدت گزار کر پہلے شوہر کے پاس آئے۔ محبت سے وہ محبت کر لوں جس سے فصل واجب ہو جائے۔ مسئلہ: طلاق کی دو طلاقیں ہی مطلقہ ہیں۔ مسئلہ: شرط طلاق نکاح کیا سخت ہے۔ حدت شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے طلاق کرنے کو کرانے پر لعنت فرمائی۔ حدت میں روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ طلاق کرنے والے کو لعنت ہوئے کہے کی طرح ہے مگر اس سے بھی طلاق ہو جائے کہ کیونکہ حدت شریف میں فرمایا گیا کہ لعنت اللہ علیہ لعنت تو فرمائی مگر محفل کہ اگر یہ طلاق درست ہی نہ ہو تو اسے محفل کیوں فرمایا جائے۔ مسئلہ: یہ لعنت اس صورت میں ہے جس طلاق کی شرط نکاح جائز ہے طلاق کہ کر نکاح کیا جائے اگر وہ سے نکاح میں طلاق کی صرف نیت ہو زبان سے کہہ نہ کیا جائے تو حرج نہیں۔ مسئلہ: حدت یعنی حدت کے لئے عارضی نکاح جائز ہے کہ نہ اس سے طلاق ہو اور نہ سے محفل کو محبت طلاق ہو کہ نہ حدت و خلوع شرعاً حدت ہی نہ طلاق میں حدت سے محبت کی قید ہے۔ اسی طرح تمام مطلقہ طلاق سے طلاق درست نہیں کہ ان نکاحوں سے خلوع شرعاً صحیح نہیں بلکہ اس طرح طلاق بچے کی محبت سے جو قریب بلوغ بھی نہ ہو طلاق درست نہیں کہ اگرچہ وہ حدت تو صحیح ہو گیا مگر اس سے محبت محفل محبت نہیں بلکہ حدت بھی محفل چاہتے اور محبت بھی کمال کیونکہ مطلقہ کمال پر محفل ہو گیا ہے۔ سوا کی قاعدہ: طلاق کے بعد جب عورت پہلے شوہر کے پاس آئے کی تو محفل نکاح اول کے پھر شوہر کو تین طلاقوں کا حق ہو گا جیسا کہ حدت سے مطوم ہونے پر حدت شریف میں مذکور ہے ان خصوصاً الی و لا اعتبار رجوع اور عود کبھی طلاق کو کئے ہیں اور کبھی طلاق یعنی پہلے نکاح جس تو خلوع تین طلاقوں کا ایک قاعدہ اب بھی تین ہی طلاقوں کا ایک ہو گا کہ عود اور رجوع کے معنی درست ہوں۔ مسئلہ: اگر شوہر نے وہ طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تو اب ایسی طلاق کا اختیار ہے کہ یعنی اب ایک طلاق ہی مفاد ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس صورت میں بھی عود سے شوہر سے نکاح کر کے پھر اس کی طرف لوٹی تو اسے سے تین طلاق بھی ملے گی مسئلہ: معز یہ ہے کہ صرف ایسی طلاق ہی جائز اور اگر تین طلاقیں دیا تو ہر طلاق میں ایک حدت سے پہلے طلاق سے شروع ہو گی ایک دم تین طلاقیں دے نہ سخت کر دے بلکہ طلاق کی بھی حدت ہے۔ مسئلہ: طلاق کے بعد طلاق کا استعمال شروع کر دیا۔

پسلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلع طلاق نہیں بلکہ طلع نکاح ہے اگر طلاق ہو تو طلاقیں چار ہوتیں۔ دو طلاقیں چار ہو جائیں۔ دو طلاقیں تو الطلاق موقوفہ دل اور تیسری طلاق دل اور جہنمی لاق طلاق کی حاکم کہ طلاقیں تین ہی ہیں نہ کہ چار۔ (شافعی) جواب : طلع کی طلاق من دو طلاقیں کے علاوہ نہیں بلکہ اس کی ایک صورت ہے اور مطلب یہ ہے کہ دو طلاقیں کے بعد خود بلا عوض رجوع ہو یا بطریقہ طلع یا نہ ہوں تیسری طلاق وہی تو بغیر طلاق درست نہیں اگر طلع ہو تو کلام بگڑ جائے گا کہ طلاقیں کے درمیان میں انجمنی چیز کا ذکر فصاحت کے خلاف ہے۔ دو سر اعتراض : حدیث شریف میں طلاق کرنا والے کو لعنت کی گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں طلاق کرنے والے سنگسار کروں گا جتنی میں ہے کہ عمن لہن رضی اللہ عنہ کے پاس طلاق کا مقدمہ پیش ہوا ایک شخص نے طلاق کرنا کہہ کر اس کو روکا اور وہ طلاق کر لیا تھا۔ آپ نے دونوں میں سے کسی کو طلعہ کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلع طلاق کا تہذیبی لفظ ہے اور لا یدع العطفی از لہما بلکہ (جواب : واقعی شرط طلاق طلاق کرنا یا زبان سے طلاق کرنا ہے نہ کہ طلع کرنا سخت گنہ ہے اور بے فیرتی ہے۔ من صحابہ کرام کو یہ سختی فرمائی کہ اگر طلع کر کے لئے قتل کر اس سے لازم ہے نہیں کہ طلع حلال نہ ہو بھی کہ وہ چیزوں سے بھی روکا جائے اور حرام کلمہ پر بھی احکام جاری ہو جاتے ہیں جس کی مثالیں ہم پہلے آیت میں دے چکے ہیں بلکہ تفسیر احمدی نے فرمایا کہ طلاق کی نیت کرنا بھی بستر نہیں۔ طلع جھگڑنے کے لئے چاہئے نہ کہ چار روزہ۔ تیسرا اعتراض : طلاق بڑی بے فیرتی ہے پھر اسلام نے اس کی اجازت ہی کیوں دی۔ (آریہ) جواب : طلاقیں روکنے کے لئے کوئی شریف قوی یہ گوارا نہیں کرتا کہ میری عورت دوسرے کے پاس جائے اس لئے دوسرے شوہر کی دہلی کی قید لگادی گئی تاکہ نہ دو سرا طلاق دینے پر راضی ہو اور نہ سلا سے اپنے پاس رکھنے پر۔ پڑھتی باپنے نوک پر بھی غور کرو کہ آپ کے رگسید اور ستیا رتھ پر کش باب چارم میں ہے کہ شوہر خود اپنی بی بی سے کہے کہ تو میرے علاوہ دوسرے قوی سے لولہ حاصل کر۔ اس سے بدھ کو یوٹی کیا ہوگی کہ اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالہ کیا جائے۔ اسلام میں طلاق کے بعد طلاق ہے۔ جب کہ وہ اس کی بیوی ہی نہیں رہتی۔ چوتھا اعتراض : طلاق اور حد میں کیا فرق ہے کہ حد بھی چار روزہ کے لئے ہوتا ہے اور طلاق بھی۔ پھر تم حد کو کیوں حرام کہتے ہو۔ (رافعی) جواب : یہاں فرق ہے حد و طلع طلاق ہے۔ اس میں یہی طلاق ہے کہ میں چار روزہ کیلئے طلع کرتا ہوں کہ اس حد کے بعد خود بخود علیحدگی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں رہتی یہ طلع باطل اور محض زنا ہے۔ طلاق میں یہ نہیں۔ یہاں طلع حوائجی ہوتا ہے پھر اگر شوہر خوش طلاق دے تب طلع کی ہوتی ہے پانچویں اعتراض : اس آیت میں طلاق کے بعد پہلے خلونہ سے طلع کرنے کے لئے یہ قید لگائی کہ دونوں خلونہ ہی کو حدود میں قائم رکھنے کی امید قوی ہو تو چاہئے کہ اگر یہ امید نہ ہو تو رجوع جائز ہی نہ ہو اور اسی رجوع کے بعد صحبت نہ ہو۔ حالانکہ شریعت میں طلع درست ہوتا ہے۔ جواب یہ قید رجوع کے لئے نہیں بلکہ لاجلہ کے لئے ہے یعنی اگر بعد کا گنہ غالب ہو تو رجوع میں گنہ نہیں اور اگر قبل کا گنہ غالب ہو تو رجوع کرنے میں دونوں یا جوہ نیت ہونا گنہ ہو گا۔ لہذا آیت واضح ہے۔

تفسیر صوفیانہ : طلع طریقت کو چاہئے کہ مہربانی کی ایک حد غلطیوں معاف کریں مگر جب عسوس کرے کہ یہ مہربان کلمہ ہی ہو چکا اس سے بالکل قطع تعلقی کرے اور پھر وہ سختی ہی عاجزی زاری کرے مگر اسے اپنے سے نہ ملے بلکہ اس سے کہ کچھ دن بھر میں کے ساتھ نہ کروں گا نہ یہاں کچھ پھر جب تمہیں من کی حرکت سے چوری فرت ہو جائے تب میرے پاس آنا کہ تمہیں

ہادی محبت کی قدر ہو اور پھر تم سے ہزاروں۔ کبھی فرق بھی ذریعہ وصل دلائی ہو جانتے ہو اور پھر وصل کی قدر ہوئی ہے۔  
(از منہ طبریان)

حکایت : ایک لڑاکا گھر سے اگلے گھنٹوں میں چاکلہ ہار ہار ہاتھوں میں لپٹ لپٹ کر نکلتا ہے اور کسی کو ملنے سے روکتا ہے کہ اس نے کیا تمہاری زیادتی محبت کے لئے ہے۔ بھوکا لڑکھا ہے۔ لپٹ لپٹ کر نکلتا ہے کہ خود پریشان ہو کر رہ گیا ہے۔ کبھی نہ بھاگے گا ایسے ہی کیا گیا۔ لڑاکا گھر میں کھا کر لوٹ آیا اور پھر بھاگنے کے لئے اسکی اطلاع ہو گئی۔ فتح سمیٹ کر نکلتے ہیں کہ تمہارے محبت کے دوا کے لئے ہے۔ مگر لڑکھا ہے۔ خیال رہے کہ لڑکھا بچہ نہیں ہے بلکہ بڑا ہے۔ عمر علیہ السلام نے تیسرے سال ہی سونے علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ عطا لڑکھا ہے تو شکست پیہوئی کی باری ہے یہ بھی خیال رہے کہ مسلمانوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر شریعت میں نہ کہ طریقت میں اس میں تو غلطی پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے خطا ہو کر کھانا خود کھانے فرمایا کہ وہ بھول گئے مگر غالب آگیا یہ بھی بخلا ہے کہ شیخ ابو اسحاق عروسی کی مجلس ہے اس کے افضل کلمہ چینی کیلئے بند کیوں کر دی کے لئے سوا نظر لاتے ہیں۔

چوں گرئی در ہیں حلیم شو      بھو سون در غم غم غم  
گرچہ کشی بکند تو دم مرز      گرچہ غلظہ راکش تو موکن

صوفیاء فرماتے ہیں کہ تین کلمہ دعوت ہے اور اچھی دعوت پر اللہ کی رحمت ہے۔ بری دعوت پر اللہ کا عذاب ہی لئے اکثر اور روناؤ غیظوں میں تین بار دعا ہے کہ غلطی ہو جاتی ہے کہ غلطی ہو جائے۔ تین بار دعا ہے کہ اس دعوت پر اللہ کی رحمت ہو۔ یہی تین بار کلمہ پر اللہ کی پکڑ ہے ایک سو طلاقوں میں گنجائش رہی۔ جب تین طلاقیں ہو گئیں اور ان کی دعوت میں گئی تو رب کی پکڑ میں نہ آیا کہ لب و لسان میں گنجائش نہ رہی۔ یہ ہے کہ چاہئے کہ اسی طرح جو میں کی دعوت نہ بخوے ایک سو تیرہ ہی توبہ کرے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُفْنِ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرَحُوهُنَّ

اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس بیچ جائیں وہ عباد کو اپنی تیرہ روک و انہیں ساتھ بھلائی کے یا چھوڑ دو اور صبر تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عباد آئیں تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک و

هُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تَسْكُوهُنَّ ضَرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ

انہیں ساتھ بھلائی کے اور نہ روک و انہیں ضرر کے لئے تاکہ کلمہ کر دو تم اور جو کہے گا یہ پس بھلائی کے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ

کیا آئینے جان پر اپنی اور نہ بناؤ تم آیتوں کو اللہ کی تمنا اور یاد کرو نعمت اللہ کی مگر وہ ایسا ہی نقصان کر رہے اور اللہ کی آیتوں کو تمنا نہ بناؤ اور یاد کرو ان کا احسان

اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتب والحکمة یعظکم بہ

جو لوگو پر تمہارے ہے اور اس کو جو تمہاری لوگو پر تمہارے کتاب اور حکمت نصیحت کرتا ہے تم کو ساتھ  
جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت تمہاری نہیں نصیحت دیتے کہ اور اللہ سے ڈرتے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اُس کے اور اللہ سے اور جانو کہ اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے  
رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں طلاق رجعی دینے کا طریقہ اور  
اس کی کیفیت بیان ہوئی۔ اب رجوع کرنے کی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں طلاق کے احکام بیان  
ہوئے اب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہر طلاق کے یہ احکام ہیں۔ خواہ جان بوجہ کر ہو یا ایسے ہی دل گلی کے طریقہ سے۔ تیسرا تعلق یہ  
آیت پچھلی آیتوں کا آخر ہے جس میں مردوں کو بتایا جا رہا ہے کہ عورتوں کی حق تلقی در حقیقت اپنی جان پر قائم ہے کیونکہ رب  
ان کو اولیٰ اور حافظ ہے۔

شان نزول : عیبت امین یہاں انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ جب ان کی عدت کے دو عین دن باقی رہ گئے تو  
ان سے رجوع کر کے پھر طلاق دے دی تاکہ ان کی عدت دوبارہ شروع ہو۔ اور وہ مدت عرصہ تک چلی رہی کہ کسی سے نکاح نہ کر  
سکیں۔ یہاں تک کہ انہیں اس قصہ میں توبہ گزر گئے تب اس آیت کریمہ کا پہلا جملہ ”عظم غمہ“ تک مثیل ہوا۔ (2) مگر وہاں  
صامتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ کسی سے کہہ دیتے تھے کہ میں نے اپنی بیٹی تیرے شکل جسم دی وہ کہتا تھا کہ میں نے  
قبول کی۔ بعد میں کہتے کہ ہم نے قبول کی ہے کہتا تھا ایسے ہی کچھ لوگ اپنے غلاموں کو آزاد کر کے یا بیویوں کو طلاق دیکر بدل گئی  
کاہلہ کرتے تھے۔ تب اس آیت کریمہ کا دوسرا جملہ ”ولا تعظوا“ سے اخیر تک مثیل ہو پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین  
چیزیں طلاق نکاح اور غلام کی آزادی ہر حال ہو جائیں گے خواہ کوئی جان بوجہ کر کے یا بدل گئی سے۔ (درست و مستور)

تفسیر : واذا طلقتم النساء طلقتم سے طلاق رجعی مراد ہے اور النساء میں النساء مضاف ہے۔ کا موش ہے یعنی جب  
تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی دے۔ لیکن اجلن ہلن۔ اور لی بلن سے ہلن جس کے معنی میں النساء کو پہنچ جانا مگر کبھی قریب پہنچ  
جانے پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں یہی مراد معنی ہیں۔ اجل کے معنی مدت اور وقت مقررہ کے ہیں اور یہاں مدت کا اخیر جز مراد ہے  
یعنی اور پھر وہ طلاق دہلی عورتیں اپنی آخری عدت کے قریب پہنچیں کہ ان کی عدت ختم ہونے لگے۔ لا سکوہن معرووف  
اوسوہن معرووف یہاں بھی اساک سے رجوع کرنا مراد ہے۔ معرووف کے معنی ہیں۔ مشہور یا پہچانی ہوئی چیز۔ مگر قرآن  
پاک میں اس لفظ سے اچھا طریقہ مراد ہوتا ہے جو معظاً ”شرعاً عرفاً“ علوۃ مہندہ ہو۔ قرآن سے مراد رجوع نہ کرنا ہے یعنی تب  
تمہیں وہ اختیار ہیں یا تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو کہ رجوع کر لو۔ مگر نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔ یا نیکی کے ساتھ لے جانے  
دے کہ وہ عدت پوری کر کے جہاں چاہے نکاح کر لے۔ رجوع میں بھلائی یہ ہے کہ خوش خلقی اور نیک اندیشی سے رجوع کو اور

چھوڑنے میں بھلائی یہ کہ اس کامر خیریت اور دوسرے حقوق لوگوں کو اور اس کو عیب لگا کر لوگوں کو اس سے بھرنے کو۔  
 ولا تمسکواہی صراوا یہ جملہ بات مسکوہی کی تاکید پہلے آئندہ کے لئے نیا حکم ضرار اور مضارۃ باب منافعہ کا صدر  
 ہے معنی نقصان یا کمی نقصان وہ چیز کو بھی ضرار کہہ دیتے ہیں جسے مسد ضرار نہ یہ لا تمسکو کا منفعیل ہے اور اس سے بات  
 عورت کی حد تدویر کرنا مرلو ہے یا اس کے ساتھ برابر تھوکر یا بل جل کرنے کے لئے اسے ٹک کرنا مرلو یعنی اسے نقصان  
 دینے کے لئے نہ روک رکھو۔ لہذا یہ ضرار کا متعلق ہے اس کے معنی ہیں حد سے بڑھ کر خیال رہے کہ یہ بات ضرار  
 سے دور ازی حد مرلو ہے اور محدود اسے اسے مل دینے پر مجبور کرنا ضرار سے مراد نقصان مرلو ہے اور نقصان اسے آئندہ  
 کی ایذا بعض علماء نے فرمایا کہ اس کا تعلق لا تمسکو سے ہے اور لام بوقت کا ہے اور اس سے اپنے پر غم کرنا مرلو ہے یعنی تم  
 انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہ روکو تاکہ گنہگار ہو کر اپنی باتوں پر غم کرے جو اس کا بیان اس جملہ میں ہے کہ ومن یصل  
 فلک لہ ظلم ظلمہ ظلم سے ظلم روکنے یا عورت پر زیادتی کرنے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اپنی جان پر غم کرنے سے یا  
 احمودی مذاب مرلو ہے یا غدی بد نامی یعنی جو کوئی ایسی ماحول حرکتیں کرے کہ وہ حقیقت اپنی ہی جان پر غم کرے کہ دنیا میں  
 بدنام ہو کر آئندہ میوی نہ پائے گا اور آخرت میں سخت سزا مستحق ہو گا ولا تمسکوا امت اللہ ہروا آیات اللہ سے یا  
 طلق کی آیتیں مرلو ہیں یا سارے احکام کی آیتیں یا ساری قرآنی آیتیں ہو واجب کا متعلق صدر ہے معنی منفعیل نہ کہ خوش کرنا  
 اور مرزو سستی کرنا یا بد رعایت کرنا مرزو رعایت نہ کرنا یا بد عمل کرنا اور مرزو عمل نہ کرنا یا بد اہتمام کرنا اور مرزو نقصان کرنا یا بد  
 ہے کہ یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے لہذا مرزو سے ہے عملی سستی یا عملی لڑاکا کرنا مرلو ہے نہ کہ قولی یعنی اسے مسلمانوں تم اللہ  
 کی عن آیتوں کو نقصان نہ پہنچانے کا یہ عمل نہ کرنا اس طرح کہ ان سے سستی نہ کرنا نہ اسے کوئی بد عمل کر کے بد عمل  
 لگی میں کمی تھی نیز کمی چیز کو اس کے مقصد میں استعمال نہ کرنا غیر مقصد میں استعمال کرنا مثلاً ذوق از لہ ہے نکاح تو عورت کے  
 بسانے کے لئے قائم کیا ہے اور طلاق آڑو کر دینے کے لئے لب جو غرض بن دونوں یا ان میں سے کسی کو غم توہدی کے لئے  
 استعمال کرے وہ عملی طور پر نکاح و طلاق بلکہ ان کی آیات کا ذوق از لہ ہے۔ خیال رہے کہ احکام شرعہ کو لایا تو لای ذوق از لہ  
 کہ ہے اور عملی ذوق فسق و اذکروا نصتہ اللہ علیکم کہ ہے یا تو بیان کرنا یا یاد کرنا مرلو ہے۔ عمدہ لہ سے یا تو  
 عام نعمتیں مرلو ہیں یا خاص وہ نعمتیں جو مومن کو ملیں یا خاص وہ جو مسلمانوں کو عطا ہوئیں یعنی تم اللہ کا احسان بھی یاد کرو تم پر  
 ہے کہ تمہیں انسان بنایا۔ مسلمان کیا۔ موبیلا تمہیں طلاق و رجوع کا اختیار دیا۔ تمہیں آرام و سکون کے لئے یہاں عطا  
 فرمائیں۔ پھلی امتوں کی طرح تم پر ایک میوی کی پابندی نہ لگائی بلکہ ہمار نکاح تک کی اجازت دی (روح البیان دوسری) اس کا شکر  
 یہ تم پر لازم ہے۔ خیال رہے کہ بل کے عرض بل قیمت ہے اور کام کے عرض بل اجرت اور بغیر کسی معاوضہ کے کچھ دینا  
 نعمت قیمت و اجرت کا شکر یہ واجب نہیں کہ وہ تو اپنا حق ہے مگر نعمت کا شکر یہ لازم ہے کہ منعم کا محض فضل ہے۔ اللہ کے عیسے نہ  
 قیمت ہیں نہ اجرت محض فضل ہیں اگر ہم میں شریعت و انسانیت کی کچھ بھی ہو ہے تو بیش اس کا شکر کیا کریں۔ خیال رہے کہ  
 رب کی ساری نعمتوں سے اعلیٰ نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے کہ رب نے اس کے حلق فرمایا اللہ من  
 اللہ علی المومن اذ ہمت لہم رسولاً اور بھی نعمت دیا شکر۔ وما ازل علیکم من الکسب والعکسہ  
 اگرچہ کتب و سنت کا قبول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا مگر جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری اصل امت حضور کی فرع

حضور امام ہیں تمام لوگ مستعدی۔ ورنہ حضور پر اتنا گویا ہم سب پر اتنا ہے نیز نزل قرآن وحدیث اللہ سے ہی لئے ہوا ہے یہ دونوں چیزیں اللہ سے ہی لئے ہدایت ہیں نہ کہ حضور کے لئے حضور تو پہلے ہی ہدایت پائے پیدا ہوئے اس لئے یہاں حکیم فرمایا گیا کہ تم سب پر قرآن وحدیث اترا ہے لہذا یہ آیت ان آیات کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ اے محبوب تم پر قرآن وحدیث اترا ہے مگر وہاں نصت سے عام نصت مرلو تھی تو یہ عام کے بعد خاص نصت نکلا کر ہے اور اگر اس سے خاص اسلامی نصتیں مرلو تھیں تو یہ اسی کلیہ میں ہے کہ آپ سے قرآن کریم اور حکمت سے سنت اور حدیث مرلو ہے بالکتاب سے قرآن کی عبارت نصتوں کی اصل سے اس کے اشارت دوسرا مرلو ہیں یعنی اسے بھی یاد کرو کہ اللہ نے ہمیں کتاب اور سنت عطا فرمائی۔ جو تمام نصتوں کی اصل ہے وہ اللہ کے ہوا تو یہ نزل کے قائل کامل ہے یا مفصل کا یا اس کا مفصل نہ ہے یا نزل مبتدئ اور یہ اس کی خبر ہے۔ یعنی ہمیں نصت دینے ہوئے یا نصت دینے کے لئے کتاب اور حکمت اتاری بالکتاب و حکمت وہ نصتیں ہیں جس سے رب ہمیں نصت فرماتا ہے۔ **وَاتقوا اللہا تو اتقوا** سے پتہ چلا کہ یہ یا زار یعنی اللہ کے مذہب سے بچنا اور۔ اس طرح کہ اس کی اطاعت کرو اور دوسروں کو ایذا نہ پہنچو۔ **واعلموا ان اللہ بکل شئ عليم** جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ تمہاری باتیں تمہارا ارادہ تمہاری عورتوں پر زیادتی اور ظلم یا اچھا سلوک اس پر عمل نہیں لگا اس سے ڈرتے رہو یا اس نے جو کچھ ظلم دینے میں صدمہ دیا ہے نصتیں ہیں جو نصت و حکمت سے دیا لگا اس کے احکام پر عمل کرنے میں کچھ دغدغہ نہ کیا پس وہ پیش نہ کرو۔

**خلاصہ تفسیر :** اے مسلمانو! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی دو اور ان کی عدت ختم ہونے لگے تو تم انہیں یا نیک بار لو اور اچھے طریقے سے روک لو کہ رجوع کر کے نکاح سے نہ نکلنے دیا بھلائی اور غنیمت کے ساتھ انہیں جانے دو کہ ان کے مزے خیرج عدت وغیرہ لو اگر وہ نکاح سے کچھ زائد بھی دے دو کہ اس نے تمہاری بہت خدمت کی ہے۔ (امری) اور لوگوں سے اس کے موجب جان نہ کرو۔ یہ خیال رہے کہ قصص پہنچانے کی نیت سے اسے ہرگز نہ روکنا جو کوئی ایسا کرے کچھ عورت پر تو کیا خود اپنی جان پر ظلم کرے گا کہ دنیا میں ظلم میں مشہور ہو جائے گا اور آئندہ کوئی اسے اپنی بیٹی نہ دے گا بلکہ اس کی نواہ کو بھی بیویاں ملنا مشکل ہوں گی کہ بدنام نکاح کو رشتہ مشکل سے ملتا ہے اور آخرت میں اپنی بے بس بیوی کو ستانے کی وجہ سے سخت مذہب کا مستحق ہو گا اور اللہ کے احکام کو قصور سے دوڑا اور ان کو بطور بدل لگی استعمال نہ کرو کہ طلاق یا نکاح مستعمل کر کے بدل لگی کہ لہذا کر دو بار رکھو کہ تم پر خدا کے بہت احسانات ہیں۔ ہمیں انسان بنایا نہ کہ بے زبان جانور۔ مومن بنایا نہ کہ بے بس عورت مسلمان کیا نہ کہ جہنم کا بیج جس یعنی کافر تم پر اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنی نبی کی سنت اتاری تاکہ اس کے ذریعے ہمیں نصت فرمائے جو ساری نصتوں سے بڑی نصت ہے ہمیں چاہئے کہ رب سے ڈرو اور یہ خوب جان رکھو کہ اللہ بڑا عظیم والا ہے۔ اس کا کوئی قانون حکمت کے خلاف نہیں۔ اس کی اطاعت ہی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ احکام کی آیات کو یا تو اپنے انعام کے ذکر پر ختم فرماتا ہے یا اپنے مذہب کے ذکر پر یا اپنے توصیف عید کے تذکرہ پر یا کچھ بعض انسان اللہ کی سے اطاعت کرتے ہیں بعض دوسرے اور بعض شق اعلیٰ و محبت معظومی سے لائی دلوں کے لئے انعام نکلا کر ہے دوسرے اطاعت کر کے دلوں کے لئے اپنے کس بل رب تعالیٰ نے اس آیت کو اپنی نصت اور اپنی خبر پر ختم فرمایا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے شق و محبت اور اس کی نصت کے شکر یہ میں عورتوں پر رحم کرو طلاق و نکاح میں زیادتی نہ کرو رب نے اپنے محبوب کی سنتوں کو حکمت فرمایا کہ حکمت کے مستحق

ہیں قاعدہ مندرجہ اس لئے طیب کو حکیم کہتے ہیں اور طم طیب کو حکمت کہ جن سے بیماروں کو قاعدہ ہوتا ہے۔ طم طم کلام قاعدہ مند بھی ہوتے ہیں بیکار بھی اور نقصان دہ بھی مگر حضور کا ہر کلام کلام تمام خلق کے لئے قاعدہ مند ہے کہ ہر شخص جن سے اپنی حیثیت کے مطابق قاعدہ افغانا ہے بلکہ انبیاء کی لائش بھی منہ جن کی زندگی بد وقت بھی قاعدہ مند ہے یا حکمت کے معنی ہیں مطہر طہیز حضور کی معلومت کو زندہ نہ مٹا سکتا تاہم قائم ہیں اور لوگ جن سے قاعدہ منہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔

قائدے : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے پہلا قاعدہ : یہی کہ حاملہ بہت بڑکے ہے اور عورتوں کے حقوق نہایت سخت کہ رب تعالیٰ بہرہ دار اور مہکرا اپنے احسن یاد دلا کر مردوں کو ان کے حقوق نہ ادا کرنے پہا کی فرمایا ہے۔ غالباً جس قدر تفصیل عورتوں کے حقوق اور طلاق کے احکام کی گئی۔ اتنی دیگر چیزوں کی نہ فرمائی گئی۔ وہ سب قاعدہ : طلاق رجس میں عدت کے اندر رجوع کا اختیار ہو گا نہ کہ اس کے بعد جیسا کہ پہلے اجاہلین سے معلوم ہوا۔ قیصر قاعدہ : رجوع کرنے میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔ صرف موجدی رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ فاسکو اور سرحدائے معلوم ہوا۔ چوتھا قاعدہ : رجوع میں کلام کی قید نہیں نہ سے بول کر یا دلی یا بوس و کنار سے بھی رجوع ہو سکتا ہے کیونکہ فاسکو اس کی قید نہیں سرحدائے کی طرح یہ بھی مطلق ہے۔

مسئلہ : مگر بہتر یہ ہے کہ رجوع کلام سے کرے اور اس پر گواہی دے یا پھر پانچوں قاعدہ : ظالم و حقیقت پسند پر ظلم کرنا ہے کیونکہ مظلوم کو معمولی تکلیف ہوگی مگر ظالم کو سخت عذاب ہے۔

چراغ شکر کہ ستم بیا کر  
برگردن تو بماند بیا بکشت

چھٹا قاعدہ : طلاق دینے کا حق صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں نہ دونوں کے مشورہ و حقوق کیونکہ یہاں فرمایا گیا واذا طلقتموهن طلاق کا فعل تو مرد کو قرار دیا اور مفعل عورت کو اگر عورت کو بھی حق ہو تو کسی جگہ یہ بھی ہونا چاہئے تھا کہ تم کو عورتیں طلاق دیں۔ وہ سب فرمایا ہے لہذا یہاں عقدہ التکلیف معلوم ہوا کہ نکاح کی گہ سو کے ہاتھ میں ہے ہر حال نکاح کے وقت عورت و مرد دونوں کا مشورہ ضروری ہے مگر طلاق میں مرد مستقل ہے ہاں نکاح بھی عورت کی طرف سے بھی ہو جاتا ہے پسے خیالوں پر اختیار حق و غیو کے نوبہ پر ہوتا ہے اس مع میں عورت مستقل ہے کہ عورت رضی ہو یا نہ عورت نکاح کر سکتی ہے۔ ساتویں قاعدہ : مجبور اور مضور کو ستائست بیا جرم ہے جس قدر مجبور کی مضوری زیادہ اسی قدر اس کے سائلے میں عذاب بھی سخت ہوتا ہے ظلم گناہا جہنم اور بڑے مل باپ پر ظلم اور زیادہ گناہ۔ نووی کا مکتبہ کو ستائست بھی زیادہ گناہ ہے زبان جانوروں کو ستائست ہی بڑا گناہ کیونکہ وہ بے زبان ہیں کسی سے ظلم کی دوستان بھی نہیں کہہ سکتے جن کا خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ (از شاہی کتب الکرامیت)۔ آٹھواں قاعدہ : طلاق "نکاح" از لوی کے الفاظ ذوقی یا دل لگی یا بھول چوک سے جیسے بھی ہوا ہو جائیں یہ چیزیں واقع ہو جائیں گی۔ (حدیث شریف)۔ نواں قاعدہ : عورتوں کو دکھ دینے کے لئے دیکھ رکھنا بھی احکام الہی کی نفی کرنا ہے۔ فسوس ہے کہ بیویوں پر جتنا ظلم مسلمان کر رہے ہیں غالباً کوئی قوم نہ کرتی ہوگی۔ جیسا کہ دن رات دیکھا جا رہا ہے ظالم شوہروں کو چاہئے کہ اس آیت سے مہرت پکڑیں۔ اسی لئے شریعت نے بعض صورتوں میں عورت کو اختیار دیا ہے کہ ظالم شوہر سے حاکم کے ذریعے نبھت حاصل کرے مگر عورت کی اپنی آزادی بھی نہیں ہے جسکی جنہوں نے لب

حاصل کرلے۔ دوسواں قاعدہ: اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا رضائے رب کا ذریعہ ہے لہذا محفل میلاد شریف وغیرہ بھی جائز ہے کہ اس میں رب کی نعمت یعنی حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔ گیارہواں قاعدہ: حدیث بھی قرآن پاک کی طرح رب کی اتاری ہوئی ہے کیونکہ یہاں کتاب و سنت دونوں کے انبار نے کا ذکر ہوا۔ فرق اتنا ہے کہ حدیث کا مضمون رب کا ہے اور القاعدہ نبی علیہ السلام کے اور قرآن کے الفاظ و مضمون سب رب کا اس لئے نماز میں حدیث کی تلاوت نہیں ہوتی مگر عمل میں دونوں یکساں۔

پہلا اعتراض: رجوع طلاق کا مسئلہ دو دفعہ کیوں بیان ہوا۔ الہی دآیت پہلے بیان ہو چکا تھا۔ اب پھر اس کا ذکر ہوا۔ جواب: پہلے یہ فرمایا گیا تھا کہ وہ طلاق تک رجوع کا حق ہے اور تب اس پر ارشاد ہوا کہ رجوع کسی نیت سے اور کس طرح کیا جائے گا وہاں طلاق دینے کا طریقہ بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ کتنی طلاقیں رجوع میں ہیں اور اس رجوع کی نوعیت بیان ہوئی نیز ایک بات کو چند دفعہ بیان کرنے سے تاکید ہوتی ہے۔ دوسرا اعتراض: ضرار اور تھنودا کے ایک ہی معنی ہیں اسی طرح اسکو حن معروف اور لا تھم حن ضرار کا ایک ہی مطلب ہے پھر انہیں الگ الگ کیوں بیان کیا گیا۔ جواب: تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ ضرار سے عورت کو نقصان پہنچا کر لوہے اور تھنودا سے اپنا گناہ مٹا کر لوہے ضرار سے رجوع جب کہ وقت کا نقصان اور تھنودا سے آنسو کی تکلیف مٹا کر لوہے نیز کسی کام کا حکم دیکر اس کے نہ کرنے سے روکنا تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ طیب کتاب ہے کہ پرہیز کرنا، پرہیزی ہرگز نہ کرنا ایسے ہی ہیں اور شلوہو کہ بھلائی سے روکنا نقصان کے لئے ہرگز نہ روکنا۔ تیسرا اعتراض: اسلام نے طلاق کا حق صرف مرد کو کیوں دیا عورت کو بھی کیوں نہ دیا یہ تو عورت پر ظلم ہے اور آج اسی اختیار نہ ہونے سے عورتوں پر بڑی مصیبتیں ہیں۔ جواب: اگر عورتوں کو طلاق کا حق دیا جاتا تو موجودہ مصیبتوں سے صد ہا گنا زیادہ مصیبتیں ہوتیں جیسا کہ ان لوگوں کے حل سے معلوم ہے جن کے ہاں وہ طرفہ طلاق کا حق ہے کہ وہاں نہ کوئی گھر صبح معنی میں آیا ہے نہ کوئی دل شلونہ کسی کو اپنے گھر کی طرف سے اطمینان فی منت تین طلاق کا واسطہ ہے ورنہ کے ہاتھ میں نکواری نہ ہو ورنہ ہلاک کر دے گا۔ چوتھا اعتراض: تو پھر چاہئے کہ طلاق دو طرفہ کی رضامندی سے ہو کرے۔ جیسے نکاح ہوتا ہے۔ طلاق نکاح کی طرح کیوں نہیں۔ جواب: طلاق و نکاح میں بڑا فرق ہے نکاح میں مودعہ عورت دونوں کے حق ایک دوسرے پر لازم ہوتے ہیں تو کہنے پر کسی کا حق لازم کر لینے کا ہر شخص کو اختیار ہے کہ لازم کرے یا نہ کرے اس لئے وہاں عورت و مودعہ دونوں کی رضامندی ہے اسی لئے نکاح میں تو فریقین کی رضامندی ہے مگر خریدنے وقت نوعدی سے اجازت کی ضرورت نہیں اور طلاق میں حق کا خطا ہے رفع حق میں فریقین کی رضائی ضرورت نہیں ہوتی قرض لینے میں فریقین کی رضامندی ہے مگر قرض معاف کرنے میں فریق آخر کی رضامندی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: یوں تو کسی کو بھی اپنا اسلام و ایمان کے خلاف اور مسلمان کی شان کے بعد ہے مومن وہ جس سے لوگ امن میں رہیں۔ سچا مسلم وہ جس کے ذہن و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں مگر شوہر بیوی کو آپس میں مصلحتی اور قرب حاصل ہے۔ اس لئے ان کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا سخت خطرناک ہے ایسے ہی ظلم و مودعہ نہ چین کی طرح ایک ہی گھر یعنی بدن کو آباد کرنے والے ہیں۔ اور عرصہ کے ساتھی۔ اس لئے ان کا بگاڑ سخت نقصان دہ ہے جو کسی کو ایذا پہنچا دے وہ حقیقت اپنے ہی پر

علم کرتا ہے کہ قیامت کے دن ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دینے جائیں گے اے مسلمانو تم اللہ کی آیتوں کو خدا اور دل گل نہ بناؤ کہ فن کے ظاہری الفاظ تو بڑھو اور فن کے معنی میں غور نہ کرو اور اس کے اسرار نہ سمجھو اور فن کی حقیقتیں تلاش نہ کرو۔ فن کے نور سے منور نہ ہوؤ اور فن کے وعدہ نصیحت سے عبرت نہ لکھو اور فن کے اشارات میں غور نہ کرو۔ سچا قرآن طویل ہے جس کی زبان پر قرآن کے الفاظ ہوں ذہن میں اس کے اشارات دل اس کے نور سے منور اور قلمہ میں پر خوف و خشیت کے آثار نمودار ہوں۔ خیال رکھو کہ جیسے شاہین زندہ سے فکار پر ہی کرتا ہے مرے ہوئے جانور پر توجہ نہیں کرتا اسی طرح جو خدا نصیحت و وعید پر ہی اثر کرتی ہے۔ مردہ دل اس کا اثر نہیں لیتے پہلے کسی کی نظر سے اپنا دل ذہنی کو بھروسہ نصیحت کا قاعدہ ہو گا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دیگر مہلکوں کی طرح اللہ کی نعمتوں کا کر بھی اہم مہلک ہے جس کا جگہ جگہ تاکید و تمہید کیا۔ یہ ذکر تین قسم کا ہے ذکر حقیقی ذکر لسانی ذکر ارکائی۔ دل سے رب کی نعمتوں کا قرار و اعتراف کہ ہم نہ پہلے کچھ تھے مفت خاک تھے نہ آئندہ کچھ رہیں گے کہ نہ معلوم ہماری مٹی کہاں برباد ہوگی اور ہم خدا میں کنہ معلوم کمال ہو کر گنہ گار کی ہوتے پھریں گے اس کی صوفی ہے کہ اس نے لاشی کو سب کچھ کر دیا اس خیال سے فناء اللہ بھی سمجھو غور نہ کرو ابو گ۔ زبان سے اس کی نعمتوں کا چرچا کر لسانی ہے اور رب کی اطاعت ذکر ارکائی۔ لڑا یا کیا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور یاد میں ہے قلم نہ کو نہ تو معارضی یہی یعنی نوجہ پر نہ دانی ہوئی یعنی اپنے نفس پر سب کو ان کا حق دے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلِّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس پہنچ جائیں وہ معیار اپنی کو تو نہ روکو انہیں اس سے کہ نکاح کریں اور جب عورتوں کو طلاق دو اور انکی میعاد پوری ہو چلو سے تو اسے عورتوں کے والد انہیں نہ روکو اس سے

أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ

شوہروں اپنے سے جبکہ آپس میں راضی ہوں ساتھ بھلائی کے۔ یہ نصیحت کی جا رہی ہے ساتھ اس کے اس کہ کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جاویں۔ یہ نصیحت لئے دی جا رہی ہے جو تم

مِنْكُمْ يُؤْمِنُ الْآخِرُ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَظْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَاللَّهُ

جو ہو تم میں سے ایمان رکھتا ساتھ اللہ کے اور دوسرے پھیلے کے یہ بہت سچا ہے واسطے تمہارے اور بہت میں ساتھ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے سلفے زیادہ سچا اور پاکیزہ ہے اور اللہ

وَالْيَوْمَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

پاکیزہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

**تعلق :** اس آیت کا مکیلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: مکیلی آیت میں عدت کے احکام بیان ہوئے اب بعد عدت احکام بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق: مکیلی آیت میں طلاق دینے والے شوہروں کا حق بیان ہوا کہ وہ عدت میں رجوع کر سکتے ہیں۔ اب عدت کے بعد عورتوں کا اختیار بیان ہو رہا ہے وہ اپنے نفس کی ملک ہیں جس سے چاہیں نکاح کریں۔ تیسرا تعلق: مکیلی آیت میں طلاق دینے والے شوہروں کو عورتوں پر ظلم کرنے سے روکا گیا اب عورتوں کے ولی اور وارثوں کو ظلم سے روکا جا رہا ہے کہ انہیں نکاح ملنی سے نہ روکیں۔ چوتھا تعلق: مکیلی آیت میں طلاق دینے والے شوہروں کو دہائیادی گئیں اب دوسرے شوہروں کو دہائیادی جاری ہیں جن سے انہوں نے حلالہ کیا۔ خیال رہے کہ اس آیت کی مختلف تفسیریں ہیں۔ تفسیروں ہی کے لحاظ سے یہ تعلقات بیان ہوئے۔

**شان نزول :** حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن جیلہ کا نکاح اپنے چچا زید صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا۔ بعد از نکاح ایک آدمی جسے اتفاقاً شوہر بیوی کی آپس میں باغی تھی ہو گئی۔ اور عبد اللہ نے جیلہ کو طلاق دے دی۔ معقل کو بہت تنگ ہوا عدت گزرنے کے بعد عبد اللہ ابن عامر نے پھر انہی جیلہ سے نکاح کرنا چاہا جس پر حضرت معقل نے قسم کھائی کہ میں اب جیلہ کا تم سے نکاح نہ کروں گا مگر جیلہ کی بھی مرضی تھی کہ وہ عبد اللہ سے نکاح کر لیں تب یہ آیت نازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معقل کو بلا کر یہ آیت سنائی۔ انہوں نے کہا اپنے نفس کی نہ مانوں گا۔ رب کی اطاعت کروں گا اور جیلہ کا نکاح ابن عامر سے نہ کروں گا۔ چنانچہ نکاح کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا کیا۔ (امری و معقلی و روح و خزانہ و کبیر)۔ (2) ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جابر ابن عبد اللہ کی چچا زید بن کوفہ کے شوہر نے طلاق دی اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہا وہ بیوی تو راضی تھیں مگر حضرت جابر نے انکار کیا تب یہ آیت اتری (کبیر و امری و غیرہ) ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے ایک ہی وقت میں ہوئے ہوں تب یہ آیت آئی ہو۔ خیال رہے کہ عرب میں اسلام سے پہلے علانہ نسب اور شریف گھرانے والے تو اکثر لڑکیوں کو زعمہ و رگور کر دیتے تھے تاکہ ہمارا کوئی دلائل نہ بنے اور ہم کسی کے سر نہ کھائیں اس میں بھاری توہین ہے وہ غریب لوگ وہ اپنی ساری اولاد کو ہی مار دیتے تھے کہ ہمیں کھانے کو ملتا نہیں انہیں کھانے سے کھائیں۔ جن کے حلق رب نے فرمایا لا تعلقوا اولادکم عنہم املاقی نحن فردقہم واما کم اور جو لوگ اپنی لڑکیوں کو زعمہ رکھتے بھی تھے تو کوئی کے لئے کہ ان کے جوں ہو جائے پر ہم بھاری رقیں لے کر ان کے نکاح کریں گے فریاد لڑکیوں ان کی بدکثرتوں کے سوا کچھ تھے پھر جو لوگ رقیہ نکالنے سے نکاح کرتے تھے وہ بھی انہیں اپنی زر خرید لو بڑی ہانڈیاں ہی سمجھتے تھے کہ بعد طلاق جب دوسرے سے نکاح کرانے تو ان سے رقیں وصول کرتے فریاد عورت کیا تھی ایک کلمہ ہمارا کمال ان آیات میں اس ظلم کو بھی روکا گیا ہے۔

**تفسیر :** واذا طلقتم النساء لیلن اجلن ظاہر یہ ہے کہ طلق میں خطاب طلاق دینے والے شوہروں سے ہے اور طلاق سے طلاق رجعی یا بائنہ مراد ہے جس میں حلالہ کی ضرورت نہیں النساء سے اپنی بیویاں اور بلوغ سے انتہا کو پہنچ جاتا مراد ہے اور اجل سے عدت یعنی اُسے شوہر جب کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی یا بائنہ دو۔ اور ان کی عدت چاری ہو جائے تو فلا تعطلوا عن ان ینکحن ازواجہن تعطلوا محض سے ہذا معنی غلی اور روکتا۔ بچے کے سخت گوشت کو اسی لئے مضطہ کہتے ہیں کہ وہ سخت اور تنگ ہوتا ہے جس عورت کے بچہ دشواری سے پیدا ہوا ہے مضطہ کہلاتا ہے یہاں اس کے معنی ہیں سختی

کے ساتھ یہ کہہ کر ظاہر ہے کہ یہ خطاب عورت کے دلی وادوں کو ہے اور ازدواج سے ان کے پہلے شوہر مراد ہیں جنہوں نے  
خلق دی تھی کیونکہ یہ ہی مطلب شہن زہل کے مطابق ہے یعنی اسے عورت کے دل و ذہن اور ان کو اس سے نہ روک نہ  
اپنے شوہروں سے وہاں طلاق کر لیں جو کہ ساری مخلوق وہب کے علم میں حاضر ہے اس لئے ایسی جملہ میں مطلقہ کو  
بے خطاب فرمنا اس کے لئے درست ہے۔ چہ کہ حاکم اپنے مائے والدہ کو طہیہ طہیہ کہتا ہے کہ ایک بہت کسی  
سے کسی عورت سے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مطلقہ اور مطلقہ دونوں جگہ پہلے شوہروں سے ہی خطاب ہے۔ اور ازدواج  
کے دلوگ مراد ہیں جن سے طلاق کرنے کا عرصہ لے کر لیا گیا ہو یعنی اسے طلاق دینے والے شوہر کو جب تم طلاق دے دو  
اور ان کی عورت بھی گرو جوتے تو عورتوں کو وہ سب سے طلاق سے نہ روک کر کہ عورت میں جو علم بھی تھا کہ پہلا شوہر طلاق دیکر بھی  
عورت کو وہ سب سے طلاق نہ کرنے دیتا تھا کہ رخصت لے کر طلاق کی اجازت دینا اس علم کا کھڑکنا مقصود ہے۔ فقیر  
انہی میں ایک اور بھی لطیف بات فرمائی کہ مطلقہ اور مطلقہ دونوں میں وہ سب سے شوہروں سے خطاب ہے جس سے بطور طلاق  
عورت نے طلاق کر لیا تھا اور ازدواج سے پہلے شوہر مراد یعنی اسے وہ سب سے شوہر! جب تم طلاق دلاؤ عورتوں سے طلاق کر کے  
انہیں طلاق دے دی تو اب انہیں پہلے شوہروں سے طلاق کرنے سے نہ روک کر کہ وہ انہیں طلاق ہو جائیں اگرچہ ان انہی وہ  
فقیروں میں کلام میں اشتہار تو نہ ہو گا مگر پہلی فقیر زیادہ بڑی ہے۔ کیونکہ وہی شہن زہل کے مطابق بھی ہے اور اس پر زیادہ  
مفسرین کا ذکر اظہار تواضوا بھم بالعرف و لا تخفوا کا طرف ہے یا انہیں کہیں کھور تواضوا کا اصل عورت و عورتوں  
تعلیل ہے ذکر کا مینہ اور شلوہ و بالعرف یا تواضوا کا حقیقی ہے یا اس کی فقیر سے اصل معروف معنی مشہور و معلوم ہے گویا  
معلوم و نام ہے جو شرعاً و علوۃ مشہور ہو جو جس کی بھلائی معلوم ہو اور اس میں معروف سے جائز طلاق عام و امر اور محمد پر تو  
مراد ہے یعنی جب کہ وہ عورت و عورتیں میں جائز ہوں پر واضح ہو چکے ہوں تو تم مخفی نہ کرو اور شہن زہل کے جائز طلاق سے  
انہیں نہ روک کر کہ وہ عورت و عورتیں میں جائز ہوں پر واضح ہو چکے ہوں تو تم مخفی نہ کرو اور شہن زہل کے جائز طلاق سے  
اگرچہ وہ احکام سے ہیں مگر چھ جہاں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ شہن زہل ہو جائے۔ جیسے کہ اسما طہنی دہلی کی ذکر کیا گیا ہے  
مگر اس جگہ اشارہ سے بہت سے نہ کوں ہا احکام کی طرف اشارہ ہو رہا ہے جو عہد عہد سے یا معنی حکم اور ممانعت کا  
(صحیح) اگرچہ یہ احکام تمام نیک کلمہ بد کلمہ لوگوں کیلئے ہیں مگر جو کہ لطافت صرف نیک کاری کرتے ہیں اس لئے انہیں کا کر  
ہو اور ممکن ہے کہ یہ احکام صرف مسلمانوں کے لئے ہی ہوں کہ کفار پر دنیا میں احکام شریعہ جاری نہیں یعنی ان احکام سے ان  
لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے نہ لفظ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ لفظ اور قیامت کے ایمان میں سب اہم بات  
داخل ہیں لہذا لہذا اختتام کے درمیان میں تمام چیزیں آجائی ہیں۔ فلکم از کی لکم و اطہر ذ کہ ہے نصیحت قبول کرنے  
اور عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ جو عہد کے ضمن میں معلوم ہو چکے لڑکی ذکوۃ سے یا معنی بوجھنا کا بیان ہے۔ ذکی  
خرم۔ یعنی جہہ مکی۔ جو کہ نیک اعمال کا ثواب دیتا ہے۔ اس لئے اذکی فرمایا گیا مطلقہ و عورت کہیں ہو سکتا ہے کہ اذکی  
ذکوۃ معنی طہار و پاکیزگی سے عطا ہو (مطلقہ کی) اس صورت میں ذکوۃ سے جو شہن زہل کی اور اطہر سے ظاہری پاکیزگی اس کے  
ہر نفس مراد ہوں گے یعنی یہ اعمال تمہارے لئے بہت باعث برکت اور نفع قابل اور بہت پاکیزہ اور گناہوں سے صاف کرنے  
والے ہیں یا یہ کام تمہارے لئے ظاہر و باطن ہر طریقہ کا وہ صاف ہیں کہ عورت کی مرضی کے خلاف طلاق کرنے کا انجام اچھا

نہیں ہوتا جب تک کہ دل و جان پہلے شوہر کی طرف ہے اور اس نکاح میں کوئی شرعی خرابی بھی نہیں تو اگرچہ تم اس سے راضی نہ ہو مگر یہی شوہر نکاحی اہل میں ہے کیونکہ واللہ اعلم والتم لا تعلمون کن رتوں کو لٹہ جلتے ہے تم پر سے چار سے واقف نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ احکام کے اسرار بعدوں کو نہیں معلوم بلکہ تفصیل وار پر سے چار سے انہیں نہیں معلوم۔ بعدوں کی نگاہ سے چار فرائض تک پہنچ سکتی ہے اور در حقیقت رہے کے احکام میں صد ہا فرائض اور بے شمار مصلحتیں ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے شوہر! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی دے دو اور ان کی عدت بھی گزر جائے تو اے عورتوں کے دلی وارث! تم انہیں پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے بھر نہ روکو۔ جب کہ وہ آپس میں جائز کاموں پر راضی ہو گئے ہوں کہ عورت بھی پہلے شوہر سے راضی ہو اور وہ بھی اسی بیوی سے رضامند ہو اور اس میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو انہیں نکاح کر لینے دو۔ یہ فصحت ہر اس شخص کو ہے جو غلط اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ ان باتوں پر عمل کرنا باعث برکت بھی ہے اور باعث طہارت بھی۔ احکام اہل کے راز کا حق رہی جانتا ہے۔ اس کی طرح تم کو خبر نہیں۔

دوسری تفسیر : اے شوہر! جب تم اپنی بیویوں کو کوئی سی طلاق دے دو رجعی یا بائنہ یا مطلقہ اور ان کی عدت بھی پوری ہو جاوے تو انہیں اپنے تجویز کردہ شوہروں سے نکاح کر لینے سے نہ روکو کہ یہ ظلم ہے۔ جب وہ آپس میں نکاحی پر راضی ہو گئے تو تم نیک کاموں سے کیوں روکتے ہو۔ یہ فصحت ہر ایمان رکھنے والے شخص کو ہے۔ لے لے۔

تیسری تفسیر : اے وہ شوہر! جنہوں نے طلاق مطلقہ والی عورتوں سے نکاح کیا جب تم بھی کسی وجہ سے ان عورتوں کو طلاق دے دو۔ تو لب انہیں پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ اس شخص میں کوئی خرابی نہ رہی ہو وہ آپس میں راضی بھی ہیں تو تم نیک کام میں کیوں آڑ بنے ہو۔ لے لے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : ہائے عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ ولی کی اجازت شرط نہیں کیونکہ تکلیف میں نکاح کو خود عورتوں کی طرف نسبت فرمایا گیا۔ نیز وہ نے فرمایا وامواة موتہ ان وہبت نفسہا لنفسی جس سے معلوم ہوا کہ عورت خود اپنا نفس کسی کو بخش سکتی ہے۔ وہ سر فائدہ : اگر عورت شرعی یا معنی قانون شکنی کرنا چاہے تو اس کے دلی وارث نکاح سے روک سکتے ہیں مثلاً سرخس سے کم پر یا غیر نکاح میں یا چھپ کر بغیر گواہوں کے نکاح کرنا چاہے تو اس کو روکا جاسکتا ہے شرعی غلطی میں تو نکاح ہو گا ہی نہیں۔ اور ہر مسلمان کو منع کا حق ہو گا معنی غلطی میں گواہ کو حق منع ہے نہ کہ وہ سوں کو۔ بلکہ در مختار نے فرمایا کہ اگر عورت غیر نکاح میں اپنا نکاح خود کر لے تو وہ ہو سکتی نہیں اس پر فتویٰ ہے یہ تمام مسائل پہلے موقوف سے مستنبط ہوئے۔ تیسرا فائدہ : نکاح میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے اگر بغیر قول نکاح کر دیا گیا تو ان کی اجازت پر موقوف ہو گا جیسا کہ فرائض و اس سے معلوم ہوا کہ طلاق میں مو مستقل ہے کہ نہ عورت خود کو طلاق دے سکے اور نہ طلاق عورت کی رضا پر موقوف ہو جیسا کہ ولزنا فتنم النساء سے معلوم ہوا کہ طلاق کا قائل ہو کہ قرار دیا اور مفسول عورت کو۔ نہ باب فاعل سے یہ صیغہ ارشاد ہوا تاکہ اشتراک معلوم ہو اور نہ طلاق کو عورت کی رضا پر موقوف نہ کیا گیا۔ چوتھا فائدہ : کفار پر دنیا میں یہ احکام شریعہ جاری نہیں۔ ان کو ان معاملات میں آزادی ہو گی جیسا کہ من کان منکم مومن باللہ سے معلوم ہوا۔ خیال رہے کہ سیاسی احکام اور بعض معاملات میں قوانین کفار پر بھی جاری ہوں گے اگر کسی بددین کے دین

سہل اعتراض : اگر اس آیت میں ظن سے شوہروں کو اور لا محضلوہن سے عورت کے درمیان کو خطاب ہو تو آیت کا نظم  
بجڑ بدلے گا اور ایک عبارت میں لفظ لوگوں سے خطاب کرنا خلاف فصاحت ہے۔ جواب : اگر حکم کے سامنے تمام  
مخاطب موجود ہوں۔ اور وہ سب سے یکے بعد دیگرے خطاب کرے تو کیا حرج ہے۔ نہ لفظ کے شوہر نے کہا تھا کہ عسفا عوفی  
عن عفا واستطوری للظنک دیکھو اعراض میں عسفا علیہ السلام سے خطاب ہے اور استغفری میں نہ لگے۔ مگر یہ کہ یہ  
بدنوں اس کے سامنے موجود تھے تو اور مست ہو کوئی مخلوق سب سے مخاطب نہیں تو اس کا اس طرح کلام فرمنا بالکل درست  
ہے۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح بغیر اجازت ولی درست نہیں۔ وہ کیوں سہل و سہل و سہل سے  
خطاب ہے کہ لا محضلوہن عورتوں کو نکاح سے نہ روکے۔ اگر ان میں نکاح سے روکنے کا اختیار نہ تھا تو یہ منافعت کیسی؟ (شافعی)  
جواب : یہ منافعت عینی لحاظ سے ہے۔ چونکہ عام طور پر عورتیں اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی و وارث کے سپرد کرتی ہیں اور  
ان کی بغیر رائے کوئی کام نہیں کرتیں تو ان کو یہ منافعت کر دی گئی۔ اگر آپ کا یہ استدلال صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ عورت کا  
دوسرا نکاح پہلے شوہر کی اجازت پر موقوف ہو کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک سہل محضلوہن پہلے شوہروں سے ہی خطاب ہے مگر لفظ  
یہ ہے کہ سہل فرمایا گیا کہ عورتوں کو نکاح کر لینے سے نہ روکے۔ معلوم ہوا کہ نکاح کرتی عورتوں کا پہلی کام یہ ہے کہ اس میں خود غور  
ہیں۔ تم اس میں رکاوٹ نہ پیدا کرو۔ تیسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح میں رضامندی و ذہین ضروری ہے تو  
جبراً نکاح کیوں کیا جاتا ہے۔ وہاں رضامندی نہیں (حضرت شافعی)۔ جواب : جبراً دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لڑکی اللہ رکھ کر رہے  
لاپوچھے یا غاموش رہے اور نکاح کر دیا جائے۔ اس صورت میں نکاح نہ ہو مجدد سرے یہ کہ لڑکی سے خبر الائن لے لیا جائے یعنی  
اسے اجازت دینے پر مجبور کیا جائے اس صورت میں نکاح ہو جائے گا کیونکہ اس کا اس حدیث کے مقابلہ میں نکاح کی اجازت دینا  
اس پر راضی ہونا ہے۔ یہاں رضامندی سے عام ہے۔ طلاق نکاح و فیہا میں خوشی ضروری نہیں۔ دیکھو دل گلی اور نہ لفظ سے بھی  
نکاح و طلاق ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہاں خوشی نہیں ہوتی کیونکہ حدیث میں آیا کہ نکاح و طلاق جہنم جہنم لہن جہنم یعنی عین  
چیزوں نکاح طلاق اولوی للام میں اولہ بھی اولہ ہے۔ اور دل گلی بھی اولہ نیز طلاق و نکاح کے الفاظ ان حدود کے اسباب ہیں  
اور اسباب کی تاخیریت پر موقوف نہیں لہذا ہر سے موت ہو جاتی ہے خواہ خوشی سے کھلے یا جبراً۔ چوتھا اعتراض : حنفیوں کا  
مسئلہ ہے کہ اگر مرد کسی عورت پر نکاح کا دعوی کرے جس سے کوئی گھڑے کرے اور قاضی نکاح کا ایملے کر دے تو اسے صحبت

حلال ہے۔ یہاں تو نہ نکاح ہو اور نہ اس کی رضامندی اور محبت حلال ہو گئی اور وہ رب فرمایا ہے کہ نکاح میں رضامندی اور محبت ضروری ہے۔ (غیر مقلد) جواب: اس کا تفصیلی جواب انشاء اللہ لفظہا صلح کی تفسیر میں آئے گا۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ ہاں معاملات میں حاکم کا فیصلہ فتنہ ظاہر ہو جائے کہ حقیقت پر۔ اگر کوئی کسی کے بل پر دعویٰ ملکیت کر کے جھوٹی گواہی کے ذریعہ قاضی کا فیصلہ لے لے تو یہ بل اس پر حرام ہی رہے گا لیکن بعض معاملات میں قاضی کا حکم ظاہر و باطن ہر طرح جاری ہے جیسے نکاح۔ اگر غلط گواہی پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اس سے وہ فعل درست ہوں گے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک نکاح کا مقدمہ پیش ہوا جس میں موافق کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر کے وہ گواہ پیش کر دیئے آپ نے نکاح کا فیصلہ دیا۔ عورت نے عرض کیا کہ یہ جھوٹا ہے اب آپ براہ مہربانی میرا اس سے نکاح ہی پر موقوف ہے۔ مگر آنحضرتؐ فرمایا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تب بھی میرا فیصلہ ہی حیران کن ہے۔ دیکھو یعنی شرع ظاہری کتاب الخلیل اور حاشیہ بخاری ص ۱۰۵ اس فی تشریح قل بعض الناس۔

تفسیر صوفیانہ : فیہ کی کوشش کرنا مسلمانوں کی صلح میں رکاوٹ ڈالنا مسلمان کی شان نہیں اس سے دل میں تہدیک پیدا ہوتی ہے۔ صلح کی کوشش کرنا باعث ثواب ہے خصوصاً شوہر یا بیوی میں صلح کرنا بہترین حالت ہے اور ان میں صلح نہ ہونے سے رنج و نفرت و ہل کیونکہ ان کی صلح سے ایک خاندان کی دنیوی زندگی متعلق ہے۔ ایسے ہی نفس و روح کی صلح شیخ محمد کی صلح امتی کا تفسیر سے معافی حاصل کرنا مستی و اطمینان ہے کہ اسی پر ائمہ دینی زندگی کا اور مدار ہے۔ شفاعت کی بات بھی اسی پر ہے کہ فتح المدینین مجرم بندے کو معافی دلا کر وہ کی رحمت کو متوجہ کرتے ہیں۔ نیز والد لولہ کو معززت سے بچاتا اور اس کی صلح کرتا ہے لولہ کو چاہئے کہ بلا چون و چرا لاپس کے فرماں پر عمل کریں ایسے ہی رب تعالیٰ اپنے بندوں کو رہائیوں سے بچاتا ہے اور کافر کا حکم فرماتا ہے ہم کو لازم ہے کہ اس کے احکام بلا تاہل قبول کر لیں رحمت الہی کی پہچان یہ ہے کہ بندے کو اپنی لطافت کی قوت بخشنے اور اس کی نافرمانی کی یہ علامت ہے کہ بندے کو دنیوی مشاغل سے ذکر اللہ کا موقع نہ ملے۔ رب تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری زندگی نیک کاموں میں گزارے۔ انسان گناہ کر کے رب سے ناامید نہ ہو بلکہ اس کی رحمت و مہربانی سے جب اس نے طلاق دہلی عورتوں کے لئے رجوع کے مست سے ذریعہ پیدا فرمایا ہے تو مجرم بندوں کے لئے بھی توبہ کی مست سے راہیں کھل دیں ہیں۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْفِقَ

اور ماںیں دودھ پلائیں لولہ اپنی کر دو سال پورے واسطے اس کے جو ارادہ کرے یہ کہ پورا کرے تفسیر اور لڑکی اور ماںیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہیے

الرَّضَاعَةُ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

کو اور نوپر اس کے خانا واسطے اس کے رزق ہے عورتوں کا اور لباس ان کا ساتھ جہان کے اور جس کا کچھ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پینا حسب دستور کسی جہان پر جو کچھ رکھا جائے گا مگر اس کے

**بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ**

نہیں تکلیف دیا جاتا کوئی نفس سحر طاعت بھر اس کی نہ نقصان دیا جاوے ماں کو بوجہ  
مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد واسے کہ اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ

**يُولَدُهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهَا يُولَدُهَا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ**

بچہ اس کے اور نہ بچہ واسے باپ کو بوجہ بچہ اس کے اور نہ بچہ وارث کے مثل  
دے اپنے بچے کو اور نہ لہلہ دار دلا اپنی اولاد سے اور بوجہ باپ کا قائم مقام ہے اس پر

**ذَلِكَ**

اس کے یہ ہے  
جیسا ایسا ہی واجب ہے

**تعلق :** اس آیت کا کجی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: کجی آیت میں طلاق کے احکام بیان ہوئے۔  
چونکہ طلاق کی صورت میں بچہ کی پرورش میں بھی شکر ادا ہوتا ہے کہ باپ چھینا جاتا ہے اور ماں کو نہیں چاہتی اور بھی باپ کو  
باپ پر بھیکتی ہے اور باپ لیتا نہیں چاہتا۔ اس لئے اب رضاعت یعنی بچے کو دودھ پلانے کے احکام بیان ہوئے۔ دوسرا تعلق  
: کجی آیتوں میں طلاق والی عورتوں پر مہر لگانے کا حکم دیا گیا کہ نکاح و عہدت میں دوسرے نکاح سے مجبور ہیں اور اب ان  
بچوں کی پرورش کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ہر طرح میں باپ کے محتاج ہیں۔ تیسرا تعلق: کجی آیتوں سے معلوم ہوا تھا کہ طلاق  
والی عورتوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور تکلیف دو قسم کی ہے جسمانی اور روحانی جسمانی تکلیف کے بعد اب روحانی ایذا کی مسامت  
کی گئی کہ ان سے ان کے دودھ پیتے بچے نہ چھینو۔ کہ اس میں ان کو روحانی ایذا پہنچے گی۔ اسلام سے پہلے عرب میں عورتوں پر  
ایک ظلم یہ بھی تھا کہ ان کے شیر خوار بچے ان سے چھڑا دیے جاتے تھے کبھی تو اس طرح کہ طلاق دیکر عورتوں کو نکال دیا اس  
کے بچے چھین لئے اور کبھی اس طرح کہ ان کے بچے خصوصاً لڑکیاں ان کی گود سے چھین کر زبردستی کو دیتے تھے اس ظلم کو  
روکنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تولد ہی غلاموں کے بچوں کو دھوئے بھائی غلاموں  
کے انگ کے لئے سے منع فرمادیا بلکہ چڑیوں اور دوسرے جانوروں کے شیر خوار یا بست چھوئے بچوں کو الگ کرنا ممنوع قرار دیا  
فرمادیکہ یہ آیت بھی ان ظلموں کو روکنے کے لئے ہے جو عرب میں اسلام سے پہلے عورتوں پر توڑے جاتے تھے۔

**تفسیر :** والوالفت یرضعن اولادھن والولادت سے یا تو طلاق والی عورتیں مراد ہیں کہ اس سے پہلے طلاق ہی نکال کر ہو  
چکا ہے۔ نیز آیت فرمایا جا رہا ہے کہ ان عورتوں کا کھانا کچرا کچر کے باپ پر واجب ہے۔ اگر ماں ہی مراد ہوتی تو اس کا ذکر نہ تو  
بہر حال شوہر کے ذمہ ہے۔ دودھ پلانے یا نہ پلانے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے ساری ہی مائیں مراد ہوں جو طلاق والی ہوں یا اپنی  
بیویاں۔ کیونکہ آیت والے احکام سب کو عام ہیں۔ انہیں ولادت فرما کر اپنے بچوں کی پرورش مکمل کیا گیا یعنی میں ہم بھی ماں کو



بچہ میں کا بھی ہے اور باپ کا بھی کہ بچے کی ہڈیاں باپ کے نطفے سے ہیں اور گوشت پوست و ہڈی کے نطفے سے رقی سے۔ نیز اور  
 کسوت سے لباس مرلو ہے اگر میں طلاق دلاں عورتیں مرلو نہیں تب تو اس کے معنی ہائل کاہر میں کہ طلاق و طہار کا کھانا کھانا  
 دودھ پلانے کی مدت پر باپ پر واجب ہے اور اگر عام عورتیں مرلو ہیں تو یہ مطلب ہے کہ اگرچہ بچے کی ہڈیوں کی پرورش کی وجہ  
 سے شوہر کی خدمت نہ کر سکے۔ تب بھی اس کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے کیونکہ بچہ کی پرورش بھی شوہر کی خدمت سے ہے۔ دودھ  
 الحظی نے اس جگہ ایک عجیب بات کہی وہ یہ کہ میں مولود نہ فرماتے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگرچہ باپ کے قبضے میں نہ ہو تو  
 اس کی ہڈی کا خرچہ بھی اس پر واجب نہیں۔ لہذا الوہدی کا شوہر نہ پرورش میں اپنی بیوی کو خرچہ نہ دے گا۔ بلکہ اس کا مالک  
 دے گا کیونکہ یہ بچہ اس کا نظام ہے۔ معلوم و معلوم سے حسب طاقت خرچہ مرلو ہے کہ نہ تو یہی جو حیوانہ میں اور عقلی لباس ملے گا  
 اور نہ شوہر اپنی حیثیت سے کہوے یا یہ مطلب ہے کہ بچہ کی شیر خوارگی پر پرورش کے لئے نہ جس قسم کا کھانا دینا ضروری ہے  
 اس قسم کا کھانا دینا یعنی معروف معنی مشہور فی المعروف و معروف شیر خوارگی کے لئے نہ جس قسم کا کھانا دینا ضروری ہے جاتے ہیں  
 جس سے دودھ زیادہ ہو کہ نہ لا نکلف نفس الا وسعها کلف کلف سے بچہ جس کے معنی ہیں بچہ کو کہیں۔ اصطلاح  
 میں مشقت میں ڈالنے کا لازم کرنے کے لئے آئے ہے کہ اس کا اثر بھی میرے پر ظاہر ہوتا ہے اس لئے اسے کلف کہا جاتا ہے  
 وسیع کے معنی ہیں گنجائش اور بوجھ زائد۔ اصطلاح میں طاقت اور قدرت کے لئے آئے ہے کہ اس میں بھی ہائل کی گنجائش ہوتی  
 ہے یعنی کسی نفس کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ خیال رہے کہ میں وسیع یا تو لا کلف کلدہ سرا منحل ہے اور یا  
 اس سے پہلے بتدریج شیعہ ہے۔ لا تضار والدۃ بوللہا ولا مولودہ بوللہا تضار باپ خاتمہ کا معنی ہے معروف  
 بھی ہو سکتا ہے اور محمول بھی معروف ہونے کی صورت میں بوللہا عاکی بپا تدریج کی ہے یا استقامت کی اور منحل پر شیعہ اور  
 محمول ہونے کی صورت میں بپا استقامت ہی کی ہوگی یعنی نہ نقصان پہنچائے میں بپا بچہ کہ کو کہ اس کی پرورش میں کو تھی کہ یہاں  
 نہ نقصان پہنچائے میں بپا بچہ کی وجہ سے کہ وہ اسے پالتا ہے چاہے اور باپ میں دلتی رکھنے کی گنجائش بھی ہو مگر نہ کھلی کو  
 ہی مجبور کرے ایسے ہی نہ باپ نقصان پہنچائے اپنے بچے کو کہ اس کی پرورش میں کو تھی کہ یہاں نہ نقصان پہنچائے میں کو  
 اپنے بچہ کی وجہ سے یا پاپا اپنے بچہ کے ذریعہ نقصان نہ پہنچایا جائے۔ یہ سارے احکام جب ہیں کہ باپ ذمہ ہو لیکن اگر نہ ہو تو  
 و علی النواوٹ مثل ظلمہ علی بھی الزام کے لئے ہے اور الوارث میں السلام مطلب ہے کہ دلتے میں ہے اور اس سے  
 بچہ کوارث مرلو ہے اور بعض نے فرمایا کہ باپ کوارث مرلو وارث سے ذی رحم عزم مرلو ہیں یعنی وہ قربت و راجح سے ظلم  
 ہمیشہ حرام ہے ذلک میں سارے گزشتہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی اگر باپ ذمہ نہ ہو بچہ جیم ہو تو اس کے ذی رحم قربت  
 داندوں پر اس کا خرچہ واجب ہے نیز اگر بچے کی ماں نہ ہو تو اس کی بیٹی خلعہ فیہا اس کی پرورش کریں اور پرورش کا بھی خلعہ ہے  
 بعد ہر سال اس کا خرچہ وہ سرے خلعہ پر اگر لڑکی کسی وجہ سے وہ سری شادی نہ کر سکے تو پھر خرچہ باپ کا ہی ہوگا و فیہا جو نہ مسلم تو کہا  
 حکومت وقت پر کہ وہ خلعہ میں ہو لکن کی پرورش کے انتظام کریں۔ کیونکہ عورتوں کے ذمہ بعد بولی زندگی سمجھا جاتا ہے۔ عورتوں  
 کے ذمہ بولی زندگی کا انتظام اگر عورتوں پر بھی عورتوں کی طرح کا نظام کر دیا جائے تو بچہ کون ہے اور کون پالے کون سمجھا لے۔  
 گاڑی کے دونوں پہنے ایک ہی طرف نہ لگو دو طرف لگوا لڑکیوں کا ہر سیدھا پودا گھر سمجھا نا عورتوں کا ہر کٹنی کرنا کہا گیا جیسا کہ  
 میں کاہر یہی انتظام

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : ماں کے ذمے اپنے حقیقی بچے کی پرورش ہے نہ کہ سوتیلے کی۔ کیونکہ ماں مولود من فرمایا گیانہ کہ لولہ لازم لرج۔

مسئلہ : ماں خود لکھتا ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے جب کہ باپ میں دالہ سے دودھ پلانے کی قدرت نہ ہو یا دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ قبول نہ کرنا ہو۔ اور جب بچے کی پرورش ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ (خواتین و اموی) مسئلہ : بھالت نکلح طور بھالت بھالت میں کو شہر سے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔ ہاں بعد مدت جائز ہے۔ مسئلہ : ماں کے مقابلہ میں دوسری عورت کو بچے کی پرورش کا حق نہیں یعنی باپ میں سے بچے کو نہیں چھین سکتا ہاں اگر ظالم دلالہ ہی زیادہ اجرت مانگتی ہے یا کسی اجنبی سے اس نے نکلح کر لیا تو باپ اس کا حق پرورش جانتا ہے مسئلہ : اگر ماں بچہ کے ذی رحم سے نکلح کر لے تو اس کا حق پرورش باقی ہے و سرافائدہ : دودھ کی مدت لام صاحب کے ہاں داخلہ سل اور صاحبین کے نزدیک دوسل ہیں مگر فحوی صاحبین کے قول پر ہے کہ دوسل پر دودھ چھوڑنا جائز ہے مگر جو بچہ داخلہ سل کے عمر میں کسی عورت کا دودھ پی لے وہ اس کا رضاعی بیٹا ہو گا۔ تیسرا فائدہ : یہ نکتہ بظاہر ماں کے قول کی تائید کرتی ہے کہ اس میں مدت رضاعت دوسل فرمائی گئی اور ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ کروا گیا کہ یہ اس کی پوری مدت ہے نیز دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ وحملہ ولصالحہ ثلثون شہرا یعنی بچہ کا حمل اور شیر خوارگی تیس مہینے یعنی داخلہ سل ہیں جس میں چھ ماہ حمل کی کوئی مدت ہے اور دوسل شیر خوارگی کی نیز عورت کا دودھ بدلتا ہوتا ہے جس کا استعمال بلا ضرورت ناجائز اور بچہ مکہ دوسل کے بعد بچہ کو اس کی ضرورت نہیں رہتی لہذا اس کا استعمال ناجائز ہونا چاہئے۔ لام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت حدود پلانے کی اجرت کے حق کے لئے ہے یعنی ظالم دلالہ ہی کو دوسل تک شہر سے دودھ کی اجرت لینے کا حق ہے۔ اس کے بعد باپ پر جبر نہ ہو گا نیز اسی آیت کے لگے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے طافان اودا فاصلا کہ اگر ماں باپ دوسل کے بچہ کا دودھ چھڑا چاہیں۔ اگر دوسل ہی دودھ کی مدت ہو تو ان کو لولہ کے کما حقہ دودھ چھڑانا واجب ہونا چاہئے نیز ب فرماتا ہے۔ حملہ ولصالحہ ثلثون شہرا بچہ کا حمل اور اس کی شیر خوارگی کی مدت داخلہ سل ہے یہاں تقسیم مروت نہیں بلکہ حمل اور شیر خوارگی ہر ایک کی یہ مدت ہے کہ حمل کی اختتامی مدت داخلہ سل اور شیر خوارگی کی بھی اتنی مگر جو تک حدیث شریف میں ارشاد ہو کہ حمل کی اختتامی مدت دوسل ہے اور آیت معاملات میں قطعی نہیں۔ لہذا اصل کی اختتامی مدت دوسل رہی اور دودھ کی داخلہ سل۔ چوتھا فائدہ : اگر غلو نہ اپنی بیوی کو خرچ نہ دے تو وہ حکومت یا مہجرت یا بر لوری کے ذریعہ سے حاصل کرے یا اگر موافقہ لے تو اس کی جیب سے نکل لے جیسا کہ حضور نے اپنی بیوی کو ہر سفیان کی جیب سے اپنا خرچ نکل لینے کی اجازت دی۔ (حدیث) اگر غلو نہ غائب ہو جائے تو اس کی اشیاء فروخت کر کے خرچ کرے۔ (کتب فقہیہ علی المولود) سے معلوم ہوتا ہے پانچواں فائدہ : بچہ باپ کا ہے کہ اس سے نسب ہے نہ کہ ماں سے کیونکہ ماں باپ کا مولود فرمایا گیا لہذا اس کا باپ سید نوہل سید ہو وہ بچہ سید ہے۔ اور جس کی ماں سید لئی اور باپ غیر سید ہو تو بچہ سید نہیں کہ اسے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ چھٹا فائدہ : باپ اپنی لولہ کے مال کا مالک ہے کہ اسے خرچ کرنا جائز۔ کیونکہ ماں باپ کو مولود فرمایا گیا جب وہ بچہ کا مالک ہو تو اس کے مال کا درجہ لولی (اموی) لولہ اگر کوئی اپنے بیٹے کی لولی سے صحبت کر لے اس کا مال خرچ کر لے تو اس پر کوئی نواہ نہیں نیز قائل باپ پر قصاص نہیں۔ ساتواں فائدہ : لولہ کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے نہ کہ



باپ ہی کاہر ہے۔ تو یہ نسبت کیسی۔ جواب: بچہ میں کا جزو ہے اسی لئے اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ یہاں سے لب نہیں چونکہ ابھی آیت مکمل نہیں ہوئی۔ لہذا تفسیر صوفیانہ آئندہ بیان ہوگی۔ پانچواں اعتراض: یہاں تو رب نے فرمایا کہ عورتوں کا رزق غلوہوں پر ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے وما من فائتہ فی الارض الا علی اللہ وذلہا ہر مائدہ ارکا رزق اللہ پر ہے اور دونوں آیتیں متعارض ہیں اور اگر غلوہوں پر عورتوں کا رزق ہو تو وہ عورتوں کے رزق ہوئے۔ جواب: وہاں حقیقت کا ذکر ہے یہاں سبب و مہل کا یعنی حقیقی روزی رسول رب تعالیٰ ہی ہے مگر سبب کے لحاظ سے مہل ازہوی کے لئے غلوہ و لولہ کے لئے باپ ہے۔

**فَإِنْ أَرَادَ إِفْصَالًا عَنْ تَرَاضٍ قَيْنُهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ**

پس اگر چاہیں دونوں دودھ چھڑانا رضاعی سے انکی ہر مشورہ سے پس نہیں ہے گناہ لولہ من کے  
چھڑانا باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر  
علیہما وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم

اور اگر چاہو تم یہ کہ دودھ پلاؤ اولاد اپنی کو پس نہیں ہے گناہ اور تمہارے جب کہ  
تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا چھڑا تھا

**إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ**

سب دو تم وہ جو وہ تم ساتھ بھلائی کے اور ڈرو اللہ سے اور جانو کہ تحقیق اللہ ساتھ اس کے  
بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ

**اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝**

جو کتبہ تم دیکھنے والا ہے

اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

تعلق : اس جملہ کا پہلے جملوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلے جملہ میں بچوں کے دودھ پلانے کا ذکر تھا اب  
من کے دودھ چھڑانے کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق: پہلے جملہ میں عورتوں کے دودھ پلانے اور پودر رکھنے کا  
ذکر تھا اب دائی سے دودھ پلانے کے احکام ارشاد ہوئے۔ تیسرا تعلق: مکمل آیت سے معلوم ہوا تھا کہ دودھ کے لئے دوسری  
ہی پورے کرنا لازم نہیں بلکہ یہاں باپ کو اس میں کچھ اختیارات بھی ہیں۔ اب انہی اختیارات کی تفصیل بیان ہو رہی ہے۔

تفسیر : فان اراہا فصلا لولہ و لولہ میں باپ دونوں ہیں مگر بچہ سے باپ کی نسبت ہے اور یہاں کو شفقت۔ اس لئے  
دودھ چھڑانے والوں ہی کی رائے پر موقوف رکھا گیا۔ نیز یہی باپ اجرت سے بچنے کے لئے دودھ جلد چھڑا دیتا ہے اور کبھی طلاق

واللہ اعلم۔ سرائف کرنے کے لئے اس میں جلدی کرتی ہے۔ لہذا یہ کام دونوں کی رائے پر موقوف رکھا گیا تاکہ بچہ کا اتصال نہ ہو۔ فصل فصل سے بنا معنی چھ لائی اسی لئے شریعت کو تفصیل اور نوٹ کے بچہ کو فصل کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنی ماں سے جدا کر دیا جاتا ہے نیز مسافر کے شر سے نکل جانے کو بھی فصل کہا جاتا ہے۔ فلما فصل طاقوت اور راست کی مسافت کو قائلہ کر دیا کہتے ہیں یہاں اس سے دودھ چھڑانا مراد ہے کہ دودھ پھوٹ کر بچہ ماں سے الگ ہو جاتا ہے نظام بھی اسی معنی میں ہے اس سے قائلہ بنا یعنی تذکرہ نیا بوی چنانچہ شیر خوارگی کی مدت پہلے جملہ میں بیان ہو چکی کہ فرمایا گیا اولین کاہلین و ذلک اس فصل سے کچھ اور مقصود ہونا چاہئے سیدنا محمد ﷺ انہاں فرماتے ہیں کہ اس سے دودھ سل سے پھڑکا دودھ سل پر یا اس کے بعد بھی دودھ چھڑانا مراد ہے اور یہ لام صاحب کی قوی دلیل (کبیر) اگر دودھ کی مدت دودھ سل ہوئی تو دودھ سل گزرنے پر دودھ چھڑانا واجب ہو جاتا کسی مشورہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہوتی اور یہاں مشورہ و رضامندی کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ دودھ سل سے دودھ چھڑانا واجب نہیں بلکہ والدین کی رضامندی پر موقوف ہے چاہیں چھوڑائیں یا نہ چھوڑائیں ذہنی سل پر سے کر لیں یعنی اگر ماں اپنے دودھ سل سے پہلے ہی دودھ سل پر یا اس کے بعد اپنے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں مگر جبراً نہیں من قواض منها و قضا و رضامندی سے بنا باب قائل میں اگر آپس کی رضامندی کے معنی میں ہو ایسی ہی تشریح مشورہ سے بنا جیسے معونتہ سے قتلون، معنی نکالنا اس لئے گھر کے سلطان کو شواہد کہتے ہیں کہ وہ بھی نکالا جاتا ہے۔ اصطلاح میں چند رائیں جمع کرنے کو مشورہ یا تشریح کہا جاتا ہے یعنی ماں باب آپس کی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو چھڑا سکتے ہیں۔ وان اودتم ان تسترضعوا اولادکم ظاہر یہ ہے کہ اس میں صرف باب سے خطاب ہے کیونکہ دلی سے دودھ پلانے کا تعلق باپ سے ہے اور اسی کے ذمے دلی کی اجرت غرضیکہ ماں کا دودھ چھڑانے میں چونکہ باب پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف بچے سے ہے اس لئے وہاں ظاہر اولاد فرمایا کہ باب دونوں کے مشورہ پر موقوف رکھا گیا اور دلی سے پرورش کرانے میں باب پر دلی کے خرچ کا بوجھ ہے ماں پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ اسے تو راحت ہے کہ وہ بچے پرورش کی محنت سے بچ جائے گی اس لئے ماں دودھ تم فرما کر صرف باب سے خطاب ہوا کہ دلی رکھنے میں باب مستقل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماں دودھ تم میں بھی ماں باب دونوں سے ہی خطاب ہو۔ جیسے انما الصلوۃ وغیرہ میں مومن عورتوں دونوں سے خطاب ہے موا شرف ہے اس لئے کہ صیغہ استعمال ہوا بعض علماء نے فرمایا کہ تشریح کا پہلا مفعول پوشیدہ ہے یعنی دلائل اور لولاد کہ دودھ سرائف اور بعض نے کہا کہ لولاد سے پہلے لام پوشیدہ ہے اور سرائف کے معنی ہیں دلی تلاش کرنا یعنی اسے والدہ! اگر تم دائیں سے اپنی لولاد کو دودھ پلانا چاہو یا اس کے لئے کوئی دلی تلاش کرو تو فلا جناح علیکم تم پر کوئی گناہ نہیں۔ انا سلطتم ما انتم بالمعروف، سلطتم تسلیم سے بناء اسلام کی طرح اس کا لہجہ بھی سلم ہے معنی آقا سے مخلوق رہنا پوری فرمائندہ داری۔ راضی برضائے کو بھی تسلیم کہہ دیتے ہیں جیسے ولسلوا تسلیم سے کو بھی تسلیم کہا جاتا ہے فسلطو علی انفسکم یہاں پر پرچہ راسو پناہ اور سپرد کردنا مراد ہے اتم سے دینے کا لہجہ کرنا یا اجرت ملے کر مارلو ہے یعنی جب کہ تم دائیں کو ان کی طے شدہ اجرت دے دو جیسے لا قاتلوات اللوان لا متخذہ باللہ کہ یہاں قرآن پڑھنے سے پڑھنے کا لہجہ مراد ہے۔ خیال رہے کہ یہ جواز کی شرط نہیں بلکہ بیان استنباب ہے کہ بہتر یہ ہی کہ دلی کی اجرت دینے میں جلدی کی جائے تاکہ وہ بچہ کی پرورش میں دل لگا کر محنت کرے۔ بالمعروف و البیہ سلطتم کے حلق ہے اور اس سے خوش معاملگی اور بھلائی مراد ہے یعنی تم ان کی اجرت بھلائی سے انہما میل کے

وے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مسنونہ سے رزق حاصل کرلو۔ یعنی دانی کو حاصل کرائی کھلاؤ تاکہ اس کا کھانا بچہ کو ملے۔  
 کیونکہ کھانے کی غذا بچہ کی صحت اور انشاق پر اثر پڑے گی۔ (روح البیان) وَاَتَقُوا لِلْعَالَمِ اَنْكَامًا مِّنْ لَّدُنْهِ يَزِيدُ رُحْمًا  
 اپنی بڑی اور بچوں اور دکان کے حقوق نہ مارو وَاَعْلَمُوا اِنَّ اللّٰهَ يَمَّا تَعْمَلُونَ يَبْصُرُ بِكُم مِّنْ حَيْثُ رَكَبْتُمْ فَاِنَّكُمْ  
 اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے استغنی خوف نہ ہو۔ مگر یہ کہ جب تمام کو اپنے مولیٰ کی گرفتاری کا خیال ہو تو وہ غفلت کی بات  
 نہیں کرتا۔

خلاصہ تفسیر : شیر خوارگی کی مدت خود سال ہی ہیں مگر اگر ماں باپ اپنے آپس کی رضامندی اور مشورہ سے اس سے کچھ  
 آگے پیچھے بھی دودھ پھیرا جائے تو ہر کوئی گناہ نہیں کیونکہ من کے مشورہ سے معلوم ہو گا کہ لب بچہ کے دودھ سے بے نیاز  
 ہو چکا ہو یا نہ ہو۔ اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو بجائے من کی بات کے دوائیوں سے دودھ پلاؤ تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ من کی  
 طے شدہ اجرت خوش حالگی سے لو اگر دودھ کھانے میں جیل و جنت اور مل مٹول نہ کرو۔ اور من سارے احکام میں لطف  
 سے ڈرتے رہو۔ خوب جانو کہ لطف سارے اعمال کو ہر وقت دیکھتا ہے۔ خیال رہے کہ باپ کی محل محبت محل پر ہے اور  
 ماں کی محبت محل پر غالب ہے اس لئے شریعت نے پرورش و شیر خوارگی میں ماں باپ دونوں کی رائے مستحب فرمائی تاکہ ماں کی محبت  
 باپ کی محل محبت کے لئے مفید ہو۔ مگر تعلیم و تربیت اور نکاح میں صرف باپ کو اختیار دیا گیا۔ باپ کے ہوتے  
 ماں کو اس سے تعلق نہیں کیونکہ من دونوں کاموں میں محل کی زیادہ ضرورت ہے۔ بچہ کا آرام ہی چاہتی ہے انجام نہیں دیکھتی  
 مگر باپ آرام و انجام دونوں پر نظر رکھتا ہے۔ اس لئے باپ ہی شادی بیاہ تربیت و تعلیم کا تکفل ہے۔ شریعت کے قوانین میں  
 بہت حکمتیں ہوتی ہیں۔

قائدے : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ : صاحبین کے قول پر ماں باپ کی رضامندی سے دوسال  
 سے پہلے دودھ پھیرا جاسکتا ہے مگر دوسال پورے ہونے پر دودھ پھیرنا واجب کسی کے مشورہ کی حاجت نہیں تمام صاحب کے  
 نزدیک اس سے پہلے بھی اور اس وقت بھی بلکہ اس کے بعد دودھ پھیرنا مشورہ سے ہو گا۔ دوسرا قاعدہ : علقیٰ سل پورے ہونے پر واجب  
 دوسرا قاعدہ : ماں کی بغیر رضائے بچہ کی پرورش کسی سے نہیں کرائی جاسکتی کیونکہ یہ ماں کا حق ہے۔ تیسرا قاعدہ : دودھ  
 نہ ہو یا ہو مگر قصداً دے یا نہ دے عاجز ہے یا وہ خود نہ چاہے تو دانی کو دیا جائے (احمدی)۔ من تترخصوا سے یہی مراد ہے۔  
 رب فرماتا ہے وَاُولَئِكَ بِرِضْوَانِ اَوْلَانِہُمْ۔ تیسرا قاعدہ : کام میں اپنے بھائیوں سے بھی مشورہ کرنا چاہئے۔ کھو  
 ہوئی شہر سے درجہ میں چھوٹی ہے مگر اس سے مشورہ کا حکم دیا گیا۔ چوتھا قاعدہ : بچہ کے لئے بہترین دانی اور دکان کے لئے  
 بہترین غذا تجویز کی جائے کیونکہ کھانے کے لطف اور دودھ کا اثر بچہ میں ضرور ہوتا ہے۔ دانی اور غیبہ دانی کا دودھ بچہ کو بھی ایسا  
 ہی کہلاتا ہے۔

حکایت : شیخ ابن عربی اپنے گھر میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ من کے بچہ نام ابو العلیٰ کو کوئی دوسری عورت دودھ پلا  
 رہی ہے۔ آپ نے اس سے بچہ چھین لیا اور بچے کے منہ میں انگلی ڈال کر تمام دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ اے دودھ سے  
 شرافت پیدا ہوتی ہے اور جان کنی میں آسانی جب نام ابو العلیٰ جون ہوئے تو کبھی ماما کو میں مل گیا ہو جائے تو اور فرمایا

تفسیر صوفیانہ : طریقت میں قدم رکھنے والا مرید گویا نو سو لود پچہ سہ دنیا سے اس کی ہاں شیخ کامل گویا والد جیسے کہ بچہ کو لولا "دودھ پلانا ضروری ہے اور کچھ دن بعد چھڑا لیا جب ایسی ہی شیخ کامل کو چاہئے کہ پہلے ہی مرید کو بالکل تیار کر دینا نہ دے بلکہ نئے بچہ کی طرح تنہا شیخ حاصل کرے دے اور پھر آہستگی سے اس کو دنیا سے ایسے نکال لے کہ اسے محسوس بھی نہ ہو۔ اور جیسے کہ بعض قوی بچہ دو سال سے پہلے ہی دودھ چھوڑ سکتے ہیں اور کمزور بچے دو سال تک دودھ پیتے ہیں۔ ایسی ہی بعض مرید بہت جلد دنیا سے بے رغبت ہو جاتے ہیں اور بعض کچھ دیر سے ملا یہ معاملہ شیخ کی رائے پر ہے اور جیسے کہ دودھ چھڑا کر ہی قوی غذا نہیں نہیں دیتے۔ لولا "نرم پھر آہستہ آہستہ قوی ایسے ہی شیخ کو لازم ہے کہ طالب پر ریاضات کا یکدم بوجھ نہ ڈالے بلکہ آہستگی سے ترقی دے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنات کے گویا والد ہیں اور سارا جہان گویا حضور کی لولا کہ نگہ باپ سے لولا ہے ایسے ہی حضور سے سارا جہان ہے وکل المخلق میں توری۔ اور لولا باپ کے لئے ہوتی ہے اسی لئے ہاں مولود نہ فرمایا گیا سارا جہان حضور کے لئے بنا لیا کہ لہذا خلقت الملائک اور علماء و لولیاہ جن کے سینوں میں شریعت و طریقت کا دودھ ہے وہ امت رسول اللہ کی درجی پرورش کرنے والی گوشت وائیں ہیں اور مدائی کار نرقہ لباس باپ کے لہو ہوئے ہے ایسے ہی ان علماء و لولیاہ کی مدد زیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہیں کہ وہاں سے ان کی پرورش ہوئی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لباس باپ کار نرقہ کھا کر بچہ کو دودھ دیتی ہے۔ بچہ کی یہ پرورش باپ ہی سے ہے مگر کسے ذریعہ ہوں ہی علماء و صوفیاء حضور ہی سے لیں لے کر اپنے ذریعہ امت کو دیتے ہیں۔ قرآن وحدیث گویا مدخلی و نرقہ ہے جو حضور کی سرکار سے علماء میں تقسیم ہو رہا ہے

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ

اور تم میں جو مری اور ایوان پھوڑی وہ چار عینہ اور دس دن اپنے

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيهَا

آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی خدمت پر رسی ہو جائے تو اسے دایوہر تم پر مواخذہ نہیں ہے کام میں جو

فَعَلَنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

عورتیں اپنے معاملہ میں موافقہ شریعت کی اور اللہ کو تمنا ہے کاموں کی فہم سے

**تعلق :** اس آیت کا کچھلی آٹھوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: کچھلی آٹھوں میں طلاق کے احکام اور ان کی حدت کا ذکر تھا۔ اب من و عورتوں کی حدت کا ذکر ہے جن کے شوہر مر جاتے ہیں کہ نکاح طلاق کی طرح شوہر کی موت سے بھی نکاح ختم ہو جائے اور حدت واجب ہوتی ہے۔ دوسرا تعلق: کچھلی آیت میں جملہ مترفعہ کے طریقہ پر حدت طلاق کے بعد وودھ پانے کا ذکر تھا۔ اب حدت کا ذکر کیا گیا۔ کہ نکاح اس میں بھی عورت کو بچہ کا وودھ پانا واجب ہے مگر شوہر موقوفہ نہیں۔

تفسیر : واللّٰھن متولون منکم' اللّٰھن بتداء ہے اور متولہن خیراتو اس سے پہلے انواج پوشیدہ ہے یا تو ہن سے پہلے تو واجہم متولون تولی سے بنا معنی پر اسلئے لیتا۔ اس کلمہ کوئی یاد دہا ہے سو وہ چار اگر نے کو دقا و حد اور حق لینے کو استیصال کتے ہیں اور موت و نیند پر بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ انسان اپنی عمر پوری کر کے اور پورا رونق کھا کر ہی مر گیا ہے اور نیند میں بھی ایک روح نکل جاتی ہے۔ اس مباحث سے اسے بھی دقت کہہ دیا جاتا ہے۔ یہاں معنی موت ہے۔ منکم میں مسلمانوں سے خطاب ہے۔ معلوم ہوا کہ کفار کے یہ احکام نہیں نیز یہ احکام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں حضور کی دقت شریف کے بعد ان کی انواج پاک کسی سے بھی نکاح نہیں کر سکتیں کیوں کریں کہ حضور حیات اقی ہیں۔ رب فرماتا ہے ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ایہا نہ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ بیواں احرام میں ہوں سے بچہ کریں مگر احکام میں مائیں نہیں اسی لئے ان سے پردہ فرض ان کی اولاد سے امت کا نکاح درست ان کی میراث امت کو نہیں ملتی۔ یعنی اے مسلمانو! تم میں سے جو بھی وفات دیے جائیں یعنی مر جائیں و بنون ازواجاً بنون بنون و ذر سے بنا معنی چھوڑا مگر



زہن یا ہاتھ سے رو کو جس طرح روکنے پر قادر ہو وہ کو ہڈی شد اسلام پر لازم ہے کہ جیسے اپنے کلی قوانین پر جبراً رعایا سے عمل کراتا ہے کہ اگر ننگے ہاتھ یا تیس ہاتھ نہ ملے تو چالان کو دیا جاتا ہے ایسی ہی رعایا سے اسلامی قوانین پر بھی عمل کرانے رب تعالیٰ دے۔  
**فائدہ :** اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: عدت کے احکام صرف مسلمانوں کے لئے ہیں کفار پر جاری نہیں جیسا کہ حکم سے معلوم ہوا لہذا اگر کفار بغیر عدت ہی نکاح کر لیں اور یہ ان کے دین میں جائز ہو اور پھر اسلام لائیں تو ان کا پہلا نکاح باطل رہے گا۔

**مسئلہ :** مسلمان کی بیسائی بیوی پر عدت واجب ہے۔ (احمدی) کیونکہ یہ موکات نکاح ہے اور وہ مسلمان قلم و سر فائدہ: موت کی عدت بیوی پر واجب ہوگی نہ کہ لونڈی پر جیسا کہ ازواج سے معلوم ہوا لہذا اموی کے مرتلے پر لونڈی عدت نہ گزارے۔ تیسرا فائدہ: موت کی عدت عورت پر واجب ہے نہ کہ مو پر جیسا کہ متروہین سے معلوم ہوا چوتھا فائدہ: عدت میں علم ضروری نہیں لہذا اگر عورت کو کچھ مدت کے بعد شوہر کی موت کی خبر ملے تو اس کی عدت بھی گزر گئی جیسا کہ متروہین کے عموم سے معلوم ہوا پانچواں فائدہ: شوہر کی موت سے نکاح بالکل نہیں ٹوٹ جاتا مگر عورت کی موت سے بالکل جاتا رہتا ہے لہذا عورت اپنے میت خلونہ کو بوقت ضرورت غسل بھی دے سکتی ہے اور چھو بھی سکتی ہے کیونکہ کسی قدر نکاح باقی ہے مگر شوہر مرد بیوی کو نہ چھو سکے نہ غسل دے سکے بلکہ اگر غسل نہ ملے تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کر لوے۔ مسئلہ یہ جو مشہور ہے کہ بیوی کی تلاش کو کندھا بھی نہ دے اور قبر میں بھی نہ اتارے غلط ہے جب جو سرے انہی لوگ یہ کام کر سکتے ہیں تو اسے بھی جائز ہے۔ چھٹا فائدہ: عدت موت پر بیوی پر یکساں لازم ہے کہ حاملہ اور لونڈی کے سوا باقی سب عورتیں ہی ہوں یا بذمی غلوت سمجھ ہوئی ہو یا نہ چارہا دس دن یہی عدت گزاریں گی۔ عدت طلاق میں بہت تفصیل ہے جیسا کہ ازواج کے عموم سے معلوم ہوا مسئلہ حاملہ کی عدت موت بچہ کی پیدائش ہے اور لونڈی کی عدت دو چاندنی دن۔ ساتواں فائدہ: موت کی عدت میں بہر حال سوگ واجب ہے کہ عورت نہ تو سرمہ لگائے نہ تیل نہ خوشبو ملے نہ رنگیں یا رنگینی پہنے نہ مندی لگائے نہ دوسرے نکاح کا یہاں اسلام کرے جیسا کہ متروہین سے معلوم ہوا طلاق ہانہ کی عدت کا بھی یہی حکم ہے۔

**مسئلہ :** شوہر کے سوا اور کسی قربت دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے۔ مسئلہ میت پر بیٹھنا اور نوہ کرنا بھی حرام ہے بے میری کے لفظ یا دلایا میت کی لفظ تعریف کرنا نوہ ہے۔ مسئلہ: محرم کے مہینہ میں ماتم کرنا سر پہنا کالے کپڑے پہننا سوگ کی نیت سے چارپائی پر نہ سونا یا جائز اور روافض سے مشابہت ہے بلکہ صوامع عرق میں ہے کہ دولے پٹنے کی نیت سے مجلس کرنا بھی ناجائز ہے ہاں مجلس ذکر شہید کر بلا کے لئے ہو اور رونا آجائے تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ آٹھواں فائدہ: حاملہ عورت اپنے نکاح میں خود غدار ہے دل شرط نہیں۔ کیونکہ یہاں ارشاد ہوا **فصلان لی انفسھن** اس فصل میں نہ سو نہ نعت نکاح ملے و فیو سب داخل ہیں۔

**پہلا اعتراض :** عدت صرف عورت پر کیوں واجب ہے مو پر کیوں نہیں اور سوگ کی کیلوجہ ہے جواب: مو کی موت عورت کے لئے مصیبتوں کا باعث ہے کہ اس کو وللی سرے اٹھ گیا۔ نکاح کی نعمت سے محروم ہو گئی۔ شوہر سے بے سایہ ہو گئی اگرچہ مو کو بھی عورت کی موت سے مصیبت پہن جاتی ہے۔ مگر عورت اس کی وللی نہ تھی اور نہ شوہر کا خرچہ عورت کے ذمہ تھا نیز

حورت میں حمل کا احتمال ہے مومن نہیں لہذا اسے کچھ دن نکاح سے روک دیئے گئے یہ مسئلہ بھی صاف ہو چکا۔  
 قاعدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے عمومی احکام جاری نہیں ہوئے حضور عام خطبات میں داخل ہیں مگر کھڑے  
 سنگم میں صرف ہم مسلمان داخل ہیں نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ تفسیر میں عرض کیا گیا یہ فرمایا ہے کہ انکھوا ما  
 طاب لکم من النساء متی و ثلث و ربع ہم کو صرف چار عداں نکاح میں رکھنی درست ہیں مگر حضور انور کو جتنی وہ  
 چاہیں۔ رب فرماتا ہے اقموا الصلوة واتوا الزکوة مگر ہم پہنچ لہذا میں فرض ہیں حضور انور پر چھ یعنی تھہر بھی ہم پر  
 باور زمین کی پیدل پور سونے چاندی کی زکوٰۃ میں الگ الگ حساب سے فرض ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ مطلقاً  
 فرض نہیں۔ ہر محل عام خطبوں اور عام سکھوں میں حضور انور داخل نہیں ہوتے اسی طرح چار ہندس دن کے بعد جاری نکاح  
 کرنے کی اجازت سے حضور انور کی ان دونوں جگہ علیحدہ ہیں وہ سب سے پہلے تو حضور انور کی وقت شریف کے بعد قریباً تھک کر گئے ہوں  
 چکی تھیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے ترک نہنت کے لئے سروں کے بال کٹو لیے تھے۔ (مسلم شریف باب فضل یسئل کتو باغیش  
 کے لئے نہ تھا بلکہ ترک نہنت کے لئے اور انہیں کے لئے خاص قند و سر اعتراض: وقت کی مدت چار ہندس دن کیوں  
 رکھی گئی۔ جواب اس لئے کہ بیت کا پچہ اگر لڑا ہے تو تین ہندس اور اگر لڑی ہے تو چار ہندس پچہ کئے لگا ہے احتیاطاً چار ہند  
 رکھے گئے پھر دس اور چھوٹے تاکہ حمل کا پورا پورا پتہ لگ جائے پورا پتہ پچہ کی حرکت سے لگتا ہے۔ بیت کا پورا پتہ چھ دس کا  
 رکنا اور وہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ تیسرا اعتراض: تم نے کہا کہ مومناہ بیوی کو غسل نہ دے اور نہ بیوی بلا ضرورت مومنا  
 شوہر کو۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عاملہ رہا کہ غسل دیا اور حضور کی بیویوں نے حضور علیہ السلام کو غسل دینے میں  
 حضرت علی کا ہاتھ دیا اس کی کیلوہ؟ جواب: یہ ان کی خصوصیات ہیں کہ ان کا نکاح وقت سے نہیں ہوا بلکہ وہ پہلے ہی قائم رہا۔  
 اسی لئے حضور علیہ السلام کی بیویوں کا نکاح نہیں کر سکتیں۔ سیدنا علی سے فرمایا کیا تھا کہ ظالم قسری دنیا اور آخرت میں  
 بیوی ہیں۔

کچھ عہد دو نوشن شیر و شیر

کار پاکیں را قیاس از خود گیر

جو تھا اعتراض: اگر نوح کا تہام ہے تو حضرت خاتون جنہ نے حضور علیہ السلام کی وقت پر کیوں کیا کہ آپ بھی ہیں  
 اور کچھ قضا بھی فرمائے۔ جواب: نہ آنسوؤں سے رو مانو نہ پورے لو مسلمین مگر حضرت خاتون جنہ نے یہ ہی فرمایا  
 تھا کہ سرکار آپ جنت کو تشریف لے گئے اب دمی بند ہو گئی اے اس تم نے کس طرح اس بدی چاند کو زہر خاک چھپایا یہ نوح  
 نہیں۔ پانچویں اعتراض: اگر طلاق کے بعد شوہر مر جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی۔ جواب: تین حیض اور چار ہندس دن  
 میں سے جو مدت دراز ہو وہی اس کی مدت ہے کیونکہ یہ طلاق دلائی گئی ہے اور وقت عدل بھی لڑ لڑوں عدتوں کا خلا کرے۔  
 چھٹا اعتراض: علی میں شہر بھی مذکور ہے اور یوم بھی لہذا ایسا ہی عدت کی طرح عذراۃ کے ساتھ آتا چلے تھا پہلی عدت کو  
 ت سے اور عذر بغیر کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ عدت کو مذکور کرنا سنوٹ لگانے کی پابندی جب  
 ہے جب کہ محدود مذکور ہو اور جب محدود پر شیعہ ہو تو عدت کا استعمال ہر طرح جائز ہے جو تکلفی عدت کا محدود یعنی بشر موجود تھا  
 لہذا عدت کے ساتھ استعمال ہو اور عذر کا محدود یعنی ایام پر شیعہ تھا۔ لہذا اس کا استعمال ہر طرح جائز ہو (مستطی) کل عرب کہتے  
 ہیں صمننا مشور کہتے ہیں صمننا نیت ایام (کیسے یاد کرے یہ کہ جو تک دس دن کے ساتھ دس راتیں بھی ہیں اور رات ہے مومنا

لہذا عشر بھرتا رہو۔ تیسرے یہ کہ دس دن بھی ایک مدت ہے اور مدت مونت ہے جو تھی کہ یہ نذرہ نہ بخو غم کا ہے۔ گویا محل رات کے ہے اس لئے عشر بھرتا رہو (کیر)۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے کہ لغت الہی پر فکر کرنا مہلت ہے ایسی لغت چمن جانے پر السوس و غم بھی۔ لطافت تلک اندونج چو کہ لغت الہی ہے اس سے محروم ہو جانے پر غم کا حکم دیا گیا ہے۔ جو عارف کہ اپنے درجہ سے گر جائے یا جو مومن کسی سنگی سے محروم رہ جائے اور اس پر غم کرے تو مستحق اجر ہو گا حضرت اکرم علیہ السلام نے جنہاں بھونے پر ہمت کر یہ ذاری کی جس کا انہماک بندہ کی درجات ہو حضرت امیر مولا یہ ایک لازم قضیہ دئے جس سے پانسو کلاں پہلا محل کہتی ہے کہ معیبت پر مبرمتر کر عشق کہتا ہے کہ وہی معیبت پر ہے قراری اور عجب الفضل بشرطیکہ شری حد و حد کے اندر ہو۔ بعض طلبوں نے اس جگہ فرمایا کہ مسلک کی موت اپنی محبوبہ سے فراق اضطراری ہے جس کے لئے اتنی مدت مقرر ہوئی۔ ایسے ہی اگر طالب موتی کو فراق اضطراری پیش آجائے تو رہ کارم اختیاری اس کی دھگیری کرنا ہے اسی لئے جو کوئی روبرو راستہ ہجرت میں مرحلے تو رہ قتل کے نزدیک مطلق اور عاجزی ہے۔ اس آیت میں طالبین موتی کو قتل ہے کہ وہ طلب میں چل پڑو چلنا تمہارا کام ہے اور حشر سے جذب تمہارے اختیار سے باہر اگر تم اس میں کامیاب نہ بھی ہوئے تو بھی گویا کامیاب ہو۔ اگر محبوب کو پانا اختیاری نہیں تو طلب میں مرنا اختیار ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ

اور نہیں ہے گناہ اس کے کہ تمہارے بیچ اس کے کہ گناہ کرو ساتھ اس کے پیغام سے طور توں کے یا چھپاؤ تم بیچ اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو مردہ رکھ کر تم غور توں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں

فِي أَنْفُسِكُمْ عِلْمَ اللَّهِ أَنْتُمْ سَدَّكُمْ وَنَهْتُمْ وَلَكِنْ لَا تَوَاعِدُوهُمْ

دلوں اپنے کے جانا اللہ نے کہ حقیق تم منع کر دے ان کا اور لیکن نہ وعدہ کر رکھو ان سے دیکھو یہ تمہارا رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کر دے ان سے غیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ

سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ

مگر یہ کہ کہو بات درست اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا یہاں تک اپنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گروہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی

النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

کہ پہنچ جائے لکھا ہوا حکم میعاد اپنی کو اور جائز کہ تحقیق اللہ جانتا ہے وہ جو بیچ دلوں تمہارے میعاد کو نہ پہنچ سکے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے۔

## انفسيكم فاخذووه واعلموا ان الله عفو رحيم

کے ہے پس ڈرو اس سے اور جانو کہ تعقیق اللہ بخشتے والا مہربان ہے  
 تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشتے والا مہربان ہے

تعلق : اس آیت کا مکمل انجیل سے ہر طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : مکمل آیت میں اللہ سے مہربانی کی قسم ہے۔ اللہ کے ساتھ سلام کی بھی مہربانی فرمائی جاتی ہے جس طرح میں اللہ کو اپنا اللہ کا سرخ کر بھی دے کہ وہ سزا تعلق : مکمل آیت میں یہ کہہ دیت کے کہ حکام ملنے گئے کہ اس لڑکے میں اللہ کا چہرہ تعلق نہ کریں۔ لب سواں کو ارشاد ہوا ہے کہ اللہ نے بھی یہ علم ہے کہ تم لوگ اللہ کا سرخ کر دے کہ یہ کہہ کر انہیں بھی مہربان قرار دے گا جو عوام ہے گویا اللہ کا یہ سواں سواں رہے گا۔ میرا تعلق : مکمل آیت میں یہ کہہ دیت کو دیکھیں یعنی اللہ کا تعلق ہم کو اپنا تعلق اس کی کسی قدر تفصیل فرمائی جاتی ہے۔

تفسیر : ولا جناح علیکم یہ انہی سواں کو خطاب ہے جو یہ کہہ دے تعلق کا کر لیں کریں۔ اس میں خود کو لگ کر داخل نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ یہ کہہ دے دل و ارٹوں سے بھی خطاب ہو یعنی اسے یہی تلاش کر لے تو نہیں کہہ نہیں۔ اسے یہ کہہ دے ولا وارث خود کے دل سے ہو جیسے والد بھائی بچہ داریوں یا سر لے دے جیسے دار و میٹھو تو یہ خطاب سے کوئی یہ کہہ دے سنا دے سرے کسی گھر والے سے کہے کہ فلاں شخص بہت اچھا ہے یا اس کے ہاں عورت سے ہی خوش رہے کی یہ کہہ دے میں رہی ہو اس تک کہ میں تمہاری کوئی گتہ نہیں فرماتا کہ یہ جملہ بہت سی صورتوں پر ملتی ہے۔ لہذا عرفتہ من خطبتہ النساء نامے مراد بات نہ تھی۔ عرفتہ قریض سے یہ کہہ دے تعلق ہے معنی اشارہ بات کرنا اس کا کہ عرض معنی آیت ہے قریض کے معنی ہوئے اللہ کے آس پاس گھر سنا اور صاف ظاہر نہ کرنا ہے کوئی تفسیر نہ لیت حد سے کہے کہ آپ کو سلام کرنے آیا ہوں۔ قریض کو کج بھی کہتے ہیں کہ اس سے مقصد ملتا ہے۔ خیال رہے کہ کتب اور قریض میں یہ نقل ہے کہ کتب اور اولیٰ ہول کر محرم مراد لینے کو کہتے ہیں۔ جیسے مسلمان لوگ کو کہا جاتا ہے کہ اس کے چہرے میں دیکھو کہ یہ کہہ دے اور قریض جس کے قریب قائم کر دے کلام ہے۔ (کیونکہ ان دونوں میں عموم خصوص من وجہ ہے) (معنی) خطبہ خطبہ سے جس کے معنی ہیں شان حال نا ظہر لب رخ کے کسوے معنی پیغام ہوتا ہے۔ اور رخ کے پیش سے معنی دعوت و قیمت اسی سے خطاب اور خطبہ ہے۔ ظاہر ہے کہ النساء سے حدت موت گزارنے والی ہر گن مراد ہیں کہ انہیں بکھر کر چلا آ رہا ہے اور انہیں کسی حکام بھی ہیں۔ حدت ظلال میں بہت تفصیل ہے یعنی اشارہ دور پہنچان ہر گن کو پیغام تعلق دینے میں کوئی گتہ نہیں غور و قول قریض و اشارہ ہو جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یا علی جیسے بعض لوگ یہ کہہ دے حدت کے لفظ میں کھٹا کر تو یہی ہوا شروع کر دے ہیں۔ ظاہر تو یہ یہ کہہ دے ہوتی ہے مگر حدت حقیقت پر نام تعلق نہ سے اگرچہ کہہ نہیں کہتے مگر حدت کھٹا ہے۔ عمل بھی اسی قریض میں داخل ہے۔ او اکتتم فی اللکم اکتتم انکم سے بنا معنی پہنچا۔ اس کا کہہ دے معنی پہنچا۔ لیکن صدور پہنچا جیسے لوگوں کو کون۔ یا کتب کون۔ جس پرش (پہنچا) کو بھی کہہ دے ہیں اس کی معنی اکتتم انکم ہے جیسے من

الہبل انما اور جعلنا علی قلوبہما کتماں کا مفعول پوشیدہ ضمیر ہے جو کہ مائی طرف لوٹ رہی ہے۔ افسس افسس کی جمع معنی قلب یعنی اس میں بھی گنتہ نہیں کہ تمہیں ہوسلام کا رولہ اپنے دل میں رکھو کسی پر ظاہر نہ کرو گویا نہ ارولہ نکال گئے اور نہ اشارہ نکال کر نہ کہ علم اللہ انکم متذکر وہن اللہ جانتا ہے کہ تم خاموش نہ رہ سکو گے ضرور ان سے نکاح کی بات چیت کر کے اسی لئے تمہیں کسی قدر اجازت دے دی مگر بالکل با حیل بھی نہیں دی۔ لہذا ان سے بات کرو۔ ولکن لا تواحدوہن سرا اس سے پہلے فقہ کہ من پوشیدہ ہے۔ لا تواحدوہن سے یہ۔ باپ قائل میں اگر شرکت کے معنی پیو ہوئے یعنی ایک دوسرے سے وعدہ کرنا سوا یا تو اس کا طرف ہے اور یا مفعول ہے۔ سر اعلان کا متکمل ہے۔ معنی خفیہ۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے نکاح مراد ہے کیونکہ نکاح کا تصور یعنی وہ علی پوشیدہ ہی ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے ذکر کمال مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے درپردہ نکاح کا مطلبہ مقصود یعنی ان سے درپردہ نکاح کا مطلبہ نہ کر لو کہ بعد مدت ہم سے ہی نکاح کر گنتہ کسی اور سے یا ان سے نکاح کی خاص بات نہ کہو الا ان یتولوا لولا معروفا یہ پچھلی مخالفت سے استثناء ہے اور قول معروف سے جائز بات یعنی نکاح کے اشارے مراد ہیں یعنی تم ان سے جائز بات چیت کر سکتے ہو کہ اشارۃً اپنی رغبت ظاہر کرو صاف صاف نہ کہو لا تعزموا عقدة النکاح تمزوا مرم سے بنا معنی بختہ ارولہ اس کے بعد علی آتا ہے جو کہ یہاں پوشیدہ ہے۔ نام رابط فرماتے ہیں کہ قحی خیالات کے چند درجے ہیں لولا خاطر فکر پھر ارولہ پھر عزم مت تو کسی کام کی تیاری کر گنتہ اور مرم اس کے کر گزرنے پر تیار ہو جانا عقدہ عقد سے بنا معنی گروہاء مناسبات متفقہ کرنے کو بھی اسی لئے عقد کہتے ہیں کہ اس سے جابین گویا بند ہو جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے عقد بیع عقد نکاح حتی بیاع الکتب اجلہ حتی لا تمزوا کی انتہاء ہے۔ صلح اورغ سے بنا معنی پہنچ جانا کلب صدر معنی مفعول ہے جیسے فرض معنی مفروض۔ اہل سے مصلح کی انتہاء مراد ہے یعنی جب تک کہ عدت مفروضہ ختم نہ ہو جائے تب تک نکاح کر لینے کا ارادہ نہ کرو واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم اس میں ارولہ نکاح سے سختی کے ساتھ مد کا جارہا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ تمہارے دل کی خطرات بھی جانتا ہے اگر تم نے ارولہ نکاح ذکر لیا مگر اس میں کامیاب نہ ہوئے تب بھی گنتہ مگر ہو جاو گے لہذا لا حلا ولا مذر کے معنی ڈر بھی ہیں اور پھر بھی لہذا اخیر کامر جی یا اللہ ہے یا ارولہ نکاح یعنی پس اللہ سے ڈرو یا ارولہ نکاح سے بچو۔ واعلموا ان اللہ علوہ حلیہ جان رکھو کہ اللہ بخشتہ ولا بھی ہے لہذا جو کوئی ارولہ کر چکنے کے بعد خوف الہی کی وجہ سے نکاح سے ہٹ رہے تو اسے بخش دیا اور علم ہوا بھی ہے کہ گنتہ پر جلدی پکڑ نہیں فرماتے کسی بدکاری پر فوراً عذاب نہ آئے اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں۔

خلاصہ تفسیر : شریعت کا کھدہ ہے کہ واجب کے اسباب بلکہ مقدمات کو واجب فرماتی ہے۔ جیسے نماز فرض ہے تو اس کے لئے وضو غسل پکڑنے کی طہارت وقت کی پہچان وغیرہ فرض کہ ان پر بھی ثواب ہے یہ تمام فرض کے شرائط و لوازم وغیرہ ہیں بلکہ نماز بعد کے لئے اس کے مقدمات جیسے کھدیا بار بند کرنا لڑائی سننے کی تیاری نماز میں مشغول ہونا فرض قرار دیتی ہے ایسے ہی حرام کے اسباب بلکہ مقدمات بھی حرام کر دیتی ہے زنا حرام ہے تو عورتوں کی بے پردگی مٹانا جہنمی عورت کا نکاح وغیرہ سب کچھ حرام ہے اس طرح شراب حرام ہے تو شراب پینا، فردشت کرنا، شراب خانہ کی نوکری وغیرہ سب حرام ہے کہ یہ مقدمات شراب خوری ہیں اسی قاعدہ سے جب عدت میں نکاح حرام ہے تو یہ وہ سے صراحۃً ذکر نکاح بھی حرام کہ ذکر نکاح بھی سب نکاح یا کم از کم مقدمہ نکاح ہے مگر چونکہ قریض نکاح نہ تو نکاح کا سبب ہے نہ مقدمہ ہے۔ اس لئے اس کی اجازت دی اور

ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! عورت کے دار و ثمن پر اس میں گناہ نہیں کہ یہ عورتوں کی ہدایت کی حالت میں اشارۃً نکاح سے منع کر دے۔ مثلاً یہ کہ وہ کہے کہ میرا دل نکاح کا ہے یا کہے کہ میں لوگ چاہتے ہیں یا میں اس سے نفرت کا مطلب ہو جس میں یہ غیباں ہوں یا یہ کہ میں اپنی بیویوں سے بہت اچھا کرتا ہوں یا یہ کہ میرے لئے شوہر طلب نہیں۔ صاف یہ نہ کہو کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ قہر میں ارادہ نکاح رکھو کسی پر ظاہر نہ کہ وہ رپ جانتا ہے کہ تم میرے کر سکو گے ضرور میں سے نکاح کا نہ کہو گے۔ اسی لئے اس نے تمہیں کچھ آزادی دے دی۔ لہذا ان سے نکاح کرنا کرنا کہ لیکن صاف صاف وعدہ نہ لے لو کہ اس عورت کے حق نکاح کرنا میرے سوا کسی اور سے نہ کرنا۔ پہلی باتیں کہو کہ انہیں اشارۃً سمجھا دو نیز یہ بھی خیال رکھو کہ جب تک عورت پر رتی نہ ہو جائے تب تک نکاح کا قصد ہرگز مت کرو۔ خیال رکھو کہ اپنے قہر سے دل کے ارادوں کو بھی جانتا ہے کہ اس پر بھی پکار فرمائے گا کہ تم اس میں کامیاب نہ ہو۔ لہذا اس سے ڈرتے ہو اور یہ بھی عقیدہ رکھو کہ اللہ بخشنے والا بھی ہے اگر تم اس ارادہ سے باز آ جاؤ تو تمہیں بخش دیا اور طلبہ کو بھی ہے کہ گناہگاروں کو جلد نہیں پکارتا لہذا تاخیر طلب سے بچو کہ کھو۔

فائدہ : اس آیت سے چند قاعدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : عورت کو پیغام نکاح دینے کے عزم اور من غلبہ انتہاء سے معلوم ہوا کہ وہ غلبہ یعنی پیغام دینے والا ہے اور عورت غلبہ یہ حکم استنباطی ہے۔ دوسرے اس کا کس بھی جائز ہے۔ ساری جگہ ارشاد ہوا ان تبتوا اماموا انکم جس سے معلوم ہوا کہ شوہر بیوی کو تلاش کرے نہ کہ بیوی شوہر کو ہمدردی میں لڑی والے لڑکے کو تلاش بھی کرتے ہیں اور پیغام نکاح بھی دیتے ہیں۔ یہ عقل کے بھی خلاف جب برات لڑکی کے گھر جاتی ہے اور لڑکا بیوی کو بیلا کر لانا ہے تو چاہئے کہ پیغام بھی لڑکے کی طرف سے لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ دوسرا فائدہ : جیسے کہ حدیث میں عورت کو اشارۃً پیغام دینا جائز ہے۔ ایسے ہی عورت کو بھی اشارۃً اس کا جواب دینا درست ہے۔ صاف صاف کہتے ہو کہ عورت کو جائز نہ عورت کو جیسا کہ لاتوا اعدوا من سے معلوم ہوا۔ تیسرا فائدہ : عورت کے ورع کو بھی جائز ہے کہ کسی کا پیغام اشارۃً پیش کر دیں کہ فلاں آدمی بہت اچھا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ لا جرح بیگم میں عقلی آیت کی طرح عورت کے لویا سے خطاب ہو۔ چوتھا فائدہ : حدیث دالہ یہ کہ پیغام نکاح میں ہر مل حرام ہے۔ مگر طلاق کی حدت کا اور حکم ہے۔ پیغام نکاح کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) کنواری یا عورت سے فارغ ہو چکے دالہ عورت کو صراحتہً یا اشارۃً پیغام اس کے والدین یا دالہ وارثوں کو دے کہ بلا واسطہ لڑکی کو پیغام دینا صحیح ہے بلکہ دالہ وارث بھی اس نکاح کو دے میں مستقل میں لگے۔ منہ لازم ہے کہ لڑکی کی رائے معلوم کر لیں حتیٰ کہ بوقت نکاح پھر اس سے اجازت لے کر نکاح کریں یہ گفتگو بلا لڑکی کے حلق ہے ثلثہ یعنی کے نکاح کا پیغام بھی والدین یا وارثوں کو دی دیا جاتا اور وہ لوگ اس نکاح میں مستقل قرار ہوں گے لڑکی سے اجازت لینے کے ماہم نہ ہوں گے لڑکی بلا ہو کہ دیگر وارثوں کا کیا ہو ان کا نکاح صحیح کر سکتی ہے۔ پہلے دونوں کا کیا ہو ان کا نکاح صحیح نہیں کر سکتی اس مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ (۲) جس عورت کو کسی نے پیغام دے دیا ہو اور اس سے رضامندی بھی ہو چکی ہو اسے پیغام دینا منع ہے۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان کے پیغام پر پیغام نہ دو لیکن اگر رضامندی نہیں ہوتی ہے تو دوسرے شخص کا پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ یہی حکم بیچ کا ہے کہ جس کسی نے عورت کو اس سے کوئی نفع ملے کر لیا تو وہ عورت کو عید نہ دے۔ لیکن اگر وہی صرف گفتگو ہی ہو رہی تو عید دینا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا پیغام

کیلی نیلام فرمایا تھا بیلام میں بولی پر بولی دی جاتی ہے اور قیمت یہ معلوم کی جاتی ہے۔ (2) تین طلق و ثل اور ایسے ہی عورت جو اپنے شوہر پر لعان یا رضاعت کے ذریعہ بیٹھ کے لئے حرام ہو چکی ہو۔ اس کی عدت میں بیٹھنے کی طرح اشبارہ "بیٹھنا جائز اور صراحہ" منع۔ (4) طلاق ہندو و ظہود فتح نکاح جن میں اپنے شوہر سے نکاح طلق جائز ہے ان عورتوں کو جماعت عدت بیٹھ نکاح صراحہ "بیٹھنا بھی منع اور اشبارہ بھی۔ ہاں پہلا شوہر ہر طرح پیغام دے سکتا ہے کیونکہ اسے عدت میں نکاح ہی جائز ہے۔ (5) طلاق رجلی کی عدت میں ہر قسم کی پیغام منع ہے کیونکہ اہل بدھ پہلے شوہر کی بیوی ہی ہے۔ (6) کسی کی بیوی کو جماعت نکاح اشبارہ "کانتہ" صراحہ "بیٹھنا سخت حرام ہے کہ اس سے اس کا گھر بگڑے گا ممکن ہے کہ بعد قوف عورت اس سے رابطہ ہو کر اپنے شوہر سے طلاق لینے کی کوشش کرے۔ (مدح الہیان بدکیر) یا پیغام فی غائضہ: انہی عورت سے ضوۃ "ہاتھ دھت کرنا" سے روکنا جائز ہے کیونکہ عدت دلائل و دعوہ کو پیغام دینے کی اجازت دی گئی اور ظاہر ہے کہ پیغام کا یہی سے ہو گا چھٹا قاعدہ:

: اولیٰ گنتہ بھی گنتہ ہے جیسا کہ ولا تقربوا کے بعد معلوم مطلقاً کہ گنتہ سے معلوم ہوا کہ ساتویں قاعدہ: ہر کئی اولیٰ گنتہ کے بعد محض وہ سب سے ڈر کر گنتہ سے باز آ جائے وہ مستحق جواب ہے جیسا کہ غور علیہ سے معلوم ہوا۔ مسئلہ: جس سے نکاح کرنا ہو اس کو کچھ لینا دینا ہے۔ (مشکوۃ باب النکاح) مگر حسب کتابت سے روکنا چاہئے کہ ظاہر قسور۔

پسلا اعتراض: اس آیت میں کچھ قیود معلوم ہوتے ہیں کہ اولاً کسٹہنی یا شکم سے نکلتا ہو اگر اولیٰ نکاح گنتہ نہیں۔ اور ولا تقربوا سے پہلے لگا کر یہ اولیٰ بھی گنتہ ہے۔ جواب: کسٹہ سے اولیٰ یا پہلا عدت قصد نکاح کی اجازت ملی۔ اور ولا تقربوا میں عدت کے اندر نکاح کرنے کی ممانعت یعنی زائد عدت میں یہ اولیٰ کر لیا کہ ہم بعد عدت نکاح کریں گے یا پیغام نکاح کریں گے جائز ہے مگر عدت میں نکاح کرنے کا یہی جرم اسی لئے ولا تقربوا عقدہ نکاح فرمایا گیا۔ و سرالاعتراض: حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ نکاح کا اولیٰ نکاحی ہے مگر اولیٰ گنتہ نہیں۔ قرآن کریم میں بھی ہے کہ لا یحللہ اللہ غلسا الا وسمھا اور اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ اولیٰ گنتہ بھی گنتہ ہے ان میں مطابقت کیسے؟ جواب: اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ گنتہ کاغذ یا گنتہ کاغذ یا گنتہ کاغذ یا گنتہ کاغذ نہیں بلکہ عزم گنتہ یا عدت گنتہ جرم ہے اور نکاح کاغذ یا گنتہ کاغذ ہے۔ چودھری کے لئے نکاح کسی گھر میں نکاح کیا گیا مگر نکاح چودھری نہ کر سکا تو گنتہ گنتہ ہو گیا عدت نکاح میں ہے کہ حسب مسئلہ جنگ کریں اور ان میں سے ایک سدا جائے تو قاتل و مختل دونوں جنسی ہیں قاتل تو قاتل کی وجہ سے اور مختل اولیٰ قاتل سے ندرت بھی کہا جاسکتا ہے کہ اولیٰ نکاحی میں خود نکاحی ہی کا جواب ہے مگر اولیٰ گنتہ میں اس گنتہ کا جواب نہیں بلکہ اولیٰ گنتہ کا جو کوئی عالم بنے گا ان کو لے کر کامیاب نہ ہو۔ انشاء اللہ علماء کے ساتھ لکھے گا مگر جو زکا کار وہ کر کے اس میں کامیاب نہ ہو تو نہ دنیا میں اس کو جرم کیا جائے اور نہ آخرت میں اس کا مشرکانوں کے زموں میں ہو۔ ہاں چو کہ یہ اولیٰ بھی گنتہ تھا تو اس اولیٰ کا جرم ہوا۔ تیسرا اعتراض: جب لڑکے والے پیغام نکاح کریں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے خود سونے طیبہ اسلام کو اپنی لڑکی کے نکاح کی پیغام کیوں دیا۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم استنباطی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کا وہ عمل جو اپنے قاتل و سر سے یہ کہ حضرت سونے طیبہ اسلام کے والدین دین میں تھے نہیں مصر میں تھے جہاں تک یہاں کے لوگوں کی پہنچ نہ ہو مشکل تھی کہ وہ طلاق غیر قابل حضرت شعیب علیہ السلام کے قاتل و وارث کے تھے اس مجبوری سے یہ عمل ہوا



لَهُنَّ قَرِيبٌ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرًا وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرًا

واستے ان کے سر اور جوڑا دو ان کو اور وسعت دینے کے موافق قیمت اس کے ہے اور  
اور ان کو کچھ برتے کو دو مقدور واسطے اس کے لائق اور تنگ دست بد اس کے لائق

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ

اور تنگ دست کے موافق اس کے جوڑا دینا ساتھ بھلائی کے واجب ہے اور اس کے دھوکے  
صوب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر

تعلق : اس آیت کا پچھلے آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلے آیتوں میں ان طلاق دلی عورتوں کا ذکر ہوا  
جن پر عدت واجب ہے چنانچہ عورت بھی انہیں کے حکم میں تھی لہذا اس کا بھی ذکر ساتھ ہی کر دیا گیا کہ ان طلاق دلیوں کا  
ذکر ہے جن پر عدت واجب نہیں یعنی غلط سے پہلے طلاق حاصل کرنے والیں۔ دوسرا تعلق: پچھلے آیتوں میں "شمارۃ"  
فرمایا گیا تھا کہ طلاق دلیوں کو ان کا سرور خرچہ عدت دو۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ بعض وہ عورتیں بھی ہیں جن کا شمار عدت نہ  
سر ہے نہ خرچہ عدت یعنی وہ جن سے بغیر مر نکاح ہو اور بغیر غلط طلاق دے دی گئی ہو۔ تیسرا تعلق: طلاق کی چند قسمیں  
ہیں اور ان کے بعد لکھا کہ ان میں سے بعض کے احکام پچھلے آیتوں میں بیان ہوئے اور بعض کے لیے بیان ہو رہے ہیں۔

شان نزول : ایک انصاری نے قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک عورت سے نکاح کیا اور کچھ مقررہ کیل پھر بغیر ہاتھ لگائے اسے  
طلاق دے دی چنانچہ اس قسم کی طلاق اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی لہذا اس کے احکام میں حیرت ہوئی۔ تب یہ آیت کریمہ  
اتری۔ (خزائن المرفوعہ)

تفسیر : لا جناح علیکم جلع کے معنی ہیں جھکاؤ نہ رکھو اور نکاح جلع جلع کے معنی ہیں جلع کے معنی ہیں کہ  
اس سے آدمی جھک جائے گا۔ لہذا بھی چنانچہ اخروی بوجھ ہے اس لئے اسے بھی جلع کہنے لگے چنانچہ معاملات عموماً عدت اور نہ  
داریاں بھی حکماً بوجھ ہیں لہذا ان سب کو جلع کہتے ہیں۔ وَلَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (از کبریا) پہلے جلع سے یا تو گنہگار ہو رہے یا حق  
مہر یا سرور خرچہ عدت کا مطالبہ یا دوسری مواخذہ (طلب) عظیم میں طلاق دینے والے شہروں سے خطاب ہے اور جو سکا ہے کہ  
عورت کے سرور یا میکے والے دلیوں سے خطاب ہو یا احکام اسلام سے یا عام مسلمانوں سے یعنی اسے خود اگر تم میں مطلق  
زیروں کو عدت کا خرچہ نہ دو تو تم پر گنہ نہیں کیونکہ ان پر عدت ہے ہی نہیں یا اسے ایسی مطلقہ کے لیے وارث یا اسے حکام یا اسے  
مسلمانوں کی ایسی مطلقہ عورتیں طلاق ہوتے ہی دوسرا نکاح کر لیں یا نکاح کی تمہاری کر لیں یا ان شہروں کے گھر سے نکل جائیں یا  
بہت سنگار کریں تو تم پر کوئی گنہ نہیں کیونکہ ان عورتوں پر نہ عدت ہے نہ سوگ لوند کو نہ بلا احکام عدت کے قصاصان طلقہم  
النساء ما لم تصوهن یہ لاجل جلع کی شرط مقرر ہے اور نہ اس سے یہ دیاں مر لویں۔ بعض نے فرمایا کہ ما مصدر یہ ہے اور اس  
سے پہلے نہ ان یا وقت پوشیدہ ہے یعنی انہیں صحبت نہ کرنے کے نذر میں طلاق دے دیا یہ کہ ایسے وقت میں طلاق دے عدت جب کہ تم



تیسری تفسیر : جب تک کہ تم نے عورتوں سے محبت نہ کی ہو یا ان کے لئے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ تب تک تمہیں طلاق دینے میں کوئی کمانہ نہیں جس حالت میں چاہو طلاق دے دو اور خ۔

فائدہ : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : بغیر مبرا منہ ہونے کی شرط سے بھی نکاح جائز ہے جیسا کہ مقرر ضولین سے معلوم ہوا۔ دوسرا فائدہ : جس عورت سے محبت نہ ہوتے ہر طرح طلاق و نکاح جائز ہے۔ البتہ محبت شدہ عورت میں یہ پابندی ہے کہ حیض میں محبت والے طرح میں طلاق نہ دی جائے۔ تیسرا فائدہ : جسے بغیر محبت طلاق دی جائے جو زانیہ واجب ہے جیسا کہ متوجہ من سے معلوم ہوا۔ اور محبت دلی عورت کو پورا ہوا ہو واجب اور جو واجبہ رب نے حضور علیہ السلام کو ٹھہرایا کہ اپنی بیویوں سے فرمادہ افعال امتناعیہ جو تھا فائدہ : جوڑے میں شوہر کی وصیت کا فائدہ ہو گا نہ کہ بیوی کی۔ جیسا کہ علی مہوس سے معلوم ہوا۔ پانچواں فائدہ : مگر اور غریب دونوں شوہروں پر صرف جو زانیہ واجب ہے۔ ہاں شوہر کے خلاف سے اس کی قیمت میں فرق ہو گا جوڑے کے ساتھ اور یکہ واجب نہیں۔

مسئلہ : طلاق دلی عورتیں چار قسم کی ہیں ایک وہ جن کا سر بھی مقرر ہوا ہو اور بعد محبت طلاق دی گئی ہو۔ انہیں مبرا منہ واجب اور جو واجبہ واجب۔ جس کا ذکر پہلی آیت میں گزر چکا۔ (2) دوسری وہ جن کا سر بھی مقرر نہ ہوا اور بغیر محبت طلاق دی گئی ہو۔ اس کا سر تک نہیں صرف جو زانیہ واجب اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (3) تیسری وہ جن کا سر مقرر ہوا ہو۔ مگر محبت کے بعد طلاق دی گئی ہو۔ انہیں آدھا مبرا منہ واجب۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے۔ (4) چوتھی وہ جن کا سر مقرر نہ ہوا ہو۔ مگر محبت کے بعد طلاق دی گئی ہو۔ اسے مہر مثل ملے گا۔ یعنی جو اس کے خلاف ان میں بدعتا ہو۔ مسئلہ : عورت کا زانیہ قیمت میں پانچ درم یعنی تقریباً ڈیڑھ روپیہ سے کم نہ ہو۔ اور مہر مثل کے آدھے سے زائد نہ ہو۔ مسئلہ : جسے محبت سے پہلے طلاق دی جائے اس پر عہد واجب نہیں۔ ہاں عہد و وقت لازم ہے۔ مسئلہ : غلط محمد محبت ہی کے حکم میں ہے غلط مجہد ہے جس میں تین شرطیں ہوں۔ (1) سو عورت کا تمام مکان میں جمع ہو جائے۔ (2) سو کو معلوم ہو تاکہ یہ جہمی بیوی ہے۔ (3) عورت میں کوئی شرعی یا حسی مانع محبت نہ ہو۔ لہذا احادیث یا فرضی روئے دار اور جس کی فرج جڑی ہو اس کی غلط مجہد نہیں۔ اس کی دلیل انشاء اللہ اعتراض و جواب میں آئے گی۔ خیال رہے کہ عہد واجب ہونے کے لئے غلط اور قسم کی مستحب ہے اور پورا مبرا واجب ہونے کے لئے دوسری قسم کی غلط ضروری۔ اگر عورت میں کوئی مانع موجود ہو۔ جس سے محبت نہ ہو سکے عہد واجب کر دے گی مگر مبرا و واجب نہ کرے گی لیکن اگر مبرا میں کوئی نقص تھا جس کی وجہ سے محبت نہ ہو سکی تو عہد بھی واجب ہو گی اور مبرا بھی پورا کہ میں عورت کی طرف سے قصور نہیں بلکہ مبرا کی طرف سے ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ مسئلہ : موت سے پورا ہوا واجب ہو جاتا ہے خواہ عورت مرے یا مرد اور موت خواہ غلط سے پہلے ہی ہو جائے۔ (1) بعد میں (2)۔ مسئلہ : بغیر مبرا والے نکاح میں موت سے پورا ہوا واجب ہو گا۔ (3) جیسا کہ ان فقہ سے معلوم ہو گا کہ یہ احکام صرف طلاق کے ہیں نہ کہ موت کے۔

پہلا اعتراض : لاجلہ کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا کہ دلی سے پہلے طلاق دینے میں کوئی کمانہ نہیں۔ مگر حدیث پاک میں ہے کہ طلاق بدترین مباحات ہے ان میں مطابقت یہ کہ ہو۔ جواب : اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ دلی کے بعد



نہ تو ہاں اتنے سے بھرے محبت صرف ایک جگہ داخل ہے (حزب شافعی) جو اسید و کسب میں کسی سے محبت ہی ملو ہے  
 ظہور سے ہاں محبت ہی جگہ اور شہر ہو رہا ہے کہ اگر تم ایک ہی کو طلاق دے کہہ سکی سے نکاح کرنا ہو تو تمہارے  
 اسے بھلا دیا ہو تو نہیں نہ لو اور کہنے سے نکاح ہو و لہذا فی بعض مکالمات میں بعض بڑے بڑے علماء نے کہہ دیا ہے کہ ہم سے نہیں  
 بلکہ انصار امدادی مکی اور انصار امداد سے یا معنی نقل جگہ جس سے معلوم ہو کہ شہر ہونے کی کمال جگہ میں پہنچ جاتا ہے محبت ہی کا  
 علم رکھتا ہے۔ (از کبر) نیز اسباب پر اصل کے انکام جاری ہوتے ہیں اور سے سرکاری رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ محبت کا  
 سبب ہے۔ سوتے سے وضو جائز رہتا ہے کہ نیکو نیکو کر رہا ہے ایسی ہی ظہور مجھ سے موجب ہو جاتا ہے کہ کہہ  
 محبت کا رویہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ : کسی سے فیض لینے کے وہ درجہ ہیں اس سے نسبت اور اس فیض دینے والے کی خدمت نسبت سے  
 محبت اور خدمت سے نسبت ملتی ہے جو کمبود محبت سے پہلے طلاق و دل عورت نے اگرچہ ظہور کی خدمت حاصل نہ کی بلکہ اس کی  
 فعل بھی نہ دیکھی مگر وہ کہ اسے ظہور سے نسبت ہو گئی تو وہ اسے یا نصف مکی مستحق ہو گئی اور ظہور کو چھوڑا گیا کہ عورت  
 کی محبت پر مبنی کرے اسی طرح جو طالب فیض مرد یا حضور کا مکی حضور کی نسبت دیکھے اور انشاء اللہ کہہ دے کہ جو ہاں لے گا اور  
 اس کی محبت پر مبنی بھی ہو گی مگر اگر نسبت وہ خدمت نہیں کسی کو میرا ہو جاوے تو نہ نسبت نہ نسبت بھی کافی ہوتی ہے  
 جس صاحب وہ ہیں۔ جنہیں حضور سے نسبت بھی حاصل ہے اور خدمت کا بھی موقع ملا ہے محبت اعلیٰ درجہ والے ہیں وہ پرتو ہاں  
 ہے کہ ان کے حضور وہ کوز فیض وہ ہیں جنہیں صرف نسبت ہو رہی ہے نہ نسبت نصیب نہ ہوئی ہے یہ بھی پارنگ کے صاحب فہماں  
 ہے و کلا وعد اللہ العسیٰ بلکہ جو طالب کہ خدمت میری نسبت اسلام نصیب نہ ہوئی انہیں بھی یہ فہم پہنچ گیا کہ  
 بدلتے سے کل کر اس کے مجھے میں رکھے گئے۔ ہر بات میں وہ لانا کے سبق اور خدمت گذار سبھی کہلا گیا کہ جو فہم پہنچا لیتے  
 ہیں۔ اسی لئے حضور نے فرمایا کہ جو مرتد وقت گھر پر سے اور گھر پر سے نہ جتنی ہے اگرچہ عاقبت وہ کہیں اس لئے کہ  
 اسے نسبت تو حاصل ہے مگر علیہ السلام کے جلد گر نہ اسلام تک کی کوئی نہ نسبت یا کلام سلام نہ کرے کہ فوراً سولی پر چڑھا  
 دینے کے مگر نسبت کیسی کی وجہ سے پارنگ گئے۔

لا مری تفسیر صوفیانہ : اس نسبت سے معلوم ہوا کہ وہی کو محبت سے پہلے طلاق دینے میں شہر ہر اسد مری وہاں ہی کم  
 ہے اور محبت کے بعد زبان جس سے پہنچا کہ تو فی بعض باتوں میں مشکل ہے اور ضعیف کا زنا آسان۔ نہ کہ وہ نہ لگا تو اصل مل  
 اللہ ہونا آسان ہے۔ نہ لگا تو لگا تو اور بھی دشواری زبان اسی قدر مراتب بلکہ۔ اسی لئے دلالت محبت سے دلالت مصطفوی  
 افضل ہے۔ حضور کو شپاک فرماتے ہیں۔

دکل دکل لا قدم و لای

ملی قدم اتنی در اکل

یعنی میرے بلندی درجہ کی وجہ یہ ہے کہ ہر مل کسی خاص و ظہور کا شہرہ آگے کسی کہ وہ سے عیسوی حاصل ہے کسی کو  
 موسوی لیکن میں سید کا خیال علیہ السلام کے قدم ہر مل ہوں اور دلالت مصطفوی کا شہرہ آگے لیا ہوں نیز جیسے کہ مذکور  
 ضرورت پر ہی کو محبت سے پہلے یا بعد طلاق دی جاسکتی ہے۔ ایسی ہی دینی ضرورت پہنچا کہ بعد استیصال اکل استیصال طلاق

زی جاسکتی ہے زیارت بیت اللہ کے لئے وطن مولد احباب کو چھوڑ کر امر مہاجرہ کر آرہے ہیں۔ ایسی زیارت ذات اللہ کے لئے جس پر بن عجب کتاب لکھ سب چیز سے مٹ سونے۔ خودی کو مٹا تو خدا لپکا۔ قل اللہ فہم رعم نیز جیسے کہ طلاق دی ہو لیکن کو بقدر محبت و علاوہ بیت اللہ جاتے وقت بل بچوں کے لئے عریض ہو رہا ضروری۔ ایسی ہی دنیا کا طلاق دینے وقت دنیوی قربت و اہول کو بقدر محبت چھوڑنا ضروری اس لئے واسطین کے نام پر جناب ہر عریض علی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لہنک علیک طہار جیسے کہ بچہ کھارہ چھڑا کر اسے خاطر خواہ نہایت اُمید دیتے ہیں ایسی ہی جب عقل جس کو یہ دنیا سے ہر اکو تو کچھ سہی لہذا یہ تہ اُمید دے۔ اسی لئے سرکاری حکم ہے کہ تشنگ علیک خدا

وَاِنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لِهِنَّ

اور اگر طلاق دو تم انہیں پہلے سے اس کے کہ چھوڑنا نہیں چاہو کہ یہ تشنگ مقرر کر دیا ہو تم نے واسطے ان کے اور اگر تم نے اور ان کے کہ چھوڑنے طلاق دے دی اور ان کے لئے کہ ہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا طہار

فَرِيْضَةٌ فَيُصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَّعْفُوا الَّذِيْ يَبْدُوْهُ

فہر جس آوصاف اس کا جو مقرر کیا تم نے مگر یہ کہ صاف کر دیں یا صاف کرے وہ شخص کہ نکاح

عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ يَّعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ

اتحاد اس کے عہد نکاح کی ہے اور یہ کہ صاف کر دے یہ عہد کر رہا ہے واسطے یہ عہد کہ عہد

اور اسے عہد تہدرا زیادہ دینا بہرگز گاری سے نزدیک تو ہے اور آپس میں ایک عہد میں یہ عہد

بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

احسان کہ وہ میان اپنے۔ حقیق اللہ ساتھ اس کے کہ کرتے ہو تم دیکھے وہ ہے۔

مہارہ ہے تشنگ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

تعلق : پہلی آیت میں محبت سے پہلے طلاق دینے کا کہہ کر اس کی مدد صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ طلاق کے وقت مقرر نہ کیا گیا ہو۔ دوسرے یہ کہ کیا گیا ہو۔ پہلی صورت پہلی آیت میں بیان ہوئی۔ دوسری صورت اور اس کے احکام لپ بیان ہو رہے ہیں۔

تفسیر : وان طلقوهن من قبل ان تمسوهن بل بھی شوہروں سے طلاق ہے۔ اور اس سے محبت ضرور۔ اگرچہ ان مضمون گزشتہ آیت ہی کی طرح ہے۔ مگر طریقہ بیان لطف ہونے سے عبارت محبت لطیف ہو گئی کہ وہاں طلاق سے مضمون شروع ہوا تھا کہ مہر انک و اسب نہ تھا اور یہاں طلق مضمون سے کہ یہ کہ تو حلو واجب ہے اور طلاق سے مہر طلاق





پھولنے سے نہ تو ہر دو واجب ہوتی ہے نہ پورا امر بلکہ یہ دونوں چیزیں محبت حقیقی یا محبت حکمی یعنی غلو سے واجب ہوتی ہیں۔ لہذا آیت کریمہ لو لستم اہلہ میں بھی عورت سے محبت یا مباشرت فاحشہ مرلو ہوگی نہ کہ صرف پھر بعد از عورت کو پھر لینے سے وضو نہیں پڑے گا کیسے ہی حدیث میں مس مواء للہو وضائے اس سے مرلو مباشرت ہے نہ کہ صرف پھر بعد از لینے جیسے کہ اس آیت لو لستم اہلہ میں۔ آگے ہے او جاء احد منکم من الغائط میں صرف پانڈ سے آجنا مرلو نہیں بلکہ پانڈ سے فراغت مرلو ہے اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بوقت چہرہ میں حضور کے آگے لیٹی ہوتی تھی سرکار جب چہرہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارۃً پھر دیتے میں پاؤں سپیل لیتی آپ چہرہ کر لیتے بعد میں پھر پاؤں پھیلا لیتی تھی اگر مطلقاً عورت کو پھر لینے سے وضو جائز نہ تھا آپ نہ تہہ کیسے پوری کرتے فرضیکہ مذہب خلی مست قوی ہے۔

پسلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مری دو طرفہ کوئی حد نہیں فرما نہ جس ایک پھر مقرر کر لیں والا کہ وہ ہے جیسا کہ فرستم سے معلوم ہوا پھر تم یہ کہیں کہتے ہو کہ دس درم سے کم جائز نہیں۔ جواب : زیادہ مری کوئی حد نہیں جیسا کہ یہاں فرستم سے اور دس مری آیت میں 'تھار اے معلوم ہوا اگر کم کی حد ہے جیسا کہ آیت 'لقد علمنا ما لوفنا علیہم فی ازواجہم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں رب نے فرض کو اپنی طرف نسبت فرمایا اور اس کی تفسیر حدیث سے فرمائی کہ دس درم سے کم مر جائز نہیں۔ جن اعلیٰ حد میں اس سے کم مر کر کر ہے اس سے مر مرلو ہے۔ دو سر اعتراض : یہ حد مقدۃ النکاح سے پوری کولی مرلو ہونا چاہئے نہ کہ شوہر نہ ہو۔ ہوں۔ (1) نکاح کی باگ دوڑ دل نہ دج کے ہاتھ میں ہے کہ وہ چاہے نکاح کر لے یا نہ کرے شوہر اس مسئلہ میں مستقل نہیں بغیر مرضی جانیہ نکاح نہیں ہوتا۔ (2) اگر شوہر مرلو ہو تو مرلو سمحوا صیغہ خطاب کا آتا جیسا کہ 'تھار من وغیرہ میں ہوا۔ (3) نیز پھر اتنی لمبی عبارت نہ لائی جاتی صرف لو سمحوا کفنی قتل۔ (4) نیز اس صورت میں انکی عبارت دون سمحوا یکبار ہوگی۔ (5) نیز شوہر نصف مریح نہیں کرتا بلکہ پھر کرتا ہے زائد دینے کو جو میں کہا جاتا۔ لہذا آیت کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ نصف مریا تو خود عورتیں ہی معاف کر دیں یا ان کولی (حضرات شاہی)۔ جواب : تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ حضرت علی نور بے شمار صحابہ کرام کا یہی فرمان ہے کہ اس سے شوہر مرلو ہے چنانچہ حضرت جبرائیل معتم نے اپنی بیوی کو بغیر غلو طلاق دے کر پورا امر و اور فرمایا کہ غلو کا زیادہ مستحق ہوں (بکیر و درمستور اور نکاح کے بعد اس کی بھاء کی زور اسی کے ہاتھ میں ہے کہ غلو باقی رکھے یا طلاق دے دے عورت کے دل کے ہاتھ میں یہ زور کبھی نہیں آتی کہ نہ تو وہ بوقت نکاح اس کا پورا مالک تھا نہ بعد میں۔ (3) خطاب و غائب کے صیغوں سے ایک شخص کو تفسیر کے اختلافات کہلاتا ہے جو فصاحت اور بلاغت کا بہترین اصول ہے۔ (4) اتنی لمبی عبارت لانے میں شوہر کو پورا امر و پنے پھاگل کرنا مخصوص ہے کہ جو نکاح مالک نکاح ہے لہذا وہ ہی کرم بھی کرے۔ (5) ہوں سمحوا ہی کی تفسیر ہے۔ (6) غلو کے معنی بیش معافی ہی نہیں ہوتے بلکہ کبھی اس سے زری 'زیادتی بھی مرلو ہوتی ہے جیسے لعن علی لہ من اعدائہ شنی' غلو معنی زری یا اولستونک ما ظا یظنون للعلو نیز کبھی شوہر پورا امر نکاح کے وقت ہی دے دیتا ہے۔ لب اگر غلو سے پہلے طلاق ہو جائے تو کو دے کی واپس کا حق دار ہے واپس نہ لیا اس کی طرف سے معافی ہے۔ نیز عورت کے دل کو مریح کرنے کا کوئی حق نہیں۔ طلاق زری کا وہ نقصان نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے مری خود مالک ہے۔ تیسرا اعتراض : نکاح تو ڈالنے کا حق تو عورت کو بھی ہے کہ اگر وہ اپنے سر وغیرہ سے زنا کر لے نکاح جاتا ہے پھر نکاح کلاک شوہر کہل رہا۔ جواب : طلاق کا حق صرف مری کو ہے نہ کہ عورت

کہ عورت کی بعض ناجائز حرکتوں پر نکاح ٹوٹنا نہیں بلکہ طلاق ہو تا ہے اور پھر بھی عورت نکاح طلاق نہیں کرتی۔ وہ تو ایک جرم کرتی ہے جس سے نکاح ٹوٹتا ہے۔ نکاح طلاق ہو جاتا ہے۔ لہذا نکاح شرعی ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے غلو سے پہلے طلاق دینے پر مقررہ کا نصف و بنا ضروری ہے کہ اگرچہ شوہر نے بیوی سے کچھ طلاق حاصل نہ کیا مگر عقد نکاح کا یہ اثر ضرور ہوا ایسے ہی جو مولا خدا امیر اللہ کو چھوڑ کر حوجہ لایا اللہ ہو تو وہ جس وغیرہ سے کچھ طلاق حاصل کئے یا نہ کئے۔ اس کا حق صحبت کچھ نہ کچھ ضرور ہوا اگر سے اور خیال رہے کہ حق یعنی امیر اللہ کو چھوڑنا تقویٰ حقیقی سے زیادہ قرب ہے کیونکہ جس قدر غیر سے دوری ہوگی اسی قدر رب سے قرب۔ دنیا میں ایک عمل ضرور کرے۔ مگر فضل الہی پر نظر رکھے کہ خستہ کلام اللہ اس کے فضل سے ہو گا نہ کہ محض اپنی کوشش سے رب کو بیش بہر سمجھو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رب کو سمجھو ہمیر جاننے والا مگر پر جرات نہیں کر سکتا جو بندوں سے پھپھ کر جرم کرے وہ دور حقیقت رب کے ہمیر کی بہت کر تا ہے اگر خدا کو ہمیر جان کر گناہ کر تا ہے تو بہت دیر ہے۔ اور اگر اسے ہمیر نہیں مانتا تو کافر ہے کسی نے جینی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا علق میں کوئی آپ جیسا بھی ہے تو فرمایا کہ جس کی فکر جبروت ہو اور خاموشی فکر اور گناہ نہ کر وہ جیسا ہے۔ قلب منور ہو کر مکمل جانا ہے قلب کی نورانیت کی علامت دنیا سے بے رغبتی آخرت سے محبت اور موت کی تیاری ہے۔ (روح البیان)۔

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿۲۰﴾

حفظت کرو لو پر نمازوں کے اور نماز وسطیٰ کی اور کھڑے ہو اسے اللہ کے احکامات کو نہانے پر پس  
نہجانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ایسا ہے پوچھ

خِفْتُمْ فَرَجَالًا أَوْ زُرُبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا

اگر خوف کرو تم پس پیدل یا سوار پس جبکہ امن میں ہو عباد پس ذکر کرو اللہ کا جیسے سکھایا اس نے  
اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا

لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾

وہ جو نہ تھے تم جانتے تھے  
اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے

تعلق : اس آیت کا تعلق انہوں سے کی طرح تعلق ہے پہلا تعلق : اولاً ۱۳ صل ذکر جنگ کا تھا اور طلاق کے مسائل  
اس کے ضمن میں آگئے تھے۔ اب بالخصوص نماز خوف یعنی جنگ کی نماز کا ذکر ہوا۔ دوسرا تعلق : طلاق کی آیتوں میں بھی بار  
بار تقویٰ کی ہدایت کی گئی اور یہ کہ نماز تقویٰ کی کنجی ہے۔ اس لئے مضمون طلاق کو ختم کرنے سے پیشتر اس کی طرف خاص





اناء الیل یعنی نماز میں اللہ کے حضور باہوب خاموشی عاجزی کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ چونکہ بعض صورتوں میں نماز میں قیام فرض نہیں۔ اس لئے ارشاد ہوا فان خلت منہ لم یجلا او رکبنا خوف۔ سید خمن یا درندے وغیرہ کلوہ اور مرلوہ جس سے قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز خوانہ کی جاسکے۔ رجل رجل کی جمع ہے۔ جیسے تاجر کی جمع تاجروں صاحب کی صاحب اس کے معنی ہیں یہی وہ پرہیزگار اور پختہ ہو یا کھڑا ہو (کیسے) یہ ایک پوشیدہ فعل کے فاعل سے مل ہے رکبان رکب کی جمع ہے جیسے فرسان فارس کی یہ رجل پر معطوف ہو کر اسی ذوالفعل کامل ہے یعنی اگر ہمیں سخت خوف و ڈر کی وجہ سے قیام ناممکن ہو تو چلتے ہوئے یا سواری پر ہی نماز پڑھ لو۔ خوف بہت قسم کے ہیں بعض خوف وہ ہیں جن سے قیام جائز ہو جائے جیسے پانی پر دشمن یا درندہ ہو جیسے کتاب میں امام حسین کو کہ سامنے درائے فرات تھا مگر آپ قیام سے نماز پڑھتے تھے یا پانی کے استعمال سے موت یا بیماری کا خوف۔ بعض خوف وہ ہیں جن میں نماز خوف پڑھی جاتی ہے۔ جس کا ذکر سورہ نساء میں ہے واذا كنت لهم لما لمت لهم الصلوة للتعلم طاعتهم منهم معك اور بعض خوف وہ ہیں اس میں چلتے پھرتے سواری پر نماز ہوتی ہے۔ فاذا استم فاذكروا الله كما علمكم من خوف الله جاتلا و ذکر اللہ سے نماز پڑھ لو کہ تم کو اللہ کے علم کا فائدہ دے گا اور اگر ایسی جب کہ تم اس میں آ جاؤ اور خوف جائز ہے تو پھر اسی طرح نماز پڑھو جس طرح وہ نے تمہیں واسطہ وغیرہ سکھائی ما لم تکنوا تعلمون یہ علم کا مفصل ہے یعنی رب نے تم کو سارے وہ باتیں سکھائیں جو تم نہ جانتے تھے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! ساری فرض نمازوں اور چھ دنوں نماز (نماز عصر) کو خوب پابندی اور نگہبانی کرو اور اللہ کے حضور لوب سے خاموش ہو کر عاجزی کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ پہلی اگر کبھی تم درندے یا دشمن کے خوف میں بچس کر نماز یا قاعدہ قیام وغیرہ کے ساتھ خوانہ کر سکو تو پیدل یا سواری جیسے بن پڑے پڑھ لو۔ کیونکہ نماز کسی وقت صحیح نہیں۔ بجز خوف جائز ہے اور تم مطمئن ہو جاؤ تم اللہ کی یاد ایسی ہی کرتا جیسے کہ اس نے تم کو ساری وہ باتیں سکھائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ علم بڑی نعمت ہے۔ جس کا شکر یہ واجب۔ خیال رہے کہ نماز کی بہت قسمیں ہیں۔ (1) نماز ہجگندہ۔ (2) جمعہ۔ (3) عیدین۔ (4) وتر۔ (5) نماز سنت۔ (6) نماز منصف۔ (7) نماز نفل۔ (8) صلوۃ التہجد۔ (9) نماز عبادت۔ (10) نماز لوہین۔ (11) صلوۃ الاسرار یعنی نماز غویہ۔ (12) نماز توبہ۔ (13) نماز ترویج۔ (14) نماز قضا عمری۔ (15) نماز کسوف وغیرہ اس کے مسائل و فضائل شای بہ ہوا نفل اور بہار شریعت میں دیکھو۔ نماز قضا عمری کا طریقہ و ثبوت ہماری کتاب جہاد الحق میں ملاحظہ کرو۔ پھر نماز ہجگندہ میں بھی کچھ رکعتیں فرض ہیں کچھ واجب کچھ سنت کچھ نفل اور وہ سے یہاں اصولات جمع فرمائی گئی۔ خیال رہے کہ نماز ہجگندہ کی ممانعت فرض ہے اور بقی کی کسی واجب کسی مستحب۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : نماز کی ممانعت ضروری ہے۔ اس ممانعت میں بڑی گنجائش ہے بیشہ پڑھنا صحیح وقت پر پڑھنا اس کے فرائض و واجبات سنسن و مستحبات کا لحاظ رکھنا انتظام اور حضور قلب سے لو اگر کتاب اس میں داخل ہے۔ دو سرا فائدہ : نماز پانچ ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پہلے تو صلوات جمع فرمایا جس سے کم سے کم خمس نمازیں جائیں۔ پھر ان تین کے علاوہ ایک نماز وہ بھی ضروری ہے جو حج کی کمالاتی جائے گی اور چار میں بیچ نہیں پڑتا۔ لہذا کم سے کم پانچ ضروری ہیں۔ (کیسے) نیز دوسری یعنی حج کی نماز وہ ہے جس کے آس پاس برابر عدد ہوں اور یہ پانچ ہی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تین میں آس پاس ایک ایک ہو گا اور ایک عدد نہیں۔ عدد وہ جو اپنے جابین کے مجموعہ کا قاعدہ ہو مثلاً وہ کہ اس سے

پہلے ایک ہے اور اس کے بعد تین جس کا مجموعہ چار ہوں۔ جس کا آدھ ہوتا ہے اور چھ ایک سے پہلے صغریٰ ہے لہذا ایک صغریٰ نہیں (روح البیان) نیز پانچ نمازیں دو سری آیتوں اور بے شمار احادیث سے بھی ثابت ہیں اسی پر امت مسلمہ کا اعلان ہے۔ تیسرا فائدہ: نماز میں قیام فرض ہے۔ جیسا کہ قوسو امینہ امر سے معلوم ہوا۔ مگر نوافل پڑھنے کو بھی جائز کہ وہاں چھتیا قیام کا ثبوت ہے۔ چوتھا فائدہ: نماز کے لئے جماعت سخت ضروری ہے جیسا کہ قوسو امینہ سے معلوم ہوا۔ پانچواں فائدہ: نماز کا قیام دوسرے ارکان سے اہم ہے کہ رب تعالیٰ نے خصوصیت سے اس کا حکم دیا اور نہ نماز میں قیام بھی آگیا اس لئے اہم اعظم فرماتے ہیں کہ زیادتی مسجد سے دراز قیام افضل چنانچہ زیادہ نوافل پڑھنے سے یہ افضل ہے کہ قنوت کے قتل پڑھے مگر دراز قیام کر لے یہی اصل کلمہ اسب ہے یہ آیت امام صاحب کی دلیل بن سکتی ہے۔

مسئلہ : نماز جمعہ و عیدین میں جماعت شرط نماز ہو نہ کہ میں واجب نوافل میں مع جبکہ لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کی جائے تو لوگوں کو نماز کسوف میں سخت مسئلہ: نماز ہو نہ کہ میں جماعت شعائر میں سے ہے کہ اگر تمام لوگ پھر ٹوڑیں تو کون سے جنگ بھی کی جاسکتی ہے۔ (روح البیان) چھٹا فائدہ: نماز میں سلام کا کام لکھا گیا ہے نہ کہ صرف رکعتیں حرام ہیں جیسا کہ بعض نے معلوم ہوا مسئلہ: مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ قاتین سے نماز میں کام مع ہو اور واسعتا سے امام کے پیچھے قرات واجب ہوئی۔ مسئلہ: نماز فجر میں قنوت تارک واجب ہے یہاں قاتین سے قنوت مرو نہیں۔ ساتواں فائدہ: سخت خوف کی حالت میں نہ تو نماز میں قیام فرض ہے اور نہ قبلہ رخ ہونا بلکہ یہاں سوا جس طرح ممکن ہو لو کر لی جائے مگر یہ جیسا ہے کہ جب نماز کے لئے ٹھہرنا ممکن ہو جائے۔ (امری) مسئلہ: مسافر فرض واجب کے علاوہ دیگر نمازیں سولہوی پر بھی پڑھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ تکبیر تحریم کے وقت کعبہ کو رخ کر لیا ہو۔ لہذا اچلی ریل میں سولے فرائض و در سب نمازیں جائز ہیں۔ مسئلہ: جماعت میں ہر نماز جائز۔ آشکواں فائدہ: اس کی حالت میں قیام وغیرہ سارے ارکان ہا فائدہ ہوا کرے جیسا کہ کما حکم سے معلوم ہوا۔ لوکل فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس نماز میں اللہ کے قبول سے کثرت سے شریک ہوں وہ زیادہ قتل قبول ہے اگرچہ تلاوت قرآن رکوع مسجد وغیرہ تمام نمازوں میں یکساں ہیں نہ کہ نماز سلی یعنی نماز مصری انصافیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نماز میں رات دن کے مختلف فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ نماز فجر کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے قرآن اللہ ان قرآن اللہ کان مشہودا۔ تو حضرات صحابہ کرام کی نمازیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام مساجد میں دھندلے کے ساتھ ہوئیں ایسے ہی نماز معراج جس میں حضور امام نور فرشتے مولانا و کبر نور تمام انبیاء مقتدی تھے چنانچہ تمام نمازوں سے افضل تھیں۔ جیسے نماز اہل وقت اہل جگہ میں اہل ہوئی ہے ایسے ہی اہل درجہ کے امام اہل ساتھیوں کے ساتھ اہل ہے اگرچہ قرآن ایک ہے مگر ٹوہوں میں فرق ہم ایک ہے مگر مختلف زمیوں مختلف نمازوں میں پڑھنے سے اس کی بڑھ اور مختلف ہوتی ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیش نماز فجر میں کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھتی چاہئے کہ کھڑے ہوں تو سوا کے ساتھ قاتین فرمایا گیا۔ اور قنوت معنی دعا بھی آتا ہے۔ امن ہو قنات الماء اللیل نیز حضور علیہ السلام سے فجر میں دعائے قنوت ثابت ہے۔ (حضرت شافعی) جواب: یہاں قنوت کے معنی دعائے قنوت کسی نے نہ کہے بلکہ ان اس سے لطافت مرو

ہے یا خاموشی اگر دعائے قنوت مروا ہوتی تو ہر نماز میں قنوت پڑھنی چاہئے کہ یہاں کچھ قید نہیں ہے نیز احادیثی سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حیر معونہ پر قنوت نازل پڑھی پھر ایسے لکھن الاموشی علی آیت نازل ہونے پر مجبور دی صرف ایک بار پڑھی صحابہ کرام نے اسے بدعت فرمایا۔ (مشکوٰۃ باب القنوت) اس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ ہمیشہ نہ پڑھی جائے کہ نازل آنے والی مصیبت کو کہتے ہیں۔ مسئلہ: چارے ہاں بھی خاص مصیبت اور بلا کے وقت نماز فجر صلاحت کی دوسری رکعت میں بعد رکوع چند روز قنوت نازل پڑھنا جائز ہے مگر جمع کل بعض دین بدویوں نے غیر مقلدوں کو راہنی کرنے کے لئے ہمیشہ پڑھنی شروع کر دی اور اس کے لئے کچھ بدلے تراش لئے کہ ترکوں کو جنگ کا خطرہ ہے۔ ایران میں فلاں پھیل رہا اعلیٰ ہو گئے الموس کہ جب حسین شریف میں نجدیوں نے بے پناہ ظلم کئے تو کسی دین بدی کو قنوت نازل کی نہ سوجھی۔ بلکہ انہیں مہار کبڑ کے تہہ دینے لگے۔ لب ترکوں پر فرضی مصیبت گھڑ کے قنوت نازل ہمیشہ کے لئے شروع کر دی الحمد للہ ترک آج کل بہت قوی ہیں لہذا ہر اسلامی حکومت کو دائم قائم رکھے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کر بلا کے موقع پر بھی قنوت نازل نہ پڑھی۔ خیال رہے کہ اسلام پر سخت مصیبت پڑ جائے پر چند روز قنوت نازل پڑھی جائے پھر بھی خاتم نماز پڑھنا ستر ہے تاکہ اختلاف آئمہ سے بچا رہے اور اگر نمازی میں پڑھے تو صرف نماز فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد پڑھے مگر آہستہ پڑھے بلند آواز سے ہرگز نہ پڑھے۔ فجر کے علاوہ دوسری نمازوں میں پڑھنا نماز کو فاسد کر دیا کیونکہ اس میں تاخیر سجدہ بلا ضرورت ہے اور تاخیر رکن ترک واجب ہے جو سوا آہو تو سجدہ سوا واجب کرتا ہے اور اگر عمر آہو تو نماز فاسد کر دیتا ہے۔ قنوت نازل کی نہیں تحقیق ہمارے فتویٰ مجیبہ میں ملاحظہ فرماتے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مطلقاً خوف پر نماز بدل یا سواری پر پڑھی جاسکتی ہے لہذا جنگ میں ہر حال جائز ہونی چاہئے۔ (حضرات شافعی، حنابلہ) کلام کی روش بتا رہی ہے کہ اس سے سخت خوف مروا ہے جب کہ ٹھہرنا ممکن ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن بھی چلے پھرتے نہ پڑھی بلکہ چند نمازیں قضا فرمائیں۔ حالانکہ یہ آیت اس سے پہلے آچکی تھی اگر آیت کے بالکل ظاہری معنی کئے جائیں تو چاہئے کہ ہر مسلمان ہمیشہ نماز خوفی پڑھا کرے کہ رب کا خوف تو ہر وقت ہے۔

مسئلہ: اس نماز خوف میں قیام کی طرح رکوع و سجدہ بھی معاف ہے اس کے لئے اشارے ہی کئے جائیں گے۔ تیسرا اعتراض: علیکم مالکم تکنونوا تعلمون سے معلوم ہوا کہ صرف احکام شریعہ رب نے مسلمانوں کو سکھائے نہ کہ سارے علوم عظیمہ اور قرآن شریف نے دوسری جگہ حضور کے متعلق فرمایا و علیکم مالکم تکن تعلمون تو چاہئے کہ وہاں بھی علوم شریعہ مروا ہوں نہ کہ سارے علم غیب۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ایک ہی لفظ کے مختلف موقعوں پر قرآن کے لحاظ سے مختلف معنی ہوتے ہیں۔ دیکھو رب نے سورہ سہاں فرمایا و لو تمنا من کل شیء وہاں ملکوت کی چیزیں مروا ہیں اور اپنے لئے فرمایا فاق کل شیء یہاں تمام قلوب مروا ہے ایسے ہی وہاں حضور کے لئے اپنے عموم مطلق پر ہو گا لوں یہاں ہمارے لئے عموم شرعی پر ہو گا دوسرے یہ کہ واقعی حضور نے سارے ہواجات صحابہ کو بتائے مگر وہ سب کو یاد نہ رہے۔ تفسیر صوفیانہ: نماز رب کی دعوت ہے جیسے کہ دعوت و فلا منہاں کے لئے دسترخون پر قسم قسم کے کھانے جمع فرماتا ہے۔ ایسے ہی رب نے نماز میں مختلف اذکار جمع فرمادیئے۔ جن میں مختلف لذتیں ہیں بعض میں گناہوں کی معافی ہے بعض میں

نیکوں کی زیادتی۔ بعض میں اسلحہ کدو لٹے کھل جاتے ہیں بعض میں رہتے قریب حاصل ہوتا ہے مگر یہ فائدہ نلکی  
خلفہ کرنے کا حاصل کر سکتا ہے۔ حفاظت ہے کہ سر تو سوئے حرم نکلے اور دل روئے یار کی طرف بھاگے کسی نے کیا  
طرب کیا ہے۔

حرب ہونے تو اگر قبل ام نیر کے برہک ہند طاغ نلکی میں  
اس نے فرمایا کہ مکتوہ تم لڑائی حفاظت کو۔ لڑا اور خالق لڑا حسدی بگڑتی لہائے کار تم لڑے میں صدق نظام  
حضور، حضور، مناجات، تذلل، اکمل، استقامت، طلب، ہدایت، سکون، دھار، حیرت، تقسیم، کمال، رکھو تو رب تمہیں قلیل  
اہلوت، قبولیت، اہلیت، (اثر) اور اللہ (روح) عطا فرمائے گد دل کی لڑائی لڑو سلی ہے کہ نگہ مل بہان انسان کے بیچ میں  
ہے۔ نیز دل، روح، جسم کے درمیان واسطہ ہے۔ بدن کی لڑائی تو سلاہر، فتنہ ہو جاتی ہے مگر دل کی لڑائی بھی فتنہ نہیں ہوتی۔ دل  
والوں کی بات ہے کہ انہی ملائم، امن، مسد، گوارہ سے لڑے نکلے لڑائی میں رہے ہیں۔ ماسکین کو چاہئے کہ خود  
میں جانے سے پہلے حرم حضور میں جائیں۔ کیونکہ خود کی لڑائی لڑنے کے بعد کے دل لڑائی میں۔ لڑائی کا کل ہے کہ لڑائی کا نکتہ  
سے ہے خبر ہو جائے لڑائی ایسی لڑائی نصیب فرمائے۔ (روحانی علاج)

دوسری تفسیر: لڑائی پانچ ہیں۔ (۱) لڑائی سر جس میں مشابہا غیب ہے۔ (۲) لڑائی نفس جس سے نفس کی خواہشات بھڑ  
جاتیں۔ (۳) لڑائی قلب جس میں ہزار کشف ظاہر ہوں۔ (۴) لڑائی روح جس میں وصل ہو۔ (۵) لڑائی بدن جس میں حواس کی  
حفاظت ہو۔ ان پانچوں لڑائیوں کو قائم رکھو۔ مگر سچ کی لڑائی یعنی دل لڑائی کی مست پابندی کو۔ اس میں ہادی اللہ سے چٹائی شرط ہے  
اور توجہ الٰہی اللہ اس کار کسی سے لڑائی فطرت اور کعب ذات سے بھر جانے پر قائم ہو جاتی ہے اور وہ کعب کے سامنے ٹکھری ہو باطنی  
لحاظ کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ اگر جس رتہ طریقہ میں صلیت جلیل سے ڈر گئے تو صوفیہ چین کے قدماء و مریدوں کی  
سواری پر لڑائی قلب کو اگرتے ہوئے جتو اور جب حصہ پر پہنچ کر یہ خوف دور ہو جائے تو پھر ناک لڑائی حسب ہدایت چاہے جس  
میں تہی تم ہو۔ کسی نے بھٹوں سے پوچھا کہ لڑائی تساری ہے یا لا کہ میں خود لیتی ہوں۔ (روحانی بیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ لڑائی  
بدن کی حالت میں بدن کو دیلوی مشاغل، کھلے پینے، کھام سلام سے بچایا جاتا ہے اور لڑائی نفس کو دیلوی خواہشات سے  
محفوظ رکھا جاتا ہے اور لڑائی دل میں دل کی محبت ہادی اللہ سے اور لڑائی روح میں جان کو ہادی اللہ سے اور لڑائی سر میں اپنے ہستی کو  
فتم کر دیا جاتا ہے لڑائی بدن تو بغیر حق پر شوع ہو کر سلاہر فتنہ ہوتی ہے مگر سر لڑائی میں دل و نفس و فیو کی زندگی فتنہ ہونے  
پر اور لڑائی روح بھی فتنہ نہیں ہوتی نہ معنی کو فتنہ نہ اس کی لڑائی انتہا

وہا حرام ہے نہ چاہا حرام ہے  
یہ کوچہ حبیب ہے مگر حرم نہیں! تجوہ کیا تو سر کا اٹھا حرام ہے  
صوفیاء فرماتے ہیں کہ لڑائی سر کو اگرتے دھاتی ہستی کو ناک کے واسطے ہلے ہو جاتا ہے جسکا توجہ جہتہ ہوتا ہے۔ قلوب  
اپنے کو دیا میں ناک کے دوا میں جاتا ہے پھر اس میں دھاتی طلیانی موع کو فیو سب کچھ پیدا ہو جاتی ہے بعد اصل ہلے ہو کر ناک  
عدین جاتا ہے جسے بھی ناک نہیں۔

ترتی ذات میں جو ہر دہائی سے نو کا عدد بنا  
جو اسے ملنے وہ خود نے وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں  
اس شعر کی عمیق تفسیر ہادی کتب دین سالک میں ملاحظہ کرو۔

وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْكُمْ وَيَنْدَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لَا زَوْجَهُمْ مَتَا

اور وہ جو وفات دینے جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑتے ہیں بیویاں لڑکیاں وصیت واسطے بیویوں اپنی  
اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال ہر سال

عَا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ

کے طرح کی ایک سال تک بغیر نکاح کے۔ پس اگر وہ خود نکل جائیں تو انہیں سے کوئی گناہ اور پرہیز  
نہیں لفظ دیکھ کر بے نکاح سے پرہیز اگر وہ خود نکل جائیں تو ہم پر اس کا مواخذہ نہیں ہو انہوں نے اپنے

فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۱۰۰ وَلِلَّهِ مَلَائِكَةٌ مَتَاعٌ

۱۰۰۔ اس کے کہ کیا انہوں نے بیچ نفسوں اپنے کے لئے کوئی مناسب بات اور اللہ غالب حکمت والا ہے  
ملائک میں مناسب طور پر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور ملائکہ دیوؤں کے لئے بھی مناسب طور پر ان و

بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝۱۰۱ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اور واسطے طلاق والیوں کے سامان سے ساتھ ملائکہ سے ضروری ہے لو پر پرہیزگاروں کے۔ اسی کا طریق بیان فرما  
نقد ہے یہ واجب پرہیزگاروں پر ہے اللہ بڑا ہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے اہل آیتیں کہ کہیں

تَعْقِلُونَ ۝۱۰۲

ہے اللہ واسطے تمہارے آیتیں تاکہ تم سمجھو

نہیں سمجھو

پہلا تعلق : پہلے سے طلاق وقت کی حد توں کا ذکر ہوا تھا۔ درمیان میں پابندی نماز کا ذکر ہوا۔ اب پھر اسی کے بقیہ احکام  
بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق : پہلی آیتوں میں حدت کے بیان نقد کا ذکر ہوا۔ اب یہ حدتوں کو بحالت حدت مکان  
دینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں بحالت جنگ نماز کو کرنے کا حکم دیا گیا۔ جس سے نماز کی اہمیت کا پتہ لگ  
چکا۔ جنگ میں بھی موت بھی ہو جاتی ہے اس لئے اب بوقت موت بیویوں کے لئے وصیت کر جانے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ بیوی  
کے حقوق کی اہمیت معلوم ہو۔ چوتھا تعلق : پہلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا اذکروا اللہ کما علمکم یعنی بحالت  
امن بھی نماز کو کرنا کہ خوف میں نماز پڑھ لی امن میں چھوڑ دی جیسے کہ وہ بے تم کو نعمت ظم سے نوازا

ہے تم بھی فکر میں ذکر اللہ کرنا چاہو تو ان کے بعد وہ یوں کے حقوق کی لوائی نکال رہے کہ جیسے تم پر مرتے جیتے سوتے جاتے ذکر اللہ ضروری ہے ایسی ہی مرتے جیتے اپنی بیویوں کے حقوق کی لوائی بھی ملازم ہے کہ جیتے جی باطن عقد دیکھ کر مرے اس کے لئے اچھی وصیت کر جاؤ کہ ذکر اللہ جہالت سے ہے اور زوج کے حق کی لوائی محلات سے پر عہدہ یوں سے الزام ہے اور گاڑی دہریوں سے ملتی ہے تم بھی جہالت و معاملات دونوں پر دل پر ہوا کر سکتے ہو جیسے کہ رہنے اپنی جہالت کے ساتھ و قدین کے احسان کا حکم یا قربا و نفس و ملک الا تعبدوا الا اہاء و بالواللین احسن

شان نزول : طائف میں ایک صاحب رہتے تھے حکیم ابن ماریث۔ جب انہیں حضور علیہ السلام کے مہذب پاک پہنچ جانے کی خبر ملی۔ تو یہ بھی مع اپنے بچوں اور سہیلہ کے وہاں سے ہجرت کر کے چل دیئے یا تو راستہ میں طائفہ منورہ پہنچ کر ان کی وفات ہو گئی جو کہ یہ مدت سالہ لڑتے لڑتے ان کے کل کا معاملہ بارگاہ نبوت میں پیش ہو گیا۔ آیت کریمہ اتزی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کے مطابق ان کے سہیلہ اور لولہ کو میراث دی اور ان کی بیوی کو محروم کیا اور سہیلہ اور لولہ کو عہدہ ایک سال تک حکیم کی بیوی کو بن و فقہ اور مکان دیں۔ (مدح و احمدی)۔ (2) جب آیت و متعوهن حقا علی المحسنین تک پہنچ ہوئی تو کسی نے کہا کہ طائف کا جو ایک احسن ہے خود میں کہوں یا نہ کہو کہ اب و للمطلقات الرجاء ہوئی۔ (کیر)۔

تفسیر : واللفن متولون منکم جو فون سے قریب وفات اور طاعت موت کے تصور کو وقت مرلو ہے جسے ہمارا اشتراک کہتے ہیں۔ منکم سے سارے مسلمان مرلو ہیں۔ یعنی جو تم سے مرے گئیں یا قریب موت ہو جائیں۔ و متولون ازواجہ و اولادہا تو مایہ ہے یا ملاحظہ اور جو فون کی طرح متولون میں بھی قریب ہی مرلو ہے۔ لہذا ج سے خود مرے متولون کی بیویاں مرلو ہیں تاکہ وہ بچیاں نکل جائیں۔ کیونکہ موت سے لڑائی پر مدت واجب نہیں یعنی اور حیل چھوڑنے گئیں۔ وصیتہ لازواجہم اس سے پہلے جو صون فعل پر شیعہ ہے۔ و میت اس کا مفعول ہے۔ متاعا الی العولیہ و الی الی و شیعہ کا مفعول ہے۔ اور الی الحول حصا کے متعلق لور یا متاع پر شیعہ فعل کا مفعول مطلق ہے اور الی الحول اس فعل کا متعلق۔ اس صورت میں یہ ورثائے میت کو خطاب ہے۔ یعنی اپنی بیویوں کو ایک سال تک بن و فقہ دینے کی وصیت کر جائیں یا شوہر تو وصیت کر جائیں اور لے شوہر کے وارث یا تو وصیت پوری کرتے ہوئے ان کی بیویاں کو ایک سال تک خرقہ دے۔ خود انہما چاہیں یا تو متاع کا بدلہ استعمال سے لیا ہوا بعض کیونکہ اگر متاع سے صرف کپڑوں کا جو امر لو ہے تو مکان اس کے محلات میں سے ہے اور اگر پر امان فقہ مرلو ہے تو مکان اس کا جو لور ہو سکتا ہے کہ اذن کامل ہو لور اخراج معنی مفعول۔ لور یہ بھی ممکن ہے کہ متاع کا بدلہ نکل ہو۔ (مدح و احمدی و مضافی) یعنی ایک سال تک بغیر نکلے ہوئے یا ایک سال تک اپنے شوہر کے گھر سے نہ نکل جائیں۔ لاف جو جن فلا جناح علیکم میں حکیم میں میت کے ورثہ یا حکام یا سارے مسلمانوں سے خطاب ہے اور خرچ سے ایک سال کے اندر عورتوں کا اپنی خوشی سے نکل جانا مرلو ہے یعنی اگر عورتیں اس مدت میں خود بخود نکل جائیں تو اسے ورثائے میت والے حکام اس کا تم پر ہرام نہیں انہیں نکل جانے دو کیونکہ تمہارا انکار حرام تھا کہ ان کا لفظ فی ما لعلن لی انفسہن من معروف تمہا کا متعلق جناح سے ہے لور اسے نہایت خوشبو لگتا ہوگا چھوڑنا لور دو سرے نکل کی

تیار کر لو ہے معروف فرما کر اشارہ یہ بتا دیا کہ عورتوں کو صرف جائز زینب و نہنت کی اجازت ہے نہ کہ باجائز کی بھی یعنی وہ عورتیں اپنے معاملہ میں مناسب طور پر جو کچھ کریں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں واللہ عزوجل حکم اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جس وقت جو چاہے احکام جاری فرما دے اور جس وقت جو حکم چاہے منسوخ کر دے۔ یہ وہ کاتو یہ حکم ہو کہ اب طلاق دلی کامل بھی منسوخ و للمطلقات متاع بالمعروف ظاہر ہے کہ مطلقات سے ساری مقبہ طلاق صورتیں مرلو ہیں خولوہ کا مگر نکاح میں مقرر ہو یا نہ ہو اور متاع سے عدت کا خرچہ مرلو ہے اور یہ حکم جو بی بی ہے لہذا نہ تو یہ آیت منسوخ ہے اور نہ پہلی آیت کے خلاف اور ممکن ہے کہ مطلقات سے عدت اور غیر عدت والی مطلقہ بیویاں مرلو ہوں اور متاع سے جوڑا مقصود اور حکم جو بی بی و استنبالی کو شامل ہو تب بھی آیت منسوخ نہیں یعنی ہر طلاق دلی کے لئے متاع بھلائی کے ساتھ واجب ہے یا مستحب ہے کیونکہ عدت دلی مطلقہ کو پر امن یا مہر مثل لے گا اور عدت ختم ہونے پر اسے جوڑ لوں یا مستحب ہو گا اور غیر عدت دلی مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہوا تھا اسے مہر نہ لے گا مگر اسے جوڑ لوں یا واجب ہے یہ حکم اب بھی باقی ہے اور اگر مطلقات سے طلاق دلی عورتیں مرلو ہیں اور متاع سے جوڑا امر اور حکم جو بی بی ہے تو یہ حکم اب منسوخ ہے حفاظ علی المتعین یہ حق فعل پوشیدہ کا مفہول مطلق ہے اور متعین سے سارے مسلمان یعنی کفر سے بچنے والے مرلو ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم جو بی بی ہے یعنی متاع سارے مسلمانوں پر واجب ہے کھلک لیکن اللہ لکم ایہذا لک سے یا تو طلاق عدت و فیہ احکام کی طرف اشارہ ہے یا اس طریقہ بیان کی طرف کہ محاللات کے ساتھ عہدات کا بھی ذکر ہوتا ہے یا قرآن کریم احکام کو بہت اجمال سے بیان فرماتا ہے سو یہ کچھ و للمطلقات متاع میں نہ تو یہ بتایا کہ مطلقہ عورتیں کتنی قسم کی ہیں اور نہ یہ کہ متاع سے کیا مسلمان مرلو ہے کس مطلقہ کو کیا مسلمان دیا ہے تاکہ تم قرآن کے ساتھ حدیث کے بھی محتاج رہو حضور سے مستثنی نہ ہو جاؤ۔ لیکن تبیین سے بظ۔ جس کے معنی یا تو آہستگی سے بیان فرماتے ہیں یا خوب واضح طور پر صاف صاف حکم میں لام قطع کا ہے آیات سے یا احکام کی آیتیں مرلو ہیں یا ساری آیتیں یعنی من گزشتہ احکام کی طرح یا اس طریقہ بیان کی طرح لفظ تمہارے نص کے لئے اپنے احکام کی آیتیں تذکرہ کیا ہیں فرماتا ہے تاکہ تم پر احکام کا یکدم بوجہ نہ پڑ جائے یا اپنے احکام خوب واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے لعلکم تظنون تاکہ تم خوب سمجھ کر عمل کرو اور من میں کسی قسم کا غلط نہ رہے۔

خلاصہ تفسیر: اسلام سے پہلے اہل عرب اپنے مورث کی بیوہ کا لگنا یا کسی اور سے نکاح کرنا بالکل گوارا ہی نہ کرتے تھے اور اسے عار جانتے تھے بلکہ یا تو اپنے ساتھ نکاح کر لیتے اور یا اسے یوں ہی مطلق رکھتے تھے اور بعض لوگوں میں یہ رواج تھا کہ بیوہ ایک سال تک اپنے شوہر کے گھر میں بیٹھتی پھر ایک سال بعد لونٹ یا بکری کی بیگنیاں بھیجتی۔ یہ بیگنیاں بھیجنے کا گواہ عدت ختم ہونے کی علامت تھی بارگاہ الہی ہو کہ یہ دونوں رواج متاکر جہاں پر آسلی کی جائے لیکن اگر ایک دم چار مہینوں دن عدت مقرر کر دی جاتی تو انہیں بھاری پڑتا۔ لہذا آہستگی سے انہیں راہ پر لایا گیا اور پہلے بیوہ کے لئے ایک سال ہی کی عدت مقرر کی گئی مگر کچھ فرق سے کہ انہیں اس کے پورا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دے دیا گیا اس وقت کی یہ آیت ہے جس میں ارشاد ہوا رہا ہے کہ اے مسلمانو تم میں سے جو مرنے لگیں اور اپنی بیویاں چھوڑنے لگیں۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے قریب و دلوں کو اپنی بیویوں کے متعلق ایک سال تک بغیر نکالے من غنقہ دینے کی وصیت کر جائیں۔ لیکن اگر وہ اس درمیان میں خود ہی تمہارے گھروں سے چلی جائیں تو وہ جو کچھ بھی اپنے ذاتی معاملہ میں بہت سنگار و دوسرے نکاح کی تیاری و فیوہ کریں تو انہیں نہ روکو کہ وہ نکاح میں اور تم پر

اس کا کوئی گناہ نہیں۔ اس کے علاوہ طلاق و الیوں کو بھی عدت طلاق میں مناسب طور پر ملن فقہویہ چیزیں ہر اس شخص پر واجب ہیں جس کے دل میں خوف الہی ہو اور کفر سے بچتا ہو۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے یہ احکام واضح طور پر بیان فرمادیئے ایسے ہی اپنے سارے احکام تفصیل و ثر و ثور آہنگی سے بیان فرماتا ہے تاکہ سمجھو اور عمل کرو۔ علماء کرام نے وصیت لازماً ہم کے حلق فرمایا کہ لبتہ و ازو وصیت کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ مل قتل میراث ہو جس مل کی میراث نہیں مل سکتی اس کی وصیت بھی نہیں ہو سکتی جیسے وصیت کے پاس کسی کی امانت رہن قرض کامل نہ قتل میراث نہ لائق وصیت دوسرے یہ کہ وارث کو وصیت نہیں ہو سکتی جسے میراث کا ایک حصہ ملے گا اس کے لئے وصیت درست نہیں ہوگا بل میں وصیت میراث کا لازم ہے اور شخص میں میراث کی دشمنی اس وقت چو تک عورت کو میراث ملتی ہی نہ تھی اس لئے ان کے لئے وصیت درست تھی لب ہیوں کا حصہ میراث میں نہ گیا لہذا ان کے لئے وصیت درست نہیں چو تک وصیت میراث مل میں لازماً معلوم ہیں اس لئے ہی کسی کو مل وصیت نہیں کر سکتے کہ ان کامل قتل میراث نہیں لگا ہوا کے علی دوسرے رسول اللہ ہیں جو ثابت ہے ان کا کامل و اہل لائق میراث بھی اور قتل وصیت بھی علماء دین کو وارثین رسول کہا جاتا ہے ہر مسلمان کو تعویذ و طہارت کی وصیت ہے اوصیکم بطوری اللہ تعالیٰ۔

فائدے : پہلی آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : یہ عورت کی عدت ایک سال ہے۔ دو سر فائدہ : یہ عورت اپنے شوہر کے مل کی وارث نہیں۔ تیسرا فائدہ : شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کیلئے ایک سال ملن فقہ دینے کی اہل قربت کو وصیت کر جائے چوتھا فائدہ : یہ کو ملن فقہ کے علاوہ ایک سال تک شوہر کی طرف سے ممکن بھی ملے گا پانچواں فائدہ : یہ پر یہ عدت گزارنا واجب نہیں ہے اس سے پہلے بھی وہ نکاح کر سکتی ہے۔ چھٹا فائدہ : یہ احکام لب منسوخ ہو گئے ایک سال کی عدت تو ابعتنا مشو مشرا و اہل آیت سے منسوخ ہوئی اور لب عدت موت صرف چار ماہ و س دن و گھنٹی کہ وہ آیت اگرچہ عکس میں ہے پہلے ہے مگر نزول اس کے بعد جیسے سورہ طہ نزول میں سب سے پہلے مگر آخر قرآن میں آئی ہے عدت کامل و فقہ اور بیوی کا میراث نہ پانا آیت میراث سے منسوخ ہوا کہ لب نہیں چو قتل یا انھوں حصہ میراث ملے گی۔ حدیث مشور سے حکم سنی منسوخ ہوا یعنی یہ اپنی عدت کے لئے ممکن کی مستحق نہیں کیونکہ لب یہ ممکن میت کا پتہ رہا و پتہ کا ہو گیا جب یہ فقہ اور ممکن کی مستحق نہ رہی تو اسے بوقت ضرورت دن میں لگاتے بھی جائز ہوا اسی آیت میراث سے حکم وصیت بھی جائز ہوا کیونکہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں لہذا مشو مشرا سے ہی عدت کا اختیار بھی منسوخ ہو چکا کیونکہ اہل انصاف صحت امر ہے نیز اہل عدت کے بعد لب و نہنت کی اہلیت دی گئی۔ لہذا یہ آیت ہر طرح منسوخ ہے بعض لوگوں نے صحت سمجھ لی کہ اس کو غیر منسوخ قرار دیا مگر وہ صحیح نہیں۔

فائدے : فرضیکہ اس آیت کے چار احکام منسوخ ہو گئے۔ یہ وہی عدت ایک سال ہو عدت میں اختیار ہو مجدد موت خلونہ کے مل سے ایک سال خراج ملنا بیوی کے لئے وصیت کرنا اب کسی مل میں بھی ایک سال عدت نہیں لب عدت میں کل چار قسم کی ہیں۔ تین ماہ تین جنس چار ماہ و س دن۔ اور پچہ کا جن و سٹ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہو اس آیت کو غیر منسوخ کیسے مانیں گے اور جو کہتے ہیں کہ قرآنی آیت حدیث سے منسوخ نہیں وہ بیویوں کے لئے وصیت کس آیت

سے منسوخ نہیں کئے۔ حدیث شریف میں ہے لا وصیت للوارث اس حدیث سے تمام وہ آیات منسوخ ہیں جن میں وارثوں کے لئے وصیت کا حکم ہے۔ آیت کے قائدے پہلا فائدہ: عدت طلاق میں عدت کا مدار اخراج اور ممکن شو پر کے ذریعہ ہے جیسا کہ للعلقت اور متلع کے عموم سے معلوم ہوا۔ دوسرا فائدہ: یہ خرچ حسبِ حیثیت واجب ہو گا جیسا کہ بالمعروف سے معلوم ہوا۔ تیسرا فائدہ: یہ خرچ ہر طلاق دینے والے مسلمان پر واجب ہے جیسا کہ حق سے وجوب اور علی التمتین سے عموم معلوم ہوا۔ چوتھا فائدہ: جس عورت پر عدت واجب نہ ہو یعنی غلط سے پہلے طلاق پانے والا ہے صرف ایک جوڑا لیا جائے مگر جس کو مبرا لکل نہ ملے۔ اسے دو واجب ہے اور جسے مقرر کا آدھا ملے اسے مستحب جیسا کہ للعلقت اور متلع کی دو سری تفسیر سے معلوم ہوا۔ پہلی صورت میں اس آیت میں نیا حکم ہے اور دو سری صورت میں یہ آیت پہلی آیت کی تائید ہے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں یہ آیت حکم ہے منسوخ نہیں۔ پہلے اگر مطلقات سے مدتی طلاق والی عورتیں مر لو ہوں اور متلع کے معنی جوڑا ہوں اور یہ حکم وجوبی ہو تو بعض کے حق میں منسوخ ہے اور ظاہر ہے کہ آیت کا بلا وجہ منسوخ کرنا بہتر نہیں۔ اسی لئے تفسیرات احمدیہ شریف نے اسے حکم مطلق پانچوں فائدہ: احکام الہی آہستہ آہستہ بقدر ضرورت آتے ہیں اور بعض بعض سے منسوخ بھی ہو جاتے ہیں جیسا کہ بعض سے معلوم ہوا۔ چھٹا فائدہ: ہر مطلقہ عورتی خلعت سے بعد طلاق کچھ نہ کچھ وصول کرے کوئی تو عدت کا خرچہ بھی لور جوڑا بھی لور پر مقرر کردہ یا محل مرغیہ وہ عورت جسے بعد غلط طلاق ہو یا صرف آدھا مرغیہ وہ عورت جسے غلط سے پہلے طلاق ہو اور مقرر کیا گیا ہو یا صرف جوڑا جیسے وہ عورت جسے غلط سے پہلے طلاق ہو مگر مقرر نہ کیا گیا ہو اگر عورت نے نکاح کسی طرح نکاح کیا ہو جیسے خیار حق یا خیار لور یا خود عورت کے قصور سے نکاح ہو تو اب بھی منہ کو روک دینے میں سے کچھ نہ کچھ پائے گی۔ اس لئے مطلقات جمع لور متلع مطلق فرمایا گیا۔

پہلا اعتراض: اگر پہلی آیت منسوخ ہے تو قرآن کریم میں ہائی کیوں رکھی گئی۔ جواب: اس کا تفصیلی جواب پہلا المہما نسخ من احکم تفسیر میں دیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم صرف محل ہی کے لئے نہ آیا بلکہ جاننے والے کے لئے اور عمل کرنے کے لئے اترل منسوخ آیت پر اگرچہ عمل نا ممکن ہو گیا مگر دوسرے قائدے تو بقی رہے اس کی غلطی میں ثواب ملے گا اس سے یہ مانا جائے گا کہ اسلام میں بھی عدت ایک سلی تھی اور حق تھی اس جگہ در مشور میں ہے کہ عہد اللہ ابن زبیر نے عثمان غنی سے عرض کیا کہ جب یہ آیت منسوخ ہے تو آپ نے قرآن میں کیوں لکھی جواب دیا کہ اے میرے بچے ہم کسی آیت میں اپنی طرف سے کچھ بھی فرق نہیں کر سکتے۔ دوسرا اعتراض: دو سری آیت سے معلوم ہوا کہ عدت طلاق میں شوہر کے ذمہ مطلقہ کا نفقہ اور ممکن واجب ہے اور قائلہ عدت قیس صحابہ فرمائی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ممکن نہ لویا اور نہ عدت کا خرچہ۔ لہذا اطلاق ہائے عدت کا خرچہ شوہر پر واجب نہ ہو نا چاہئے (حضرت شافعی) جواب: حضرت قائلہ عدت قیس کی روایت حضرت عمر ابن زید ابن ابیہ و اسلمہ ابن زید و جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم نے رد کر دی۔ خادق اعظم نے فرمایا کہ فقہ ایک بیوی کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں چھوڑ سکتے کیا خبر کہ یہ بھول گئی ہوں (احمدی) ہر بات پر فرمائے ہو اسکو حسن من حیث نکتم یعنی جمل تم ہو وہاں ان عورتوں کو بھی رکھو جس سے مکان کا تحقیق عدت ہو۔ نیز فرماتا ہے واللعلقت متلع بالمعروف۔ طلاق والی عورتوں کو مناسب خرچہ وہ اس سے نفقہ کا استحقاق معلوم ہو اور خود عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین مطلق والی کیلئے خرچہ

بھی ہے اور ممکن بھی (پھر اعتراض: ہر تطلاق میں جوڑے کا ثبوت گزشتہ آیت میں دستور میں سے ہو چکا تھا وہاں کیوں اور شلو ہو گا جو لب: اس کا جواب تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ یا تو میں مطلقیت سے ہر تعلق میں برابر ہیں اور متعلق سے فن کا سارا خرچہ اور وہی مطلقیت سے غیر ہر تعلق میں برابر ہیں اور متعلق سے کپڑوں کا جوڑا وہی متعلق الحسین فرماتے سے شہر ہو تا تھا کہ شاید جوڑا واجب نہیں صرف مستحب ہے لہذا یہ متعلق المستحقین قرار اس کا جواب واضح کر دیا یا وہی غیر ہر تعلق میں عورتوں کے لئے جوڑے کا کر تھا اور یہی ہر مطلقہ کے لئے اس کا حکم دیا گیا کسی کے لئے جوہی اور کسی کے لئے استجبانی اور اگر یہ فرق نہ بھی ہوں تو بھی اس آیت سے پہلے حکم کی تاکید ہو گی اور تاکید بھی ایک ساتھ ہے۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے کہ رب نے یہ اور مطلقہ عورت کا غم مٹا کر دے اور اس کا جوہر اول جوڑنے کے لئے عین نقد و غیر واجب کر دیا ایسے ہی جب رب تعالیٰ کسی طالب صلوٰۃ سے راجحیت ملے کر آتا ہے اس حالت میں اسے اپنے دل قربت عزیزوں اور ستوں سے چھڑاتا ہے۔ دنیوی مل و عزت سے نکالتا ہے اور وطن چھڑا کر لہذا کی ملاقات کے لئے سفر کرتا ہے اور طلب کی مشقتوں میں جھکا کر آتا ہے تو اس پر اپنے اسفلت کی بارش قرار کرتا ہے اور اول جوڑتا ہے اور ایسے طالب کو کامیابی کی متاع بالمعروف مٹا کر آتا ہے۔ لہذا ماعقل کو چاہئے کہ دنیا اور اسباب دنیا میں نہ پھنسے۔ بلکہ اس سے گزر کر اصل مقصود کے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ خیال رکھو کہ کوئی شریف کوئی بھی مزدور کی اجرت نہیں دے گا تو کیونکر عسک ہے کہ رب تمہاری اجرت نہیں دے۔ وہ سود بیادنی مبالغہ ہے جو یادانی کیلئے دنیا سے فاسد ہونے کا انتظار کرتا ہے۔ یہی کے من بعد غم تو ایسے ہی رہیں گے اسی حالت میں جو کچھ ہو سکے کر لو۔ شیخ سہری رحمتہ اللہ علیہ نے کیا جواب فرمایا

کہ اندر محنتی مطلوب و غافل  
مے لا شکستہ خست و دہش  
چو در سرا و خرا حالت است  
نہ انم کے جی پروازی لا خوش  
نیز اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اترے چاند زحلی چاندنی جو ہو سکے کر لے  
اندیرا پاک آتا ہے یہ وہ دن کی اہلی ہے

دوسری تفسیر صوفیانہ: دنیا میں عورت و مرد کا ملل جسمانی ہوتا ہے۔ اور بیشک کے دن تمام دلوں کا حقیقہ محمدی سے نکاح روحانی ہوتا ہے رب فرماتا ہے **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِينَ قَامُوا** یعنی دلی حضور اور وہی ہوتا ہے دنیا میں اگر مومنین وہ جس تو اس نکاح میں رہیں فن کا سارا روحانی عین نقد و مبادلہ ریاضات عرفان و فیوض حضور کے شکر کر رہے کہ اسی آستہ سے انہیں یہ سب کچھ ملتا ہے مگر جو وہ دنیا میں کسی قسم کی مطلقہ ہو گئیں کہ یا خدا کا لکھ کر کے یا حضور کا کیا قیامت کا لکھ کر کے کافر ہو گئیں اور اس روزی سے تو محروم ہو گئیں مگر للمطلقیت متعلق بالمعروف کے تحت عانی زندہ ہر تعلق یعنی وقت موت تک دنیوی متعلق روزی جسمانی حضور کے ذریعہ پائیں گی اور آخرت میں بھی ایک قسم کی شفاعت سے قطع الحائس کی پھر دنیا میں بھی بیکسوی جائیں گی۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مطلقہ دلوں کو بھی کچھ متعلق دے دے بلکہ کہ تم رحمت اللعالمین ہو صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور چاند ہیں کفار چاند پر بھونکنے والے کہتے جب کتا چاند پر بھونکے تو چاند اس کے پھیلے منہ میں بھی چاندنی ڈال دیتا ہے۔ حضور سایہ دار باردار و رخت ہیں تو توگ ایسے و رخت سے سایہ لیتے ہیں چلتے

وقت چار چہرے پر ملے ہیں تو وہ چل دیتا ہے وہ کھلے گا کہ جو تیرے پاس ہے وہ تو بھٹکتا ہے اور جو میرے پاس ہے تو وہ مجھ سے  
لیٹتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے خلی کے پیاسوں کو قہا نہیں دیں! سلام اس پر کہ جس نے گالیوں سے کر دیا نہیں دیں!  
صوفیاء کرام حکم محفلوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ انسان کی تمام قوتیں سرسبز و سرخروہ خصوصاً عقل حین قسم کی ہیں۔  
شیطان نفسانی زہریلی جس عقل دھو شاد گوشت سے تمام کام کئے جلدیں وہ شیطان ہے جس سے عقل دنیوی کام کئے جلدیں وہ  
نفسانی اور عقل دین کی رہنمائی کرے وہ عقل ہے۔

عقل ذہن حکم دل رہنمائی است چوں دل آلود شد شیطان است  
یعنی اے مسلمان ہم اس لئے اس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم میں عقل و عقل پیدا ہو جس سے طاری  
آنہوں کی ملکیتیں معلوم ہوں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اَلُوْفٌ حٰثِرُوْلَمَوْتِ

کیا نہ دیکھا تم نے اُن لوگوں کے جو اپنے گھروں سے اپنے ملک کے وہ بڑوں تھے مرنے  
اسے مجرب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ بڑوں تھے موت کے ڈر سے

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مَوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰى النَّاسِ

موت کے پس فرمایا واسطے اُن کے اللہ نے کہ مر جاؤ پھر زندہ کیا اُن کو تحقیق اللہ البتہ  
تو اللہ نے اُن سے فرمایا مر جاؤ پھر ایسی زندہ فرمادیا جسے شک اللہ لوگوں پر فضل کرے گا

وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

فضل و عطا ہے اور لوگوں کے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں شکر کرتے  
ہے۔ مگر اکثر لوگ ناشکر سے ہیں +

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چار طرح تعلق ہے پہلا تعلق : یہاں تک تکلف قسموں کے پیشیں حکم  
مسلمانوں کو دئے گئے جن میں سے بعض سیاسی تھے جیسے قصاص جلاو وغیرہ بعض معاشرتی جیسے نکاح و رضائی و طلاق اور بعض  
معاملات کے جیسے کہ سود قرض و گواہی و ربن وغیرہ چونکہ یہ تمام احکام سلطنت اسلامی پر موقوف ہیں اور اس کا ذریعہ جلاو ہے لہذا  
جلاو کی تمہید کے لئے لولا مسلمانوں کو موت سے بے خوف کر کے پھر گزشتہ آیتوں کے جلاو کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو سراسر تعلق  
: پہلی آیت میں موت و قتل کے احکام ہیں جو جس کا تعلق ہے برکی موت سے ہے لہذا چونکہ ذکر کر رہا ہے جو کہ ذریعہ  
موت ہے۔



متفق ہو کر ایک ہی طرف نکلے فقال لهم اللہ موتوا یا توکل اپنے ہی معنی میں ہے اور فقط اللہ سے پہلے ملائکہ پر شیعہ یعنی اللہ نے جن کی موت کا رولہ کیجھو حکم دیا یا فرشتوں نے حج کر کے کہہ دیا۔ تم احیاء ہم اس سے پہلے ایک عبرت یعنی فنا تو اچھا شیعہ ہے اور تم سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ کرنے کو اللہ موت سے کچھ عرصہ بعد ہوا ایسا ہے ایک خبری دعا سے زندہ فرمایا منظور ہے یعنی پس وہ مر گئے پھر کچھ مدت کے بعد حزن لعل علیہ السلام کی دعا سے رب نے جن سب کو زندہ فرمایا۔ ان اللہ لہو فصل علی الناس فضل کی تین تعظیم کی ہے اور الناس سے یا تو وہی مرکز دہارہ زندہ ہونے والے مر لو ہیں اور یا اس زمانہ کے سارے لوگ جنہوں نے یہ واقعہ دیکھا یا تمام جن کیونکہ اس قصہ سے سب ہی کو عبرت حاصل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں پر بڑا فضل فرمائے لہذا ہے کہ سوئے جلا کر انہیں اپنی قدرت دکھایا ہے۔ ولكن اکثر الناس لا يشکرون اس کا منقول پر شیعہ ہے اور اکثر الناس سے یا تو اکثر مر لو ہیں اور یا سارے عبرت نہ کھانے والے لوگ یعنی سب سے لوگ اللہ کا یا اس کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے فضل و عجل ظلم کا قتل ہے۔ کسی کا حق اسے نہ حاصل ہے حق مار لینا ظلم اور بغیر حق کا فضل رب نے جسے جو کچھ دیا اپنی موتی سے دیا اس پر حق کسی کا کچھ نہیں مگر جو کہ انسان کی ضروریات زیادہ ہیں کہ یہ کھانے پینے پڑے مکان پھر کھانے میں دلوں۔ تلوں وغیرہ سب کا ہی ما جتہد ہے۔ اسی لئے اس پر رب کا فضل بھی زیادہ پھر ایمان 'مرفان' ولایت نبوت انسان ہی کو دی گئی آخرت میں بہشت بھی اسی کے لئے ہے جن واقعات مذکورہ کا قرآن شریف میں ذکر انسانوں پر عی فضل ہے۔ جن وجود سے اللہ کا انسان پر بڑا فضل ہے اور زبانی 'جنتی' امر کل شکر عذر فضل چاہئے تو انسان پر شکر رب زیادہ لازم مگر انسان ہی کا شکر زیادہ ہے۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب سے انسانوں کی ناشکری کا شکوہ کر رہا ہے۔

خلاصہ تفسیر: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے نور نبوت سے جن لوگوں کو نفع دیکھا اور موت کے ڈر سے اپنے گمروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکل گئے تھے پس رب نے بزبان ملائکہ انہیں فرمایا کہ مرحلہ وہ مر گئے پھر کچھ مدت بعد انہیں بدعا سے تیسرے زندہ فرمایا کہ انہیں اور دوسروں کو یہ چل جائے کہ ہمارا موت سے نہیں بچا اور تقدیر سے نہیں بچتی اللہ تو لوگوں پر بڑی فضل فرماتا ہے کہ جن کی عبرت کے لئے ایسی مثالیں قائم فرماتا ہے لیکن سب سے لوگ اس کا شکر نہیں کرتے اور ایسے واقعات سے عبرت نہیں لےتے۔

## اصل واقعہ

علاقہ وسط میں ایک بہت ہی تھمی۔ داد و دین جہاں ایک ہار طاعون پڑا۔ بلکہ اردو شہر محمود کر جنگوں میں بھاگ گئے۔ فرما دیں رہے۔ رب کی شان کہ بھاگنے والے بچے رہے اور نہ بھاگنے والے سب سے ہلاک ہو گئے۔ جب طاعون جا آ رہا اور وہ بلکہ ارجح سلامت ہوئے۔ تو ان فرما دیں کہ یہ لوگ بڑے فکند تھے جنہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں آئندہ ایسی مصیبت میں ہم بھی یہ کریں گے اتفاقاً لگے سب پھر طاعون آ گیا اب سارے ہی شہر والے بھاگ کر کسی پناہی علاقے میں چلے گئے۔ جب وہاں پہنچ گئے تو ہم بھی ایک فرشتہ نے حج ماری کہ سب مرحلہ آنا "فلا" سب ہلاک ہو گئے۔ آٹھ دن تک جن کی تلاشیں

دیکھی ہی پڑی رہیں یہاں تک کہ پھول پھٹ کر چہ طرف خضہ بدو پھیلے۔ اس پاس کے لوگ پریشان ہو کر لوہر آئے اور چلا کر انہیں دفن کر دیں۔ مگر اتنے آدمیوں کو دفن مانگن تو اس لئے انہوں نے ان مردوں کے اس پاس کو بھی چلایا اور یہی سمجھ دی تا کہ کوئی درندہ صلیب نہ پہنچے اور وہ بھی بدو سے محفوظ رہیں یہاں تک کہ یہ لاشیں بالکل سڑ کر گل گئیں اور ان کی ہڈیاں بکھر گئیں اتفاقاً وہاں حضرت حذیل ابن یمان بن ذی علیہ السلام گزرے جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں جو کہ انہوں نے ایک دفعہ سڑ چکے ہوئے کو خاص بن کر قل سے پھلایا تھا اس لئے آپ کا لقب ذوالکفل ہوا یعنی خداوند اس لئے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یوشع ابن نون کن کے خلیفہ کلاب ابن یوشع کن کے خلیفہ حضرت حذیل علیہ السلام کی کیت ابن یوشع ہے کہ وہ کن کی ماں نے انہیں پودھا ہے میں پالا افریقہ یہ وہاں سے گزرے اور اتنی ہڈیوں کو پڑا ہوا دیکھ کر تعجب سے کہنے لگے ہمارے مرض کی کہ موتی ان سب کو زندہ کر دے تو آئی کہ آپ انہیں پکڑے پناہ آپ نے پکارا کہ اے ہڈیو! ہم تم کو جو جوتہ ہم جمع ہو گئیں اور ہر جسم میں قبضہ سے لگ گئیں۔ پھر تو اوردی کہ اے گلے ہوئے جسو! ہم تم کو گوشت اور کھل بن لو تو زندہ رہو یہی ایسا ہی ہو گیا پھر اوردی کہ اے سوا! میرے رب کے حکم سے اٹھ کھڑے ہو۔ وہ سارے کھتے ہوئے اٹھے کہ سبحانک اللہم ربنا وبعثک لا الہ الا انت ہمارے لوگ کی سب زندہ رہے مگر ان کے چہرے مردوں کے سے تھے۔ ان سے لولہ بھی پیدا ہوئی۔ لولہ میں مکہ خلیفہ سی و تھی۔ (مدحِ اہلبیت و معلوق کیرا سی کاں آیت میں ذکر ہے۔

فائدے : اس آیت سے چہ فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت عالم کے سارے اگلے پچھلے اوقات کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ کوہ طہ تر استقام افکاری سے بیان فرمایا ایک کہ کیا آپ نے یہ سند کہا تھا یعنی حضور کا فائدہ جیسا کہ ہم فقیر میں عرض کر چکے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے معنی نظر چشم ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان و فضا کی دیکھ کر قبولی۔ جس کی بکارت وہ انتہی ہیں۔ عروا میں دیوار جسم سے اشتداد وہ باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ملاوٹ کے زمانہ میں گھر چھوڑنا منع ہے۔ خواہ شریعتی ہو اور باوجود یہ صرف طہ تہذیبی کیا جوتے جب کہ وہاں سے بھاگنا حضور جو سوئے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عالم میں نہ کہ ہر جگہ کو پہنچتی ہی تھی اور پہنچتی ہی تھی ہمدی آنکھیں ایک وقت سے جمع کو دیکھ کر ہر ایک کو پہچان نہیں سکتیں ہمدی ہاک سے ہی طو شیو نہیں کج محسوس نہیں کر سکتی ہمدی کلن ایک وقت سے ہی کو اڑیں من نہیں سکتے مگر حضور کے حواس من کو اڑوں سے محفوظ۔ حضور انور آج لاکھوں اسلام ایک وقت میں کر سب کو طیبہ طیبہ جواب دیتے ہیں قیامت میں یہ ایک وقت ہمدی احوال میں سے اپنی امت کو پہچان لیں گے ہمدی حسی کے ہر حال کو جانیں گے وہ نہ صلاحیت مانگن ہے حضور نعمت اب کے کام ہیں اور کام ہر حصہ اور ہر حصہ دلو کہ پہچان ہے جیسے ہمدی دلو اداک تقسیم کرنے دلو یعنی علیہ السلام نے فرمایا تھو انہکم بما قاتلون و ما تفسرون فی موتکم معلوم ہوا کہ ہر دن اور اس کے کھلے واسطے سے قبول ہیں۔ وہ سوا فائدہ : انبیائے کرام کی ہمارے اہل میں نہ عزت ہے کہ اگر وہ کسی بات پر بطریقہ مازندہ کر جائیں یا جسم کھلیں تو رب پوری فرماتا ہے۔ دیکھو حذیل علیہ السلام کی عرض مطووس ہر ان سب کو وہ ہمدی زندہ کیا ایک تیسرا فائدہ : اللہ والوں کی ہمدی کو اڑا دلو

اسرائیل کا اثر رکھتی ہے کہ حضرت حزقیل کی پکار سے نوح صوری طرح اتنی بڑی جماعت زندہ ہو گئی جیسی علیہ السلام کی پکار سے بھی یہی اثر کرتی تھی جیسے عالم جسم میں بعض چیزیں رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں کہ رب نے ان میں تاثیریں رکھی ہیں جیسے ساپ کا زہر جو خوب صفت محبت کے مظہر ہیں اور وہ انہیں جڑی بوٹیوں کی صفات مثلاً قاضی کی مظہر ہیں ایسی ہی عالم ارواح میں حضرات اولیاء رب کی صفات کے مظہر ہیں اور جیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ساپ یا زہر ہمارا ہے غصہ زہلہ کو فطرتاً ہی ایسی ہی ہے کہہ سکتے ہیں کہ حضور رب کی رحمتیں دیتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: کوئی بھی تدبیر سے تقدیر نہیں بدل سکتا اور نہ آئندہ لای موت کو بدل سکتا ہے لہذا اے مسلمانوں! جلد نہ چھوڑو۔ جب اپنے وقت پر موت آئے گی تو ہرگز یہ کہ رولہ موتی میں آئے۔ پانچواں فائدہ: طاعون سے بھانکا منع ہے۔ دیکھو یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے مگر ابھی میں گرفتار ہوئے ساری دہائی تیاروں کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جہاں وہاں پھیل ہو وہاں نہ جلاؤ۔ رب فرماتا ہے لا تفلوا ما ابدکم الی التسلکۃ طور جہاں تم ہو اور بدو یا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگو طاعون کے پورے مسائل ہمیں عالم رجز اسن السلا کی تفسیر میں بیان کر چکے چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی خدمت پوری فرماتا ہے کہ ان کی خدمت پر اپنے قانون بدل دیتا ہے۔ دیکھو قانون یہ کہ مہوہ قیامت سے پہلے زندہ نہ ہو مگر اللہ والوں کی دعا سے پہلے ہی زندہ ہوئے پھر زندہ رہے رب فرماتا ہے 'و حرام علی قومہ اھلکھا انہم لا یوجعون وہ قانون کا بیان ہے کہ ان میں تدرت کا ذکر ہے مگر ان مقبولوں کی یہ خدمت عورتیں یا نوروں کی نہیں ہوتی۔ پھر محبوب ہوتا ہے جیسے ہمارے بچے خدمت کر کے اپنے ماں باپ سے کام کرائیتے ہیں دیکھو حضرت حزقیل کی محبوبہ خدمت یہ ہوئے زندہ ہوئے حضور کی مرضی پر قبلہ تبدیل ہوئی حضرت آدم کی مرضی پر دلوذ علیہ السلام کی مرضی پر چلے چلیس سال کے سوسالی ہوئی یہ سب ان پیاروں کی پیاری خدمتیں ہیں۔ ساتواں فائدہ: اگرچہ تمام رب ہی کے حکم و احکام سے ہوتے ہیں مگر ہر دفعہ مقبول بندوں کے دم 'تو انہو خیر کو ان کا زور دینا جاتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاؤں کا موعودن شفا پائی گئی (قرآن کریم) حضرت مریم کے ہاتھ گتے سے تنگ کجور کو سبز و ہار دلو کیا گیا اور اس کے پھل سے ولادت کو آسان کیا۔

پسلا اعتراض: ان سرے والی عمراتی تھی یا نہیں اگر ہائی تھی تو انہیں موت کیوں آئی اور عقم ہو چکی تھی تو وہاں زندگی کیوں ملی۔ جواب: اس کا تفسیل جواب ہمیں اللہ 'لم یصلکم من بعد موتکم ہی تفسیر میں عرض کر چکے کہ ہاتھوں کی عمراتی تھی اور موت عارضی طور پر طاری ہو گئی تھی چرخ میں چل رہی ہو مگر ہوائے گل ہو جائے حزقیل علیہ السلام کی دماغی دواستانی کی طرح ان کی صحت زندگی کو دوبارہ روشن کر دیا یا ان کی عرق ہو چکی تھی ان خبر کی دماغ سے ہی عمر ملے جیسے کہ آدم علیہ السلام کی دعا سے دلوذ علیہ السلام کو چالیس اور دے گئے (مشکوۃ باب اللہ) صوفیائے فرہاتے ہیں کہ موت دو قسم کی ہے سزاوارہ 'و قضاء سزاوارہ موت کے بعد زندہ کر دیا جاتا ہے جیسے وہ سترنی اسرائیل جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر گئے اور ایک گستاخی کی وجہ سے مار دیے گئے۔ قضاء موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جاتا بلکہ لوگوں کی یہ موت سزاوارہ 'تھی قضاء نہ تھی لہذا زندہ کئے گئے۔ دوسرا اعتراض: احادیث سے ثابت ہے کہ کسی کو دوبارہ موت نہیں آتی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی وفات کے بعد عرض کیا کہ خدا آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے (مشکوۃ باب وفات النبی علیہ السلام) شد اور دوبارہ دنیا میں



وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ

اور قتال کرو۔ سب سے راستہ اللہ کے اور جان کر تحقیق اللہ سنے جاسے والا ہے۔ کون ہے وہ جو  
لور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جاتا ہے۔ ہے کون پر قرض اللہ کو

ذَٰلَ الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۝

قرض دے اللہ کو قرض اچھا پس بڑھائے اسے واسطے اس کے جتنے بہت اور  
قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے سب گنا بڑھا دے اور اللہ سنی اور کثرت

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اللہ سمیٹتا ہے اور بچھڑاتا ہے اور اسی کی طرف واپس لوٹے گا  
سب سے لور نہیں کسی کی طرف ہر جانا

تعلق : جس آیت کا تعلق پچھلے آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلے آیت میں وہابی امراض سے نہ بھاگنے  
کی رغبت دی گئی اب جہاں سبیل اللہ سے نہ گھبرانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلے آیت میں بتایا گیا کہ موت سے  
پہلے بیکار ہے کہ وہ تو اپنے وقت پر آکر رہتی ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ لڑو جہاد سبیل اللہ سے گریز کرنا سخت غلطی کہ جب جان  
جاتی ہے تو ہاتھ پر کہ رب کی راہ میں جائے۔ گویا پچھلے آیت حکم جہاد کی تفسیر تھی لور اس آیت میں اس کی تصریح ہے لور  
چونکہ جہاد میں جان بھی خرچ کی جاتی ہے لور جان خرچ کر بیست و شہاد ہے لہذا اس آیت میں وہ لوں چیزوں کو کرنا  
مکمل مشکل کا پلے لور آسان یعنی سہولت مل جائے۔ تیسرا تعلق : پچھلے آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل  
فرماتے والا ہے۔ اس کے فضل و کرم کے ہیں بعض وہ جو ظاہر میں بھی مرہوں لور حقیقت میں بھی مرہوں بعض وہ جو ظاہر میں  
در حقیقت مرہوں آیت میں دوسرے قسم کے فضل یعنی جہاد کو کہہ جو ظاہر میں ہے حقیقت میں مرہوں طیب کا ملیں وہ لوں بھی  
فضل ہے لور کرمی وہ انہیں آپریشن بھی مرہوں ہیں۔

شک نزول : حضرت ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے ایک بار بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حبیب اللہ میرے دو بیٹے  
ہیں۔ اگر میں ان میں سے ایک صدقہ کر دوں تو کیا مجھے اس جیسا ہجرت میں ملے گا۔ فرمایا میں تو عرض کیا کہ میرے ساتھ میری بیوی  
ام اللہ عدل بھی اس میں ہوں گی۔ فرمایا میں عرض کیا کہ کیا میرے بچے بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ فرمایا میں نہیں آپ نے  
ان میں سے بعضین باغ کو جس کا نام منینہ تھا خیرات کر دیا ان کے بچے اس میں بھی رہتے تھے۔ آپ اس میں بچے لور دو اذہ  
پر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو تو لڑی کہ لے ام اللہ عدل عدل سے کل چلوں نے یہ روپ کے ہاتھ بچا دیا۔ سب یہ باغ ہمارا نہ رہا۔  
اس پاک بیوی نے کہا کہ مہارک ہو کہ تم نے بعضین کا کھک کے ہاتھ بچے ہی طبع کا سو اکیلا اس پر سن ذالذی سے ترجعون تک  
آیت نازل ہوئی۔ کہا کہ میرا دور مشورے فرمایا کہ اس میں چھ سو درخت تھے۔ دوسری روایت میں منہ و لور ابن ابی حاتم لور یہی وہ  
نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آیت کریمہ کھل جتہ انہیں نازل ہوئی جس میں خبر دی گئی کہ

مسلمانوں کو صدقات کھلا کر سات سو گنتا اس سے زیادہ ملے گا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے میرے مولیٰ میری امت کو اور زائد اسے تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ بہت زیادہ ٹراپ ملے گا پھر آپ نے دعا کی کہ مولیٰ میری امت کو اور زائد اسے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ انہی کو انصاف اور ہم بغیر حیل اور مشورہ یہ دونوں شان نزول جمع ہو سکتے ہیں ان میں قدر حق نہیں۔

تفسیر: **وَلَا تُلَاقُوا فِي حَبِلِ الدِّعَاءِ** ہے کہ یہ نئی آیت ہے اور اس میں مسلمانوں سے ہی خطاب ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کلمت اللہ بلند کرنے کی نیت سے کفار سے لڑنا مراد ہے یعنی اے مسلمانو اللہ کی راہ میں کفار سے جلا کرو۔ بعض نے فرمایا کہ یہ آیت کھلی آیت پر معطوف معنوی ہے (معانی) اور مسلمانوں سے ہی خطاب یعنی اے مسلمانو ان طاعون سے بھاگنے والے یہودیوں کے قصہ میں غور کرو موت سے نہ گھبراؤ۔ اللہ اللہ کی راہ میں جلا کرو۔ قاتلوں سے بھاگے قتل ہمارے کو کہتے ہیں اور قتل ایک دوسرے سے جنگ کرنے کو جس میں لڑنا ظنی کرنا قتالہ کی تدبیریں کرنا سب سے اہل ہیں۔ قتل چند مقام میں ہو گا مرتد کا قتل زانی صحن کو قتل کیا جاوے گا اور قتل کے بھی چند مقامات ہیں کفار سے قتل بشرطیکہ وہ حربی ہوں مرتدین کی جماعت سے قتل باغیوں سے قتل غار جہوں سے قتل ان کے علاوہ اور قتل بھی حرام ہیں اور قتل بھی حرام۔ قاتلوں میں چار قسمیں ہیں کون قتل کرے کس سے قتل کرے کب قتل کرے کیوں قتل کرے۔ وہ مسلمان جو جلا کر قتل ہو جائے وہ قتل و جلا کریں۔ اندھے یا بے دست و پیلہ جن کے پاس مسلمان جلا نہ ہوں ان پر جلا فرض نہیں۔ صرف حربی کفار خواہ جہاد یا عتد سے قتل ہو گا مستحق ذی کفار سے جلا نہیں۔ جب کفار ہمارے دین میں رکاوٹ ڈالیں یا کفر کا زور ہو تو جلا کیا جاوے۔ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے جلا ہو۔ ملک گیری یا قوم پرستی کی خدمت کے لئے جنگ جلائی نہیں بلکہ تمام غمخیزان صحت شریعت سے معلوم ہو نہیں اگر حدیث کا کفار ہے تو ہر شخص سے لڑنا چاہئے اور من مصلیٰ برائے سے لڑنے ہی رہنا چاہئے کیونکہ یہی قاتلوں کا عام یا مطلق ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں قاتلوں میں مسلمانوں سے خطاب ہے۔ مگر ان مسلمانوں سے جو قتل پر قادر ہوں۔ حضوں نے کہا ہے کہ یہ انہیں اسرائیلیوں سے خطاب ہے جنہیں بعد موت ذمہ کیا گیا وہ طاعون سے نہیں بلکہ جلا سے بھاگے تھے جس پر انہیں موت سے دی گئی اور پھر زندہ کر کے فرمایا گیا کہ جلا رو مولیٰ میں جلا کرو (کیسا مگر تفسیر لول زیادہ صحیح ہے کہ ان دونوں تفسیروں میں بہت تلفظ ہے اور اس سے پہلے کچھ عبارت بھی پوشیدہ معانی پہنچی ہے۔ (مدح الہیان و غیرہ) خیال رہے کہ راستہ یا سبیل وہ مسافت ہے جس پر چل کر حیل مخصوص نہ ہو چاہا کہ ہے اور سبیل اللہ وہ عقائد یا اہل میں جنہیں اختیار کر کے رضاء الہی حاصل کی جاتی ہے۔ اسلام کے کسی عقیدے کسی حربی کام پر جب کفار کی طرف سے رکاوٹ پیدا کی جاوے تو اس آڑ کو پھاڑنے کے لئے ان سے لڑنا جلائی سبیل اللہ ہے جیسے رب کو راضی کرنے کے لئے عروج کرنا اختلاف فی سبیل اللہ ہے۔ لہذا قرآنی آذان عطا نہ فرمادہ کسی حربی مسئلہ پر اگر رکاوٹ ہو اس کے لئے لڑنا جلائی سبیل اللہ۔ نہانہ نبوی اور خلافت کا دعویٰ میں صرف کفار سے جلا ہوئے۔ خلافت صدیقی میں مرتدین سے بھی جلا کئے گئے۔ جیسے یا مبین زکوٰۃ پر فوج کشی اور مسلمہ کذاب کے ماننے والے مرتدین سے جلا۔ نہانہ مرتضوی میں یا تو باغی جماعتوں سے جنگ ہوئی ہے یا خواہ مخواہ سے مگر یہ تمام جنگیں قتل فی سبیل اللہ نہیں اگرچہ ان کی تو بیسیں تلفت تھیں **وَاَعْلُوا اِنَّ اللہَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** علم سے علی تعین مراد ہے۔ کیونکہ خدا کی مخالفت پر ہر مسلمان کا پہلے ہی سے حقیدہ ہے۔ سمیع کا مفعول

نکتہ : قرض اور دین میں فرق یہ ہے کہ تمہاری لوحہ کو دین اور دست گردن لوحہ کو قرض کہتے ہیں کوئی چیز لوحہ خریدی تو اس کی قیمت دین کہلائے گی اور اگر کچھ رقم لوحہ ملی تو یہ قرض ہے نیز دین کی مبادلہ مقرر ہوئی ہے قرض کی نہیں کہ تاخیر وقت مقرر سے پہلے لوحہ قیمت کا سہولہ نہیں کر سکتا مگر قرض خولہ مبادلہ مقرر سے پہلے بھی جب چاہے قرض لے لے یہاں قرض فرمائے میں یہ اشارہ ہے کہ اس کا سہولہ قیامت پر ہی موقوف نہیں دنیا میں بھی ملے گا۔ قبر میں بھی نور آخرت میں بھی نیزیہ دین نہیں ہے قرض حسن ہے جس سے ہماری محبت مہرم اور بھی زیادہ ہو گا نیز اسے قرض فرمایا لائق نہ کہا کہ وہ لائق کے ضائع ہونے کا شریک ہو گا ہے اگر ایمن کے پاس سے لائق جاتی رہے تو توکل نہیں لہذا اقربا تک ہے کہ یہ اہل مذہب قرض ہے۔ ہر محل ہمیں ملے گا نیز یہ قرض وہ نہیں جن کا سود حرام ہے بلکہ وہ ضابطہ لہذا ضابطہ کا کثرت مفہم استقامت کا لہذا ہے اسی لئے اس کے بعد ان پوشیدہ ہے جس نے خفت کو رفع کیا خفت خفت سے یا کسی چیز کو حصہ ہوئی کہ وہ گناہ کر دے خفت کہلا تا ہے تنہا خفت مضائقہ اور ان خفتوں سب کے معنی ایک ہی ہیں۔ خیال رہے کہ خفت خفت کے سوا دوسرے



کیا کرے اور قرض حسن یہ ہے کہ حلال مال خوشدلی سے اچھے مقام پر خرچ کرے جس قدر مصرف ملتی اسی قدر برکت زیادہ جس قدر زمین ستر اسی قدر پیداوار زیادہ۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام الہی اپنی رائے سے بدلے نہیں۔ ہل دیا کر کے رب سے بدلا دیتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے دوسرے شان نزول سے معلوم ہوا کہ پہلے ایک ننگ کا بدلہ دس گنا مقرر ہوا۔ پھر سلت سو پھر حضور کی دعا پر بہت زیادہ پھر آپ ہی کے عرض کرنے پر بغیر حساب۔ دوسرا فائدہ : غنی شاکر سے فقیر صابر افضل ہے۔ دیکھو رب نے قراء کے لئے اغیاء سے قرض طلب فرمایا۔

طیفہ : ایک بار اغیاء نے قراء سے کہا کہ ہم خدا کے بڑے پیارے ہیں کہ اس نے ہم سے قرض طلب فرمایا قراء نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم اس کے محبوب قرض غیروں سے بھی لے لیا جاتا ہے مگر انہوں نے نہ کہ غیروں کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو آپ پر ایک یہودی کے کچھ جو قرض تھے جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے لئے لئے تھے۔ غور کرو کہ کس سے لئے اور کس کے لئے۔ (صحیح ابیہان)۔ تیسرا فائدہ : قرض حسن کا بدلہ ملے گا نہ کہ غیث کا قرض حسن میں چند شرطیں ہیں۔ (۱) دینے والے میں اغلاص ہو۔ (۲) خوش دلی سے لو اکرے۔ (۳) حلال خرچ کرے۔ (۴) اس کے بدلے میں جلدی نہ کرے اور دین قرض حسن وہ کھاتا ہے جس کا مقروض پر قاضی نہ ہو۔ اگر وہ سے فیہ اور نہ صحت کبھی خیرات کو بھی قرض حسن کہہ دیتے ہیں۔ چوتھا فائدہ : مالداری چلا پھر تالیہ ہے نہ اپنی کوشش سے حاصل ہو۔ نہ خیرات سے چلتی رہے بلکہ خیرات تو اس کی بچ ہے جیسا کہ سبق اور ربط سے معلوم ہوا۔

پہلا اعتراض : خدا نے سارے جہان کو بتلایا کہ قرض مانگنے کی کیا ضرورت کیا خدا کو خدا پر کیا تھا کہ قرض کی نوبت پہنچی (ستیا رتھ پر کاش)۔ جواب : یہ اعتراض نہیں بلکہ دیوانہ کی بڑ ہے۔ ہندو متی قرض کی سنت سے فوجیتیں ہیں۔ حکومتیں اپنے ملازمین کی تنخواہ کا کچھ حصہ بطور تحفہ جمع کرتی رہتی ہیں جو رعایا کو ہونے پر مع سوز دیا جاتا ہے۔ بیک بیک کامیابی سے کریم سود اہل دیتے ہیں یہ کہہ سکتی ہو یہ لے کر وقت ضرورت مع لطف کے واپس دیتی ہے۔ ان سب قرضوں سے غفلتوں کو لطف پہنچانا اور بیک کو اپنی طرف راغب کرنا منظور ہو تاکہ حکومت یا بینک ان کے پیسے کے محتاج نہیں بہت نقصان کھا لیا ہے کہ فریبہ و مسافر محتاج طلباء کے لئے کوئی ملکہ اور نہ کار سے کہہ دیتا ہے کہ تم اسے پیشہ کھانا کھاتے رہو۔ اس کی قیمت مجھ پر قرض ہے یعنی کھانا فقیر کو قیمت مجھ پر قرض اسی طرح رب فرماتا ہے کہ اپنے مال سے فقیروں کو دے اس کا بدلہ مجھ پر قرض ہے یہ حقیقت میں کریم کا عمل ہے لولہ کی شادی بیوا میں خوش آفریاد ہے بلکہ کیوں کو انعام دے جاتے ہیں یہ کہہ دالے پر قرض ہو تاکہ حصہ دوسرے موقع پر زیادتی کے ساتھ لو اکر تاکہ ان سب صورتوں میں قرض لینے والا محتاج نہیں یہ نہ غور کیا کہ رب خود کیا کرتا ہے ہم سے ہمارے ہی ہماری بر لوروں کو دلو اکر فرماتا ہے کہ یہ ہم پر قرض کی طرح واجب اللہ ہے۔ اس قرض کو غفلت کی دلیل بتاتا ہندو متی جیسے عقائدوں کا کام ہے نیز عربی میں بلکہ اندیش میں بھی ہر واجب اللہ انجیز کو قرض یا الوصل کہہ دیتے ہیں۔ جس سے نہ غفلت ظاہر ہوتی ہے اور نہ وہ پے کا لین دین۔ دنیا کٹائی کرنے کی جگہ ہے اور آخرت لطف حاصل کرنے کی پہلی مسافر کے لئے ایسے بینک کی ضرورت ہے جس سے اس کا یہ خیریت وطن پہنچ جائے اور اس پر سلطان ہاتھ بھی ہو کہ ضائع نہ ہو۔ مسجدیں

[illegible]

گھر میں پہنچ کر ہمارے دلوں کا وہ مل نہیں رہتا جو مجلس پاک میں ہوتا ہے وہاں جو بی بیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں فرمایا جو تمہارا  
مل ہماری مجلس میں ہوتا ہے اگر وہی رہتا تو تم سے ملنا کتنا مصافحہ کرتے یہ ہے بعض وسطیٰ شخص سعودی گھٹان میں فرماتے ہیں۔  
مے ہا خند و زنب چہ دانتے مے ہا جرائل و میاکل نہ ساتے  
بھی انہوں نے مشغول رہے اور بھی جرائل و میاکل بھی ان سے کلام کرنے کی جرات نہ کرتے۔  
قبض تھوڑی سی۔ سب۔ یعقوب علیہ السلام نے چاہا کہ ان سے اپنے فرزند کی طرف توجہ نہ فرمائی یہ ہوا قبض اور ایک جان مہر سے  
یہ ابن عسف کی خوشبو محسوس فرمائی یہ ہوا سب۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ  
زمیرش ہوئے کہ یہ ابن شنیدی چہ اور چاہا کہ ان سے بدی!

تو جواب دیا

بگفت احوال با حق جان است دے پیدار و دیگر دم نہیں است  
اگر دویش بر جانے ہمارے دو دست از ہر دو عالم بر فٹا ہے  
ایک ہی شخص بھی عالم سے جو ہو جاتا ہے یہ ہوا سب اور پھر وہی بھی ایک مسئلہ بھی نہیں جانتا یہ ہوا قبض بھی براہ راست  
مجلس کو تیار کیا ہے یہ ہے سب۔ بھی طلب و عطا بھی صحیح نہیں پڑھتے ہوا قبض۔ بھی ہوشیار مہنگس کرنا ہے یہ ہے سب۔ بھی  
اپنا گھر بھی چھن جاتا ہے یہ ہے قبض پاک ہے وہ جسے قبض و سب نہیں رب کا کرم خود بخود کہ خود ہر چیز کا ملک کہ ما فی  
السوت و مالی الا دخی اور پھر خودی مسلمانوں کی جان بول کا خریداران اللہ اشتری من السونین المسلمین ہر  
خرید کر اور عطا ہے سب کچھ دے کر خودی ان سے قرض طلب فرمایا من ذالذی یقرض اللہ اور پھر اس پر مست سود کو عطا کیا  
اختلاف کثیر دینے والا تو یہ اگر کم ہے لیکن اولے میں صحت چاہئے کوئی اس سے منع نہ کرے کوئی حدود قصود مکن عاشق بلکہ خود اس  
کی ذات کا طالب ہو جائے کریم فرماتے ہیں کہ فقراء اغنیاء کی نسبت میں اور قبض سب کا آئینہ اگر فقراء نہ ہوں تو اغنیاء کی  
آب و تاب جاتی رہے اور پھر قبض کے سب کا تہذیب و سرور ہو جائے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہوئے غریب نہ آئند زیا شود ہوئے احسان از گدا پیدا شود  
چون گدا آئینہ ہو دست ملی دم بود در مدے آئینہ زوای  
ہی ازین فرمود حق ودا کی ہا تک کم ہا تک ابے ہا گدا  
صرف کہ فی کریم کائنات نہیں بلکہ کریم بھی گدا کا چاہئے والا ہے کہ کلمہ فقر سے کہنے کے ہزار کی رونق ہے (الارض  
اہلین وکلین عربی) بعض عشاق کہتے ہیں کہ گناہ گاروں سے فطرت سے ہزار کی رونق ہے اور یہ گناہوں سے عشق کی بد کن کی  
زینت محسوس فرماتے کہ انوں سے مشغول عبادت تھے مگر محبوب کے ہزار حسن میں رونق گناہ گار انسان کی یہ انش سے  
ی آئی جب فرشتوں نے عرض کیا کہ مولیٰ اس فساد کی طرف توجہ کو کیوں پیدا کرتا ہے ہم تو تیری تسبیح و تہلیل کے لئے حاضر ہیں تو  
فرمایا انی اعلم ما لا تعلمون تم اس راز کو نہیں جانتے۔ اس گناہ کی یہ انش پر میری صفات کا طور موقوف ہے اور اس  
بی کے دم قدم سے ہزار عالم کی رونق و جہت ہے وہاں نہ عت شریک میں ارشاد ہوا کہ اگر تم کہہ کرنا ہو تو وہ تو ہے تعالیٰ ایسی  
خلق پیدا فرماوے جو گناہ کرے اس کا قصہ بھی یہی ہے نیک اعمال کی توفیق سب ہے اور عار آگاہوں کی طرف میلان قبض





خلاصہ تفسیر: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے بنی اسرائیل کی وہ جماعت نہ دیکھی جو موسیٰ علیہ السلام کے امت عرصہ بعد پیدا ہوئی جب کہ انہوں نے اپنے مذنب کے پیچھے سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے آپ کوئی بلا شلہ مقرر کریں جس کے سایہ میں ہم اللہ کی راہ میں شہداء سے لڑیں پیچھے رہنے پر مجبور نہ فرمایا کہ اگر تم پر حملہ فرض کر دیا گیا تو امرِ شہید یہ ہے کہ اس وقت تم حملہ نہ کرو خوب سوچو سمجھو کہ نہ سے بہت نکاح و سبب دے کہ لب حملہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے کس حکم کا انتظار ہے ہم پر تو اسرائیلی نظام ہو چکے اپنے وطن سے ہم نکالے گئے اپنی اولاد سے ہم چھوئے کہ کافر بلا شلہ نے ہمیں حملہ وطن کی باری بھاری اولادوں میں سے کچھ کو قید کیا اور کچھ کو قتل دیا۔ انہوں نے وعدہ سے وعید تو اتنے کئے مگر جب ان پر حملہ فرض ہو تو ہمیں جد لوگوں کے سارے ہی منہ پھیر گئے اللہ وہ خلافوں بنیادوں 'سارے ظالموں کو خوب جانتا ہے سب کو مرتب سزاؤں تک یا تو وعدہ خلافی سرِ عمل ہی ہے مگر جو نبی سے اور نبی کی معرفت اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا بلوے اس کے خلاف کرتا تو یہی حکم ہے۔ ان اسرائیلیوں نے اس موقع پر رعب سے کئے ہوئے وعدے توڑے یہ بڑے ظالم ہیں ہم ظالموں کو خوب جانتے ہیں۔

اصل واقعہ : موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوحنا علیہ السلام ان کے بعد حضرت کلاب ابن لوطحہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعد حضرت اپنے اپنے نفلوں میں تورات شریف کے احکام جاری فرماتے اور یہودی اصلاح کرتے تھے۔ حزقیل ابن بوزی علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا مل ست خراب ہو گیا انہوں نے مکمل کلابیت پرستی شروع کر دی تب حضرت ایسا بنی امیہ بن قیس میرٹز ابن ہمدون علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک ہلاک شہر جان کی مدد سے کچھ اصلاح





چیزیں عمل انتخاب ہیں۔ دوسرا اعتراض: جملہ میں سلطان کیوں ضروری ہے دیگر عبادت کی طرح یہ بھی ہر طرح لوہا ہونا چاہئے۔ (بعض یہودین) جواب: جن عبادت میں جماعت شرط ہے ان میں امام بھی شرط جیسے نماز، عیدین وغیرہ جملہ میں جماعت یعنی لشکر بھی ضروری اور ان کا نظام ہتھیار وغیرہ بھی ملادی۔ لہذا اس کے لئے طاقتور امام یعنی سلطان چاہئے۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے کہ ان اسرائیلیوں نے ارلہ کے خلاف ظاہر کیا۔ اور زبان سے وہ بات نکال دی کہ حق اللہ ان کا دعویٰ حق کی کسوٹی پر کسا گیا وہ وقت اسحاق برحمان سے عاجز رہے اور لیل ہوئے یہ ہی حل ظل سلوک سے عین کلمہ ہے راہ وہ طے کر سکتا ہے کہ جس کے پاس الفاظ کم ہوں معنی زیادہ تل حقیقت فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے جملہ کی وجہ سے ہی منفع قرار دی اور اپنا بدلہ چاہنا انہوں نے اپنے انکو پروردہ کیا رب تعالیٰ کا نام تک نہ لیا اس لئے کامیاب نہ رہے اگر وہ یہ کہتے کہ ہم کیوں نہ جملہ کریں ان کا پیر نے تو رب کی نافرمانی کی۔ اللہ کی ضرورت ان کے۔ اللہ کے بندوں کو پریشان کیا اور فتنہ و فساد ہم ضرور جملہ کریں گے۔ تو ضرور چاہئے دیکھو اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ظیل اللہ سے عرض کیا قلہ سے جہنمی ان شاء اللہ من الصالحین اپنے بھروسہ پروردہ نہیں رب کے بھروسہ پر ہے۔ کامیاب ہو گئے ایسی ہی جو کوئی دلو سلوک طے کرنے کا پس لئے ارلہ کرے کہ دنیا والوں پر غالب رہے وہ ناکام رہے گا اور جیسے کہ اس گروہی اسرائیل میں اللہ کے خاص بندے تھوڑے تھے اگرچہ جملہ کے لئے جانے والے امت ایسے ہی ہر جماعت میں اور ہر زمانہ میں ہے کہ اعلیٰ چیز تھوڑی مگر وقت میں زیادہ و خوش پر پورست آتا ہے مگر ان میں سے بھل تھوڑا بنتا ہے اور خراب زیادہ۔ اس راستہ پر چل پڑنے والے امت ہیں لیکن حیل تک پہنچنے والے تھوڑے گروہ تھوڑے ان امت سے زیادہ حدیث شریف میں ہے کہ بڑے گروہ کے ساتھ رہو بڑا گروہ ہی ہے جو حق پر قائم رہے۔ اگرچہ شکر میں تھوڑا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی بغیر مشقت حیل تک پہنچنا چاہے وہ بولہوس ہے اور جو صرف مشقت ہی کو ذریعہ کامیابی جانے وہ سخت دھوکہ میں مشقت ضرور کرے مگر اس طرف کے جذبہ کو ذریعہ کامیابی جانے رب تعالیٰ اپنے فضل کی ہادش فرمائے تو یہ سچی تحقیق چل جائے۔ (از روح البیان)

پلی بھرن پنہاں اور دنگ برتے گھرے بھرا اس کا جلتے جس کا توڑ چڑھے جیسے طاوت کے ساتھ چلے تھے امت سے اسرائیل۔ مگر ایک نمر نے قلع و منافع کو چھوڑ دیا جس سے صرف تین سو تیرہ ہی آگے بڑھ سکے ایسے ہی کلر چڑھنے والے کوڑوں ہیں۔ مگر نمر لو فاحشہ کی نمر سامنے ہے اس نمر سے جو بخیریت گزر جملہ وہ خوش نصیب یہودی گزرے گا جس پر اللہ کا رحم ہو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَتَىٰ

اور کیا واسطے ان کے نبی نے ایسے کہ حقیقتی اللہ نے ملک مقرر کیا واسطے تمہارے طاوت کو بلکہ وہ بڑے کوڑے

اور ان سے ایسے نبی نے فرمایا کہ اللہ نے طاوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے

يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْهِ تَاوَنُ حُنُّ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً

خود کا واسطے اس کے ملک اور ہمارے اور ہم زیادہ حق دار ہیں ساتھ ملک کے اس سے اور نہیں دیا گیا وہ اسے ہم پر بارشاری کیونکر ہوگی اور ہم اس سے راہیں سلطنت کے مستحق نہیں اور اسے مال میں بھی وسعت

مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ

خراچہ مال کی فرمایا کہ تمہیں اللہ نے جس میں اس کو اور ہمارے اور زیادہ دے دی اس کو کشادگی دینی علم اور جسم ہمیں دے گا فرمایا اسے اللہ نے تم پر جتن دیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دے دی اور اللہ اپنا

الْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

کے اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ۔  
 ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : یہ آیت پہلی آیت کی تفصیل ہے وہی لفظ "فرمایا گیا تھا کہ جب لوں پر جولو فرض ہو تو سو اتھوڑوں کے ہاں تب منہ پھیر گئے لب اس کی تفصیل ہو رہی ہے کہ جولو کو مکر فرض ہو اور لوں پر پوشہ کون مقرر ہو اور وہ کیوں بزدل ہو گئے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ لوں اسرائیلیوں نے جولو سے منہ پھیر لیا تب منہ پھیرنے کی بڑی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اس کا باعث یہ ہوا کہ انہوں نے پہلی جولو میں نبی کی مخالفت کی اور مقرر کردہ پوشہ کو فکر خمار سے دیکھا اور اپنی انتخاب کی خمار سے حاصل رب کی مخالفت ہے یہی تمام باتیں اس آیت میں کی گئی ہیں۔

تفسیر :- وقال لهم نبهم ظاہر ہے کہ اس سے پہلے کچھ واقعہ پیش کیا ہے کہ لوں نے جو اس کے خلق رب سے دعا کی سبزی و دھنوں کے لئے پوشہ کی نشانی مقرر کی تھی جس کے ذریعہ وہ غیر نے پوشہ چھوٹا اس طرح کہ پوشہ کے مقرر کی تاریخ مقرر کی پھر اس تاریخ پر بیت المقدس کے قتل کے جوش مارنے اور لاشی کی پناش کی طاقتوں سے طاقت معلوم کی۔ تب لوں سے فرمایا کہ ان اللہ لدوت لکم طاوت ملکا میں بھی بحث معنی مقرر کرنا ہے یا پہلے اگرچہ یہ مقرر خود لوں نے کیا تھا مگر جو کہ وہی اور رہی نشانی سے کیا اس لئے بحث کو رب کی طرف سے نسبت کر دیا گیا۔ کلم میں طام طام کا ہے۔ ظاہر ہے کہ طاوت بھی وہی وہی طاوت کی طرح عبرانی لفظ ہے۔ مگر اور ظلم ہونے کی وجہ سے غیر حصر ہوا بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ عربی ہے طول معنی درازی و لمبائی سے ہوا۔ رہوت و موت کی طرح یہ بھی طاوت قتل و لفظ سے ہوا۔ مثلاً مگر کی وجہ سے غیر حصر ہوا۔ چنانچہ یہ دستور از قد کے تھے آدمی ہاتھ اٹھا کر لوں کا سر چھو سکتا تھا اس لئے انہیں طاوت کہا گیا۔ (کبیر و صفی) اور مشور نے فرمایا کہ لوں کا نام شولی ابن قیس ابن اشل ابن ضرہ ابن عرب بن النمر بن اس بن بنیامین ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم بنیم السلام قتل و درازی قتل کی وجہ سے لوں کا لقب طاوت تھا جسے کہ قرآن کذا اللہ یوم

مگر یہ تو طرزِ جمہوری غلامِ مودِ کامل شو

لاوا انی ہکون لہ السلک علیا غالب یہ ہے کہ قاتل کا قاتل ان تین سو تیرہ اسرائیل کے سوا ہلکے لوگ ہیں جو نہاد کر گئے تھے اور جنہوں نے جنگ جیتی کیونکہ اگر وہ بھی اسی اعتراض میں شریک ہوتے تو کبھی جلاویں کاہر یا باندہ ہو سکتے یا تو یہ قول تعجب کا ہے جیسے کہ ملائکہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت کی خبر سن کر تعجب کیا تھا کہ اور یا فرماں نبی کا انتظار ہے۔ وہ سری صورت میں یہ لوگ کافر ہو چکے ہوں تو یہ کہہ کر کے شریک جلاویں ہو گئے۔ (روح البیان) کافی یا معنی کیف سبب یا معنی من ہیں۔ علی یا تو مقابلہ کا ہے اور یا فوقیت کے لئے یعنی وہ بولے کہ یہ طاوت ہم پر کیونکہ بدشعین کہتے ہیں یا ہمارے قاتل یہ بدشعین کہہ رہے ہو سکتے ہیں۔ اس انکار کی چند جہیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ وہ معنی احق بالسلک منہ معنی سے مراد ان کی اپنی جماعت کا ہر ایک آدمی تھا کہ سب لوگ کیونکہ بدشعین ایک ہی ہو سکتا ہے اور احق یا تو تفضیلی معنی میں ہے یا معنی مطلقاً خدا اور ملک سے مراد سلطنت و حکومت ہے یعنی ہم مقابلہ طاوت کے سلطنت کے زیادہ خدا اور ہیں یا سلطنت کے خدا اور ہم ہی ہیں نہ کہ وہ کیونکہ اس زمانہ میں نبوت تو لکوی نہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی نسل میں تھی اور سلطنت یہود اور ابن یعقوب کی نسل میں اور طاوت ان میں سے کسی سب سے نہ تھے بلکہ وہ تو بنی اسرائیل میں یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس لئے وہ کہنے لگے کہ چہ کہ ہم لوگ نسل سلاطین ہیں لہذا بدشعین بھی ہم میں سے ہی ہونا چاہیے وہ سری وجہ یہ ہیں کہ ولیم نبوت منہ من الحال مستوح سے بنا معنی منجائش و فراخی۔ جیسے وہ بولے سے وہ چہ کہ اس کے بعد بین حرف علقی آ رہا ہے اس لئے اس کو زیر نہ دیا گیا یعنی حضرت طاوت کو دست مل اور خدائی نہیں دی گئی ہے جو بدشعین کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ بغیر لشکر اور ہتھیار کے سلطنت کے کام انجام نہیں پاتے اور یہ چیزیں مل ہی سے حاصل ہوتی ہیں یا ان کا یہ مطلب تھا کہ اگر طاوت میں کسی شرافت نہ تھی تو کم سے کہلی شرافت تو ہونی چاہئے تھی تاکہ لوگوں میں ان کو قدر قائم ہو تاہم ان میں یہ دونوں صفیں نہیں تو بدشعین کیسے ہو سکتے ہیں حضرت شموئیل علیہ السلام نے جو باطن طاوت کی سلطنت پرست سے قوی دلائل قائم فرمائے ایک یہ کہ ان اللہ اصطلاح حکم معنی معنی سے بنا معنی خالص و منفرد کھرا ہو اہل اربعہ میں ان میں میں صاف صاف لے لینے کے معنی پیدا ہوئے۔ یعنی جن نے ان لوگ انہوں کو جن لہا اس کی پوری تفصیل ہم پارہ الم میں ان اللہ معنی کی تفسیر میں کہ چکے۔ علی مقابلہ کے لئے ہے۔ یعنی رب تعالیٰ نے بمقابلہ ہمارے طاوت کو سلطنت کے لئے جن لہا رب کے چہ کے مثل کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔ خیال رہے کہ لفظ اصطلاح نبی بنی مریم کے لئے بھی قرآن کریم میں ارشاد ہوا و اما صفاک اور و مگر و سل شور سل ملائکہ کے لئے بھی باللہ مصطفیٰ من الملائکہ و ملا و من الناس انہوں میں طاوت کے لئے بھی مگر مصطفیٰ صرف ہمارے حضور ہی کا لقب ہے کسی اور سے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ ان بزرگوں کا چہ خصوصاً خدا کے ہمارے حضور کا چہ عمومی ہے

کہ آپ کی ذات 'مخلات' 'مخلات' 'مخلات' سب رب کے چنے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی پر امتزاج رب تعالیٰ کے چناؤ پر امتزاج ہے۔

ذات ہوئی انتساب و صف ہوئے انتساب

ہم ہوا مصطفیٰ تم چ کوئوں و ہوا

دوسرے یہ کہ وزادہ بطنہ لی العلم والجمہ سے کہ معنی وسعت یا فراخی ہیں۔ اس کی تحقیق ہم کچھ پہلے متنبہ رہیں گے۔ یہ کہ علم سے شریعت یا سیاست کا علم یا ہر علم مراد ہے اور وہ سب کے کہ وہ لوگ علم مراد ہوں گے کہ دنیا سیاست علم شریعت میں آجاتی ہے حق یہ ہے کہ سیاست رب تعالیٰ کی خاص صفت ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے جو صلیہ السلام نے فرمایا تھا جعلنی علیٰ جزائن الا وضانی صلیہ علیہم السلام کہ آپ نے اس سے پہلے نہ عکرائی کی تھی نہ کاشکاری وغیرہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست کا وہاں آج دنیا میں رہی ہے یہ سیاست کون سے دور سے تھی یہی وہی دور مصطفوی تھا اور رب تعالیٰ کی صفا خاص اور جسم کی وسعت سے یا دور ازلی قد یا حسن و جمل یا قوت و طاقت مراد ہے جس کا ضمن پر صبر ہے۔ چنانچہ وسعت علم قوت جسمانی پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے پہلے اس کا ذکر فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ کی صفت علم و وسعت عطا فرمائی ہے کہ وہ تم سب میں بندے عالم بھی ہیں اور قہ نور طاقت و جہنم و جہل جو ن بھی۔ اور سلطنت کے لئے علم، عقل اور قوت زیادہ ضروری ہیں نہ کہ عقل بل تیسرے یہ کہ واللہ ہنوی ملک من ہذا وہ ملک ملک ہے جسے چاہے اپنا ملک دے نسب و حسب کی اس کے بل قہ نہیں۔ تم ان پر کسی الزام کیوں نہ لگاتے ہو۔ چنانچہ کہ واللہ واسع علم رب تعالیٰ وسعت دین چاہے کہ فقیر کو فنی کر دے تم ان کی فری سے کیوں ڈرتے ہو جس سے انہیں سلطنت عطا دی تو ان بھی عطا فرمائے گا اور وہی ہر شخص کامل جتنا ہے کہ کون قتل سلطنت ہے اور کون نہیں گویا پہلے جیل تو سلطنت طاقت کے دلا کل تھے اور وہ فتنہ بنی اسرائیل کے نبی امتزاج کا وہ لہو و لہو واسع میں جلی شہ کی تہہ ہے۔ غرضیکہ دلائل اور دفع امتزاجات کے ذریعہ ان کی پوری قتل کر کے کی کوشش کی گئی۔

خلاصہ تفسیر: بنی اسرائیل کے عہد میں اشمویل صلیہ السلام نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے تمہارے لئے طاقت کو بڑا شدہ مقرر کیا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ گے جنگ کرو۔ بنی اسرائیل نے بجائے طاقت کے کج یعنی شوع کردی اور طاقت کی سلطنت پر وہ امتزاج رکھا۔ ایک یہ کہ وہ شعی خاندان سے نہیں۔ کیونکہ شعی خاندان میں وہ ہیں۔ یعقوب کی اولاد ہے۔ لہذا انہیں سلطنت ملی چاہئے۔ نیز ان کے پاس ملی گواہی بھی نہیں۔ وہ ہم سب میں زیادہ فریب ہیں اور انہیں سلطنت مل نہیں سکتی۔ نیز جب ان میں خاندانی اور ملی شرافت نہیں تو رعایا ان کو کار قائم نہیں ہو سکتا کہ سلطان کے لئے جی ضروری چیز ہے۔ حضرت اشمویل صلیہ السلام نے جو لہا فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! تمہیں رب تعالیٰ نے سلطنت کیلئے منتخب کر لیا۔ پھر تمہاری صیہ ہوئی یہاں ہے اور یہ بھی جینی ہات ہے کہ حکم مسد کے لئے علم و جسمانی طاقت ضروری ہے اور طاقت تم سب سے علم میں ہے کہ میں اور طاقت میں بھی زیادہ لہا سلطنت کے لئے وہی سوزن ہیں۔ یہاں تمہارا یہ امتزاج کہ وہ شعی خاندان سے نہیں ہے۔ عقل ہے کہ ہے۔ رب ملک ملک ہے جس خاندان کو چاہے سلطنت عطا فرمائے۔ یہ وہی وہی پادری کا لہو و لہو ہے کہ تم کون اور تمہارا یہ سر امتزاج کہ یہ غریب ہیں یہ بھی فتنہ کہ فتنہ واسع ہے۔ اے فقیر کو لہا اس کا کوئی مشکل نہیں۔ اور وہی علم بھی ہے لائق اور لائق کو خوب جانتا ہے فتنہ لہا چوں جو ان کی سلطنت میں لو۔ خیال رہے کہ جیسے بنی اسرائیل نے طاقت کی سلطنت کا اس لئے

انکار کیا کہ وہ شعی خاندان یعنی سودا کی نسل سے نہیں ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس لئے انکار کیا کہ حضور خاندان نبوی یعنی بنی اسرائیل سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسماعیل سے ہیں وہ سلطنت و نبوت کو خاندانوں سے مخصوص مانتے تھے ایسے ہی آج لوگ حضرت صدیق و فادق کی خلافت کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ آپ خاندان خلافت سے نہیں یعنی بنی ہاشم سے نہیں نبوت و سلطنت و خلافت کو خاندانوں سے مخصوص مانتے کی یہ بیماری آج کی نہیں بڑی پرانی ہے۔ ہمارے ہاں خلافت قریش سے خاص ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ ان فی القریش مکرر اسلامی سلطنت کسی رعایت باخاندان سے خاص نہیں۔

اصل واقعہ : بنی اسرائیل کے عرض کرنے پر حضرت اشموئیل علیہ السلام نے ہار گداہی میں دعا کی کہ وہ سوئی من پر کوئی بدشاہ مقرر کر دے تو انہیں ایک ملاطمی عطا ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس سے اسرائیلیوں کو بچو جس کا نام اس کے برابر ہو وہی بدشاہ ہے۔ نیز بیت المقدس میں سے ایک شیشی تیل بحر لور اور گاک نکا کر رکھو جس شخص کے داخل ہونے پر جل جوش مارتے اور گاک نکل پڑے وہ ہی بدشاہ ہے اسی شیشی سے سب کو آزمایا گیا کوئی نظر نہ آیا۔ طاوت کے والد چڑھ کی تجارت کرتے تھے بعض نے کہا ہے کہ وہ پانی پلاتے تھے اتفاقاً ان کا ایک گدھا کھو گیا تھا انہوں نے طاوت اور اپنے ایک غلام کو تلاش کے لئے بھیجا راستہ میں حضرت اشموئیل علیہ السلام کا مکان پڑا۔ غلام نے طاوت سے کہا کہ آؤ! میں نے سے پوچھ لیں کہ ہمارا گدھا کہاں ہے کیونکہ پیغمبر کوئی بات چھپی نہیں۔ انہوں نے کہا چلو۔ یہ دونوں اندر پہنچے اور اپنے گدھے کے متعلق عرض کرنے لگے کہ اچانک جل نے جوش مار اور شیشی کا گاک دور جا پڑا۔ آپ نے من دونوں کو عصا سے پٹا۔ طاوت کا نام اس کے برابر نکلا۔ تو آپ نے وہ تیل من کے سر میں ملا اور فرمایا کہ اے طاوت میں تجھ پروردگار تمہیں بنی اسرائیل کا بدشاہ بنا دیوں۔ جولوٹھک تیار کر کے قوم کو مقابلہ کرو۔ سبحان اللہ موسیٰ علیہ السلام طور پر ہار لینے گئے تو نور یعنی نبوت لائے اور طاوت پھر لینے آئے تو سلطنت لے کر چلے۔

خدا کی دین کا سوئی سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں دھیری مل جائے انہوں نے عرض کیا کہ میں شعی خاندان سے نہیں بلحاظ قوم و پیشہ بنی اسرائیل مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے فرمایا کہ تم رب کے انتخاب میں آچکے عرض کیا میں کی نشانی کیا فرمایا کہ نشانی یہ ہے کہ تم جا کر دیکھو کہ تمہارے گدھے بغیر و عورت سے گھر پہنچ گئے۔ پھر آپ نے انکی سلطنت کا بنی اسرائیل میں اعلان فرمایا جس پر اسرائیلیوں نے وہ جرم کیا جس کا کراہی آیت کریمہ میں ہے۔ (اور مشورہ و خراج و معانی) خیال رہے کہ حضرت طاوت اگرچہ مل لور سب میں بنی اسرائیل میں اعلیٰ نہ کہے جاتے تھے علم فضل لور جسم میں سب سے بڑھ کر تھے۔ بعض نے فرمایا کہ اشموئیل علیہ السلام کے بعد انہیں کاظم و مل قند

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : انبیائے کرام کی زبان رب کا کلمہ ہے کہ من کے منہ کی نکل ہوئی بات نکتی نہیں دیکھو اشموئیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ شاید تم لال نہ کر سکو۔ اس کی تفسیر ابھی سے شروع ہو گئی۔ دوسرا فائدہ : مصیبت کے وقت محبوب خدا سے مدد لینا جائز ہے۔ جب بنی اسرائیل پر قوم و ملت نے بہت ظلم کیا تو لور ہی کے لئے حضرت اشموئیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تیسرا فائدہ : خبرک جبکہ رہنے سے نہ صرف انسان بلکہ بے جان چیزوں کا بھی درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ بیت المقدس کے تیل میں یہ خصوصیت پیدا ہو گئی کہ وہ طاوت کی سلطنت کی نشانی بنا۔

ہمارے خدوم سید اشرف جاکیر مفتی کچھو چھو رضی اللہ عنہ کے مزار کاچر لے لور وہاں کے تکل میں یہ تاثیر ہے کہ چند دن  
 آسیب زدہ کے پاس جلائے سے جن خود بخود حاضر ہو جاتا ہے لور جل بھی جاتا ہے لور وہاں کاچر لے لور جگہ ہی کام آتا ہے لور دور  
 دور جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ: حکومت ولایت میراث نہیں بلکہ فضل خداوندی ہے۔ نئی اسرائیل میں اس کے لئے نبی کا  
 انتخاب لور دیگر کشمیلیں ہوتی تھیں جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہو اسلام میں اس کے تین طریقے ہیں۔ (۱) پہلا خلیفہ کسی کو اپنا  
 چاہیں مقرر کر جائے جیسے خلافت خدائی کہ صدیق اکبر کے انتخاب سے عمل میں آئی۔ (۲) تمام مسلمانوں کا انتخاب جیسے خلافت  
 صدیقی کہ حضور علیہ السلام نے مراد: "کسی کو خلافت نہ دی اجماع مسلمان سے صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔" (۳) ہر کل دولت کا  
 انتخاب جیسے خلافت عثمانی و مرتضوی و خلافت امام حسن۔ خیال رہے کہ کسی بدشاہ کلو سرے کو سلطنت دے دی بھی حکومت  
 کٹوریہ ہے جیسے امیر مملوکی کی سلطنت کہ لولا یہ سلطنت مرتضوی کے ہائی تھے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلح کر لینے  
 لور سلطنت دے دیجے لور وہ خلیفہ محکوم کر لینے پر یہ اسلام کے سلطان برحق قرار پائے۔ سوہ خلافتیں بھی برحق تھیں لور یہ سلطنت  
 بھی صحیح۔ اس کی تحقیقات کے لئے شرح فقہ اکبر لور شامی کتاب الجملہ لور شرح مسلمہ اثبوت کا مصلحہ کرنا چاہئے۔ پانچواں  
 فائدہ: ولایت کیلئے علم ضروری ہے نہ کہ نسب بل موجودہ دور میں جمہور کے لئے اکثریت داری دیکھی جاتی ہے کہ جمہوری کے  
 لئے وہ کھڑا ہو سکے جو اتنی زمین کلاک ہو لور اتنا ٹکس لرا کر ناہو یہ طریقہ ملا بھی لور نقصان نہ بھی جمہوری کے لئے لیاقت لور  
 سیاسی قابلیت معیار ہونی چاہئے نہ کہ محض مل۔ چھٹا فائدہ: عالم کا مرتبہ جمل زائد لور بے علم عالی نسب سے زیادہ ہے کہ  
 فرشتوں نے بذریعہ جلوت اپنا تحقیق خلافت ظاہر کیا تھا لور جن اسرائیلیوں نے لب پیش کیا۔ محمد علی تو آدم علیہ السلام خلیفہ  
 ہوئے لور میں طاقت۔ ساتواں فائدہ: بدشاہ کے لئے رعب و قار بھی ضروری ہے لور جرات و لیری شجاعت جو انمردی  
 بھی لازم کیونکہ یہاں علم کے ساتھ جسم کا ذکر بھی ہوا۔ آٹھواں فائدہ: خلیفہ لور بدشاہ زندہ لوگوں کے سامنے ظاہر چاہئے  
 مرد یا چھپے ہوئے کی بدشاہت و خلافت درست نہیں کیونکہ ملکی انتظام اور متعدد خلافت اس سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کھو  
 جب موسیٰ علیہ السلام تو رب تعالیٰ نے طور پر گئے لور عاراضی طور پر اپنے ملک سے غائب لور لوگوں کی نگاہ سے چھپ گئے تو جناب  
 ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے اگر غائب کی خلافت و سلطنت درست ہوتی تو آپ خلیفہ کیوں مقرر کرتے تیر حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم حیات اقصیٰ میں مگر آپ کے خلفاء مقرر ہوئے لہذا ہارون میں امام حضرت صدیق اعظم کو خلیفہ بنا دیا اصولاً صحیح ہے۔ یہاں  
 علم و جسم فرما کر اس طرف اشارہ ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلیفہ وہی ہو سکتا ہے کہ جو علم و طاقت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ لہذا چاہئے  
 تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے نہ کہ صدیق و قادیق کیونکہ آپ علم میں تو نبوت کلو داندہ ہیں حضرت عمر بھی فرماتے تھے کہ لولا  
 علی ملک عمر اگر ملی نہ ہوتے تو عمر لاک ہو جاتے اور جو انمردی اور شجاعت میں آپ مشہور ہیں۔ اسد اللہ آپ کا لقب  
 آپسی خبر کھن آپ کی یہ شان ہے۔

شاہ سو شیر یزداں قوت پروردگار لا ائی الا علی لا سف الا فواللہ

پھر ان کی موجودگی میں صدیق و قادیق کا نام بننا درست نہ رہا۔ (الغنی) جولیب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم اور قوت جسمانی میں تمام سے افضل تھے اگرچہ زیادہ شہرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میدان جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق ہی کھڑے ہوتے تھے۔ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر عذرا رکھ لے گئے اور خود شیعہ بنائے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر نہ لے سکے۔ مستند یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے گھیر لیا تو ابو بکر صدیق ہی نے ان سب کو دفع کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنا جانشین یعنی امام مقرر کیا بلکہ فرمایا کہ ابو بکر ہی میری جگہ میں کسی کو حق لاسٹ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بڑے عالم ہی کو لاسٹ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ مصطفویٰ میں ابو بکر صدیق سیدنا علی سے بھی پیار کر علم والے تھے ورنہ لاسٹ کے لئے علی مرتضیٰ کا انتخاب ہوتا تو سرے سے یہ کہ لاسٹ کے لئے ضروری ہے کہ علوم شریعہ و احکام سیاسیہ کالام پورا ماہر ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام دنیا سے افضل ہو۔ تمام خلفائے راشدین اس قدر علم رکھتے تھے اور قاتل لاسٹ تھے۔ مسلمانوں کی رائے سے جس کو ترجیح ہو گی وہی امام ہوں جیسے کہ جماعت کے وقت چند علماء موجود ہوں اور ان میں سے ایک کو امام بنایا جائے کہ لائق لاسٹ ہے مگر چونکہ ایک کاہن اگر امام کسب سے زیادہ عالم ہو تا ضروری ہو تا تو حضرت اشعری کی موجودگی میں طاہرات امام نہ ہوتے کیونکہ علم میں حضرت اشعری زائد تھے اور اگر امام کسب سے پیار کر تو اور طاہرات ہو تا ضروری ہو تا تو طاہرات کی موجودگی میں تو امام علیہ السلام خلیفہ نہ ہوتے۔ کیونکہ طاہرات کا جسم کیس بنا ہے نیز عمر صادق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نہ ابو بکر صدیق خلیفہ ہو سکتے نہ سہیل علی کہ صادق اعظم کلمہ سب سے زیادہ اہل ان کے چار انگلی ہاری باشت کے برابر تھے۔ ورازی قد خلیفہ کے لئے کمال نہیں پورے حضور علیہ السلام کلمہ شریف و دیانہ نہ ہوتا۔ چونکہ جاہلوت سے دور از قد تھا کہ اسکا نیک ایک میل تھا (روح الطہری) اس لئے طاہرات دور از قد کو خلیفہ بنایا یہ صحیح ہے کہ عمر فاروق کو علی رضی اللہ عنہ نے بعض دلد مسائل قیہ بنائے اور غلطی سے پھلایا اور حضرت عمر نے ان کا حکم کر لیا تو اس سے حضرت صادق اعظم کی کم علمی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس زمانہ میں مسائل قیہ تھے لکن نہ بھی جمع نہ ہو سکتے کی وجہ سے بڑے اہل علم سے بھی غلط ہو جاتی تھی۔ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کچھ شیعوں کو آگ میں ذبح جلا دیا۔ جس پر عبد اللہ ابن عباس نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے زندہ کو جلانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ لا یحطب بالنار الا رب النار آگ کلمہ سب تو آگ کا پیرا نہیں لہذا رب ہی دے سکا ہے اگر میں حضرت علی کے پاس ہوتا اور میرے سامنے ان مردِ افضل کا مقدمہ پیش ہوتا تو میں زندہ کو جلانے نہ دیتا بلکہ قتل کرانا کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے اور علی رضی اللہ عنہ نے اسے حلیم کیا کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کم علم تھے۔ (ملکوتہ باب قتل المرتدین و لاسٹ) دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسی عظمت کوئی چیز نہیں۔ دیکھو خاندانی اسرائیلیوں کے ہوتے ہوئے طاہرات ہوشیار ہوئے۔ جن کا پیشہ و گریزی باہر ہونا تھا۔ پھر سیدوں کو افضل کیوں کہا جاتا ہے۔ (خاندانی) جواب: اس آیت سے اتنا معلوم ہوا کہ لاسٹ نسب پر موقوف نہیں رہی۔ جیسی عظمت وہ ضرور معتبر ہے۔ روح البیان و تفسیر کبیر نے سولہویں سیپارہ کے شروع میں کھن ابو حاصطانی تفسیر میں فرمایا کہ نضر علیہ السلام نے دو قیدیوں کے خزانے کی حفاظت کی کہ نہ ان کا سوا کسی دلو ایک موقع تھا۔ جب ساتویں دلو کی نیکی ان پر توں کے کام آئی تو کیا حضور علیہ السلام کی عظمت سیدوں کے کام نہ آئے گی۔ حرم کے کہ تو قاتل عزت ہیں کیونکہ یہ اسی کہ ترکی نولاد میں ہیں۔ جس نے ہجرت کی رات عذرا رکھ لیا ہے تو کیا صاحب عذرا اور



## الْمَلِیْکَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

اردن نے اٹھائے ہوئے اُسے فرشتے تھے۔ یہی اس کے اپنے نشان ہے واسطے تمہارے اگر جو تم ایمان دے نہ  
کی اٹھاتے وہیں مجھے اُسے فرشتے بہ شک اس میں بڑی نشان ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو :

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پہلی آیت میں طاوت کی سلطنت دلائل سے ثابت کی گئی۔ اب اس کی مکمل نشانی بتائی جا رہی ہے۔ جس سے ہر شخص ماننے پر مجبور ہو جائے۔ دوسرا تعلق : پہلی آیت میں اہل علم کو طاوت کی سلطنت سنائی گئی۔ اور اب ان عوام کو سنائی جا رہی ہے۔ جن میں دلائل پر غور کرنے کی قابلیت نہیں۔ تیسرا تعلق : پہلی آیت میں اشارہ وہ نشانیں موجود تھیں جو سب نے نہ دیکھیں مثلاً طاوت کھدے صلا کے برابر ہو جائیں۔ المقدس کے روغن کا جوش مارا۔ لب و لہجہ نکاتوں کا ذکر ہے جو سب کو نظر آئیں اور جس کے ہلکے سب لوگ انہیں پا سٹھیاں ہر مجبور ہو گئے۔ چوتھا تعلق : پہلی آیتوں میں یہ ذکر تھا کہ حضرت اشوہیل نے بنی اسرائیل کو سلطنت طاوتی دلائل سے بتائی اور ثابت کی جس سے ان میں سے اکثر کی قیادت ہوئی اب اس آیت میں اشارہ ہو رہا ہے کہ آپ نے طاوت کی سلطنت مثلاً یہ سے گویا دکھادی جس کے بعد کسی کو دہارنے کی جگہ نہیں رہی بتانے کے بعد دکھانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ خیال رہے کہ عالم بتاتا ہے۔ جس میں شک و شبہ ہو سکتا ہے شیخ کھاتا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی لئے دنیا میں اللہ کی ذلت و عظمت وغیرہ کے لاکھوں منکر موجود ہیں کہ یہ سب بتایا گیا ہے مرنے وقت سب مان لیں گے کہ وہی سب کچھ دکھایا یا جلائے گا پھر بعض بد بخت دیکھ کر بھی نہیں سمجھتے۔ رب نے حضرت آدم کی عظمت و کھادی مگر شیطان نہ جھکا۔

تفسیر : **وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِیْمَنُ بِرَبِّکُمْ اِنْ اَنْتُمْ سٰلِکُوْنَ**۔ جس پر یہ معطوف ہے یعنی بنی اسرائیلوں نے طاوت کی سلطنت پر مکمل ہوئی نشانی طلب کی۔ اور اس کے جواب میں ان کے نبی نے فرمایا۔ اسی لئے یہ عبارت دوبارہ اشارہ ہوئی اور نہ فقط واو عطف کل تھا۔ یہ عبارت پہلی آیت میں آچکی ہے نیز وہی دلائل بتائے گئے تھے اور اب ثبوت دکھائے جا رہے ہیں۔ اس لئے **وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِیْمَنُ بِرَبِّکُمْ اِنْ اَنْتُمْ سٰلِکُوْنَ**۔ ان ائمہ ملکہ ان ماتکم التابوت آیت کے معنی اور اقسام ہم پارہ الم میں بیان کر چکے ہیں یہاں معنی نکلتی ہے ملک کے معنی مملکت بھی ہیں اور سلطنت بھی یہاں دوسرے معنی مروی ہیں۔ تابوت کلامہ تو ہے معنی رجوع کرنا اور لوٹنا کلامہ سے رجوع کرنے کو بھی تو یہ کہا جاتا ہے یہ اصل میں قیوت قیوت لفظ سے بدلا ہوا وزن رجوع و رجوع۔ صندوق اور جہی کو بھی اسی لئے تابوت کہتے ہیں کہ اس میں ہار بار کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تہت سے تابوت وزن قائل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ قائل و لام کل کا ایک جنس سے ہونا خلاف اصل ہے۔ اس کی تائید حقیقی انشاء اللہ خلاصہ تفسیر میں ہوگی چونکہ اس صندوق کی طرف بنی اسرائیل ہر دعا ہر مصیبت ہر حلات ہر جنگ میں رجوع کرتے تھے کہ اس کی برکت سے دعائیں کرتے تھے صحیح جس دفع کرتے تھے جنگ میں اسے آگے رکھتے تھے اس لئے اسے تابوت یعنی ہار بار لوٹنے کی جگہ کہتے تھے۔ اگرچہ یہ صندوق طاوت کے پاس آیا تھا مگر چونکہ بنی اسرائیل بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں کا اطمینان مقصود تھا اس لئے یا تیمم فرمایا گیا۔ یعنی طاوت کے

پوشہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تسمارے پاس ایک صندوق آئے گا۔ وہ سمجھنے میں دیکھ کر حیرت کا رنج یا تو کھٹ ہے یا نبوت کا آئینہ سمجھنے میں ہے۔ یا معنی حرکت کے بعد تسمارے پاس کو سکون بھی کہتے ہیں یہ یوں ظاہر ہے۔ جیسے قیامت جہنم میں سکون تھی اور جہنم میں سکون تھی۔ یعنی اس جہنم میں تسمارے قلوب کو سکون حاصل ہو گیا اس میں قرار قلب کا ملنا ہو گا۔ ورنہ معنی تو ک ال موسیٰ و ال ہرون اگر پہلے جملہ میں سکون کے اسباب مل رہے تو یہ عطف تفسیری ہے ورنہ علیحدہ چیز میں ال یا تو معنی متبعین ہے جیسے کل فرعون اور اس سے وہ انبیاء یعنی اسرائیل مل رہے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے یا خود اس کی ذات شریف مل رہے۔ جیسے حضور علیہ السلام نے جو موسیٰ و ہرون کے لئے فرمایا کہ ان کو کل و قود کی کو ازدی مکی یعنی خود قود علیہ السلام کی۔ اور ہو سکتا ہے کہ کل ذاکہ ہو مگر وہ سری تفسیر زیادہ قوی (کیرو معنی و معنی و غیرہ) یعنی اس صندوق میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے چھوڑے ہوئے کچھ حرکت بھی ہوں گے مگر وہ صندوق خود نہ آئے گا۔ بلکہ تسمارے جملہ نبوت کامل ہے اور تسمارے سے فرشتوں کی ایک خاص جماعت مل رہے یا تو سب سے فرشتے اٹھا کر لائے گئے اور یا ایک ہی فرشتہ اٹھائے ہوئے ظاہر ہوئی اس کے ساتھ جلوس کی شکل میں تھے یا یہ صندوق کسی اور چیز پر آیا ظاہر تعظیم کے لئے فرشتے اس کے ساتھ تھے۔ ہر مل فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ تسمارے حرکت کے لئے ہے۔ یعنی اس صندوق کو فرشتوں کی جماعت اٹھائے گی۔ ان میں ظلمت لاہوت دیکھ ظاہر ہے کہ یہ کلام بھی انہیں تفسیر کا ہے اور ہو سکتا ہے کہ رب کا فرما ہو۔ ذاک سے یا تو صندوق کی طرف یا اس کے آنے کی طرف یا سارے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لائے گی نبوت تفسیر ہے۔ یعنی اے اسرائیلیوں اس نبوت کے آنے میں طاوت کی سلطنت کی تسمارے لئے ہی نشانی ہے۔ ان کتبم مکتوبین ظاہر ہے کہ ایمان سے اصطلاحی ایمان مل رہے اور ممکن ہے کہ معنی صدیق ہو یعنی اگر تم ایمان لار ہو تو اس مجوز کو مل لرا اگر تم میں صدیق کلام ہے تو یہ صندوق کی نشانی دیکھ کر طاوت کی سلطنت کا قیام کر لو اور اگر رب کا کلام ہے جس میں سارے مسلمانوں سے خطاب ہے تو مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں! اگر تم میں ایمان ظاہر ہے تو اس واقعہ نبوت میں تسمارے لئے بہت سی نشانی ہیں جن سے تم متعدد ایمانی مسائل ثابت کر سکتے ہو اور اگر ایمان کے نور سے دل دماغ خالی ہے تو تسمارے میں نور تحریریں ہی کہہ گے۔ اس آیت کے مسائل انشاء اللہ فوائد میں عرض ہوں گے۔

خلاصہ تفسیر: بنی اسرائیل نے حضرت اشوئل علیہ السلام کی تمام تقریر من کر عرض کیا کہ طاوت کی سلطنت کا کوئی ظاہر تمہارے ہی دیکھ لیتے۔ جس سے سب کے دل کو اطمینان ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اس کی خاص نشانی یہ ہے کہ تسمارے سامنے طاوت کے پاس ایک صندوق آئے گا جس کے آنے سے قدرتی طور پر تسماری گھبراہٹ جاتی رہے گی اور دلوں کو جہنم اور سکون حاصل ہو گا اور اس وقت جو تم کو طاوت کی سلطنت کی طرف سے کچھ تردد ہو وہ جاتا رہے گا یا آئندہ ہر گھبراہٹ کے موقعوں پر تمہیں اس کے سبب سکون تفسیری نصیب ہو اگرے گا جنگ میں اس کی برکت سے فتح میسر ہوگی لڑائی میں فتح کا راز سکون تفسیری ہے۔ جس فکرم کے لو سن مجز جائیں وہ بار کھا جاتا ہے یا تمہیں آزمائش ہے کہ گزشتہ زندہ میں اس نبوت میں تسمارے لئے سکون رہا ہے کہ تم ہر موقع پر اس کی برکت سے جہنم و سکون پاتے تھے مگر وہ سری تفسیر قوی ہے کہ آئندہ سکونوں کی اس میں پیش گوئی ہے۔ فرمائیے کہ تسمارے میں تفسیریں ہیں سکون تھا سکون ہے سکون ہو گا۔ اس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم

اسلام کے چھوڑے ہوئے کچھ حرکات ہیں کچھ تو خود ان کی اپنی چیزیں جیسے عسلاو عسلاو وغیرہ اور کچھ وہ چیزیں جنہیں موسیٰ علیہ السلام بھی برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے جیسے انبیاء کرام کی تصاویر۔ اور تعلیم کے لئے لائیکہ بھی بٹلر جلوس اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اے اسرائیلیو! اس سے بڑھ کر اب کون سی نشانی چاہتے ہو۔ اگر تم میں بلانے کا وہ ہے تو یہ تو بہت بڑی نشانی ہے۔ خیال رہے کہ تہوت لانے والے فرشتے بن بنی اسرائیل کو نظر نہ آتے تھے صرف حضرت شموئل نے انہیں دیکھا تھا کہ یہ کون کی محض فرشتوں کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتا اور اگر انسانی شکل میں آتے تو بنی اسرائیل جیسی سرکش قوم پر لازم لگاتی کہ ان کو میلوں سے طاوت کی کوئی سازش ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نبی کی آنکھ غیب کی چیز دیکھ لے اور حاضرین مجلس نہ دیکھ سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم پڑھا ہے ہوئے جنت و نزع کو جو اور قبلہ میں ملائکہ فرمایا کہ کوئی مقتدی نہ دیکھ سکتا۔

تہوت سیکھو : نبوت کے متعلق کہ وہ کیا تھا اور کب سے ہے اور اس میں کیا چیزیں تھیں۔ طسرن کے چند قول ہیں جن میں سے ہم تحقیقی بات عرض کرتے ہیں۔ جس پر تفسیر کبیر وغیرہ نے اٹھو کیا اور احادیث سے اس کی تائید ہوئی اور خزانہ العرفان نے اسی کو لیا۔ وہ یہ ہے کہ یہ تہوت شمشو کی نگاری کا صندوق تھا جس پر سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی جس کا طول عین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں انبیاء کرام اور ان کے مکاتبات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دولت خاندان کی تصویر ایک سرخ یا قوت میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے گرد صحابہ کرام ہیں یہ صندوق آدم علیہ السلام سے وراثت "انبیاء کرام کو منتقل ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں تورات شریف بھی رکھتے تھے اور اپنا خاص سلطان بھی چنانچہ اس میں تورات کی تختیوں کے کچھ ٹکڑے اور آپ کے عسلاو آپ کے کپڑے اور عطلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا کلمہ اور ان کا عسلاو اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر اتر تھا موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے اور اس کی برکت سے فتح حاصل کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل کو تسکین بھی رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تہوت بنی اسرائیل میں منتقل ہو گیا اور اچھا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس تہوت کو سامنے رکھ کر دعا کرتے اور کامیاب ہوتے اسی کی برکت سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح پاتے۔ جب ان کی بد عملی حد سے بڑھ گئی تو ان پر قوم عاتقہ مسلط ہو گئی جو اسرائیلیوں سے یہ تہوت بھی چھین کر لے گئی اور اس کو بے حرمتی سے گندی جگہ پر رکھا۔ اس گستاخی کی وجہ سے عاتقہ سخت بیمار ہوئی اور معیتوں میں جٹا ہو گئے تو اس کے پاس پیشاب کرتا تھا تو کبوتر میں جٹا ہوا جاتا تھا کی پانچ بستیوں بھی تھیں۔ تب انہیں یقین ہوا کہ یہ معیتیں تہوت کی بے ادبی کی وجہ سے ہیں۔ لہذا انہوں نے یہ تہوت ایک تیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا اور تہوت یہ واقعہ ہوا تھا اور حضرت شموئل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ طاوت کے پاس تہوت آ رہا ہے فرشتے بیلوں کو ہانکتے ہوئے طاوت کے پاس ملے آئے۔ بنی اسرائیل تہوت دیکھ کر ہی خوش ہو گئے اور انہیں اپنی نعمندی کا یقین ہوا اس نے طاوت سے رحمت کر کے انہیں بلو شملین لیا۔ یہی واقعہ اس آیت میں مذکور ہوا۔ (خزانہ کبیر، معانی، روح المعانی، جمل، خزانہ وغیرہ)۔

لطیفہ : محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تہوت کے معنی دل کئے ہیں اور آیت کا مطلب یہ بتایا کہ طاوت کا دل بدل جائے گا اور اس میں حضرت موسیٰ و ہارون کی سی شجاعت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ صندوق کا تیل گاڑی میں لہ کر آنا خلاف عقل ہے یہ تفسیر نہیں

بلکہ تحریف ہے جب موزائی کے پاس پہنچ فرشتہ ولایت کی قہقارہ لاسکتا ہے تو اگر نبوت آجائے تو کیا اس سے نبوت کا آثار آپ کے محل میں نہ آیا۔ اور یہ مذہبی سے دل گل کر موسیٰ علیہ السلام کلل اس میں پڑ جاتا آپ کی محل میں آگیا۔ اگر اس میں دل مراد ہے تو اس میں حرکات انبیاء و سکون و وقار کا ہونا فرشتوں کا تھا یا کاسنی اور پھر یہ بات بنی اسرائیل کے لئے یہی شکل کیہ مگر بنی دنیامیں بدلوں سے ہوتے ہیں۔ اور کس حد تک باقول محال ہے یہ تفسیر کی گئی۔

فقائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بزرگوں کے حرکات سے برکت لینا سنت انبیاء ہے۔ حضرت غلام کی لڑائی میں حضور علیہ السلام کا ہل شریف تھا جسے بوزہ کر دیا جنگ کرتے تھے۔ دوسرا فائدہ : بزرگوں کے حرکات سے مصیبتیں نکل جاتی ہیں اور بدلوں کو جین حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس حضور کا جبہ مہرک تھا جسے دھو کر بادلوں کو دیا۔ چالی تھیں۔ ہوشیار دوم نے عمرو بنی اللہ سے دو درم کی شکایت کی کہ آپ نے حضور کا ہل شریف ایک لڑائی میں ہی کر بیچ دیا جس سے اس کا درد سرا تا رہا۔ امیر مملوہ نے وصیت فرمائی کہ حضور کے حرکات یعنی ہل کاٹھن وغیرہ میرے ہونٹوں پر رکھوں تاہم حضور کا تینہ شریف سر پر۔ اس قسم کی بہت سی روایتیں اگر مع ثبوت دیکھا ہوں تو ہماری شکایت جاہ الحق کا مسئلہ کرو۔ تیسرا فائدہ : حرکات شریف کا جلوس ٹالنا سنت ملائکہ ہے جیسا کہ تعطل الملائکہ سے ثابت ہوا۔ ایک فرشتہ ساری زمین اٹھا سکتا ہے۔ اس صندوق کا اٹانے فرشتوں کا اٹھانا جلوس ہی تھا۔ چوتھا فائدہ : حرکات کی زیارت کرنا سنت بزرگان دین ہے جیسے آج کل ہل شریف کی زیارت وغیرہ ہوتی ہے۔ پانچواں فائدہ : حرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں شہرت ہو چکی ہے اس کے لئے بخاری کی حدیث ضروری نہیں کہ وہ پہلے اسرائیلیوں کی حرکات کی فضا شہرت سے ہی تقسیم کرتے تھے۔ اشمول علیہ السلام نے بعد میں تصدیق کی۔ چھٹا فائدہ : حرکات کی بے حرمتی کفر کا طریقہ ہے موجودہ اپنی دیوبندی اس نکتہ کی قوم مخالفہ ہیں۔ جنہوں نے حرکات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مگر خیال رہے کہ یہ بے حرمتی ہلاکت کا سبب ہے۔ رب کے ہل دیر ہے اندھیر نہیں۔ ساتواں فائدہ : حرکات کا گم ہو جانا مصیبتوں اور بلاؤں کی علامت ہے کہ نبوت گم ہوتی بنی اسرائیل پر مصیبتیں آئیں۔ مگر غنی کے ہاتھ سے حضور کی انگوٹھی گم ہو جانے پر حکومت میں گڑبڑ گئی۔ حضرت سلیمان کی انگشتری کا غائب ہونا تکلیف کا باعث ہوا۔ آٹھواں فائدہ : جس چیز کو بزرگوں سے نسبت ہو جاوے وہ حبر کہ ہے اور اس سے نفیس بنتا ہے کہ وغیرہ کی تصویروں کو تو وغیرہوں سے صرفہ نکل و حکایت کی نسبت تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے تمام تلمیذ شریف وغیرہ کو کچھ مدت قبل بزرگوں کے ساتھ رہنے کی نسبت حاصل ہوئی۔ جس سے ان حضرات میں سکون قلب بخشنے کی تاثیر پیدا ہو گئی۔ یوسف علیہ السلام کی قبر میں بارہا آنکھ میں روشنی دیکھنے کی تاثیر تھی۔ رب فرماتا ہے افعبوا فیہم فی هذا فاللہ علی وجہ اہل مات ہمدوا۔

پہلا اعتراض : اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ نبوت یکینہ میں انبیاء کرام کی تصویریں تھیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جائیداد کی تصویر بظاہر حرام ہے لیکن ملاحت کیہ گم ہو۔ جواب : وہ تصویریں قدرتی تھیں نہ کہ کسی انسان کی بنائی ہوئیں۔ انسانوں کی تصویر کھینچنا حرام ہے۔ خالق کے یہ احکام نہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پھر قبر میں حضور علیہ السلام کی تصویر دکھانا حرام کرتے ہیں وہ بھی قدرتی ہی ہوتی ہے۔ بلکہ پچھلی شریعتوں میں تصویر سازی جائز تھی۔ صرف اہل اسلام میں

حرام ہوئی حضرت سلیمان نے جنات سے جانداروں کے بجٹے تیار کرائے تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ یصلون لہ ما یشاء من معارب و تمائل و جفان کالجواب و قلود بیت عمدہ دہائی میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو آپ نے وہ بجٹے وہاں سے نہ ملنے کے ایک تفسیر کے زمانہ کے ہیں اور اس وقت یہ جائز تھے۔ سراسر اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت سیکڑ فرشتے اٹھا کر لائے تھے اور تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ بیل گاڑی پر آیا تھا مصلحت کو مگر جو۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ یہ مسئلہ گاڑی ہے جیسے کہتے ہیں کہ میرا سلن ظاہر غصہ دلی اٹھا کر لے گیا۔ سلن تو ریل لے اٹھا۔ مگر چمک لے جانے والا کوئی تھا اس لئے اسی کی طرف بسٹ کر دی گئی۔ یوں ہی نبوت کو اٹھا لے والے اگرچہ بیل تھے مگر ان کو لانے والے فرشتے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قوم علاقہ سے اٹھا کر نبوت آسمان پر پہنچا دیا گیا۔ طاوت کے پاس فرشتے آسمان سے ہی لائے۔ اس صورت میں مسئلہ حقیقی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جب نبوت تین ہاتھ لہاتھ اس میں خصلہ موسوی کی مگر سا گیا وہ تو دس ہاتھ کا تھا۔ جواب۔ اس میں خصلہ کا کلا ہو گا کہ پورا عصاب ہے کہ توریت کی تختیوں کے ٹکڑے تھے یا کوئی مذہب سراسر ڈنڈا ہو گا کہ وہ عصاب مشہور وہاں عصاب ہا دون بھی تھا یہ عصاب بھی کوئی دوسری ماضی تھی یا یہ موسوی علیہ السلام کا جلوہ ہو گا کہ چھوٹے صندوق میں بڑی ماضی سما گئی۔ چوتھا اعتراض۔ نبوت سیکڑ طاوت کے پوشا بننے سے پہلے ہی آیا تھا جیسا کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ جواب۔ کتب شریعت میں خود تعارض ہے کہ کیس نبوت کا آئین کی سلطنت کے بعد نہ کر ہے کیس پہلے۔ لہذا پہلے وہ طاوت علاقہ ہے موجودہ توریت کا اعتبار نہیں۔ (تفسیر حنفی) کیا چوتھی اعتراض۔ اگر نبوت سیکڑ میں موسوی علیہ السلام کے عطین شریف بھی ہوں تو اس میں انبیاء کرام کی تصویریں اور توریت کی تخت تو ہیں ہے کہ ایک ہی جگہ جوتے بھی اور توریت بھی۔ جواب۔ اگر جوتوں کی روایت درست ہے تو نبوت کے چند خاندان ہوں گے اور نیچے کے خاندان میں عطین شریف ہوگی کسی خاندان میں تصویر کسی میں توریت شریف اسی خاندان کی صورت میں لہت نہیں ہوتی۔ جیسے لہائی کے نیچے کے خاندان میں جوتے ہوں اور کے خاندان میں قرآن شریف ہو کہ اسی میں علیہ علیہ جگہ ہو جس مگر میں قرآن شریف ہو اس کی ہمت پر چلنا جائز ہے۔

تفسیر صوفیانہ : اللہ کے چارے ملک الہی میں غلبہ اللہ ہیں اور اس کوئی نبوت جسے رب نے ایمانی سکون اور عرفانی قرار عطا فرمایا۔ جس میں لالہ لالہ کا عصاب ہے۔ یہ عصاب فرعون نفس کے مغالی جلوہ گروں کو ڈاکر دیتا ہے۔ اس نبوت سیکڑ سے تو دشمنوں پر غلبہ تھا اس نبوت قلبی میں تمام جنات و شیاطین پر غلبہ ہے اس نبوت سیکڑ میں توریت کا کچھ حصہ تھا اس نبوت قلب میں لوح محفوظ کی طرح سارا قرآن محفوظ ہے۔ اس نبوت میں انبیاء کی صورتیں تھیں۔ اس نبوت قلبی میں انبیاء کی میرتیں اور ان کے اخلاق ہیں۔ اور خدا ہو رہا ہے کہ جب طاوت روح کو نبوت قلب مل جائے تو اسے خلافت الہی اور تختہ سلطنت عطا ہو جاتا ہے پھر وہ اس دنیا سے بچ کر اپنے تمام صفات ایمانی کے لشکر کے ساتھ جاوت نفس پر حملہ کر کے چھوڑ دیا کرتا ہے۔ کہ نہ بدن انسانی میں طاوت روح اور جاوت نفس جمع ہو کر سلطنت نہیں کر سکتے۔ کسی لے ہی یہ۔ مغالی رحمت اللہ علیہ ہے پوچھا کہ معرفت کی علامت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ رب فرماتا ہے کہ ان الطوک اذا دخلوا لیت۔ السواھا پوشا دشمنوں میں داخل ہو کر انہیں بگاڑا لیتے ہیں۔ سلطان عشق بھی عاشق کے دل میں داخل ہو کر اس کے تمام صفات نفسانی اور لشکر شیطانی کو نکل کر قلب کو متغلب کر دیتا ہے۔ (روح البیان) حضرت صدر الفاضل نے کیا جواب فرمایا۔

کھول دو سینہ میرا فتح کہہ آ کر! کہہ دل سے ضم سمجھ کے کر وہ باہر  
آپ کہ وہ کے نور میں تم پر خلعت ملے خاک اپنی ہو نور نور کا لہا تیرا (طہارت)  
صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے لہذا ذکر اللہ تمہیں انقلاب نور بزرگوں سے ان کے  
خیرات سے دل و جان کو سکون میسر ہوتا ہے وہ سکھنے میں وہ حکم سکون اور اطمینان میں فرق ہے نیز ہر دل کی قید نہیں کہ  
دل کو سکون ہے بلکہ دل جان ملک ایمان سب میں ہی سکون میسر ہوتا ہے۔ یہ حضرات ان کے خیرات سب ذکر اللہ ہیں کہ ان  
سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔

**فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ**

پس جب جدا ہوئے طالوت لشکروں کے تو فرمایا بقیق اللہ امتحان فرمائے والا ہے تمہارے ساتھ نہر کے  
پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر نہر سے جدا ہوا بولا ہے شک اندھ نہیں ایک نہر سے آزمائے والا ہے

**فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ إِلَّا مَنِ**

پس جو کہ پیئے اس سے پس نہیں ہے وہ تجھ سے اور جو نہ چکے اُسے پس تحقیق وہ مجھ سے ہے مگر وہ  
ترجمہ اس کا بانی ہے وہ میسر نہیں اور جو نہ پیئے وہ میسر ہے مگر وہ جو ایک چمک

**اعْتَرَفَ بِعِلْمٍ أَفِيدَ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ**

جو چمکے ایک چمک نہ پئے اُس سے پس پیا سب کے اس سے سوا تھوڑوں کے اُن سے  
اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اُس سے پیا مگر تھوڑوں نے

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں طالوت کی سلطنت تسلیم کرانے کا  
واقعہ بیان ہوا۔ اب سلطنت کے مقصد کا ذکر ہے یعنی لوگوں کا طالوت کے ماتحت جمع ہو کر جہاد کی طرف چل پڑنا۔ وہ سرا  
تعلق پہلی آیت میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور کج باشی کا ذکر تھا۔ اب اس کے نتیجے میں یہ عملی اور طاقتور امام کا تذکرہ ہے  
کہ جنہوں نے ان کی سلطنت پر شہادت کئے۔ ان سے کچھ ہو بھی نہ سکا۔

تفسیر : لَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ل ف ضمیمہ ہے۔ اس سے پہلے ایک پوری عبارت پوشیدہ ہے فصل فصل سے  
یعنی جس کے معنی ہیں توڑنا جدا کرنا اور نکالنا اسی لئے کلام کا طبع کو فیصلہ اور پچ کے واسطے جوڑنے کو فصل نور قریہ سے لکل  
جانے کو فصل کہتے ہیں۔ وَلَمَّا فَصَلَ الْعَوْدُ یہ متعدی ہے مگر اس کا مفعول نور تعلق پوشیدہ ہے جنود جمع جمع کی ہے معنی  
سخت زمین لشکر کو بھی اس کی سختی کی وجہ سے جدا کیا جاتا ہے کبھی مددگاروں کو بھی جدا کر دیتے ہیں چونکہ لشکر میں مختلف  
جماعتیں ہوتی ہیں اور ہر جماعت کے متعلق علیحدہ خدمت۔ اس لئے جمع لایا گیا۔ فوج ہمسکرتہ جمع ہمسکرتہ کے معنی ہیں لشکر مکر  
جند مت ہوسے اور حکیم الشان کو کہا جاتا ہے اور فوج جو لشکر مطلق لشکر کو رب تعالیٰ فرماتا ہے وہاں حضور ربک لاخو۔ یہاں حضور

فرما کر اشدۃ کہا گیا کہ وہ اپنے بڑے لشکر جو اوروں کو لے کر نکلتے کہ اسی کی ہر جماعت کھانا پکھانے والے جانوروں کی خدمت کرنے والے 'مربعمی' کر لے والے حملے والے فریقہ ہر جماعت والے مستقل جو یعنی لشکر تھے اور یہ مجموعہ گویا ہمت سے لشکروں کا مجموعہ تھا۔ یعنی جب بنی اسرائیل نے نبوت سیکھ کر دیکھ لیا تو سب طاووت کی سلطنت سے حلق ہو گئے اور اس کے ساتھ لشکروں کی شکل میں چل پڑے اور سب طاووت اپنے لشکروں کے ساتھ فرستے ہوئے تھے۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ کبھی بڑے لشکر کو بھی منہ نہ دیا جاتا ہے۔ جیسے مذی دلی کو جنود غنہ کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ ارجہ جنود جندہ۔ یہاں بھی بڑے لشکر کو جنود کہہ دیا قال ان اللہ مہذبکم بھور مہذب اللہ سے مانس کلمہ ہا ہے معنی امتحان۔ اس کی پوری تحقیق یہ ہو لی ہو نہ کہ تفسیر میں کہے۔ کل کھال طاووت ہیں۔ انہوں نے حضرت اشوہل علیہ السلام کے حکم سے سب طاووت فرمایا۔ بعض نے فرمایا کہ اس کھال خود اشوہل علیہ السلام ہیں کہ اس لشکر میں وہ بھی موجود تھے۔ سر کے سنی جے یا فرشتی اور جو زلی ہیں۔ یہاں اس سے پتلی کی سر مرو ہے۔ یہ یا تو سر اردن تھی یا سر لاطین یعنی حکم اشوہل علیہ السلام طاووت نے یا خود اشوہل علیہ السلام نے ہی لاطن فرمایا کہ اے سپاہیو! مقربہ رب تعالیٰ ایک سر سے تہذیب امتحان لینے والا ہے لہذا خوب سے لاطن منی یہ امتحان کی تفصیل ہے۔ یعنی جو بھی اس سر سے پتلی یا گودہ میری جماعت اور میرے دین سے نہ ہو گا خیال رہے کہ سر سے بچے کا مطلب اس کپڑی سے ہے خود سر سے نہ لگا کر ہوا برتن نہ فیوہا میں لنگر صبح الہیانہ فیوہا لے فرمایا کہ اس سے نہ لگا کر پتلی بنا کر لو ہے اور اس کی ممانعت تھی۔ چلو یا برتن سے بچنے کی اجازت تھی مگر یہ معنی فساد تہذیب کے خلاف معلوم ہوتے ہیں وہاں تو صابریں کی آغوش حضور تھی کہ کون سا کس پر مبر کرتا ہے برتن سے پتلی سے مبر کھل رہا ہے نہ تہذیب کا کلمہ خلد بھی اس کے خلاف معلوم ہو رہا ہے کہ فرمایا یا من لم یطعمہ لاد مسی بطعمہ فمیں سے کتا مستحق حکم بنوہا لنگر جے چکی جائے یا پتلی یعنی جو پتلی کو چکے بھی نہیں وہ کھ سے نہ برتن میں لے کر نہ چلو سے نہ لگا کر لگے گا۔ پتلی نہ کہے گی کہ اس سے پتلی کی لذت محسوس ہو جاتی ہے اور اس میں تخلیف (کھرا) الا من اعترف عرفہ وینصیہ تہذیب کے حال سے استثناء ہے۔ عرف کے معنی کتنا ہے۔ کمز کی کو اس لئے عرف کہتے ہیں کہ وہ دھارے کٹ کر پتلی جاتی ہے۔ اس کی جمع فرقت ہے وہم فی العرف استون۔ ایک چلو پتلی یا خود چلو کو بھی عرف کہا جاتا ہے۔ چونکہ ہزار اٹھوڑے پتلی کو عرف اور تھوڑے کھلنے کو عرف کہہ دیتے ہیں۔ اس وہم کو دور کرنے کیلئے نبیہ فرمایا یعنی سو اس کے بول اپنے ایک ہاتھ کا چلو بھر کر پتلی لے۔ صبح الہیان نے فرمایا کہ ہاں کل نہ چکھا مریت تھا اور ایک چلو پتلی نہخت اور اس سے زیادہ حرام خیال رہے کہ جیسے اسلام میں یہ عمل کفر نہیں بلکہ یہ تنبیہ کی کڑی ہے مگر بعض گنہ طاقت کفر ہونے کی وجہ سے کفر میں جیسے چوٹی اور زہریا قرآن کریم کی عمر اسے لونی ایسے ہی اس دن سر سے پتلی ہو طاقت کفر قرار دیا گیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو سر سے پتلی بچے گا وہ میرے دین سے خلع ہو کر کافر ہو گا لہذا وہ منہ الا لاطن معلوم یہاں بھی ایک عبارت پر شہد ہے۔ شرہ کھال سارے لشکر والے ہیں اور لاطن سے مستثنیٰ یعنی باوجود ممانعت کے تھوڑوں کے سوا سب نے سر سے طرب پتلی بنایا۔ بعض نے حد لگا کر بعض نے برتنوں سے بلکہ بعض اس میں کوئی گتے۔ حکم عمل کہنے والے ۱۳۱ تھے جن میں سے بعض نے ہاں نہ پتلی کر حرامیت عمل کیا اور بعض نے چلوئی کر رخصت ہے۔

خلاصہ تفسیر : جب بنی اسرائیلیوں کو طاقت کی ناست میں کچھ شک و شبہ نہ رہا اور سب نے انہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تب طاقت نے ان سب کو بھل ٹھکر جمع کیا اور جب اس عظیم الشان ٹھکر کو لے کر شہر سے چلا ہوا ہے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ اے سپاہیو! تمہارا ایک سر سے اتنا ہونے والا ہے گریخت ہے تم پر یہاں کا ظہر ہے۔ سر سے آری ہے جو اس سے لیا لے گا وہ میری جماعت سے نہ ہو گا مگر میری فوج میں نہ رہے گا بلکہ نکل دیا جائے گا میرے ساتھ سر سے آگے نہ بڑھے گا اور جہاں کر سکے گا اس میں نہیں خیر ہے یا اہلے دین سے خارج ہو جائے گا کہ مسلمان نہ رہے گا کہ نہ یہ عمل کفر قرار دیا گیا ہے اور جو اسے چمکے بھی نہیں وہ میرا ہے۔ یہاں ایک چلو پائی کی اجازت ہے کہ اہل بھری لیا جائے یہ سب چلے گری کی شدت اور یہاں کے لہجے سے غافل ہو گئے کہ اچانک لہجے اور صاف پائی کی سر سے آئی۔ اس سے سب نے خوب پائی پوری کر لی۔ حد پر قائم نہ رہا۔ سواہ قہوڑی کی جماعت کے۔

اصل واقعہ : بنی اسرائیل نے اپنے طبعین کر کے فوراً جہاں کی تیاری کر دی۔ طاقت نے اعلان کیا کہ میرے ساتھ بڑا حلیہ اور وہ شخص جس کا دل دنیا سے لگا ہوا نہ جائے لڑا جس کا مکان بن رہا ہو جو تمہاری کھوپڑی میں مشغول ہو یا جس پر قرض ہو یا جس نے نکاح کیا ہو اور یہی اس کی رخصت نہ ہوئی ہو۔ ہرگز جہاں میں شریک نہ ہو۔ صرف جس کا بل ہر دست اور فوج میں بھرتی ہوں تاکہ جنگ کا کام خوب کریں۔ چنانچہ آپ نے ایسے لوگ چھانے۔ روح البیان وغیرہ لے لیا کہ اسی ہزار 80000 کا لشکر چار کیا گیا۔ مگر مشورے سے یہاں ہوا کہ تین ہزار تین سو تیس (3033) کا لشکر چار ہوا۔ سب کو لے کر روانہ ہوئے۔ چونکہ آپ چاہتے تھے کہ میرے ساتھ صرف حلیہ ہی جائیں۔ ہر دوں اور بے مہموں کی۔ بھرتہ ہو کہ کبھی یہ بھیڑ گشت کا رویہ بن جاتی ہے۔ اس لئے حکم بھی اعلان فرمایا کہ آگے لڑے پائی کی سر آری ہے۔ ایک چلو کے سوا زیادہ کوئی نہ ہے۔ اتفاقاً صوم خت گرم تھا اور لوگ یہاں سے بے قرار تھے اس حالت میں میں حد پر کے وقت سر سے گزرنے تھے سو تیس ہزاروں کے سوا باقی سب خوب پی گئے جنہوں نے صرف ایک چلو پر قامت کی۔ ان کا ایک چلو انہیں اور ان کے گھوڑوں کو کٹا ہو گیا اور ان کی پیاس بجھ گئی اور بے صبرے لوگ ہتھیار چھوڑ گئے اتنی ہی پیاس بڑھتی تھی۔ ان کے ہونٹ ٹٹے چمکے۔ یہ نہ بھول گیا۔ (محلہ بکیر)۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : ذخیرہ جرح کرنا محمودی کا سبب ہے حضرت اشوہل پر جرح کرنے والے آگے میر بھی نہ کر سکے اور سر تسلیم خم کر لے والے کا سبب ہے۔ وہ صرف آیت کا فائدہ اٹھاتا تھا اور اس میں راحت ہے اور ان کی مخالفت میں سخت تکلیف۔ دیکھو قہوڑا پائی پینے والے بیز ہو گئے اور مخالفت کرنے والے جاسے بھی رہے۔ مصیبت میں بھی چلے اور وہ کام بھی سے ٹکے لگی گئے۔ تیسرا فائدہ : میری بد کشت ہے اور بے صبری میں بے ہرکتی صابر کا قہوڑا مل بے صبر کے سمت سے مل سے بڑے۔ دیکھو صابر کا ایک چلو سوار اور سواروں کو کٹا ہو گیا اور بے مہموں کا بہت سا پائی کٹا نہ ہوا۔ چوتھا فائدہ : یعنی اہل طاقت انکار ہیں کہ ان کا کہنے والا کا ظہر دیکھو بہت سا پائی پائی کٹا اور قرار دیا گیا کہ فرمایا اللہ خوب منہ ظہر منی۔ اب بھی جینو بڑھنا قرآن کی بے لوثی کا کفر ہے کہ یہ طاقت انکار ہیں۔ پانچواں فائدہ : ذخیرہ کے حکم سے بھی حلال چیزیں حرام اور حرام حلال ہو جاتی ہیں۔ دیکھو پائی کا چلو مطلق رہا گزرا۔ حرام۔ حضرت علی

کے لئے فاطمہؑ اور ہر ایک موجودگی میں دو سرانجام حرام اور بھارت جہاد میں آنا حلال ہو۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمام انبیاء کرام کے صحابہ سے افضل اور پرفا ہیں۔ دیکھو ان اسرائیلیوں میں ہاکوں میں سے صرف تین سوتیہ ہوا فائے باقی ہے وہ قاتل ایک معمولی یا س بدداشت نہ کہ کئے گمراہ سموک اور خدق میں حضور کے تمام صحابہ نے جس جہاد ہی اور جان نثاری کا ثبوت دیا اس کی مثل میں ملے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی جگہ جگہ قریف فرمائی فرمایا۔ اولئک ہم المصفون یہ سب سچے ہیں کیس فرمایا اولئک ہم المومنون حقا یہ سب سچے مومن ہیں کیس فرمایا اولئک ہم المصفون یہ سب پرکیزگار ہیں۔

پہلا اعتراض: جنگ کے موقع پر فکر کو کھانے پینے کا آرام دیا جاتا ہے دہلی پانی سے بھی کیوں روک دیا گیا یہ فعل خلاف مصلحت تھا۔ جواب: چند وجوہ سے ایک یہ کہ نبی اسرائیل نے بدلہ لینے کے لئے ہوشیارانہ تھوڑا کھانا کھا کر جو تھک جاتے ہیں تکلیف پہنچائی ہے لہذا ہم بھی اس سے جنگ کریں گے اس میں لیسٹ نہ تھی اور ہامٹ ٹولپ وہی جملہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اس لئے آپ نے مصلحت کو چھوڑنے کا یہ میار مقرر کیا کہ اس سرے سے دین اور دنیا دار سے طہر ہو جائیں تاکہ ہمارا جلوہ خالص اللہ کے لئے ہو۔ دوسرے یہ کہ اس فکر میں صابرین اور خوشیے سب ہی تھے۔ جنگ میں صابری فہر سکتے ہیں نہ کہ محض جوش دالے آپ نے صبر کا میار یہ قرار دیا۔ تیسرے یہ کہ اس امتحان سے بہت قورسے سے لوگ جنگ میں گئے۔ اور وہی قوم کے مقلد بن کر آئے جس سے ان وغیرہ کا مجرور ظاہر ہوا۔ دوسرا اعتراض: دمن لم حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جانکے کی بھی اجازت نہ تھی اور کھانا سے بد لگے کہ ایک چلو کی اجازت تھی اس میں مباحثت کیے تھے۔ جواب: یا تو بالکل نہ چکنا مستحب اور ایک چلو لینا اجازت تھا اور یا نہ چکھنے سے چلو سے زیادہ نہ چکنا ضرور ہے۔ ابھی آیت ختم نہیں ہوئی لہذا اس کی تفسیر صوفیانہ آئندہ کی جائے گی۔ تیسرا اعتراض: جب قوم طاقت نہ رکھ پانی کر کافر ہو گئے کیونکہ اپنی بیعت پر حرام تھا تو چاہئے کہ آج بے روز مسلمان جو ہمارے مضامین کے دن میں کھائیں انکے وہ سب کافر ہونے چاہئیں مگر انکے تم کسی بے روز کو کافر نہیں کہتے فرق کیا ہے۔ جواب: فرق یہ ہے کہ اس دن یہ پانی پینا علامت کفر قرار دیا گیا تھا۔ علامت کفر اختیار کرنا کفر ہے اور اختیار کرنے والا کافر ہے۔ اسلام میں بے روز ہونا حرام تو ہے علامت کفر نہیں۔ خیال رہے کہ علامت کفر حرام ہیں اور کفر نہیں جیسے آج مسلمان کیلئے دھوئی دینا وغیرہ اور علامت کفر اختیار کرنا کفر ہے۔ کفار کے قوی شعار اور دینی شعار میں فرق ہے۔ من تشبہ بقوم فهو منهم کلیہ مطلب ہے یعنی جو کافر قوم کی مذہبی مشابہت رکھے گا وہ کافر ہو گا۔

**فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ**

پس جب آگے بڑھے اس خبر سے وہ اور جو ایمان لائے ساتھ آگے بڑھے کہ نہیں ہے طاقت واسطے ہمارے  
بھر جب طاقت اور اس کے ساتھ کے سلطان خبر کے پار گئے ہوئے ہم میں آج طاقت نہیں طاقت اور اس کے

**يَجَاوُزُ وَجُودُهُ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلِقُوا اللَّهَ كُفْرًا**

آج جاوڑ اور شکر اس کے کی۔ بڑے وہ جو یقین رکھتے تھے کہ یقین وہ مینے قالے میں اللہ کے کہ بہت سی  
شکر وہ کی بڑے وہ جنہیں اللہ سے مینے کا یقین تھا کہ بارگاہ ہم طاقت غالب آئی ہے زیادہ غرور پر

دفعہ چھٹیں قیصری خاں صاحبہ آئیں جماعت بہت چڑھائی ہوئی تھی اور انہیں صبر کرنے کی ضرورت تھی۔  
انہوں نے حکم سے اور اللہ صاحبہ کے ساتھ چڑھائی کی۔

[illegible]

من مجاہدین کی تعریف ہے انہیں برکات دے رکھے مگر یہ دے رہے۔ یاد رہے جہانوں کے آئین میں ایک دوسرے سے بولے کہ یہ بے وقوف ہیں۔ جو ایسی جاہل قوم کے قاتل جا رہے ہم لوگ بہت حقد ہیں کہ یہاں ہی ٹھہر گئے۔ ہم نے اپنے کو طاقت میں نہ ڈالا ظالم فرماتے ہیں کہ دل کی بیماری کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ گنہگار اپنے کو حقد جانے لور نیکیوں کو بے وقوف سمجھے۔ یہ وہ جاننے والے اس بیماری میں مبتلا تھے۔ لَالِ النَّفْسِ مَلُوفُونَ اَنَّهُمْ مَلُوفُوا اللہ اگر سلا قتل بزدلوں کا قصہ تو یہ جواب سارے مومنین کا ہے اور عن معنی یقین جس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مرتد ہو چکے تھے اور یہ لوگ ایمان پر قائم رہے اور اگر سلا کلام مرحوب مسلمانوں کا قصہ تو یہ جواب قوی دل مومنین کا ہے اور عن سے کمال ایمان مرلویا سقا اللہ میں لفظ وعدہ پوشیدہ ہے یعنی بزدلوں کو ان مسلمانوں نے جواب دہ جنہیں قیامت میں رب سے ملنے کا یقین کمال تھا اور جن کی نگاہیں دنیا و مافیہا سے اٹھ کر رب مسلمانوں کو ان کمال ایمان حضرات نے جواب دیا جنہیں رب سے ملنے کا یقین کمال تھا یا جنہیں وعدہ الہی پورا ہونے پر اکتونام تھا کہ کم من لنتہ للبتہ کم فبرہ ہے کیونکہ اس کی تیز پرسن داخل ہے لنتہ یا تو فہن سے عا معنی رجوع کرنا جس کی یگر لوی گئی یا قوم سے معنی جبر اور اصل لفظ قتل لام کلمہ کی یاد دہانی کر رہی ہے بلدی گئی۔ فکر کو فہن کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی پلٹ پلٹ کر ایک دوسرے کی یاد دہانی کرتے تھے یہ وہ بھی انسانوں سے جدا ایک کلمہ لنتہ فہن کی صفت ہے خیال رہے کہ چھوٹی بڑی دونوں جماعتوں کو فہن کہا جاتا ہے۔ ملبت لنتہ کسرة ہا ذلک اللہ علیہ سے حق مرلویا۔ فہن اللہ سے ارلویا فہن یا اس کی قوت یا مدد مرلویا یعنی بہت سی چھوٹی جماعتیں رب کے حکم سے بڑے لشکروں پر غالب آجاتی ہیں۔ قوت کے لئے ذلت لازم نہیں اور نہ کثرت کے لئے عظمت ضروری یہ چیزیں رب کی عطا ہیں۔ واللہ مع الصبرین ذاتیہ کلام بھی ان مومنین ہی کا ہے یا رب کا معنی لفظ مبر کرنے والوں کے ساتھ ہے کہ انہیں کی مدد فرماتا ہے۔

خلاصہ تفسیر : نہر پہنچ کر لشکر طاقت میں سے مخلصین بحرین سے بھرتہ گئے کہ بحرین تو پہلی ہی کدہاں ہی رہے یا وہاں لوٹ گئے اور مخلصین آگے بڑھ گئے لیکن جب ان قہوڑے بے سرو سامان لوگوں نے طاقت اور اس کا ساتھ مسلمانوں کو لایا تو ان کے کھاتوں میں دو جماعتیں بن گئیں۔ کچھ وہ جن پر رعب چھا گیا اور کہنے لگے کہ اس لشکر پر حق حاصل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں جو بھی جائے اپنا سر ہٹا کر تسلیم کر دے اور اپنی شکست پر غم نہ کھائے کیونکہ یہ بہت اور ہم قہوڑے ان کے پاس مسلمان جنگ بے شمار ہمارے پاس کچھ بھی نہیں وہ پہلو ان ہم کٹ رہے تھے ان کی اس بہت سے لوگوں کی بہت ٹوٹنے کا اندیشہ تھا اس لئے ان کے ہمارے بولے جنہیں رب کے جواب دہ اس کی مدد کا یقین کمال تھا کہ تم نے یہ کیا کہ دیا۔ بارہا چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑے سے بڑے جوار لشکر پر غالب آجاتی ہیں۔ قلب رہے کہ ہم سے ہے نہ کہ کثرت اور سادہ مسلمان کی زیادتی سے صابرین کے ساتھ رہے۔ ان کی مدد کرتا ہے۔

دوسری تفسیر : جب نہرا دونوں سے طاقت اور ان کے ساتھ تین سو تیرہ مخلصین جا رہے تھے تو یہ ظالمین بڑے ہلکا کر کہنے لگے ہمیں تو طاقت کے مقابلہ کی طاقت نہیں کہاں وہ اور کہاں ہم جو کہ تم بہت سی قہوڑے رہ گئے اور بے سامان بھی ہو لہذا اپنے کو کیوں موت کے منہ میں دیتے ہو مگر یہ پورا ہو جانے والے مسلمان جنہیں دنیا کی فدا اور اپنی موت کا یقین تھا اور جو سمجھتے تھے کہ موت تو ہر صورت آگئی تو پھر کیوں نہ خدا کی راہ میں آئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہت سی قہوڑی جماعتیں بڑے

پہلا اعتراض : پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ جاہل کو کچھ کر بعض مسلمان بھی بددل ہو گئے۔ مومن رہے یا نہ رہے اگر رہے تو نہ کاپٹی لپی لینے والوں میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ جواب : اس کا جواب تفسیر میں مقرر کیا کہ نہ تو ان لوگوں نے ایمان کی حالت کی اور نہ جملہ سے جان چلی۔ صرف ان کے قلب میں غیر اختیاری رعب آیا۔ جس سے وہ کہہ بیٹھے کہ لاپرواہی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جنگ نہ کریں گے۔ مطلب صرف یہ تھا کہ جنگ تو کریں گے مگر شہادت کے لئے نہ کہ فتح کے اور نہ سے لڑاؤ کی یہ بات تو عین ایمانی کی دلیل ہے نہ کہ کفر کی۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کی مسلمانوں پر موقوف نہیں رہی رحمت سے ہے۔ پھر اسلام میں جملہ کے لئے ایسا مفکد فیہ کی شرائط کیلئے رکھی گئیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ رب پر توکل کر کے جمل کفرے ہوں اور کفار سے جملہ کریں رہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان پر فتح موقوف نہیں نہ یہ کہ مسلمان کی ضرورت بھی نہیں۔ انہیں اسرائیلیوں کو لولا "ہو شاد" پھر مفکد و نبوت سجدہ بخبر کی دعا اور دیگر ظاہری مسلمان طائفہ کر جملہ کیلئے روانہ کیا۔ توکل یہ ہے کہ اسباب اختیار کر کے مسبب اسباب کے کرم کا نظارہ

کرے۔ چنانچہ رزق رب ہے مگر کھیتی باڑی شرط۔ اسباب سے منہ موڑنے والا متوکل نہیں کہلائے۔

**تفسیر صوفیان :** دنیا سراسر ادن ہے اور سال کی مانند تھی اس کا پانی دنیا میں آنے والے لوگ طاقی لشکر ہے جو کہ شیطان جالوت کے مقابلہ میں آیا جیسے کہ جالوت نے اعلان فرمایا تھا کہ جو یہ پانی میرا ہو کر پئے گا وہ مجھ سے نہیں لور جو چلو پر قنوت کرے وہ میرا ہے ایسے ہی انبیاء کرام نے اعلان فرمایا کہ جو دنیا میں بقدر ضرورت مشغول رہے گا وہ ہمارا ہے لور جو حریص ہو کر اس میں پھنس جائے گا وہ ہمارا نہیں۔ لور جیسے طاقی لوگ بے صبری سے بزدل ہو گئے کہ وہاں ہی رہ گئے لور صابریں سب کچھ کر گزرے۔ ایسے ہی دنیا کو بقدر ضرورت حاصل کرنے والے سب کچھ کر گزرے گئے اور اس میں پھنسنے والے ایسے بے دست و پا ہو جائیں گے جیسے شہد میں کسی یا حریص گائے جو بے تحاشہ کھا کر لولا "تیار پڑتی ہے پھر لاک ہو جاتی ہے نہ دودھ دے نہ بچے دے الطمینان سے کھانے والی گائے خود بھی تند و تیز رہتی ہے لور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ انسان مٹی سے بنا اور مٹی بے شک ہے۔ یہ فٹکی جب سی دور ہو سکتی ہے کہ رب تعالیٰ اس پر توفیق کی بارش برساتے مائل وہی ہے جو طلب دنیا میں اپنے کو جتنا نہ کرے۔ رزق مقسوم ہے اپنا نصیب ضرور ملے گا۔ رب نے داؤد علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اے داؤد تم بھی چاہے ہو لور میں بھی اگر تم میرے چاہے پر داخل ہو تو میں تمہارے لئے کاف ہو۔ لور اگر اس پر راضی نہیں تو اپنے کو مصیبت پر داخل دیکھو ہو گا وہی جو ہم چاہیں۔ اہل حقیقت وہی ہے جو بقدر ضرورت کھانے پینے لور لباس و مکان پر قنوت کرے لور مجبور اپنی خلقت سے تعلق رکھے اس سے زیادہ کمال کار جڑیں ہے۔ صابریں وہ لوگ ہیں جن کی برکت سے بارشیں آتی ہیں۔ انہیں کی وجہ سے دنیا خراب سے محفوظ رہتی ہے مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں لور جو ہیں وہ چھپے ہوئے۔ حضرت شیخ عطار نے کیا خوب فرمایا۔

دورلو تو عوانند از خوشی نمان ماند  
ہے جسم و دست گشت بے نام و نشان ماند  
تن شای بشریت ہم دلائل حقیقت ہم  
ہم دل شدہ وہم جاں نہ امیں و نہ تن ماند  
یہ لوگ اگرچہ تھوڑے ہیں مگر حضرت الہی انہیں کے ساتھ ہے اور جالوت شیطان اور نفس و معصات کے لشکر پر یہی غلبہ کیونکہ ان کے پاس شریعت کی ذمہ داری ہے اور حقیقت کے ہتھیار۔ (روح البیان)۔

وَلَمَّا بَرَزْنَا إِلَىٰ بَلَاءٍ جَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

اور جب سامنے آئے وہ عاتوت اور لشکر اس کے لوہے کے کہ اے رب ہمارے ڈال دے اوپر ہمارے صبر اور پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے عرض کیا اے رب ہمارے ہم پر صبر اتار دے لور ہمارے

وَبَيَّتْنَا أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾ فَهَزَمُوهُمْ

ثابت رکھ قدم ہمارے اور ہدم ہمارا لور ہر قوم کافروں کے پس بھاگ دیا انہوں نے ان کفار کو پاؤں جھانکے رکھ اور کافر رگڑ رگڑ ہمارے ہڈی ہڈی کر پڑے انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے

**يَا ذِينَ اللَّهِ وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ وَاتَّهَى اللَّهُ الْمَلِكَ وَالْحَكَمَةَ وَعَلَمَهُ**

ساتھ حکم اللہ کے۔ اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دیا اس کو اللہ نے حکم اور حکمت اور سکھایا حکم سے۔ اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت دی اور حکومت ملنا

**مِمَّا يَشَاءُ**

انہیں اس سے جو چاہتا ہے  
لہذا در اسے جو چاہا سکھایا۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں بنی اسرائیل کی بیماری جلد کا ذکر تھا اب ان کے جلد کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ مومنین بنی اسرائیل کے دگر وہ ہو گئے ایک مروجین دوسرے صابریں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ صابریں کی تسکین سے مروجین بھی صحت میں آگئے اور جالوت کے قتل حوصلے سے جم گئے۔

تفسیر : ولما برزوا الجالوت و جوده برزوا بر از سے بنا معنی کلام میں برز کے معنی ہیں کلمے میدان میں آگیا کسی کے سامنے ہو گیا۔ کبھی جمعی حالت ظاہر ہونے کو بھی بر از کہا جاتا ہے۔ جیسو برز والی جملہ کلمے معنی مرو ہیں۔ اس سے مبارزت بنا معنی جنگ میں اپنا مقابل طلب کرنا اس کا قتل سارے مومن ہیں جو نہرا کر آئے تھے۔ ہا یہاں صلہ کا ہے یا محلیہ۔ یعنی جیسو سارے لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے میدان میں آئے یا جبکہ یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کی وجہ سے میدان میں اترے تو قالوا وما افروغ علينا صبورا قالوا لقاتل سارے مومنین ہیں کیونکہ صابریں کی تسکین دینے سے مروجین کے دل بھی قوی ہو چکے تھے چونکہ یہ دعائے غر و نصرت تھی اس لئے نہ عرض کیا گیا کیونکہ دعا کے وقت رب کو پکارنا اور اس کے محلی ناموں سے پکارنا خصوصاً اللہ یا ربنا کہہ کر پکارنا قبولیت دعا کا زریعہ ہے۔ اللہ میں اللہ کے ذاتی نام اللہ اور تمام اس کے مسمو الے معانی نام سے پکارنا ہے اور نہ نامیں یہ عرض کرنا ہے کہ تو ہے اللہ پالنے والا ہم ہیں میرے پالنے ہوئے پالنے والے پالنے کی لاج رکھتا ہے۔ خدا یا ہاری لاج میرے ہاتھ ہے۔ افروغ افروغ سے بنا معنی بھرنا یا بھرنا کر دینا۔ بھرنے افروغ کر دینا یہ شغل کا متعلق ہے۔ خیال رہے کہ انڈ لپنے کو ص ب کہا جاتا ہے اور بالکل برتن کو نہ حلوینے کو افروغ۔ لہذا افروغ میں مبالغہ ہے یعنی برتن کو بالکل خلل کر دینا یہاں بہتت کے ساتھ صبر و صبر و صبر کے معنی ہیں نہ کہ یہ رب تعالیٰ کی بھی صفت ہے اسی لئے اس کا نام صبر ہے یعنی بدوں سے عذاب روکنے والا انیس غزواتوں پر جلد سزا نہ دینا اور بدوں کی بھی صفت ہے۔ بدوں کا صبر تین قسم کا ہے۔ گناہوں سے صبر کہ نفس کو گناہوں سے روکنا جالوت طاعت پر صبر کہ نفس کو غیبت پر روکنا قائم رکھنا مصیبت میں صبر یعنی نفس کو گھبراہٹ سے روکنا یہاں تیسری قسم کا صبر مرو ہے یعنی جنگ کی حالت میں دل کا گھبراہٹ جالوت کا قائم رہنا لہذا صبر سے جنگ میں استقلال مقصود ہے نہ کہ شکست پر صبر کہ یہ دعا ہے نہ کہ بد دعا یعنی اے مولا ہمیں خوب استقلال عطا فرما ولبت افنا ما ثبت شیت سے بنا جس کا لہو ثبت ہے معنی نصرت زل معنی بچنے کا متعلق

لو کہیں ثابت قدم رکھنے سے قلبی قوت دلی جرات اور دشمن کے دل میں رعب ڈال دینا مرلو ہے نہ کہ ایک ہی جگہ کھڑا رہنا۔  
 جنبش نہ کر سکتا یعنی اے مولیٰ ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوت قلبی بہت جرات عطا فرما و انصرونا علی اللوم الکفرین  
 نصر یعنی مدد بھی آتا ہے اور فتح بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں علی مقابلہ کا ہے۔ دماغ میں زیادہ اہتمام کرنے کے لئے طبیعت کا  
 گیا بلکہ صاف نام لیا یعنی اے مولا ہمیں اس کافر قوم پر فتح دے باطن پر ہماری مدد فرما۔ خیال رہے کہ علی قصص کیلئے آتا ہے۔  
 اور لام فائدہ کیلئے نصر یا نصرو کے معنی ہیں اس کی مدد کی۔ نصر علیہ کے معنی ہیں اس کے خلاف دشمن کی مدد کی۔ اس دعا کا نتیجہ یہ  
 ہوا کہ لہذا موہم باذن اللہ ہزم کے معنی ہیں توڑنا۔ پچھنے منگیر، کو مسئلے منہزم ہجر کے سورج کو ہزم نہ کیا جاتا ہے ہلازم کو  
 ہزم نہ جبریل دیتے ہیں۔ شکست کو ہزیمت اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے قوت ٹوٹ جاتی ہے اور شکست خوردہ کی فتح میں رخنہ پڑ  
 جاتا ہے یعنی ان قوموں نے ان بہت سے کافروں کو ان کی آن میں ہلکائی شکست دے دی۔ ف سے معلوم ہوا کہ  
 دعا اور فتح میں کچھ فاصلہ نہ تھا (مدح) مدح العالی نے فرمایا کہ یہ ف نصیب ہے یعنی رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ تو انہوں نے  
 جاویدوں کو شکست دی و قتل ہاء و د جالوت پر کنگ و لو ترتیب نہیں چاہتا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قتل جاوید شکست  
 کے بعد ہوا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پہلے جاوید مارا گیا پھر کفار کو شکست ہوئی۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض کریں  
 گے۔ یعنی دائرہ علیہ السلام نے جاوید کو قتل کر دیا و اللہ اللہ الملک و العزت خیر کامر جمع دائرہ ہیں اور ملک سے مراد  
 سلطنت اور حکمت سے مراد نبوت یا زور شریف ہے یعنی رب تعالیٰ نے دائرہ علیہ السلام کو ارض مقدسہ کی سلطنت بھی دی  
 نبوت بھی عطا فرمائی۔ زور بھی حمایت کی ان سے پہلے نبوت اور نسل میں تھی۔ سلطنت دوسری نسل میں آپ میں یہ دونوں  
 چیزیں جمع ہوئیں۔ زور شریف میں چار سو میں سو تیس تھی اور اس کے مختلف حصے اس ہی لئے اسے زور کہتے ہیں معنی  
 حصے دلی کتب و امانہ لہی زور الاولین آپ بڑے فصیح و بلیغ تھے سب سے پہلے آپ ہی نے اللہ تعالیٰ کو آپ کو فضل  
 خطاب عطا ہوا (مدح) و علیہ صا یشاء رب نے انہیں اس کے سوا اور بھی جو چاہا سکھایا۔ چنانچہ (مدح) پر محمدوں کی بولی۔  
 پھاڑوں کی فصیح۔ چوتھی کا کلام سمجھو را بھی کو انذیر وہ آپ کو عطا ہوئیں۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں لوہا ہزم ہو جاتا تھا۔ آپ  
 پلو جو ہلا شلا ہونے کے اپنے کسب سے کھاتے تھے کہ زور ہا کر فردشت کرتے اس پر گزرو وقت فرماتے۔ خوش الحانی کلیہ حل تھا  
 کہ جب زور شریف کی طاقت فرماتے تو جنگی جانور اور پرندے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ بیتابی رک جاتا۔ ہوا ہمارا حال  
 (مدح) فرمیکہ رب تعالیٰ نے انہیں بہت نعمتیں عطا فرمائیں۔ ممکن ہے کہ یہ نعمتیں کل جاوید کے انعام و صلے میں عطا کی گئی  
 ہوں۔

دلو حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت دلو دوست

خلاصہ تفسیر: جب مومنین جاوید اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں آئے اور مقابلہ میں صلح درست کی تو انہوں  
 نے رب سے تین دعائیں مانگیں۔ ایک یہ کہ اے مولیٰ ہمیں جنگ میں استقلال اور صبر عطا فرما دوسرے یہ کہ ہمارے دل میں  
 جرات پیدا کر جس سے ہم ثابت قدم رہیں۔ تیسرے یہ کہ ہمیں ان کفار پر فتح عطا فرما۔ لہذا ان قوموں نے ہلکائی ان بہت  
 سے کافروں کو آنا۔ شکست دے دی اور دائرہ علیہ السلام نے جو بہت کم من تھے جاوید جیسے جاوید ہلا شلا کو قتل کر دیا اور رب  
 نے دائرہ علیہ السلام کو سلطنت نبوت عطا کی سب سے پہلے عطا فرمایا اس کے علاوہ اور جو چاہا سکھایا۔ خیال رہے کہ اس دعا میں

نہایت نہیں ترتیب ہے۔ اور سب ظلمت۔ (۱) حق تعالیٰ کو رب کہہ کے پکارا کیونکہ پائے والا اپنے لیے کی بات کو لیا تھا۔ (۲) ارفع فرمایا یعنی بیشک استقامت عطا فرما کہ کبھی ہم نہ گھبراؤں۔ (۳) مٹی کہہ کر یہ اشار کیا کہ اسٹی صبر اور استقامت ہمیں بھیجے۔ (۴) سید بن جنگ کو پھسلنے میں ترک کر دیا یہ موقعہ پہلا غمی و غیور کی ضرورت پڑی ہے عرض کیا کہ ہمیں قتل کے معاملے میں سید بن میں طبع قدم رکھ کہ حاصل نہ جائے۔ چونکہ جنگ کے قوت پہلے استقامت پر طبع قدم ضروری ہے اور اس سے قصور خارج ہے۔ اس ترتیب سے انہوں نے دعا کہ عطا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر اس کے نام بہت کیونکہ لوگوں کی حاجتیں بہت ہیں۔ جنسی طاقت دلا کر دے دے ہی نام سے رب کو پکارے اور دعا کرے۔ قتل کے بارے میں کہ کر پکارے۔ بار اسے یا شفیق یا مہربان کہ کرے کہ وہ دشمنوں میں مگر ابہر اسے یا قہار یا جبار کہ کر پکارے۔ اس کے ناموں کی کثرت بھی رحمت سے ہے کہ نہ کہہ کر دعا کر سکتا ہو۔

**قتل جالوت :** جالوت مملکت بنی مولا سے قتل بہت قہر کو رہا تھا کہ اس کا سایہ ایک میل تک جاتا تھا۔ یہ سخت جاہل نظام مبارک قتل 300 رطل کا خود پہنچا اور اکیلا لشکروں کو بھاگتا تھا۔ اسی لئے اسے جالوت کہتے تھے۔ یہ جنگجو بلور۔ لشکر اسلام میں حضرت دؤد بن ایتھا بھی تھے جو کہ خصرون ابن فارض ابن سود ابن یعقوب علیہ السلام کی بولاد ہیں۔ (دور مشرق) ایتھا کے سات بیٹے تھے جن میں سے دؤد علیہ السلام سب سے چھوٹے بچوں میں سے تھے ایتھا اور ان کے چھ بیٹے بھی سرانہوں پار کر کے جالوت کے قتل آگئے تھے۔ اس وقت دؤد علیہ السلام بیمار تھے آپ کا رنگ زرد تھا جالوت نے بنی اسرائیل سے اپنا مقتل طلب کیا مگر یہ لوگ اس کی قوت جسامت شنواری دیکھ کر گھبرا گئے۔ طاقت نے اعلان کیا کہ جو کوئی جالوت کو قتل کرے۔ میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دلاں گا اور اپنا کر حاکم بھی اسے بخش دوں گا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ تب طاقت نے ایشوئیل علیہ السلام سے عرض کیا کہ رب سے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا کی تو وحی آئی کہ دؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کریں گے طاقت نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دوں گا اور تو حاکم بنیں گے آپ نے قبول فرمایا اور طاقت نے زور پر بنا کر گھوڑا اور ہتھیار دے کر روانہ کیا۔ آپ کچھ دور گئے اور پھر ذیل آیا کہ اگر رب سے دعا فرمائیے تو ہتھیار بھی کام ہو سکتا ہے۔ خیال آئے ہی نوٹ پڑے۔ جالوت اپنے ساتھیوں سے بوللا کھولنے کے پر میرا رب چھا گیا اس لئے وہ نوٹ گیا۔ آپ نے طاقت سے کہا کہ یہ سلطان جنگ اپنے پاس رکھو۔ میں جیسے چاہوں جنگ کروں۔ چنانچہ گھوڑا اور زور و ہتھیار کر صرف گویا ہاتھ میں لیا راستے سے تین چتر اٹھائے۔ جن میں سے ایک سنگ سڑی دو سراسنگ ہارون تھا آپ کو پھین مارنے میں بہت مشق تھی کہ اس سے بھیلنا چیتے اور شیر کا شکار کر لیتے تھے۔ جب جالوت کے مقتل پہنچا وہ بولا کہ تم تو میرے مقتل ایسے چتر لے آ رہے ہو جیسے کلہارے آئے ہو۔ آپ نے فرمایا تو کہتے سے بدتر ہے۔ وہ بولا کہ مقترب تمہارا گوشت چیل کوئے کھائیں گے۔ آپ نے فرمایا بلکہ حیر اس صفت اور جرات سے وہ قدرتی طور پر مرعوب ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے نوزیل مجھے تیری نو عمری پر رحم آتا ہے تمہارا بھائی جو۔ کسی اور کو میرے مقتل بھیج دو آپ نے فرمایا کہ اب بات کا موقع نہیں مل کا وقت ہے۔ لے سنبھل جاتو پھر ہمارے نہاں چنانچہ وہ تینوں چتر کو پھین میں رکھ کر گھبرا کر جوہارے تو اس کی مشق پڑے۔ رب جانے کہ وہ گویا چتر کے چترے یا اہل کے کلر کہ اس کے خود کو ڈالنے میں کو ہونے ہوئے پیچھے قتل گئے اور پیچھے والوں میں سے ہمیں قتل کیے۔ تن کی تن میں جالوت گھوڑے سے گر پڑا۔ لشکر کھڑے میں بھاگ پڑا۔ دؤد علیہ السلام جالوت کو کہتے کی

طرح کیجئے ہوئے لائے اور طاوت کے سامنے ڈال دیا۔ مسلمانوں کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ مسلمان صحیح سلامت تھے۔ ان کے ہونے طاوت نے حسب وعدہ اپنی بی بی کن کے قتل میں دی اور آدمی سلطنت کا مالک کر دیا حضرت نے اپنی حکومت کھینچ لیا۔ ان کے قتل کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ پھر اس پر غم ہو کر توبہ کی اور وفات پائی۔ ان کے بعد ولید علیہ السلام سارے ملک کے سلطان ہوئے۔ خیال رہے کہ طاوت قتل جاوے کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے طاوت کے سارے خزانے خوشی و ولید علیہ السلام کے حوالے کر دیے اور آپ نے طاوت کے بعد ستر سال سلطنت کی (روح الامین وغیرہ) تفسیر کبیر نے فرمایا کہ قتل جاوے کے سات سال بعد آپ کو نبوت ملی۔ طاوت کی موت کے متعلق اور بہت سی روایتیں ہیں۔ لیکن یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ (خزانة العرفان روح دور مشہور معانی)۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : جنگ کے وقت فتح نصرت کی دعا کرنا سنت انبیاء ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ جہاد یا تباری جہاد کے وقت مسلمان کھیل تماکہ 'لنج رنگ' میں مشغول نہ ہوں بلکہ عبادت میں زیادتی کریں اور دعائوں میں مشغول رہیں اگر شہادت کی موت تو ہے تو اس محل میں آئے کہ غازی کے ہاتھ میں گولہ ہو نہ میں ذکر یاد۔ یہ دعا ننگا ہے صبری نہیں۔ اللہ اس کہ آج مسلمان یہ سبق بھول گئے اب اسلامی فوجوں کے دل بسلانے کے لئے سینما گانے وغیرہ ہیں۔ دوسرا فائدہ : ولید علیہ السلام صاحب کتب و خیر ہیں۔ جنہیں رب نے نبوت کے علاوہ نور بھی نصبتی عطا فرمائیں۔ تیسرا فائدہ : جب رب کا کرم ہو جاتا ہے تو تو عمر بچوں سے بڑے بیلوروں کو ہلاک کر اور تاج بوسیدہ و ولید علیہ السلام سے جاوے کو مروا اور گیارہ برس کے نو عمر بچے مولانا صفروہ کے ہاتھوں ہو جمل جیسے سرکش نصین کو قتل کر لیا۔ غرضیکہ ایہل سے لیل مولانا ہے۔ چوتھا فائدہ : گوچین چلانا سنت ولید ہے۔ پانچواں فائدہ : نیک کام پر کبھی مخلوق قبول کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ ولید علیہ السلام نے قتل جاوے کے عوض نصف ملک قبول فرمایا۔ چھٹا فائدہ : اگر کسی تنگی کے ذریعے دنیوی مل بھی مل جائے تو اس سے ثواب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ دیکھو ولید علیہ السلام کو اس جہاد کے ذریعہ بڑی سلطنت ہاتھ آئی مگر آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہ آئی۔ لہذا اگر تم کو یہ لامتناہی دینی مدرسہ جہادوں وغیرہ مقرر کئے جائیں تو انشاء اللہ ثواب بھی پورا ملے گا بشرطیکہ نیت درست ہو۔ سوا حضرت عثمان کے باقی تمام خلفاء راشدین نے خلافت پر تم کو ملی ہے حالانکہ خلافت بھی عبادت ہے۔ ساتواں فائدہ : مصیبت یا بلایا آنا نیش آجانے پر صبری دعا ننگا بھی جائز ہے اور اس بلا کے نل جانے کی دعا کرنا بھی جائز یعنی اپنی جب تک مصیبت رہے ہم کو صبری خوشی دے کہ اس سے گھبرانہ جائیں اور اپنے کرم سے اسے حل دے دیکھو ان حضرات نے صبری بھی دعا کی اور فتح مندی کی بھی یعنی جب تک جگہ رہے ہمیں صبر ملے اور آخر کار ہماری فتح ہو یہ بھی کیا ہے اس آیت کا نل جائے۔ آٹھواں فائدہ : ہر شہاد بوقت جہاد انعام وغیرہ بھی مقرر کر سکتا ہے۔ نوواں فائدہ : حضور علیہ السلام کو تمام زبانیں آتی تھیں کیونکہ ولید علیہ السلام کو جانوروں تک کی بولی آتی تھی۔ اور حضور کا علم سب سے زیادہ ماحولہ آپ کو بھی یہ علم لازمی ہے۔ حضور نے لونت 'ہرن' 'لکڑیوں' چھوٹوں سے کام کیا اب بھی ہر زبان میں نصرت پڑھی جاتی ہے جو بغیر ترجمہ ہر گھر میں پہنچتی ہے۔ دسواں فائدہ : انبیاء کرام جیسے کہ گھوٹے امراض سے معصوم ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ولی محبوب سے پاک ہوتے ہیں۔ نل 'بزدلی' حسد 'کینہ' سے محفوظ ہوتے ہیں۔ دیکھو ولید علیہ

اسلام پر نگہ نہ کرے گا۔ لہذا اسے جسے تو کبھی اسی سے ملو اور لیرتے مرزا افغانی بلالوں کے واسطے نہ کر سکے۔ گیارہویں قاعدہ  
سنت بزرگان یہ ہے کہ دلائل کمال دیکھ کر جی نہ دلا بلکہ کمال دیکھ کر دیکھو طاقت نے اپنی جی ہو تو طریقہ اسلام کو کمال دیکھ کر  
دی۔ شعیب علیہ السلام نے اپنی جی کا نکل سوئی علیہ السلام سے کیا شخص کمال دیکھ کر۔

پس اعتراض : نبوت سلطنت سے اہل ہے پھر سلطنت کا ذکر حکمت سے پہلے کیوں ہوا۔ جواب : وہ جسے ایسی کہ  
آپ کو پہلے سلطنت ہی ملی پھر نبوت یہ ترتیب واضح کے لحاظ سے ہے۔ ہرے یہ کہ میں بلوئی سے اہل کی طرف ترقی ہے کہ  
وہ تو طریقہ اسلام کو رب نے نئی اتنی دی کہ بدشاہتا کر رہی بھی بظاہر۔ دوسرا اعتراض : اس نبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ کل  
جاہل کے انعام میں رب نے انہیں سلطنت اور نبوت دی مگر نہ کسی فعل کی اجازت نہیں دی سکتی۔ رب فرماتا ہے۔  
اللہ مصطفیٰ من الملائکۃ وسلا ومن الناس جواب : یہ اس فعل کی اجازت تھی۔ بلکہ اس شہادت میں ان کی  
استحقاق نبوت کا اعلان تھا۔ جیسے کہ کوم طریقہ اسلام لاظم ملائکہ ظاہر فرما کر ان سے عہدہ کر لیا گیا تو یہ عہدہ علم کی اجازت تھی  
(کبیر) تیسرا اعتراض : اس واقعہ سے پتہ لگا کہ انبیاء کرام و ارث ہوتے ہیں دیکھو طاقت کی جی آپ کے نکل میں تھی۔  
طاقت کے نکل کے بعد اس کا کو حاکم بلور میراث جی کو ملتا۔ اور اس کے ذریعہ سے آپ نے پاپا نیز رب فرماتا ہے۔ وودتہ  
صلیہن ما وودتہ بن سکتے ہیں تو ان کی میراث بھی جی چاہئے۔ لہذا حضور علیہ السلام کی میراث طاقت زہرا کو ملی  
چاہئے تھی (ارالحق)۔ جواب : اس واقعہ سے ہی معلوم ہوا کہ آپ کو یہ ملک میراث میں نہ ملا بلکہ تو حاکم انعام میں اور باقی  
تو حاکم علیا کے انتخاب سے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ سلطنت یا تو دینے سے ملتی ہے یا علیا کے چننے سے۔ اگر میراث ملتی تو  
طاقت کی ساری اولادوں کا ملک تقسیم کر لیتی۔ اس لئے رب نے فرمایا و اتہ اللہ الملک۔ اور وودتہ صلیہن میں علی  
میراث مرلو ہے نہ کسلی کہ نہ وہ تو طریقہ اسلام کے بارے میں غلطی صرف حضرت سلیمان کے کوثر ہونے کے کیا سنی۔ چوتھا  
اعتراض : اس آیت کے جس میں صبر کی دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے اور حدیث شریف میں صبر کی دعا کا لفظ سے معاف آئی ہے تو  
حدیث قرآن میں مطابقت کیے گمراہوں۔ جواب : راجحہ کے لئے میں صبر کی دعا مانع ہے کہ اس دعا کا مقصد یہ ہو گا کہ خدا یا ہم  
پر صبریت بھیجے اور اس صبریت میں ہم کو صبر کی تلقین دے یہ گویا صبریت مانگتا ہے۔ رب سے صبریت مانگو عاقبت مانگو اور رب  
صبریت آپ سے بلکہ آجائے کا تو ہی اندیشہ ہو جائے تو صبر مانگو۔ حدیث شریف میں پہلی صورت مرلو ہے اور قرآن شریف میں  
دوسری صورت مرلو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کرنا کی خبر دیکھ کر فرمایا کہ اشی میرے حسین کو صبر مانگو اس سے کہ معلوم  
ہو چکا تھا کہ صبریت ضرور آکر رہے گی۔

تفسیر صوفیانہ : روح طاقت ہے اور قلب گواہ اور نفس اللہ جاہل اور شیطان خیالات و نفسانی خواہشات اس جاہل کا  
ظہر گویا روح نے اس جملہ نفس کے وقت رب سے دعا کی کہ سولی مجھے انعام پر استقامت اور خواہشات کے ترک پر صبر عطا فرما  
اور نبوی صبریت کے جہم کے وقت جب قدم رکھ کر اور اس کا فر قہ یعنی نفس اللہ اور اس کے مدد گاہوں میں کمال نصیب فرما  
کیونکہ اس مدد آستین پر غالب آتا ہے تیری مدد مانگن ہے۔ رب نے اس کی دعا قبول کی کہ وہ تو قلب نے شریعت کے گواہن میں  
ترک ہوا سلطان حق کو ترک نہ کرے لہذا کے تین چکر کہ کہ تسلیم ہو رہے ہندو سے اس کو چمن کو حکما کہ نفس کو مدد دے

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٥٠﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

سے اور تحقیق آپ البتہ مرسلین میں سے ہیں :

پڑھتے ہیں اور تم بے شک رسولوں میں سے ہو۔

تعلق : اس آیت کا پہلی آٹھوں سے چار طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں ایک عظیم الشان جنگ کا ذکر ہوا۔ اب جہاد کی حکمتیں ارشاد ہو رہی ہیں کہ جہاد کی وجہ سے دشمنان میں امن و امان قائم ہے اگر یہ نہ ہو تو عالم دہش ہو جائے۔  
دوسرا تعلق: پہلی آیت میں گزشتہ امتوں کے واقعات بیان ہوئے۔ اب اس کا نتیجہ نکال جا رہا ہے کہ اے رسول اللہ! اس سے  
نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہو جو کہ وہ یحییٰ یاتیمی یحییٰ نبی نبی بیان فرماتے ہیں۔

تفسیر: ولولا طمع اللہ الناس لولائی شئی بوجہ ثبوت شئی کے لئے آتا ہے۔ کہا جاتا ہے اگر نہ ہوتے علی تو ہلاک ہو جاتے عمر۔ کبھی بھلا احلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ولولا فلان من کل قول لصدف کے معنی ہیں لازماً بقوتہ۔ کسی چیز کو بے زور مٹایا یا مٹا دیا۔ مگر سب اس کا اصل لہی ہو تو معنی پہنچا ہوا ہے جیسے فلان صواباً لیس ہوا لہم اور اگر اس کے بعد عن آئے تو معنی حمایت ہوتا ہے۔ جیسے ان اللہ بلال عن اللہن اموا چونکہ یہاں اس کے بعد نہ لی ہے نہ عن لہا اپنے حقیقی معنی میں ہے اس کی اضافت داخل کی طرف ہے۔ اس میں چار چیزیں چاہئیں۔ دفعہ دفعہ فعل جہاں عن کا کہہ کر ایک کا نہیں دفع کرنے والا اللہ اور دفع دفع شروع لوگ اور دفع دفع۔ یعنی جن کے ذریعہ سے کفار دفع کئے گئے۔ سو معنی ہیں اور دفع دفع پر شیعہ ہے۔ یعنی دنیاوی زمین دیکھیں یا اگرچہ جنت و جہنم بھی آپس میں مٹتے رہتے ہیں مگر انسان کی جنگ میں سب میں زیادہ اہم ہے اس لئے خصوصیت سے انسان ہی کا ذکر کیا۔ جنت و جہنم میں جہاں نہیں فرشتے بھی اگر جہاں کریں تو انسانوں کے ساتھ مل کر نیز انسان کی جنگ ہوتی خطرناک ہے۔ انہیں ہم "پڑھو جن ہم ہو الی حجاز" رکھنا کہ انسان ہی جنگ کرتے ہیں اور انسان ہی کی جنگ

زمین کے فساد کا باعث ہے انسان ہی کی جنگ سے آبادیاں دیرین ہو جاتی ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے انسان ہی کا ذکر ہوا۔  
 بعضہم بعضہم کبیلہ البعضہ ہے اور اس سے شرعاً لیسوی لوگ مرلو ہیں۔ بعض یہ دفع کا حلق ہے اور  
 اس سے مومنین صحابین مرلو یعنی اگر رب تعالیٰ مومنین کو مصیبتیں کے ذریعہ فتنہ کر لے اور لیسوی لوگوں کو زمین سے دھونڈ کر آ  
 تو افسوس والا وہی فساد اصلاح کا مقتل ہے معنی اصل حالت سے کل جلا کر بگاڑنا گوارش سے ساری آبادیاں مرلو ہے  
 یعنی ساری آبادی بگاڑ جاتی اور اس میں فساد برپا ہو جاتا کہ زمین پر نہ آبادیاں رہیں نہ شریف چکن سے گزراں کر سکتے۔ ولکن اللہ  
 یوفی فیصل علی العلیق فضل کی عین معنی ہے چہ کہ انسان کے بگڑنے سے سارا عالم ہی بگاڑا جائے اور انسان کی اصلاح  
 سے سارے جہان کی اصلاح ہے اس لئے یہاں عالمین فرمایا گیا یعنی اللہ تمام جہانوں پر فیاض و کرم فرمائے گا ہے اس لئے اس  
 نے جہادین پیدا فرما کر ان کے ذریعہ عالم میں امن قائم رکھا۔ فلیک امت اللہ فلیک سے اوقاتِ طاوت کی طرف اشارہ  
 ہے۔ بالکامد نفس کی ساری آجوں کی طرف یعنی یہ سب چیزیں طاوت کے پاس تھکت آتا تھوڑوں کلمت میں پر غالب آ  
 جاتا۔ وقد علیہ سلام کا لفظ ہے ہمارے طاوت کو قتل کرنا اللہ رت الہی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ فتلوھا علیک بالحق یہ  
 آیات کی صفت ہے یا اس کامل اور ہو سکے کہ مستقل جملہ ہو۔ الحق حاضر کامل ہے یعنی ان آجوں کی وسط جبریل آپ  
 کے سامنے ہم کج کج اور ضرورت حد کیلئے بقدر ضرورت بیان فرماتے ہیں۔ وانک لمن المرسلین اور مرسلین لغوی معنی  
 میں ہے یعنی رسول و اسطلاحی معنی میں یعنی نبی اکبر اور سیدین ولے وغیرہ یعنی حقیقی آپ و پیغمبروں میں سے ہیں آپ کو خلق  
 کی طرف تبلیغ احکام کیلئے بھیجا گیا۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں اسلامی جہاد شروع نہ کرو فساد نہیں بلکہ دفع فساد ہے کیونکہ انسان اپنے برے ہر طرح کے ہیں اگر رب  
 تعالیٰ انہوں کے ذریعہ ہوں کو دفع نہ فرماتا ہے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے لوگوں کو کشت و خون سے ہی فرصت نہ ملنے جاوے  
 زندہ رہیں نہ کشتی باڑی ہو نہ نسل انسانی پہلے پھلے پھولے غرضیکہ کسی قسم کی آبادی نہ ہو سکے۔ جہاد سے عہدین دے رہے ہیں کہ  
 جس سے امن قائم نہ کر لیں آباد ہوگی اور اس سے تمام عالم والے قائمہ انعامیں گے۔ اللہ تمام جہانوں پر فیاض و کرم فرمائے گا ہے  
 جہاد بھی یہاں کا فیصل ہے۔ علم کرام فرماتے ہیں کہ دفع وہ قسم کا ہے ظاہری اور باطنی دفع ظاہری چار کھوں سے ہے۔ وظیموں  
 سے بدو شلہ سے علماء اور اولیاء سے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے منصب کے لائق فساد دفع فرماتے ہیں۔ دفع غشی بذریعہ عقل ہے  
 کہ عقل ہی وہی فساد دور کرتی ہے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہر فساد کو ظاہری اور باطنی طور پر دفع فرمائے ولے  
 آپ ہی سلطان الملوک اور گویا مرکز عالم ہیں (روح) اسی لئے آپ کا اسم شریف دفع جہاد بھی ہے اے محبوب صلی اللہ علیہ  
 وسلم یہ گزشتہ وقت رب کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جو ہم فساد و فتنہ سے بچے بیان کرتے رہے ہیں۔ جن میں کل کتب اور  
 قرآن و دن لوگ کچھ شک نہیں کر سکتے آپ سے بچے و پیغمبروں میں سے ہیں جب بچے و پیغمبروں نے جہاد کے آپ کے جہاد پر کل  
 کتب کیوں بکرتے ہیں۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : حکومت و سلطنت رب کی ہوتی ہے کہ اس کے  
 بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا۔ گھو کہ دین امن کی بنیاد ہے اور سلطنت کاغذ بغیر بنیاد کھنڈ ہے اور بغیر حفاظت ہر وقت

پسلا اعتراض : رب تعالیٰ نے فسلوی لوگ پیدا ہی کیوں کئے جن پر جملہ کرپاؤں (آریہ) جواب : اس کا جواب بار بار دیا جا چکا کہ تمام عالم کا نظام اسی طرح قائم ہے کہ اس میں ہری سبکی چیزیں ہوں اور سہلانی سے برائی سبکی جائے۔ ہر چیز میں توازن ہے جیسے کوئی کے کہ رب نے بھوک پیدا ہی کیوں فرمائی جس کے لئے غذا کی حاجت ہوئی یا رب نے بیماریاں کیوں بنائیں کہ ہمیں دوا کی ضرورت پڑی اگر بھوک نہ ملتی نہ ہوتی تو عالم قائم نہ رہتا دوسرا اعتراض : جنگ میں زمین گنتی ہے۔ مگر میں فرمایا گیا کہ جنگ نہ ہوتی تو گنتی جاتی یہ کیوں گمراہ راست ہو۔ جواب : یہ ایسی ہی ہے کہ کوئی ڈاکٹر کے کہ اگر میں دیکھوں گا کہ وہ لپا تھ نہ کلنڈر تھا تو سارا لپا تھ خراب ہو جاتا۔ فسلوی لوگ نوع انسان کا لگا اور اعلیٰ ہیں ان کا مناسب کا گنتا ہے جسم سے میل بیکل مائیں وہیل دور کرتے رہو تاکہ تھوڑی سی قدرتی قائم رہے۔ تیسرا اعتراض : جملہ کے فوائد دکھا کر یہ کیوں فرمایا کہ لفظ عالمین پر فضل فرمائے تو لایا ہے جملہ کا نفع حد درجہ انسانوں کو پہنچ سکتا ہے نہ کہ ساری مخلوقات کو۔ جواب : ساری مخلوق انسان کے لئے بنی اور اسی کی خاطر ملتی ہے۔ وہ لایا کے لئے برکت کی ساری شے چاہیے اس لئے انسان ساری چیزوں سے کام لیتا ہے۔ اگر جملہ نہ ہو تو انسان نہ رہتا اور جب انسان نہ رہتا جملہ نہ رہتا انسان کے بھاتے جن کی لپا ہے لفظ اس پر فضل سب پر فضل ہے۔ چوتھا اعتراض : میں آیات کے ساتھ بالحق کہنے میں کیا قصور کیا بعض آیتیں باطل بھی ہیں۔ جواب : رب جانتا تھا کہ بعض عیسائی ان آیتوں کے

ملک ہونے کا یہ بیگناہ کریں گے اور کہیں گے کہ تاریخی لحاظ سے یہ واقعہ صحیح نہیں ملاوت کی سلطنت سے پہلے نبوت آیا تھا کہ بعد میں اور فطرت کی آفات سے نہیں ہوئی تھی اور نہ ملاوتوں نے بروقت مقابلہ کی تھی وغیرہ وغیرہ اس لئے فرمایا گیا کہ جو قصہ ہم نے بیان کیا وہی صحیح ہے۔ یہاں لوگوں کی تاریخ ملک سب سے پہلے کہنے پر قرآن۔ غور تو کرو کہ یہ سب اس واقعہ کی مخالفت میں کتاب شمول پیش کرتے ہیں کہ جو نیک اس میں یہ واقعہ اور طرح مذکور ہے لہذا قرآن کی آیتیں ملک۔ اور لبذرا الکتب شمول کا مل دیکھ لو کہ وہ تو یہی ہی خیر نہیں کہ یہ کتاب ہے کس کی۔ کوئی یہ سبائی کتاب ہے کہ خود شمول کی ہے کوئی کتاب حیات نبی کی کوئی برمیاد کی۔ وہ تم خود یہ سبائی سورج کہتے ہیں کہ اس کے کچھ باب اللہ ہیں جو بعد میں ملا دیئے گئے۔ سو تم اس کتاب میں خود تعارض ہے۔ چنانچہ ایسویں باب کے چند رجحانیں دریں میں ہے کہ خدا اپنے چنانے سے پاک ہے اور پھر اسی باب کے چوتھی میں دریں میں ہے کہ خدا اسلاف کو بلا شلہ بنا کر بچھڑا۔ اسی کتاب کے سوہویں باب کے ایک سو میں دریں میں ہے کہ سلاسل و تودے واقف بھی نہ تھا جس پر یہ سبائی بھی چکر کر کہتے ہیں کہ اس کتاب میں ملاوت ہوئی ہے۔ (تفسیر حقانی) اس لئے رب نے فرمایا کہ کتاب شمول وغیرہ پر محروم نہ کرو۔ فتلاھا علیک بالحق چھ واقعات تمہیں ہم سناتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : مشن تھو لولیاہ مصلحین ہیں وہم اور وہابی یا نہیں مصلح لوگ ہیں انسان کی استعداد کو گویا روح کی زمین اور اس کا ملک ہے ارشلہ ہو رہا ہے کہ اگر رب تعالیٰ مشن تھو لولیاہ و کرام کے ذریعہ وہم اور وہابیات کو دفع نہ فرماتا تو جلاوت نفس کو ہلاک نہ کرتا تو روح کی زمین یعنی طالین کی استعداد بوجہ جاتی۔ ان کے اخلاق تبدیل ہو جاتے قلب کی صفائی جاتی رہتی لیکن اللہ سب پر فضل فرماتا ہے کہ طالین کے دل میں طلب کا جوش دیکر انہیں طالین کے دروازہ پر پہنچاتا ہے پھر ان طالین کو ان پر صوفیاں بناتا ہے کہ وہ انہیں فیض دیں اور طالین کو ریاضات و مجاہدات کی مستحکم برادشت کرنے کی قوت دیتا ہے اگر یہ کرم نہ ہوتے تو ان کے نفوس بھی پاک صاف نہ ہوتے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کے ضمن میں اللہ کے اسرار اور وقایع ہیں جن کو ہم حقیقتہً آپ پر ظاہر کرتے ہیں آپ ہی ان مرسلین میں سے ہیں جنہوں نے یہ سارے حقائق طے کئے اور ان حالات و کمالات کا مشاہدہ فرمایا صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جیسے زمین پر بھی دن کا راج ہے، بھی رات کا بھی گرمی کا بھی سردی کا بھی طعن کا بھی بدلہ کا بھی سلسلوں کا بھی کتار کا ہر راج کے آثار مختلف ایسے ہی دل کی دنیا میں بھی نفس و شیطان کا راج ہوتا ہے بھی روح اور سر کا نفس کے راج میں دل میں نفس و نور و ہمد میری ہوتے ہیں اور روح کے راج میں خوف و شوق میری زاری ہے زاری ہوتی ہے اگر دل پر ہمیشہ شیطان کا راج رہے تو یہ بگڑ جائے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میرے دل پر نفس و شیطان بھی راج نہیں کر سکتے کعبہ معظمہ جو بیت اللہ ہے وہاں بھی تین سو سال بیت راج کر گئے۔ حضور کے ہاتھوں میں کرا راج ختم ہوا۔

دوسری تفسیر : دنیا میں برے انسان بھی ہیں اور اچھے بھی بدکار مذہب الہی کے سزاوار مگر نیکوں کی برکت سے امن میں رہتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلہ فرمایا کہ ایک نیک مسلمان کی برکت سے اس کے آس پاس سو گمراہوں سے بلا دور رہتی ہے۔ (بخاری و شامی و مشکوٰۃ شریف) بخاری و شامی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شام میں چالیس ابدال رہیں گے جب بھی ان میں سے کسی کی وفات ہو جائے گی تو وہ سر اس جگہ قائم ہو گا انہیں کی برکت سے بارش ہو گی انہیں کی عقل و نصرت نصیب ہو گی اور اہل شام سے غلبہ دور رہے گا۔ اس کی شرح حرقت میں عبد اللہ

ابن مسعود سے مروی ہے کہ امت بخلفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ تین سواریاں رہیں گے جن کے دل قوم علیہ السلام کے قلب پاک کی طرح ہوں گے اور چالیس قلب سوئی پر اور سات قلب ابراہیم پر اور پانچ قلب جبریل پر تین قلب یساکیل پر اور ایک قلب اسرئیل پر عظیم السلام چالیس ایک کی بوقت ہوگی تو تین تین میں سے ایک میں قائم ہو جائیگا اور تین باقیوں میں سے ایک تین میں اور سات میں سے پانچ میں اور چالیس میں سے سات میں اور تین سو میں سے ایک چالیس میں اور سات المسلمین میں سے ایک تین سو میں داخل ہو کر یہ شہر پوری رکھیں گے ان کے عقل بلائیں دفع ہوں گی۔ تفسیر سورہ شوریٰ ہے کہ یہ حضرات لوگوں کو زمین کی زمین کی سمجھیں ہیں کہ انہیں کی برکت سے زمین قائم ہے تفسیر روح البیان نے چھ پانچ سو مقامات کل اللہ فی حکم کی تفسیر میں فرمایا کہ امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چالیس ابدال اور سات ابدال تین خلفاء ایک قلب عالم ہوگا حضرت شیخ اکبر علی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قلب عالم کے مرکزی حفاظت کرتے ہیں اور اس کو دایاں و دائر عالم ابدال کی لور دایاں و دائر عالم اجسام کی لور چاروں لوگوں مشرق مغرب جنوب و شمال کی لور سات ابدال سات دلائوں کے حفاظ ہیں۔ خیال رہے کہ ان میں دایاں تو دایاں ہے اور دایاں دایاں۔ دایاں جلال اور قلی فی اللہ ہے اور دایاں جلال باقی باندہ (روح) فرسیدہ عالم کا جان حضرات سے ہے وہی دایاں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر اللہ بعض لوگوں یعنی کالمین کی برکت سے متعددین کی بلاوں کو دفع نہ فرماتا تو زمین کبھی کی رہا ہو جاتی مگر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ان فضل دلوں کو پیدا فرمایا۔ خیال رہے کہ بعض مخلوق دینے والی ہے اور بعض لینے والی سورج دہل دینے والی مخلوق ہے زمین لینے والی۔ کبھی لینے والا دینے والے کے برابر نہیں ہو سکتا کو نچا ہاتھ نیچا ہاتھ سے اٹھل ہے۔ یوں ہی ہم لوگ لینے والے ہیں حضرات انبیاء اولیاء دینے والے اور ہم نے ہم میں سے کسی کو کوئی نعمت بغیر واسطہ نہیں دی۔ قرآن مگر ہمیں دنوں ہم کو بغیر واسطہ نے ہم کو اور امت نہ دیا جو کچھ دیا حضور کے واسطے سے دیا۔ ہم بھی کسی طرح حضور سے ہماری کو کوئی نہیں کر سکتے۔

الحمد للہ کہ یہ جلد دوم ۱۳۶۳ھ بمطابق شعبہ کو شروع ہو کر ۲۶ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ بمطابق چاند شعبہ کو ختم ہوئی۔ رب تعالیٰ بقیہ جلدیں پوری کرنے کی طاقت عطا فرمائے اور قبول فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ اور توبہ آخرت عطا فرمائے و علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سبحنا و شامعنا و حبیبنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ اجمعین برحمتہ و هو ارحم الراحمین ○

ناچیز احمد یار خان نعیمی اشرفی اوجھانوی غفرلہ و عفی عنہ و عن والدینہ